تکمیل الادب
شرح اردو
نفحۃ العرب
تالیف
شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب نور اللہ مرقدہ
شارح: مولانا مصلح الدین قاسمی
سابق معین مدرس دارالعلوم دیوبند
حال، استاذ ادب عربی جامعہ قاسمیہ شاہی، مرادآباد
MAKTABA-E-REHMANIA
مکتبہ رحمانیہ
اقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور
فون: 042-7224228-7221395

تکمیل الادب

شرح اردو

نفحۃ العرب

تالیف

شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب نوراللہ مرقدہ

شارح: مولانا مصلح الدین قاسمی

سابق معین مدرس دارالعلوم دیوبند

حال، استاذ ادب عربی جامعہ قاسمیہ شاہی مرادآباد

مکتبہ رحمانیہ

MAKTABA-E-REHMANIA

اقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

فون: 042-7224228-7355743

مکتبہ رحمانیہ

نام کتاب: ---------------- تکمیل الادب شرح اردو نفحۃ العرب

شارح: ---------------- مولانا مصلح الدین قاسمی

ناشر: ---------------- مکتبہ رحمانیہ

مطبع: ---------------- لٹل سٹار پرنٹرز لاہور

استدعا

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کتابت، طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔
بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو ازراہ کرم مطلع فرما دیں۔ ان شاء اللہ ازالہ کیا جائے گا۔ نشاندہی کے لیے ہم بے حد شکر گزار ہوں گے۔ (ادارہ)

انتساب

- مرکز علم وفن مادر علمی ''دار العلوم دیوبند'' کے نام
- مشفق ومکرم والدین کے نام

اور

- اُن تمام اساتذۂ گرامی قدر کے نام

جن کے سامنے احقر نے زانوئے تلمذ تہہ کیا
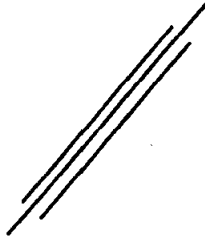
مصلح الدین قاسمی

فہرستِ عناوین

♦♦♦♦

تقریظ

حضرت مولانا عبدالخالق صاحب سنبھلی

(استاذ فقہ وادب دارالعلوم دیوبند)

نحمدهٗ ونصلي على رسوله الكريم! أما بعد؛

عزیز مکرم جناب مولانا مصلح الدین صاحب حفظہ اللہ، استاذ ادب جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد، نے حال ہی میں ''نفحۃ العرب'' کی شرح ''تکمیل الادب'' تیار کی ہے، موصوف کی اس علمی کاوش پر جستہ جستہ نظر ڈالی، مطالعہ سے اندازہ ہوا کہ نفس کتاب کی تشریح میں خاصی محنت کی گئی ہے، بل کہ طلبۂ عزیز کی ہر ضرورت کو پیش نظر رکھا ہے گیا ہے، عبارت کا ترجمہ نہایت مناسب کہ تحت اللفظ ہونے کے ساتھ اس میں ادبی چاشنی محسوس ہوتی ہے، لغوی تحقیق میں افعال کے ابواب کی تعیین، واحد کی جمع اور جمع کا واحد بھی بتایا ہے، نیز عبارت کی نحوی ترکیب بعد ازاں عبارت کی کامیاب تشریح کی ہے جو مبتدی طلبہ کے لیے ضروری ہے، خاص کر دور حاضر میں جب کہ عربی مبادیات اور نحو وصرف میں اکثر طلبہ کی استعداد خام رہ جاتی ہے، ان چیزوں کے علاوہ عبارت کے سیاق وسباق کو مدنظر رکھ کر عزیز مؤلف سلمہٗ نے بہت سی مفید باتیں شرح میں سمودی ہیں جن کے باعث افادہ دوچند ہوگیا ہے۔

شارح دارالعلوم دیوبند کے نوجوان فاضل ہیں ـــــــ مادر علمی میں معین مدرس بھی رہ چکے ہیں، اس وقت جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد جیسے اہم ادارے میں زیادہ تر علم ادب کی کتابیں ان سے متعلق ہیں؛ وہاں شعبۂ تکمیل ادب کے ذمہ داروں میں ہیں۔ واقعۃً یہ شرح ان کے علمی وادبی ذوق کی آئینہ دار ہے، مولانا موصوف کی یہ علمی جدوجہد اور ادبی خدمت طالبانِ علوم نبوت کے لیے نہایت ہی مفید ثابت ہوگی۔ (ان شاء اللہ)

اخیر میں دست بدعاء ہوں کہ اللہ تعالیٰ موصوف کی دیگر تالیفات کی طرح اس کو بھی قبولِ عام عطا فرمائے اور اس کے افادے کو تام کرے۔ آمین یارب العالمین

خیر خواہ

عبدالخالق سنبھلی

استاذ دارالعلوم دیوبند

سخن اولیں

کسی بھی موضوع پر قلم اٹھانا اور کچھ تحریر کرنا مجھ جیسے بے بضاعت اور نااہل شخص کے لیے کتنا مشکل امر ہے، اس کا صحیح اندازہ احقر کو ہی ہے، بالخصوص اُس وقت جب کہ اُس تحریر کا تعلق خالص علمی حلقوں (طلبہ وعلماء) سے ہو، جن کی نگاہِ دوررس ہر پہلو پر رہتی ہے، وہ تحسین وتنقید دونوں نظروں سے دیکھتے ہیں، مگر اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ انسان تنقید کے ڈر سے کچھ لکھنا ہی چھوڑ دے، اس لیے کہ بہ ہر حال انسان کی کوشش رنگ لاتی ہے، اگر ایک وقت تحریر شکستہ، غیر مرتب، ناقص اور مواد سے خالی ہوتی ہے، تو لکھتے لکھتے تحریر میں عمدگی، سلاست اور جلا پیدا ہو جاتی ہے اور پھر اُسی کی تحریر مقبولِ خاص وعام بن جاتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہی وہ احساس ہے جس نے نہ تو مجھے پس روی پر مجبور کیا، اور نہ ہی تھک ہار کر بیٹھنے پر آمادہ کیا، بل کہ اس خیال نے میری ہمت افزائی کی کہ جب یہ تحریر حضرات اساتذۂ کرام کے پاس پہنچے گی۔ تو خوش ہوں گے، خامیوں کی اصلاح فرمائیں گے، ہمت باندھیں گے اور حوصلہ افزائی فرمائیں گے، طلبہ کے پاس پہونچے گی تو کسی قدر استفادہ کریں گے اور اسی احساس وخیال کے ساتھ رب کریم کے فضل وکرم کی امید کرتے ہوئے یہ کتاب سپردِ خدمت کر رہا ہوں۔

یہاں یہ ذکر کر دینا مناسب ہوگا کہ آج سے کوئی چھ سال قبل جب احقر کو مادرِ علمی ''دار العلوم دیوبند'' سے ۱۴۱۵ھ میں دورۂ حدیث اور ۱۴۱۶ھ و ۱۴۱۷ھ میں تکمیل ادب وتخصص فی الادب سے فراغت کے بعد ۱۴۱۸ھ تا ۱۴۲۱ھ میں ''دار العلوم دیوبند'' میں تدریب فی التدریس کا موقع ہاتھ آیا تو ۱۴۲۰ھ میں عربی درجات کی کتابوں میں ''نفحۃ العرب'' بھی احقر سے متعلق ہوئی، تو اس بات کا احساس ہوا کہ فن ادب کی یہ کتاب ــــ جس میں حضرت شیخ الادب علیہ الرحمہ نے مختلف مضامین کے ذریعے طلبہ میں غیرت وحمیت، ادبی دل چسپی، علو ہمت، ایثار وقربانی اور علوم عربیہ میں قوت واستعداد پیدا کرنے کی کوشش کی ہے ــــ لغوی مواد اور مضامین کے لحاظ سے بہت جامع ہے، اگر اس کی مختصر انداز میں تشریح کر دی جائے تو طلبہ کے لیے استفادہ دوبالا ہو جائے گا، اس لیے کہ مبتدی طلبہ کے لیے لغات کی تحقیق اور چھان بین بہت مشکل ہوتی ہے، میرے بعض احباب نے بھی جو اس وقت معاونتِ تدریس میں احقر کے ساتھ شریک تھے، احقر سے اس کی بابت درخواست ہی نہیں؛ بل کہ اصرار کیا، میرے لیے یہ کام بہت مشکل تھا، میں نے اُن کی بات یہ کہہ کر مسترد کر دی کہ اور بھی شرحیں ہیں، جن سے طلبہ استفادہ کر رہے ہیں، یہ کوئی بہت ضروری نہیں۔

اتفاقاً ایک دن دار العلوم دیوبند کے ایک موقر استاذ ــــ جو احقر سے بھی گہرا تعلق رکھتے ہیں ــــ کے سامنے یہی تذکرہ چھڑا تو موصوف نے فرمایا کہ: ''اس کتاب پر کام کی تو ضرورت ہے، اس لیے کہ موجودہ شرحیں تحقیق الفاظ وحل لغات میں ناکافی ہیں اور بعض مقامات میں تو بہت ہی فحش غلطیاں ہیں، مگر اس کتاب کی تشریح سے پہلے اس میں جو کتابت کی

غلطیاں ہیں ان کی تحقیق زیادہ ضروری ہے۔'' اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے حضرت مولانا رشید احمد بن موسیٰ صاحب مدظلہ -استاذ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل- کو کہ حضرت والا نے اس کتاب کی تحقیق و تعلیق کا عمل بہ حسن و خوبی انجام دیا، اور پھر احقر کے لیے اس کی تشریح کا مسئلہ آسان ہو گیا، اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کام شروع کیا، چوں کہ اس عمل کے ساتھ تدریسی مصروفیات بھی لگی رہیں، اس لیے اس کی تکمیل میں کافی وقت لگا، لیکن بہ ہر حال باری تعالیٰ کے فضل و کرم اور حضرات اساتذۂ کرام کی دعاؤں کے طفیل پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا۔ **فللّٰہ الحمد والمنّة**-

یہ حقیقت ہے کہ انسان اپنی حد تک اپنے عمل کو بہتر بنانے کی کوشش کرتا ہے، مگر چوں کہ انسان کا کوئی بھی عمل نقص سے خالی نہیں ہوا کرتا ہے، اس لیے یقیناً کچھ فروگذاشتیں ہوئی ہوں گی، اس سلسلے میں انھیں احقر کی کم علمی پر محمول کرتے ہوئے معذور سمجھیں اور مطلع فرما کر ممنونِ احسان ہوں، تاکہ آئندہ اصلاح ممکن ہو، مجھے انتہائی مسرت ہے کہ احقر کی اس حقیر کوشش کو حضرت الاستاذ حضرت مولانا عبدالخالق صاحب سنبھلی استاذ ادبِ عربی دارالعلوم دیوبند نے سراہا، اپنی تمام تر مصروفیات کو چھوڑ کر نظر ثانی فرمائی اور گراں قدر کلمات تحریر فرما کر حوصلہ افزائی فرمائی، رب کریم حضرت الاستاذ مدظلہ کو اپنے شایانِ شان اجر عطا فرمائے اور ان کے سایۂ عاطفت کو تادیر قائم و دائم رکھے۔ (آمین)

کتاب کی اشاعت کے حوالے سے محترم جناب مولانا ندیم الواجدی صاحب منیجر دار الکتاب دیوبند و ایڈیٹر ماہ نامہ ''ترجمان دیوبند'' اور برادر مکرم جناب مولانا عمران اللہ صاحب قاسمی -سابق معین مدرس دارالعلوم دیوبند و استاذ مدرسہ شاہی/مراد آباد- احقر کی جانب سے بے پناہ شکریے کے مستحق ہیں کہ اول الذکر تو برابر احقر کے ارادوں کو مہمیز کرتے رہے اور کتاب کی تکمیل کے لیے مسلسل اصرار کرتے رہے نیز موصوف محترم نے ہی کتابت و طباعت کی ذمے داری لے کر احقر کے لیے تمام مشکل راہیں آسان کر دیں۔ اور موخر الذکر نے بھی کتاب کو منظر عام پر لانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی، آپ نے نہ صرف یہ کہ پروف ریڈنگ میں احقر کا ہاتھ بٹایا، بل کہ کتاب پر بھی از اول تا آخر گہری نظر ڈالی، اور حسب موقع حذف و اضافہ کر کے کتاب کی معنوی تحسین و تزئین میں بے پایاں کوشش صرف کی۔ واقعہ یہ ہے کہ شکریے کے یہ چند کلمات ان کے تعاون کا صلہ نہیں بن سکتے، حقیقی اجر تو رب کریم ہی اپنے فضل و کرم سے عطا فرمائے گا، آخر میں دعا ہے کہ حق جل مجدہ تمام محسنین و معاونین کو بہتر سے بہتر صلہ عطا فرمائے، کتاب ہذا کو شرف قبولیت سے نوازے اور احقر کو بیش از بیش خدمتِ دین کی توفیق عطا فرمائے۔

والسلام

مصلح الدین قاسمی
سابق معین مدرّس دارالعلوم دیوبند
حال، استاذِ ادب عربی جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی/مراد آباد
۱۳/ربیع الاول ۱۴۲۵ھ مطابق ۴/مئی ۲۰۰۴ء
منگل بوقت ۴ بجے شام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مصنف رحمہ اللہ کا اجمالی تعارف

نام محمد اعزاز علی اور لقب اعزاز العلماء ہے۔ نسب نامہ یہ ہے: اعزاز علی بن محمد مزاج علی بن حسن علی بن خیر اللہ۔ آپ ضلع مراد آباد کے مشہور قصبہ امروہہ کے رہنے والے ہیں، آپ کا تعلق قبیلہ کمبوہ سے ہے جو ہندوستان کا مشہور قبیلہ سمجھا جاتا ہے۔

آپ کی پیدائش ۱۳۰۰ھ میں ہندوستان کے معروف اور مشہور شہر بدایوں میں غروبِ آفتاب کے وقت ہوئی اور نانا جان نے اعزاز نام رکھا۔

تحصیل علوم: ابتدا میں آپ نے قطب الدین نامی شخص کے پاس قرآن شریف کے دوثلث ناظرہ پڑھے، اس کے بعد حافظ شرف الدین کی نگرانی میں تمام کلام اللہ حفظ کیا، اور اردو کی معمولی سی تعلیم کے بعد فارسی کی تعلیم اپنے والد مرحوم سے حاصل کی، بعد ازاں مقام تلہر کے مشہور مدرسہ ''گلشنِ فیض'' میں مولانا مقصود علی خاں صاحب صدر مدرس مدرسہ کے پاس عربی درس نظامی کی ابتدائی کتابیں شرح ملا جامی تک پڑھیں، پھر شاہ جہاں پور کی مشہور دینی درس گاہ ''عین العلم'' میں داخلہ لیا، جو مولانا عبدالحق صاحب کا قائم کیا ہوا تھا، یہاں آپ نے حضرت مولانا قاری بشیر احمد صاحب سے درسِ نظامی کی اکثر کتابوں کے علاوہ ملا جامی اور کنز الدقائق اور حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب سے فارسی کی بعض کتب کے علاوہ فقہ کی مشہور کتاب شرحِ وقایہ پڑھی۔

دارالعلوم دیوبند میں داخلہ: ''عین العلم'' میں درس نظامی کی جب متوسط کتب سے فارغ ہوئے تو مولانا بشیر احمد اور مفتی کفایت اللہ صاحب کے اصرار پر ہندوستان کی مرکزی درس گاہ دارالعلوم دیوبند پہنچ کر امتحان داخلہ میں کامیابی سے فارغ ہونے کے بعد حضرت مولانا حافظ احمد صاحب مہتمم دارالعلوم سے ہدایہ اولین اور دارالعلوم کے مشہور منطقی و فلسفی حضرت مولانا محمد سہول صاحب بھاگلپوری سے میر قطبی اور اس کے علاوہ دوسرے اساتذہ سے بعض کتابیں شروع کیں۔

دارالعلوم میں آئے ہوئے ابھی ایک سال کا عرصہ بھی نہ گذرا تھا کہ مولانا نے اپنی ہمشیرہ سے جو اس وقت میرٹھ میں تھیں، ملاقات کے خیال سے میرٹھ کا سفر کیا، یہاں مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی مصر ہوئے کہ ایک دو سال میرٹھ مدرسہ میں تعلیم حاصل کرو، اس کے بعد دورۂ حدیث شریف کی شرکت کے لیے دیوبند چلے جانا، مولانا میرٹھی صاحب سے خصوصی تعلق اور گہرے مراسم کی وجہ سے آپ نے عارضی طور پر دیوبند کا قیام ترک کیا اور میرٹھ کی مشہور درس گاہ ''مدرسہ قومی'' خیر نگر میں داخلہ کرالیا، یہاں آپ نے مولانا عاشق الٰہی صاحب سے اصول و عروض کی بعض کتابیں اور

مولانا عبدالمومن صاحب دیوبندی صدر مدرس مدرسہ سے عقائد، منقولات اور فلسفہ کی اکثر و بیشتر کتابیں پڑھنے کے علاوہ صحاح ستہ میں بخاری شریف کے علاوہ سب کتابیں ختم کیں، اس حد تک تکمیل کرنے کے بعد مولانا عاشق الٰہی صاحب کی اجازت سے دیوبند میں دوبارہ حاضری ہوئی، اور حضرت مولانا شیخ الہند صاحب سے صحیح بخاری، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد کے علاوہ ہدایہ اخیرین، بیضاوی اور توضیح وتلویح پڑھی، اس کے علاوہ فنون کی بعض کتابیں دار العلوم کے معقول استاد مولانا غلام رسول خاں صاحب ہزاروی سے اور فتوی نویسی کا کام حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمان صاحب سے سیکھا، اور ادب کی اکثر کتابوں کی تعلیم مولانا معز الدین صاحب سے حاصل کی۔

بھاگلپور میں درس وتدریس: دار العلوم سے فراغت کے بعد حضرت شیخ الہند صاحب نے مولانا کی صلاحیتوں کو پا کر مدرسہ نعمانیہ واقع پورینی مضافات بھاگلپور میں تدریس کا حکم فرمایا، آپ وہاں پہنچے اور مخلصانہ جد وجہد، مسلسل سعی وکوشش کی وجہ سے اس غیر آباد و نامانوس علاقہ میں قال اللہ وقال الرسول کا غلغلہ کچھ اس طرح بلند ہوا کہ طلبہ کی ایک بڑی جماعت بہار اور اس کے قرب وجوار کے دوسرے علاقوں سے جوق در جوق نعمانیہ مدرسہ میں پہنچنے لگی، مدرسہ کی تعلیم آپ کی وجہ سے نہایت ٹھوس ہونے لگی اور یہاں سے فارغ طلبہ ذی استعداد ہونے کی بنا پر امتیازی نظروں سے دیکھے جانے لگے۔

مدرسہ نعمانیہ سے ترک تعلق اور افضل المدارس شاہ جہاں پور میں مدرّسی:

اسی دوران میں مدرسہ مذکور کا آخری جلسہ ہوا جس میں علماء دیوبند کے علاوہ پورینی کے بعض شوریدہ سر عوام کے اصرار پر بعض بریلوی علما کو بھی شریک کیا گیا، جلسہ شروع ہوا تو سوچی سمجھی اسکیم کے مطابق اختلافی مسائل کو چھیڑ کر مناظرہ کی خطرناک صورت پیدا کر دی گئی اور اس قدر ہیجان برپا کیا گیا کہ صورت حال زیادہ سے زیادہ خراب ہوتی چلی گئی حتی کہ اصلاح کی کوشش بھی کامیاب نہ ہوتی تھی، اس لیے آپ مدرسہ نعمانیہ سے مستعفی ہو کر شاہ جہاں پور واپس آگئے اور یہاں والد صاحب کے اصرار پر مدرسہ افضل المدارس سے اپنا تدریسی سلسلہ قائم کر لیا۔

اس مدرسہ کا نہ کوئی وقف تھا اور نہ عام چندہ صرف ایک باہمت مخیر انسان کی توجہ سے چل رہا تھا، کچھ عرصہ کے بعد ان صاحب کا انتقال ہو گیا اور مدرسہ کی حالت دگرگوں ہو گئی اور اس عرصہ میں کئی ماہ ایسے گزرے کہ مولانا اپنی قلیل تنخواہ بھی نہ لے سکے اور حسبۃً للہ حالات کی ناخوش گواری کے باوجود کام کرتے رہے اور بالآخر سخت مجبور ہو کر مولانا نے مدرسہ سے سبک دوشی اختیار کر لی، اس مدرسہ میں مولانا کی مدت تدریس تین سال ہے۔

بحیثیت مدرس دار العلوم دیوبند میں: افضل المدارس سے علیحدگی کے بعد مشفق استاد حضرت مولانا محمد سہول صاحب بھاگلپوری کی سعی وکوشش سے ۱۳۳۰ھ کے اوائل میں دار العلوم دیوبند کی منتظمہ کمیٹی نے مولانا کا تقرر پچیس روپے کے مشاہرہ پر کر دیا۔ ابھی آپ شاہ جہان پور ہی تھے کہ اہتمام دار العلوم کی جانب سے تقرر کا اطلاع نامہ مولانا کو پہنچا، آپ نے دار العلوم کی تدریس کو دین کی نہایت اہم خدمت تصور کر کے دیوبند آنے کا ارادہ فرما لیا، آپ

تشریف لائے اور دار العلوم کے ابتدائی مدرس مقرر کئے گئے، اور علم الصیغہ، مفید الطالبین، نور الایضاح وغیرہ کتابیں تدریس کے لیے دی گئیں۔

ریاست حیدر آباد میں: آپ دار العلوم میں بسلسلۂ تدریس مشغول رہے، شب و روز کی جدوجہد اور بعض اکابر اساتذہ کی توجہ سے مولانا کا شمار دار العلوم کے ممتاز اساتذہ میں ہونے لگا، علمی استعداد پر اعتماد کرتے ہوئے مجلس علمیہ نے درمیانی درجہ کی کتابیں بھی تدریس کے لیے آپ کے یہاں بھیج دیں، اسی دوران میں ریاست حیدر آباد کی جانب سے مولانا حافظ احمد صاحب کو ریاست کا مفتی اعظم بنا کر بلایا گیا۔ چونکہ حافظ صاحب اپنی ضعیف العمری کی وجہ سے امور متعلقہ کے انجام دینے سے معذور تھے، اس لیے حافظ صاحب نے آپ کو اپنے ہمراہ جانے کے لیے فرمایا اور تقریباً نو سال دار العلوم میں تدریس کے بعد ۱۳۳۹ھ میں آپ کو دار العلوم چھوڑنا پڑا۔

آپ کو حیدر آباد مین خدمات انجام دیتے ہوئے ابھی ایک ہی سال کا عرصہ ہوا تھا کہ ۱۳۴۰ھ میں مولانا حافظ احمد صاحب کو جب کہ وہ حیدر آباد سے دیوبند کا سفر کر رہے تھے، جان، جانِ آفریں کے سپرد کر دینا پڑی، ادھر دار العلوم کے شعبۂ افتا میں مفتی عزیز الرحمان صاحب کی علیحدگی کی وجہ سے کسی مناسب آدمی کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس پر ۱۳۴۰ھ کی مجلس شوریٰ وانتظامی کمیٹی میں مولانا حبیب الرحمان صاحب عثمانی نے اس خدمت کے لیے آپ کا نام پیش کیا اور کمیٹی کے ہر رکن نے اس تجویز سے اتفاق کیا اور حیدر آباد میں مولانا کو اس تقرر کی اطلاع کر دی گئ، آپ ۱۳۴۰ھ میں حیدر آباد سے دیوبند تشریف لائے اور تادمِ آخر دار العلوم میں خدمات انجام دیتے رہے۔

درسی خصوصیات: آج دنیائے علم میں ایسے فاضل اساتذہ موجود ہیں، جو ہر فن کی آخری کتاب منتہی طلباء کو پڑھا دیں، لیکن یہ بہت مشکل ہے کہ وہ مبتدی طلبہ کو ابتدائی اسباق پڑھائیں اور ان کی استعداد کے مطابق حق ادا کر سکیں، حضرت مولانا کی یہ نمایاں خصوصیت تھی کہ آپ جس وقت دیوان متنبی، حماسہ، بیضاوی، ہدایہ اخیرین، ابوداؤد شریف وغیرہ کا درس دیتے ہوتے تھے، انہی ایام میں آپ کے یہاں میزان، ابن عقیل، ملا جامی، نفحۃ العرب، مفید الطالبین، ملتقی الابحر کا درس بھی ہوتا تھا۔

جس طرح حضرت انور شاہ صاحب کشمیریؒ نے درس حدیث میں اپنے تبحر علمی، وسعتِ مطالعہ، خداداد ذہانت، ممتاز قوت حافظہ کی وجہ سے ایک ایسی نمایاں خصوصیت پیدا کی کہ دار العلوم کی سابقہ تاریخ اس سے قطعاً خالی تھی، اسی طرح حضرت مولانا نے ادب کی کتابوں کے پڑھانے میں بیانِ لغت، ترکیب نحوی، علم صرف، علم معانی وعلم بیان کا ایسا کامیاب اضافہ فرمایا جو پہلے کسی کے درس میں نہ تھا، لوگ آپ کو شیخ الادب کہتے ہیں؛ لیکن آپ بنا بر مناسبت طبعی فن فقہ پر جس حد تک قابو یافتہ تھے، اس کی نظیر مشکل سے ملے گی، مسائل فقہ میں ایسی موشگافیاں کرتے تھے کہ عقل حیران رہ جاتی تھی۔ ہدایہ اخیرین جو علم فقہ میں چوٹی کی کتاب ہے، حضرت مولانا اس کا درس تقریباً چالیس سال تک نہایت کامیابی کے ساتھ

اس طرح دیتے رہے کہ مسئلہ کو مسئلہ کی طرح سمجھا کر جملہ اشکال کو رفع کرتے ہوئے فن کی گہری باتیں بھی ساتھ ساتھ لے کر چلتے تھے، مشکوٰۃ شریف کے درس میں معاملات کی تشریح، مسائل کی تفصیل، فقہی عبارتوں کی تنقیح آپ کی امتیازی خصوصیت تھی، حدیث کی اہم کتاب ابوداؤد شریف کے درس میں روایت ودرایت کے اعتبار سے حدیث کا کوئی گوشہ تشنہ نہیں رہتا تھا، سند کے جھگڑے، ابوداؤد کی اپنی تحقیق اور دیگر لاینحل عقدے اس طرح حل ہوتے تھے کہ عام طلبہ ان کو سہل اور عام فہم سمجھنے لگتے تھے، حضرت شاہ صاحب کے زمانہ سے آپ کے یہاں شمائل ترمذی ہوتی تھی جس میں حدیثی نکات کے ساتھ حل لغت، ترکیب نحوی، بامحاورہ ترجمہ، تدافع حدیث علی وجہ الاتم ہوتا تھا۔

وقت کی پابندی: وقت کی پابندی جو درس کے لیے اور طلبہ واساتذہ کے لیے ایک ضروری امر ہے مولانا کا طغرائے امتیاز ہے۔ سردی ہو یا گرمی، جاڑہ ہو یا موسم برسات، بیماری ہو یا تندرستی، خوشی ہو یا غم، بہر حال مولانا کا یہ اصول تھا کہ سبق ہونا چاہئے، کمرہ میں گھڑی موجود تھی، وقت سے کم از کم دس منٹ قبل بغل میں کتاب دبائی، کمرہ کو مقفل کیا اور گھنٹہ بجانے والا ابھی گھنٹہ بجانے سے فارغ بھی نہیں ہوا کہ آپ درس گاہ پہنچ گئے اور سبق شروع ہو گیا۔ ادھر گھنٹہ بجا اور مولانا کی کتاب بند ہو گئی۔

تعلیقات وتالیفات: دنیائے علم پر آپ کا مزید اور گراں قدر احسان یہ ہے کہ آپ نے درس نظامی کی ادق اور اصعب کتابوں کے بڑے کاوش وتحقیق کے بعد حواشی لکھے اور اپنے طویل تدریسی تجربہ کی بنا پر ہر حیثیت سے ان کو سہل اور عام فہم کر دیا، جن کی فہرست درج ذیل ہے۔

حاشیہ نور الایضاح فارسی، حاشیہ نور الایضاح عربی، حاشیہ دیوان حماسہ، حاشیہ کنز الدقائق، حاشیہ دیوان متنبی عربی اردو، ترجمہ دیوان متنبی، حاشیہ شرح نقایہ، حاشیہ مفید الطالبین (مختصر ومطول) نفحۃ العرب، حاشیہ نفحۃ العرب۔

آپ کے مشہور تلامذہ: مولانا کے تلامذہ کی تعداد پانچ چھ ہزار سے کم نہیں ہے، جن کی تفصیل اس مختصر مقدمہ میں ناممکن ہے، چند مخصوص اور ممتاز شاگردوں کے نام یہ ہیں۔

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی، مولانا عتیق الرحمان صاحب عثمانی، مولانا محمد میاں صاحب، ڈاکٹر مصطفیٰ حسن صاحب کاکوری، مفتی محمود حسن صاحب نانوتوی، مولانا منظور احمد صاحب نعمانی، مولانا سعید احمد صاحب اکبرآبادی، مولانا نسیم احمد صاحب فریدی، قاضی زین العابدین صاحب سجاد میرٹھی، حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند، مولانا فخر الدین صاحب مدرس دار العلوم دیوبند، مولانا معراج الحق صاحب مدرس دار العلوم دیوبند، مولانا عبد الاحد صاحب مدرس دار العلوم، مولوی سید حسن صاحب۔

شعر وشاعری: اکابر اساتذہ دار العلوم دیوبند کے اکثر وبیشتر افراد شاعری کے اچھے خاصے مذاق سے بہرہ ور رہے ہیں، اسی جماعت کے ایک ممتاز رکن حضرت مولانا اعزاز علی صاحب بھی تھے، جن کی شاعری اردو، عربی دو حصوں میں منقسم

ہے، مولانا نے فارسی میں کبھی طبع آزمائی نہیں فرمائی، حالانکہ فارسی کا ذوق بھی مولانا کو عربی سے کم نہیں تھا، عربی میں شعر آپ نے اس وقت سے کہنا شروع کیا تھا، جب آپ دیوبند سے فارغ ہو چکے تھے؛ لیکن اردو میں آپ نہایت کم سنی اور خرد سالگی سے کہتے چلے آئے ہیں، آپ کے بعض عربی قصائد کتاب کے آخر میں درج ہیں، جن سے قارئین حضرات عربی سخن سنجی کی مہارت کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اردو کلام کا مختصر انتخاب پیش خدمت ہے: ؎

کچھ ہوش اے ساقیِ فرزانہ کسی کا — لبریز ہوا جاتا ہے پیمانہ کسی کا
ہم آپ سے جاتے رہے سنتے ہوئے جسکو — افسوس تھا الٰہی کہ وہ افسانہ کسی کا
اعزاز ترا حال سناوے کوئی اس کو — ہم دیکھتے ہیں حوصلہ ایسا نہ کسی کا

پہنچا جو میں بولے کہ وہ پھر آ گیا ظالم — دربان اُسے کس لیے روکا نہیں کرتے
دل چھین لیا جان کا بھی اب ہے ارادہ — بے کس کو تو یوں چور بھی لوٹا نہیں کرتے

دل ہی نہیں وہ دل کہ تری جس میں جا نہیں — سر ہی نہیں وہ جس میں کہ سودا ترا نہیں
اے غیرتِ مسیح! تو اپنے مریض کو — جا دیکھ تو کہ اس میں کچھ اب ہے یا نہیں
حسنِ بیان میں نہیں اعزاز کا نظیر — آصف سا ملک میں کوئی فرماں روا نہیں

بہار کے ایک دوست نے مولانا کو لکھ کر بھیجا کہ یہاں فلاں تاریخ میں ایک مشاعرہ ہے، اس میں ہم بھی اشعار پڑھنا چاہتے ہیں، تم خود یا کسی صاحب سے کچھ اشعار لکھوا کر بھیجو، آپ نے چند طلبہ سے جو شعر کہتے تھے فرمائش کی؛ لیکن کسی نے تعمیل نہ کی، تو آپ نے ارتجالاً یہ چند اشعار کہے:

ترے ہجر میں ہوں میں نوحہ زن، میں اور یہ شبِ تار ہے
جو ابلیس ہے ترا یار ہے، جو رفیق ہے دلِ زار ہے

کوئی سیر باغ میں مست ہے، کوئی ہے وطن میں بصد خوشی
مرے دل کو چین ہو کس طرح نہ بہار ہے نہ بہار ہے

مرے پاس ہووے جو مال و زر تو ہو خوف سارق و راہزن
مجھے بیش و کم سے غرض نہیں، نہ شراب ہے نہ خمار ہے

جہاں تھے حسینوں کے قہقہے، جہاں بلبلوں کے تھے چہچہے
نہ مکان ہے نہ مکین ہے، نہ وہاں رسن ہے نہ دار ہے

وہ ہماری وضع میں تھی کشش جو نماز میں بھی نہیں ہے اب
نہیں کچھ عجیب یہ رنگ ہے وہ چڑھاؤ تھا یہ اتار ہے

عادات واخلاق: ایک پایہ کے عالم اور فقیہ ہونے کے باوصف ان کے مزاج میں انکساری، فروتنی اور تواضع حد سے زیادہ تھی جو مولانا کے لیے دلیل کمال ہے: ؎

فروتنی است دلیل رسیدگانِ کمال ☆ کہ چوں بمنزل رسد پیادہ شود

اس انکساری اور تواضع ہی کا نتیجہ ہے کہ آپ شہرت سے حد درجہ نفور رہتے تھے، یہاں تک کہ عام مجمعوں میں جب کبھی آپ کی تلاش ہوتی، تو آپ سب سے الگ ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے پائے جاتے۔ خمول وگمنامی کو مولانا نے جلوت ومجلس آرائی کی بخشی ہوئی عزتوں پر ہمیشہ ترجیح دی ہے۔ وہ خود کہتے ہیں:

خُمُولِي اَطْيَبُ الْحَالَاتِ عِنْدِي ☆ وَاِعزَازِي لَدَيْهِمْ فِيْهِ عَارِي

استغنا وخودداری: اہل علم وفضل کے مزاج کے بالکل برعکس مولانا میں بے نیازی، توکل حد درجہ تھا، ہندوستان کی متعدد یونیورسٹیوں نے گراں قدر مشاہروں پر مولانا کو بار بار اپنے یہاں بلایا، لیکن مولانا نے دار العلوم کی قلیل تنخواہ کو چھوڑ کر گراں قدر مشاہروں پر جانا گوارا نہیں کیا، وہ کسی کے سامنے اپنی ضروریات کا اظہار کریں، یہ تو بڑی بات ہے، لوگوں کے پیش کردہ تحائف وہدایا کے لینے میں بھی مولانا تامل فرماتے تھے، غالبًا کہنے والے نے مولانا ہی کے بارے میں کہا ہے:

آگے کسی کے کیوں کریں دستِ طمع دراز ☆ وہ ہاتھ سو گیا ہے سرہانے دھرے دھرے

زہد وورع: علمی اشتغال وانہماک کی وجہ سے گو عبادت وریاضت میں ان کی مشغولیت زیادہ نہیں تھی، لیکن اس کے باوجود وہ روشن ضمیر بھی تھے، غالبًا حضرت گنگوہی قدس سرہ سے ان کو شرف بیعت حاصل تھا اور حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ سے اجازت وخلافت۔

سادگی مزاج: مولانا مزاج کے بھی بہت سادہ واقع ہوئے تھے، مزاج کی سادگی ان کے لباس سے نمایاں تھی، عام علما کی طرح عبا قبا جبہ ودستار مولانا کا لباس نہ تھا، ان کے جسم پر کھادی کا ایک لمبا سا کرتہ، معمولی کھدر کا پائجامہ، سر پر دو پلی ٹوپی، پاؤں میں نہایت معمولی قیمت کا جوتہ مولانا کا لباس تھا، زرق وبرق پوشاک، قیمتی ملبوس مولانا کے جسم پر کبھی نہیں دیکھا گیا، جسم کی آرائش وزیبائش ان کے ہاں پسندیدہ نہیں تھی، لیکن اس کے باوجود مزاج میں نہایت نفاست تھی۔

حلیہ: قدرت نے حسن سیرت کے ساتھ آپ کو حسن صورت سے بھی نوازا تھا، قوی الجثہ، متوسط قد وقامت، دوہرا بدن، صاف رنگ، شاداب چہرہ، آنکھوں میں ایک خاص چمک، چہرہ سے جلال وعظمت کے آثار نمایاں تھے۔

وفات حسرت آیات: آپ نے ۱۳/ رجب بروز منگل بوقت صبح صادق ۱۳۷۴ھ میں وفات پائی اور دار العلوم دیوبند کے متصل قطعہ پاکیزگان میں جگہ پائی جہاں دیگر اسلاف امت وسلاطین علوم دین آرام فرما ہیں:

سنہ تھا چوہتر صدی تھی چودھویں تیرہ رجب
جب ہوئے اوجھل ہماری آنکھوں سے شیخ الادب

ادب لغت میں:

ادب باب کرم سے بھی آتا ہے اور ضرب سے بھی، کرم سے اس کا مصدر أدباً (بفتح الدال) آتا ہے: ادب والا ہونا، اسی سے ادیب ہے، جس کی جمع ادباء ہے، اور باب ضرب سے اس کا مصدر أدْباً (بسکون الدال) دعوت کا کھانا تیار کرنے اور دعوت دینے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، اسی سے اسم فاعل "آدب" ہے، جس کے بارے میں علامہ ابن منظور افریقی لسان العرب (ج۱ص۹۳) میں لکھتے ہیں: الآدب: الداعی إلی الطعام، قال طرفة

نحن فی المشتاة ندعو الجفلیٰ
لا تری الآدب فینا ینتقر

"ہم موسم سرما میں دعوت کا خاص اہتمام کرتے ہیں، آپ ہم میں سے کھانے کی طرف بلانے والے کو ایسا نہیں پائیں گے کہ وہ کسی کو بھگائے یا دعوت کی طرف نہ آنے دیں۔"

ادب باب افعال سے بھی اسی معنی میں بولا جاتا ہے، بابِ تفعیل سے علم سکھانے کے معنی میں مستعمل ہے، زجاج کا قول ہے:

وھذا ما أدب اللّٰه به نَبیَّه أی علّم اللّٰه به نبیَه (حوالہ بالا)

باب استفعال اور باب تفعل دونوں سے ادب سیکھنے اور ادب والا ہونے کے معنی میں آتا ہے، ادب سے ایک لفظ "مأدبة" نکلا ہے، عبداللہ بن حسین عکبری نے "المشوف المعلم" (ص۵۹) میں اس کے متعلق لکھا ہے:

"اَلْمَأدُبَة: بضم الدال وفتحها، الطعام یصنعه الرجل ویدعو إلیه الناس"

یعنی "مادبة" اس کھانے کو کہتے ہیں جو آدمی لوگوں کی دعوت کے لیے تیار کرے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:

إن هذا القُرآنَ مَادبَةُ اللّٰهِ تَعالیٰ فِی الأرضِ فَتَعَلَّمُوا مِن مَادُبَتِهِ "یہ قرآن زمین میں اللہ کا پیغامِ دعوت ہے سو تم اس سے علم سیکھو"

قرآن پر مَأدُبَة کا اطلاق اس معنی میں کیا گیا کہ جس طرح کھانے کی طرف بلایا جاتا ہے، اسی طرح قرآن کی جانب بھی بلایا گیا ہے، مَأدُبة کی جمع مَآدب آتی ہے۔

ادب اصطلاح میں: ادب کی اصطلاحی تعریف میں علماء کی مختلف تعبیریں ملتی ہیں:

(۱) علامہ مرتضیٰ زبیدی نے اپنے شیخ کے حوالہ سے تاج العروس (ج۱ص۱۴۴) میں یہ تعریف نقل کی ہے الأدب مَلَكَةٌ تَعصِمُ عَمَّنْ قَامَتْ بِهٖ عَمَّا یَشِینُه "ادب ایک ایسا ملکہ ہے کہ جس کے ساتھ قائم ہوتا ہے، ہر ناشائستہ بات سے اس کو بچاتا ہے۔"

(۲) ابو زید انصاری نے ادب کی تعریف کی ہے:

كل رياضةٍ مَحمُودَةٍ يَتَخَرَّجُ بها الإنسانُ في فَضِيلَةٍ مِن الفضائل ''ادب ایک ایسی اچھی ریاضت ہے جس کی وجہ سے انسان، بہتر اوصاف سے متصف ہوتا ہے۔''

(۳) بعض لوگوں نے تعریف کی ہے:

هُوَ تَعَلُّمُ رِيَاضَةِ النَّفْسِ وَمَحَاسِنِ الأَخْلَاقِ (حوالہ بالا) ''ادب ریاضتِ نفس اور بہترین اخلاق کی تعلیم کا نام ہے۔''

(۴) حاجی خلیفہ نے کشف الظنون (ج ۱ ص ۵۷) میں اور علامہ ابن خلدون نے اپنی تاریخ کے مقدمہ (ص ۵۵۳) میں ادب کی تعریف نقل کی ہے:

الأدبُ هُو حِفظ أَشْعَارِ العَرَبِ وَأَخْبَارِهَا والأَخْذُ مِنْ كُلِّ عَلْمٍ بِطَرُفٍ ''ادب عرب کے اشعار، ان کی تاریخ واخبار کے حفظ اور عربی زبان کے دوسرے علوم سے بقدرِ ضرورت اخذ کا نام ہے۔''

(۵) سید شریف جرجانی نے ''تعریفات'' (ص ٦) اور صاحبِ منجد نے ''المنجد'' (ص ۵) میں ادب کی تعریف کی ہے:

هُوَ عِلْمٌ يُحتَرزُ بِهِ مِنَ الخَلَلِ فِي كلام العَرَبِ لَفظاً وكِتَابَةً ''علم ادب وہ علم ہے جس کے ذریعہ انسان کلامِ عرب میں لفظی اور تحریری غلطی سے بچ سکے۔''

لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایک ہے ادب اور ایک ہے علم ادب، ادب کا مفہوم علم ادب سے زیادہ وسیع معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ ادب ایک خاص ملکہ کا نام ہے، اس کا حُسن اگر طور وطریق میں آجائے تو تہذیب کا نام پائے، اگر کسی انسان کی زبان کی زینت بنے، تو ادیب سے موسوم ہو، اگر عام عبارت میں ہو تو نثر بنے، اگر کلام میں وزن کا بھیس اختیار کرے تو شعر کہلائے اور اگر بے معنی اصوات کی ہم آہنگی کو شرف بخشے تو موسیقی بن جائے، ادب کی تعریف میں یہ جتنے اقوال ہیں یہ اسی صنف کو اجاگر کرنے کی اپنے اپنے الفاظ میں تعبیر کی کوششیں ہیں۔

عباراتنا شتّى وحسنك واحد ☆ وكُلٌّ إلى ذاك الجَمَال يُشير

جہاں تک علم ادب کا تعلق ہے تو مؤخر الذکر دو تعریفیں اس کے مصداق، مفہوم اور مقصد کے قریب تر ہیں۔

علم ادب کا موضوع: علامہ ابن خلدون نے اپنی تاریخ کے مقدمہ (ص ۵۵۳) میں علم ادب کے موضوع کے متعلق لکھا ہے:

هذا العلم لا موضوع له ينظر في إثبات عوارضه أو نفيها ''اس علم کا کوئی موضوع نہیں ہے، جس کے عوارضِ ذاتیہ کے اثبات یا نفی سے بحث کی جائے''

یہی قول کشف الظنون (ج ۱ ص ۵۷) میں حاجی خلیفہ کا ہے اور اسی کو شیخ الادب مولانا اعزاز علیؒ نے مقدمہ حماسہ

(ص ۱) میں حق کہا ہے، بعض لوگوں نے تکلف کر کے موضوع متعین کیا ہے، کسی نے کہا اس کا موضوع ''نظم ونثر'' ہے، بعض حضرات کا خیال ہے کہ اس کا موضوع طبیعت اور فطرت ہے جو خارجی حقائق اور داخلی کیفیات کی ترجمانی کرتی ہے۔

صاحب کشف الظنون نے لکھا ہے:

وقد لا يظهر إلَا بتكلف كما في بعض الأدبيات إذ رُبَما تكون صناعة عبارة عن عدة أوضاع واصطلاحات متعلقة بامر واحد، بغير أن يكون هناك أعراض ذاتية لموضوع واحد.

''اور کبھی فن کا موضوع متعین وواضح نہیں ہوتا، تکلف کر کے متعین کرنا اور بات ہے، جیسے بعض ادبیات کا معاملہ ہے، وجہ اس کی یہ ہوتی ہے کہ بسا اوقات کوئی فن مختلف موضوعات واصطلاحات سے عبارت ہوتا ہے، ان میں سے کسی ایک موضوع کے عوارضِ ذاتیہ کا اثبات یا اس سے بحث اس فن کا مقصد نہیں ہوتا۔'' (کہ اسے اس فن کا موضوع قرار دیا جائے)

ادب کی وجہ تسمیہ: علامہ ابن منظور افریقی نے علم ادب کی وجہ تسمیہ کے متعلق لسان العرب (ج ۱ ص ۹۳) میں لکھا ہے:

الأدب سُمَي أدباً، لأنه يأدب الناس إلى المحامد، وأصل الأدب الدعا

''ادب کے معنی اصل میں بلانے اور دعوت دینے کے ہیں، ادب کو بھی ادب اس لیے کہتے ہیں کہ وہ لوگوں کو بہتر اوصاف واخلاق کی دعوت دیتا ہے۔''

علم ادب کا مقصد: علامہ ابن خلدون مقدمہ (ص ۵۵۳) میں علم ادب کے مقصود اور غرض وغایت کے سلسلے میں لکھتے ہیں:

وإنما المقصود منه ثمرته وهى الإجادة في فنَى المنظوم والمنثور على أساليب العرب ومناحيهم. ''درحقیقت علم ادب سے مقصود اس کا ثمرہ ہے اور اس کا ثمرہ عرب کے طرز وانداز اور اسلوب کے مطابق فنِ نظم ونثر میں مہارت کا نام ہے۔''

علوم ادبیہ: صاحبِ منتہی الارب نے بارہ علوم علمِ ادب میں شامل کیے ہیں، جن میں آٹھ علم ـــــ

(۱) علم لغت (۲) علم صرف (۳) علم اشتقاق (۴) علم نحو (۵) علم معانی (۶) علم بیان (۷) علم عروض (۸) علم قافیہ۔ اصول اور چار علم (۱) علم رسم الخط (۲) علم قرض الشعر (۳) علم انشاء (۴) علم محاضرات (تاریخ) فروع ہیں۔

مقدمة الكتاب

حَمْداً لِقَادِرٍ جَعَلَ عِلْمَ الْأَدَبِ شَمْساً مُنِيْرَةً امِنَةً مِنَ الأفول وَالْكُسُوْفِ، وقَمَراً مُضِيْئًا لَا يُدْرِكُهُ الْمُحَاقُ وَلَا الْخُسُوفُ وَفَلَكاً بَرِيْئًا مِنَ الْخَرْقِ وَالِالْتِئَامِ وَأَرْضًا تُرَبِّي أَهْلَهَا وَتَصُونُهُمْ مِنْ قُطُوب الأنام وخُطُوب الْأَيَّام.

ترجمہ: حمد وستائش اُس قادر مطلق کے لیے ہے جس نے علم ادب کوایسا روشن سورج بنایا جو غروب اور گہن سے مامون ہے، اور ایسا روشن چاند بنایا جسے تاریکی اور بے نوری لاحق نہیں ہوسکتی، اور ایسا آسمان بنایا جو شگاف اور پیوند کاری سے منزہ ہے، اور ایسی زمین بنائی جو اپنے باشندوں کی پرورش کرتی اور انھیں مخلوق کی ترش روئی اور زمانے کے حوادث سے بچاتی ہے۔

لغات وترکیب

حَمِدَ يَحْمَدُ حَمْداً، (س) تعریف کرنا۔ قَدَرَ يَقْدِرُ قُدْرَةً (ض) قادر ہونا۔ جَعَلَ يَجْعَلُ جَعْلاً (ف) بنانا۔ شمسٌ (ج) شُموسٌ، آفتاب۔ مُنِيْرَةٌ، أَنَارَ يُنِيْرُ إِنَارَةً (افعال) روشن ہونا، روشن کرنا، (لازم ومتعدی)۔ أَمِنَ يَأْمَنُ أَمْنًا (س) مامون ہونا۔ أَفَلَ يَأْفِلُ أُفُولاً (ن،ض،س) غروب ہونا۔ كَسَفَتِ الشَّمْسُ يَكْسِفُ كُسُوْفًا (ض) سورج میں گہن لگنا۔ قَمَرٌ (ج) أَقْمَارٌ۔ چاند (تین رات کے بعد آخری مہینے تک چاند کو "قمر" کہتے ہیں، تین رات سے پہلے "ہلال" اور چودھویں رات کے چاند کو "بدر" کہتے ہیں۔ مُضِيْئًا: أَضَاءَ يُضِيْءُ إِضَاءَةً (افعال) روشن ہونا، روشن کرنا۔ (لازم ومتعدی)۔ أَدْرَكَ يُدْرِكُ إِدْرَاكاً (افعال) پالینا، پکڑلینا۔ مَحَقَ يَمْحَقُ مَحْقًا (ف) مٹانا، باطل کرنا۔ خَسَفَ الْقَمَرُ يَخْسِفُ خُسُوْفاً (ض) چاند میں گہن لگنا۔ فَلَكٌ، (ج) أَفْلَاكٌ، آسمان۔ بَرِئَ يَبْرَأُ بَرَاءَةً (س) بری ہونا، منزہ ہونا، پاک وصاف ہونا۔ خَرَقَ يَخْرِقُ خَرْقاً (ن،ض) پھاڑنا۔ اِلْتَئَمَ يَلْتَئِمُ اِلْتِئَامًا (افتعال) ملنا۔ رَبّٰى يُرَبِّي تَرْبِيَةً (تفعیل) پرورش کرنا، تربیت کرنا۔ صَانَ يَصُوْنُ صِيَانَةً (ن) حفاظت کرنا۔ قَطَبَ يَقْطِبُ قُطُوْبًا (ض،ن) ترش رو ہونا۔ أَنَامٌ مخلوق۔ خُطُوبٌ، واحد خَطْبٌ، حالت، معاملہ، اہم کام۔

حَمْداً، مفعول مطلق ہے اور عامل محذوف ہے، أی نَحْمَدُ حمداً۔ ضابطہ یہ ہے کہ مصدر جب فاعل یا مفعول کی طرف بواسطۂ جار یا بلا واسطۂ جار مضاف ہو تو اس کا عامل وجوباً محذوف ہوتا ہے، یہاں ''حمداً'' اپنے مفعول کی طرف بواسطۂ جار (لام) مضاف ہے اس لیے عامل حذف کردیا گیا۔ جَعَلَ علم الأدب تا خطوب الأيام، پورا جملہ لفظ ''قادرٍ'' کی صفت واقع ہے۔ شَمْساً، جَعَلَ کا مفعولِ ثانی ہے۔ أرضاً کا عطف ''شمساً'' پر ہے۔

تشریح حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے کلام الٰہی کی اقتدا کرتے ہوئے اپنی کتاب کا آغاز تسمیہ وتحمید ہر دو کے ساتھ شروع کیا ہے، نیز اس میں حدیث کی بھی اتباع ہے، چناں چہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''کلّ أمرٍ ذی بال لم يُبْدأ ببسم الله، وفي روايةٍ بحمد الله فهو أقطع'' کہ ہر وہ مہتم بالشان کام جو اللہ کے نام سے نہ شروع کیا جائے وہ بے برکت ہوتا ہے۔

وَصَلٰوةً علٰى فَصِيحٍ بَلِيغٍ أدِيْبٍ كَأنَّه فَحْوىٰ قَوْلِ أبي الطَّيِّبِ فِي مَمْدُوْحِهٖ: ؎

بِأبِي وَاُمِّي نَاطِقٌ فِي لَفْظِهٖ ثَمَنٌ تُبَاعُ بِهِ الْقُلُوْبُ وَتُشْتَرىٰ

جَاءِ بِالْبَيِّنَاتِ الْوَاضِحَةِ الْبَادِيَةِ، حِيْنَ دَهَمَتِ الدُّنْيَا مَصَائِبُ الْكُفْرِ السُّوْدُ الدَّاهِيَةُ، وَاَتٰى بِالْبَرَاهِيْنِ الْقَاطِعَةِ وَالْحُجَجِ الرَّاجِحَةِ، وَحَمٰى حِمىَ الدِّيْنِ وَمَحَا اٰثَارَ جُمُوْعٍ لِأنْيَابِهَا غَيْظاً عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ حَارِجَةٍ وَبِمَكَايِدِهَا الَّتِي تُزِيلُ الْجِبَالَ الرَّاسِيَاتِ لِأفْئِدَتِهِمْ جَارِحَةٍ.

ترجمہ: اور درود وسلام نازل ہو اُس فصیح وبلیغ اور ادیب ہستی پر جو ابو الطیب کے اس شعر کے مکمل مصداق ہے جو اُس نے اپنے ممدوح کے سلسلے میں کہا ہے ؎

میرے ماں باپ اُس ممدوح پر قربان جو گویا ہے جس کے لفظ کی اتنی قیمت ہے جس سے دلوں کی خرید وفروخت ہوتی ہے۔

وہ ظاہر وباہر دلائل لے کر آئے جس وقت دنیا پر کفر کی تاریک اور گھنگھور گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں، اور قطعی وراجح دلائل پیش کیے، اور دین کی حفاظت کی، اور ان جماعتوں کے نشانات کو مٹا دیا جو غصے کی وجہ سے مسلمانوں پر اپنے دانت پیس رہی تھیں اور ان کے دلوں کو زخمی کرنے والی تھیں اپنی اُن دسیسہ کاریوں کے ذریعے جو مضبوط پہاڑ کو بھی اپنی جگہ سے ہلا دیتی تھیں۔

لغات وترکیب

فَصِيحٌ، (ج) فُصَحَاءُ، خوش بیاں، فصُحَ يفْصُحُ فَصَاحَةً (ک) فصیح ہونا۔ بليغٌ، (ج) بُلَغاءُ، بلیغ۔ بَلُغَ يَبْلُغُ بَلَاغَةً (ک) بلیغ ہونا۔ فَحْوىٰ، مضمونِ کلام، مصداق۔ فَحَا يَفْحُو فَحْواً (ن) اپنے کلام سے کسی مضمون کی طرف اشارہ کرنا۔ ابو الطیب، شاعر مشہور ''متنبّی'' کی کنیت ہے۔ بيّناتٌ، واحد، بيّنةٌ، دلیل، وَضَحَ الْأَمْرُ وُضُوْحاً (ض) ظاہر ہونا۔ بَدَا يَبْدُو بُدُوّاً (ن) ظاہر ہونا۔ دَهَمَ يَدْهَمُ دَهْماً (ف) اچانک آپڑنا۔ سُوْدٌ، واحد، سَوْدَاءُ،

سیاہ۔ دَاهِيَةٌ، (ج) دَوَاهٍ، سخت مصیبت، بڑا معاملہ۔ دَهٰى يَدْهٰى دَهْياً (ف) آفت وبلا پہنچنا۔ بَرَاهِيْنُ، واحد، بُرهَانٌ، دلیل۔ حُجَجٌ، واحد، حُجَّةٌ، حجت، دلیل۔ رَجَحَ يَرْجَحُ رُجحَاناً (ف) راجح ہونا۔ حَمٰى يَحْمِي حِمَايَةً، بچانا، حفاظت کرنا۔ مَحَا يَمْحُو مَحْواً (ن) مٹانا۔ جُمُوعٌ، واحد، جَمْعٌ، جماعت۔ أَنْيَابٌ، واحد، نَابٌ، دانت۔ حَرَجَ يَحْرُجُ حَرْجاً (ن) دانت پیسنا۔ مَكَايِدُ، واحد، مَكِيْدَةٌ، مکر، دسیسہ کاری۔ أَزَالَ إِزالةً (افعال) زائل کرنا، ہٹانا۔ راسِيَاتٌ، واحد، راسِيَةٌ، راسخ، ثابت۔ رَسَا يَرسُو رُسوّاً (ن) راسخ ہونا، ثابت ہونا۔ أَفْئِدَةٌ، واحد، فؤادٌ، دل۔ جَرَحَ يَجْرَحُ جَرْحاً (ف) زخمی کرنا۔

صَلوٰةً، کا عطف ''حمداً'' پر ہے، اس کا نصب بھی مفعولِ مطلق ہونے کی بنیاد پر ہے اور عامل محذوف ہے أي نصلّي صَلوٰةً۔ بأبي و أمي، معطوف علیہ با معطوف مجرور شدہ متعلق بہ ''مُفدّیً'' صیغۂ صفت اپنے متعلق سے مل کر خبر مقدم، ناطقٌ، مبتدا مؤخر۔ في لفظه، موجودٌ محذوف سے متعلق ہو کر خبر مقدم، ثمنٌ موصوف، تباع به القلوب وتشترى پورا جملہ صفت، موصوف با صفت مبتدا مؤخر۔ جاءٍ کا عطف ''فصیحٍ'' پر ہے۔ جموعٍ موصوف، حارجةٍ صفتِ اول، لأنيابها، حارجةٍ سے متعلق ہے، اور ''غیظاً'' حارجةٍ کا مفعول لہ ہونے کی بنیاد پر منصوب ہے، حارجةٍ، جموعٍ کی صفت ثانی ہے، لأفئدتهم، جارحةٍ کا متعلق اول ہے اور بمكايدها، متعلق ثانی ہے۔

تشریح ذات باری کی حمد وثنا کے بعد حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا ہے اس لیے کہ اللہ رب العزت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی مستحق تعریف وتوصیف ہے، مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم متنبی کے اُس شعر کے مکمل مصداق ہیں جو اُس نے اپنے ممدوح کے بارے میں کہا ہے۔

بأبي وأمي ناطق في لفظه ثمن تباع به القلوب وتُشترىٰ

متنبی کہتا ہے: میرے ممدوح پر میرے ماں باپ قربان، میرے ممدوح کی شخصیت ایسی ہے کہ اس کی گفتگو کے ایک لفظ کی اتنی قیمت ہے کہ لوگ اس کے بدلے میں اپنا دل دینے کو تیار ہو جاتے ہیں۔

متنبی نے تو اپنے ممدوح کے سلسلے میں مبالغۃً کہا ہے، لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت حقیقتاً ایسی ہی ہے۔

اَللّٰهُمَّ فَصَلِّ عَلٰى مَنبَعِ الْعُلُومِ لَا سِيَّمَا الْعُلُوْمُ الْعَرَبِيَّةُ الْأَدَبِيَّةُ، وَعَلٰى مَن حَذَا حَذْوَهُ مِن ذُرِّيَاتِهِ وأَزْوَاجِه، وَصَحَابَتِهِ وَأَتْبَاعِهِ إِلٰى يَومِ الدِّيْنِ.

أَمَّا بَعْدُ: فَلَقَدْ رَأَيْتُ طِبَاعَ الْمُسْتَفِيْدِيْنَ مَائِلَةً إِلٰى رِسَالَةٍ تُهَذِّبُ الْأَخْلَاقَ كَأَنَّ قُلُوبَهُمْ قُلُوبُ أُولِي الإِمْلَاقِ، وأَلْسِنَةَ الطَّاعِنِيْنَ فِي عِلْمِ الْأَدَبِ مُتَفَوِّهَةً بِأَنَّ عِلْمَ الْأَدَبِ عِلْمٌ يُفْسِدُ الْعُقُولَ، وَيفتِكَ بِالْأَلْبَابِ مُسْتَدِلِّيْنَ بِقَوْلِ الْمَلِكِ الضِّلِّيْلِ ع:

فَمِثْلُكَ حُبْلٰى قَدْ طَرَقْتُ وَمُرضِعٍ
وَبِقَوْلِ الْمُتَنَبِّي ۔ ما أنصَفَ الْقَوْمُ ضَبّة الخ وَغَيْرِ ذٰلِكَ.

ترجمہ: اے اللہ! رحمت کاملہ نازل فرما علوم خاص کر علوم عربیہ ادبیہ کے سرچشمے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) پر، اور ان لوگوں پر جو آپ کے نقش قدم پر چلیں، آپ کی اولاد، ازواج، اصحاب اور قیامت تک کے متبعین پر۔

بہ ہر حال حمد وصلاۃ کے بعد! تو میں نے استفادہ کرنے والوں کی طبیعتوں کو ایک ایسے رسالے کی جانب مائل پایا جو اخلاق کو شائستہ بنائے، گویا ان کے دل حاجت مندوں کے دل ہیں، اور علم ادب کے سلسلے میں طعنہ زنی کرنے والوں کی زبانوں کو یہ کہتے ہوئے پایا کہ علم ادب ایسا علم ہے جو عقلوں کو خراب کر دیتا ہے اور دانائی کو ختم کر دیتا ہے استدلال کرتے ہوئے مَلِك الضليل (امرؤ القیس) کے شعر سے فمثلك حبلى ع: تجھ جیسی بہت سی حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتوں کے پاس میں رات کو آیا۔

اور متنبی کے قول سے (استدلال کرتے ہوئے) ما أنصف القوم الخ لوگوں نے ضبہ کے ساتھ انصاف نہیں کیا اور اس کے علاوہ دیگر اشعار سے۔

لغات وترکیب

مَنْبَعٌ، ج، مَنَابِعُ، چشمہ۔ حَذَا يَحْذُو حَذْواً (ن) پیروی کرنا، قدم بہ قدم چلنا۔ ذُرِّيَاتٌ، واحد، ذُرِّيَةٌ آل اولاد۔ أتْبَاعٌ، واحد، تَبَعٌ، مُتَّبِعٌ۔ طِبَاعٌ، واحد، طَبْعٌ، طبیعت۔ اسْتَفَادَ يَسْتَفِيْدُ استفادةً (استفعال) فائدہ اٹھانا۔ مَالَ إلٰى شيٍ يَمِيْلُ مَيْلَاناً (ض) کسی چیز کی طرف مائل ہونا۔ رِسَالَةٌ، (ج) رَسَائِلُ، رسالہ۔ هَذَّبَ يُهَذِّبُ تَهْذِيْباً (تفعیل) سنوارنا، شائستہ بنانا۔ أمْلَقَ الرَّجُلُ إمْلَاقاً (افعال) محتاج ہونا۔ ألْسِنَةٌ، واحد، لِسانٌ، زبان۔ طَعَنَ يَطْعَنُ طَعْناً (ف) طعنہ زنی کرنا۔ تَفَوَّهَ يَتَفَوَّهُ تَفَوُّهاً (تفعل) بولنا۔ فَتَكَ بِشَيءٍ يَفْتِكُ فَتْكاً (ض) ہلاک کر دینا۔ ألْبَابٌ، واحد، لُبٌّ، عقل، دانائی۔ اسْتَدَلَّ بشيءٍ يَسْتَدِلُّ اِسْتِدْلَالاً (استفعال) کسی چیز سے استدلال کرنا۔ الملك الضِّلِّيل، گمراہ بادشاہ، امرؤ القیس کا لقب ہے۔ طَرَقَ يَطْرُقُ طَرْقاً (ن) رات میں آنا۔

اَللّٰهُمَّ: بصریین کے نزدیک اس کی اصل ''یا اللہ'' ہے، حرف ندا حذف کر کے اس کے بدلے میں میم مشدد آخر میں لے آئے، اور یہ صرف لفظ ''اللہ'' ہی کے ساتھ خاص ہے، لہٰذا ''زیدمّ، بکرمّ، عمرومّ'' وغیرہ نہیں کہا جا سکتا، اور کوفیین کے نزدیک اس کی اصل ''یاالله امّنا بخیر'' (اے اللہ ہمارے ساتھ خیر کا ارادہ فرما) ہے، پھر اسے حیّھلا کی طرح مرکب امتزاجی بنا لیا گیا۔ نضر بن شمیل کا قول ہے کہ جس نے ''اللّٰھم'' کہا اس نے گویا اللہ کو اس کے جمیع اسمائے حسنٰی کے ساتھ پکارا۔

لا سیّما، بمعنی خصوصاً، سِيٌّ کے معنی ''برابر'' کے ہیں، کہا جاتا ہے ''هما سيّان'' وہ دونوں برابر ہیں۔ سیّما میں ''ما''

زائدہ یا موصوفہ ہے، اور ''سيّ'' کی یا میں تشدید وتخفیف دونوں لغتیں ہیں، لا سيّما میں کبھی لا کو حذف بھی کر دیا جاتا ہے مگر یہ لغت ضعیف ہے۔ لا سيّما نحویوں کے نزدیک کلمۂ استثنا شمار ہوتا ہے اور اس کا استعمال اکثر واو کے ساتھ ہوتا ہے أي ولا سيّما۔ اور لاسيّما کے بعد والے لفظ پر رفع، نصب، اور جر بر بنائے اضافت تینوں جائز ہیں۔ علامہ رضی کے نزدیک رفع قلیل ہے، اور صاحبِ ایضاح کی تصریح کے مطابق لا سيما کے مابعد والے اسم کو نصب دینا خلافِ قیاس ہے، جر کی صورت کثیر الاستعمال ہے۔ '' ألسنة الطاعنين'' کا عطف ''طباع المستفدين'' پر ہے۔ مرضع کا عطف حُبلىٰ پر ہے جو ''رُبَّ'' محذوف کی وجہ سے مجرور ہے۔

تشریح فلقد رأيت الخ، عبارت بالا میں حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے وجہ تالیف کو بیان فرمایا ہے کہ کتاب کی تالیف کا سبب دو چیزیں ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ طالبین علم ادب کو میں نے دیکھا کہ انھیں علم ادب سیکھنے کے لیے ایک رسالہ کی شدید ضرورت محسوس ہو رہی تھی، اور یوں محسوس ہو رہا تھا گویا وہ انتہائی ضرورت مند ہیں جس کے بغیر انھیں کوئی چارۂ کار نہیں، دوسرے یہ کہ میں نے علم ادب کے سلسلے میں زبانِ طعن دراز کرنے والوں کو پایا کہ وہ امرؤ القیس اور متنبّی کے ان بعض اشعار سے جن میں فحش باتیں ہیں استدلال کرتے ہوئے علم ادب پر یہ الزام لگا رہے تھے کہ اس علم سے عقلوں میں فساد اور بگاڑ پیدا ہوتا ہے اور دانائی ختم ہو جاتی ہے۔ جن اشعار سے طاعنین سے استدلال کیا تھا مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) امرؤ القیس کا شعر فمثلك حبلى قد طرقت ومرضع فالهيتها عن ذي تمائم محول

تجھ جیسی بہت سی حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتوں کے پاس میں رات کو آیا تو میں نے انھیں ایک سالہ تعویذ والے بچے سے غافل کر دیا۔

(۲) متنبّی کا شعر ماأنصف القوم ضبّة وأمه الطرطبّة

لوگوں نے ضبہ کے ساتھ انصاف نہیں کیا اور اس کی ماں دراز اور ڈھیلی پستان والی ہے۔

فَمَا هٰؤُلاءِ الشِّرذِمَةُ الْقَلِيْلَةُ إلاَّ ضَفَادِعُ حِيَاضٍ لَمْ تَرِدْ إلاَّ الْمَاءَ الْوَاصِلَ إلَى الْكَعْبِ، فَلَوْمُ الْخُفَّاشِ لاَ يَضُرّ الشَّمْسَ، وعُواءُ الكَلْبِ لا يُظْلِمُ البَدْرَ.

وَلَمَّا كَانَ سَهَرُ اللَّيَالِي مِمَّا جُبِلَ عَلَيْهِ عطشى العُلومِ وحيارىٰ مَيَادِيْنَ الْكَمال سَهِرْتُ لَيالِيَ لاَ نَوْمَ فِيهَا، لأحذُوَحَذْوَهمُ وأُحشَرَ مَعَهُمْ يومَ لا ظِلَّ فيه إلاّ ظِلُّ قَادِرٍ جَبَّارٍ، وَاقْتَبَسْتُ من كُتُبِ الْمُتقَدِّمِيْنَ نَوَادِرَ وأرَدتُّ أن أعرِضَهَا عَلىٰ إخْوَانِي مِنْ طَلَبَةِ العِلْمِ، وما قَصَدتُ بِهٰذِهِ الْأوْرَاقِ إلا تَطْهِيرَ الْأَخْلاَقِ، وَلَم أرِدْ بِهٰذِهِ الحكاياتِ والأمثالِ إلا تَحْصِيْلَ الْفَضَائِلِ، فإنَّ الصِّبْيَانَ اَلْوَاحُ قُلُوبِهِمِ أشَدُّ قُبُولاً لِمَا نُقِشَ عَلَيْهَا، وَإنِّي مَعَ اِعْتِرَافِي بِقُصُورِ العِلْمِ وَضِيْقِ الْبَاعِ

اِجْتَهَدتُ كُلَّ الْاِجْتِهَادِ فِي تَحْلِيَةِ الْبَيَان وَتَجْلِيَةِ التِّبْيَان، فَهَا هِيَ فَرَائِدُ حَقَّرَتِ الْيَوَاقِيْتَ وَاللآلِي، وَلَنْ تَجِدَ مِثْلَهَا عَلىٰ مَرِّ الْأَيَّامِ وَاللَّيَالِي وَسُمِّيَتْ نَفحةَ الْعَرَب، وَجعَلْتُهَا عَلىٰ بَابَيْنِ. الأَوَّلُ: اَلْمَنثُورُ، وَالثَّانِي: اَلْمَنظُومُ، فَإِنْ هَبَّتْ عَلَيْهَا قَبُولُ الْقَبُولِ وَاَقْبَلَتْ إِلَيْهَا قُلُوبُ الْفُحُوْلِ، فَهُوَ بِمَحَاسِنِ أَخْلاقِهِمْ خَلِيْقٌ، وَإِنْ عَصَفَتْ عَلَيْهَا صَرَاصِرُ الرَّدِّ وَالنَّكِيْرِ فَهُوَ بِمَنْ جَاءَ بِهَا جَدِيرٌ، وَاللّٰهَ أَسْأَلُ سُؤَالَ مُتَضَرِّعٍ خَاضِعٍ خَاشِعٍ اَنْ يَنْفَعَهُمْ وَإِيَّايَ فِي الأُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ اَللّٰهُمَّ آمين.

وأنا عبده

المستكفي بكفاية الله محمد اعزاز علي غفرله

من سكناء أمروهه، من مضافات مراد آباد، يوبي، الهند

ترجمہ: اور یہ چھوٹی سی جماعت حوض کے مینڈکوں کی طرح ہے جو ٹخنوں تک پانی سے آگے نہیں بڑھے، تو چمگادڑ کا ملامت کرنا سورج کو نقصان نہیں پہنچاتا، اور کتے کے بھونکنے سے چاند تاریک نہیں ہو جاتا۔

اور چوں کہ راتوں کو قربان کرنا تشنگانِ علوم اور میدانِ کمال میں حیران وسرگرداں پھرنے والوں کی فطرت ہے تو میں نے بھی کئی ایسی راتیں قربان کر دیں جن میں نیند کا نام تک نہ تھا، تا کہ میں بھی ان کے نقشِ قدم پر چلوں اور انھیں کے ساتھ اٹھایا جاؤں جس دن قادر وجبار (کی رحمت) کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا، اور متقدمین کی کتابوں سے میں نے کچھ نوادرات اخذ کیے جنھیں اپنے برادرانِ طلبہ کے سامنے پیش کرنے کا ارادہ کیا، اور ان اوراق سے میرا مقصد صرف اخلاق کی پاکیزگی ہے، اور ان حکایتوں اور کہاوتوں سے میرا ارادہ صرف فضائل کا حاصل کرنا ہے، اس لیے کہ بچوں کے دلوں کی تختیاں ان چیزوں کو بہت جلد قبول کر لیتی ہیں جو ان پر نقش کیا جائے، اور میں نے اپنی علمی کم مائیگی اور تنگیٔ اسباب کے اعتراف کے باوجود بیان کو سنوارنے اور فصاحتِ کلامی کو جلا بخشنے میں بھرپور کوشش کی ہے۔ تو لو یہ چند جواہر پارے ہیں جن کے سامنے یاقوت اور موتیاں ذرّۂ بے مایہ ہیں اور تم زمانہائے دراز گذر جانے کے باوجود بھی ان کا مثل نہیں پا سکتے۔

اور اسے ''نفحۃ العرب'' کے نام سے موسوم کیا گیا، اور اسے دو بابوں پر منقسم کیا؛ پہلا منثور اور دوسرا منظوم۔ پس اگر اس پر قبولیت کی ہوا چل جائے اور اربابِ فضل وکمال کے دل اس کی طرف مائل ہو جائیں تو یہ ان کے حسنِ اخلاق کے لائق تر ہے۔ اور اگر اس پر رد اور انکار کی آندھیاں چل پڑیں تو یہ اس شخص کے لائق ہے جس نے اسے پیش کیا ہے۔ اور میں گریہ وزاری کرنے والے خشوع وخضوع کرنے والے شخص کے سوال کرنے کی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ انھیں اور مجھے دنیا وآخرت میں نفع پہنچائے۔ (آمین)

لغات وترکیب

شِرْذِمَةٌ، (ج)شَرَاذِمُ، مختصر جماعت۔ضَفَادِعُ، واحد،ضِفْدَعٌ، مینڈک۔حِیاضٌ،واحد،حوضٌ،حوض۔وَرِدَ الماءَ یَرِدُ وُرُوْداً (ض) پانی پر اترنا، پانی کے پاس آنا۔ خُفَاشٌ،(ج) خَفَافِیْشُ، چمگادڑ۔ عوىٰ یعوِي عُواءً (ض) الکلبُ، کتے کا بھونکنا۔سَهِرَ یَسْهَرُ سَهَراً (س) بیدار رہنا۔ جَبَلَ یَجْبُلُ جبلاً(ن،ض)پیدا کرنا۔ عطشیٰ، واحد، عَطْشَانٌ،پیاسا، عَطِشَ یَعطَشُ عَطَشاً (س) پیاسا ہونا۔ حیاریٰ، واحد، حیرانٌ: حیران وسرگرداں۔حَارَ یحارُ حَیْرَةً(س) حیران وسرگرداں رہنا۔حَشَرَ یَحْشُرُ حَشْراً (ن) جمع کرنا۔ ظِلٌّ،ج،ظِلَالٌ، سایہ۔ اِقْتَبَسَ یَقْتَبِسُ اِقْتِبَاساً (افتعال)اخذ کرنا۔ عَرَضَ شیئاً علٰی أحدٍ یَعْرِضُ عَرضاً (ض) کوئی چیز کسی کے سامنے پیش کرنا۔الواحٌ،واحد،لوحٌ،تختی۔حلّٰی یحلّي تَحْلِیَةً (تفعیل) سنوارنا۔جلّیٰ یجلّي تجلیةً (تفعیل) جلا بخشنا۔باعٌ، دونوں ہاتھوں کے پھیلانے کی مقدار۔فرائد، واحد، فریدةٌ، یکتا موتی۔ لآلی واحد،لؤلؤٌ،موتی۔هبّت الریح تهبُّ هبوباً (ن) ہوا چلنا۔قَبُولٌ، پروا ہوا۔أقبل إلی أمرٍ یُقبِلُ إقبالاً (افعال) کسی چیز کی طرف متوجہ ہونا۔ الفحول صاحب فضیلت۔ فَحْلٌ، (ج)فُحولٌ،نرجاندار۔عَصَفَتِ الریحُ تَعْصِفُ عَصْفاً وعُصُوفاً (ض) ہوا کا تیز چلنا۔آندھی چلنا۔صَرَاصِرُ،واحد،صَرصَرٌ،آندھی۔جَدُرَ یَجْدُرُ جَدَارَةً(ک) لائق ہونا۔ تضرَّعَ یَتضرَّعُ تَضرُّعاً (تفعُّل) عاجزی کے ساتھ دعا کرنا۔ خَضَعَ یَخْضَعُ خُضُوعاً (ف) عاجزی کرنا،فروتنی کرنا۔ خاضِعٌ، (ج) خُضَّعٌ، عاجزی کرنے والا۔

مِمَّا جُبِلَ علیه تامیادین الکمال۔ پورا جملہ مِن جارہ کے تحت ہوکر متعلق بہ محذوف شدہ خبر کان۔سَهِرْتُ لیالي یہ جملہ ''لمّا'' کا جواب ہے۔اجتهدتُ کُلَّ الاجتهاد، یہ جملہ ''إنّي مع اِعترافي'' میں إنّ کی خبر ہے۔فَهَاهِيَ فوائد میں ''ها'' کلمۂ تنبیہ ہے، هي ضمیر''نوادر'' کی طرف راجع ہے، فرائد موصوف، حقّرت الیواقیت واللآلي جملہ صفت ہے،موصوف باصفت خبرِ مبتدا۔سُمِّیَتْ مجہول ہے''سَمَّیْتُ''بصیغۂ معروف پڑھنا صحیح نہیں ہے اس لیے کہ یہ نام حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے نہیں رکھا ہے بل کہ یہ نام شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی علیہ الرحمہ کا تجویز کردہ ہے۔ فهُوَ بمحاسن أخلاقهم خلیقٌ، پورا جملہ''إن''شرطیہ کی خبر ہے اور ''سوال''مفعولِ مطلق کی بنیاد پر منصوب ہے۔أن ینفعهم پورا جملہ بتاویلِ مصدر ہوکر''أسال'' کا مفعولِ ثانی ہے، اس لیے کہ''سوال'' جب''طلب'' کے معنی میں ہوتو متعدی بہ دومفعول ہوتا ہے جیسے سالتُ زیداً درهماً،اور اگر''استفسار'' کے معنی میں ہو،تو متعدی بہ یک مفعول ہوتا ہے۔

تشریح فما هؤلاءِ الشرذمة القلیلة إلّا ضفادع حیاض الخ، حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ علمِ ادب پر نکیر اور طعنہ زنی کرنے والوں کی مثال حوض اور کنوئیں کے مینڈکوں کی مانند ہے جن کی دنیا صرف

حوض اور کنوئیں تک محدود ہے اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہاں سے زیادہ پانی اور کہیں نہیں ہے، حال آں کہ سمندر میں اتھاہ پانی ہے، بالکل یہی مثال طعنہ زنوں کی ہے کہ انھوں نے چند الفاظ واشعار کو ادب کی کل کائنات تصور کرلیا اور انھیں اشعار کو دیکھ کر پورے علمِ ادب پر کیچڑ اچھال دیا، انھیں یہ نہیں معلوم کہ علمِ ادب کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ہے جن میں دست گاہ حاصل کیے بغیر علوم قرآن وحدیث میں مہارت ناممکن ہے۔

فلوم الخفاش لا یضر الشمس، فرماتے ہیں کہ جس طریقے سے چمگادڑ کے ملامت کرنے سے سورج کی روشنی پر کوئی فرق نہیں پڑتا اور کتے کے بھونکنے سے چاند کی روشنی ماند نہیں پڑتی اسی طریقے سے چند طعنہ زنی کرنے والوں کی طعنہ زنی سے علمِ ادب پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

ولمّا کان سھر اللیالی الخ. مصنفؒ فرماتے ہیں کہ چوں کہ کمال حاصل کرنے والوں اور بلند مقام پر فائز ہونے والوں کا یہ شیوہ رہا ہے کہ وہ اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے راتوں کی نیند قربان کردیتے ہیں تو میں نے بھی انھیں کی اتباع کی اور انھیں کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے میں نے بھی رات کو رات نہیں سمجھا، بل کہ نیند قربان کر کے متقدمین کی کتابوں سے کچھ نوادرات اخذ کیے اور اب انھیں اپنے طلبہ کے سامنے پیش کررہا ہوں۔ اور اس کتاب کی تالیف کا مقصد طلبہ کے اخلاق کو پاکیزہ بنانا اور فضائل کو حاصل کرنا ہے۔ آخر میں مصنفؒ نے اپنی علمی کمی اور قلت اسباب کا اعتراف کر کے فرمایا ہے کہ باوجودے کہ میں کم علم اور اسباب سے تہی دامن تھا لیکن اس کتاب کو سنوارنے اور لائق بنانے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ لہٰذا اگر اس کتاب کو شرفِ قبولیت ملے تو یہ اربابِ کمال کا حسن اخلاق ہوگا اور اگر اسے رد کردیا جائے تو یہ احقر کی ہی کوتاہی پر محمول ہوگا۔

البابُ الأوّل في النثر

السّيفُ بالسّاعِدِ لَا السَّاعِدُ بِالسَّيفِ

قَالَ الْعُتبي: . بَعَثَ عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ إلى عَمرِو بْنِ مَعْدِيكَرُبَ أنْ يَبْعَثَ إلَيْهِ بِسَيفِهِ الْمَعْرُوْفِ بالصَّمْصَامَةِ، فَبَعَثَ بِهِ إلَيْهِ، فَلَمَّا ضَرَبَ بِهِ وَجَدَهُ دُوْنَ مَا كَانَ يَبْلُغُهُ عَنْهُ فكَتَبَ إلَيْهِ فِي ذٰلِكَ، فَرَدَّ عَلَيْهِ إنَّمَا بَعَثْتُ إلى أمِيْرِ الْمُؤمِنِيْنَ بالسَّيْفِ، وَلَمْ أبْعَثْ بالسَّاعِدِ الَّذِي يُضْرَبُ بِه.

پہلا باب نثر میں

تلوار (کی خوبی) بازو سے ہے نہ کہ بازو (کی قوت) تلوار سے

عتبی نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن معد یکرب رضی اللہ عنہ کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ وہ اُن کے (حضرت عمرؓ کے) پاس اپنی وہ تلوار بھیج دیں جو صمصامہ کے نام سے مشہور ہے، چناں چہ انھوں نے وہ تلوار اُن کے پاس بھیج دی، تو جب حضرت عمرؓ نے اُس تلوار سے وار کیا تو اس کو اُس سے کم تر پایا جتنا کہ آپ کو اُس تلوار کے بارے میں خبر پہنچی تھی، چناں چہ آپؓ نے اُن کے (حضرت عمرو بن معد یکرب کے) پاس اس سلسلے میں مکتوب روانہ کیا، تو حضرت عمرو بن معد یکرب نے آپ کو جواب لکھا کہ میں نے امیر المؤمنین کے پاس صرف تلوار بھیجی ہے اور وہ بازو نہیں بھیجا ہے جس سے تلوار چلائی جاتی ہے۔

لغات وترکیب

سَيْفٌ، (ج) سُيُوفٌ، تلوار۔ سَاعِدٌ، (ج) سَوَاعِدُ، بازو۔ بَعَثَ يَبْعَثُ بَعْثاً (ف) بھیجنا۔ صَمْصَامَةٌ، وہ تلوار جس کی دھار نہ مڑے۔ ردّ على أحدٍ يَرُدُّ ردّاً (ن) کسی کو جواب دینا۔

أن يبعث إليه بسيفه المعروف بالصمصامة، پورا جملہ بتاویل مصدر ہو کر ''بَعَثَ'' کا مفعول بہ ہے۔ وجده دون الخ، یہ جملہ ''لمّا'' کا جواب ہے۔ إنّما بعثتُ الخ یہ جملہ ''ردّ'' کا مفعول واقع ہے۔

تشریح السیف بالساعد۔ مطلب یہ کہ تلوار کا جوہر اُس وقت نمایاں ہوگا جب بازو میں فولادی قوت ہو، اگر بازو میں قوت نہیں تو تلوار کتنی ہی عمدہ کیوں نہ ہو کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔

سیفِ صمصامہ کے متعلق علامہ سہیلی نے ذکر کیا ہے کہ کعبہ کے قریب جرہم وغیرہ کے دفینے سے ایک لوہے کا ٹکڑا برآمد ہوا تھا، حضرت عمرو بن معدیکربؓ کی تلوار ''صمصامہ'' اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار ''ذوالفقار'' اُسی لوہے کی بنی ہوئی تھی، یہ تلوار دراصل شاہ یمن عمرو بن ذی قیعان کی تھی۔ وفیہ یقول عمرو ؂

وسيف لابن ذي قيعان عندي بخير نصله من عهد عاد

آپ کو یہ تلوار حضرت خالد بن سعید بن العاص بن امیہ نے عطا کی تھی جو آپ کی اولاد کے پاس رہی، یہاں تک کہ اُن سے خلیفہ مہدی نے اسّی ہزار درہم کے عوض میں خرید لیا، اس کے بعد بہ طریقِ وراثت منتقل ہوتی رہی، یہاں تک کہ آخر میں واثق باللہ کے پاس پہنچی، اس نے اُس کو صیقل کرانا چاہا تو خراب ہوگئی۔

کہتے ہیں کہ شاہ روم کی طرف سے ہارون رشید کے یہاں بطور ہدیہ کچھ تلواریں آئیں، ہارون رشید نے صمصامہ تلوار منگوائی اور رومی قاصد کے سامنے ان کی ایک ایک تلوار کو صمصامہ پر مارا، پھر قاصد کو صمصامہ تلوار دکھائی، اُس نے دیکھا کہ صمصامہ کی دھار میں ایک بھی نشان نہیں تھا۔

اَلْكَفُّ عَنِ الدُّنْيَا

كَانَ بِبَغْدَادَ رَجُلٌ مُتَعَبِّدٌ اِسْمُهُ رُوَيْمٌ فَعُرِضَ عَلَيْهِ الْقَضَاءُ، فَتَوَلَّاهُ، فَلَقِيَهُ الْجُنَيْدُ يَوْماً، فَقَالَ: مَنْ أَرَادَ أَنْ يَسْتَوْدِعَ سِرَّهُ لِمَنْ لَا يُفْشِيهِ فَعَلَيْهِ بِرُوَيْمٍ، فَإِنَّهُ كَتَمَ حُبَّ الدُّنْيَا أَرْبَعِيْنَ سَنَةً حَتّٰى قَدَرَ عَلَيْهِ.

دنیا سے اعراض

شہر بغداد میں ایک عبادت گذار شخص تھا جس کا نام رویم تھا، چناں چہ اس کے سامنے منصب قضا پیش کیا گیا تو اُس نے اُسے قبول کرلیا۔ پھر ایک دن حضرت جنید بغدادی کی اس سے ملاقات ہوگئی، تو فرمایا: جو شخص اپنا راز کسی ایسے شخص کے پاس رکھنا چاہے جو اُس کو ظاہر نہ کرے تو اسے چاہیے کہ رویم کو لازم پکڑ لے، کیوں کہ اُس نے دنیا کی محبت کو چالیس سال تک چھپائے رکھا یہاں تک کہ اس پر قابو پالیا۔

لغات وترکیب

كَفَّ عَنْ أَمْرٍ يَكُفُّ كَفّاً (ن) کسی چیز سے باز رکھنا۔ تَعَبَّدَ يَتَعَبَّدُ تَعَبُّداً (تفعل) عبادت کرنا، عبادت کے لیے تنہائی اختیار کرنا۔ قَضَىٰ يَقْضِي قَضَاءً (ض) فیصلہ کرنا۔ تولّى المنصب يتولّى تولّياً (تفعل) منصب پر فائز

ہونا۔ لَقِيَ يَلْقَى لِقَاءً (س) ملاقات کرنا۔ استودَعَ يَسْتَوْدِعُ اِسْتِيْدَاعاً (استفعال) امانت رکھنا۔ سِرٌّ، (ج) أَسْرَارٌ، راز۔ أفشىٰ يُفْشِي إفْشَاءً (افعال) ظاہر کرنا۔ كَتَمَ يَكْتِمُ كِتْمَاناً (ن) پوشیدہ رکھنا، چھپانا۔ قَدَرَ عَلىٰ شيء يَقْدِرُ قُدْرَةً (ض) کسی چیز پر قابو پانا، غالب آنا۔

من أراد أن يستودع الخ جملہ مبتدا متضمن معنیٰ شرط، فعليه برويم جملہ خبر متضمن معنیٰ جزا۔

تشریح رویم ایک بڑے عالم اور مشائخ کبار میں سے تھے، منصبِ قضاء کے قبول کرنے پر حضرت جنید بغدادیؒ نے آپ پر عارفانہ طنز کیا ہے کہ رویم کے دل میں دنیا کی محبت چھپی ہوئی تھی مگر اس کو انھوں نے کسی کے سامنے ظاہر نہیں کیا اور یہ بات اُس وقت آشکارا ہوئی جب ان کے سامنے منصب قضا کو پیش کیا گیا تو انھوں نے ٹھکرانے کے بجائے قبول کرلیا۔ تو جب وہ دنیا کی محبت کو چھپا سکتے ہیں تو دوسروں کے راز کو بھی یقیناً چھپالیں گے۔ مگر یہ صرف عارفانہ طنز تھا حقیقت واقعہ نہیں، اس لیے کہ حضرت رویمؒ کا مقصد اس منصب کے قبول کرنے سے طلبِ دنیا نہ تھا بل کہ اُس کی آڑ میں اپنی بزرگی کو چھپانا تھا۔

أُعْجُوبَةٌ

قَرَأَ بَعْضُ الْمُغَفَّلِيْنَ "فِي بُيوتٌ" بِالرَّفْعِ فَقَالَ لَهُ شَخْصٌ يَا أَخِي! إِنَّمَا الْقِرَاءَةُ "فِي بُيُوتٍ" بِالْجَرِّ، فَقَالَ مُغَفَّل: إِذَا كَانَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالىٰ قَالَ: فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللّٰهُ أَنْ تُرْفَعَ" تَجُرُّهَا أَنْتَ لِمَاذَا؟

وَحَكَى الْعَسْكَرِيُّ فِي كِتَابِ التَّصْحِيْفِ أَنَّهُ قِيْلَ لِبَعْضِهِمْ: مَا فَعَلَ أَبُوْكَ بِحِمَارِهِ؟ فَقَالَ: "بَاعِهِ" مَكَانَ بَاعَهُ، فَقِيْلَ لَهُ: لِمَ قُلْتَ بَاعِهِ؟ قَالَ: فَلِمَ قُلْتَ أَنْتَ بِحِمَارِهِ؟ فَقَالَ: أَنَا جَرَرْتُهُ بِالْبَاءِ فَقَالَ: فَلِمْ تَجُرُّ بَاؤُكَ وَبَائِي لَا تَجُرُّ.

وَمِثْلُهُ مِنَ الْقِيَاسِ الْفَاسِدِ مَا حَكَاهُ أَبُوبَكْرٍ التَّارِيْخِيُّ فِي كِتَابِ أَخْبَارِ النَّحْوِيِّيْنَ أَنَّ رَجُلاً قَالَ لِسَمَّاكٍ بِالْبَصْرَةِ: بِكَمْ هٰذِهِ السَّمَكَةُ؟ فَقَالَ: "بِدِرْهَمَانِ" مَكَانَ بِدِرْهَمَيْنِ، فَضَحِكَ الرَّجُلُ، فَقَالَ السَّمَّاكُ: أَنْتَ أَحْمَقُ، سَمِعْتُ سِيْبَوَيْهِ يَقُوْلُ: ثَمَنُهَا دِرْهَمَانِ.

وَقُلْتُ يَوْماً: تَرِدُ الْجُمْلَةُ الإسْمِيَّةُ الْحَالِيَّةُ بِغَيْرِ وَاوٍ فِي فَصِيْحِ الْكَلَامِ، خِلَافًا لِلزَّمَخْشَرِيِّ كَقَوْلِهِ تَعَالىٰ: "وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُسْوَدَّةٌ" فَقَالَ بَعْضُ مَنْ حَضَرَ: هٰذِهِ الْوَاوُ فِي أَوَّلِهَا، وَقُلْتُ يَوْماً: اَلْفُقَهَاءُ يَلْحَنُوْنَ فِي قَوْلِهِمْ "اَلْبَايِعِ" بِغَيْرِ هَمْزَةٍ، فَقَالَ قَائِلٌ: قَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ "فَبَايِعْهُنَّ"

وَقَالَ الْمَامُوْنُ لِأَبِي عَلِيٍ نِالْمَعْرُوْفِ بـ"أَبِي يَعْلٰى الْمَنْقَرِي": بَلَغَنِي أَنَّكَ أُمِّيٌّ وَأَنَّكَ لَا تُقِيْمُ الشِّعْرَ، وَأَنَّكَ تَلْحَنُ فِي كَلَامِكَ، فَقَالَ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! أَمَّا اللَّحْنُ فَرُبَّمَا سَبَقَنِي لِسَانِي بِالشَّيْءِ مِنْهُ. وَأَمَّا الأُمِّيَّةُ وَكَسْرُ الشِّعْرِ فَقَدْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِّيّاً وَكَانَ لَا يُنْشِدُ الشِّعْرَ، فَقَالَ الْمَامُوْنُ: سَأَلْتُكَ عَنْ ثَلٰثِ عُيُوبٍ فِيْكَ، فَزِدْتَنِي عَيْباً رَابِعاً، وَهُوَ الْجَهْلُ، يَاجَاهِلُ! إِنَّ ذٰلِكَ فِي النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضِيْلَةٌ، وَفِيْكَ وَفِي أَمْثَالِكَ نَقِيصَةٌ، وَإِنَّمَا مُنِعَ ذٰلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْيِ الظِّنَّةِ عَنْهُ لَا لِعَيْبٍ فِي الشِّعْرِ وَالْكِتَابِ، وَقَدْ قَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: "وَمَا كُنتَ تَتْلُوا مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتَابٍ وَّلَا تَخُطُّهُ بِيَمِيْنِكَ إِذاً لَّا ارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ".

وَكَانَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ جَالِساً عِنْدَ الْوَلِيْدِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ وَكَانَ الْوَلِيْدُ لَحَّاناً، فَقَالَ: أُدْعُ لِي صَالِحٍ، فَقَالَ الْغُلَامُ: يَا صَالِحا! قَالَ لَهُ الْوَلِيْدُ أُنْقُصْ أَلِفاً، فَقَالَ عُمَرُ: وَأَنْتَ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَزِدْ أَلِفاً.

وَدَخَلَ عَلَى الْوَلِيْدِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ رَجُلٌ مِنْ أَشْرَافِ قُرَيْشٍ، فَقَالَ لَهُ الْوَلِيْدُ: مَنْ خَتَنَكَ؟ قَالَ لَهُ فُلَانٌ الْيَهُودِيُّ، فَقَالَ: مَا تَقُولُ؟ وَيْحَكَ قَالَ: لَعَلَّكَ أَنْ تَسْأَلَ عَنْ خَتَنِي، يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! هُوَ فُلَانُ بْنُ فُلَان.

تعجب خیزبات

ایک ناسمجھ نے (آیت کریمہ في بيوت اذن الله أن ترفع میں) "في بيوتٌ" رفع کے ساتھ پڑھا، تو ایک شخص نے اُس سے کہا: اے میرے بھائی! لفظ "بيوتٌ" میں قرأت تو جر ہی کے ساتھ ہے، تو اُس نے کہا: او ناسمجھ! جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے "في بيوت أذن الله أن ترفع" فرمایا ہے تو تو اس کو جر کیوں دیتا ہے؟

امام عسکری نے "کتاب التصحیف" میں نقل کیا ہے کہ ایک شخص سے کہا گیا: "ما فعل أبوك بحماره" ۔ تیرے باپ نے اپنے گدھے کا کیا کیا؟... تو اُس نے کہا "باعِهِ" اس کو فروخت کر دیا... تو اُس سے پوچھا گیا: تو نے "بَاعِهِ" کیوں کہا، اس نے کہا: تو نے "بحمارهِ" کیوں کہا؟ تو اس نے کہا: میں نے با کی وجہ سے اسے جر دیا ہے۔ تو اس شخص نے کہا: کیوں تمہاری با جر دیتی ہے اور میری با جر نہیں دے گی؟۔

اور اسی کے مثل قیاس فاسد میں سے وہ واقعہ بھی ہے جس کو ابو بکر تاریخی نے کتاب "اخبار النحويين" میں نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے بصرہ میں ایک مچھلی فروش سے کہا: "بكم هذه السمكة" یہ مچھلی کتنے کی ہے۔ تو اس نے کہا:

"بدرهمان" (بدرہمین کی جگہ) تو وہ شخص ہنس پڑا، تو مچھلی فروش نے کہا: تو بے وقوف ہے، میں نے سیبویہ کو "ثمنها درهمان" کہتے ہوئے سنا ہے۔

میں نے ایک دن کہا: جملہ اسمیہ حالیہ فصیح کلام میں بغیر واو کے آتا ہے برخلاف علامہ زمخشری کے، جیسے کہ فرمانِ باری تعالیٰ "ویوم القیامة تری الذین کذبوا علی الله وجوههم مسودّة"۔ تو حاضرین میں سے کسی نے کہا: "هذه الواو في أوّلها" یہ واو تو اس کے شروع میں ہے۔ اور ایک روز میں نے کہا: فقہا اپنے قول "البایع" (بغیر ہمزہ کے) غلطی کرتے ہیں تو کسی نے کہا: اللہ تعالیٰ نے بھی تو "فبایعهن" (بغیر ہمزہ کے) فرمایا ہے۔

خلیفہ مامون نے ابوعلی سے جو ابویعلی المنقری کے نام سے مشہور ہیں کہا: مجھے اطلاع ملی ہے کہ تو ان پڑھ ہے، شعر کہنا نہیں جانتا اور یہ کہ تو گفتگو میں بھی غلطی کرتا ہے تو اُس نے کہا: اے امیر المؤمنین! جہاں تک گفتگو میں غلطی کی بات ہے تو بسا اوقات میری زبان ایک چیز میں سبقت کر جاتی ہے دوسری چیز کے مقابلے میں، اور رہا ان پڑھ ہونا اور شعر نہ کہنا (تو یہ کوئی عیب کی بات نہیں) کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی امّی تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی شعر نہیں کہتے تھے، تو مامون نے کہا: میں نے تجھ سے تیرے تین عیوب کے متعلق دریافت کیا تھا تو تو نے میرے سامنے ایک چوتھے عیب کا بھی اضافہ کر دیا اور وہ جہالت و نادانی ہے۔

اے نادان! بلاشبہ یہ چیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فضل و کمال ہے اور تیرے اور تجھ جیسوں میں باعث نقص ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے منع کیا گیا آپؐ سے تہمت کو دور کرنے کے لیے نہ کہ شعر گوئی اور کتابت میں کسی عیب کی وجہ سے، اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے خود فرمایا ہے "وما کنت تتلو الخ" اور آپ اس کتاب سے پہلے نہ کوئی کتاب پڑھے ہوئے تھے اور نہ کوئی کتاب اپنے ہاتھ سے لکھ سکتے تھے کہ ایسی حالت میں یہ ناحق شناس لوگ کچھ شبہ نکالتے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز ولید بن عبد الملک کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور ولید (گفتگو میں) بہت غلطی کرنے والا تھا، تو اس نے کہا: "ادع لي صالح" میرے پاس صالح کو بلایئے، تو غلام نے کہا: "یا صالحاً" ولید نے اس سے کہا: الف گرا دے، تو عمر بن عبد العزیز نے فرمایا: اور آپ اے امیر المؤمنین! ایک الف کا اضافہ کیجئے۔

ولید بن عبد الملک کے پاس قریش کے معزز لوگوں میں سے ایک شخص آیا، تو اس سے ولید نے کہا: "من ختنك" (تیری ختنہ کس نے کی، تیرا داماد کون ہے؟) اُس نے کہا: فلاں یہودی نے، تو اس نے کہا: تو کیا کہہ رہا ہے تیرا ناس ہو، اُس نے کہا: اے امیر المؤمنین! شاید آپ میرے داماد کے متعلق دریافت کر رہے ہیں، وہ فلاں بن فلاں ہے۔

لغات وترکیب

أُعْجُوبَةٌ، (ج) أَعَاجِيب، تعجب خیز بات، پہیلی۔ مغفلونَ، واحد، مُغَفَّلٌ، ناسمجھ، بے وقوف۔ رَفَعَ یَرْفَعُ

رَفعاً (ف) رفع دینا، بلند کرنا۔ حِمَارٌ، (ج) حَمِیْرٌ و أحْمِرَۃٌ، گدھا۔ جَرَّ یَجُرُّ جرّاً (ن) زیر دینا۔ سَمَّاكٌ، (ج) سَمَّاكُونَ، مچھلی فروش۔ دِرْهَمٌ، (ج) دراهِمُ، درہم۔ ضَحِكَ یَضْحَكُ ضِحْكاً (س) ہنسنا۔ حَمِقَ یَحْمَقُ وحَمُقَ یَحْمُقُ حُمْقاً وحَمَاقَةً (س ک) بے وقوف ہونا۔ ثَمَنٌ (ج) أثْمَانٌ، قیمت۔ مُسْوَدَّةٌ اسم مفعول از اسْوَدَّ یَسْوَدُّ اِسوِداداً (افعلال) سیاہ ہونا۔ لَحَنَ یَلْحَنُ لَحناً (ف) اعرابی غلطی کرنا۔ أقام الشعر یقیم إقامةً (افعال) شعر کہنا۔ أنشَدَ الشِّعْرَ یُنْشِدُ إنشاداً (افعال) شعر پڑھنا۔ زَادَ یزِیدُ زِیادَةً (ض) زیادہ کرنا۔ فضیلةٌ، (ج) فضائل، کمال۔ نقیصةٌ، (ج) نقائصُ، عیب۔ نقص، کمی۔ نَفَیٰ یَنْفِي نَفْیاً (ض) ہٹانا۔ دور کرنا۔ اِرْتَابَ یَرْتَابُ اِرْتِیاباً (افتعال) شبہ میں پڑنا۔ أشراف، واحد، شَرِیْفٌ، باعزت، معزز۔ خَتَنٌ (ج) أخْتَانٌ، داماد، سسر، سالہ۔ خَتَنَ یَخْتِنُ خَتناً (ن ض) کاٹنا، ختنہ کرنا۔

تشریح قرأ بعض المغفلین الخ:۔ اس اعجوبے کا حاصل یہ ہے کہ "رَفَعَ یرْفَعُ" کے دو معنی آتے ہیں (۱) پیش دینا (۲) بلند کرنا۔ آیت کریمہ "في بیوتٍ اذن الله أن ترفع" میں رَفَعَ "بلند کرنے" کے معنی میں ہے، "پیش دینے" کے معنی میں نہیں ہے۔ آیت کریمہ کا ترجمہ یہ ہے کہ "وہ ایسے گھروں میں عبادت کرتے ہیں جن کی نسبت اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ انھیں بلند رکھا جائے" گھروں سے مراد مسجدیں ہیں اور ان کی بلندی یہ ہے کہ ان میں جنبی وحائض داخل نہ ہوں اور ان میں کوئی نجس چیز داخل نہ کی جائے، وہاں شور وغل نہ مچایا جائے اور دنیاوی کام کاج اور باتیں کرنے کے لیے وہاں نہ بیٹھیں۔

ناسمجھ نے "أن ترفع" کو پیش دینے کے معنی میں سمجھ لیا، اور کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے "بیوت" کو مرفوع پڑھنے کی اجازت دے رکھی ہے، اس لیے میں "في بیوتٌ" پڑھ رہا ہوں۔

ما فَعَل أبوك بحماره الخ:۔ یعنی قائل نے "باعَهُ" میں "ب" کو جارہ سمجھ لیا اور "بَاعَهُ" پڑھنے کے بجائے "بَاعِهِ" پڑھنے لگا، اور دلیل یہ دینے لگا کہ چوں کہ سائل نے "بحمارِہ" پڑھا، اس لیے میں نے بھی "بَاعِهِ" پڑھا، کیوں کہ سائل کی با اگر جر دے سکتی ہے تو میری با کیوں جر نہیں دے سکتی؟، حالاں کہ صحیح لفظ "باعَهُ" ہی ہے، بَاعَ فعل ہے اور "ہ" ضمیر مفعول ہے۔

بکم هذه السمكة فقال: بدرهمان الخ:۔ اس اعجوبے میں بھی قائل نے حرف جار کے ہوتے ہوئے بھی "درهمین" نہیں پڑھا اور دلیل یہ دی کہ میں نے سیبویہ کو "ثمنها درهمان" کہتے ہوئے سنا ہے، حالاں کہ سیبویہ اور قائل کے قول میں ترکیب کے اعتبار سے بہت فرق ہے، سیبویہ کے قول میں "درهمان" بوجہ خبر مرفوع ہے اور کوئی حرف جر نہیں ہے، جب کہ قائل کے قول میں با جارہ موجود ہے اس لیے "بدرهمین" ہی ہونا چاہئے۔

ترد الجملة الاسمية بغير واو في فصيح الكلام :۔ یعنی متکلم نے ایک نحوی ضابطہ بیان کیا کہ جملہ اسمیہ اگر حال واقع ہوتو اس کے شروع میں واو حالیہ کا لانا ضروری نہیں ہے، البتہ علامہ زمخشریؒ کے نزدیک یہ ضروری ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کے فرمان ''ویوم القيامة ترى الذين كذبوا على الله وجوههم مسودّة'' میں ''وجوههم مسودّة'' حال واقع ہے مگر اس کے شروع میں واو نہیں ہے، تو حاضرین میں سے کسی نے کہا کہ واو تو شروع میں موجود ہے، اُس نے ''وجوهٌ'' کے واو کو حالیہ سمجھ لیا، حالاں کہ یہ واو اصلی ہے حالیہ نہیں ہے۔

الفقهاء يلحنون في قولهم البايع بغير همزة الخ:۔ مطلب یہ ہے کہ اصل ''بائعٌ'' ہمزے کے ساتھ ہے اور فقہاء ''بايعٌ'' یا کے ساتھ پڑھتے ہیں جو غلط ہے، تو ایک شخص بول پڑا کہ یا کے ساتھ ہی صحیح ہے، کیوں کہ قرآن کریم میں یا کے ساتھ ہی ہے، ارشاد باری ہے ''فَبَايِعْهُنَّ''۔ حال آں کہ ''بائعٌ'' باع يبيع ثلاثی مجرد سے اسم فاعل ہے اور ''فَبَايِعْهُنَّ'' میں ''بَايِعْ'' بَايَعَ مُبَايَعَةً سے صیغۂ امر ہے۔ قائل نے اسے بھی ثلاثی مجرد سے اسم فاعل سمجھ لیا۔

بلغني أنَّك أمّيٌّ وأنّكَ لاَ تُقِيْمُ الشّعْر الخ:۔ مطلب یہ ہے کہ مجھے تمہارے تین عیوب معلوم ہوئے ہیں، ایک یہ کہ تم ناخواندہ اور امّی ہو، پڑھنا لکھنا نہیں جانتے، دوسرے یہ کہ تم شعر کہنے پر قادر نہیں ہو، اور تیسرے یہ کہ تم اپنے کلام میں غلطی بہت کرتے ہو۔ ابو یعلی منقری نے کہا: جہاں تک کلام میں غلطی کرنے کا تعلق ہے تو اس کا تو مجھے اقرار ہے کہ یہ غلطی سبقتِ لسانی سے ہوجاتی ہے، رہا ناخواندہ ہونا اور شعر کہنے پر قادر نہ ہونا تو یہ کوئی عیب نہیں ہے؛ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی امّی تھے اور شاعر نہیں تھے۔ مامون نے کہا: میں نے تو تجھ سے تیرے تین عیوب معلوم کیے تھے مگر تو نے ایک چوتھا عیب بھی ظاہر کردیا۔ اور وہ جہالت ہے، کیوں کہ تمہاری ساری باتیں جہالت آمیز ہیں، تمہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ امّی ہونا اور شعر نہ کہنا آپؐ کے لیے باعثِ فضل وکمال ہے اور تمہارے اور تم جیسوں کے لیے باعثِ نقص وعیب ہے، اس لیے کہ آپؐ کو اس سے منع کیا گیا آپؐ سے تہمت کو دور کرنے کے لیے نہ کہ شعر کہنے اور پڑھنے لکھنے میں کسی عیب کی وجہ سے۔ چناں چہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: ''وما كنت تتلو من قبله من كتاب الخ'' آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر آپؐ نے کسی سے لکھنا پڑھنا سیکھا ہوتا تو ان باطل پرستوں کو شبہ نکالنے کی گنجائش رہتی کہ شاید اگلی کتابیں پڑھ کر اس کو اپنی عبارت میں ڈھال کر سنادیتے ہیں، گو اس وقت بھی یہ کہنا غلط ہوتا، کیوں کہ کوئی پڑھا لکھا انسان بل کہ دنیا کے تمام پڑھے لکھے آدمی مل کر اور کل مخلوق کی طاقت کو بھی اپنے ساتھ ملا کر بھی ایسی بے نظیر کتاب تیار نہیں کرسکتے، تاہم جھوٹوں کو بات بنانے کا ایک موقع ہاتھ لگ جاتا، لیکن جب کہ آپؐ کا امّی ہونا مسلّمات میں سے ہے تو اس سرسری شبہے کی بھی جڑ کٹ گئی۔

كان الوليد لحّاناً، فقال: ادْعُ لي صالح الخ:۔ یعنی ولید دورانِ گفتگو بہت غلطی کرتا تھا۔ چناں چہ ولید نے کہا ''ادع لي صالح'' حالاں کہ ''صالحاً'' کہنا چاہئے تھا، کیوں کہ یہ ترکیب میں مفعول واقع ہے اور مفعول منصوب ہوتا

ہے، غلام نے کہا: ''یاصالحا'' ولید نے کہا: ''صالحا'' سے الف ساقط کردو (کیوں کہ یہ منادی مفرد معرفہ ہے جو علامتِ رفع پر مبنی ہوتا ہے) تو عمر بن عبدالعزیز نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ اپنے جملے میں الف کا اضافہ کیجیے یعنی ''ادع لي صالحا'' کہیے۔

من ختنك؟ قال له: فلان اليهودي الخ :۔ ختن کے چوں کہ دو معنی آتے ہیں (۱) ختنٌ، بمعنی داماد (۲) خَتَنَ خَتْناً (ن) ختنہ کرنا۔ ولید کے سوال کا منشا یہ تھا کہ تمہارا داماد کون ہے، مگر اُس شخص نے یہ سمجھا کہ شاید یہ معلوم کررہے ہیں کہ تمہارا ختنہ کس نے کیا، اِس لیے اُس نے جواباً کہا: فلاں یہودی نے۔ ولید نے یہ سن کر کہا: تیرا ناس ہوتو کیا کہہ رہا ہے، تب وہ متنبہ ہوا اور کہنے لگا کہ شاید آپ میرے داماد کے متعلق دریافت فرمارہے ہیں وہ فلاں بن فلاں ہے۔

مسئلة

تَقُوْلُ: أَكَلْتُ السَّمَكَةَ حَتّٰى رَأسُها (برفعِ السّينِ ونصبِها وجرِّها) أمَّا الرَّفْعُ فَبِأنْ تَكُوْنَ حَتّٰى لِلاِبْتِدَاءِ وَيَكُوْنُ الْخَبَرُ مَحْذُوْفاً بِقَرِيْنَةِ أَكَلْتُ وَهُوَ مَاكُوْلٌ، وَأَمَّا النَّصْبُ فَبِأنْ تَكُوْنَ حَتّٰى لِلْعَطْفِ، وَهُوَ ظَاهِرٌ، وَالثَّالِثُ أَظْهَرُ، وَكَانَ الْفَرَّاءُ يَقُوْلُ: أَمُوْتُ وَفِي قَلْبِي مِنْ حَتّٰى، لِأَنَّهَا تَرْفَعُ وَتَنْصِبُ وَتَجُرُّ.

مسئلہ

تم کہتے ہو: ''أکلت السمكة حتى رأسُها'' (سین کے رفع اُس کے نصب اور اس کے جر کے ساتھ) میں نے مچھلی کھائی تا آں کہ اُس کے سر کو بھی۔ بہر حال رفع تو اِس بنا پر کہ حتّی ابتدا کے لیے ہو اور خبر محذوف ہو ''أکلت'' کے قرینے سے، اور وہ ''ماکولٌ'' ہے، بہر حال نصب تو اِس بنیاد پر کہ حتّی عطف کے لیے ہو، اور یہ ظاہر ہے، اور تیسرا تو بالکل ظاہر ہے، اور فرّا کہا کرتے تھے: میں مرجاؤں گا اور میرے دل میں ''حتّی'' کے متعلق خلجان باقی رہے گا، اس لیے کہ یہ رفع بھی دیتا ہے، نصب بھی اور جر بھی۔

لغات وترکیب

مسئلةٌ، (ج) مسائل، ضرورت، مطلب۔ رأسٌ، (ج) رؤوس، سر۔ ظَهَرَ يَظْهَرُ ظُهُوراً (ف) ظاہر ہونا۔ مات يموتُ موْتاً (ن) موت آنا، مرنا۔

فبأن تكون حتى للابتداء:۔ فاأمّا کے جواب میں واقع ہے، ''حتی'' تکون کا اسم ہے، اور ''للابتداء''

محذوف سے متعلق ہوکر خبر ہے، پورا جملہ بتاویل مصدر ہوکر مجرور، پھر محذوف کے متعلق ہوکر ''الرفع'' مبتدا کی خبر ہے۔

وفي قلبي من حتى أي وفي قلبي يبقى التردّد من حتى۔

تشریح تقول: أكلت السمكة حتى رأسها:۔ مطلب یہ ہے کہ ''حتیٰ'' کے بعد تینوں اعراب ''رفع، نصب، جر'' پڑھ سکتے ہیں، وجہ اور علت یہ بیان کی گئی ہے کہ رفع کی صورت میں حتی ابتدائیہ ہوگا، یعنی حتی کے بعد والا جملہ مستانفہ ہوگا، اب اگر حتی کے بعد جملہ اسمیہ ہوتو جزو اول بر بنائے مبتدا مرفوع ہوگا، جیسے ''حتی رأسُها'' میں لفظ ''رأسُها'' مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے اور خبر محذوف ہے ''أي رأسُها ماكولٌ'' اور اگر جملہ فعلیہ واقع ہو اور اس کا فعل، فعلِ مضارع ہو تو وہ بھی مرفوع ہوگا۔ واضح رہے کہ حتی ابتدائیہ جملہ اسمیہ وفعلیہ (خواہ فعل ماضی ہو یا مضارع) ہر ایک پر داخل ہوتا ہے، جملہ اسمیہ کی امثلہ (۱) أكلت السمكة حتیٰ رأسُها'' (۲) قول جریر ۔

فَما زَالَتِ الْقَتْلىٰ تَمُجُّ دِمائَهَا بِدِجْلَةَ حَتّٰى مَاءُ دِجْلَةَ أشْكَلُ

اور جیسے فرزدق کا یہ شعر ۔

فَيَا عَجَباً حَتّٰى كُلَيْبٌ تَسُبُّنِيْ كأنَّ أبَاهَا نَهْشَلٌ أو مُجَاشِعٌ

جملہ فعلیہ بہ فعل مضارع کی مثال۔ جیسے اہلِ عرب کا قول: ''شَرِبَتْ أى الإبِل. حَتّٰى يَجِيءُ البَعِيْرُ يَجُرُّ بَطْنَه''

اور جیسے حضرت حسان کا یہ شعر ۔

يُغْشَوْنَ حَتّٰى ما تَهِرُّ كِلَابُهُم لا يَسْألُوْنَ عَنَ السَّوَادِ المُقْبِلِ

آیتِ قرآنی ''حتى يقولُ الرّسول'' نافع کی قرأت کے مطابق حتی ابتدائیہ ہی ہے۔ اور فعل ماضی کی مثال: جیسے ''حتى عفوا'' مثالِ مذکور ''أكلت السمكة حتى رأسَها'' میں نصب کی وجہ بیان کی گئی ہے کہ حتی عاطفہ ہے اور ''رأس'' کا عطف ''السمكة'' پر ہے جو بر بنائے مفعول منصوب ہے۔ واضح رہے کہ حتی عاطفہ کے لیے تین شرطیں ہیں۔

(۱) معطوف بہ حتی اسم ظاہر ہو ضمیر نہ ہو لہٰذا ''جاء القوم حتّاه'' نہیں کہیں گے۔

(۲) حتی کا معطوف علیہ جمع ہو اور حتی کا معطوف اُس کا بعض ہو، جیسے ''قدم الناس حتى أمراؤهم'' یا معطوف علیہ کل ہو اور معطوف جز ہو، جیسے ''أكلت السمكة حتّى رأسها'' یا جز کی طرح ہو، جیسے ''أعجبني الكتاب حتّى جلده''

(۳) حتی کا معطوف اپنے ماقبل کے لیے غایت ہو، یا تو زیادتی میں، جیسے ''مات الناس حتّى الانبياء'' یا کمی میں، جیسے ''زارك الناس حتى الحجّامون''۔

والثالث أظهر:۔ مثال مذکور ''أكلت السمكة حتى رأسِها'' میں تیسری شکل جر کی ہے، جسے سب سے زیادہ ظاہر کہا گیا ہے یعنی مجرور پڑھنے کی صورت میں حتی جارہ ہوگا، اور حتی جارہ ''إلىٰ'' کے درجے میں ہوتا ہے اور انتہائے غایت

کے لیے آتا ہے خواہ زمانی ہو یا مکانی۔

وکان الفرّاء یقول: مطلب یہ ہے کہ فرّا نحوی کہا کرتے تھے کہ میری عمر گذر گئی مگر میں حتّی کے بارے میں کوئی قطعی حکم نہیں پاسکا اور دنیا سے چلا بھی جاؤں گا مگر حتّی کے سلسلے میں شرح صدر نہیں ہو پائے گا کہ حتی کا مابعد مرفوع ہوگا یا منصوب یا مجرور۔ اور وجہ یہی تھی کہ حتّی کا مابعد کبھی مرفوع ہوتا ہے تو کبھی منصوب اور کبھی مجرور۔

أنفٌ فِي المَاءِ وإسْتٌ فِي السَّمَاءِ

سِمِعَ المَامُونُ يوماً بَعضَ الكَنَّافِيْنَ وَهُوَ يَقُولُ وَكَانَ مَارّاً في مَوْكبِهٖ: لَقَدْ سَقَطَ هٰذَا مِنْ عَيْنِي مِنْ حِيْنَ غَدَرَ بِأَخِيهِ، فَقَالَ المَامُونُ: هَلْ لِي مَن يَشْفَعُ لِي إلٰى هَذَا الرَّئِيسِ لِأُرْفَعَ إلٰى عَيْنِهٖ بَعْدَ سُقُوطِي؟

ناک پانی میں اور سرین آسمان میں

ایک روز مامون الرشید نے ایک بھنگی کو کہتے ہوئے سنا جب کہ وہ اپنے قافلے کے ساتھ گذر رہے تھے: یہ شخص (مامون) میری نظروں سے گر گیا ہے جب سے اس نے اپنے بھائی کے ساتھ غدّاری کی ہے، تو مامون نے کہا: کیا ہے کوئی جو میرے حق میں اس رئیس سے سفارش کردے تاکہ میں اس کی نظروں سے گرنے کے بعد اس کی نگاہ میں بلند ہوجاؤں۔

لغات وترکیب

أنفٌ، (ج) أنوفٌ، ناک۔ إستٌ، سرین۔ كَنَفَ الدّار يَكْنُفُ كَنْفاً (ن) گھر میں پاخانہ بنانا۔ الكنّاف، بھنگی۔ موكبٌ، (ج) مواكبُ، قافلہ، جلوس۔ غَدَرَ باحدٍ يَغْدِرُ غَدْراً (ض) کسی کے ساتھ غدّاری کرنا۔ شَفَعَ يَشْفَعُ شَفَاعةً (ف) سفارش کرنا۔

''وهو يقول'' یہ جملہ ''بعض الكنّافين'' سے حال واقع ہے، اور ''وكان مارّاً في موكبه'' المامون سے حال واقع ہے۔

تشریح **أنفٌ في الماء وإستٌ في السماء:۔** یہ ایک کہاوت ہے جو ایسے شخص کے لیے بولی جاتی ہے جو بے حیثیت ہو اور اپنے آپ کو باحیثیت تصور کرتا ہو۔

سمع المامون يوماً الخ:۔ واقعہ یہ ہے کہ مامون بادشاہ ایک دن اپنے قافلے کے ساتھ کہیں گذر رہا تھا، ایک بھنگی

انھیں دیکھ کر یہ کہنے لگا کہ جب سے انھوں نے اپنے بھائی کے ساتھ غداری کی ہے اسی وقت سے میری نگاہ میں ان کی کوئی وقعت نہیں رہی، مامون نے سن کر طنزیہ کہا کہ: ہے کوئی شخص جو اِن سردار صاحب سے میرے حق میں سفارش کردے تا میں ان کی نظروں میں معزز بن جاؤں۔ ھٰذا الرّئیس طنزاً کہا ہے، مطلب یہ ہے کہ کہنے والے کو خود سوچنا چاہیے کہ تو کتنا بڑا با حیثیت ہے کہ تیری نگاہ میں گرنے کی وجہ سے میری حیثیت پر کوئی فرق آجائے گا۔ ظاہر ہے کسی بھنگی کے نزدیک بے حیثیت ہونے سے کسی معزز شخص کی حیثیت پر کوئی اثر نہیں پڑسکتا۔

حین غدر باخیہ، غدر مختصر واقعہ یہ ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید نے ۱۷۵ھ میں اپنے بیٹے ''امین بن زبیدہ خاتون'' کو ولی عہد بنایا تھا، جب کہ امین کی عمر صرف پانچ سال تھی، اتنی چھوٹی عمر میں ہارون الرشید سے پہلے کسی مسلمان فرماں روا نے کسی کو ولی عہد نہیں بنایا تھا، پھر ۱۸۲ھ میں اپنے دوسرے بیٹے ''مامون بن مراجل'' کو جب کہ اس کی عمر بارہ سال کی تھی ولی عہد بنایا یعنی لوگوں سے اس بات کی بیعت لی کہ امین کے بعد مامون تختِ خلافت کا مالک ہوگا، اور ۱۸۶ھ میں اپنے تیسرے بیٹے قاسم کو بھی ولی عہد بنادیا اور لوگوں سے اِس بات پر بیعت لی کہ مامون کے بعد قاسم تختِ خلافت کا مالک ہوگا، لیکن قاسم موتمن کو ولی عہد سوم بناتے ہوئے بیعت میں یہ شرط رکھ دی کہ اگر موتمن لائق ہو تو مامون کا جانشین بنے گا ورنہ مامون کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ وہ اُس کو معزول کرکے کسی دوسرے کو اپنا ولی عہد بنائے۔

ولی عہد اول یعنی امین کو عراق، شام اور عرب کے ملکوں کی حکومت سپرد کی۔ مامون کو ممالکِ مشرقیہ دیئے تھے اور موتمن کو جزیرۂ ثغور اور عواصم کے صوبوں کی حکومت عطا کی تھی۔ پھر امین سے ایک عہد نامہ لکھوایا جس کا مضمون یہ تھا کہ: میں مامون کے ساتھ ایفائے عہد کروں گا۔ اسی طرح مامون سے ایک عہد نامہ لکھوایا جس کا مضمون یہ تھا کہ میں امین کے ساتھ ایفائے عہد کروں گا، ان عہد ناموں پر اکابر علماء، مشاہیر، مشائخ، سردارانِ لشکر، اراکین سلطنت، بزرگانِ مدینہ اور بزرگانِ مکہ کے دستخط کرا کر خانۂ کعبہ میں آویزاں کرادیا۔ جو ملک جس بیٹے کو دیا تھا اسی پر اُس کو قناعت کرنے اور کسی دوسرے بھائی کا ملک نہ لینے کا بھی اقرار لیا گیا تھا، صرف خلافت میں ترتیب رکھی تھی کہ اوّل ''امین'' خلیفۃ المسلمین ہوگا، امین کے بعد ''مامون'' اور پھر ''قاسم'' خلیفہ ہوگا۔ اُس عہد نامے پر امین و مامون وغیرہ کے بھی دستخط تھے۔

ہارون رشید کے انتقال کے بعد امین و مامون میں اتفاق قائم نہ رہ سکا، مخفی اور علانیہ مخالفت کا سلسلہ جاری رہا، آخر ۱۹۴ھ کے آخر میں امین نے مامون کو ولی عہدی سے معزول کردیا، اور مامون کی جگہ اپنے بیٹے موسیٰ کو ولی عہد بنادیا، بل کہ اپنے بھائی موتمن کو بھی معزول کرکے اس کی جگہ اپنے دوسرے بیٹے عبد اللہ کو ولی عہد بنادیا، اور خطبوں میں موسیٰ و عبد اللہ کا نام لیا جانے لگا، یہیں سے امین و مامون کے درمیان لڑائی اور زور آزمائی شدت اختیار کرگئی، انہیں ایام میں امین نے خانۂ کعبہ سے اُس دستاویز کو جو ہارون نے لٹکائی تھی اتروا کر چاک کردیا، امین کی طرف سے حجاز کا عامل داؤد بن عیسیٰ تھا۔ امین نے

جب خانۂ کعبہ سے دستاویز (عہد نامہ) کو اتار کر چاک کرادیا تو داؤد بن عیسیٰ نے امین کے حکم کی تعمیل کرنے سے انکار کر دیا، اور مکہ و مدینہ اور حجاز کے باشندوں کو سمجھایا کہ امین نے مامون پر ظلم کیا ہے، ہم نے خلیفہ ہارون الرشید کے سامنے جو عہد کیا تھا اُس پر قائم رہنا چاہئے۔ اور موسیٰ جو ایک شیر خوار بچہ ہے ہرگز اس کے ہاتھ پر بیعت نہیں کرنی چاہئے، داؤد بن عیسیٰ کی کوشش کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام اہلِ حجاز نے مامون کی خلافت کو تسلیم کر کے امین کا نام خطبے سے نکال دیا اور مامون ہی کو خلیفہ تسلیم کرلیا۔ یہ واقعہ ۱۹۶ھ کا ہے۔ غرض بغاتوں اور سرکشیوں نے امین کو زیادہ نقصان پہنچایا۔ پھر جانبین میں محاذ آرائی جاری رہی۔ امین کے ہر ایک لشکر کو مامون کے سپہ سالاروں کے مقابلے میں شکست پر شکست ہوتی رہی، اور مامون کے دو زبردست سپہ سالار طاہر بن حسین اور ہرثمہ بن اعین، بغداد کی طرف دو سمتوں سے بڑھتے چلے آرہے تھے، امین کی خلافت وحکومت صرف بغداد اور نواحِ بغداد تک محدود رہ گئی تھی، مسلسل ناکامیوں کے بعد رمضان ۱۹۶ھ سے امین کے لیے نہایت نازک اور خطرناک زمانہ شروع ہوگیا، مامون کے سردارانِ فوج نے بغداد کا محاصرہ کر کے اہل بغداد پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا، تقریباً سوا برس یہ محاصرہ جاری رہا، بالآخر تنگ آکر امین نے ہرثمہ سے امان طلب کی اُس نے بخوشی منظور کرلیا، مگر طاہر کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو اس کو بے حد ناگوار گذرا کہ آخری فتح یابی کا سہرا ہرثمہ کے سر بندھے گا، اُس نے پہرہ نہایت سخت کر دیا کہ ''امین'' محل سرائے سے نہ نکل سکے، ہرثمہ نے یہ تجویز رکھی کہ رات کے وقت امین نکل کر اُس کشتی میں جو اس کے محل سرائے کے نیچے ہرثمہ کے لیے موجود ہوگی سوار ہو جائے اور ہرثمہ کی پناہ میں آجائے، آخر ۲۵/ محرم الحرام کو رات کے وقت دریا کے کنارے آیا، اور ہرثمہ کی جنگی کشتی پر سوار ہوگیا، ہرثمہ نے نہایت عزت واحترام سے کشتی میں سوار کرایا، اور امین کے ہاتھ پر بوسہ دیا اور کشتی چلانے والوں کو روانگی کا حکم دیا، جوں ہی کشتی روانہ ہوئی سامنے سے طاہر کی کشتیوں کا بیڑا آگیا، اور ہرثمہ کی کشتی کا محاصرہ کر کے لڑائی شروع کر دی، غوطہ زنوں نے کشتی میں سوراخ کر دیا، اور حملہ آوروں نے ہر طرف سے تیر کی بارش کی، آخر کشتی میں پانی بھر آیا اور وہ ڈوب گئی، ہرثمہ کے بال پکڑ کر ملاح نے نکالا اور ڈوبنے سے بچالیا: امین پانی میں تیرنے لگا اس کو طاہر کے آدمیوں نے پکڑ کر قید خانے میں ڈال دیا، آدھی رات کے وقت چند عجمی قید خانے میں ننگی تلواریں لیے ہوئے داخل ہوئے اور امین کو قتل کر دیا۔ ''غدر بأخيه'' سے یہی واقعہ مراد ہے۔

الحلم

شَتَمَ رَجُلٌ أَبَا ذَرٍّ الغِفَارِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَقَالَ لَهُ أَبُوذَرٍّ: يَا هٰذَا! إِنَّ بَيْنِي وَبَيْنَ الجَنَّةِ عَقَبَةً، فَإِنْ أَنَا جُزْتُهَا فَوَ اللّٰهِ مَا أَبَالِي بِقَوْلِكَ، وَإِنْ هُوَ صَدَّنِي دُونَهَا، فَإِنِّي أَهْلٌ لِأَشَدَّ مِمَّا قُلْتَ لِي.

بردباری

ایک شخص نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا، تو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے اُس سے فرمایا: اے شخص! میرے اور جنت کے مابین ایک گھاٹی ہے، پس اگر میں اُس سے آگے بڑھ جاؤں گا تو بخدا مجھے تمہاری بات کی کوئی پرواہ نہیں اور اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اُس سے ادھر ہی روک دیا تو میں اُس سے زیادہ سخت بات کا اہل ہوں جو تو نے میرے متعلق کہا ہے۔

لغات وترکیب

حَلُمَ يَحْلُمُ حِلْماً (ک) بردبار ہونا۔ شَتَمَ يَشْتِمُ شَتْماً (ض) برا بھلا کہنا، گالی دینا۔ عَقَبَةٌ، (ج) عَقَبَاتٌ، گھاٹی، پہاڑی راستہ، رکاوٹ۔ جَازَ المكانَ يَجُوزُ جوزاً (ن) گذرنا، پار کرنا، عبور کرنا۔ بَالَى بأمر يُبالي مبالاةً (مفاعلة) کسی چیز کی پرواہ کرنا۔ صَدَّ يَصُدُّ صداً (ن) روکنا۔

''عقبة'' إنّ کا اسم ہے، ''فإن أنا جزتُها'' ترکیب میں شرط واقع ہے اور ''إنّ'' کے بعد ''جُزتُ'' فعل محذوف ہے۔ فَوَ اللهِ ما أبالي بقولك پورا جملہ قسمیہ ہوکر جزا واقع ہے۔ وإن هو صدّني دونها، شرط ہے اور فإني أهلٌ لأشدّ مما قلت لي، پورا جملہ جزا واقع ہے۔

تشریح شتم رجلٌ أبا ذر الغفاري الخ:۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی سنجیدگی وبردباری کا حال یہ تھا کہ برا بھلا کہنے والے کو سن کر بھی کوئی جواب نہیں دیا، بل کہ یہ کہہ کر بات ختم کردی کہ اگر میں قبر وحشر کی منزل کو پار کر کے جنت میں پہنچ گیا تو مجھے کسی کے کہے کی کوئی پرواہ نہیں، اور اگر پہلے ہی روک لیا گیا تو میں اس سے زیادہ سخت بات کا اہل ہوں جو اُس نے میرے متعلق کہا ہے۔

رَوَى الطَّبْرَانِيُّ وَابْنُ حِبَّان وَالْبَيْهَقِيّ عَنْ أَجَلِّ أَحْبَارِ الْيَهُوْدِ الَّذِيْنَ أَسْلَمُوا أَنَّهُ قَالَ: لَمْ يَبْقَ مِنْ عَلَامَاتِ النُّبُوَّةِ شَيْءٌ إِلَّا وَقَدْ عَرَفْتُهُ فِي وَجْهِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ نَظَرْتُ إِلَيْهِ إِلَّا اثْنَتَيْنِ لَمْ أُخْبَرْهُمَا مِنْهُ، يَسْبِقُ حِلْمُهُ جَهْلَهُ، وَلَا يَزِيْدُ شِدَّةُ الْجَهْلِ عَلَيْهِ إِلَّا حِلْماً، فَكُنْتُ أَتَلَطَّفُ لَهُ لِأَنْ أُخَالِطَهُ فَأَعْرِفَ حِلْمَهُ وَجَهْلَهُ، فَابْتَعْتُ مِنْهُ تَمراً إِلَى أَجَلٍ فَأَعْطَيْتُهُ الثَّمَنَ، فَلَمَّا كَانَ قُبَيْلَ مَحَلِّ الْأَجَلِ بِيَوْمَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةٍ أَتَيْتُهُ فَأَخَذْتُ بِمَجَامِعِ قَمِيْصِهِ وَرِدَائِهِ، وَنَظَرْتُ إِلَيْهِ بِوَجْهٍ غَلِيْظٍ، ثُمَّ قُلْتُ: أَلَا تَقْضِيْنِي يَا مُحَمَّدُ! حَقِّي؟ فَوَ اللّٰهِ إِنَّكُمْ يَابَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ذُوْ مَطْلٍ، فَقَالَ عُمَرُ: أَيْ عَدُوَّ اللّٰهِ! أَتَقُوْلُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَسْمَعُ، فَوَ اللّٰهِ لَوْلَا مَا أُحَاذِرُ قُرْبَهُ لَضَرَبْتُ بِسَيْفِي رَأْسَكَ، وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ إِلَى عُمَرَ فِي

سُكُوْن وَتُؤْدَةٍ وَتَبَسُّمٍ، ثُمَّ قَالَ: أَنَا وَهُوَ كُنَّا أَحْوَجَ إِلَى غَيْرِ هٰذَا مِنْكَ يَا عُمَرُ! أَنْ تَأْمُرَنِي بِحُسْنِ الْأَدَاءِ وَتَأْمُرَهُ بِحُسْنِ التَّقَاضِي، إِذْهَبْ بِهِ، فَاقْضِهِ وَزِدْهُ عِشْرِيْنَ صَاعاً مَكَانَ مُنَازَعَتِهِ، فَقُلْتُ: يَا عُمَرُ! كُلُّ عَلَامَاتٍ قَدْ عَرَفْتُهَا فِي وَجْهِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ نَظَرْتُ إِلَيْهِ إِلَّا اثْنَتَيْنِ، لَمْ أُخْبَرْهُمَا: يَسْبِقُ حِلْمُه جهلَهُ، وَلَا يَزِيْدُهُ شِدَّةُ الْجَهْلِ عَلَيْهِ إِلَّا حِلْمَهُ، فَقَدْ أُخْبِرْتُهُمَا، أُشْهِدُكَ أَنِّي رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبّاً وَبِالْإِسْلَامِ دِيْناً وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيّاً.

طبرانی، ابن حبان اور بیہقی نے یہود کے اُن علماء میں سے جنھوں نے اسلام قبول کیا ایک بڑے عالم سے یہ نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: علاماتِ نبوت میں سے کوئی علامت باقی نہیں رہی جسے میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے انور میں نہ پہچان لیا ہو جس وقت کہ آپؐ پر نظر پڑی، بجز دو علامتوں کے کہ میں آپ کی ان دونوں علامتوں پر باخبر نہ ہو سکا۔ (۱) آپ کی سنجیدگی آپؐ کے ساتھ نادانی پر فائق ہے۔ (۲) آپؐ کے ساتھ نادانی کی شدت آپ کی بردباری میں اضافہ ہی کرتی ہے، چناں چہ میں آپ کے تئیں نرم رویہ رکھتا تھا تا کہ آپؐ کی ہم نشینی حاصل ہو سکے، اور آپ کے حلم وجہل کی مجھے معرفت حاصل ہو جائے۔ چناں چہ میں نے آپ سے ایک مدت متعین کر کے کچھ کھجوریں خریدی، پھر میں نے آپ کو قیمت ادا کر دی، تو جب مدت مقررہ کے آنے میں دو یا تین دن تھے میں آپ کے پاس آیا اور آپؐ کے کرتے اور چادر کے پلّو کو پکڑ لیا، اور ترش روئی سے میں نے آپ کی طرف دیکھا، پھر میں نے کہا: اے محمد! کیا تم میرا حق پورا نہیں کرو گے؟ بخدا اے اولادِ عبدالمطلب تم ٹال مٹول والے ہو، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے دشمنِ خدا! کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ بات کہہ رہا ہے جو میں سن رہا ہوں، بخدا اگر وہ چیز نہ ہوتی جس کے قرب کا اندیشہ کر رہا ہوں تو میں اپنی تلوار سے تیرا سرتن سے جدا کر دیتا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی سکون، سنجیدگی اور تبسم کے ساتھ حضرت عمرؓ کو دیکھ رہے تھے، پھر فرمایا: اے عمر! میں اور یہ تمہاری جانب سے اِس کے علاوہ کے زیادہ محتاج تھے: یہ کہ تم مجھے حسنِ ادا کا حکم دیتے اور انھیں حسن تقاضا کا۔ اِنھیں لے جاؤ اور ان کا حق ادا کر دو، اور انھیں ان کے جھگڑے کے بدلے مزید بیس صاع دو، تو میں نے کہا اے عمر! (نبوت کی) تمام تر علامتیں میں نے آپؐ کے روئے انور میں پہچان لی جس وقت آپ پر نظر پڑی بجز دو علامتوں کے جن پر مطلع نہ ہو سکا، آپ کی سنجیدگی آپ کے ساتھ نادانی پر فائق ہے، اور آپ کے ساتھ نادانی کی شدت آپ کی بردباری میں اضافہ ہی کرتی ہے، تو (اب) میں ان دونوں سے بھی باخبر ہو گیا، میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کے اعتبار سے راضی ہو گیا۔

لغات وترکیب

رَوَی یَرْوِي رِوَایَةً (ض) نقل کرنا، روایت کرنا۔ أحبارٌ، واحد، حَبْرٌ، وحِبْرٌ، نیک عالم، یہود کے نزدیک کاہنوں کا

سردار۔ سَبَقَ يَسْبِقُ سَبْقاً (ض) آگے بڑھ جانا۔ جَهِلَ على أحدٍ يَجْهَلُ جَهَالَةً (س) اجڈ پن کرنا، نادانی کرنا۔ تلطّف لأحدٍ يتلطّف تلطّفاً، کسی کے ساتھ نرم رویہ اختیار کرنا۔ ابْتَاعَ يَبْتَاعُ ابتياعاً (افتعال) خریدنا۔ تَمرٌ، واحد، تَمْرَةٌ، کھجور۔ أجلٌ، (ج) آجالٌ، مدت مقررہ۔ حلَّ يَحِلُّ حُلُولاً (ض) آنا۔ (مَحِلٌّ) فعل مذکور سے مصدر میمی ہے۔ مَجْمَعُ القَمِيص، کپڑے کا کنارہ۔ قضیٰ يَقْضِي قَضَاءً (ض) پورا کرنا۔ مَطَلَ يَمْطُلُ مَطْلاً (ن) ٹال مٹول کرنا۔ حاج إلى أمر يحوج حوجاً (ن) ضرورت مند ہونا۔ رضي بشيء يَرْضى رِضىً (س) خوش ہونا۔

إلا اثنتين لم أخبرهما "اثنتين" موصوف ہے اور "لم أخبرهما" صفت واقع ہے، "ذو مطل" ترکیب میں "إنّ" کی خبر واقع ہے، "ما أسمع" أي أسمعه صلہ کی ضمیر محذوف ہے۔ "لضربت بسيفي رأسك" یہ جملہ "لولا" کا جواب واقع ہے۔

تشریح روى الطبراني وابن حبان الخ:۔ واقعے کا حاصل یہ ہے کہ یہود کے ایک بڑے عالم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلم وسنجیدگی کی نہ صرف گواہی دی ہے بل کہ آپؐ کے اخلاق کریمانہ سے متاثر ہوکر حلقہ بگوشِ اسلام بھی ہوئے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ آپ کو دیکھتے ہی نبوت کی ساری علامتیں میں نے آپؐ کے روئے انور میں پہچان لیا تھا، سوائے دو علامتوں کے، ایک یہ کہ آپ کے ساتھ اگر کوئی نادانی کرتا ہے تو آپ کی بردباری اس کی نادانی پر فائق رہتی ہے۔ دوسرے یہ کہ آپ کے ساتھ نادانی کرنے ولا اگر شدت اختیار کرتا ہے تو غصہ آنے کے بجائے حلم میں اور اضافہ ہی ہوتا ہے، میں نے اسی کو پرکھنے کے لیے آپؐ سے کھجورں کے سلسلے میں بیع سلم کیا، چناں چہ قیمت ادا کردی اور کھجور لینے کی ایک مدت متعین کردی کہ فلاں دن میں کھجور لوں گا، ابھی مدت کی تکمیل میں دو یا تین دن باقی ہی تھے کہ میں آپ کے پاس پہنچ گیا، اور آپؐ کے کرتے کے کنارے کو پکڑ لیا اور ترش روئی کے ساتھ آپ کو دیکھ کر کہا: اے محمد! کیا میرا حق نہیں پورا کروگے۔ میرے اس رویّے کو دیکھ کر حضرت فاروق اعظمؓ آگ بگولہ ہو گئے، اور میرا سر تن سے جدا کرنے کی بات کرنے لگے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کو غصہ آنا ہی چاہیے اس لیے کہ میں نے شانِ اقدس میں گستاخی کی تھی مگر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بردباری کا اُس وقت اندازہ ہوا جب آپ سارے منظر کو دیکھ کر یوں گویا ہوئے: "اے عمر! ہم تمہاری جانب سے دوسری چیز کے منتظر تھے کہ تم ہمیں حسنِ ادا کا حکم دیتے اور انھیں حسنِ تقاضہ کا، اور پھر آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی سے فرمایا: انھیں لے جاؤ اور ان کا حق ادا کرو اور حق کے علاوہ بیس صاع مزید دو۔ آپؐ کے اس حسنِ عمل کو دیکھ کر میں نے کھلی آنکھوں اُن دونوں علامتوں کا بھی مشاہدہ کرلیا اور اسی وقت دامنِ اسلام سے وابستہ ہوگیا۔

الطمع

يُقَالُ: إنَّ أشْعَبَ مَرَّ يَوْماً فَجَعَلَ الصِّبْيَانُ يَعْبَثُونَ بِهِ، فَقَالَ لَهُم: وَيْلَكُم، سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ

يُفرِّقُ تَمراً مِنْ صَدَقَةِ عُمَرَ، فَمَرَّ الصِّبْيَانُ يَعْدُونَ إلى دَارِ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، وَعَدَا أَشْعَبُ مَعَهُمْ، وَقَالَ: ما يُدْرِيْنِي؟ لَعَلَّهُ يَكُونُ حَقّاً.

حرص

واقعہ منقول ہے کہ: اشعب ایک دن گذرے، تو بچے اس سے کھلواڑ کرنے لگے، تو اشعب نے ان سے کہا: تمہارا ناس ہو، سالم بن عبداللہ حضرت عمر کے صدقے کی کھجوریں تقسیم کر رہے ہیں، تو بچے سالم بن عبداللہ کے گھر کی جانب دوڑنے لگے، اشعب بھی ان کے ساتھ دوڑنے لگے اور کہنے لگے: ہوسکتا ہے سچ ہی ہو جائے۔

لغات وترکیب

طَمِعَ فِي شيءٍ يَطْمَعُ طَمْعاً (س) لالچ کرنا۔ صِبْيَانٌ، واحد، صَبِيٌّ، بچہ۔ عَبِثَ يَعْبَثُ عَبَثاً (س) کھیل کود کرنا، مذاق کرنا۔ ویلکم، لفظ ''ویل'' دراصل کلمۂ تحسر ہے جو بوقتِ مصیبت بولا جاتا ہے، لیکن جب متکلم دوسرے کے لیے استعمال کرے تو بددعا کے لیے ہوتا ہے۔ عدمِ اضافت کی صورت میں اضمار فعل کی بنا پر منصوب اور ابتدا کی وجہ سے مرفوع ہوتا ہے، مثلاً ''ویلاً له، ویلٌ له'' اور اضافت کی صورت میں صرف منصوب ہوتا ہے، اس لیے کہ اگر رفع دیں تو بلا خبر کے رہ جائے گا۔ فَرَّقَ يُفَرِّقُ تَفْرِيقاً (تفعیل) تقسیم کرنا۔ تَمْرٌ، واحد، تَمْرَةٌ، کھجور۔ عَدَا يَعْدُو عَدْواً (ن) دوڑنا۔ أدرىٰ يُدْرِي إدراءً (افعال) بتلانا، خبردار کرنا۔

جَعَلَ الصِّبْيَانُ يَعْبَثُونَ: جَعَلَ فعل مقارب ہے، ''الصبیان'' اسم ہے اور ''يَعْبَثُونَ'' خبر ہے۔ يعدون إلى دار سالم۔ جملہ ''الصبیان'' سے حال واقع ہے۔ ''مَا يُدْرِيْنِي'' ''ما'' استفہامیہ مبتدا ہے اور ''یدرینی'' خبر ہے أي أيُّ شيءٍ يُدْرِيْنِي۔

تشریح أنّ أشعب مرّ يوماً: خلاصہ یہ ہے کہ اشعب اس قدر حریص تھے کہ انھوں نے ازراہ مذاق بچوں سے اپنا پیچھا چھڑانے کے لیے کہا کہ: تم یہاں کھیل رہے ہو اور سالم بن عبداللہ کے گھر کھجوریں تقسیم ہو رہی ہیں، اور جب یہ سن کر بچے اُن کے گھر کی طرف دوڑے تو خود بھی اُن کے ساتھ دوڑنے لگے کہ کیا معلوم؟ بات صحیح ہی ہو جائے اور میں محروم رہ جاؤں۔

كَفُّ اللِّسَانِ عَنِ الْوُقُوعِ فِي عِرْضِ الإِنْسَانِ

لَمَّا دَخَلَ الحَسَنُ الْبَصرِيُّ عَلَى الْحَجَّاجِ، فَقَالَ لَهُ: مَا تَقُولُ فِي عَلِيٍّ وَعُثْمَانَ؟ قَالَ: أَقُولُ فِيهِمَا كَمَا قَالَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي بَيْنَ يَدَي مَنْ هُوَ شَرٌّ مِنْكَ، قَالَ: وَمَنْ ذٰلِكَ؟ قَالَ مُوسٰى وَفِرْعَوْنُ

حَيْثُ قَالَ لَهُ فِرْعَوْنُ: فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْأُوْلٰى. قَالَ: عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتَابٍ.

انسان کی آبروریزی سے زبان کو روکنا

جب حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ حجاج کے پاس گئے تو حجاج نے آپ سے کہا: آپ کا حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کے بارے میں کیا خیال ہے؟ فرمایا: میں ان دونوں کے بارے میں وہی کہتا ہوں جو مجھ سے زیادہ بہتر شخص نے تم سے زیادہ شریر شخص کے سامنے کہا تھا، حجاج نے کہا: وہ کون ہے؟ فرمایا: حضرت موسیٰ اور فرعون، جس وقت فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: پہلے لوگوں کا کیا حال ہوا؟ فرمایا: ان لوگوں کا علم میرے پروردگار کے پاس (دفتر) میں ہے۔

لغات وترکیب

كَفَّ يَكُفُّ كَفًّا (ن) روکنا، باز رکھنا۔ وَقَعَ فِي عِرْضِ احدٍ يَقَعُ وُقُوعاً (ف) کسی کی آبروریزی کرنا۔ عِرْضٌ، (ج) أعْرَاضٌ، عزت وآبرو۔ دَخَلَ علٰى احدٍ يَدْخُلُ دُخُولاً (ن) کسی کے پاس جانا، زیارت کرنا۔ بَالٌ، حال۔ قُرُونٌ، واحد، قَرْنٌ، سو سال، ایک زمانے کے لوگ، ایک گروہ کے بعد ایک گروہ۔

كما قال من هو خير مني، مثلَ ما قال الخ: کے معنی میں ہو کر "أقول" کا مفعول ہے۔ ما بال میں "ما" استفہامیہ ہے۔

تشریح **أقول فيهما كما قال الخ:** حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے بڑی خوش اسلوبی سے اپنی زبان کو محفوظ رکھا کہ میں ان دونوں **صحابۂ کرام** رضی اللہ عنہما کے متعلق کچھ بھی لب کشائی نہیں کر سکتا، تمہارے سوال کا میرے پاس وہی جواب ہے جو حضرت **موسیٰ علیہ السلام** نے فرعون کو دیا تھا جب فرعون نے آپ سے معلوم کیا کہ پہلے لوگوں کا حال کیا ہوا جو انبیاء کی تکذیب کرتے تھے؟ فرمایا: ان لوگوں کے بداعمالیوں کا علم میرے پروردگار کے پاس اعمال کے دفتر میں محفوظ ہے، وقتِ مقررہ پر اُن کو اُن کے کیے کی سزا مل کر رہے گی۔ اس طریقے سے حضرت حسن بصریؒ صحابۂ کرامؓ میں سے کسی کی تعریف وتنقیص سے بچ گئے اور اپنی زبان کو آبروریزی کرنے سے بچالیا۔

نَوْعٌ غَرِيْبٌ مِنَ الْمُسَابَّةِ

قَالَ بَعْضُهُم: . وَجَدتُ عَلٰى قَبْرٍ مَكْتُوباً "أنا ابْنُ مَنْ كَانَتِ الرِّيحُ طَوْعَ أمْرِهِ، يَحْبِسُهَا إذَا شَاءَ وَيُطْلِقُهَا إذَا شَاءَ" قَالَ: فَعظُمَ فِي عَيْنِي مَصْرَعُهُ، ثُمَّ الْتَفَتُّ إلٰى قَبْرٍ اٰخَرَ قُبالَتَهُ، فَإذَا عَلَيْهِ مَكْتُوبٌ "لَا يَغْتَرُّ أحَدٌ بِقَوْلِهِ فَمَا كَانَ أبُوهُ إلَّا بَعْضَ الحَدَّادِيْنَ" يَحْبِسُ الرِّيحَ فِي كِيرِهِ، وَيَتَصَرَّفُ فِيهَا، قَالَ: فَعَجِبْتُ مِنْهُمَا يَتَسَابَّانِ مَيِّتَيْنِ.

باہمی بدکلامی کا ایک انوکھا انداز

ایک شخص نے بیان کیا کہ میں نے ایک قبر پر عبارت لکھی ہوئی دیکھی ''أنا ابن من الخ'' میں اس شخص کا بیٹا ہوں ہوا جس کے حکم کے تابع تھی، جب چاہتا اسے روک لیتا اور جب چاہتا چھوڑ دیتا، راوی کا بیان ہے کہ میری نگاہ میں اس کا پچھاڑنا بڑا معلوم ہوا، پھر میں ایک دوسری قبر کی جانب متوجہ ہوا جو اس کے سامنے تھی تو اس پر لکھا ہوا تھا کہ کوئی شخص اس کی بات سے دھوکا نہ کھائے، اس لیے کہ اس کا باپ ایک لوہار تھا جو ہوا کو اپنی دھونکنی میں روک لیتا تھا اور اس میں تصرف کرتا رہتا تھا، راوی کا بیان ہے: مجھے ان دونوں پر بڑا تعجب ہوا کہ یہ دونوں مرنے کے بعد بھی باہم گالی گلوج کرر ہے ہیں۔

لغات وترکیب

سَابَّ يُسَابُّ مُسَابَّةً (مفاعلة) باہم گالی گلوج کرنا، بدکلامی کرنا۔ قَبْرٌ، (ج) قُبُورٌ، قبر۔ طَاعَ يَطُوعُ طَوْعاً (ن) فرماں بردار ہونا۔ حَبَسَ يَحْبِسُ حَبْساً (ض) قید کرنا، روکنا۔ أَطْلَقَ إِطْلَاقاً (افعال) چھوڑنا، رہا کرنا۔ صَرَعَ يَصْرَعُ صَرْعاً (ف) پچھاڑنا، زمین پر گرادینا۔ اغترّ بشيء يَغْتَرُّ اغتراراً (افتعال) کسی چیز سے دھوکا کھانا۔ حدّادٌ، (ج) حدّادون، لوہار۔ كِيْرٌ، (ج) أكْيَارٌ، لوہار کی بھٹی، دھونکنی۔

أنا ابن من كانت الريح طوع أمره: ''أنا'' مبتدا ہے ''ابن'' مضاف ہے اور مابعد جملہ مضاف الیہ ہوکر خبر ہے، ''من'' موصولہ ہے اور ''كانت الريح طوع أمره'' صلہ واقع ہے۔ ''إذا شاء'' میں ''إذا'' ظرفیہ ہے۔ ''قُبالته'' ترکیب میں محذوف کا ظرف واقع ہوکر ''قبر'' کی صفت ثانی ہے۔

تشریح

قال بعضهم الخ:- بدکلامی میں انوکھاپن اِس واقعے میں اِس طریقے سے ہے کہ زندگی میں اگر ایک دوسرے پر فخر کرے، کوئی کسی کو نیچا دکھائے تو کوئی تعجب کی بات نہیں، لیکن مرنے کے بعد قبر پر فخر یہ کلمات لکھا کر اظہار فخر کرے اور دوسرا اسے نیچا دکھائے اور اس کا پردہ فاش کرے، یہ یقیناً انوکھی اور قابلِ تعجب بات ہے۔

مَعنى قَولِهِم ''فُلانٌ أَشأَمُ مِنْ طُوَيسٍ''

هُوَ طُوَيْسُ نِ الْمُغَنِّي لِأَنَّهُ قَالَ: وُلِدتُّ يَومَ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللّهِ صَلَّى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وفُطِمْتُ يَومَ تُوُفِّيَ أَبُوبَكْرٍ رَضِيَ اللّهُ عَنْهُ، وَبَلَغْتُ الْحُلُمَ يَومَ قُتِلَ عُمَرُ رَضِيَ اللّهُ عَنْهُ، وَتَزَوَّجْتُ يَومَ قُتِلَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّهُ عَنْهُ، وَجَاءَنِي وَلَدٌ يَومَ قُتِلَ عَلِيٌّ، وآخِرُ يَومَ مَاتَ الْحَسَنُ مَسْمُوماً، قَالَ: وَمَا دُمْتُ بَيْنَ أَظْهُرِكُم لَا تَامَنُوا مِنْ ظُهُورِ الدَّجَّالِ.

اہلِ عرب کے قول ''فلانٌ أشأم من طویس''

(فلاں شخص طویس سے بھی زیادہ منحوس ہے)

وہ طویس مغنّی ہے (اس نے اپنی بدبختی کی وجہ یوں بیان کی) اس لیے کہ اس نے کہا: میں اُس دن پیدا ہوا جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا، میرا دودھ چھڑایا گیا جس دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی، میں بالغ ہوا جس دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید کیے گئے، میری شادی ہوئی جس دن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی، میرے یہاں لڑکے کی ولادت ہوئی جس دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا، اور دوسرے بچے کی ولادت ہوئی جس دن زہر کی حالت میں حسن رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔ اس نے (یہ بھی) کہا کہ: جب تک میں تمہارے درمیان ہوں تم دجّال کے ظہور سے مامون مت رہو۔

لغات وترکیب

شؤم یَشْؤم شَآمة (ک) منحوس ونامبارک ہونا۔ غَنّی یُغَنّي تَغْنِیَةً (تفعیل) آواز کرنا، گانا۔ تُوُفِّيَ یُتوفّی تَوَفِّیاً (تفعل) مرنا، وفات پانا۔ مجہول مستعمل ہے، معروف کی صورت میں فاعل ذکر کرتے ہیں مثلاً ''توفّاہ اللہ'' اللہ نے اسے موت دے دی۔ فَطَمَ یَفْطِمُ فطماً الولَدَ (ض) بچے سے دودھ چھڑانا۔ حُلْمٌ، (ج) أحْلامٌ، خواب۔ بلغ الْحُلُمَ یبْلُغ بُلوغاً (ن) بالغ ہونا۔ سَمَّ یَسُمُّ سَمّاً (ن) زہر دینا۔ أظْهُرٌ، واحد، ظَهْرٌ، پشت۔ أمِنَ مِن شئ یَأمَنُ أمْناً (س) کسی چیز سے مامون رہنا۔

یوم تُوُفِّي رسول اللّٰه صلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: یوم مضاف ہے اور مابعد والا جملہ مضاف الیہ ہے، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر ''ولدتُ'' کا ظرف ہے، یہی ترکیب مابعد والے جملوں کی بھی ہے ''مسموماً'' الحسنُ سے حال واقع ہے۔

تشریح ''فلانٌ أشأم من طویس'' چوں کہ طویس مغنّی نے اپنی بدبختی کی وجہ مذکورہ چیزیں بیان کیں اس لیے وہ اپنی نحوست میں ضرب المثل بن گیا، یہاں تک کہ اہل عرب ایسے شخص کو جو منحوس ہو طویس سے تشبیہ دینے لگے اور یہ جملہ بولنے لگے ''فلانٌ أشأم من طویس''

مَنْ قَالَ مَا لَا یَنبَغِي سَمِعَ مَا لَا یَشْتَهِي

یُرْوَی أنّ أبَا دُلَفٍ قَصَدَهُ شَاعِرٌ تمیميٌّ، وَقَالَ لَهُ: مَنْ أنتَ؟ فَقَالَ: مِنْ تَمِیمٍ، فقَا[لَ] أبُو دُلَفٍ: ؎

تَمِيمٌ بِطُرُقِ اللُّؤْمِ أَهْدىٰ مِنَ الْقَطَا وَلَو سَلَكَتْ سُبُلَ الْهِدَايَةِ ضَلَّتِ

فَقَالَ لَهُ التَّمِيمِيُّ: نَعَمْ، بِتِلْكَ الْهِدَايَةِ جِئْتُ إِلَيْكَ، فَأَفْحَمَهُ.

جو شخص نامناسب بات کہے گا وہ ناگوار خاطر بات سنے گا

واقعہ منقول ہے کہ ابو دلف کے پاس ایک تمیمی شاعر گیا، ابو دلف نے اس سے کہا: تمہارا تعلق کس قبیلے سے ہے؟ اس نے کہا: بنو تمیم سے، تو ابو دلف نے کہا: ؎

بنو تمیم کمینگی کے راستوں پر قطا پرندوں سے بھی زیادہ تیز چلنے والے ہیں، اور اگر وہ ہدایت کا راستہ اختیار کریں تو گمراہ ہو جائیں۔

تو تمیمی شاعر نے کہا: ہاں، اسی ہدایت کے ذریعے میں تمہارے پاس پہنچا ہوں، تو اس نے ابو دلف کو خاموش کر دیا۔

لغات و ترکیب

اشتهى يشتهي اشتهاءً (افتعال) چاہنا، خواہش کرنا۔ قَصَدَ أحداً يَقْصُدُ قَصْداً (ن) کسی کے پاس جانا۔ لَامَ يَلُومُ لوماً و مَلَامَةً (ن) ملامت کرنا۔ قَطًا، واحد، قطاط، کبوتر کے برابر ایک پرندہ۔ سَلَكَ السَّبِيلَ يَسْلُكُ سُلُوكاً (ن) راستے پر چلنا۔ أفحم يُفْحِمُ إفحاماً (افعال) لاجواب کرنا۔ ضَلَّ يَضِلُّ ضَلَالَةً (ض) گمراہ ہونا۔

ممّن أنت "ممّن" جار مجرور سے مل کر خبر مقدم ہے اور "أنت" مبتدا موخر۔ "بطريق اللوم" "أهدىٰ" سے متعلق ہے، "من القطا" متعلق ثانی ہے۔ بتلك الهداية جئت "بتلك الهداية" جار مجرور سے مل کر "جئت" کا متعلق مقدم ہے۔

تشریح تميم بطرق اللوم أهدىٰ من القطا: چوں کہ ابو دلف نے تمیمی شاعر کو ناگوار بات کہی کہ تمہارا تعلق جس قبیلے سے ہے اُس کا حال یہ ہے کہ وہ ہدایت کے بجائے ملامت کا راستہ اپناتا ہے، اور اگر ہدایت کا راستہ اختیار کرے تو راستے سے بھٹک جائے گا، یعنی اُس قبیلے کے لوگ سیدھے راستے پر چل ہی نہیں سکتے۔ تمیمی شاعر کو یہ بات ناگوار لگی تو فوراً بول پڑا کہ ہاں! اسی ہدایت کے راستے پر چل کر آیا ہوں تبھی تو بھٹک کر غلطی سے آپ کے پاس پہنچ گیا۔ یہ چوں کہ اس سے بھی بڑا طنز تھا اس لیے ابو دلف لاجواب ہو گیا۔

التَّضَرُّعُ إِلَى اللّٰهِ تعالىٰ شَأْنُهُ

حَكىٰ إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْخُرَاسَانِي، قَالَ: حَجَجْتُ مَعَ أَبِي سَنَةَ حَجِّ الرَّشِيْدِ، فَإِذَا نَحْنُ بِالرَّشِيْدِ وَاقِفٍ حَاسِرٍ حَافٍ عَلَى الْحَصْبَاءِ، وَقَدْ رَفَعَ يَدَيْهِ وَهُوَ يَرْتَعِدُ وَيَبْكِي، وَيَقُولُ: يَا رَبِّ

أنتَ أنتَ، وَأنا أنا، أنا العَوّادُ بِالذّنبِ، وأنتَ العَوّادُ بِالمَغفِرَةِ، اِغفِرلي، فَقَالَ لِي أبِي: اُنظُر إلى جَبّارِ الأرضِ كَيفَ يَتضَرَّعُ إلى جَبّارِ السَّمَاءِ.

اللہ رب العزت کے سامنے اظہارِ عاجزی

ابراہیم بن عبداللہ خراسانی نے واقعہ نقل کیا ہے اُن کا بیان ہے: میں نے اپنے والد کے ساتھ حج کیا جس سال ہارون رشید نے حج کیا، تو ہم نے ہارون رشید کو دیکھا کہ ننگے سر، ننگے پاؤں سنگریزوں پر کھڑے ہیں، اس حال میں کہ اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے ہیں، ان کے جسم پر کپکپی طاری ہے اور رورو کر کہہ رہے ہیں: اے میرے رب! آپ آپ ہیں اور میں میں ہوں، میں گناہوں کا رسیا ہوں اور تو مغفرت کا عادی ہے، میری مغفرت فرما۔ تو مجھ سے میرے والد نے کہا: جبّارِ ارض (بادشاہِ وقت) کو دیکھو کس طریقے سے جبّارِ سماء (اللہ تعالیٰ) کے سامنے اظہارِ عاجزی کر رہا ہے۔

لغات وترکیب

تَضَرَّعَ إلى أحدٍ يَتَضَرَّعُ تَضَرُّعاً (تفعل) کسی کے سامنے اظہارِ عاجزی کرنا۔ حَجَّ يَحُجُّ حَجّاً (ن) حج کرنا۔ حَسَرَ يَحْسِرُ حُسُوراً (ن،ض) ننگے سر ہونا۔ حَفِيَ يَحْفىٰ حَفىً (س) ننگے پاؤں ہونا۔ حَصْبَاءُ، واحد، حَصبَةٌ، سنگریزہ۔ اِرْتَعَدَ يَرتَعِدُ اِرتعاداً، لرزہ براندام ہونا، کپکپی طاری ہونا۔ عَوّادٌ، بار بار کرنے والا، عادَ يَعُودُ عَوْداً (ن) بار بار کرنا۔ جبّارٌ اسمائے حسنیٰ میں سے ہے، تسلط والا۔

"فإذا نحن بالرّشيد" بالرّشيد "اجتمعنا" محذوف سے متعلق ہے، یعنی ہماری ملاقات ہارون الرشید سے ہوئی۔ اورواقف، حاسرٌ یہ سب مبتدا محذوف کی خبر ہیں أي هو۔

تشریح اس عنوان کے تحت خلیفہ ہارون الرشید کے اظہارِ عاجزی کو بیان کیا گیا ہے کہ وہ موسم حج میں برہنہ پا، برہنہ سر کنکریوں پر کھڑے تھے اور رورو کر دعائے مغفرت کر رہے تھے کہ بار الہا! میں گناہوں کا رسیا ہوں اور تو مغفرت کا عادی ہے، میری مغفرت فرما۔

صُحبَةُ الأحْدَاثِ

عَنْ أبِي سَعِيدٍ الخَزَّازِ، قَالَ رَأيتُ إبلِيسَ فِي النَّومِ، وَهُوَ يَمُرُّ عَنِّي نَاحِيَةً، فَقُلتُ: تَعَالَ، فَقَالَ: أيُّ شَيءٍ أعمَلُ بِكُم؟ أنتُم طَرَحتُم عَن نُفُوسِكُم مَا أُخَادِعُ بِهِ النَّاسَ، قُلتُ: مَا هُوَ؟ قَالَ: الدُّنيَا، فَلَمَّا وَلّى اِلتَفَتَ إلَيَّ، فَقَالَ: غَيرَ أنَّ لِي فِيكُم لَطِيفَةً، قُلتُ مَاهِيَ؟ قَالَ: صُحبَةُ الأحدَاثِ.

نوعمروں کی ہم نشینی

ابو سعید خزاز سے منقول ہے فرماتے ہیں: میں نے ابلیس کو خواب میں دیکھا اس حال میں کہ وہ میرے پاس سے ایک کنارے کو ہو کر گذر رہا تھا، تو میں نے کہا: آ، تو اس نے کہا: میں تمہارے پاس آ کر کیا کروں؟ تم نے تو اُس چیز کو پس پشت ڈال رکھا ہے جس کے ذریعہ میں لوگوں کو دھوکے میں ڈالتا ہوں، میں نے کہا: وہ کیا چیز ہے؟ اُس نے کہا: دنیا، پھر جب وہ جانے لگا تو میری جانب متوجہ ہوا اور کہا: ہاں میرے فائدے کے لیے تمہارے اندر ایک مزے کی چیز ہے، میں نے کہا: وہ کیا؟ اس نے کہا: نوعمروں کی ہم نشینی۔

لغات وترکیب

صَحِبَ يَصْحَبُ صُحْبَةً (س) ساتھی ہونا، دوستی کرنا، ایک ساتھ زندگی بسر کرنا۔ حَدَثٌ، (ج) أَحْدَاثٌ، جوان۔ نَاحِيَةٌ، (ج) نَوَاحِي، کنارہ۔ طَرَحَ يَطْرَحُ طَرْحاً (ف) ڈالنا۔ ولّٰی يُوَلِّي تَوْلِيَةً (تفعیل) پیٹھ پھیرنا، پیچھے مڑنا۔ التفتَ إلى أحدٍ التفاتاً (افتعال) کسی کی جانب متوجہ ہونا۔ لَطِيْفَةٌ، (ج) لَطَائِفُ، نکتہ، مزے کی بات۔

ناحيةً، مفعول فیہ واقع ہے۔ ''أي شيء'' مبتدا ہے، اور ''أعمل بكم'' خبر واقع ہے۔ ''التفت إليّ'' لمّا کا جواب واقع ہے۔ ''لطيفة'' ''أنّ'' کا اسم ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

تشریح قال: صحبة الأحداث:۔ مطلب یہ ہے کہ ہم عمر نوجوانوں کی صحبت انھیں خطرناک چیزوں میں سے ہے جن سے شیطان لوگوں کو گناہ کی طرف مائل کرتا ہے اور گمراہ کرتا ہے، اس لیے اس مہلک چیز سے بھی انسان کو بچنا چاہیے، کیوں کہ شیطان گمراہ کرنے کے لیے موقع کی تاک میں لگا رہتا ہے۔

يَجِبُ عَلَى السَّائِلِ أَنْ يَتَفَكَّرَ فِيْ سُؤَالِهِ

دَخَلَ بَشَّارٌ عَلَى الْمَهْدِيِّ وَعِنْدَهُ خَالُهُ يَزِيْدُ بْنُ مَنْصُورٍ الْحِمْيَرِيُّ، فَأَنْشَدَهُ قَصِيْدَةً يَمْدَحُهُ بِهَا، فَلَمَّا أَتَمَّهَا قَالَ لَهُ يَزِيْدُ: مَا صِنَاعَتُكَ؟ أَيُّهَا الشَّيْخُ! فَقَالَ لَهُ: أَثْقُبُ اللُّؤْلُؤَ، فَقَالَ الْمَهْدِيُّ: أَتَهْزَأُ بِخَالِي؟ فَقَالَ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ: مَا يَكُوْنُ جَوَابِي لَهُ؟ وَهُوَ يَرَانِي شَيْخاً أَعْمٰى، يُنْشِدُ شِعْراً، فَضَحِكَ الْمَهْدِيُّ وَأَجَازَهُ.

سائل کے ذمے واجب ہے کہ وہ اپنے سوال میں غور کرے

بشّار خلیفہ مہدی کے پاس گیا، دراں حالیکہ اُسکے پاس اُس کا ماموں یزید بن منصور حمیری بھی تھا، تو اُس نے خلیفہ مہدی کو

ایک قصیدہ سنایا جس میں اس کی تعریف تھی، تو جب اسے مکمل کرلیا یزید ابن منصور نے اس سے کہا: اے بڑے میاں! آپ کا پیشہ کیا ہے؟ تو اُس نے اس سے کہا: میں موتی میں سوراخ کرتا ہوں، تو مہدی نے کہا: کیا تو میرے ماموں کے ساتھ مذاق کر رہا ہے، تو اس نے کہا: اے امیر المؤمنین! اُن کے لیے میرا اور کیا جواب ہوسکتا ہے؟ جب کہ وہ مجھے سن رسیدہ، اندھا، شعر پڑھتا ہوا دیکھ رہے ہیں تو مہدی ہنس پڑا اور اسے انعام دیا۔

لغات وترکیب

وَجَبَ يَجِبُ وُجُوباً (ض) لازم ہونا، ضروری ہونا۔ تفكّر في شيء يتفكّر تفكّراً (تفعل) کسی چیز میں غور وفکر کرنا۔ خالٌ، (ج) أخوالٌ، ماموں۔ قَصِيْدَةٌ، (ج) قصائد، مدحیہ شعر۔ مَدَحَ يَمْدَحُ مَدْحاً (ف) تعریف کرنا۔ ثَقَبَ الشيء يَثْقُبُ ثَقْباً (ن) سوراخ کرنا۔ لؤلؤٌ، (ج) لآلي، موتی۔ هَزَأَ وهَزِئَ يَهْزَأُ هَزْءاً (ف، س) بفلان ومنه، مذاق کرنا، ٹھٹھا کرنا۔ شَيْخٌ (ج) شيوخ، بوڑھا۔ عَمِيَ يَعْمَى عمىً (س) اندھا ہونا۔ أجازَ يُجِيْزُ إجازةً (افعال) انعام دینا۔

قصيدةً، موصوف ہے اور "يمدحه بها" اس کی صفت ہے۔ "مايكون جوابي له" ما استفہامیہ مبتدا ہے اور "يكون جوابي له" فعل ناقص اپنے اسم وخبر سے مل کر خبر واقع ہے۔ يراني شيخاً أعمى ينشد شعراً "شيخاً" موصوف، أعمى صفتِ اول، ينشد شعراً صفت ثانی، موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر یری کا مفعول ثانی واقع ہے۔

تشریح ما صناعتك أيها الشيخ!: مطلب یہ ہے کہ جب یزید بن منصور دیکھ رہے تھے کہ بشار ایک بوڑھا شخص ہے، شعر پڑھ رہا ہے تو خود ہی سمجھ لینا چاہیے کہ یہی شعر خوانی ہی ان کا پیشہ ہے، اس کے علاوہ اور کیا کرسکتا ہے، لیکن جب غور نہیں کیا اور اُس بوڑھے شاعر سے پوچھ لیا کہ تم کیا کام کرتے ہو تو اُس نے بھی ویسے ہی تلخ جواب دیا کہ موتی میں سوراخ کرتا ہوں، معلوم ہوا کہ انسان کو اپنے سوال میں پہلے غور وفکر کرلینا چاہیے، تاکہ بعد میں اسے رسوائی نہ اٹھانی پڑے۔

كَلَامُ الْعَرَبِ خَالٍ عَنِ الْحَشْوِ

رُوِيَ أنّ أبَاالعبَّاسِ الكنديَّ المُتفلسف ركب إلى المُبرّد، وقال إنّي أجدُ حشواً في كلامِ العَرَبِ، أجدُ العرب تَقُولُ: عبدُ اللّهِ قائمٌ، ثُمّ تقولُ: "إنّ عبد الله قائمٌ" ثُمّ تقولُ "إنّ عبد اللهِ لَقائمٌ" ومَعْنى الجَمِيعِ واحدٌ. فَقَالَ المُبَرِّدُ: بل المعاني مُختلفةٌ لِاختِلَافِ الْألفاظِ، فَقولُهم "عَبْدُ اللّهِ قائمٌ" إخبارٌ عن قِيامِهِ، وقولُهم: "إنّ عبد الله قائمٌ" جوابٌ عن سُؤالِ سائلٍ مُترددٍ، وَقَوْلُهُم "إنّ عبدَ اللّهِ لَقائمٌ" جوابٌ عن إنكار مُنكرٍ لقيامه

اہلِ عرب کا کلام غیر ضروری لفظ سے خالی ہوتا ہے

بیان کیا گیا ہے کہ ابوالعباس کندی فلسفی مبرّد کے پاس سوار ہو کر آیا اور کہا: میں عربوں کے کلام میں غیر ضروری لفظ پاتا ہوں، میں عربوں کو کہتے ہوئے پاتا ہوں "عبد اللّٰه قائمٌ" پھر کہتے ہیں "إنّ عبد الله قائمٌ" پھر کہتے ہیں "إنّ عبد اللّٰه لقائمٌ" حالاں کہ ان تمام کا معنی ایک ہے، تو مبرّد نے کہا: (ایسا نہیں ہے) بل کہ الفاظ کے اختلاف کی وجہ سے معانی مختلف ہیں، چناں چہ ان کا قول "عبدالله قائمٌ" عبداللہ کے قیام کے متعلق خبر دیتا ہے، اور ان کا قول "إنّ عبد الله قائمٌ" تردد میں پڑنے والے سائل کے سوال کا جواب ہے، اور ان کا قول "إنّ عبدالله لقائمٌ" عبداللہ کے قیام کا انکار کرنے والے شخص کے انکار کا جواب ہے۔

لغات وترکیب

عَرَبٌ، واحد، عَرَبِيٌّ، عربی شخص۔ خَلَا يَخْلُو خُلُوّاً (ن) خالی ہونا۔ حَشْوٌ، زائد کلام۔ حَشَا الكَلَامَ يَحْشُو حَشْواً، غیر ضروری کلام کرنا۔ رَوَىٰ يَرْوِي رِوَايَةً (ض) بیان کرنا۔ تَفَلْسَفَ يَتَفَلْسَفُ تَفَلْسُفاً (تفعلل) فلسفی بننا۔ رَكِبَ إِلَى أَحَدٍ يَرْكَبُ رُكُوباً (س) کسی کے پاس سوار ہو کر جانا۔ أَخْبَرَ عَنْ أَمْرٍ يُخْبِرُ إِخْبَاراً (افعال) کسی چیز کے متعلق خبر دینا۔ جَوَابٌ، (ج) أَجْوِبَةٌ، جواب۔ تَرَدَّدَ يَتَرَدَّدُ تَرَدُّداً (تفعل) شبہ میں پڑنا۔ أَنْكَرَ يُنْكِرُ إِنْكَاراً (افعال) انکار کرنا۔

"أحد العرب تقول" میں "تقول" حال واقع ہے "العرب" سے "قَوْلُهُم" مبتدا ہے اور "إخبارٌ عن قيامه" خبر واقع ہے، یہی ترکیب "قولهم جواب عن سوالِ سائل" اور "قولهم جوابٌ عن إنكار منكر" کی ہے۔ "لقيامه" منكرٍ سے متعلق ہے۔

تشریح ومعنى الجميع واحدٌ:۔ ابوالعباس کندی نے گویا اہلِ عرب کے قول "إنّ عبدالله قائمٌ" میں "إنّ" کو، اور "إن عبدالله لقائمٌ" میں "إنّ" اور "لام" کو زائد خیال کیا بایں طور کہ یہ دونوں جملے بھی "عبدالله قائمٌ" ہی کی طرح ہیں یعنی ان سبھی جملوں سے عبداللہ کے قیام کی خبر معلوم ہوتی ہے، اس کے علاوہ کوئی اور چیز معلوم نہیں ہوتی۔

مبرّد نے اس شبہے کو دور کر دیا کہ ایسی بات نہیں بل کہ جس جملے میں کوئی لفظ زائد ہے وہ اپنے اندر کوئی نہ کوئی معنی لیے ہوئے ہے مثلاً "عبدالله قائمٌ" ایسی جگہ بولا جائے گا جہاں متکلم کا مقصد محض عبداللہ کے قیام کے متعلق خبر دینا ہو، اور اگر مخاطب اس خبر کے سلسلے میں متردد ہے تو متکلم ایک تاکید لاکر اس کے تردد کو دور کرے گا اور یوں کہے گا "إنّ عبدالله قائمٌ" (بلا شبہ عبداللہ کھڑا ہے) اور اگر مخاطب اس خبر کا منکر ہے تو متکلم دو تاکید لاکر اس کے انکار کو دور کرے گا اور یوں کہے

گا ''إنّ عبدالله لقائمٌ'' (بلاشبہ عبداللہ یقیناً کھڑا ہے) اس جملے میں ''إنّ'' اور ''لام'' دو تاکید ہے۔
خلاصہ یہ ہے کہ کوئی بھی لفظ زائد نہیں ہے، بل کہ ہر ایک لفظ موقع اور محل کے اعتبار سے اپنا معنیٰ دے رہا ہے۔

طُولُ الأَمَلِ

كَانَ طَاشْتَكِيْنُ قَدْ جَاوَزَ تِسْعِيْنَ سَنَةً، فَاسْتَأْجَرَ أَرْضاً وَقْفاً مُدَّةَ ثَلَاثِ مِائَةِ سَنَةٍ عَلَى جَانِبِ دِجْلَةَ لِيُعَمِّرَهَا دَاراً، وَكَانَ فِي بَغْدَادَ رَجُلٌ مُحَدِّثٌ يُحَدِّثُ فِي الْخَلْقِ، يُسَمّٰى فُتَيْحَة، فَقَالَ: يَا أَصْحَابَنَا! نُهَنِّئُكُم، مَاتَ مَلَكُ الْمَوتِ، فَقَالُوا: كَيفَ ذَاكَ؟ فَقَالَ: طَاشْتَكِيْنُ عُمْرُهُ تِسْعُونَ سَنَةً، وَقَدْ إسْتَأْجَرَ أَرْضاً ثَلَاثَ مِائَةِ سَنَةٍ، فَلَو لَمْ يَعْلَمْ أَنَّ مَلَكَ الْمَوْتِ قَدْ مَاتَ، مَا فَعَلَ هٰذَا، فَتَضَاحَكَ أَصْحَابُهُ.

درازیِ امید

طاشتکین کی عمر نوّے سال سے متجاوز ہو چکی تھی، پھر بھی اُس نے دجلہ کے کنارے تین سو سال کی مدت تک زمین کرائے پر لیا، تاکہ اس میں گھر تعمیر کرے، اور بغداد میں ایک محدّث شخص تھے جو لوگوں کے سامنے حدیث بیان کرتے تھے ان کا نام فتیحہ تھا، تو انھوں نے کہا: اے میرے رفقاء! تمہیں مبارک ہو ملک الموت مر گیا، تو انھوں نے کہا: یہ کیسے؟ تو فرمایا: طاشتکین جس کی عمر نوّے سال ہے، اُس نے تین سو سال تک ایک زمین کرائے پر لی ہے، پس اگر اسے یہ معلوم نہ ہوا ہوتا کہ ملک الموت مر چکا ہے تو ایسا نہ کرتا۔ (یہ سن کر) ان کے رفقاء ہنس پڑے۔

لغات وترکیب

أَمَلٌ، (ج) آمَالٌ، امید۔ جَاوَزَ يُجَاوِزُ مُجَاوِزَةً (مفاعلۃ) آگے بڑھنا۔ اِسْتَأْجَرَ يَسْتَأْجِرُ استيجاراً (استفعال) کرائے پر لینا۔ عَمَّرَ أَرْضاً يُعَمِّرُ تَعْمِيراً (تفعیل) زمین کو آباد کرنا۔ هَنَّأَ يُهَنِّأُ تَهْنِئَةً (تفعیل) مبارک باد دینا۔ مَلَكٌ، (ج) ملائکۃ، فرشتہ۔ تَضَاحَكَ يَتَضَاحَكُ تَضَاحُكاً (تفاعل) باہم ہنسنا۔

''مُدَّة ثلاث مائة سنة'' ترکیب میں ظرف واقع ہے۔ ''لولم يعلم'' شرط ہے ''مَا فَعَل هذا'' جزا واقع ہے۔

تشریح كان طاشتكين قد جاوز تسعين سنة:۔ یوں تو ہر شخص دنیا میں لمبی لمبی امیدیں باندھتا ہے، مگر طاشتکین ہر ایک پر بھاری ہے، اُس نے نوّے سال کی عمر میں تین سو سال تک کے لیے ایک زمین گھر بنانے کی خاطر کرائے پر لی یعنی اتنی لمبی امید باندھی جیسے وہ اب بھی تین سو سال تک زندہ رہے گا۔ اسی وجہ سے فتیحہ نامی محدّث نے ازراہِ

مزاح اپنے شاگردوں سے کہا کہ: ملک الموت تو مر گیا، اور جب شاگردوں نے تعجب سے کہا: یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ تو فرمایا کہ نوّے سالہ بڈھے طاشکین نے تین سو سال کے لیے زمین کرائے پر لی ہے، تو اگر طاشکین کو ملک الموت کے مرنے کا علم نہ ہوا ہوتا، تو ایسا کیوں کرتا۔ یہ سن کر سب ہنس پڑے۔

نَصِيحَةُ السُّلْطَانِ وَلُزُومُ طَاعَتِهِ

رَوَى الشَّعْبِيُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ لِي أَبِي: أَرٰى هٰذَا الرَّجُلَ (يَعْنِي عُمَرَبْنِ الخَطَّابِ) يَسْتَفْهِمُكَ وَيُقَدِّمُكَ عَلَى الأَكَابِرِ مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنِّي مُوصِيكَ بِخَلَالٍ أَرْبَعٍ: لَا تُفْشِيَنَّ لَهُ سِرَّهُ، وَلَا يُجَرِّبَنَّ عَلَيْكَ كِذْباً، وَلَا تَطْوِعَنْهُ نَصِيحَتَهُ، وَلَا تَغْتَابَنَّ عِنْدَهُ أَحَداً، قَالَ الشَّعْبِيُّ: فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: كُلُّ وَاحِدَةٍ خَيْرٌ مِنْ أَلْفٍ، قَالَ، إِي وَاللّٰهِ: وَمِنْ عَشْرَةِ الَافٍ.

بادشاہ کی خیر خواہی اور اس کی اطاعت کو لازم پکڑنا

امام شعبی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں: مجھ سے میرے والد نے فرمایا: میں اس شخص یعنی عمر بن خطابؓ کو دیکھتا ہوں کہ وہ تم سے رائے لیتے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اکابر صحابہ پر تم کو مقدم رکھتے ہیں، سو میں تم کو چار خصلتوں کی وصیت کرتا ہوں۔ (۱) ان کے سامنے اُن کا راز ظاہر مت کرنا۔ (۲) اپنے اوپر جھوٹ کے تجربے کا موقع ہر گز نہ دینا (۳) اُن سے اُن کی خیر خواہی کو مت چھپانا۔ (۴) اُن کے سامنے کسی کی غیبت ہرگز مت کرنا۔ امام شعبی فرماتے ہیں: تو میں نے ابن عباسؓ سے کہا: ان میں سے ہر ایک ایک ہزار درہم سے بہتر ہے، فرمایا: ہاں بخدا دس ہزار درہم سے بھی زیادہ بہتر ہے۔

لغات وترکیب

نصيحةٌ، (ج) نَصَائح، خیر خواہی کی بات۔ سُلْطَانٌ، (ج) سَلَاطِينُ، بادشاہ۔ اسْتَفْهَمَ يستفْهِمُ اِستِفْهَاماً (استفعال) رائے طلب کرنا۔ خِلَالٌ، واحد، خِلَّةٌ، عادت، خصلت۔ أفشى لأحدٍ يُفْشِي إفشاءً (افعال) کسی کے سامنے ظاہر کرنا۔ سِرٌّ، (ج) أَسْرَارٌ، راز۔ جَرَّبَ يُجَرِّبُ تَجْرِبَةً (تفعیل) تجربہ کرنا۔ اغْتَابَ يَغْتَابُ اغْتِيَاباً (افتعال) غیبت کرنا۔

إي والله ومن عشرة آلاف: إی حرف ایجاب ہے، یہ کلام سابق کو ثابت کرنے کے لیے استفہام کے جواب میں آتا ہے، إي کے بعد جملہ قسمیہ بطور تاکید کے واقع ہوتا ہے۔

تشریح إني موصيك بخلال أربع الخ:۔ چار خصلتیں ہیں جو بادشاہ اور ہر بڑے کی خیر خواہی اور اطاعت شعاری پر مبنی ہیں۔(۱) لا تفشينّ له سرّه. ان کے راز کو بالکل ظاہر مت کرنا، کیوں کہ اس سے انسان کا اعتماد اٹھ جاتا ہے(۲) ولا يجرّبنّ عليك كذباً، اپنے اوپر جھوٹ کے تجربے کا موقع ہرگز مت دینا بایں طور کہ کبھی تمہاری زبان سے جھوٹی بات نکل جائے اور وہ ہر بات میں شک کرنے لگیں پھر وہ آزمائیں کہ آیا تم اپنے قول میں صادق ہو یا کاذب۔ (۳) ولا تطوعنه نصيحته، ان کی خیر خواہی سے رخ مت پھیرنا یعنی ہر موقع اور ہر اعتبار سے ان کی خیر خواہی کرتے رہنا۔ (۴) ولا تغتابنّ عنده أحداً، اُن کے سامنے ہرگز کسی کی غیبت مت کرنا، کیوں کہ اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ تم اُن کی غیبت بھی دوسرے سے کرتے ہوگے، اور یہ چیز بداعتمادی پیدا کرتی ہے، لہٰذا ان چاروں خصلتوں کو اپنے لیے حرزِ جاں بنالو۔

اَلْهَزْلُ

حُكِيَ عَنْ أشعب أنَّهُ حضرَ وليمة بَعْضِ وُلاةِ المدينة، وكان رجُلًا بَخِيلًا، فَدَعَا النَّاسَ ثَلاثَةَ أيَّامٍ، وَهُوَ يَجْمَعُهُمْ عَلى مائدةٍ فِيهَا جَدْيٌ مَشْوِيٌّ، فيَحُومُ النَّاسُ حولَهُ، وَلَا يَمَسُّهُ أَحَدٌ مِنْهُمْ لِعِلْمِهِمْ بِبُخْلِهِ، وَأَشْعَبُ كَانَ يَحْضُرُ مَعَ النَّاسِ وَيَرَى الجَدْيَ، فَقَالَ فِي اليَوْمِ الثَّالِثِ: زوجَتُهُ طَالِقٌ إنْ لَمْ يَكُنْ عُمْرُ هذا الجَدْيِ بَعْدَ أنْ ذُبِحَ وشُوِيَ أطْوَلَ مِنْ عُمْرِه قَبْلَ ذلِك.

خوش طبعی

اشعب سے منقول ہے کہ وہ مدینے کے کسی حاکم کے ولیمے میں حاضر ہوئے، وہ بہت بخیل شخص تھا، چناں چہ اُس نے تین دن تک لوگوں کو بلایا اور ان کو ایک دسترخوان پر جمع کرتا رہا جس پر بکری کا بھنا ہوا یک سالہ بچہ تھا، تو لوگ اُس کے اردگرد چکر لگاتے مگر لوگوں کے اُس کے بخل کو جاننے کی وجہ سے اُن میں سے کوئی بھی اُسے ہاتھ نہ لگاتا، اشعب بھی لوگوں کے ساتھ حاضر ہوتا اور بکری کے بچے کو دیکھتا، پھر تیسرے دن اُس نے کہا: حاکم کی بیوی کو طلاق، اگر اس بچے کی عمر اُس کو ذبح کیے جانے اور بھوننے کے بعد اُس کی اُس عمر سے زیادہ نہ ہو جو اس سے پہلے تھی۔

لغات وترکیب

هَزَلَ في كلامه يَهْزِلُ هَزْلاً (ض) ٹھٹھا کرنا، خوش طبعی ومزاح کرنا۔ وليمةٌ، (ج) وَلَائِمُ، ہر وہ کھانا جو کسی خوشی کے موقع پر کھلایا جائے۔ وُلَاةٌ، واحد، وَالٍ، حاکم۔ مَائِدَةٌ، (ج) موائدُ، دسترخوان۔ جَدْيٌ، (ج) جداءٌ، یک سالہ بکری کا بچہ۔ شوىٰ يَشْوِي شَيّاً (ض) گوشت کو آگ پر بھوننا۔ حامَ يَحُومُ حَوْماً (ن) چکر لگانا۔ مَسَّ يَمَسُّ مَسّاً

(س) چھونا، ہاتھ لگانا۔

فیها جديٌ مشويٌ ''فیها'' محذوف سے متعلق ہوکر خبر مقدم، ''جديٌ مشويٌ'' موصوف صفت سے مل کر مبتدا موخر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ شدہ ''مائدةٌ'' کی صفت واقع ہے۔ ''زوجته طالقٌ'' جزائے مقدم ہے اور ''إن لم يكن الخ'' شرط موخر ہے۔

تشریح زوجته طالق الخ:۔ یہی جملہ خوش طبعی اور مزاح سے متعلق ہے جو اشعب نے کہا۔ اشعب نے جب یہ دیکھا کہ حاکم کے بخل کی وجہ سے لوگ اُس بکری کے بھنے ہوئے بچے کو ہاتھ نہیں لگاتے ہیں اور آ آ کر لوٹ جاتے ہیں، تو اُس نے مزاحاً کہا کہ: اگر اِس بکری کے بچے کی عمر ذبح کیے جانے اور بھونے جانے کے بعد اُس عمر سے زیادہ نہیں ہوتی ہے جو اِس سے پہلے تھی تو حاکم کو بیوی کو طلاق۔

أعاذَنا اللهُ مِنْ كَثْرَةِ الأكْلِ

قَال صَدَقَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْمَازِنِيّ: أولَم عليّ أبي، لمَّا تزوّجتُ فعملنا عشرَ جفان ثريداً مِنْ جزُوْرٍ، فَأوّلُ مَنْ جاءَنا هِلالٌ (هُوَ هِلالُ بْنُ أسْعد الْمَازِنِي مِنْ شُعراءِ الدَّوْلَةِ الْأُمَوِيَّةِ) فَقَدَّمْتُ إلَيْه جفْنَةَ فَأكَلها، ثُمَّ أخرى، حَتّٰى أتٰى عَلٰى عَشرِ جِفان، ثُمَّ اِسْتَسْقٰى، فَأُتِيَ بِقِرْبَةٍ مِنْ نَبِيْذٍ فَوَضَعَ طَرْفَهَا فِي شِدْقِهِ فَأفرَغها فِي جَوْفِه، ثُمَّ خَرَج، فَاسْتأنَفْنا عَمَلَ الطَّعَامِ.

وَكَانَ سَبَبُ مَوْتِ سُلَيْمَانَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ أنّ نَصْرَانِيّاً أتَاهُ وَهُوَ بِدَابِقٍ بِزَنْبِيلٍ مَمْلُوءٍ بَيْضاً وآخَرَ مَمْلُوءٍ تِيْناً، قَالَ: قَشِّرُوا، فَقَشَّرُوا، فَجعلَ يَأكُلُ بَيْضَةً وَتِيْنَةً، حَتّٰى أتٰى عَلَى الزَّنْبِيْلَيْنِ، ثُمَّ أتوه بقَصْعَةٍ مَمْلُوءَةٍ مُخّاً بسُكّرٍ فَأكَلَهُ فَاتَّخَمَ، فَمَرِضَ، فَمَاتَ:

بسیار خوری سے اللہ کی پناہ

صدقہ بن عبداللہ مازنی فرماتے ہیں: میری شادی کے وقت میرے والد نے میرا ولیمہ کیا تو ہم اونٹ کے گوشت کے ثرید کے دس بڑے طشت تیار کیے، تو سب سے پہلے جو شخص ہمارے پاس آیا وہ ہلال تھا (یعنی سلطنت امویہ کا شاعر ہلال بن اسعد مازنی) چناں چہ میں نے ایک طشت اس کے سامنے پیش کیا تو اس نے اسے کھالیا، پھر دوسرا پیش کیا تا آں کہ دسوں طشت صاف کر دیا، پھر پانی طلب کیا، چناں چہ نبیذ کی ایک مشک لائی گئی، تو اس نے اس کا کنارہ اپنے جبڑے میں رکھا اور اسے اپنے پیٹ میں انڈیل لیا، پھر چلا گیا، نتیجتاً ہم نے از سرِ نو کھانا تیار کیا۔

اور سلیمان بن عبد الملک کی موت کا سبب یہ ہوا کہ ایک نصرانی ان کے پاس ایک ٹوکرا انڈے کا بھرا ہوا اور ایک ٹوکرا انجیر کا بھرا ہوا لے کر آیا جب کہ وہ مقام دابق میں تھے، سلیمان نے کہا: چھیلو، چناں چہ لوگوں نے چھیل دیا، پھر وہ ایک ایک انڈے اور ایک ایک انجیر کھانے لگا، تا آں کہ دونوں ٹوکرے صاف کر گیا، پھر لوگ اس کے پاس شکر کے ساتھ مغز سے بھرا ہوا ایک پیالہ لے کر آئے، تو اس نے اسے بھی کھالیا اور بدہضمی میں مبتلا ہو گیا، نتیجتاً بیمار ہو کر مر گیا۔

لغات وترکیب

أعاذ من شيئ يُعِيْذُ إعاذَةً (افعال) کسی چیز سے پناہ دینا۔ أَوْلَمَ يُوْلِمُ إِيلَاماً (افعال) ولیمہ کرنا۔ جِفَانٌ، واحد، جَفْنَةٌ، بڑا پیالہ۔ ثَرِيْدٌ، (ج) ثَرَائِدُ، شوربے میں تر کی ہوئی روٹی۔ ثَرَدَ يَثْرُدُ ثَرْداً (ن) روٹی توڑ کر شوربے میں ترکرنا۔ جَزُوْرٌ (ج) جُزُرٌ اونٹنی، بکری۔ استسقٰی يستسقي استسقاءً (استفعال) پانی طلب کرنا۔ قِرْبَةٌ، (ج) قِرَبٌ، مشک۔ نَبِيْذٌ، (ج) أنبِذَةٌ، شراب جو نشہ آور نہ ہو۔ شِدْقٌ وشَدْقٌ، (ج) أشداقٌ، جبڑا۔ استأنَفَ عملاً يَسْتَأْنِفُ اسْتِئنَافاً (استفعال) از سرِ نو کوئی کام کرنا۔ دَابِقٌ، حلب کے قریب ایک بستی ہے۔ زَنْبِيْلٌ، (ج) زَنَابِيْلُ، ٹوکرا۔ بَيْضٌ، واحد، بَيْضَةٌ، انڈا۔ تِينَةٌ، (ج) تِيْنٌ، انجیر۔ قَشَّرَ يُقَشِّرُ تَقْشِيْراً (تفعیل) کھال یا چھال اتارنا۔ اتَّخَمَ يَتَّخِمُ اتخاماً (افتعال) بدہضمی کا شکار ہونا۔ قَصْعَةٌ، (ج) قِصَعٌ، پیالہ۔

لمّا تزوّجت میں ''لمّا'' ظرفیہ ہے، پورا جملہ ''أولم'' کا ظرف واقع ہے۔ أوَّلُ مَن جاءنا مبتدا ہے اور ''هلالٌ'' خبر واقع ہے۔ قِرْبَةٌ موصوف اور ''من نبیذ'' محذوف کے متعلق ہو کر صفت واقع ہے، موصوف با صفت مجرور شدہ متعلق ہے ''أتي'' سے۔ ''وَهُوَ بدابق'' جملہ ''أتاه'' میں ضمیر ''ہ'' سے حال واقع ہے۔ بیضاً اور تیناً بربنائے تمیز منصوب ہیں۔

تشریح أولم عليّ أبي:۔ ہلال ابن اسعد مازنی نے صدقہ بن عبد اللہ مازنی کے ولیمے میں ثرید کے دس پیالے صاف کر دیئے اور جب پانی مانگا تو نبیذ کا ایک مشک پیش کیا گیا تو اسے بھی پورا پی گیا، صدقہ بن عبد اللہ مازنی فرماتے ہیں کہ پھر میں نے از سرِ نو کھانا تیار کرایا، بسیار خوری کی حد ہوتی ہے، ہلال بن اسعد نے تو حد کر دی کہ ولیمے کا سارا کھانا خود ہی کھا گیا، اللہ بچائے اِس بسیار خوری سے۔

دوسرا واقعہ سلیمان بن عبد الملک کے متعلق ہے کہ انھوں نے مقام دابق میں تنہا انڈے اور انجیر کے ٹوکرے کھالیے اور پھر ایک پیالہ مغز استخواں بھی کھالیا، نتیجہ یہ ہوا کہ بدہضمی کے شکار ہوئے اور بیمار ہو کر مر گئے، زیادہ کھانا گویا موت کا سبب بن گیا۔

ولمّا حجَّ سُلَيْمَانُ تَأذّىٰ بِحَرِّ مَكَّةَ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ: لَوْ أَتَيْتَ الطَّائِفَ، فَأَتَاهَا، فَلَمَّا كَانَ بِسُحْقٍ لَقِيَهُ ابْنُ أَبِي الزُّهَيْرِ، فَقَالَ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤمِنِيْنَ! اِجْعَلْ مَنْزِلَكَ عَلَيَّ، قَالَ: كُلٌّ مَنْزِلِي، فَرَمٰى بِنَفْسِهِ عَلَى الرَّمَلِ، فَقِيْلَ لَهُ: يُسَاقُ إِلَيْكَ الوِطَاءُ؟ فَقَالَ: الرَّمَلُ أَحَبُّ إِلَيَّ،

وَأَعْجَبَهُ بَرْدُهُ فَأَلْزَقَ بِالرَّمْلِ بَطْنَهُ، قَالَ: فَأُتِيَ إِلَيْهِ بِخَمْسِ رُمَّانَاتٍ، فَأَكَلَهَا فَقَالَ: أَعِنْدَكُمْ غَيْرُ هٰذِهِ؟ فَجَعَلُوْا يَأْتُوْنَهُ بِخَمْسٍ بَعْدَ خَمْسٍ حَتّٰى أَكَلَ سَبْعِيْنَ رُمَّانَةً، ثُمَّ أَتَوْهُ بِجَدْيٍ وَسِتِّ دَجَاجَاتٍ فَأَكَلَهُنَّ، وَأَتَوْهُ بِزَبِيْبٍ مِنْ زَبِيْبِ الطَّائِفِ فَنُثِرَ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَأَكَلَ عَامَّتَهُ، وَنَعَسَ، فَلَمَّا اِنْتَبَهَ أَتَوْهُ بِالْغَدَاءِ، فَأَكَلَ كَمَا أَكَلَ النَّاسُ فَأَقَامَ يَوْمَهُ وَمِنْ غَدٍ قَالَ لِعُمَرَ: أُرَانَا قَدْ أَضْرَرْنَا بِالْقَوْمِ وَقَالَ لِابْنِ أَبِي الزُّهَيْرِ اِتَّبِعْنِي إِلٰى مَكَّةَ، فَلَمْ يَفْعَلْ، فَقَالُوا لَهُ: لَوْ أَتَيْتَهُ فَقَالَ: أَقُوْلُ مَاذَا؟ أَعْطِنِي ثَمَنَ قِرَايَ الَّذِيْ قَرَيْتُهُ.

اور جب سلیمان حج پر گئے تو مکہ کی گرمی سے انھیں سخت اذیت ہوئی، تو عمر بن عبدالعزیز نے اُن سے کہا: کیا اچھا ہوتا کہ آپ طائف تشریف لاتے، چناں چہ وہ طائف آگئے، تو جب وہ کھجوروں کے لمبے لمبے درختوں کے باغ میں تھے ابن ابی زہیر کی ان سے ملاقات ہوئی، تو کہا: اے امیر المؤمنین! آپ میرے یہاں قیام فرمائیں، فرمایا: ہر جگہ میری قیام گاہ ہے، پھر اپنے آپ کو ریت پر ڈال دیا، تو ان سے کہا گیا: آپ کے لیے بچھانے کا بستر لایا جائے؟ تو فرمایا: ریت میرے لیے بہتر ہے اور ریت کی ٹھنڈک انھیں اچھی لگی، پھر انھوں نے اپنا پیٹ ریت سے چمٹالیا، راوی کا بیان ہے: پھر ان کے پاس پانچ انار لائے گئے تو انھوں نے اُن تمام کو کھالیا، پھر کہا: کیا تمہارے پاس ان کے علاوہ بھی ہیں؟ تو لوگ ان کے پاس پانچ پانچ انار لانے لگے یہاں تک کہ انھوں نے ستر انار کھالیے، پھر لوگ اُن کے پاس (بھنا ہوا) بکری کا یک سالہ بچہ اور چھ مرغیاں لے آئے تو انھوں نے ان تمام کو کھالیا، اس کے بعد لوگ ان کے پاس طائف کی کشمش لے کر آئے اور اسے ان کے سامنے پھیلا دیا گیا، تو اُن میں سے بھی بیشتر کو کھالیا اور سو گئے، پھر جب بیدار ہوئے تو لوگ ان کے پاس دو پہر کا کھانا لے کر آئے تو لوگوں کی طرح انھوں نے بھی کھایا، پھر اُس دن ٹھہر گئے، اور دوسرے دن عمر بن عبدالعزیز سے کہا: شاید ہم نے لوگوں کو نقصان میں ڈال دیا، اور ابن ابی زہیر سے کہا: میرے ساتھ مکہ تک چلیں، تو انھوں نے ایسا نہ کیا، تو لوگوں نے ان سے کہا، تو اس نے کہا: میں کیا کہوں؟ مجھے میرے اس مہمان نوازی کی قیمت دے دو جو میں نے کی ہے۔

لغات وترکیب

تأذّٰى يتأذّٰى تأذّياً (تفعل) اذیت میں مبتلا ہونا۔ **حرَّ يحُرُّ حَرارةً** (ن) گرم ہونا۔ **سَحُقَتِ النَّخْلَةُ تَسْحَقُ سُحُوقةً** (ک) درخت خرما کا طویل ہونا۔ **رَمْلٌ** (ج) **رِمالٌ**، ریت۔ **وِطَاءٌ**، فرش۔ **أعْجَبَ أحداً شيءٌ**، کسی کو کوئی چیز پسند آنا۔ **دَجَاجاتٌ**، واحد، **دَجاجَةٌ**، مرغی۔ **رُمَّانَاتٌ**، واحد، **رُمَّانَةٌ**، انار۔ **زَبِيبٌ**، واحد، **زَبِيبَةٌ**، کشمش۔ **نثَر ينثُر نَثْراً** (ن) بکھیرنا۔ **نَعَسَ يَنْعَسُ نَعْساً** (ف) اونگھنا۔ **اِنْتَبَهَ يَنْتَبِهُ اِنْتِبَاهاً** (افتعال) بیدار ہونا۔ **قرىٰ يقري قِرىً** (ض) مہمان نوازی کرنا۔

لو أتيتَ الطائف میں ''لو'' برائے تمنی ہے۔لقيه ابن الزبير یہ جملہ ''لمّا'' کا جواب واقع ہے، فجعلوا ياتونه میں ''جعل'' فعل مقارب ہے اور ''ياتون'' اس کی خبر ہے۔

تشریح ولمّا حجّ سليمان: اس واقعے میں بھی سلیمان بن عبدالملک کی بسیارخوری کا بیان ہے کہ اس نے ایک نشست میں ستر انار، ایک بکری کا بچہ، چھ مرغیاں اور ڈھیر ساری کشمش کھالی، اور تھوڑی دیر سونے کے بعد پھر دوپہر کا کھانا بھی کھایا، کھانے کے دوران تو انھیں کچھ احساس نہ ہوا اور نہ ہی کچھ رعایت کی، البتہ اُس دن وہاں قیام کرنے کے بعد دوسرے دن جب چلنے لگے تو عمر بن عبدالعزیز سے کہا: ایسا لگتا ہے کہ ہم نے لوگوں کو مشقت میں ڈال دیا ہے۔

رَوَى العَتَبِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنِ الشَّمَرْدَلِ وَكِيلِ عمروبْنِ العَاصِ، قَالَ: لَمَّا قَدِمَ سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ المَلِكِ الطَّائِفَ دَخَلَ هُوَ وَعُمَرُبْنُ عَبْدِ العَزِيْزِ وَأَيُّوبُ ابْنُهُ بُسْتَاناً لِعَمْرِو بْنِ العَاصِ، قَالَ: فَجَالَ فِي الْبُسْتَانِ سَاعَةً، ثُمَّ قَالَ: نَاهِيكَ بِمَالِكُم هٰذا مَالاً، ثُمَّ أَلْقَى صَدْرَهُ عَلٰى غُصْنٍ، وَقَالَ: وَيْلَكَ يَاشَمَرْدَلُ! مَا عِنْدَكَ شَيْءٌ تُطْعِمُنِي؟ قُلْتُ: بَلٰى، وَاللّٰهِ عِنْدِي جَدْيٌ كَانَتْ تَغْدُو عَلَيْهِ بَقَرَةٌ وَتَرُوحُ أُخْرىٰ، قَالَ: عَجِّلْ بِهِ وَيْحَكَ، فَأَتَيْتُهُ بِهِ كَأَنَّهُ عُكَّةُ سَمْنٍ، فَأَكَلَهُ، وَمَا دَعَا عُمَرَ وَلاَ ابْنَهُ، حَتّٰى إِذَا بَقِيَ الْفَخِذُ قَالَ: هَلُمَّ أَبَاحَفْصٍ! قَالَ: أَنَا صَائِمٌ، فَأَتٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: وَيْلَكَ يَا شَمَرْدَلُ! مَاعِنْدَكَ شَيْءٌ تُطْعِمُنِي؟ قُلْتُ: بَلٰى، وَاللّٰهِ دَجَاجَتَانِ هِنْدِيَّتَانِ كَأَنَّهُمَا رَالُ النَّعَامِ فَأَتَيْتُهُ بِهِمَا فَكَانَ يَأْخُذُ بِرِجْلِ الدَّجَاجَةِ، فَيُلْقِي عِظَامَهَا نَقِيَّةً، حَتّٰى أَتٰى عَلَيْهِمَا، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ: وَيْلَكَ يَا شَمَرْدَلُ! مَا عِنْدَكَ شَيْءٌ تُطْعِمُنِي؟ قُلْتُ: بَلٰى عِنْدِي حَرِيْرَةٌ كَأَنَّهَا قُرَاضَةُ ذَهَبٍ، قَالَ: عَجِّلْ بِهَا وَيْلَكَ، فَأَتَيْتُ بِعُسٍّ يَغِيْبُ فِيْهِ الرَّأْسُ فَجَعَلَ يَتَلَقَّمُهَا بِيَدِهِ وَيَشْرَبُ، فَلَمَّا فَرَغَ تَجَشَّأَ فَكَأَنَّمَا صَاحَ فِي جُبٍّ، ثُمَّ قَالَ: يَا غُلاَمُ! أَفَرَغْتَ مِنْ غَدَائِي؟ قَالَ: نَعَمْ قَالَ: وَمَا هُوَ؟ قَالَ: ثَمَانُوْنَ قِدْراً، قَالَ ائْتِنِيْ بِهَا قِدْراً قِدْراً، قَالَ: فَأَكْثَرُ مَا أَكَلَ مِنْ كُلِّ قِدْرٍ ثَلاَثُ لُقَمٍ وَأَقَلُّ مَا أَكَلَ لُقْمَةٌ، ثُمَّ مَسَحَ يَدَهُ، وَاسْتَلْقٰى عَلٰى فِرَاشِهِ، ثُمَّ أُذِنَ لِلنَّاسِ، وَوُضِعَتِ الْخِوَانَاتُ، وَقَعَدَ يَأْكُلُ فَمَا أَنْكَرْتُ شَيْئاً مِنْ أَكْلِهِ.

عتبی نے اپنے والد سے انھوں نے عمرو بن العاص کے وکیل شمردل سے نقل کیا ہے، فرماتے ہیں: جب سلیمان بن عبدالملک طائف آیا، تو وہ اور عمر بن عبدالعزیز اور سلیمان کا لڑکا ایوب سب حضرت عمرو بن العاص کے باغ میں داخل ہوئے، راوی کا بیان ہے: تو سلیمان تھوڑی دیر باغ میں ٹہلا، پھر کہا: کافی ہے تمہارے لیے وہ چیز جو تم سب کے لیے ہے مال کے اعتبار سے، پھر اس نے اپنے سینے کو ایک شاخ پر ڈال دیا اور کہا: تیرا ناس ہوائے شمردل! تیرے پاس مجھے کھلانے

کے لیے کچھ نہیں ہے؟ میں نے کہا: کیوں نہیں، میرے پاس بکری کا ایک بچہ ہے جسے ایک گائے صبح دودھ پلاتی ہے اور ایک شام کو، سلیمان نے کہا: اسے جلدی لے آؤ تیرا بھلا ہو، چناں چہ میں اس کو لے کر آیا، وہ بچہ ایسا لگ رہا تھا جیسے گھی کا ڈبہ ہو، تو اس نے اسے کھالیا، اور نہ تو حضرت عمر بن عبد العزیز کو بلایا اور نہ ہی اپنے بیٹے کو، یہاں تک کہ جب صرف ران رہ گئی تو کہا: ابوحفص تشریف لائیے، فرمایا: میں تو روزے سے ہوں تو اسے بھی صاف کر گیا۔

پھر بولا: تیرا برا ہو اے شمردل! کیا تیرے پاس مجھے کھلانے کی کوئی چیز نہیں ہے، میں نے کہا: کیوں نہیں دو ہندی مرغیاں ہیں، گویا وہ شتر مرغ کے دو بچے ہیں، پھر میں اُن دونوں کو بھی اس کے پاس لے آیا، تو وہ مرغی کا ایک ٹانگ لیتا اور اس کی ہڈی صاف کر کے ڈال دیتا تا آں کہ ان دونوں کو بھی صاف کر گیا، پھر اس نے اپنا سر اٹھایا اور کہا: تیرا برا ہو اے شمردل! کیا تیرے پاس مجھے کھلانے کو کچھ نہیں ہے، میں نے کہا: کیوں نہیں، میرے پاس حریرہ ہے، یوں معلوم ہوتا ہے جیسے سونے کا برادہ ہو، اس نے کہا: تیرا ناس ہو اسے جلدی لے کر آ، تو میں اتنا بڑا پیالہ لے کر آیا جس میں سر چھپ جائے، تو اسے بھی اپنے ہاتھ سے ایک ایک لقمہ لینے لگا اور پینے لگا۔ جب فارغ ہو گیا تو اس نے ڈکار لی جیسے کنوئیں میں چیخ ماری ہو، پھر بولا: اے خادم! کیا تم میرا صبح کا کھانا تیار کر چکے؟ اُس نے کہا: ہاں: پوچھا: کتنا ہے؟ جواب دیا: اسّی ہانڈیاں، سلیمان نے کہا، اُن تمام کو ایک ایک کر کے میرے پاس لاؤ، تو ہر ہانڈی میں سے زیادہ سے زیادہ اُس نے تین لقمے کھائے اور کم سے کم ایک لقمہ کھایا۔ (یہاں تک کہ اسّی ہانڈیاں صاف کر گیا) پھر ہاتھ صاف کیا اور اپنے بستر پر چت لیٹ گیا، پھر لوگوں کو (کھانے کی) اجازت دی گئی اور دستر خوان چنے گئے اور وہ بھی کھانے کے لیے بیٹھ گیا، تو میں اس کے کھانے سے متعلق کسی چیز سے ناواقف نہیں۔

لغات وترکیب

جَال يجُولُ جولاناً (ن) گھومنا، چکر لگانا۔ **ناهيك أي كافيك**، یعنی کافی ہے کسی اور کی ضرورت نہیں، **ناهي** صیغۂ اسم فاعل ہے بمعنی **كافي**، کہتے ہیں "**هذا رجلٌ ناهيك من رجل**" یعنی **أنه بجدّه وغنائه ينهاك عن تطلّب غيره**، یعنی یہ آدمی اپنے فضل وغنا کی وجہ سے غیر سے طلب کرنے سے آپ کے لیے مانع ہے اور خود آپ کے لیے کافی ہے، علّامہ ابن عابدین کی اُس تصریح کے مطابق جو انھوں نے اپنے رسالے "**فوائد عجيبة في إعراب كلمات غريبة**" میں کی ہے، **ناهي** اسم فاعل قائم مقام مبتدا ہے، کاف خطاب اسی ہے، باز ائدہ ہے اور مابعد قائم مقام خبر ہے۔

وَيلٌ، ہلاکت۔ اس کی تحقیق گذر چکی۔ **ويحٌ**، کلمۂ ترحم وتوجع ہے اور کبھی مدح وتعجب کے موقع پر آتا ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ویل کے معنی میں ہے، جیسے "**ويحٌ لزيدٍ، وويحاً لزيد**" رفع ابتدا کی وجہ سے ہوتا ہے اور نصب اضمار فعل کی بنا پر۔ **ويحاً لزيد** "**ألزمه الله ويحاً**" کے معنی میں ہے۔ **عُكّةٌ**، (ج) **عُكَكٌ وعِكَاكٌ**، گھی کا ڈبہ۔ **فَخِذٌ**، (ج)

أفخاذٌ، ران۔ رَالٌ، (ج) أَرْوُلٌ۔ شترمرغ کا بچہ۔ نَعَامٌ، واحد، نَعَامَةٌ۔ شترمرغ۔ أتى على شيء يأتي إتياناً (ض) کسی چیز کا خاتمہ کردینا۔ حَرِيرَةٌ، ایک قسم کا کھانا جو آٹا دودھ روغن ملا کر تیار کیا جاتا ہے۔ قُرَاضَةٌ، ذرّات، برادہ۔ عُسٌّ، (ج) أعْسَاسٌ، بڑا پیالہ۔ تَلَقَّمَ يتلقَّمُ تلقُّماً (تفعل) جلدی سے کھانا، ہڑپ کرنا۔ تجشَّا يتجشَّا تجشُّأً (تفعل) ڈکارنا۔ صَاحَ يَصِيحُ صِيحَةً (ض) چیخ مارنا۔ غَدَاءٌ، (ج) أَغدِيَةٌ، صبح کا کھانا۔ قِدْرٌ، (ج) قُدُورٌ، ہانڈی۔ خِوَانَاتٌ، واحد، خِوَانٌ، دسترخوان۔ هَلُمَّ، اسم فعل بمعنی امر۔

هَلُمَّ أبا حفص، میں هَلُمَّ اسم فعل بمعنی اُحضُرْ ہے اور ''أبا حفص'' مفعول واقع ہے۔ والله دَجاجتان هنديّتان، أي عندي دجاجتان هنديتان۔ فَيُلقي عظامها نقيةً میں ''نقيّةً'' عظامٌ، سے حال واقع ہے۔

تشریح لمّا قدم سليمان بن عبدالملك الطّائف:۔ اس واقعے میں بھی سلیمان بن عبدالملک کے کثرتِ اکل کو بیان کیا گیا ہے کہ کھانے کے دوران اُس نے حضرت عمر بن عبدالعزیز اور اپنے بیٹے تک کو نہیں بلایا اور یہ کہ کھانے کا سلسلہ اُس نے صبح سے شام تک جاری رکھا، یکے بعد دیگرے کھانا طلب کرتا رہا، انفرادی طور پر بھی کھایا اور جب تمام لوگوں کو کھانے کے لیے بلایا گیا تو سب کے ساتھ بھی بیٹھ گیا۔

مَاثُورَتُهُ الْحِكْمَةُ الْيُونَانِيَّةُ

يُحكىٰ أنَّ المَامُونَ لَمَّا هَادَنَ بَعْضَ مُلُوكِ الرُّومِ طَلَبَ مِنْهُ خِزَانَةَ كُتُبِ اليُونان، وَكَانَتْ عِنْدَهُ مَجْمُوعَةً فِي بَيْتٍ لَا يَظْهَرُ عَلَيْهِ أحَدٌ، فَجَمَعَ المَلِكُ خَاصَّتَهُ مِنْ ذَوِي الرَّايِ، وَاسْتَشَارَهُم فِي ذٰلِكَ فَكُلُّهُمْ أشَارَ بِعَدَمِ تَجْهِيزِهَا إلّا مَطْرَاناً وَاحِداً، فَإنَّهُ قَالَ: جَهِّزْهَا إلَيْهِمْ، فَمَا دَخَلَتْ هٰذِهِ الْعُلُومُ عَلىٰ دَوْلَةٍ شَرْعِيَّةٍ إلّا أفْسَدَتْهَا وَأوْقَعَتْ بَيْنَ عُلَمَائِهَا.

وَكَانَ الشَّيْخُ تَقِيُّ الدِّيْنِ ابْنُ تَيْمِيَّةَ يَقُولُ: مَا اظُنُّ أنَّ اللّٰهَ يَغْفُلُ عَنِ الْمَامُونِ وَلَا بُدَّ أن يُقَابِلَهُ عَلىٰ مَا اعْتَمَدَهُ مَعَ هٰذِهِ الأُمَّةِ مِنْ إدْخَالِ هٰذِهِ الْعُلُومِ الْفَلْسَفِيَّةِ بَيْنَ أهْلِهَا.

یونانی فلسفے سے پیدا شدہ خرابی

واقعہ منقول ہے کہ مامون الرشید نے جب روم کے کسی بادشاہ سے مصالحت کی تو اس سے یونانی کتابوں کا ذخیرہ طلب کیا، اور وہ ذخیرہ شاہ روم کے پاس ایک ایسے گھر میں محفوظ تھا جس پر کوئی واقف نہیں تھا، چناں چہ بادشاہ نے اصحاب رائے میں سے اپنے مخصوص لوگوں کو جمع کیا اور ان سے اِس سلسلے میں مشورہ کیا، تو ہر ایک نے اسے نہ دینے کا مشورہ دیا، بجز ایک

بزرگ پادری کے، کیوں کہ اس نے کہا: آپ اُس ذخیرے کو اُن کے سپرد کر دیجیے، اِس لیے کہ یہ علوم کسی اسلامی سلطنت کے اندر داخل نہیں ہوئے مگر اس میں فساد برپا کر دیا، اور اس ملک کے علما کے درمیان بگاڑ پیدا کر دیا۔

شیخ تقی الدین ابن تیمیہ فرمایا کرتے تھے، میں نہیں سمجھتا کہ اللہ تعالیٰ مامون کو درگذر کر دے گا، بل کہ ضرور اس سے محاسبہ کرے گا اس چیز پر جس پر اس نے اس امت کے ساتھ اعتماد کیا یعنی ان علوم فلسفیہ کو اہل امت کے درمیان داخل کر کے۔

لغات وترکیب

هَادَنَ يُهَادِنُ مُهَادَنَةً (مفاعلة) مصالحت کرنا۔ خِزانَةٌ، (ج) خَزائِنُ، ذخیرہ۔ جَهَّزَ يُجَهِّزُ تَجْهِيزاً (تفعیل) تیار کرنا۔ مَطْرانٌ، (ج) مَطارِنَةٌ، پادریوں کا سردار۔ أوقَعَ بين اثنين يُوقع إيقاعاً (افعال) دوشخصوں کے درمیان بگاڑ پیدا کرنا۔ غَفَلَ عَنْ أحَدٍ يَغْفُلُ غَفْلَةً (ن) کسی سے درگذر کرنا۔ قَابَلَ أحداً يُقَابِلُ مُقَابَلَةً (مفاعلة) کسی سے محاسبہ کرنا۔ اعتمده، وعليه، يعتمد اعتماداً (افتعال) کسی پر بھروسہ کرنا۔

إلّا مطراناً واحداً، "كلهم" کی ضمیر سے مستثنیٰ ہے۔ لابدّ أن يقابله میں "أن يقابله" "لا" کی خبر ہے، اصل میں من أن يقابله ہے، "من إدخال هذه العلوم الخ" یہ جملہ ما اعتمده میں "ما" کا بیان ہے۔

تشریح مذکورہ درس میں فلسفۂ یونانی کی یہ خرابی بیان کی گئی ہے کہ جہاں بھی یہ علوم پہنچے وہاں بگاڑ ہوا، علماء میں تفرقہ بازی ہوگئی، اور بقول ابن تیمیہ ؒ مامون کی اس سلسلے میں باز پرس ضرور ہوگی کہ اُس نے علوم فلسفیہ کو اس امت میں کیوں جاری کیا۔

یہاں یہ جان لینا خالی از فائدہ نہ ہوگا کہ مامون کے نام کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ مامون ہی نے اپنے دورِ خلافت میں شاہانِ روم سے کتبِ فلاسفہ کا مطالبہ کیا، اور افلاطون، ارسطاطالیس، بقراط، جالینوس، اقلیدس وغیرہ کی کتابیں منگا کر ان کا ترجمہ کرایا، ان کی تعلیم وتدریس کو فروغ بخشا اور لوگوں نے بھی مامون کی بارگاہ میں قربت حاصل کرنے کے لیے علم فلسفہ میں کافی دل چسپی لی۔

قِلّةُ الطَّعَامِ

حُكِيَ أنَّ الرَّشِيْدَ كَانَ لَهُ طَبِيْبٌ نَصرَانِيٌّ، فَقَالَ لِعَلِيِّ بْنِ الحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ: لَيسَ فِي كِتَابِكُمْ مِنْ عِلْمِ الطِّبِّ شَيءٌ، وَالْعِلْمُ عِلْمَان: عِلْمُ الأبْدَان وَعِلْمُ الأدْيَان، فَقَالَ لَهُ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ: قَدْ جَمَعَ اللّٰهُ تَعَالىٰ الطِّبَّ كُلَّهُ فِي كَلِمَةٍ وَاحِدَةٍ مِنْ كِتَابِهِ، قَالَ: وَمَاهِيَ؟ قَالَ: "وَلَا تُسْرِفُوا" فَقَالَ النَّصْرَانِيُّ: وَلَا يُؤْثَرُ عَنْ نَبِيِّكُمْ فِي الطِّبِّ شَيءٌ، فَقَالَ: جَمَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

الطِّبَّ فِي خَبَرٍ واحِدٍ، قَالَ: وَمَا هُوَ؟ قَالَ: اَلْمِعْدَةُ بَيْتُ الأَدْوَاءِ، وَأَعْطِ، كُلَّ بَدَنٍ مَا عَوَّدْتَه، فَقَالَ النَّصْرَانِيُّ: مَا تَرَكَ كِتَابُكُمْ وَلَا نَبِيُّكُمْ لِجَالِيْنُوسَ طِبًّا.

کم کھانا

واقعہ منقول ہے کہ ہارون رشید کا ایک نصرانی طبیب تھا، اس نے علی بن حسین بن واقد سے کہا: تمہاری کتاب (قرآن) میں علم طب کے متعلق کچھ بھی نہیں ہے حالاں کہ علم درحقیقت دو ہی علم ہیں (۱) علم الابدان (۲) علم الادیان، تو اس سے علی بن حسین نے کہا: اللہ تعالیٰ نے تمام علم طب کو اپنی کتاب کے ایک کلمے میں جمع فرما دیا ہے، دریافت کیا: وہ کون سا کلمہ ہے؟ فرمایا: ''وَلَا تُسْرِفُوا'' (اسراف سے کام مت لو) تو نصرانی نے کہا: تمہارے نبی سے علم طب کے بارے میں کچھ منقول نہیں، تو فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم طب کو صرف ایک حدیث میں جمع کر دیا ہے، دریافت کیا: وہ کون سی حدیث ہے؟ فرمایا: ''المعدة بيت الأدواء الخ'' معدہ تمام بیماریوں کا گھر ہے اور ہر بدن کو اتنا ہی دو جتنے کا تم نے اسے عادی بنایا ہے، تو نصرانی نے کہا: نہ تو تمہاری کتاب نے اور نہ ہی تمہارے نبی نے جالینوس کے لیے کچھ طب چھوڑا۔

لغات وترکیب

طَعَامٌ، (ج) أطعِمَةٌ، کھانا۔ أدْيَانٌ، واحد، دِيْنٌ، مذہب۔ طِبٌّ، جسمانی اور روحانی علاج۔ طَبَّ يَطُبُّ طِبًّا (ن،ض) علاج کرنا۔ أسْرَفَ يُسْرِفُ إسْرَافاً (افعال) حد سے تجاوز کرنا۔ أثَرَ عَنْ أحدٍ يأثُرُ أثراً (ن) نقل کرنا۔ أدواءٌ، واحد، داءٌ، بیماری۔

عِلْمُ الأبدان وعلمُ الأديان، أي أحدهما علمُ الأبدان وثانيهما علم الأديان۔ ماهي؟ أي أيّ شيء هي؟ ماترك كتابكم ولا نبيكم میں واو عاطفہ ہے اور ''لا'' زائدہ ہے۔

تشریح قد جمع الله الطبّ كلّه الخ:۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ رب العزت کے کلام میں صرف ایک کلمہ میں اور ذخائرِ احادیث میں سے صرف ایک حدیث میں مکمل علم طب کو جمع کر دیا گیا ہے، چناں چہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے ''كلو واشربوا ولا تسرفوا'' (کھاؤ اور پیو اور حد سے تجاوز مت کرو) اور ارشاد گرامی ہے ''المعدة بيت الأدواء وأعط كلّ بدن ما عوّدته'' اور قرآن وحدیث میں جو کچھ بیان ہوا اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کھانے پینے میں احتیاط برتے، حد سے زیادہ نہ کھائے ورنہ معدہ تحمل نہیں کر پائے گا اور نتیجتاً انسان بیماری میں مبتلا ہو جائے گا، اور اگر احتیاط سے کام لے گا تو بیماری سے محفوظ رہے گا، اور کسی طبیب کے پاس اسے جانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

عَدلُ علِيّ رضِيَ اللّٰهُ عَنهُ وَتوَقّيهِ عَنِ التّجَاوُزِ عَنْ حُدُودِ اللّٰهِ تعالٰى

قَالَ كَثِيرُ الْحَضرَمِيّ: دَخَلْتُ مَسْجِدَ الْكُوفَةِ مِنْ قِبَلِ أبْوَابِ كِنْدَةَ، فَإذَا نَفَرٌ خَمسَةٌ يَشْتِمُونَ عَلِيّاً رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُ، وَفِيْهِمْ رَجُلٌ عَلَيْهِ بُرنُسٌ، يَقُولُ: أُعَاهِدُ اللّٰهَ لَأَقْتُلَنّهُ، فَتَعَلّقْتُ بِهِ، وَتَفَرّقَتْ أصْحَابُه عَنْهُ فَأتَيْتُ بِهِ عَلِيّاً رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَقُلْتُ: إنّي سَمِعْتُ هٰذا يُعاهِدُ اللّٰهَ لَيَقْتُلَنّكَ، فَقَالَ: أُدْنُ، وَيْحَكَ، مَنْ أنْتَ؟ فَقَالَ: أنَا سَوّارُ المَنقَرِي، فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: خَلِّ عَنْهُ، فَقُلْتُ: أُخَلِّي عَنْهُ؟ وَقَدْ عَاهَدَ اللّٰهَ لَيَقْتُلَنّكَ، قَالَ: أفَأقْتُلُهُ؟ وَلَمْ يَقْتُلْنِي، قُلْتُ: فَإنّهُ قَدْ شَتَمَكَ، قَالَ: فَاشْتِمْهُ إن شِئْتَ أوْدَعْهُ.

وَرُوِيَ فِي هٰذا عَنْهُ كَرّمَ اللّٰهُ وَجْهَهُ أنّهُ قَالَ: "كَيفَ أقْتُلُ قَاتِلِي"؟ مَعْنَاهُ أنّهُ لَا يَجُوزُ لِي أنْ أقْضِيَ عَلَيْهِ بالْقِصَاصِ؟ فإنّهُ إنْ أُرِيْدَ بِالْقَتْلِ إرادَةُ القَتْلِ مَجازاً فَهُوَ مُرِيدُ القَتْلِ لَا القَاتِلُ، وَلَا يُقْتَصُّ مِمّنْ أرَادَ قَتْلَ أحَدٍ وإنْ أُرِيْدَ بِالْقَتْلِ الْقَتْلُ حَقِيْقَةً، فَلَمّا فَرَغَ مِنْ قَتْلِي فَالْأمْرُ مُفَوّضٌ إلٰى أوْلِيَائِي لَا إلَيّ. فَلا يُمْكِنُ لِي قَتْلُهُ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انصاف اور حدودِ خداوندی سے تجاوز سے آپ کا باز رہنا

کثیر حضرمی کا بیان ہے کہ: میں کندہ کے دروازوں کی جانب سے کوفہ کی مسجد میں داخل ہوا تو وہاں پانچ افراد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہہ رہے تھے، اور ان میں ایک شخص تھا جس کے سر پر لمبی ٹوپی تھی، وہ کہہ رہا تھا: میں اللہ سے عہد و پیمان کرتا ہوں کہ میں ضرور بالضرور انھیں قتل کروں گا، تو میں اس سے چمٹ گیا اور اس کے رفقاء اس سے جدا ہو گئے، میں اسے لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: میں نے اس شخص کو سنا کہ یہ اللہ سے عہد و پیمان کر رہا تھا کہ ضرور بالضرور آپ کو قتل کرے گا، تو آپؓ نے فرمایا: قریب آ، تیرا برا ہو، تو ہے کون؟ تو اس نے کہا: میں سوار منقری ہوں، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو، میں نے کہا: کیا میں اسے یوں ہی چھوڑ دوں؟ جب کہ اس نے اللہ تعالیٰ سے عہد و پیمان کر رکھا ہے کہ وہ ضرور آپ کو قتل کرے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو کیا میں اسے قتل کر دوں؟ حالاں کہ اس نے مجھے قتل نہیں کیا ہے، میں نے کہا: اس نے آپ کو برا بھلا تو کہا ہے، آپؓ نے فرمایا: تو بھی اسے برا بھلا کہہ لے اگر چاہے یا اسے چھوڑ دے۔

اور اسی سلسلے میں حضرت کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: میں اپنے قاتل کو کیسے قتل کروں؟ اس کا مطلب

یہ ہے کہ میرے لیے جائز نہیں کہ میں اس کے خلاف قصاص کا فیصلہ کروں، اس لیے کہ اگر قتل سے ارادۂ قتل مراد لیا گیا ہے مجازاً، تو وہ قتل کا ارادہ کرنے والا ہوا نہ کہ قاتل، اور اس شخص سے قصاص نہیں لیا جاتا جس نے کسی کے قتل کا صرف ارادہ کیا ہو، اور اگر قتل سے حقیقۃً قتل مراد لیا جائے تو جب میرے قتل سے فارغ ہوگا، تو معاملہ میرے اولیاء کے سپرد ہو جائے گا نہ کہ میرے، لہٰذا میرے لیے اسے قتل کرنا ناممکن ہے۔

لغات ترکیب:-

عَدَلَ يَعْدِلُ عَدْلاً (ض) انصاف کرنا۔ تَوَقّٰى عَنْ شيء يَتَوَقّٰى تَوَقِّياً (تفعل) کسی چیز سے بچنا۔ حُدُودٌ، واحد، حدٌّ، حد، مراد احکام شرعیہ۔ نَفَرٌ (ج) أنْفَارٌ، تین سے دس تک مردوں کی جماعت۔ شَتَمَ يَشْتِمُ شَتْماً (ض) برا بھلا کہنا، گالی دینا۔ بُرْنُسٌ، (ج) بَرَانِسُ، لمبی ٹوپی، جو عرب میں پہنی جاتی تھی، وہ لباس جس کا کچھ حصہ ٹوپی کی جگہ کام دے۔ خَلّٰى عَنْ أحدٍ يُخلِّي تَخْلِيَةً (تفعیل) کسی کا راستہ چھوڑ دینا، آزاد کر دینا۔ عَاهَدَ أحداً يُعَاهِدُ مُعَاهَدَةً (مفاعلۃ) کسی سے عہد و پیمان کرنا۔ وَدَعَ يَدَعُ وَدْعاً (ف) چھوڑنا۔ اقتَصَّ يَقْتَصُّ اقتِصَاصاً (افتعال) قصاص لینا۔ فوَّضَ إلىٰ أحدٍ يُفوِّضُ تَفْوِيْضاً (تفعیل) کسی کے سپرد کرنا۔

''فإذا نفر خمسة يشتمون علياً'' إذا مفاجاتیہ ہے، نفرٌ خَمسَةٌ موصوف صفت مل کر مبتدا ہے اور ''يشتمون'' پورا جملہ خبر ہے۔ رَجُلٌ موصوف ہے ''عليه بُرنُسٌ'' یہ جملہ صفت ہے، علیہ محذوف سے متعلق ہو کر خبر مقدم ہے اور ''برنس'' مبتدا مؤخر ہے۔ أخلِّي عَنْه أي أأخلِّي عنه، حرف استفہام محذوف ہے ''وقد عاهد الله'' یہ جملہ ''عنه'' کی ضمیر سے حال واقع ہے۔ فاشتمه إن شئت میں جزا مقدم ہے اور شرط مؤخر ہے۔

تشریح قال كثير الحضرمي الخ :- مندرجہ بالا سبق میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے انصاف پروری اور حدودِ شرعیہ سے تجاوز نہ کرنے کا بیان ہے کہ آپ نے اُس شخص کو جو برا بھلا کہہ رہا تھا کچھ نہیں کہا، اور بہت واضح لفظ میں کہہ دیا کہ چوں کہ وہ قتل کو کہہ رہا تھا، اُس نے مجھے قتل نہیں کیا ہے، لہٰذا اس کے قتل کا مجھے کوئی جواز نہیں پہنچتا، اس لیے میں اسے قتل کر کے حدِ شرعی سے تجاوز نہیں کروں گا، ہاں برا بھلا کہا ہے تو اگر آپ کی طبیعت چاہے تو آپ بھی کہہ لیں، مگر میں برا بھلا بھی نہیں کہہ سکتا۔

دوسری روایت کا بھی یہی مطلب ہے کہ اگر قتل سے اس نے ارادۂ قتل مراد لیا ہے تو ظاہر ہے کہ صرف ارادۂ قتل پر قصاص واجب نہیں ہوتا، اور اگر حقیقتاً قتل مراد ہے تو میرے مقتول ہونے کے بعد معاملہ اولیا کے سر ہو جاتا ہے، بہ ہر حال میں محض اس کے کہنے سے اسے قتل کر کے حدِ شرعی سے تجاوز نہیں کروں گا۔

اِسْتِمَاعُ الْاِغْتِيَابِ

قَالَ العَتبيّ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ سَعِيدِ الْقُصَرِيّ، قَالَ: نَظَرَ إِلَيَّ عَمْرُو بْنُ عَتبَةَ، وَرَجُلٌ يَشْتِمُ بَيْنَ يَدَيَّ رَجُلاً، فَقَالَ لِي: وَيْلَكَ، (وَمَا قَالَ لِي: وَيْلَكَ قَبْلَهَا) نَزِّهْ سَمْعَكَ عَنْ اِسْتِمَاعِ الخنا، كَمَا تُنَزِّهُ لِسَانَكَ عَنِ الْكَلَامِ بِهِ، فَإِنَّ السَّامِعَ شَرِيْكُ الْقَائِلِ، وَإِنَّهُ عَمَدَ إِلٰى شَرِّ مَا فِي وِعَائِهِ، فَأَفْرَغَهُ فِي وِعَائِكَ، وَلَوْ رُدَّتْ كَلِمَةُ جَاهِلٍ فِي فِيْهِ لَسَعِدَ رَادُّهَا، كَمَا شَقِيَ قَائِلُهَا، وَقَدْ جَعَلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى شَرِيْكَ الْقَائِلِ، فَقَالَ: "سَمّٰعُونَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُونَ لِلسُّحْتِ".

غیبت سننا

عتبی کا بیان ہے: مجھ سے میرے والد نے سعید قصری کے حوالے سے بیان کیا، انھوں نے فرمایا: مجھے عمرو بن عتبہ نے دیکھا اِس حال میں کہ ایک شخص میرے سامنے ایک دوسرے شخص کو برا بھلا کہہ رہا تھا، تو اس نے مجھ سے کہا: "ویلك" تیرا برا ہو (حالانکہ اس سے پہلے اُس نے مجھے "ویلک" کبھی نہیں کہا تھا) تم اپنے کان کو غیبت کے سننے سے ایسے ہی پاک رکھو جس طریقے سے تم اپنی زبان کو بری بات کہنے سے پاک رکھتے ہو، اس لیے کہ سننے والا (گناہ میں) کہنے والے کا شریک ہوتا ہے، کہنے والا ارادہ کرتا ہے اُس برائی کا جو اس کے ظرف میں ہے، پھر وہ اسے تمہارے ظرف میں انڈیل دیتا ہے، اور اگر کسی جاہل کی بات اس کے منہ پر لوٹا دی جائے تو اس کا لوٹانے والا یقیناً نیک بخت ہوگا جیسے کہ اس کا کہنے والا بد بخت ہے، اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے سننے والے کو کہنے والے کا شریک قرار دیا ہے، چناں چہ فرمایا: "جھوٹی بات کے سننے والے حرام مال کے کھانے والے ہیں"۔

لغات وترکیب

اغتاب يغتاب اغتياباً (افتعال) پیٹھ پیچھے بدگوئی کرنا۔ نزّه يُنزّه تنزيهاً (تفعیل) پاک کرنا۔ خنا، واحد، خناة، بدزبانی۔ خنا يَخنُو خنواً وخنِي يَخنىٰ خنىً (س) بدزبانی کرنا۔ وعاءٌ، (ج) أوعيةٌ ظرف۔ سَعِدَ يَسْعَدُ سَعَادَةً (س) نیک بخت ہونا۔ شقِي يشقىٰ شَقَاوةً (س) بد بخت ہونا۔ سُحْتٌ، (ج) أسحاتٌ، حرام، ہر وہ کمائی جو خبیث وقبیح ہو اور اس سے عار لازم آئے، جیسے رشوت وغیرہ۔

ولو ردّت كلمة جاهل الخ: شرط ہے اور "لسعد رادّها" جزا واقع ہے۔ شريك القائل، جَعَلَ کا مفعولِ ثانی ہے۔

تشریح نزّه سَمْعَكَ عنْ استماع الخنا الخ: درسِ مذکور میں غیبت سننے سے منع کیا گیا ہے کہ غیبت کے سننے سے انسان کو اپنے کان کی حفاظت کرنی چاہیے جس طریقے سے اپنی زبان کو اس میں ملوث ہونے سے بچاتا

ہے اس لیے کہ سننے والا گناہ میں کہنے والے ہی کے برابر ہوتا ہے، کہنے والا چاہتا ہے کہ اپنے باطن کی خرابی کو تمہارے اندر انڈیل دے تا کہ تمہارا بھی باطن ملوث ہو جائے، اب اگر سننے والا اس کی بات کو رد کر دے اور گندی بات اس کے منہ پر مار دے تو اپنے اس عمل سے وہ اپنے آپ کو ایک برائی سے بچا لے گا اور اسے سعادت مندی حاصل ہو گی۔

قُوَّةُ الْفَصَاحَةِ

قَالَ صَاحِبُ الْأَغَانِي: إِنَّ رَجُلاً قَالَ لِجَرِيْرٍ: مَنْ أَشْعَرُ النَّاسِ؟ قَالَ قُمْ حَتّٰى أُعَرِّفَكَ الْجَوَابَ، فَأَخَذَ بِيَدِهِ وَجَاءَ إِلٰى أَبِيْهِ عَطِيَّةَ وَقَدْ أَخَذَ عَنْزاً، فَاعْتَقَلَهَا، وَجَعَلَ يَمُصُّ ضَرْعَهَا، فَصَاحَ بِهِ أُخْرُجْ يَا أَبَتِ، فَخَرَجَ شَيْخٌ ذَمِيْمٌ رَثُّ الْهَيْئَةِ وَقَدْ سَالَ لَبَنُ الْعَنْزِ عَلٰى لِحْيَتِهِ، فَقَالَ: تَرٰى هٰذَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: أَوَتَعْرِفُه؟ قَالَ: لَا، قَالَ: هٰذَا أَبِي، أَتَدْرِيْ لِمَ كَانَ يَشْرَبُ مِنْ ضَرْعِ الْعَنْزِ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: مَخَافَةَ أَنْ يُسْمَعَ صَوْتُ الْحَلْبِ فَيُطْلَبَ مِنْهُ ثُمَّ قَالَ: أَشْعَرُ النَّاسِ مَنْ فَاخَرَ بِهٰذَا الْأَبِ ثَمَانِيْنَ شَاعِراً وَقَارَعَهُمْ فَغَلَبَهُمْ جَمِيْعاً.

زورِ بیان

صاحبِ اغانی کا بیان ہے کہ ایک شخص نے جریر سے پوچھا: لوگوں میں سب سے بڑا شاعر کون ہے؟ جریر نے کہا: اٹھیے، تا کہ میں آپ کو جواب سے روشناس کراؤں، چناں چہ اس کا ہاتھ پکڑا اور اپنے باپ عطیہ کے پاس آیا اس حال میں کہ اس نے ایک بکری پکڑ رکھی تھی، پھر اس کے بکری کی ٹانگ کو اپنی ران اور پنڈلی کے درمیان دبایا اور اس کا تھن چوسنا شروع کر دیا: تو جریر نے اسے آواز دی، ابا جان! باہر آیئے، تو ایک بدشکل بدہیئت بوڑھا نکلا اس حال میں کہ بکری کا دودھ اس کی داڑھی پر بہہ رہا تھا، تو جریر نے کہا: انھیں دیکھ رہے ہو، اس شخص نے کہا: ہاں، جریر نے کہا: کیا انھیں پہچانتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں، جریر نے کہا: یہ میرے والد ہیں، کیا تمہیں معلوم ہے کہ بکری کے تھن سے کیوں پی رہے تھے؟ اس نے کہا: نہیں، جریر نے کہا: اس اندیشے سے کہ دوہنے کی آواز سن لی جائے اور ان سے مانگ لیا جائے، پھر جریر نے کہا: لوگوں میں سب سے بڑا شاعر وہ شخص ہے جس نے اس باپ کے ہوتے ہوئے اسی شاعروں پر فخر کیا، ان سے مقابلہ کیا پھر ان تمام پر غالب آ گیا۔

لغات وترکیب

قَوِيَ يَقْوٰى قُوَّةً (س) طاقت ور ہونا۔ فَصُحَ يَفْصُحُ فصاحةً (ک) فصیح ہونا۔ صاحب اغانی سے مراد ابوالفرج علی بن حسین اصبہانی ہیں، تفصیلی حالات کتاب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔ شعر الرجلُ يَشْعُرُ شِعْراً (ن) شعر کہنا۔

عنزٌ، (ج) عنوزٌ، بکری۔ اعتقَلَ الشاة يُعتَقِلُ اعتقالاً (افتعال) بکری کی ٹانگ کو اپنی ران اور پنڈلی کے درمیان دبا کر دوہنا۔ مصَّ يَمَصُّ مَصًّا (س، ن) چوسنا۔ ضَرْعٌ، (ج) ضُرُوعٌ، تھن۔ صَاحَ باحدٍ يَصِيحُ صَيْحاً (ض) کسی کو پکارنا۔ يَا أَبَتِ اصل میں ''يا أبي'' تھا یائے متکلم کو تا سے بدل دیا گیا ہے۔ ذَمِيْمٌ، (ج) ذِمَامٌ، برا۔ رثَّ يرِثُّ رَثَاثَةً (ض) بوسیدہ ہونا۔ سَالَ يَسِيْلُ سَيْلاناً (ض) بہنا۔ لَبَنٌ، (ج) أَلْبَانٌ، دودھ۔ لِحْيَةٌ، (ج) لُحىً داڑھی۔ حَلَبَ يَحْلِبُ حَلْباً (ض) دوہنا۔ قَارَعَ القومُ يُقَارِعُ مُقَارَعَةً (مفاعلة) قرعہ ڈالنا، باہم تلوار چلانا، مقابلہ کرنا۔ غَلَبَ يَغْلِبُ غَلْباً (ض) غالب ہونا۔

وَقَدْ أخذ عنزاً، یہ جملہ ترکیب میں ''عطيّة'' سے حال واقع ہے، اسی طریقے سے ''وقد سال لبن العنز'' یہ جملہ بھی ''شيخٌ ذميمٌ'' سے حال ہے۔ مخافَةَ أن يُسْمَعَ، یہ جملہ فعلِ محذوف کا مفعول لہ ہے أي يشرب مخافة أن يسمع.

تشریح جریر عرب کا مشہور شاعر ہے تفصیلی حالات کتاب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔ اس سبق میں جریر نے اپنے شاعر ہونی کی حیثیت کو بتایا ہے کہ باپ تو انتہائی خسیس اور کمتر درجے کا انسان ہے، بخل کا یہ عالم ہے کہ بکری کے دودھ کو کسی برتن میں محض اس وجہ سے نہیں دوہتا ہے کہ دوہنے کی آواز باہر جاسکتی ہے اور اندیشہ یہ ہے کہ آواز سن کر کوئی دودھ مانگ نہ لے، اور بیٹا شاعری میں اتنا بلند مقام پر ہے کہ اس وقت لوگوں میں سب سے بڑا شاعر ہے، اتنی شاعروں سے مقابلہ ہوا اور اپنے زورِ بیان اور فصاحت سے ان تمام پر غالب آگیا۔

قُوَّةُ الْحِفْظِ

رُوِيَ عَنِ ابْنِ الْمَدِيْنِي أَنَّهُ سَأَلَ أَعْرَابِيٌّ عَلٰى بَابِ قَتَادَةَ (وَهُوَ تَابِعِيٌّ جَلِيْلٌ يُقَالُ: وُلِدَ أَكْمَهَ قَدِ اتَّفَقُوا عَلٰى أَنَّهُ أَحْفَظُ أَصْحَابِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ) وَانْصَرَفَ، فَفَقَدُوا قَدَحاً، فَحَجَّ قَتَادَةُ بَعْدَ عَشْرِ سِنِيْنَ، فَوَقَفَ أَعْرَابِيٌّ فَسَأَلَهُمْ فَسَمِعَ قَتَادَةُ كَلَامَهُ، فَقَالَ: صَاحِبُ الْقَدَحِ هٰذَا فَسَأَلُوْهُ فَأَقَرَّ بِهٖ.

یادداشت کی قوت

علامہ ابن مدینی سے مروی ہے کہ ایک اعرابی نے حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کے دروازے پر سوال کیا (حضرت قتادہ ایک جلیل القدر تابعی ہیں، آپ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپ مادر زاد نابینا پیدا ہوئے، علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آپ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں سب سے زیادہ یادداشت والے تھے) اور لوٹ گیا، تو انھوں نے ایک پیالے گم پایا، پھر حضرت قتادہ دس بعد حج پر تشریف لے گئے، تو اسی اعرابی نے کھڑے ہوکر لوگوں سے سوال کیا، تو حضرت قتادہ

نے اس کی بات سن لی اور فرمایا: پیالے (کا چرانے) والا یہی ہے۔ پھر لوگوں نے اس سے معلوم کیا تو اس نے اقرار کیا۔

لغات وترکیب

حَفِظَ يَحْفَظُ حِفْظاً (س) یاد کرنا۔ تابعيٌّ، (ج) تابعیون، تابعی، جس نے بحالت ایمان صحابی سے ملاقات کی ہو۔ كَمِهَ يَكْمَهُ كَمهاً (س) مادرزاد نابینا ہونا۔ فَقَدَ يَفْقِدُ فَقْداً (ض) کھودینا۔ قَدَحٌ، (ج) أقداحٌ، پینے کا برتن، پیالہ۔ أقرّ بشيء يُقِرُّ إقْراراً (افعال) کسی چیز کا اقرار کرنا۔

تشریح درس مذکور میں حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کے قوتِ یادداشت کو بیان کیا گیا ہے کہ یوں تو آپ مادرزاد نابینا تھے، مگر حافظہ غضب کا تھا، ایک سائل نے آپ سے سوال کیا، آپ نے اس کی آواز سن لی، وہ ایک پیالہ چرا کر چلا گیا، دس سال بعد جب آپ کا سفرِ حج پر جانا ہوا تو وہی سائل کھڑا ہو کر لوگوں سے کچھ مانگ رہا تھا آپؒ نے اس کی آواز سن کر پتہ لگا لیا کہ یہ وہی سائل ہے جو دس سال پہلے پیالہ چرا کر بھاگ آیا تھا، معلوم کرنے پر اس نے اپنے جرم کا اعتراف کیا۔

ذَكَاوَةُ إِيَاسٍ

هُوَ أَبُو وَاثِلَةَ بنُ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرّ بْنِ إِيَاسِ بنِ هِلَالِ بنِ رَبَابِ الْمُزَنِيِّ قَاضِي الْبَصْرَةِ، وَمِنْ ذَكَاوَتِهِ أَنَّهُ اِخْتَصَمَ إِلَيْهِ رَجُلَانِ فِي قَطِيْفَتَيْنِ، حَمْرَاءُ وَخَضْرَاءُ، فَقَالَ أَحَدُهما: دَخَلْتُ الْحَوْضَ لِأَغْتَسِلَ، وَوَضَعْتُ قَطِيْفَتِي، ثُمَّ جَاءَ هٰذَا وَوَضَعَ قَطِيْفَتَهُ بِجَنْبِ قَطِيْفَتِي، ثُمَّ دَخَلَ وَاغْتَسَلَ، فَخَرَجَ قَبْلِي وَأَخَذَ قَطِيْفَتِي، فَتَبِعْتُهُ فَزَعَمَ أَنَّهَا قَطِيْفَتُهُ، فَقَالَ: أَلَكَ بَيِّنَةٌ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: إِئْتُونِي بِمُشْطٍ، فَأُتِيَ بِهِ، فَسَرَّحَ رَأْسَ هٰذَا، ثُمَّ هٰذَا، فَخَرَجَ مِنْ رَأْسِ أَحَدِهِمَا صُوْفٌ أَحْمَرُ، وَمِنْ رَأْسِ الْآخَرِ أَخْضَرُ، فَقَضَىٰ بِالْأَخْضَرِ لِصَاحِبِ الْأَخْضَرِ وَبِالْأَحْمَرِ لِصَاحِبِ الْأَحْمَرِ.

حضرت ایاس کی ذہانت

وہ ابوواثلہ بن معاویہ بن قر بن ایاس بن ہلال بن رباب مزنی ہیں جو بصرہ کے قاضی ہیں، ان کی ذہانت کا واقعہ یہ ہے کہ ان کے پاس دو آدمی مقدمہ لے کر آئے دو چادروں کے سلسلے میں، ان میں سے سرخ اور دوسری سبز تھی، تو ان دونوں میں سے ایک نے کہا: میں غسل کرنے کے لیے تالاب میں داخل ہوا اور اپنی چادر رکھ دی، پھر یہ شخص آیا اور اپنی چادر کو میری چادر کے بغل میں رکھ دیا، پھر (تالاب میں) داخل ہوا اور غسل کیا اور مجھ سے پہلے نکل گیا، اور میری چادر لے لی، تو میں نے اس کا پیچھا کیا، تو اس نے دعویٰ کیا کہ یہ چادر اسی کی ہے، تو قاضی ایاس نے فرمایا: کیا تمہارے پاس دلیل ہے، اس نے کہا:

نہیں، حضرت ایاس نے فرمایا: میرے پاس ایک کنگھی لے کر آؤ، چناں چہ کنگھی لائی گئی، پھر آپ نے اس کے سر میں کنگھی کی پھر دوسرے کے سر میں، تو ان دونوں میں سے ایک کے سر سے سرخ اون اور دوسرے کے سر سے سبز اون نکلا، تو آپ نے سبز چادر کا سبز اون والے کے لیے اور سرخ چادر کا سرخ اون والے کے لیے فیصلہ فرما دیا۔

لغات وترکیب

ذَكِيَ يَذْكَىٰ ذَكَاءً (س) تیز خاطر ہونا۔ اِخْتَصَمَ إِلَىٰ أَحَدٍ يَخْتَصِمُ اخْتِصَاماً (افتعال) کسی کے پاس مقدمہ لے کر جانا۔ قَطِيفَةٌ، (ج) قُطُفٌ وَقَطَائِفُ، جھوردار چادر۔ اغْتَسَلَ يَغْتَسِلُ اغْتِسَالاً (افتعال) غسل کرنا۔ تبِعَ يَتْبَعُ تَبَعاً (س) پیچھے پیچھے چلنا۔ زَعَمَ يَزْعَمُ زَعْماً (ف) سچ یا جھوٹ کہنا۔ مُشْطٌ، (ج) أَمْشَاطٌ، کنگھی۔ سرّحَ الرَّأْسَ يُسَرِّحُ تَسْرِيحاً (تفعیل) سر میں کنگھا کرنا۔ صُوْفٌ، (ج) أصواف، اون۔

حمراءُ وخضراءُ أي إحداهما حمراء وثانيهما خضراء۔ أَلَكَ بَيِّنَةٌ، أ ہمزۂ استفہام، لك خبر مقدم، بيّنة، مبتدا موخر، مبتدا با خبر جملہ استفہامیہ انشائیہ ہوا، فقضىٰ بالأخضر لصاحب الأخضر، بالأخضر اور لصاحب دونوں "قضىٰ" سے متعلق ہیں۔

تشریح اس سبق میں حضرت قاضی ایاس رحمۃ اللہ علیہ کی ذہانت کا عجیب وغریب واقعہ مذکور ہے کہ آپ نے اپنی ذہانت وفطانت سے فریقین کے درمیان ایسا فیصلہ کیا جو دونوں کے لیے قابل قبول تھا، آپ نے سر سے نکلے ہوئے اون کو دیکھ کر سبز اون والے کے لیے سبز چادر کا اور سرخ اون والے کے لیے سرخ چادر کا فیصلہ فرمایا۔

قَضَاءُ عَلِيٍّ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهُ (كشف الخفا ج۱/۱۸۴)

عن زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ قَالَ: جَلَسَ رَجُلَانِ يَتَغَدَّيَانِ مَعَ أَحَدِهِمَا خَمْسَةُ أَرْغِفَةٍ وَمَعَ الْآخَرِ ثَلٰثَةُ أَرْغِفَةٍ، فَلَمَّا وَضَعَا الْغَدَاءَ بَيْنَ أَيْدِيهِمَا مَرَّ بِهِمَا رَجُلٌ فَسَلَّمَ، فَقَالَا: اِجْلِسْ لِلْغَدَاءِ، فَجَلَسَ وَأَكَلَ مَعَهُمَا، وَاسْتَوفَوا فِي أَكْلِهِمُ الْأَرْغِفَةَ الثَّمَانِيَةَ، فَقَامَ الرَّجُلُ، وَطَرَحَ إِلَيْهِمَا ثَمَانِيَةَ دَرَاهِمَ وَقَالَ: خُذَا هٰذَا عِوَضاً مِمَّا أَكَلْتُ لَكُمَا وَنِلْتُهُ مِنْ طَعَامِكُمَا، فَتَنَازَعَا، وَقَالَ صَاحِبُ الْخَمْسَةِ الأرغفة لِي خَمْسَةُ دَرَاهِمَ وَلَكَ ثَلٰثَةٌ، فَقَالَ صَاحِبُ الثلٰثَةِ: لَا أَرْضَى إِلَّا أَنْ تَكُونَ الدَّرَاهِمُ بَيْنَنَا نِصْفَيْنِ، وَارْتَفَعَا إِلَى أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيِّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَصَّا عَلَيْهِ قِصَّتَهُمَا، فَقَالَ لِصَاحِبِ الثَّلَاثَةِ: قَدْ عَرَضَ عَلَيْكَ صَاحِبُكَ مَا عَرَضَ، وَخُبْزُهُ أَكْثَرُ مِنْ خُبْزِكَ فَارْضَ بِثَلٰثَةٍ، فَقَالَ: لَا وَاللّٰهِ، لَا رَضِيتُ إِلَّا بِأَكْثَرِ بِمُرِّ الْحَقِّ، فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: لَيْسَ لَكَ فِي مُرِّ

الحَقِّ إلَّا دِرْهَمٌ وَاحِدٌ، وَلَهُ سَبْعَةٌ، فَقَالَ الرَّجُلُ: سُبْحَانَ اللّٰهِ، يَاأَمِيرَ الْمُؤمِنِينَ! هُوَ يَعْرِضُ عَلَيَّ ثَلٰثَةً، فَلَم أَرْضَ وَأَشَرْتَ عَلَيَّ بِأَخْذِهَا فَلَمْ أَرْضَ، وَتَقُولُ لِي الآنَ: إِنَّهُ لا يَجِبُ فِي مَرِّ الحقِّ إلَّا دِرْهَمٌ وَاحِدٌ، فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ: عَرَضَ عَلَيْكَ الثَّلٰثَةَ صُلْحاً فَقُلْتَ: لَمْ أَرْضَ إلَّا بِمَرِّ الحَقِّ، وَلَا يَجِبُ لَكَ بِمَرِّ الحقِّ إلَّا وَاحِدٌ، فَقَالَ الرجُلُ: فَعَرِّفْنِي بِالْوَجْهِ فِي مَرِّ الحَقِّ حَتّٰى أَقْبَلَهُ فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَلَيْسَ لِثَمَانِيَةِ الأَرْغِفَةِ أَرْبَعَةٌ وَعِشْرُوْنَ ثُلُثاً أَكَلْتُمُوهَا، وَأَنْتُمْ ثَلٰثَةُ أَنْفُسٍ، وَلَا يُعْلَمُ الْأَكْثَرُ مِنْكُمْ أَكْلاً، وَلَا الأَقَلُّ، فَتُحْمَلُونَ فِي أَكْلِكُمْ عَلَى السَّوَاءِ، قَالَ بَلٰى: قَالَ: فَأَكَلْتَ أَنْتَ ثَمَانِيَةَ أَثْلاثٍ وَإِنَّمَا لَكَ تِسْعَةُ أَثْلاثٍ، وَأَكَلَ صَاحِبُكَ ثَمَانِيَةَ أَثْلاثٍ وَلَهُ خَمْسَةَ عَشَرَ ثُلُثاً، أَكَلَ مِنْهَا ثَمَانِيَةً، وَبَقِيَ لَهُ سَبْعَةٌ أَكَلَهَا صَاحِبُ الدَّرَاهِمِ، وَأَكَلَ لَكَ وَاحِداً مِنْ تِسْعَةٍ، فَلَكَ وَاحِدٌ بِوَاحِدِكَ وَلَهُ سَبْعَةٌ بِسَبْعَةٍ، فَقَالَ الرَّجُلُ: رَضِيْتُ الآنَ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فیصلہ

حضرت زر بن حبیش رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ: دو آدمی ناشتے کے لیے بیٹھے، ان میں سے ایک کے پاس پانچ اور دوسرے کے پاس تین روٹیاں تھیں، جب ان دونوں نے ناشتہ اپنے سامنے رکھا تو ان دونوں کے پاس سے ایک شخص کا گذر ہوا، اس نے سلام کیا، تو اُن دونوں نے کہا: ناشتے کے لیے تشریف رکھیں، چناں چہ وہ بیٹھ گیا اور ان دونوں کے ساتھ کھایا، اور ان تمام نے مل کر آٹھوں روٹیاں کھالیں، پھر وہ شخص کھڑا ہوا اور ان دونوں کے سامنے آٹھ درہم ڈال دیا اور کہا: انھیں لے لو اس کھانے کے عوض جو میں نے تمہارا کھایا ہے اور تمہارے کھانے میں سے میں نے لیا ہے، تو ان دونوں میں جھگڑا ہو گیا، پانچ روٹی والے نے کہا: میرے لیے پانچ درہم ہیں اور تیرے لیے تین درہم، اور تین روٹی والے نے کہا، میں راضی نہیں ہوں گا مگر یہ کہ دراہم ہمارے درمیان نصف نصف ہوں، اور وہ دونوں امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب کے پاس مقدمہ لے کر آئے اور آپ کے سامنے اپنا واقعہ بیان کیا، تو آپ نے تین روٹی والے سے کہا: تیرے ساتھی نے تیرے سامنے پیش کر دیا جو کچھ اسے پیش کرنا تھا حالانکہ اس کی روٹی تیری روٹی سے زیادہ ہے لہٰذا تین درہم پر راضی ہو جا، تو اس نے کہا: نہیں، بخدا میں راضی نہیں ہوں گا مگر از روئے حق اس سے زیادہ پر، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: از روئے حق تیرے لیے صرف ایک ہی درہم ہے اور اس کے لیے سات ہیں، تو اس شخص نے کہا: بہت خوب، اے امیر المؤمنین! وہ میرے سامنے تین درہم پیش کر رہا تھا تب تو میں راضی نہیں ہوا، اور آپ نے بھی مجھے ان کے لینے کا مشورہ دیا پھر بھی میں راضی نہیں ہوا اور اب آپ مجھ سے فرما رہے ہیں کہ از روئے حق صرف ایک ہی درہم واجب ہے، تو اُس سے

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: اس نے تمہیں تین درہم ازروئے صلح پیش کیے تھے، تو تو نے کہا: میں تو ازروئے حق پر راضی ہوں، حالانکہ تیرے لیے حق کی رو سے صرف ایک درہم واجب ہے، تو اس شخص نے کہا: سو آپ مجھے حق کی رو سے واجب ہونے والا طریقہ سمجھا دیجئے تاکہ میں اسے قبول کرسکوں، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا آٹھ چپاتیوں کے لیے چوبیس تہائی نہیں ہوئیں جن کو تم نے کھایا اور تم تین افراد تھے، اور یہ نہیں معلوم کہ تم میں زیادہ کھانے والا اور کم کھانے والا کون ہے، تو تم سب کو کھانے میں برابری پر محمول کیا جائے گا، اُس شخص نے کہا: کیوں نہیں (ہاں ایسا ہی ہے) حضرت علی نے فرمایا: تو تو نے آٹھ ثلث کھالئے جب کہ تیرے نو ہی ثلث تھے، اور تیرے ساتھی نے آٹھ کھائے جب کہ اس کے پندرہ ثلث تھے، ان میں سے آٹھ کھائے گئے اور سات باقی رہے جنھیں صاحب درہم نے کھایا، اور تیرے نو ثلث میں سے ایک کھایا، لہٰذا تیرے لیے ایک درہم ہے تیرے ایک (ثلث) کے بدلے، اور اس کے لیے سات (درہم) ہیں سات (ثلث) کے بدلے، تو اس شخص نے کہا: اب میں راضی ہوگیا۔

لغات وترکیب

أرغفةٌ، واحد، رغيفٌ، چپاتی۔ طَرَحَ يَطْرَحُ طَرْحاً (ف) ڈالنا، پھینکنا۔ ارْتَفَعَ إلٰى أحدٍ يَرْتَفِعُ ارتفاعاً (افتعال) کسی کے پاس مقدمہ لے کر جانا۔ قَصَّ على أحدٍ يقُصُّ قَصصاً (ن) بیان کرنا۔ أشار على أحدٍ بشيءٍ يُشِيْرُ إشارةً (افعال) کسی کو کسی چیز کا مشورہ دینا۔

ليس لك في مرّ الحقّ إلّا درهمٌ واحدٌ، مستثنیٰ مفرغ ہے "درهمٌ واحدٌ" لیس کا اسم ہے اور "لك في مر الحق" محذوف کے متعلق ہوکر لیس کی خبر ہے۔ أربعةَ وعشرين ثُلُثاً أكلتموها، ممیز تمیز سے مل کر موصوف "أكلتموهما" صفت، موصوف باصفت لیس کا اسم۔ "إنما لَكَ تِسْعَةُ أثلاثٍ" میں "إنّما" کلمۂ حصر ہے "لك" خبر مقدم اور "تسعة أثلاث" ممیز باتمیز مبتدا موخر۔

تشریح حضرت علی رضی اللہ عنہ فیصلے میں بڑے ماہر تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا "وأقضاهم علي" (اور ان میں سب سے زیادہ فیصلہ کرنے والے حضرت علی ہیں) یہاں بھی آپ کے فیصلے کا ایک واقعہ مذکور ہے کہ آپؓ نے ازروئے حق تین روٹی والے کے لیے ایک درہم کا فیصلہ سنایا، بایں طور کہ آپ نے آٹھ روٹیوں کو افراد کے اعتبار سے تقسیم کردیا اور آٹھ کو تین سے ضرب دے کر اس کے چوبیس حصے بنادیے اور پھر حساب لگا کر بتایا کہ آنے والے شخص نے تین روٹی والے شخص کا صرف ایک حصہ کھایا، اور آٹھ روٹی والے میں سے سات حصہ کھایا، لہٰذا ایک سات درہم کا حق دار ہے اور دوسرا صرف ایک درہم کا، یہ فیصلہ سن کر تین روٹی والا ایک درہم پر راضی ہوگیا۔

عَدمُ القَناعَةِ

حُكِيَ أنَّ بَعْضَ الْأَرِقَّاءِ كَانَ عِنْدَ مَالِكٍ، يَأْكُلُ الْخَاصَّ وَيُطْعِمُهُ الْخُشْكَار، فَأَنِفَ الرَّقِيْقُ مِنْ ذٰلِكَ فَطَلَبَ الْبَيْعَ، فَبَاعَهُ، وَشَرَاهُ مَنْ يَأْكُلُ الْخُشْكَارَ، وَيُطْعِمُهُ النُّخَالَةَ فَطَلَبَ الْبَيْعَ، فَبَاعَهُ، وَشَرَاهُ مَن يَأْكُلُ النُّخَالَةَ وَلَا يُطْعِمُهُ شَيْئاً، فَطَلَبَ الْبَيْعَ فَبَاعَهُ، وَشَرَاهُ مَنْ لَا يَأْكُلُ شَيْئاً، وَحَلَقَ رَأْسَهُ وَكَانَ فِي اللَّيْلِ يُجْلِسُهُ وَيَضَعُ السِّرَاجَ عَلٰى رَأْسِهِ بَدَلاً مِنَ الْمَنَارَةِ، فَأَقَامَ عِنْدَهُ وَلَمْ يَطْلُبِ الْبَيْعَ، فَقَالَ النَّخَّاسُ: لِأَيِّ شَيْءٍ رَضِيْتَ بِهٰذِهِ الْحَالَةِ عِنْدَ هٰذَا الْمَالِكِ فِي هٰذِهِ الْمُدَّةِ؟ فَقَالَ: أَخَافُ أَن يَشْتَرِيَنِي فِي هٰذِهِ الْمَرَّةِ مَنْ يَّضَعُ الْفَتِيْلَةَ فِي عَيْنِي عِوَضاً عَنِ السِّرَاجِ.

بے صبری

واقعہ منقول ہے کہ ایک غلام ایک ایسے مالک کے پاس تھا جو خود میدے (کی روٹی) کھاتا تھا اور اس کو بے چھنا آٹا کھلاتا تھا تو یہ چیز اسے ناپسند لگی، اس لیے اس نے بیچنے کی درخواست کی تو آقا نے اسے بیچ دیا، اور اس کو ایسے شخص نے خریدا جو بھوسی کھاتا تھا اور اسے کچھ بھی نہیں کھلاتا، تو اس نے بیچنے کی درخواست کی، چناں چہ اس نے اسے بیچ دیا اور اس کو ایسے شخص نے خریدا جو خود کچھ نہیں کھاتا تھا، اور اس کا سر مونڈ کر رات میں اسے بٹھاتا اور ڈیوٹ کی جگہ اس کے سر پر چراغ رکھتا تو وہ اس کے پاس ٹھہر گیا اور بیچنے کا مطالبہ نہیں کیا، تو غلام فروش نے کہا: کس وجہ سے تو اِس مالک کے پاس اتنی مدت اس حال میں راضی رہا، تو کہا: مجھے اندیشہ ہوا کہ اس مرتبے کہیں مجھے کوئی ایسا شخص خرید لے جو چراغ کے بجائے میری آنکھ میں بتی ڈالنے لگے۔

لغات وترکیب

قَنِعَ يَقْنَعُ قَنَاعَةً (س) تھوڑی چیز پر راضی ہونا۔ أرِقَّاء، واحد، رَقِيْقٌ، غلام۔ خاصٌّ، میدہ۔ خُشْكَارٌ، بے چھنے آٹے کی روٹی (یہ لفظ فارسی سے معرب ہے) أنِفَ من شيءٍ يَأنَفُ أنَفاً (س) کسی چیز کو ناپسند سمجھنا۔ شَرىٰ يَشْرِيْ شِرَاءً (ض) خریدنا، بیچنا۔ نُخَالَةٌ، (ج) نُخَالٌ، بھوسی جو چھلنی میں رہ جائے۔ حَلَقَ يَحْلِقُ حَلْقاً (ض) مونڈنا۔ سِرَاجٌ، (ج) سُرُجٌ، چراغ۔ مَنَارَةٌ، (ج) مَنَاوِرُ ومَنَائِرُ، روشنی کی جگہ، روشنی کا منارہ، ڈیوٹ۔ نَخَّاسٌ، (ج) نَخَّاسُوْنَ، غلاموں اور جانوروں کی تجارت کرنے والا۔ فتیلةٌ، (ج) فتائلُ، بتی۔

بدلاً من المنارةِ ''من المنارة'' ''بدلاً'' سے متعلق ہے اور ''بدلاً'' تمیز واقع ہے جملے کی نسبت سے۔ **لأيّ شيٍ** ''رضيت'' کا متعلق مقدم ہے۔ ''من يضع الفتيلة في عيني الخ'' موصول صلہ سے مل کر ''يشتري'' کا فاعل ہے۔

تشریح قناعت اور صبر ایک ایسی صفت ہے جس سے اگر انسان متصف ہو جائے تو حرص جیسی بری خصلت اس کے اندر سے ختم ہو جائے گی، اور یہی صفت انسان کو اس بات کا خوگر بنا دیتی ہے کہ وہ ہر اس چیز پر راضی رہتا ہے جو خدا کے فضل وکرم سے اسے ملے، اور جس انسان کے اندر قناعت کی صفت نہیں ہوتی، وہ ہمیشہ اس فکر میں لگا رہتا ہے کہ کہاں سے اس کو زیادہ سے زیادہ مال ہاتھ آجائے اور عیش وعشرت کے زیادہ سے زیادہ سامان اسے مہیا ہو جائیں، اور یہ چیز انسان کو بسا اوقات بڑی مصیبت میں مبتلا کر دیتی ہے۔ درسِ مذکور میں عدم قناعت کے نقصان کو بیان کیا گیا ہے کہ اگر غلام بے چھنے آٹے ہی پر قناعت کر لیتا تو ان مصیبتوں میں مبتلا نہ ہوتا جن سے وہ دوچار ہوا، گویا اس سبق سے ہمیں یہ نصیحت بھی حاصل ہو رہی ہے کہ ہم اپنے آپ کو صفتِ قناعت سے متصف کریں۔

المُسمّٰی بِالْمَلِکِ لا یَخْضَعُ لِغَیْرِہٖ

لمَّا اسْتولى الإسْكَنْدرُ على مُلْكِ فَارِس كَتَبَ إلى مُعَلِّمِهٖ أرسْطو يَاخُذُ رَأيَهُ فِي ذٰلِكَ فَكَتَبَ إلَيْهِ الرَّأيَ أنْ تُوَزِّعَ مُلْكَهُمْ بَيْنَهُمْ، وَكُلُّ مَنْ وَلَّيْتَهُ نَاحِيَةً سَمِّهْ بِالْمَلِكِ فَأفْرِدْهُ بِمُلْكِ نَاحِيَتِه، وَاعْقِدِ التَّاجَ عَلٰى رَأسِهٖ وإنْ صَغُرَ مُلْكُهُ فإنَّ الْمُسَمّٰى بِالمَلِكِ لَا يَخْضَعُ لِغَيْرِهٖ، فَلا بُدَّ أنْ يَقَعَ بَيْنَهُمْ تَغَالُبٌ فَيَعُودَ حَرْبُهُمْ لَكَ حَرْباً بَيْنَهُمْ، فَإنْ دَنَوْتَ مِنْهُمْ دانُوا لَكَ وَإنْ نَأيْتَ عَنْهُمْ تَعَزَّزُوا بِكَ، وَفِي ذٰلِكَ شَاغِلٌ لَهُمْ عَنْكَ وَأمَانٌ لِإحْدَاثِهِمْ بَعْدَكَ شَيْئاً، فَعَلِمَ أنَّهُ الصَّوَابُ، وَفَرَّقَ الْقَوْمَ فِي الْمَمَالِكَ فَسُمُّوا مُلُوكَ الطَّوَائِفِ فَيُقَالُ: إنَّهُمْ مَا زَالُوا مُخْتَلِفِيْنَ أرْبَعَمِائَةِ سَنَةٍ.

بادشاہ نامی شخص کسی کے سامنے گھٹنے نہیں ٹیکتا

جب ملک فارس کی زمام اقتدار اسکندر کے ہاتھ میں آئی تو اس نے اپنے استاذ ارسطو کے پاس اس سلسلے میں ان کی رائے معلوم کرنے کے لیے خط لکھا، تو انھوں نے اسکندر کے پاس یہ رائے لکھ کر بھیجا کہ آپ اہل فارس کے ملک کو انھیں کے درمیاں تقسیم کر دیں، اور ہر وہ شخص جس کو آپ کسی خطے کا والی بنائیں اسے "ملک" (بادشاہ) کے نام سے موسوم کر دیجیے، پھر اس کو اس کے علاقے کی سلطنت کے ساتھ خاص کر دیجیے اور اس کے سر پر تاج باندھ دیجیے اگر چہ اس کی سلطنت چھوٹی ہی کیوں نہ ہو، اس لیے کہ بادشاہ نامی شخص کسی کے سامنے سرِ تسلیم خم نہیں کرتا ہے تو لامحالہ ان کے درمیان غلبہ حاصل کرنے کی کوشش ہوگی، نتیجتاً آپ سے ہونے والی اُن کی لڑائی اُن کی آپسی لڑائی بن جائے گی، تو اگر آپ ان سے قریب ہوں گے تو وہ لوگ بھی آپ کے قریب ہوں گے، اور اگر آپ ان سے دوری اختیار کریں گے تو وہ لوگ آپ سے قوت حاصل کریں

گے اور آپ کو چھوڑ کر وہ اسی میں لگے رہیں گے، اور آپ کے بعد ان کے کسی چیز کو ایجاد کرنے کی وجہ سے امان رہے گا، تو اسکندر کو یقین ہو گیا کہ یہی رائے درست ہے، چناں چہ اس نے لوگوں کو مختلف ممالک میں تقسیم کر دیا، پھر وہ ''ملوک الطوائف'' کے نام سے موسوم کیے گئے، تو بیان کیا جاتا ہے کہ وہ چار سو سال تک باہم لڑتے رہے۔

لغات وترکیب

خَضَعَ لأحدٍ يَخضَعُ خُضوعاً (ف) کسی کے سامنے جھکنا، کسی کا تابع فرمان ہونا۔ استولى على السلطنة يستولي استيلاءً (استفعال) اقتدار پر قابض ہونا۔ سمّى أحداً باسمٍ يُسَمّي تسمية (تفعیل) کسی کو کسی نام سے موسوم کرنا۔ أفرد أحداً لشيءٍ يُفرِدُ إفراداً (افعال) کسی کو کسی چیز کے ساتھ خاص کرنا۔ تَغالَبَ يَتَغالَبُ تغالُباً (تفاعل) ایک دوسرے پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔ دَنَا يَدْنُو دُنُوّاً (ن) قریب ہونا۔ نایٰ ینایٰ نأیاً (ف) دور ہونا۔ تعزز يتعزّزُ تعزُّزاً (تفعل) قوت حاصل کرنا۔ شَغَلَ عن أحدٍ يَشْغَلُ شغلاً (ف) کسی سے اعراض کرنا۔ أحْدَثَ يُحْدِثُ إحداثاً (افعال) ایجاد کرنا۔

كتب إلى معلّمه أرسطو۔ اس جملے میں ''ارسطو'' بدل ہے اور ''معلّمه'' مبدل منہ ہے۔ ''ياخذ رأيَهٗ'' جملہ ''كتب'' کی ضمیر فاعل سے حال واقع ہے۔ ''إن صَغُرَ ملكه'' میں ''إن'' وصلیہ ہے، فإنّ المسمّى' میں ''ف'' تعلیلیہ ہے۔ لإحداثهم بعد ذٰلِكَ شيئاً میں ''شيئاً'' إحداث کا مفعول ہے۔

تشریح لمّا استولى الإسكندر الخ:۔ مطلب یہ ہے کہ لفظ ''مَلِک'' میں یہ شان پائی جاتی ہے کہ جس کو بھی اس نام کے ساتھ موسوم کر دیا جائے اس میں بڑکپن آ جاتا ہے، اور پھر وہ کسی کے سامنے جھکنے کو تیار نہیں ہوتا، اس لیے ارسطو نے اپنے شاگرد اسکندر کو یہ رائے دی کہ ملک کو چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم کر کے وہیں کے باشندوں کو ان کا والی بنا دو، اور جس کو بھی کسی علاقے کا والی بناؤ اسے مَلِک کا لقب دیدو، پھر ہر ایک اپنے آپ کو بادشاہ سمجھے گا اور دوسرے کے ملک کو ہتھیانے کی فکر میں رہے گا اس طریقے سے وہ باہم اختلاف کے شکار رہیں گے اور تمہاری طرف سے غافل رہیں گے۔ اسکندر نے اسی رائے پر عمل کیا، بعد میں معلوم ہوا کہ وہ چار سو سال تک اختلاف کے شکار رہے۔

التَّضْمِيْنُ الْعَجِيْبُ

يُحْكَى أنَّ الْحَيْصَ بَيْصَ الشَّاعِرَ قَتَلَ جِرْوَ كَلْبَةٍ، فَأخَذَ بَعْضُ الشُّعَرَاءِ كَلْبَةً، وَعَلَّقَ فِي رَقَبَتِهَا رُقْعَةً وَأطْلَقَهَا عِنْدَ بَابِ الْوَزِيْرِ، فَأُخِذَتِ الرُّقْعَةُ، فَإذَا مَكْتُوبٌ فِيْهَا۔

يَا أهْلَ بَغْدَادَ إنَّ الْحَيْصَ بَيْصَ — أتى بِجُراةِ الْبَسَتْهُ الْعَارَ فِي الْبَلَدِ

أبْدٰى شُجَاعَةً بِاللَّيْلِ مُجْتَرِئاً — عَلٰى جُرَيْوٍ ضَعِيفِ الْبَطْشِ وَالْجَلَدِ

فَأَنشَدَتْ أُمُّهُ مِنْ بَعْدِ مَا احْتَسَبَتْ دَمَ الْأُبَيْلَقِ عِنْدَ الْوَاحِدِ الصَّمَدِ
أَقُولُ لِلنَّفْسِ تَأْسَاءً وَتَعْزِيَةً إِحْدَى يَدَيَّ أَصَابَتْنِي وَلَمْ تُرِدِ
كِلَاهُمَا خَلَفٌ مِنْ بَعْدِ صَاحِبِهِ هٰذَا أَخِي حِينَ أَدْعُوهُ وَذَا وَلَدِي

عجیب وغریب بندش

واقعہ منقول ہے کہ حیص بیص شاعر نے ایک کتیا کے بچے کو مارڈالا، تو ایک شاعر نے اُس کتیا کو پکڑ کر اس کے گردن میں ایک رقعہ لٹکا دیا اور اسے وزیر کے دروازے کے پاس چھوڑ دیا، تو اس پرچے کو لیا گیا تو اس میں لکھا ہوا تھا۔

(۱) اے باشندگانِ بغداد! حیص بیص نے ایسی جرأت مندی کا مظاہرہ کیا ہے جس نے اسے شہر میں شرم وحیا کا لباس پہنا دیا ہے

(۲) اس نے ایک کمزور وناتواں پلّے پر حملہ کرتے ہوئے شجاعت وبہادری کا اظہار کیا ہے

(۳) اُس کی ماں نے چتکبرے بچے کے خون کو بارگاہِ رب صمد میں ثواب کی امید رکھنے کے بعد یہ اشعار پڑھے

(۴) میں نفس سے صبر اور تسلی دلانے کے لیے کہتی ہوں: میرے ایک ہاتھ کو تکلیف بے ارادہ پہنچی ہے

(۵) وہ دونوں کے دونوں اپنے ساتھی کے بعد جانشین ہیں، یہ میرا بھائی ہے جب میں اُسے پکاروں اور وہ میرا لڑکا ہے

لغات وترکیب

ضَمَّنَ یُضَمِّنُ تَضْمِیناً (تفعیل) شامل کرنا، ملانا۔ اور اصطلاح بلاغت میں شاعر اپنے شعر میں دوسرے شاعر کے شعر کا کچھ حصہ ذکر کرے اور یہ نہ معلوم ہو سکے کہ اس میں دوسرے شاعر کا بھی شعر ہے۔ البتہ یہ واضح کردے کہ یہ فلاں کا شعر ہے، بشرطیکہ وہ شعر زبان دانوں میں مشہور نہ ہوا ہو۔ جِرْوٌ، (ج) جِرَاءٌ وأَجْرَاءٌ، کتے بھیڑیے کا بچہ۔ رُقْعَةٌ، (ج) رُقَعٌ، پرزہ، پرچہ۔ أَبْدَىٰ يُبْدِي إِبْدَاءً (افعال) ظاہر کرنا۔ اجترأ يجترئ اجْتِرَاءً (افتعال) بہادری دکھلانا، اظہار جرأت مندی کرنا۔ بَطَشَ يَبْطِشُ بَطْشاً (ن،ض) پکڑنا۔ جَلُدَ يَجْلُدُ جَلَادَةً (ک) قوت دکھلانا۔ اِحْتَسَبَ يَحْتَسِبُ اِحْتِسَاباً (افتعال) ثواب کی امید رکھنا۔ أُبَيْلَقُ، أَبْلَقُ کی تصغیر ہے۔ أَسَّىٰ يُؤَسِّي تَأْسِيَةً وتأساءً (تفعیل) تسلی دینا۔ عَزَّىٰ يُعَزِّي تعزِيَةً (تفعیل) تسلی دینا، اظہار ہمدردی کرنا۔ خَلَفٌ، (ن) اخلاف، جانشین۔

''مجترئاً'' أبدىٰ کی ضمیر سے حال واقع ہے۔ جُرَيٍ موصوف ہے اور ضعيف البطش والجلد صفت ہے۔ تأساءً وتَعْزِيَةً مفعول لہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

تشریح اشعار مذکورہ میں تضمین بایں طور ہے کہ شروع کے تین اشعار اُس شاعر کے ہیں جو حیص بیص شاعر کا دشمن ہے اور بعد کے دو شعر ایک عربیہ عورت کے ہیں جس کے بھائی نے اُس کے لڑکے کو قتل کردیا تھا، شاعر نے

اُسی عربی شاعرہ کے شعر کو اپنے شعر کے ساتھ ملا دیا ہے اور تضمین کے بعد مطلب یہ ہے کہ کتیا قاتل کی بہن ہے اور جس کتے کے بچے کو اس نے قتل کیا وہ اُس کا بھانجا ہے۔ ''کلاهما'' میں دونوں سے مراد عربی شاعرہ کا بیٹا اور اس کا بھائی ہیں۔

إختلافُ العُلَماءِ رَحْمَةٌ

قَالَ الْمُتَوَكِّلُ يَوْماً لِجُلَسَائِهِ: أَتَعْلَمُونَ أَوَّلَ مَا عَتَبَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰى عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ؟ فَقَالَ أَحَدُهُمْ: نَعَمْ، يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! إِنَّهُ لَمَّا قُبِضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ أَبُوبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلَى الْمِنْبَرِ دُوْنَ مَقَامِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِرْقَاةٍ، ثُمَّ قَامَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ دُوْنَ مَقَامِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِمِرْقَاةٍ، ثُمَّ لَمَّا وُلِّيَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ صَعِدَ ذِرْوَةَ الْمِنْبَرِ، فَأَنْكَرَ الْمُسْلِمُونَ عَلَيْهِ ذٰلِكَ، وَأَرَادُوا أَن يَنْزِلَ دُوْنَ مَقَامِ عُمَرَ بِمِرْقَاةٍ، فَقَالَ عُبَادَةُ لِلْمُتَوَكِّلِ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! مَا أَحَدٌ أَعْظَمَ مِنَّةً عَلَيْكَ مِنْ عُثْمَانَ، فَقَالَ: وَكَيْفَ ذٰلِكَ؟ وَيْلَكَ، قَالَ: لِأَنَّهُ صَعِدَ ذِرْوَةَ الْمِنْبَرِ فَلَوْ أَنَّهُ كُلَّمَا قَامَ خَلِيْفَةٌ نَزَلَ عَنْ مَقَامِ مَنْ تَقَدَّمَهُ بِمِرْقَاةٍ كُنْتَ أَنْتَ تَخْطُبُ عَلَيْنَا فِي بِئْرٍ.

علماء کا اختلاف باعثِ رحمت ہے

متوکل نے ایک روز اپنے ہمنشینوں سے کہا: کیا تم وہ پہلی چیز جانتے ہو جس کی وجہ سے مسلمان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر ناراض ہوئے؟ تو ایک شخص نے کہا: جی ہاں، اے امیر المؤمنین! واقعہ یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ منبر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کھڑے ہونے کی جگہ سے ایک زینہ نیچے کھڑے ہوئے، پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کھڑے ہونے کی جگہ سے ایک زینہ نیچے کھڑے ہوئے، پھر جب عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو منبر کے اوپر والی سیڑھی پر چڑھ گئے، تو مسلمانوں نے آپ پر اس کی وجہ سے نکیر کی، اور انھوں نے چاہا کہ آپ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے کھڑے ہونے کی جگہ سے ایک زینہ نیچے اتر جائیں، تو حضرت عبادہؓ نے متوکل سے فرمایا: اے امیر المؤمنین! حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے زیادہ آپ پر احسان کرنے والا کوئی نہیں ہے، تو متوکل نے کہا: یہ کیسے؟ افسوس تم پر، فرمایا: اس لیے کہ وہ منبر کے اوپر چڑھ گئے، پس اگر ایسا ہوتا کہ جب جب کوئی خلیفہ کھڑا ہوتا اور وہ اپنے پیش رو سے ایک سیڑھی نیچے اترتا تو آپ ہمارے سامنے کنوئیں میں خطبہ دیتے۔

لغات وترکیب

عَتَبَ يَعْتِبُ عَتْباً (ن،ض) على شيء، کسی فعل پر سرزنش کرنا، خفگی ظاہر کرنا۔ قَبَضَهُ اللّٰهُ يَقْبِضُ قَبْضاً (ض)

وفات دینا۔ قُبِضَ يُقْبَضُ قَبْضاً (ض) وفات پانا۔ مِرْقَاةٌ، (ج) مراقي، سیڑھی کا پایہ۔ صَعِدَ يَصْعَدُ صُعُوداً (س) اوپر چڑھنا۔ ذِرْوَةٌ و ذُرْوَةٌ، (ج) ذُرىً، چوٹی، ذروة الجبل، پہاڑ کی چوٹی۔ نَزَلَ يَنْزِلُ نُزُولاً (ض) اترنا۔ بِئْرٌ، (ج) آبارٌ، کنواں۔

قام أبوبكر رضي الله عنه، یہ جملہ لمّا کا جواب ہے۔ دون مقام رسول الله، مضاف، مضاف الیہ سے مل کر ''قام'' کا ظرف ہے۔ أن ينزل دون مقام عمرٌ بمرقاة، یہ جملہ مصدر کی تاویل میں ہوکر ''ارادوا'' کا مفعول ہے۔ کلّما قام خليفةٌ، کلّما کا جواب نزل ہے، اور لو کا جواب كنت أنت تخطب علينا ہے۔

تشریح اختلاف العلماء رحمةٌ کے تحت یہ بیان کیا گیا ہے کہ فروغ دین میں (نہ کہ عقائد و اصول دین میں) علماء کا اختلاف لوگوں کے لیے باعث رحمت ہے، جیسے فقہاء عظام کے فروعی اختلاف سے امت کو یہ سہولت ہے کہ جس امام کے مذہب پر عمل کرنا چاہے اختیار ہے اس لیے کہ ان مسائل میں اختلاف اصول دین میں اختلاف نہیں ہے۔ اسی طریقے سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اپنے پیش رو دونوں خلیفہ حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے نظریئے سے منبر پر کھڑے ہونے کے سلسلے میں ہٹ گئے اور ایک زینہ نیچے اتر کر خطبہ نہیں دیا، ورنہ اگر یہی سلسلہ جاری ہوجاتا تو آج امراء کنوئیں میں خطبہ دیتے تو آپ نے اپنے طرزِ عمل سے امت کو اس مصیبت سے نجات دلایا۔ اور حضراتِ شیخین رضی اللہ عنہما کے نظریئے سے ہٹنا کوئی عقیدے اور اصول دین میں اختلاف نہیں تھا۔

ضَبْطُ النَّفْسِ عِنْدَ كَلَامِ الْأَوْغَادِ وَالْأَرْذَالِ

قَالَ مُحَمَّدٌ: بَلَغَنَا عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّه بَيْنَما هُوَ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذْ حَكَّمَتِ الْخَوَارِجُ مِنْ نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ، فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: كَلِمَةُ حَقٍّ أُرِيْدَ بِهَا الْبَاطِلُ لَمْ نَمْنَعْكُمْ مَسَاجِدَ اللّٰهِ أَنْ تَذْكُرُوا فِيهَا اسْمَ اللّٰهِ، وَلَمْ نَمْنَعْكُمُ الْفَيْءَ مَادَامَتْ أَيْدِيْكُمْ مَعَ أَيْدِيْنَا وَلَنْ نُقَاتِلَكُمْ حَتّٰى تُقَاتِلُونَا، ثُمَّ أَخَذَ فِي خُطْبَتِهِ.

وَمَعْنٰى قَوْلِهِ حَكَّمَتِ الْخَوَارِجُ نِدَاؤُهُمْ بِقَوْلِهِمْ "اِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ" وَكَانُوا يَتَكَلَّمُونَ بِذٰلِكَ إِذَا أَخَذَ عَلِيٌّ فِي الْخُطْبَةِ لِيُشَوِّشُوا خَاطِرَهُ، فَإِنَّهُمْ كَانُوا يَقْصِدُونَ بِذٰلِكَ نِسْبَتَهُ إِلَى الْكُفْرِ لِرِضَاهُ بِالتَّحْكِيْمِ فِي صِفِّيْنَ، وَلِهٰذَا قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: كَلِمَةُ حَقٍّ أُرِيْدَ بِهَا الْبَاطِلُ يَعْنِي تَكْفِيْرَهُ.

کمینے اور رذیل لوگوں سے گفتگو کے وقت نفس پر کنٹرول رکھنا

محمد نے بیان کیا کہ ہمیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ خبر پہنچی کہ جس وقت آپ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے

اسی وقت خارجیوں نے مسجد کے ایک گوشے سے نعرۂ تحکیم (إن الحکم إلا لله کا نعرہ) بلند کیا، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ ایک ایسی حق بات ہے جس سے باطل کا ارادہ کیا گیا ہے، نہ تو ہم نے کسی کو اللہ کی مسجدوں سے روکا کہ تم ان میں اللہ کا ذکر کرو، اور نہ تم کو مالِ غنیمت سے روکیں گے جب تک تمہارے ہاتھ ہمارے ساتھ ہیں، اور نہ ہی کبھی ہم تم سے قتال کریں گے، تا آں کہ تم خود ہی ہم سے قتال کرو، پھر آپ اپنے خطبے میں لگ گئے۔

اور محمد کے قول "حکّمت الخوارج" کا مطلب خارجیوں کا اپنے قول "إنِ الحکم إلا للّٰہ" (فیصلہ تو صرف اللہ ہی کا ہے) سے آواز لگانا ہے، اور وہ یہ جملہ اس وقت بولتے تھے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ خطبہ شروع کردیتے تھے، تاکہ ان کے دل کو تشویش میں ڈال دیں، کیوں کہ وہ لوگ اس کلمے کے ذریعے آپؓ کے کفر کی جانب نسبت کا ارادہ کرتے تھے آپؓ کے جنگ صفین میں ثالث بنانے پر راضی ہونے کی وجہ سے، اور اسی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: یہ ایک ایسا کلمۂ حق ہے جس سے باطل یعنی ان کے کفر کی جانب نسبت کرنے کا ارادہ کیا گیا ہے۔

لغات وترکیب

ضَبَطَ النَّفس یَضبُطُ ضَبطاً (ن،ض) نفس پر قابو پانا۔ أوغادٌ، واحد، وَغْدٌ، کمینہ، بے وقوف، ضعیف العقل۔ وَغُدَ یَوْغُدُ وَغَادَةً (ک) کمینہ وضعیف العقل ہونا۔ أرذالٌ، واحد، رذیلٌ، حقیر، کمتر۔ خوارج، واحد، خارجيّ، ایک فرقہ ہے جو حضرت علی کو حق پر نہیں مانتا۔ فيءٌ، (ج) أفیاءٌ، مالِ غنیمت۔ نادیٰ یُنَادي مُناداةً ونِداءً (مفاعلة) آواز لگانا۔ شوَّشَ الخاطِرَ یُشَوِّشُ تشویشاً (تفعیل) دل کو تشویش میں مبتلا کرنا۔ حکَّمَ یُحکِّمُ تحکِیماً (تفعیل) حکم بنانا۔

"بینما" ھو یخطب کا ظرف مقدم ہے۔ کلمة حق أي ھذه کلمة حقٍ۔ معنیٰ قوله، مبتدا ہے اور "نداؤھم" خبر ہے۔ "إذا أخذ علي في الخطبة" "یتکلمون" کا ظرف ہے اور لام جارہ "یقصدون" سے متعلق ہے۔

تشریح درس میں مذکور واقعے کا تعلق جنگ صفین کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک خطبے سے ہے، جنگ صفین کی ابتدا جیسا کہ تاریخ کی کتابوں میں ہے قاتلینِ عثمان رضی اللہ عنہ سے قصاص کے مسئلے سے ہوئی، جس کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے ایک ہفتہ بعد ۲۵/ ذی الحجہ ۳۵ھ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ پر مدینہ منورہ میں بیعتِ عام ہوئی، شہادتِ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بعد مدینہ منورہ میں قاتلینِ عثمان ہی کا زور تھا، بلوائیوں میں زیادہ تعداد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب مائل تھی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے تیسرے چوتھے ہی دن حضرت عثمانؓ کے زمانے کے تمام عاملوں اور والیوں کی معزولی کا فرمان لکھوایا اور ان کی جگہ دوسرے لوگوں کا تقرر فرمایا، چناں چہ بصرہ پر عثمان بن حنیف کو، کوفہ پر عمارہ بن شہاب کو، یمن پر عبداللہ بن عباس کو، مصر پر قیس بن سعد کو اور شام پر سہیل

بن حنیف کو عامل مقرر کیا، اُس وقت شام کے عامل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے، سہیل بن حنیف جو امیر شام ہو کر جا رہے تھے، جب تبوک پہنچے تو چند سواروں سے ملاقات ہوئی، اُن سواروں نے دریافت کیا تم کون ہو؟ سہیل نے جواب دیا کہ میں امیر شام مقرر ہو کر جا رہا ہوں، ان سواروں نے کہا: کہ تم کو عثمان کے سوا کسی اور نے امیر مقرر کر کے روانہ کیا ہے تو تمہارے لیے بہتر یہی ہے کہ فوراً واپس چلے جاؤ، یہ سن کر سہیل مدینے کی طرف چلے آئے، دراصل امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اہلِ شام پر ایک عرصے سے حکومت کرتے چلے آ رہے تھے اور اُن کے ذہنوں میں یہ بات اتار دی گئی تھی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین اصحاب علی ہیں، چناں چہ شام کے رؤسا، سردار اور سپاہیوں نے یہ قسم کھائی تھی کہ جب تک خلیفہ مقتول کا قصاص نہ لے لیں گے اُس وقت تک نہ فرش پر سوئیں گے اور نہ اپنی بیویوں سے ملیں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت جریر بن عبداللہ اور سبرہ جہنی کے ہاتھ حضرت امیر معاویہؓ کے نام دمشق کی جانب ایک خط روانہ کیا، وہاں سے تین مہینے تک کوئی جواب نہیں آیا، حضرت امیر معاویہؓ نے کئی مہینے تک قاصد کو ٹھہرائے رکھا، پھر ایک خط سر بہ مہر اپنے قاصد قبیصہ عبسی کو دے کر جریر بن عبداللہ کے ساتھ مدینے کی طرف روانہ کیا، اس خط کے لفافے پر حضرت علی کا پتہ صاف لکھا ہوا تھا یعنی "من معاوية إلى علي" یہ خط لے کر دونوں قاصد ماہِ ربیع الاول ۳۶ھ کے آخری ایام میں مدینہ پہنچے، قاصد نے حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہو کر خط پیش کیا، حضرت علی نے لفافہ کھولا تو اس کے اندر سے کوئی خط نہ نکلا، آپؓ نے غصے کے ساتھ قاصد کی طرف دیکھا، قاصد نے کہا: میں قاصد ہوں مجھ کو جان کی امان ہے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا: ہاں تجھ کو امان ہے، اس نے کہا: ملک شام میں کوئی آپ کی بیعت نہ کرے گا، میں نے دیکھا ہے کہ ساٹھ ہزار شیوخ حضرت عثمان غنیؓ کے خون آلودہ قمیص پر رو رہے تھے، وہ قمیص لوگوں کو مشتعل کرنے کی غرض سے جامع مسجد کے منبر پر رکھی ہے، حضرت علیؓ نے فرمایا: وہ لوگ مجھ سے خونِ عثمان کا بدلہ طلب کرتے ہیں، حالانکہ میں خونِ عثمان سے بری ہوں، خدا قاتلینِ عثمان سے سمجھے، یہ کہہ کر قاصد کو معاویہ کی طرف واپس کر دیا، اب شام پر حملہ حضرت علیؓ کے لیے ناگزیر ہو گیا، چناں چہ آپؓ نے لوگوں کو ملک شام پر حملہ کرنے کے لیے تیاری کا حکم دیا، اسی دوران جنگِ جمل کا واقعہ پیش آ گیا۔

جنگ جمل سے فارغ ہونے کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لیے سب سے بڑا کام ملکِ شام کو قابو میں لانا تھا، اور حضرت معاویہؓ سے بیعت لینا تھا، اس کام کے لیے انھوں نے کوفہ کو اپنا قیام گاہ بنانا مناسب سمجھا، حضرت علی کے لشکر میں سب سے بڑی تعداد کوفیوں کی تھی اس لیے بھی کوفہ کا دارالخلافت بنانا مناسب تھا، نیز یہ کہ مدینہ کے مقابلے میں کوفہ دمشق سے قریب تھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کوفہ میں تشریف لا کر ملک شام پر چڑھائی کی تیاری شروع کی، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اپنا لشکر لے کر بصرہ سے روانہ ہو گئے، اس خبر کے سنتے ہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی کوفہ میں ابو مسعود انصاری کو

اپنا قائم مقام بنا کر مقام نخلہ کی طرف تشریف لے گئے اور ترتیبِ لشکر میں مصروف ہوئے، یہیں عبد اللہ بن عباسؓ بھی اہلِ بصرہ کا لشکر لیے ہوئے آپہنچے، حضرت علیؓ نے یہاں زیاد بن نصر حارث کو آٹھ ہزار فوج دے کر بہ طور مقدمۃ الجیش آگے روانہ کیا، اس کے بعد شریح بن ہانی کو چار ہزار کی جمعیت دے کر زیاد کے پیچھے بھیجا اور خود مخیلہ سے کوچ کر کے مدائن تشریف لائے، مدائن میں مسعود ثقفی کو عامل مقرر کر کے معقل بن یسار کو تین ہزار لشکر کے ساتھ روانہ کیا، اس کے بعد حضرت علیؓ مدائن سے روانہ ہو کر رقہ کی طرف چلے، رقہ کے قریب دریائے فرات کو عبور کیا اور یہاں زیاد، شریح، معقل وغیرہ تمام سرداروں کا لشکر مجتمع ہو گیا، اُدھر سے حضرت معاویہؓ کا بھی لشکر روانہ ہو گیا، دونوں لشکر دو دن تک بلا جدال وقتال خاموشی کے ساتھ حدودِ شام میں پڑے رہے۔

دو دن کی خاموشی کے بعد تیسرے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک وفد حضرت معاویہؓ کے پاس بھیجا کہ ان کو سمجھائیں اور اطاعت پر آمادہ کریں، مگر حضرت امیر معاویہؓ نے جواب دیا: یہ کسی طرح ممکن نہیں کہ ہم خونِ عثمان کا مطالبہ چھوڑ دیں، فریقین میں سخت کلامی رہی اور یہ سفارت کسی نتیجے پر نہیں پہنچی، بالآخر فریقین میں لڑائی کے آخری مرحلے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ جس قدر مسرور ومطمئن تھے، حضرت امیر معاویہؓ اسی قدر پریشان وحواس باختہ ہو رہے تھے، یہ صورتِ حال دیکھ کر حضرت عمرو بن العاصؓ نے حضرت معاویہؓ سے کہا: اب کیا دیکھتے ہو، لوگوں کو حکم دو کہ فوراً نیزوں پر قرآن کریم بلند کریں اور بلند آواز سے کہیں "هذا كتاب الله بيننا وبينكم" (ہمارے تمہارے درمیان خدا تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید ہے) یعنی اہل شام نے کہنا شروع کر دیا کہ قرآن شریف کا فیصلہ منظور ہے۔

حضرت علیؓ کے لشکر والوں نے جب قرآن مجید کو نیزوں پر بلند دیکھا تو لڑائی سے ہاتھ کھینچ لیا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے لوگوں کو سمجھایا کہ تم اِس وقت کوتاہی نہ کرو بہت جلد تم کو کامیابی حاصل ہو جائے گی، مگر لوگ آمادہ نہ ہوئے، نتیجتاً لڑائی بند ہو گئی، اور صلح کے لیے فریقین کی طرف سے ایک ایک آدمی منتخب ہوئے، حضرت علیؓ کی طرف سے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کی طرف سے حضرت عمرو بن العاص حکم تجویز ہوئے، اور حکمین کو چھ مہینے کی مہلت دی گئی کہ جب چاہیں فریقین کو اطلاع دے کر مقام اذراج میں آ کر اپنا فیصلہ سنا دیں، اقرار نامے کی تکمیل کے بعد حضرت امیر معاویہؓ دمشق چلے گئے، لیکن حضرت علیؓ کے لیے اسی وقت سے ایک اور نئے فتنے کا دروازہ کھل گیا، ہوا یہ کہ میدانِ صفین سے جب کوفہ کی طرف واپسی ہوئی تو لوگوں نے آپس میں اختلاف شروع کر دیا، کوئی اس پنچایت کے مقرر ہونے کو صحیح کہتا، کوئی غلط ٹھہراتا، کوئی حکمین کی عدالت پر بحث کرتا، لیکن ان میں دو گروہ زیادہ اہمیت رکھتے تھے ایک وہ جو حضرت علیؓ کو ملزم ٹھہراتے اور ان کی اطاعت وفرماں برداری کو مطلق ضروری نہیں سمجھتے تھے، اور دوسرے وہ جو پہلے گروہ کی ضد میں حضرت علی کو معصوم من الخطا کہتے اور ان کی اطاعت وفرماں برداری کو خدا اور رسول کی فرماں برداری پر بھی ترجیح دیتے

کے لیے تیار تھے، پہلا گروہ ''خوارج'' اور دوسرا ''شیعانِ علی'' کے نام سے موسوم ہوا، آخر نوبت بایں جا رسید کہ کوفہ کے قریب بارہ ہزار آدمی حضرت علی کے لشکر سے جدا ہو کر مقام حرورا کی طرف چل دیئے، یہ خوارج کا گروہ تھا، آپ نے انھیں سمجھانے کی بہت کوشش کی، حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو بھیجا، خود بھی تشریف لے گئے، ان کے تمام اعتراضات کا جواب دیا مگر ساری گفتگو بے اثر ثابت ہوئی۔

پھر جب حکمین نے وقت مقررہ پر اپنا فیصلہ سنا دیا جس میں حضرت علیؓ کی معزولی اور حضرت امیر معاویہؓ کی بحالی تھی تو حضرت علیؓ کی مشکل بڑھ گئی، ابھی تک امیر معاویہؓ اور شامیوں کو زیر کرنا اور خارجیوں کو قابو میں رکھنا یہ کام تھا اور اب تیسری مصیبت یہ پیش آ گئی تھی کہ اپنے دوستوں اور معتقدین کو سمجھانا پڑ رہا تھا کہ حکمین نے چوں کہ آپس میں بھی اختلاف کیا ہے اس لیے ان کا فیصلہ نہیں مانا جا سکتا۔

دوسری طرف خوارج کا یہ کہنا تھا کہ پنچایت تسلیم کرنے میں آپ نے غلطی کی تھی، لیکن آپ نے اس غلطی کو تسلیم نہیں کیا، حالانکہ اب آپ پنچایت کو بے حقیقت بتاتے ہیں اور ملک شام پر حملہ آور ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں، پس اب ہم آپ کا ساتھ اس وقت دیں گے جب آپ اپنی غلطی اور گناہ کا اقرار کر کے اس سے توبہ کریں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ''زرعہ بن البرح'' اور ''حرقوص بن زہیر'' دونوں خارجی سرداروں سے کہا: پنچایت کے تسلیم کرنے اور حکم مقرر کرنے میں تم ہی لوگوں نے تو مجھ کو مجبور کیا تھا ورنہ لڑائی کے ذریعے اسی وقت فیصلہ ہو چکا ہوتا، یہ کیسی الٹی بات ہے کہ اب مجھ کو خطا کار ٹھہراتے اور مجھ سے توبہ کراتے ہیں، انھوں نے کہا: اچھا ہم تسلیم کیے لیتے ہیں کہ ہم نے بھی گناہ کیا، لہٰذا ہم بھی توبہ کرتے ہیں، آپ بھی اپنے گناہ کا اقرار کر کے توبہ کریں پھر شامیوں سے لڑنے چلیں، حضرت علیؓ نے فرمایا: کہ جب میں گناہ ہی تسلیم نہیں کرتا تو توبہ کیسے کروں؟ یہ سن کر وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے اور ''**لا حکم إلا للهِ، لا حکم إلا للهِ**'' کہتے ہوئے اپنی قیام گاہوں کی طرف چلے گئے، اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ مسجدِ کوفہ میں خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے تو مسجد کے ایک گوشے سے ایک خارجی نے بلند آواز سے کہا: ''**لا حکم إلا للهِ**'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دیکھو یہ لوگ کلمۂ حق سے باطل کا اظہار کرتے ہیں، اس کے بعد آپ نے پھر خطبہ شروع کیا تو یہی آواز بلند ہوئی، ''**لا حکم إلا للهِ**'' حضرت علیؓ نے فرمایا: تم لوگ ہمارے ساتھ بہت ہی نامناسب برتاؤ کر رہے ہو، ہم تم کو مسجدوں میں آنے سے منع نہیں کرتے، جب تک تم ہمارے ساتھ رہے ہم نے مالِ غنیمت میں بھی تم کو برابر کا حصہ دیا، اور ہم تمہارے ساتھ اس وقت تک نہ لڑیں گے جب تک تم ہم سے نہ لڑو، اور اب ہم تمہاری بابت اللہ کے حکم کو دیکھیں گے کہ وہ کیا فیصلہ کرتا ہے یہ فرما کر حضرت علیؓ مسجد سے نکل کر مکان کی طرف تشریف لے گئے، آپؓ نے اپنے کو قابو میں رکھا اور ان سے کوئی تعرض نہیں کیا۔

شُؤمُ الدّار

قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ بنُ عُمَيْرِ الْكُوفِيُّ: كُنْتُ عِنْدَ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ بِقَصْرِ الْكُوفَةِ الْمَعْرُوفِ بِدَارِ الإِمَارَةِ حِيْنَ جِيَ بِرأسِ مُصْعَبِ بْنِ الزُّبَيْرِ، فَوُضِعَ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَرآنِي قَدِ ارْتَعْتُ، فَقَالَ: مَالَكَ؟ فَقُلْتُ: اُعِيْذُكَ بِاللّٰهِ يَا أَمِيْرَ الْمُؤمِنِيْنَ! كُنْتُ بِهٰذَا الْقَصْرِ بِهٰذَا الْمَوْضِعِ مَعَ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ زِيَادٍ فَرَأَيْتُ رأسَ الحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُما ابنِ أَبِي طَالِبٍ بَيْنَ يَدَيْهِ فِي هٰذَا الْمَكَانِ، ثُمَّ كُنْتُ فِيْهِ مَعَ الْمُخْتَارِ بْنِ عُبَيْدِ الثَّقَفِيِّ فَرَأيْتُ رَأسَ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ زِيَادٍ بَيْنَ يَدَيْهِ، ثُمَّ كُنْتُ فِيْهِ مَعَ مُصْعَبِ بْنِ الزُّبَيْرِ فَرَأيْتُ رَأسَ الْمُخْتَارِ بَيْنَ يَدَيْهِ، ثُمَّ هٰذَا رَاسُ مُصْعَبِ بْنِ الزُّبَيْرِ بَيْنَ يَدَيْكَ، قَالَ: فَقَامَ عَبْدُ الْمَلِكِ مِنْ مَوْضِعِهِ وأَمَرَ بِهَدْمِ الطَّاقِ الَّذِيْ كُنَّا فِيْهِ.

گھر کی نحوست

عبدالملک بن عمیر کوفی نے بیان کیا کہ: میں عبدالملک بن مروان کے پاس کوفہ کے مشہور محل ''دارالامارۃ'' میں اس وقت تھا جب مصعب بن زبیر کا سر لا کر عبدالملک بن مروان کے سامنے رکھا گیا، تو اس نے مجھے دیکھا کہ میں لرزہ براندام ہو گیا، تو اس نے کہا: تجھے کیا ہو گیا؟ میں نے کہا: اے امیر المؤمنین! میں آپ کو اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں، میں اس محل میں اِسی جگہ عبیداللہ بن زیاد کے ساتھ تھا تو میں حضرت حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کا سر عبیداللہ بن زیاد کے سامنے اِسی جگہ دیکھا تھا، پھر میں اِسی جگہ مختار بن عبید ثقفی کے ساتھ تھا تو میں نے عبیداللہ بن زیاد کا سر مختار کے سامنے دیکھا، پھر میں اسی جگہ مصعب بن زبیر کے ساتھ تھا تو میں نے مختار کا سر ان کے سامنے دیکھا، پھر یہ مصعب بن زبیر کا سر آپ کے سامنے ہے، راوی کا بیان ہے: تو عبدالملک اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اور اُس محراب کو مسمار کرنے کا حکم دیدیا جس میں ہم تھے۔

لغات وترکیب

شَؤُمَ يَشْؤُمُ شَآمَةً (ک) منحوس ونامبارک ہونا۔ قَصْرٌ، (ج) قُصُورٌ، محل۔ جاءَ بشيءٍ يجيءُ مجيئاً (ض) کسی چیز کو لے کر آنا۔ ارتاع یرتاعُ ارتیاعاً (افتعال) لرزہ براندام ہونا، جسم پر کپکپی طاری ہونا۔ أعاذَ أحداً بأحدٍ يعيذُ إعاذةً (افعال) کسی کو کسی کے پناہ میں دینا۔ هَدَمَ يَهْدِمُ هَدْماً (ض) منہدم کرنا، مسمار کرنا۔ طاقٌ، (ج) طيقانٌ، محراب۔

كنت عند عبدالملك بن مروان۔ ''عند'' اپنے مضاف الیہ سے مل کر ''موجوداً'' محذوف کا ظرف ہے، اور ''موجوداً'' ''كنتُ'' کی خبر ہے۔ ''حين'' بھی اپنے مضاف الیہ سے مل کر ''موجوداً'' کا ظرف ہے۔ ''كنت بهذا

القصر'' کی بھی یہی ترکیب ہے أي کنت موجوداً بهذا القصر۔

تشریح درسِ مذکور میں کوفہ کے دارالامارۃ میں پیش آنے والے متعدد واقعات کو بیان کیا گیا ہے کہ اس جگہ اتنے لوگوں کا سر کٹا ہوا دیکھا گیا، عبدالملک بن مروان نے جب یہ واقعات سنے تو اُس نے ان واقعات کے پیش آنے کو اس گھر کی نحوست سمجھ لیا اور اُس محراب کو منہدم کر دیئے جانے کا حکم دے دیا اس اندیشے سے کہ جب اس جگہ یہی سلسلہ چل رہا ہے تو کہیں اب میری باری نہ آجائے۔ واضح رہے کہ قتل کے یہ سارے واقعات ۶۱ھ سے ۷۱ھ تک یعنی صرف دس سال کے اندر واقع ہوئے ہیں۔

کیا گھر میں واقعی نحوست ہوتی ہے جس کی وجہ سے مکین کو نقصان پہنچتا ہے؟ اس سلسلے میں جمہور کا مسلک یہ ہے کہ اس طرح کا اعتقاد غلط اور شیوۂ اہلِ جاہلیت ہے، البتہ علماء کی ایک جماعت کا خیال یہ ہے کہ بعض گھروں میں نحوست ہوتی اور ان میں رہنا سہنا من جانب اللہ باعثِ ضرر اور ہلاکت ہو جاتا ہے، اِن حضراتِ علماء کی دلیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فرمان ہے جس میں آپؐ نے فرمایا: ''الشؤم في ثلاث: المرأة والدار والفرس'' کہ نحوست تین چیزوں میں ہے، عورت میں، گھر میں اور گھوڑے میں۔ جمہور علماء اس حدیث کا جواب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اُس فرمان سے دیتے ہیں جو مسند ابوداؤد طیالسی میں ہے کہ کسی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بیان کرتے ہیں ''الشؤم في ثلاث: المرأة والدار والفرس'' تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ: ابوہریرہؓ پوری بات محفوظ نہیں کر سکے، کیوں کہ وہ آپ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوئے جب آپ فرما رہے تھے: ''قاتل الله اليهود يقولون: الشؤم في ثلاث: المرأة والدار والفرس'' حضرت ابوہریرہؓ نے حدیث کا آخری حصہ سنا، شروع کا حصہ سننے سے رہ گیا۔

مَنْ عَادَىٰ لِي وَلِياً فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ

ذَكَرَ الشَّيْخُ الصَّفَوِيُّ أَنَّ الْمَنْصُورَ بَلَغَهُ أَنَّ سُفْيَانَ الثَّوْرِيَّ يَنْقِمُ عَلَيْهِ فِي عَدَمِ إِقَامَةِ الْحَقِّ، فَلَمَّا تَوَجَّهَ الْمَنْصُورُ إِلَى الْحَجِّ وَبَلَغَهُ أَنَّ سُفْيَانَ بِمَكَّةَ أَرْسَلَ جَمَاعَةً أَمَامَهُ وَقَالَ لَهُمْ: حَيْثُمَا وَجَدْتُّمْ سُفْيَانَ خُذُوهُ، وَاصْلِبُوهُ فَنَصَبُوا الْخَشَبَ، لِيَصْلِبُوا سُفْيَانَ عَلَيْهِ، وَكَانَ سُفْيَانُ بِالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَرَأْسُهُ فِي حِجْرِ الْفُضَيْلِ بْنِ عِيَاضٍ وَرِجْلَاهُ فِي حِجْرِ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ، فَقِيلَ لَهُ خَوْفاً عَلَيْهِ لَاتُشْمِتْ بِنَا الْأَعْدَاءَ، قُمْ، فَاخْتَفِ، فَقَامَ وَمَضَى حَتّٰى وَقَفَ بِالْمُلْتَزَمِ، وَقَالَ: وَرَبِّ هٰذِهِ الْكَعْبَةِ لَا يَدْخُلُهَا (يَعْنِي مَكَّةَ) الْمَنْصُورُ، فَكَانَ وَصَلَ إِلَى الْحُجُونِ، فَزَلِقَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ،

فَوَقَعَ عَنْ ظَهْرِهَا، وَمَاتَ مِنْ فَوْرِهِ، فَخَرَجَ سُفْيَانُ وَصَلَّى عَلَيْهِ، هٰذَا كَلَامُهُ.

وَكَتَبَ زِيَادٌ إِلَى مُعَاوِيَةَ: قَدْ أَخَذْتُ الْعِرَاقَ بِيَمِيْنِي وَبَقِيَتْ شِمَالِي فَارِغَةً (يُعَرِّضُ لَهُ بِالْحِجَازِ) فَبَلَغَ ذٰلِكَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا) فَرَفَعَ يَدَهُ إِلَى السَّمَاءِ وَقَالَ: اللّٰهُمَّ اكْفِنَا شِمَالَ زِيَادٍ، فَخَرَجَتْ فِي شِمَالِهِ قُرْحَةٌ فَقَتَلَتْهُ.

جو شخص میرے ولی سے دشمنی کرے گا اسے میری طرف سے اعلانِ جنگ ہے

شیخ صفوی نے بیان کیا ہے کہ خلیفہ منصور کو یہ اطلاع ملی کہ سفیان ثوری انصاف قائم نہ کرنے کے سلسلے میں ان پر طعن وتشنیع کرتے ہیں، تو جب منصور حج کو گیا اور اسے یہ اطلاع ملی کہ سفیان ثوری مکے میں ہیں تو اس نے اپنے آگے ایک جماعت کو بھیج دیا اور ان سے کہا: تم جہاں کہیں بھی سفیان کو پاؤ اسے پکڑ کر تختۂ دار پر لٹکا دو، چناں چہ ان لوگوں نے حضرت سفیانؒ کو سولی دینے کے لئے لکڑی نصب کی، حضرت سفیان ثوریؒ اس وقت مسجد حرام میں تھے اِس حال میں کہ آپ کا سر حضرت فضیل بن عیاض کی گود میں تھا اور آپ کے دونوں پیر حضرت سفیان بن عیینہ کی گود میں تھے، تو ان پر خوف کی وجہ سے ان سے کہا گیا: خدارا آپ دشمنوں کو ہم پر ہنسنے کا موقع نہ دیں، آپ اٹھئے اور (کسی جگہ) روپوش ہوجایئے، چناں چہ حضرت سفیانؒ اٹھے اور چل پڑے یہاں تک کہ ملتزم کے پاس ٹھہر گئے اور فرمایا: اس کعبہ کے رب کی قسم منصور اس میں (مکے میں) داخل نہیں ہوسکے گا حالاں کہ وہ جبل حجون تک پہنچ گیا تھا، چناں چہ وہیں اس کی سواری پھسل گئی تو وہ اس کی پشت سے گر پڑا اور فوراً ہی راہیِ ملک عدم ہوگیا، پھر حضرت سفیان باہر تشریف لائے اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھی، یہ شیخ صفوی کا کلام ہے۔

زیاد بن سمیہ نے امیر معاویہ کے پاس خط لکھا کہ میں نے عراق کو اپنے دائیں ہاتھ میں لے لیا ہے اور میرا بایاں ہاتھ خالی ہے (وہ ان سے حجاز کے بارے میں تعریض کررہا تھا کہ اگر آپ اجازت دیں تو اس پر بھی حملہ کروں) یہ اطلاع حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو ملی تو انھوں نے اپنا ہاتھ آسمان کی طرف اٹھایا اور فرمایا: اے اللہ! تو ہمارے لیے زیاد کے بائیں ہاتھ کی جانب سے کافی ہوجا، چناں چہ اس کے بائیں ہاتھ میں ایک پھنسی نکل آئی جس کی وجہ سے اس کی موت ہوگئی۔

لغات وترکیب

عَادىٰ يُعَادِي مُعَادَاةً وَعِدَاءً، دشمنی کرنا۔ وليٌّ، (ج) أولياء، دوست۔ آذن بشيء يؤذن إيْذَاناً (افعال) کسی چیز کی اطلاع دینا، کسی چیز کا اعلان کرنا۔ نَقَمَ يَنْقِمُ ونَقِمَ يَنْقَمُ نَقْماً (ض،س) عیب لگانا، طعن وتشنیع کرنا۔ صَلَبَ يَصْلِبُ صَلْباً (ض) سولی دینا۔ نَصَبَ الْخَشَبَ يَنْصِبُ نَصْباً (ض) لکڑی گاڑنا۔ حِجْرٌ، (ج) حجورٌ، گود۔ أَشْمَتَ أحداً بأحدٍ يُشْمِتُ إشْمَاتاً، کسی کو کسی پر ہنسانا۔ کسی کو کسی پر ہنسنے کا موقع دینا۔ الملتزم، دیوار کا وہ حصہ جو حجر

اسود اور بابِ کعبہ کے درمیان ہے۔ زَلِقَ يَزْلَقُ زَلَقاً (س) پھسلنا۔ راحلةٌ، (ج) رواحلُ، سواری۔ قُرْحَةٌ، (ج) قُرَحٌ، پھوڑا، پھنسی۔

''انّ سفيان بمكة'' انّ اپنے اسم وخبر سے مل کر ''بلغ'' کا فاعل ہے، ليصلبوا مجرور ہو کر ''نصبو'' سے متعلق ہے۔ ''خوفاً عليه'' مفعول لہ ہے اور ''عليه'' خوفاً سے متعلق ہے۔ ''فارغةً'' شمالي سے حال واقع ہے۔

تشریح درس مذکور میں جو عنوان ہے وہ حدیث قدسی کا ایک ٹکڑا ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حق سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے: جو شخص میرے کسی ولی کو اذیت دے گا تو میری طرف سے اعلان جنگ قبول کرے۔

حضرات علماء کرام فرماتے ہیں کہ کوئی گناہ ایسا نہیں ہے جس کے مرتکب کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہو کہ میں اُس سے لڑوں گا سوائے اولیاء اللہ کو تکلیف دینے اور سود خوری کے، سود خوری کے متعلق فرمایا: ''فإن لم تفعلو فاذنوا بحرب من الله ورسوله'' کہ اگر تم سود خوری سے باز نہ آئے تو اللہ اور اس کے رسول سے لڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔

یہاں خلیفہ منصور کے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے مخالفت کا ذکر ہے کہ حضرت سفیان ثوریؒ نے جب عدمِ اقامت حق کے سلسلے میں منصور کی مخالفت کی تو اس نے گرفتار کر کے تختۂ دار پر لٹکانے کا فرمان جاری کیا، آپؒ نے ملتزم کے پاس دعا فرمائی اور مکہ میں داخل ہونے سے پہلے ہی وہ مر گیا۔

اسی طریقے سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے زیاد بن سمیہ کے متعلق دعا کی جب اس نے عراق کے بعد حجاز کو نشانہ بنانا چاہا، بارگاہِ رب العزت میں آپ کی بھی دعا مقبول ہوئی، اُس کے ہاتھ میں ایک پھوڑا نکل آیا جس کی وجہ سے اس کی وفات ہو گئی۔ معلوم ہوا کہ اللہ رب العزت کے نیک بندوں کے ساتھ عداوت و مخالفت کسی بھی طرح زیبا نہیں۔

عَرضُ الحَدِيثِ علىٰ كِتابِ اللّٰهِ

دَخَلَ الزُّهرِيُّ عَلَى الوَلِيدِ بنِ عَبدِ المَلِكِ، فَقَالَ: مَا حَدِيثٌ يُحَدِّثُنَا بِهِ أَهلُ الشَّامِ؟ قَالَ: وَمَا هُوَ؟ يَا أَمِيرَ المُؤمِنِينَ! قَالَ: يُحَدِّثُونَنَا أَنَّ اللّٰهَ إِذَا استَرعَى عَبداً رَعِيَّتَهُ كَتَبَ لَهُ الحَسَنَاتِ، وَلَم يَكتُبْ لَهُ السَّيِّئَاتِ، قَالَ: بَاطِلٌ يَا أَمِيرَ المُؤمِنِينَ! أَنَبِيٌّ خَلِيفَةٌ أَكرَمُ عَلَى اللّٰهِ أَم خَلِيفَةٌ غَيرُ نَبِيٍّ؟ قَالَ: بَل خَلِيفَةٌ نَبِيٌّ، قَالَ: فَإِنَّ اللّٰهَ يَقُولُ لِنَبِيِّهِ دَاوُدَ: ''يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلنَاكَ خَلِيفَةً فِي الأَرضِ فَاحكُم بَينَ النَّاسِ بِالحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الهَوىٰ فَيُضِلَّكَ عَن سَبِيلِ اللّٰهِ إِنَّ الَّذِينَ يَضِلُّونَ عَن سَبِيلِ اللّٰهِ لَهُم عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَومَ الحِسَابِ'' (ص/٢٦) فَهٰذَا وَعِيدٌ يَاأَمِيرَ المُؤمِنِينَ! لِنَبِيٍّ خَلِيفَةٍ فَمَا ظَنُّكَ بِخَلِيفَةٍ غَيرِ نَبِيٍّ؟ قَالَ: إِنَّ النَّاسَ لَيَغُرُّونَنَا عَن دِينِنَا.

حدیث کا کتاب اللہ سے موازنہ

امام زہریؒ ولید بن عبدالملک کے پاس تشریف لائے، تو اُس نے کہا: کیا وہ حدیث ہے جو اہل شام ہمارے سامنے بیان کرتے ہیں، عرض کیا: وہ کیا ہے؟ اے امیر المؤمنین! ولید نے کہا: وہ ہمارے سامنے یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو اپنی رعیت کا حاکم بناتا ہے تو اس کے لیے نیکیاں ہی لکھتا ہے اور اس کے لیے برائیاں نہیں لکھتا، امام زہری نے فرمایا: غلط ہے اے امیر المؤمنین! کیا وہ نبی جو خلیفہ ہو اللہ کے نزدیک زیادہ مکرم ہے یا وہ خلیفہ جو نبی نہ ہو، ولید نے کہا: بل کہ وہ خلیفہ جو نبی ہو، امام زہری نے فرمایا: (تو سنو) کیوں کہ اللہ رب العزت اپنے نبی حضرت داؤد سے فرماتا ہے: ''یا داؤد الخ اے داؤد ہم نے تجھ کو زمین پر حاکم بنایا ہے سو لوگوں میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے رہنا اور آئندہ بھی نفسانی خواہش کی پیروی مت کرنا، کیوں کہ وہ تمہیں اللہ کے راستے سے بھٹکا دے گا، بلاشبہ جو لوگ اللہ کے راستے سے بھٹکتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہوگا اس وجہ سے کہ وہ لوگ روزِ حساب کو بھولے رہے، تو یہ وعید ہے اے امیر المؤمنین! اُس نبی کے لیے جو خلیفہ بھی ہو، سو آپ کا کیا خیال ہے اُس خلیفہ کے متعلق جو نبی نہ ہو (یعنی صرف خلیفہ ہو) ولید نے کہا: لوگ ہم کو ہمارے دین کے بارے میں دھوکہ دیتے ہیں۔

لغات وترکیب

عَرَضَ شيئاً علىٰ أحدٍ يَعْرِضُ عَرْضاً (ض) کوئی چیز کسی کے سامنے پیش کرنا۔ **استرعى الشيء يسترعي استرعاءً** (استفعال) کسی چیز کی حفاظت کے لیے کہنا۔ **رَعِيَّةٌ**، (ج) **رَعَايَا**، ماتحت۔ **غَرَّ يَغُرُّ غُرُوراً** (ن) دھوکہ دینا۔

إذا استرعىٰ عبداً رعيته میں ''**عبداً**'' مفعول اول ہے اور ''**رعيّته**'' مفعولِ ثانی ہے جملہ شرط ہے اور ''**كتب له الحسنات**'' جزا ہے۔ **قال باطل أي ذلك باطلٌ**، مبتدا محذوف ہے۔ **أنبيٌّ خليفة** میں ''**نبيٌّ**'' موصوف ہے اور ''**خليفة**'' صفت ہے، موصوف با صفت مبتدا، ''**أكرم على الله**'' خبر، جملہ معطوف علیہ، **أم** عاطفہ، **خليفة غير نبي**، موصوف با صفت مبتدا، ''**أكرم على الله**'' خبر محذوف ہے۔ جملہ معطوف واقع ہے۔ **فما ظنّك أى فما ظنُّكَ قائمٌ**.

تشریح **عرض الحديث علىٰ كتاب الله:** مطلب یہ ہے کہ اگر کسی حدیث کے متعلق کوئی کھٹک دل میں پیدا ہو تو کتاب اللہ سے اس کا موازنہ کرنا چاہیئے کہ کہیں اس کا مضمون قرآن کریم کی کسی آیت سے ٹکراتا ہے یا نہیں، اگر وہ حدیث کتاب اللہ سے معارض ہو تو وہ باطل ہے، چناں چہ امام زہری کے سامنے جب اہلِ شام کی حدیث بیان کی گئی تو آپؒ نے فوراً اس کا موازنہ قرآن کریم سے کیا اور جب اسے آیت کریمہ ''**یاداؤد إنّا جعلنٰكَ خليفة الخ**'' کے معارض پایا تو فوراً فرمایا: یہ غلط حدیث ہے، کیوں کہ اللہ رب العزت نے حضرت داؤد کے متعلق فرمایا جو خلیفہ ہونے

کے ساتھ ساتھ نبی بھی ہیں کہ آپ انصاف کے ساتھ فیصلہ فرمائیں اور خواہش نفس کو بالکل حائل مت ہونے دیں ورنہ آپ بھی راہ راست سے ہٹ جائیں گے، اور راہِ راست سے ہٹ جانے والوں کے لیے سخت عذاب ہے، تو وہ شخص جو صرف خلیفہ ہو نبی نہ ہو اس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے فرما سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ صرف اس کی نیکیاں لکھتا ہے برائیاں نہیں لکھتا۔ ولید کے بھی سمجھ میں بات آ گئی اور کہنے لگا کہ لوگ ہمیں ہمارے دین کے بارے میں دھوکہ دیتے ہیں۔

التلميح

حَكَى صَاحِبُ الْحَدَائِقِ اَنَّ الْفَتْحَ بْنَ خَاقَانَ ذَكَرَ ابْنَ الصَّائِغِ فِي قَلَائِدِ الْعِقْيَانِ، فَقَالَ فِيهِ: اَرْمَدُ عَيْنِ الدِّيْنِ وَكَمِدُ نُفُوسِ الْمُهْتَدِيْنَ، لَا يَتَطَهَّرُ مِنْ جَنَابَةٍ، وَلَا يَظْهَرُ مَخَايِلُ إِنَابَةٍ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ ابْنَ الصَّائِغِ، فَمَرَّ يَوْماً عَلَى الْفَتْحِ بْنِ خَاقَانَ وَهُوَ جَالِسٌ فِي جَمَاعَةٍ، فَسَلَّمَ عَلَى الْقَوْمِ، وَضَرَبَ عَلٰى كَتِفِ الْفَتْحِ، وَقَالَ: إِنَّهَا شَهَادَةٌ، يَا فَتْحُ! وَمَضٰى، وَلَمْ يَدْرِ أَحدٌ مَا قَالَ لِلْفَتْحِ، فَتَغَيَّرَ لَوْنُهُ فَقِيلَ لَهُ: مَا قَالَ لَكَ؟ فَقَالَ إِنِّي وَصَفْتُهُ كَمَا تَعْلَمُونَ، فِي قَلَائِدِ الْعِقْيَانِ، فَمَا بَلَغْتُ مِنْهُ بِذٰلِكَ عُشْرَ مَا بَلَغَ هُوَ مِنِّي بِهٰذِهِ الْكَلِمَةِ، فَإِنَّهُ أَشَارَ بِهَا إِلٰى قَوْلِ الْمُتَنَبِّي ؎

وإِذَا أَتَتْكَ مَذَمَّتِي مِنْ نَاقِصٍ فَهِيَ الشَّهَادَةُ لِي بِأَنِّي كَامِلٌ

لطیف اشارہ

صاحب حدائق نے بیان کیا ہے کہ فتح بن خاقان نے ابن الصائغ کا ''قلائد العقیان'' میں ذکر کیا ہے، چناں چہ اس کے بارے میں فرمایا: وہ دین کے آشوبِ چشم کا مریض اور ہدایت یافتہ لوگوں کے دلوں کے رنج وغم کا سبب ہے، نہ تو جنابت سے پاک ہوتا ہے اور نہ ہی رجوع الی اللہ کی علامات ظاہر ہوتی ہیں، یہ بات ابن الصائغ تک بھی پہنچ گی، چناں چہ ایک دن فتح بن خاقان کے پاس سے اس کا گذر ہوا جب کہ وہ ایک جماعت کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا تو اُس نے لوگوں سے سلام کیا، اور فتح بن خاقان کے شانے پر مار کر کہا: اے فتح! یہی تو شہادت ہے اور چلا گیا اور کسی کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اس نے فتح سے کیا کہا؟ اس کے بعد فتح کی رنگت بدل گئی تو اس سے پوچھا گیا: اُس نے آپ سے کیا کہا؟ تو ابن خاقان نے کہا: میں نے قلائد العقیان میں اُس کے اوصاف بیان کیے ہیں جیسا کہ تمہیں معلوم ہے، تو میں تو اُس کے ذریعے اُس کے دسویں حصہ کو بھی نہ پہنچ سکا جتنا کہ وہ میرے متعلق اس ایک کلمے سے پہنچ گیا، کیوں کہ اس کے ذریعے اُس نے متنبی کے (درج ذیل) شعر کی طرف اشارہ کیا ہے: ؎

جب تیرے پاس میری برائی کسی ناقص شخص کی طرف سے پہنچے تو یہ میرے لیے اس بات کی شہادت ہے کہ میں کامل ہوں۔

لغات وترکیب

لَمَّحَ يُلَمِّحُ تَلْمِيحاً (تفعیل) اشارہ کرنا۔ رَمِدَت العينُ تَرْمَدُ رَمَداً (س) آنکھ دکھنا۔ كَمِدَ الرَّجُلُ يَكْمَدُ كَمَداً (س) غم سے بیمار دل والا ہونا۔ مخائل، واحد، مَخِيْلَةٌ، علامت۔ وَصَفَ يَصِفُ وَصْفاً (ض) بیان کرنا۔ ذَمَّ يَذُمُّ مَذَمَّة (ن) برائی کرنا۔

أرمدُ عين الدين أي هُوَ أرمد عين الدين۔ وَهُوَ جَالِسٌ، یہ جملہ ''الفتح بن خاقان'' سے حال واقع ہے۔ ماقال لك میں ''ما'' ''أي شيء'' مبتدا ہے اور ''قال لك'' خبر ہے۔ أتتك مذمّتي میں ''مذمّتي'' أتت کا فاعل ہے۔

تشریح تلمیح کے لغوی معنی ہیں اشارہ کرنا اور بلاغت کی اصطلاح میں تلمیح یہ ہے کہ متکلم اپنے کلام میں کسی آیت یا حدیث یا شعر مشہور یا کہاوت اور قصے کی طرف اشارہ کرے مگر آیت وحدیث وشعر وقصہ وغیرہ کی صراحت نہ کرے۔ جیسے کہ ابن الصائغ نے فتح ابن خاقان کے کندھے پر ہاتھ مار کر صرف ''إنّها شهادة'' کہا اور ''شهادة'' ہی سے متنبی کے اس شعر کی طرف اشارہ کر دیا: ؎ وإذا أتَتْكَ مَذَمَّتِي مِنْ نَاقِصٍ فهِيَ الشَّهَادَةُ لِي بِأَنِّي كَامِلٌ

مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی کم عقل تمہارے سامنے میری برائی بیان کرے تو یہ میرے کامل ہونے کی دلیل ہے، گویا ''إنّها شهادة'' کہہ کر ابن الصائغ نے ابن خاقان کو ناقص اور اپنے کو کامل گردانا ہے۔ اسی وجہ سے ابن خاقان نے کہا کہ: اُس نے ایک کلمے میں جو کچھ مجھے کہہ دیا میں نے، تو قلائد العقیان میں اُس کا دسواں حصہ بھی اسے نہیں کہا ہے۔ تلمیح کی دوسری مثال جیسے:

فوالله ما أدري أأحلام نائم ألمّت بنا أم كان في الركب يوشع

''پس خدا کی قسم میں نہیں جانتا ہوں کہ سونے والے کے خواب ہمارے پاس اتر پڑے یا قافلے میں حضرت یوشع علیہ السلام تھے'' شعر مذکور میں حضرت یوشع علیہ السلام کے اُس قصے کی طرف اشارہ ہے جس میں ان کے لیے سورج روک لیا گیا تھا تاکہ وقتِ مغرب آنے میں دیر ہو اور اس سے پہلے ہی وہ فتح حاصل کرلیں۔ اردو میں جیسے:

سب رقیبوں سے ہوں ناخوش، پر زنانِ مصر سے ہے زلیخا خوش کہ محوِ ماہ کنعاں ہوگئیں

اِس میں زنانِ مصر کے اُس قصے کی طرف اشارہ ہے جس میں انھوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر بجائے پھل کے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے۔

وأدُ البَنَاتِ

أوَّلُ مَنْ مَنَعَ عَنِ الوَأْدِ صَعْصَعَةُ بْنُ نَاجِيَةَ جَدُّ الفَرَزْدَقِ وَذٰلِكَ أنَّهُ أضَلَّ نَاقَتَيْنِ لَهُ فَخَرَجَ فِي

بُغائِهِما، فَلَمَّا أَجَنَّهُ اللَّيْلُ رُفِعَتْ لَهُ نَارٌ، فَأَمَّهَا، فَإِذَا شَيْخٌ وَامْرَأَةٌ مَاخِضٌ، فَسَلَّمَ فَرَدَّ الشَّيْخُ، فَسَأَلَهُ عَنِ النَّاقَتَيْنِ، فَقَالَ: وَجَدْتُهُمَا، وَقَدْ أَحْيَانَا اللّٰهُ بِهِمَا، ثُمَّ قَالَ الشَّيْخُ لِنِسَاءٍ كُنَّ عِنْدَهُ: إِنْ جَاءَنَا غُلَامٌ فَمَا أَدْرِي مَا أَصْنَعُ بِهِ، وَإِنْ جَاءَتْنَا جَارِيَةٌ فَاقْتُلْنَهَا وَلَا أَسْمَعَنَّ صَوْتَهَا، فَجَاءَتْ جَارِيَةٌ، فَاشْتَرَاهَا صَعْصَعَةُ بِنَاقَتَيْهِ وَجَمَلِهِ الَّذِي رَكِبَهُ فِي طَلَبِهِمَا، وَجَعَلَ ذٰلِكَ سُنَّةً، فَكُلُّ مَنْ أَرَادَ أَنْ يَئِدَ ابْنَةً لَهُ جَاءَهُ، فَاشْتَرَاهَا مِنْهُ بِلَقْحَتَيْنِ وَجَمَلٍ، فَجَاءَ الْإِسْلَامُ، وَقَدْ فَدَى ثَلَاثَ مِائَةِ مَوْءُودَةٍ.

لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا

سب سے پہلے جس شخص نے (لڑکیوں کو) زندہ دفن کرنے سے روکا وہ فرزدق کا دادا صعصعہ بن ناجیہ ہے، اور واقعہ یہ ہوا کہ اس کی دو اونٹنیاں گم ہوگئی تھیں، تو وہ ان کی تلاش میں نکلا، اور جب رات کی تاریکی اس پر چھا گئی تو اس کے سامنے آگ نظر آئی، چناں چہ اس نے اُس آگ کا رخ کیا تو معلوم ہوا کہ وہاں ایک بوڑھا اور ایک عورت ہے جو مبتلائے دردِ زہ ہے، تو صعصعہ نے سلام کیا، اور بوڑھے شخص نے جواب دیا، پھر صعصعہ نے اُس سے دونوں اونٹنیوں کے متعلق دریافت کیا، تو بوڑھے نے کہا: میں نے ان دونوں کو پایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان دونوں کے ذریعے زندہ کیا، پھر اُس بوڑھے نے اپنے پاس موجود عورتوں سے کہا: اگر ہمارے یہاں لڑکا پیدا ہوا تو مجھے معلوم نہیں میں اس کے ساتھ کیا کروں گا، اور اگر لڑکی پیدا ہوئی تو میں اسے ضرور قتل کر دوں گا، اور اس کی آواز تک نہیں سنوں گا، آخر کار لڑکی پیدا ہوئی تو اس کو صعصعہ نے اپنی دو اونٹنیوں اور اُس اونٹ کے عوض خرید لیا جس پر سوار ہو کر ان دونوں کی تلاش میں آیا تھا اور اِس کو اُس نے شیوہ بنالیا، چناں چہ جو شخص بھی اپنی لڑکی کو زندہ دفن کرنا چاہتا، صعصعہ اس کے پاس آتا اور اس لڑکی کو دو اونٹنیوں اور ایک اونٹ کے عوض خرید لیتا پھر اسلام آیا اس حال میں کہ وہ (صعصعہ) تین سو زندہ درگور ہونے والی لڑکیوں کو چھڑا چکا تھا۔

لغات وترکیب

وَأَدَ يَئِدُ وَأْداً (ض) زندہ دفن کرنا۔ بَغَى يَبْغِي بُغْيَةً وبُغَاءً (ض) طلب کرنا، تلاش کرنا۔ أَجَنَّ يُجِنُّ إِجْنَاناً (افعال) ڈھانپ لینا۔ أَمَّ يَؤُمُّ أَمّاً (ن) قصد وارادہ کرنا۔ مَخِضَتِ الْمَرْأَةُ تَمْخَضُ مَخَاضاً (س) دردِ زہ میں مبتلا ہونا۔ غُلَامٌ، (ج) أَغْلِمَةٌ، بچہ۔ جَارِيَةٌ، (ج) جَارِيَاتٌ، لڑکی۔ لِقْحَةٌ ولَقْحَةٌ، (ج) لِقَحٌ ولِقَاحٌ، بہت دودھ دینے والی اونٹنی۔ فَدَى يَفْدِي فِدَاءً (ض) مال دے کر چھڑانا۔

أَوَّلُ مَنْ مَنَعَ عَنِ الوَأْدِ، مبتدا، صعصعة بن ناجية خبر۔ ''جدّ الفرزدق'' صعصعہ سے بدل واقع ہے۔ ''ماأصنع به'' یہ جملہ ''ماأدري'' کا مفعول واقع ہے۔ وَجَعَلَ ذلك سنةً ''ذلك'' مفعول اول ہے۔ اور ''سنةً'' جَعَلَ

کا مفعولِ ثانی ہے۔ ذلك کا مشار الیہ "عمل اشتراء" ہے۔

تشریح قبلِ اسلام عربوں کا حال یہ تھا کہ وہ لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیا کرتے تھے اس شرم سے کہ مجھے کسی کو اپنا داماد بنانا پڑے گا، یہ رواج بالکل عام تھا، اسلام نے اس سے روکا، جیسا کہ آیتِ قرآنی ناطق ہے "ولا تقتلوا أولادكم خشية إملاق" تم اپنی اولاد کو فقر و فاقے کے اندیشے سے قتل مت کرو۔ مگر اسلام سے قبل جو شخص اس نا روا عمل کے خلاف میدان میں آیا وہ فرزدق کے دادا صعصعہ بن ناجیہ ہیں جن کا واقعہ اس سبق میں بیان کیا گیا ہے کہ انھوں نے بچیوں کو خرید کر انھیں زندہ درگور ہونے سے بچایا اور اسلام کی آمد سے قبل وہ تین سو بچیوں کو بچا چکے تھے۔

اَلْفَصْلُ بَيْنَ التَّأْنِيْثِ اللَّفْظِيِّ وَالْمَعْنَوِيِّ

ذُكِرَ أَنَّ قَتَادَةَ دَخَلَ الْكُوفَةَ فَالْتَفَّ عَلَيْهِ النَّاسُ، فَقَالَ: سَلُوا عَمَّا شِئْتُمْ، وَكَانَ أَبُو حَنِيْفَةَ حَاضِراً، وَهُوَ غُلَامٌ حَدِيْثُ السِّنِّ، فَقَالَ: سَلُوا عَنْ نَمْلَةِ سُلَيْمَانَ أَكَانَتْ ذَكَراً أَمْ أُنْثٰى؟ فَسَأَلُوهُ، فَأُفْحِمَ، فَقَالَ أَبُو حَنِيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: كَانَتْ أُنْثٰى، فَقِيْلَ لَهُ: مِنْ أَيْنَ عَرَفْتَ؟ فَقَالَ: مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ، وَهُوَ قَوْلُهُ "قَالَتْ نَمْلَةٌ" وَلَوْ كَانَتْ ذَكَراً لَقِيْلَ قَالَ نَمْلَةٌ، وَذٰلِكَ أَنَّ النَّمْلَةَ مِثْلُ الْحَمَامَةِ وَالشَّاةِ فِي وُقُوعِهِمَا عَلَى الذَّكَرِ وَالْأُنْثٰى، فَيُمَيَّزُ بَيْنَهُمَا بِعَلَامَةٍ، نَحْوُ قَوْلِهِمْ حَمَامَةٌ ذَكَرٌ وَحَمَامَةٌ أُنْثٰى، يَعْنِي أَنَّ التَّأْنِيْثَ لَفْظِيٌّ وَمَعْنَوِيٌّ، وَاللَّفْظِيُّ لَا يُعْتَبَرُ فِي لُحُوقِ عَلَامَةِ التَّأْنِيْثِ بِالْفِعْلِ اَلْبَتَّةَ بِدَلِيْلِ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ قَامَتْ طَلْحَةُ وَلَا حَمْزَةُ عَلَمَي مُذَكَّرٍ؛ فَتَعَيَّنَ أَنْ يَكُونَ اللُّحُوقُ إِنَّمَا هُوَ لِلتَّأْنِيْثِ الْمَعْنَوِيِّ.

تانیثِ لفظی اور تانیثِ معنوی کے درمیان فرق

مذکور ہے کہ حضرت قتادہ کوفہ آئے تو لوگ ان کے پاس جمع ہو گئے، تو آپ نے فرمایا: جو چاہو معلوم کر لو، امام ابو حنیفہؒ بھی موجود تھے اور آپؒ نو عمر بچے تھے تو آپ نے فرمایا: حضرت سلیمان علیہ السلام کی چیونٹی کے متعلق معلوم کرو کہ وہ مذکر تھی یا مونث؟ تو حضرت قتادہؒ دم بخود رہ گئے، تو امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ: مادہ تھی، پھر آپ سے معلوم کیا گیا آپ نے کہاں سے جانا؟ تو فرمایا: کتاب اللہ سے، اور وہ فرمانِ باری "قالت نملة" ہے، اور اگر نر ہوتی تو "قال نملة" کہا جاتا، اور یہ اس لیے کہ "نملة" تذکیر و تانیث واقع ہونے میں "حمامة" اور "شاة" کی طرح ہے، اس لیے تذکیر و تانیث کے درمیان علامت کے ذریعہ فرق کیا جاتا ہے، جیسے ان کا قول "حمامة ذكرٌ" اور "حمامة أنثى" مطلب یہ ہے کہ تانیث کی

دو قسمیں ہیں (۱) لفظی (۲) معنوی اور تانیثِ لفظی کا فعل کے ساتھ علامتِ تانیث کے متصل ہونے میں بالکل ہی اعتبار نہیں ہوتا، اس دلیل سے کہ "قامت طلحة" جائز نہیں ہے اور نہ ہی "قامت حمزة" جب کہ وہ دونوں مذکر کے علم ہوں تو یہ بات متعین ہوگئی کہ علامت تانیث کا لحوق تانیث معنوی ہی کی وجہ سے ہے۔

لغات وترکیب

فَصَلَ يَفْصِلُ فَصْلاً (ض) فرق کرنا۔ اِلْتَفَّ عَلٰى أحدٍ يَلْتَفُّ اِلْتِفَافاً (افتعال) کسی کے پاس جمع ہونا۔ أفْحَمَ يُفْحِمُ إفْحَاماً (افعال) دلیل سے خاموش کرنا۔ مَيَّزَ يُمَيِّزُ تَمْيِيْزاً (تفعیل) امتیاز کرنا۔ فرق کرنا۔ نَمْلَةٌ (ج) نِمَالٌ، چیونٹی۔ حَمَامَةٌ (ج) حَمَائِم، کبوتر۔ لَحِقَ يَلْحَقُ لُحُوقاً (س) شامل ہونا۔ تَعَيَّنَ يَتَعَيَّنُ تَعيُّناً (تفعل) متعین ہونا۔

وَهُوَ غُلَامٌ حديث السنّ. یہ جملہ "أبو حنيفة" سے حال واقع ہے۔ "غلامٌ" موصوف ہے اور "حديث السنّ" صفت ہے مگر چوں کہ یہ اضافت، اضافتِ لفظی ہے اس لیے نکرہ کی صفت بن سکتی ہے، کیوں کہ یہ اضافت تعریف کا فائدہ نہیں دیتی، اَلْبَتَّةَ، مفعولِ مطلق کی بنیاد پر منصوب ہوتا ہے، اس کا فعل "بتّ" محذوف ہوتا ہے۔ البتّةَ وَبَتَّةَ وَبَتَاتاً، تینوں ایک ہی معنیٰ "یقیناً" میں مستعمل ہیں، کہا جاتا ہے "لا افعله البتّة" میں اس کو یقیناً نہیں کروں گا۔ "بدليل" جار مجرور "لايعتبر" کے متعلق ہے۔ إنّما هو للتانيث المعنوي۔ هو مبتدا ہے "للتانيث المعنوي" محذوف کے متعلق ہو کر خبر ہے اور پورا جملہ "يكون" کی خبر ہے، جو مفرد کی تاویل میں ہو کر "تعين" کا فاعل ہے۔

تشریح درسِ مذکور سے حضرت امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کی ذہانت کا پتہ چلتا ہے کہ بچپن ہی سے علوم میں آپ کی نظر گہری تھی، اسی سبق سے تانیث کی دو قسموں کی بھی وضاحت ہوتی ہے (۱) تانیثِ لفظی (۲) تانیثِ معنوی۔ تانیثِ لفظی میں علامت تانیث کے معتبر نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں علامتِ تانیث کا لانا جائز نہیں ہے اس لیے کہ وہ صرف لفظوں میں مونث ہے حقیقتاً نہیں ہے اور تانیث معنوی چوں کہ حقیقتاً مونث ہے اس لیے وہاں فعل میں علامت تانیث کا لانا ضروری ہے، اسی وجہ سے "طلحة" اور "حمزة" کے ساتھ فعل کو مونث لاکر "قامت طلحة" کہنا صحیح نہیں ہے، اور "نملة" کے ساتھ فعل کو مونث لایا گیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ چیونٹی مادہ تھی۔

اَلْكِنَايَةُ

لَقِيَ شَيْطَانُ الطَّاقِ رَجُلاً مِنَ الْخَوَارِجِ وَبِيَدِهٖ سَيْفٌ، فَقَالَ لَهُ الْخَارِجِيُّ: وَاللّٰهِ لَأَقْتُلَنَّكَ أَوْ تَبْرَأَ مِنْ عَلِيٍّ، فَقَالَ: أنَا مِنْ عَلِيٍّ وَمِنْ عُثْمَانَ بَرِيءٌ.

اشارہ

شیطان طاق کی ایک خارجی سے ملاقات ہوگئی اس حال میں کہ اس کے ہاتھ میں ایک تلوار تھی، تو خارجی نے اس سے

کہا: بخدا میں تجھے تہ تیغ کر دوں گا، یہاں تک کہ تو حضرت علی سے براءت ظاہر کرے، تو شیطان نے کہا: ''انا من علي وعثمان بريءٌ.''

لغات وترکیب

كَنَا يَكْنُو و كنٰى يَكْنِي كِنَايَةً (ن،ض) لفظ بولنا اور اس کے غیر مدلول کا ارادہ کرنا۔ بَرِئَ يَبْرأُ بَرَاءَةً (س) بری ہونا، بے قصور ہونا، علاحدہ ہونا۔ بَرِیءٌ، (ج) أبرياءُ، بے قصور۔

وبيده سيفٌ ''رجلاً من الخوارج'' سے حال واقع ہے۔ أو تبرأ من علي، میں ''او'' بمعنیٰ ''إلى'' یا ''إلّا'' ہے اور فعل مضارع ''أن'' مقدرہ کی وجہ سے منصوب ہے۔ أنا من علي و من عثمان بريءٌ. میں ''من علي'' اور ''من عثمان'' دونوں معطوف علیہ ومعطوف ہوکر یا تو بری ءٌ سے متعلق ہیں، اس صورت میں مکمل ایک جملہ ہوگا۔ اور یا تو ''من عليٍّ'' کائنٌ سے متعلق ہے اور ''انا'' مبتدا محذوف ہے اور ''من عثمان'' بری ءٌ سے متعلق ہے۔ اس صورت میں دو جملے ہوں گے۔

تشریح کنایہ کے لغوی معنیٰ ہیں اشارہ کرنا اور اصطلاحِ بلاغت میں کنایہ یہ ہے کہ لفظ بول کر اس کا لازمی معنیٰ مراد لیا جائے، جیسے ''فلانٌ كثير الرّماد'' (فلاں بہت زیادہ راکھ والا ہے) اس جملے سے کسی کے سخی ہونے کا کنایہ کیا جاتا ہے۔ اور سخاوت اس کا لازمی معنیٰ ہے جس کی طرف ذہن کئی واسطوں سے منتقل ہوتا ہے، مثلاً یہ کہ اس کے یہاں لکڑیاں بہت جلتی ہیں۔ اِس لیے کہ کھانا بہت پکتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مہمان بہت آتے ہیں اور مہمانوں کے آمد کی وجہ یہ ہے کہ وہ بہت سخی ہے۔

مگر عرف عام میں کنائے کا مطلب یہ ہے کہ متکلم کسی شی کو ایسے لفظ سے تعبیر کرے جو ذو معنیین ہو، ایک معنیٰ قریب جس پر اس کی دلالت صراحتاً ہو اور دوسرا معنیٰ بعید جس پر اس کی دلالت صراحتاً نہ ہو کسی قرینے سے ہو۔ جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بوقتِ ہجرت آپ کے متعلق کسی نے پوچھا: ''من هذا؟'' (یہ کون ہے؟) تو صدیق اکبرؓ نے فرمایا: ''هادٍ يهديني'' (ایک راہبر ہے جو مجھے راستہ بتارہا ہے) سائل نے اسے معنیٰ قریب پر محمول کرکے یہ سمجھا کہ راستہ بتانے والا کوئی رہبر ہے مگر صدیق اکبرؓ کا مقصد یہ تھا کہ یہ رہبرِ اسلام ہیں جو مجھے سیدھا راستہ دکھاتے ہیں۔ یہاں یہ بات ذہن نشیں رہے کہ عرف عام ہی میں اسے کنایہ کہتے ہیں اس لیے کہ متکلم نے اشارے میں اپنی بات کہہ دی اور مخاطب اسے سمجھ نہیں سکا۔ مگر اصطلاح بلاغت میں اس کا نام ''توریہ'' ہے۔

''أنا من علي ومن عثمان بريءٌ'' کے بھی دو مطلب ہیں، ظاہری اور قریبی مفہوم تو یہ ہے کہ میں حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ دونوں سے بیزار ہوں۔ یہ مفہوم پہلی ترکیب کے اعتبار سے ہے۔ خارجی نے اس جملے کو اسی مفہوم پر محمول کیا،

اور دوسرا مفہوم یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے غایتِ تعلق کی وجہ سے گویا میں علیؓ کا جز ہوں۔ اور حضرت عثمان سے بری ہوں۔ یہ مفہوم دوسری ترکیب کے اعتبار سے ہے جب کہ دو جملے ہوں۔ شیطان طاق کا مقصد یہی تھا۔

أيضاً

وَدَخَلَ مُعَلَّى الطَّائي عَلَى ابْنِ السَّرِّيِ يَعُودُهُ فِي مَرَضِهِ فَأَنْشَدَ شِعْراً يَقُولُ فِيهِ:

فَأُقْسِمُ إنْ مَنَّ الْإلٰهُ بِصِحَّةٍ ... وَنَالَ السَّرِي ابْنَ السَّرِيِّ شِفَاءٌ

لَأَرْتَحِلَنَّ الْعِيسَ شَهْراً بِحَجَّةٍ ... وَيُعْتَقُ شُكْراً سَالِمٌ وَجَفَاءٌ

فَلَمَّا خَرَجَ مِنْ عِنْدِهِ قَالَ أَصْحَابُهُ: وَاللّٰهِ مَا نَعْلَمُ عَبْدَكَ سَالِماً وَلَا عَبْدَكَ جَفَاءً، فَمَنْ أَرَدْتَ أَنْ تُعْتِقَ؟ قَالَ: هُمَا هِرَّتَانِ عِنْدِي، وَالْحَجُّ فَرِيْضَةٌ وَاجِبَةٌ فَمَا عَلَيَّ فِي قَوْلِي شَيْئٌ إنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى.

نیز (دوسرا کنایہ)

معلّی طائی ابن السری کے پاس اُس کی بیماری میں اُس کی عیادت کے لیے آئے، تو ایک شعر پڑھا جس میں ان کا کہنا تھا:
میں قسم کھاتا ہوں کہ اگر اللہ نے صحت عطا کی اور سری بن سری کو شفا حاصل ہوگئی۔
تو میں ایک ماہ بھورے رنگ کے اونٹ پر حج کے لیے سفر کروں گا اور شکریے میں سالم اور جفا آزاد کردیے جائیں گے۔
تو جب معلّی ابن السری کے پاس سے نکل کر باہر آیا تو اس کے ساتھیوں نے اُس سے کہا: بخدا ہمیں نہ تو تیرے غلام سالم کا علم ہے اور نہ ہی جفا کا، تو تو نے کسے آزاد کرنے کا ارادہ کیا ہے؟ معلّی نے کہا: وہ دونوں میری دو بلیاں ہیں اور حج تو ایک واجبی فریضہ ہے (جو صاحبِ استطاعت ہی پر فرض ہے) لہٰذا میرے اوپر میرے اس قول میں انشاء اللہ تعالیٰ کوئی بھی چیز فرض نہیں ہوگی۔

لغات وترکیب

آضَ يئيضُ أيضاً (ض) لوٹنا۔ عادَ يَعُودُ عِيَادَةً (ن) عیادت کرنا، مزاج پرسی کرنا۔ شَفِي يَشْفِي شِفَاءً (ض) صحت یاب ہونا۔ ارتحل يرتحل ارتحالاً (افتعال) سفر کرنا۔ کوچ کرنا۔ عيسٌ، واحد، أعْيَسُ، بھورے رنگ کا اونٹ۔ هِرَّةٌ، (ج) هِرَرٌ بلی۔

''يَعُودُه'' ترکیب میں ''معلّی الطائي'' سے حال ہے۔ إنْ مَنَّ الإلٰهُ، کا جواب ''لأرتحلَن'' ہے ''أن تعتق'' أردتَ کا مفعول ہے۔

تشریح اس سبق میں بھی ''سالمؔ و جفاءؔ'' میں کنایہ کیا گیا ہے بایں طور کہ سننے والا اول وہلہ میں یہ سمجھے گا کہ شاید یہ دونوں غلام کے نام ہیں اور اسی وجہ سے اُس کے رفقاء نے غلام ہی کے متعلق سوال کیا، جب کہ معلّٰی نے دو بلّیاں مراد لی تھیں۔

جُودُ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ صلی اللہ علیہ وسلم

رَوَىٰ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنِ الْمُعَلَّى ابْنِ زِيَادٍ عَنِ الْحَسَنِ أَنَّ رَجُلاً جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَسْأَلُهُ فَقَالَ: اِجْلِسْ، سَيَرْزُقُكَ اللّٰهُ، ثُمَّ جَاءَ آخَرُ، ثُمَّ آخَرُ، فَقَالَ لَهُمْ: اِجْلِسُوا. فَجَاءَ رَجُلٌ بِأَرْبَعِ أَوَاقِيَّ، فَأَعْطَاهُ إِيَّاهَا. وَقَالَ: يَارَسُولَ اللّٰهِ: هٰذِهِ صَدَقَةٌ، فَدَعَا الْأَوَّلَ فَأَعْطَاهُ أُوْقِيَةً، ثُمَّ دَعَا الثَّانِيَ، فَأَعْطَاهُ أُوقِيَةً، ثُمَّ دَعَا الثَّالِثَ فَأَعْطَاهُ أُوْقِيَةً. وَبَقِيَتْ مَعَهُ أُوْقِيَةٌ، فَعَرَضَ بِهَا لِلْقَوْمِ، فَمَا قَامَ أَحَدٌ، فَلَمَّا كَانَ اللَّيْلُ وَضَعَهَا تَحْتَ رَأْسِهِ، وَفِرَاشُهُ عَبَاءَةٌ، فَجَعَلَ لَا يَأْخُذُهُ النَّوْمُ، فَيَرْجِعُ. فَيُصَلِّي، فَقَالَتْ لَهُ عَائِشَةُ: يَارَسُولَ اللّٰهِ! أَحَلَّ بِكَ شَيْءٌ؟ قَالَ: لَا، قَالَتْ: فَجَاءَكَ أَمْرٌ مِنَ اللّٰهِ، قَالَ: لَا، قَالَتْ: إِنَّكَ صَنَعْتَ مُنْذُ اللَّيْلَةِ شَيْئاً لَمْ تَكُنْ تَفْعَلُهُ، فَأَخْرَجَهَا، وَقَالَ: هٰذِهِ الَّتِي فَعَلَتْ بِي مَاتَرَيْنَ، إِنِّي خَشِيْتُ أَنْ يَحْدُثَ أَمْرٌ مِنَ اللّٰهِ وَلَمْ أُمْضِهَا.

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت

حماد بن زید نے معلّٰی بن زیاد سے اور انھوں نے حضرت حسن بصری سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آپؐ سے کچھ مانگنے کے لیے حاضر ہوا، آپؐ نے فرمایا: بیٹھ جا اللہ تعالیٰ تجھے رزق عطا فرمائے گا، اس کے بعد دوسرا پھر تیسرا آیا، تو آپؐ نے ان سے بھی فرمایا: بیٹھ جاؤ، پھر ایک شخص چار اوقیے لے کر آیا اور انھیں آپؐ کی خدمت میں پیش کیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! یہ صدقہ ہے، تو آپؐ نے پہلے شخص کو بلایا اور اسے ایک اوقیہ عطا فرمایا، پھر دوسرے کو بلایا اور اسے بھی ایک اوقیہ عطا کیا، پھر تیسرے شخص کو بلایا اور اسے بھی ایک اوقیہ عطا فرمایا، اور آپؐ کے پاس صرف ایک اوقیہ رہ گیا، تو آپؐ نے اسے بھی قوم کے سامنے پیش کیا لیکن کوئی کھڑا نہیں ہوا۔ جب رات ہوگئی تو آپؐ نے اسے اپنے سرہانے رکھ لیا حال یہ تھا کہ آپ کا بستر آپ کی کملی تھی، تو اس کی وجہ سے آپ کو نیند نہیں آتی تھی، چناں چہ آپ بار بار لوٹ کر جاتے اور نماز پڑھتے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپؐ سے فرمایا: اے اللہ کے رسولؐ! کیا آپ پر کوئی

مصیبت آپڑی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: نہیں، عرض کیا: تو کیا من جانب اللہ کوئی حکم آ گیا ہے، فرمایا: نہیں، عرض کیا: آپ نے رات ہی سے ایسا عمل کیا ہے جو آپ نہیں کرتے تھے، تو آپؐ نے وہ اوقیہ نکالا اور فرمایا: یہ ہے وہ چیز جس نے میرے ساتھ وہ پریشانی لاحق کی ہے جو تم دیکھ رہی ہو، مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں اللہ کا کوئی حکم آ جائے اور میں اسے ہبہ نہ کرسکوں۔

لغات وترکیب

جَادَ يَجُودُ جُوداً (ن) سخاوت کرنا۔ أواقي، واحد، أوقِيَةٌ، اوقیہ ایک وزن ہے جو سات مثقال کا ہوتا ہے۔ فِراشٌ، (ج) فُرُشٌ، بستر، عَبَاءٌ، (ج) أعْبِيَةٌ، کملی، حَلَّ يَحُلُّ حُلُولاً (ن) اترنا، نازل ہونا۔ مَنَحَ يَمْنَحُ مَنْحاً (ف) دینا، عطا کرنا۔

وَضَعَهَا تحت رأسه، یہ جملہ ''لمّا كان اللّيل'' کا جواب ہے، اور ''کان'' تامہ ہے۔ لا يأخذه النوم. یہ جملہ ''جَعَلَ'' فعل مقارب کی خبر ہے۔ فجاء ك أمرٌ من الله، میں ''أمرٌ'' موصوف ہے اور ''من الله'' محذوف کے متعلق ہو کر صفت ہے اور موصوف وصفت مل کر ''جاء'' کا فاعل واقع ہے۔

تشریح درسِ مذکور میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دریا دلی کا واقعہ مذکور ہے کہ جو کچھ میسر آیا آپؐ نے ایک ایک کر کے اس کو لوگوں کو عطا کر دیا، اور ایک اوقیے کی وجہ سے آپ اس قدر بے چین رہے کہ آپ کو پوری رات نیند نہیں آئی، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پریشان ہوگئیں، دریافت کیا تو وہ ایک اوقیہ نکال کر دکھایا، یہی وہ چیز ہے جو مجھے بے چین کیے ہوئے ہے، مجھے ڈر ہے کہ کہیں اللہ کا کوئی حکم نہ آ جائے اور یہ اوقیہ میرے پاس ہی رہ جائے میں کسی کو نہ دے سکوں۔

قِصَّةُ سَيِّدِنَا نُوحٍ عَلٰى نَبِيِّنَا وَعَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ

أَرْسَلَ اللّٰهُ نُوحاً إِلٰى قَوْمِهٖ وَكَانُوا يَعْبُدُونَ الْأَصْنَامَ فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَعْبُدُوا اللّٰهَ فَلَمْ يَسْتَمِعُوا قَوْلَهُ، وَاتَّفَقُوا عَلٰى أَذَاهُ، وَكَانَ كُلَّمَا يَنْصَحُهُمْ جَعَلُوا أَصَابِعَهُمْ فِي اٰذَانِهِمْ لِئَلَّا يَسْمَعُوا، وَيُغَطُّونَ وُجُوهَهُمْ كَرَاهَةَ النَّظْرِ إِلَيْهِ وَاسْتَمَرُّوا عَلٰى هٰذِهِ الْحَالَةِ تِسْعَ مِائَةٍ وَخَمْسِينَ سَنَةً، ثُمَّ أَمَرَهُ اللّٰهُ أَنْ يَصْنَعَ الْفُلْكَ فَعَمِلَهَا طَبَقَاتٍ عَلٰى حَسَبِ الْحَيْوَانَاتِ مِنْ خَشَبِ الْأَبْنُوسِ، ثُمَّ بَعْدَ ذٰلِكَ دَعَا نُوحٌ عَلٰى قَوْمِهٖ فَأَجَابَ اللّٰهُ دُعَاءَهُ، وَأَمَرَهُ أَنْ يَأْخُذَ مِنْ جَمِيعِ الْحَيْوَانَاتِ ذَكَراً وَأُنْثٰى، وَأَنْ يَأْخُذَ كُلَّ صِنْفٍ مِنَ النَّبَاتَاتِ وَأَنْ يَأْخُذَ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ، فَفَعَلَ كَمَا أُمِرَ، وَأَخَذَ مَا يَكْفِيهِمْ مِنَ الزَّادِ مُدَّةَ سِتَّةِ أَشْهُرٍ، وَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ أَنْ يَرْكَبَ فِي السَّفِينَةِ وَقْتَ مَا يَفُورُ الْمَاءُ مِنَ التَّنُّورِ فَعِنْدَ ذٰلِكَ خَرَجَ وَنَادٰى مَنْ اٰمَنَ فَحَضَرُوا وَكَانُوا أَرْبَعِينَ نَفْساً.

ہمارے آقا حضرت نوح علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کا واقعہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی جانب رسول بنا کر بھیجا، اور وہ سب بت پرستی میں مبتلا تھے تو حضرت نوح علیہ السلام نے ان تمام کو حکم دیا کہ وہ اللہ کی پرستش کریں، مگر انھوں نے آپ کی بات نہ سنی، اور آپ کی ایذا رسانی پر متفق ہو گئے، اور جب جب آپ انھیں نصیحت کرتے تو وہ اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیتے، تا کہ (آپ کی بات) سن نہ سکیں، اور اپنے چہروں کو ڈھانپ لیتے، آپ کی جانب دیکھنے کو ناپسند سمجھنے کی وجہ سے، اور اسی حال پر ساڑھے نو سو سال رہے، پھر اللہ نے آپ کو یہ حکم دیا کہ کشتی تیار کریں، تو آپ نے آبنوس کی لکڑی سے حیوانات کے اعتبار سے متعدد طبقات والی کشتی تیار کی، اس کے بعد حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے خلاف بددعا کی تو اللہ نے آپ کی دعا قبول کی، اور آپ کو حکم دیا کہ تمام جانوروں میں سے ایک نر اور ایک مادہ کو پکڑ لیں، اور یہ کہ نباتات میں سے ہر ایک قسم کو لے لیں، نیز جو لوگ آپ پر ایمان لائے انھیں لے لیں، چناں چہ آپ نے ایسے ہی کیا جیسا کہ آپ کو حکم ملا اور اتنا توشہ لے لیا جو چھ ماہ تک ان سب کے لیے کافی ہو سکتا تھا، اور اللہ نے آپ کے پاس وحی بھیجی کہ آپ کشتی میں اس وقت سوار ہوں جب پانی تنور سے جوش مارنے لگے، چناں چہ اس وقت آپ نکلے اور سوار ہوئے اور ان لوگوں کو آواز دی جو آپ پر ایمان لائے تھے تو وہ بھی آ گئے اور ان کی تعداد چالیس تھی۔

لغات وترکیب

قِصَّةٌ، (ج) **قَصَصٌ**، داستان، واقعہ۔ **سيِّدٌ**، (ج) **سادَةٌ**، سردار۔ **أصابِعُ**، واحد، **إصْبَعٌ**، انگلی۔ **آذانٌ**، واحد، **أذُنٌ**، کان۔ **غطّى يُغطّي تغطِيَةً** (تفعیل) ڈھانکنا۔ **صَنَعَ يَصْنَعُ صَناعَةً** (ف) بنانا۔ **فُلْكٌ**، المفرد علی وزن ''**قُفْلٍ**'' والجمع علی وزن **أُسْدٍ**'' کشتی۔ آبنوس، ایک پھل دار درخت ہے جس کی لکڑی سخت، کالی اور پتے صنوبر کی طرح ہوتے ہیں۔ **زَادٌ**، (ج) **أزوِدَةٌ**، توشہ۔ **دَعَا عَلى أحدٍ يَدْعُو دُعاءً** (ن) کسی کے حق میں بددعا کرنا۔ **سَفِينَةٌ**، (ج) **سُفُنٌ**، کشتی۔ **فَارَ الماءُ يَفُور فوراً** (ن) جوش مارنا۔ **تَنُّورٌ** (ج) **تَنَانِيْرُ**، تنور۔

كلّما ينصحهم شرط ہے اور ''**جعلوا أصابعهم في آذانهم**'' جزا ہے۔ **طَبَقَاتٍ**، تمیز واقع ہے جو جملے کے ابہام کو دور کر رہا ہے۔ **أخذَ ما يكفيهم من الزّاد**. ''**من الزّاد**'' **ما فيهم** کا بیان واقع ہے، **وقتَ ما**، یرکب کا ظرف ہے۔

تشریح حضرت نوح علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے تقریباً ایک ہزار سال کی عمر دراز عطا فرمائی، اس کے ساتھ اللہ کی طرف دعوت دینے، قوم کی اصلاح کی فکر اور پیغمبرانہ جدوجہد کا یہ درجہ بھی عطا فرمایا کہ اس طویل مدت میں ہمیشہ اپنی قوم کو دینِ حق اور کلمۂ توحید کی دعوت دیتے رہے، قوم کی طرف سے سخت سے سخت ایذاؤں کا سامنا کرنا پڑتا۔ آپ کی قوم آپ پر پتھراؤ کرتی یہاں تک کہ بے ہوش ہو جاتے، پھر جب ہوش آتا تو دعا کرتے کہ یا اللہ میری قوم کو معاف

فرمادے۔ یہ بے وقوف جاہل ہیں جانتے نہیں، قوم کی ایک نسل کے بعد دوسری کو، اور دوسری کے بعد تیسری کو اِس امید پر دعوت دیتے رہے کہ شاید یہ حق قبول کرلیں۔

جب اس عمل پر صدیاں گذر گئیں تو اللہ رب العزت کے سامنے ان کی حالتِ زار کی شکایت کی، تو اللہ رب العزت کی طرف سے آپ کو دو باتیں بتلائی گئیں، اوّل یہ کہ آپ کی قوم میں جن کو ایمان لانا تھا لے آئے، اب کوئی اور شخص ایمان قبول نہ کرے گا، اُن کے دلوں پر ان کی ہٹ دھرمی اور سرکشی کی بنا پر مہر لگ چکی ہے، اس لیے اب آپ اُس قوم کا غم نہ کھائیں اور ان کے ایمان قبول نہ کرنے سے پریشان نہ ہوں۔ دوسرے یہ کہ اب ہم اس قوم پر پانی کے طوفان کا عذاب بھیجنے والے ہیں، اس لیے آپ ایک کشتی تیار کریں جس میں آپ کے اہل وعیال اور جتنے مسلمان ہیں مع اپنی ضروریات کے سماسکیں۔

حضرت نوح علیہ السلام نے حکم کے مطابق کشتی بنائی، پھر جب طوفان کی ابتدا کی علامات سامنے آگئیں کہ زمین سے پانی ابلنے لگا تو آپ کو حکم دیا گیا کہ خود مع اپنے اہل وعیال کے اور ان لوگوں کے جو آپ پر ایمان لائے ہیں اُس کشتی میں سوار ہوجائیں اور انسانوں کی ضروریات جن جانوروں سے متعلق ہیں، جیسے گائے، بیل، بکری، گھوڑا، گدھا وغیرہ، ان کا بھی ایک ایک جوڑا کشتی میں سوار کرلیں، حضرت نوح علیہ السلام نے حکم کے مطابق سب کو سوار کرلیا۔

وقت ما يفور الماء من التنور. تنور ہی لفظ قرآن کریم میں بھی ہے ''**حتى إذا جاء أمرُنا وفار التنّور**'' (یعنی جب ہمارا حکم آپہنچا اور تنور سے پانی ابلنا شروع ہوگیا)۔

لفظ ''تنّور'' کئی معنی میں استعمال ہوتا ہے، سطحِ زمین کو بھی تنور کہتے ہیں، روٹی پکانے کے تنور کو بھی تنور کہا جاتا ہے۔ زمین کے بلند حصے کے لیے بھی لفظ تنور بولا جاتا ہے۔ اسی لیے ائمہ تفسیر میں سے بعض نے فرمایا: کہ اِس جگہ تنور سے مراد سطحِ زمین ہے، بعض نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کا وہ تنور مراد ہے جو مقام ''عین وردہ'' ملکِ شام میں تھا، بعض نے فرمایا: حضرت نوح علیہ السلام کا اپنا تنور کوفہ میں تھا وہ مراد ہے اکثر مفسرین حضرت حسنؒ، مجاہد، شعبی، حضرت عبداللہ بن عباس وغیر ہم نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ اور امام شعبی تو قسم کھا کر کہا کرتے تھے کہ یہ تنور شہر کوفہ کے ایک گوشے میں تھا اور یہ کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی کشتی مسجد کوفہ کے اندر بنائی تھی۔

(ملخص از معارف القرآن، مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ، ج ۴، ص: ۶۲۱-۶۲۲۔ ط ادارۃ المعارف کراچی)

مَرَاتِبُ الْأَصْدِقَاءِ

أَقَلُّ الْأَصْدِقَاءِ حَالَةً مَنْ تَشْكُوا إِلَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ غَيْرُ سَمَاعِ الشَّكْوَىٰ وَالْإِصْغَاءِ إِلَيْهِ، لِأَنَّ سَمَاعَ الشَّكْوَىٰ وَبَثَّهَا فِيهِ تَخْفِيفٌ عَنِ الْمَكْرُوبِ، وَالنَّفْسُ تَسْتَرْوِحُ إِلَيْهِ وَلِهٰذَا قَالَ الشَّاعِرُ:

وَلَا بُدَّ مِنْ شَكْوىٰ إلىٰ ذِيْ مُروْءَةٍ يُوَاسِيكَ أَوْيُسْلِيكَ أَوْ يَتَوَجَّعُ

لِأنَّ الْمَشْكُوَّ إلَيْهِ إمَّا أن يُوَاسِيَكَ فِي هَمِّكَ وَهٰذِهِ الرُّتْبَةُ الْعُلْيَا، وَهُوَ الصَّدِيْقُ الْكَرِيْمُ ذُو الْمُروْءَةِ، وَإمَّا أن يُسْلِيَكَ وَهِيَ الرُّتْبَةُ الْوُسْطىٰ، وَهُوَ الصَّدِيْقُ الْحَكِيْمُ الْمُهَذَّبُ ذُو التَّجَارِبِ الَّذِي حَلَبَ أشْطُرَ الدَّهْرِ، وَإمَّا أن يَتَوَجَّعَ، وَهٰذِهِ الرُّتْبَةُ السُّفْلىٰ، وَهُوَ الصَّدِيْقُ الْعَاجِزُ، فَإنْ خَلَا الصَّدِيْقُ مِنْ إحْدىٰ هٰذِهِ الْمَرَاتِبِ كَانَ وُجُودُهُ وَعَدَمُهُ سَوَاءٌ بَلْ عَدَمُهُ خَيْرٌ مِنْ وُجُودِهِ.

دوستوں کے مراتب

سب سے کمتر حال والا دوست وہ ہے جس سے تم شکایت کرو اور اس کے پاس شکایت سننے اور اس کی جانب توجہ کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ ہو، اس لیے کہ شکایت سننے اور اس کی تشہیر میں بھی غم زدہ شخص کے غم کو غلط کرنا ہے اور نفس کو اس سے آرام ملتا ہے، اسی وجہ سے شاعر نے کہا:

کسی ایسے صاحب مروت ہی سے شکوہ کرنا چاہئے جو تمہاری غم خواری کرے یا تمہیں تسلی دے یا شریک غم ہو۔

اس لیے کہ جس سے شکایت کی جائے یا تو وہ تمہارے غم میں تمہاری غم خواری کرے گا اور یہ سب سے اعلیٰ مرتبہ ہے اور یہ صاحب مروت شریف دوست ہے، اور یا تو تمہیں تسلی دے گا اور یہ متوسط درجہ ہے، اور یہ دانش مند، تہذیب یافتہ اور ایسا تجربے کار دوست ہے جس نے زمانے کے سرد وگرم کو آزمایا ہے۔ اور یا تو شریک غم ہوگا اور یہ سب سے کم تر درجہ ہے اور یہ عاجز دوست ہے، پس اگر دوست ان مراتب میں سے ایک سی بھی خالی ہو تو اس کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہے، بل کہ اس کا نہ ہونا ہی اس کے ہونے سے بہتر ہے۔

لغات وترکیب

مَرَاتِبُ، واحد، مَرْتَبَةٌ، درجہ، رتبہ۔ شَكَا إلى أحدٍ يَشْكُو شِكَايَةً (ن) کسی سے شکوہ کرنا۔ أصْغىٰ إلى أمرٍ يُصْغِي إصْغَاءً (افعال) کسی چیز پر کان لگانا، متوجہ ہونا۔ بَثَّ يَبُثُّ بَثّاً (ن) پھیلانا۔ كَرَبَ يَكْرُبُ كَرْباً (ن) غم زدہ ہونا۔ خَفَّفَ عن الكَرْبِ يُخَفِّفُ تخفيفاً (تفعیل) غم غلط کرنا۔ غم ہلکا کرنا۔ استروَحَ يَسْتَرْوِحُ اِسْتِرْوَاحاً (استفعال) آرام پانا۔ واسىٰ يُواسي مُواساةً (مفاعلۃ) غم خواری کرنا۔ أسْلىٰ يُسْلِي إسْلاءً (افعال) بے غم کردینا۔ توَجَّعَ يَتَوَجَّعُ تَوَجُّعاً (تفعل) دردمند ہونا۔ خَلَا مِنْ أحدٍ يَخْلُو خُلُوّاً (ن) کسی چیز سے خالی ہونا۔ حَلَبَ الدَّهْرَ أشْطُرَهُ يَحْلُبُ حَلْباً (ن،ض) زمانے کے خیر وشر کو آزمانا۔

أقلُّ الأصدقاء حالةً، مبتدا ہے اور "من تشكو إليه" خبر ہے۔ حالةً تمیز کی بنا پر منصوب ہے۔ غَيْرُ سَمَاعٍ

الشکوی الخ"لم یکن" کا اسم ہے،اور "عندہ"خبر ہے۔"یواسیك أو یسلیك أو یتوجع" یہ تینوں جملے معطوف علیہ و معطوف سے مل کر "ذي مروءۃ" کی صفت واقع ہیں۔ فإن خلا الصدیق..شرط ہے،اور "کان وجودہ وعدمہ سواءً" جزا ہے۔

تشریح درسِ مذکور میں دوست کے تین درجے بیان کیے گئے ہیں (۱) سب سے اعلیٰ درجے کا دوست وہ ہے جو تمہارے غم میں ہاتھ بٹائے،اور تمہاری تکلیف دور کرنے کی کوشش کرے۔(۲) متوسط درجے کا دوست وہ شخص ہے جو غم کو سن کر تسلی دیدے مگر غم خواری نہ کرے۔(۳) اور سب سے کم تر درجے کا دوست وہ ہے جو شکایت سن لے اور شریکِ غم ہو جائے مگر کچھ اور نہ کر سکے،اگر کوئی دوست ان تینوں درجوں میں سے کسی بھی درجے میں نہ ہو تو پھر اس سے کسی فائدے کی توقع نہیں کی جا سکتی۔اس کا ہونا نہ ہونا دونوں برابر ہے،بل کہ نہ ہونا ہونے سے بہتر ہے۔

الإبرام

أهدىٰ رَجُلٌ مِنَ الثُّقَلاء إلىٰ رجُلٍ مَنَ الظُّرَفَاءِ جَمَلاً ثُمَّ نزَلَ عَلَيْهِ حَتّى أبْرَمَهُ، فَقَالَ فِيْهِ:

يَا مُبْرِماً أهدَى الْجَمَلْ. خُذْوَانصَرِفْ اَلْفَي جَمَلْ ... قَالَ وَمَا أوقَارُهَا؟ قُلْتُ زَبِيْبٌ وَعَسَلْ

قَالَ وَمَن يَقُودُهَا؟ قُلْتُ لَهُ اَلْفَا رجُلْ ... قَالَ وَمَنْ يَسُوقُهَا؟ قُلْتُ لَهُ اَلْفَا بَطَلْ

قَالَ وَمَا لِبَاسُهُمْ. قُلْتُ حِلِيٌّ وَحُلَلْ ... قَالَ: وَمَا سِلَاحُهُمْ. قُلْتُ: سُيُوفٌ وَأَسَلْ

قَالَ عَبِيْدٌ لي إذاً. قُلْتُ نَعَمْ، ثُمَّ خَوَلْ ... قَالَ بِهٰذا فَاكْتُبوا. إذاً عَلَيْكُم لِي سِجِلْ

قُلْتُ لَهُ اَلْفَي سِجِلْ. فَاضْمَنْ لَنا اَنْ تَرْتَحِلْ ... قَالَ وَقَدْ اَضْجَرْتُكُمْ. قُلْتُ أجَلْ ثُمَّ أجَلْ

قَالَ وَقَدْ اَبْرَمْتُكُمْ. قُلْتُ لَهُ الْاَمْرُ جَلَلْ ... قَالَ وَقَدْ اَثْقَلْتُكُمْ. قُلْتُ لَهُ فَوْقَ الثِّقَلْ

قَالَ فَإنّي رَاحِلْ. قُلْتُ الْعَجَلْ ثُمَّ الْعَجَلْ ... يَا كَوكَبَ الشُّوْمِ وَمَنْ. أرْبىٰ عَلىٰ نَحسِ زُحَلْ

يَا جَبَلاً مِنْ جَبَلٍ ... فِي جَبَلٍ فَوْقَ جَبَلْ

(العقد الفريد ۳/۱٤٤)

بے بس کر دینا

ایک ثقیل الطبع شخص نے ایک ظریف الطبع شخص کو بطور ہدیہ ایک اونٹ دیا،پھر وہ ثقیل الطبع شخص اس کے پاس آیا یہاں تک کہ اسے عاجز کر دیا تو اُس ظریف شخص نے اس کے بارے میں کہا:

اے عاجز کردینے والا وہ شخص جس نے اونٹ ہدیے میں دیا تو دو ہزار اونٹ لے لے اور چلا جا، اُس نے کہا: اور اس کا بوجھ کیا ہوگا؟ میں نے کہا: کشمش اور شہد۔

اس نے کہا: انھیں کھینچے گا کون؟ میں نے کہا: دو ہزار آدمی، اس نے کہا: انھیں ہانکے گا کون؟ میں نے اس سے کہا: دو ہزار پہلوان۔

اس نے کہا: ان لوگوں کا لباس کیا ہوگا؟ میں نے کہا زیورات اور جوڑے، بولا: اُن کا ہتھیار کیا ہوگا؟ میں نے کہا تلوار اور نیزے۔

اس نے کہا: تب تو میرے لیے بھی غلام ہوں گے، میں نے کہا: ہاں اور نوکر چاکر بھی، اس نے کہا: تو اِسے لکھ دو تب تو تمہارے ذمے میرے لیے ایک رجسٹر بھی واجب ہوگا۔

میں نے اس سے کہا: دو ہزار دستاویز، سوتم ہمیں اس بات کی ضمانت دیدو کہ تم چلے جاؤ گے، اس نے کہا: میں نے تم کو پریشان کردیا، میں نے کہا: ہاں، ہاں۔

اس نے کہا: واقعی میں نے تم کو عاجز کردیا، میں نے کہا: اس سے بھی بڑی بات ہے، اس نے کہا: میں نے آپ کو گراں بار کردیا، میں نے کہا: گراں سے بھی بڑھ کر۔

اس نے کہا: تو میں جارہا ہوں، میں نے کہا: جلد بہت جلد، اے زحل کی نحوست سے بڑھ کر نحوست کے ستارے۔

اے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ جو ایسے پہاڑ پر ہے جو تمام پہاڑوں سے اوپر ہے۔

لغات وترکیب

أَبْرَمَ يُبْرِمُ إِبْرَاماً (افعال) عاجز کردینا، بے بس کردینا۔ **ثُقَلَاءُ**، واحد، **ثَقِيلٌ**، بوجھل۔ **ثَقُلَ يَثْقُلُ ثِقْلاً** (ک) بوجھل ہونا۔ **ظُرَفَاءُ**، واحد، **ظَرِيفٌ**، ظریف الطبع۔ **ظَرُفَ يَظْرُفُ ظَرَافَةً** (ک) خوش طبع ہونا۔ **أَوْقَارٌ**، واحد، **وِقْرٌ**، بوجھ۔ **زَبِيبٌ**، واحد، **زَبِيبَةٌ**، کشمش۔ **عَسَلٌ**، (ج) **أَعْسَالٌ**، شہد۔ **قَادَ الدَّابَّةَ يَقُودُ قَوْداً** (ن) چوپائے کو آگے سے کھینچنا۔ **سَاقَ يَسُوقُ سَوْقاً** (ن) پیچھے سے ہانکنا۔ **بَطَلٌ**، (ج) **أَبْطَالٌ**، پہلوان، جاں باز، بہادر۔ **حُلِيٌّ**، واحد، **حَلْيٌ**، زیور۔ **حُلَلٌ**، واحد، **حُلَّةٌ**، کپڑوں کا جوڑا۔ **أَسَلٌ**، واحد، **أَسَلَةٌ**، چھری، نیزہ۔ **خَوَلٌ**، غلام، لونڈیاں۔ لفظ واحد ہی جمع کے لیے مستعمل ہے اور کبھی واحد کے لیے ''خائل'' بولتے ہیں۔ **سِجِلٌّ**، (ج) **سِجِلَّاتٌ**، چک، رجسٹر، دستاویز۔ **أَضْجَرَ يُضْجِرُ إِضْجَاراً** (افعال) پریشان کرنا، تنگ کرنا۔ **جَلَلٌ**، بڑا یا آسان معاملہ (اضداد میں سے ہے) **عَجِلَ يَعْجَلُ عَجَلاً** (س) جلدی کرنا۔ **رَبَا يَرْبُو رُبُوّاً** (ن) زیادہ ہونا، بڑھنا۔ **نَحُسَ يَنْحُسُ نَحَاسَةً وَنُحُوسَةً** (ک) بدقسمت ہونا، منحوس ہونا۔

مُبْرِماً، نکرۂ غیر معین کی وجہ سے منصوب ہے ''أَهْدَى جَمَلٌ'' ''مُبْرِماً'' کی صفت ہے۔ **زَبِيبٌ وَعَسَلٌ** مبتدا محذوف

کی جبر ہے، اصل میں ''أوقارها زبيبٌ وعَسَلٌ'' ہے۔ ''ألفا رجل'' أى يَقُودُها ألفا رجل۔ ''أنْ ترتَحِلَ'' بتاویل مفرد ہوکر ''اضمن'' کا مفعول بہ ہے۔

تشریح درسِ مذکور میں ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے جس میں ایک شخص نے ایک دوسرے شخص کو ایک اونٹ ہدیے میں دے کر تنگ کر دیا، اس میں انسان کے لیے یہ درس ہے کہ وہ کسی کو اتنا تنگ نہ کرے، خواہ ہدیہ نہ دے، یہ گوارہ ہے مگر ہدیہ دے کر پریشان کرنا اچھی بات نہیں۔

الشُّجَاعَةُ الدِّيْنِيَّةُ

مِنْ خُطَبِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَثَانِي الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ، أَبِي حَفْصٍ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ خُطْبَتُهُ الَّتِي قَالَ فِيهَا: يَاأَيُّهَا النَّاسُ ! مَنْ رَأىٰ مِنْكُمْ فِيَّ اِعْوِجَاجاً فَلْيُقَوِّمْهُ (أي يُعَدِّلْهُ) فَقَامَ أَعْرَابِيٌّ مِنَ الْمَسْجِدِ، وَقَالَ: وَاللّٰهِ لَوْ رَأَيْنَا فِيْكَ اِعْوِجَاجاً لَقَوَّمْنَاهُ بِسُيُوفِنَا، فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ جَعَلَ فِي هٰذِهِ الْأُمَّةِ مَنْ يُقَوِّمُ اِعْوِجَاجَ عُمَرَ بِسَيْفِهِ (قَالَ الرَّاوِي) فَرَحِمَكَ اللّٰهُ يَا عُمَرُ: فَقَدْ عَدَدْتَ جَوابَ هٰذَا الْأَعْرَابِيِّ وَهُوَ وَاحِدٌ مِنْ رَعَايَاكَ، وَفَرْدٌ مِنْ أَفْرَادِ شَعْبِكَ عَدَدْتَهُ نِعْمَةً، تَحْمَدُ اللّٰهَ عَلَيْهَا.

وَنَخْتِمُ لَكَ الْمَقَالَ بِوَصِيَّةٍ وَصّٰى بِهَا الرَّسُولُ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ أَحَدَ أَصْحَابِهِ وَهُوَ أَبُوذَرٍّ الغِفَارِي رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، قَالَ: أَوْصَانِي خَلِيْلِي بِصِفَاتٍ مِنَ الْخَيْرِ أَوْصَانِي أَنْ لَا أَخَافَ فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ وَأَوْصَانِي أَنْ أَقُولَ الْحَقَّ وَإِنْ كَانَ مُرّاً.

دینی بہادری

امیر المؤمنین، دوسرے خلیفۂ راشد حضرت ابوحفص عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے خطبات میں سے آپ کا وہ خطبہ بھی ہے جس میں آپؓ نے فرمایا تھا: اے لوگو! تم میں سے جو شخص میرے اندر کجی دیکھے تو چاہیے کہ اسے درست کر دے، چناں چہ مسجد میں سے ایک اعرابی آپؓ کے سامنے کھڑا ہوا اور کہا: بخدا اگر ہم نے آپ کے اندر کوئی کجی دیکھی تو ضرور ہم اسے اپنی تلواروں سے درست کریں گے، تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: حمد و ستائش اُس اللہ کے لیے ہے جس نے اس امت میں ایسے شخص کو پیدا کیا جو عمر کی کجی کو اپنی تلوار سے سیدھا کرے گا۔ راوی کا بیان ہے: سوائے عمرؓ! اللہ آپ پر رحم فرمائے، آپ نے تو اس اعرابی کے جواب کو جو آپ کی رعایا میں ایک شخص اور آپ کی قوم کا ایک فرد ہے نعمت شمار کیا جس پر آپ اللہ کا شکر بجالائے۔

اور ہم گفتگو آپ کے سامنے اُس وصیت پر ختم کر رہے ہیں جو آپؐ نے اپنے ایک صحابی کو کی تھی، اور وہ حضرت ابوذر غفاریؓ ہیں یہ کہ انھوں نے فرمایا: مجھے میرے دوست نے بھلائی کی چند صفات کی وصیت کی ہے، مجھے وصیت کی ہے کہ میں اللہ کے معاملے میں کسی ملامت گر کی ملامت کا خوف نہ کروں اور مجھے وصیت کی ہے کہ میں حق بات کہوں گر چہ تلخ ہو۔

لغات وترکیب

شَجُعَ يَشْجُعُ شَجَاعَةً (ک) دلیر وبہادر ہونا۔ اِعوجَّ يَعْوجُّ اعْوِجَاجاً (افعلال) کج ہونا۔ قوَّمَ يُقوِّمُ تَقْوِيماً وَعدَّلَ تَعْدِيْلاً (تفعیل) کجی کو درست کرنا۔ سیدھا کرنا۔ شَعْبٌ، (ج) شُعُوبٌ، لوگوں کی جماعت، بڑا قبیلہ۔ خَتَمَ يَخْتِمُ خَتماً (ض) ختم کرنا۔ مہر لگانا۔ خَلِيْلٌ، (ج) أخِلَّاءُ، دوست۔ أوصىٰ يُوصي إيصاءً (افعال) وصیت کرنا۔ مُرٌّ، تلخ۔

مِنْ خطب أمير المؤمنين الخ محذوف کے متعلق ہوکر خبرِ مقدم، اور ''خطبته التي قال فيها...'' مبتدا مؤخر ہے۔ ''من رأى منكم فيّ اعوجاجاً'' شرط ہے اور ''فليقومه'' جزا ہے۔ ''من يقوّم اعوجاج عمر بسيفه'' موصول صلہ سے مل کر ''جَعَلَ'' کا مفعول بہ ہے۔ وَهُوَ واحدٌ من رعاياك وفرد من أفراد شعبكَ'' یہ جملہ ''هذا الأعرابيّ'' سے حال واقع ہے۔ ''أوصاني أن لا أخاف في الله لومة لائم'' ''ي'' أوصىٰ کا مفعولِ اول ہے اور ''أن لا أخاف الخ'' بتاویل مفرد ہوکر مفعولِ ثانی ہے۔

تشریح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے مذکورہ خطبے میں اپنے دینی شجاعت کا واقعتاً اظہار کیا ہے، بایں طور کہ جب آپؓ نے فرمایا کہ: ''جو شخص میرے اندر کسی کجی کو دیکھے تو اسے چاہیے کہ درست کر دے'' اِس پر مجمع ہی میں سے ایک اعرابی کھڑا ہوا اور بولا: اگر ہمیں آپ میں کوئی کجی نظر آئی تو اس تلوار سے اُسے درست کروں گا، اُس پر آپؓ بالکل برہم نہ ہوئے بل کہ آپؓ نے اُس اعرابی کے جواب کو نعمت شمار کیا اور اس پر اللہ کی تعریف کی کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت میں ایسے شخص کو بھی پیدا کیا ہے جو عمر کی کجی کو اپنی تلوار سے درست کرنے کی استطاعت رکھتا ہے، اور یہی آپ کی دینی شجاعت ہے۔

الذَّكَاوةُ

كَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ العَزِيْزِ إلىٰ عَدِيّ بْنِ أرْطَاةَ أن اجْمَعْ بَيْنَ إيَاسِ بْنِ مُعَاوِيَةَ والْقَاسِمِ بْنِ رَبِيْعَةَ الجُوشِنِي، فَوَلِّ الْقَضَاءَ أنْفَذَهُمَا، فَجَمَعَ بَيْنَهُمَا، فَقَالَ لَهُ إيَاسٌ: أيُّهَا الرَّجُلُ ا سَلْ عَنِّي وَعَنِ الْقَاسِمِ فَقِيْهَيِ الْبَصَرَةِ الْحَسَنَ وابْنَ سِيْرِيْنَ، وَكَانَ الْقَاسِمُ يَأتِي الْحَسَنَ وابْنَ سِيْرِيْنَ،

وَكَانَ إِيَاسٌ لَا يَأْتِيهِمَا، فَعَلِمَ أَنَّهُ إِنْ سَأَلَهُمَا، أَشَارَا بِهِ، فَقَالَ الْقَاسِمُ: لَا تَسْأَلْ عَنِّي وَلَا عَنْهُ فَوَاللّٰهِ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ إِنَّ إِيَاسَ بْنَ مُعَاوِيَةَ أَفْقَهُ مِنِّي وَأَعْلَمُ بِالْقَضَاءِ. فَإِنْ كُنْتُ كَاذِباً فَمَا يَنْبَغِي أَنْ تُوَلِّيَنِي، وَإِنْ كُنْتُ صَادِقاً فَيَنْبَغِي لَكَ أَنْ تَقْبَلَ قَوْلِي، فَقَالَ لَهُ إِيَاسٌ: إِنَّكَ جِئْتَ بِرَجُلٍ فَأَوْقَفْتَهُ عَلٰى شَفِيرِ جَهَنَّمَ فَنَجّٰى نَفْسَهُ مِنْهَا بِيَمِينٍ كَاذِبَةٍ، يَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ مِنْهَا وَيَنْجُو مِمَّا يَخَافُ، فَقَالَ لَهُ عَدِيٌّ: أَمَّا إِذَا فَهِمْتَهَا فَأَنْتَ لَهَا: فَاسْتَقْضَاهُ. (العقد الفريد ۱/۳۲)

ذہانت

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عدی بن ارطاۃ کے پاس مکتوب روانہ کیا کہ آپ ایاس بن معاویہ اور قاسم بن ربیعہ جوشنی کو جمع کر کے منصبِ قضا کو ان میں سے لائق تر کے سپرد کر دیں، چناں چہ انھوں نے ان دونوں کو جمع کیا، تو حضرت ایاس نے اُن سے فرمایا: محترم! آپ بصرہ کے دونوں فقیہ حضرت حسنؒ اور ابن سیرینؒ سے میرے اور قاسم ابن ربیعہ کے متعلق دریافت کرلیں، اور قاسم کا حضرت حسنؒ اور ابن سیرین کے پاس آنا جانا تھا اور ایاس کا ان دونوں کے پاس آنا جانا نہیں تھا، اس لیے قاسم کو یقین تھا کہ اگر ان دونوں سے دریافت کیا تو انھیں کا مشورہ دیں گے۔ تو قاسم ابن ربیعہ نے کہا: آپ نہ تو میرے متعلق دریافت کریں اور نہ ان کے متعلق، سوقسم ہے اُس اللہ کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں بلاشبہ ایاس مجھ سے زیادہ فقیہ اور امور قضا کے واقف کار ہیں، پس اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ مناسب نہیں کہ آپ منصبِ قضا کو میرے سپرد کریں اور اگر میں سچا ہوں تو آپ کے لیے مناسب ہے کہ آپ میری بات مان لیں، تو ایاس نے عدی سے کہا: آپ نے ایک شخص کو پیش کیا پھر آپ نے اسے جہنم کے کنارے کھڑا کر دیا، پھر اس نے اپنے آپ کو جھوٹی قسم سے بچالیا جس سے وہ اللہ سے مغفرت طلب کرلے گا، اور جس چیز کا خوف تھا اس سے نجات پاجائے گا، تو عدی نے حضرت ایاس سے کہا: جب آپ (اتنی باریکی کو) سمجھ گئے تو آپ ہی اس کے حق دار ہیں پھر انھیں قاضی بنا دیا۔

لغات وترکیب

وَلّٰى القضاءَ يُوَلِّي تَوْلِيَةً (تفعیل) قاضی بنانا۔ نَفَذَ الأمْرُ يَنْفُذُ نُفُوذاً (ن) جاری ہونا، پورا ہونا۔ فَقُهَ يَفْقُهُ فَقَاهَةً (ک) فقیہ ہونا۔ شَفِيرٌ ہر چیز کا کنارہ، (ج) أَشْفَارٌ. نَجّٰى يُنَجِّي تَنْجِيَةً (تفعیل) نجات دلانا، بچانا۔ نَجَا يَنْجُو نَجَاةً (ن) نجات پانا۔

''وكان إياسٌ لا ياتيهما'' ''إياسٌ'' كانَ کا اسم ہے اور ''لا يأتيهما'' كان کی خبر ہے۔ فإن كنتُ كاذباً شرط ہے اور ''فما ينبغي أن تولّيني'' جزا ہے، یہی ترکیب ''وإن كنت صادقاً فينبغي لك أن تقبلَ قولي'' کی ہے۔

تشریح اِس سبق میں حضرت ایاس بن معاویہ اور قاسم بن ربیعہ کی ذہانت کو بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ایاس نے اپنی ذہانت کو کام میں لاتے ہوئے حضرت عدی سے فرمایا: کہ آپ میرے اور قاسم بن ربیعہ کے متعلق حضرت حسنؒ اور ابن سیرینؒ سے معلوم کرلیں، مقصد یہ تھا کہ چوں کہ قاسم کا ان دونوں حضرات کے پاس آنا جانا ہے اس لیے وہ دونوں اُنھیں کا مشورہ دیں گے اور میں قضا کے بارِگراں سے بچ جاؤں گا، مگر قاسم بن ربیعہ کا ذہن وہاں تک پہنچ گیا اور فرمایا کہ: فقاہت اور امور قضا سے واقفیت دونوں میں ایاس مجھ سے فائق ہیں، اس لیے منصبِ قضا انھیں کے سپرد کرنا مناسب ہے، اب اگر میں اپنے قول میں جھوٹا ہوں تو کسی جھوٹے کو قاضی بنانا کیوں کر درست ہوسکتا ہے۔ اور اگر سچا ہوں تو پھر میری بات مان لیں۔ پھر حضرت ایاس نے عدی سے فرمایا کہ: ایک شخص کو آپ نے جہنم کے کنارے کھڑا کیا تو اُس نے جھوٹی قسم کھا کر اپنے کو جہنم سے بچالیا، رہا جھوٹی قسم کا مسئلہ تو وہ اللہ رب العزت سے مغفرت طلب کرلے گا، اور اب مجھے جہنم کے کنارے پہنچا دیا گیا، حضرت عدی نے فرمایا: جب آپ اتنی باریکی کو سمجھ گئے تو اس سے آپ کی ذہانت آشکارا ہوگئی اور یقیناً آپ اُس منصب کے مستحق ظاہر ہوگئے، پھر انھیں کو قاضی کو بنا دیا۔

اَلْوَفَاءُ وَالْمُحَافَظَةُ وَالْأَمَانَةُ

كَانَ أَبُو الْعَاصِ بْنُ الرَّبِيعِ بْنُ عَبْدِ الْعُزّٰى بْنُ عَبْدِ شَمْسٍ خَتَنُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى بِنْتِهِ زَيْنَبَ تَاجِراً تُضَارِبُهُ قُرَيْشٌ بِأَمْوَالِهِمْ، فَخَرَجَ إِلَى الشَّامِ سَنَةَ الْهِجْرَةِ، فَلَمَّا قَدِمَ عَرَضَ لَهُ الْمُسْلِمُونَ وَأَسَرُوْهُ وَأَخَذُوا مَا مَعَهُ وَقَدِمُوا بِهِ الْمَدِيْنَةَ لَيْلاً، فَلَمَّا وَصَلُّوا الْفَجْرَ، قَامَتْ زَيْنَبُ عَلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ، فَقَالَتْ: يَارَسُولَ اللّٰهِ! قَدْ أَجَرْتُ أَبَا الْعَاصِ وَمَا مَعَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ أَجَرْنَا مَنْ أَجَرْتِ، وَدَفَعَ إِلَيْهِ مَا أَخَذُوْهُ مِنْهُ، وَعَرَضَ عَلَيْهِ الْإِسْلَامَ، فَأَبٰى وَخَرَجَ إِلٰى مَكَّةَ، وَدَعَا قُرَيْشاً، فَأَطْعَمَهُمْ، ثُمَّ دَفَعَ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ، ثُمَّ قَالَ: هَلْ وَفَيْتُ؟ قَالُوا: نَعَمْ، قَدْ أَدَّيْتَ الْأَمَانَةَ وَوَفَيْتَ، قَالَ: اِشْهَدُوا جَمِيْعاً أَنِّي أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّداً رَسُولُ اللّٰهِ وَمَا مَنَعَنِي أَنْ أُسْلِمَ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا أَخَذَ أَمْوَالَنَا، ثُمَّ هَاجَرَ، فَأَقَرَّهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى النِّكَاحِ وَتُوُفِّيَ سَنَةَ اثْنَتَيْ عَشَرَةَ.

وفاشعاری، نگہبانی اور دیانت داری

حضرت ابوالعاص بن ربیع، بن عبدالعزی بن عبدشمس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب سے آپؐ

کے داماد تجارت پیشہ تھے، قریش اپنے مالوں سے اُن کے ساتھ مضاربت کا معاملہ کرتے تھے، ہجرت کے سال آپ ملک شام کی طرف نکلے، جب واپس ہوئے تو مسلمان اُن کے درپے ہوگئے، انھیں قید کرلیا اور جو کچھ ان کے پاس تھا لے لیا، اور رات میں انھیں مدینہ لے آئے، تو جب وہ لوگ صبح صادق کو پہنچ گئے، تو حضرت زینبؓ مسجد کے دروازے پر کھڑی ہوگئیں اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول: میں نے ابوالعاص کو ان کے سامانوں سمیت پناہ دے دی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم نے بھی اسے پناہ دے دیا جسے تو نے پناہ دے دی، اور وہ سامان اُن کے سپرد کردیا جو ان سے مسلمانوں نے لیا تھا، آپؐ نے انھیں اسلام پیش کیا تو انھوں نے (اس وقت) انکار کردیا اور مکہ چلے گئے، اور قریش کو دعوت دی اور کھانا کھلایا، پھر ان کا مال ان کے سپرد کیا اس کے بعد فرمایا: کیا میں نے پورا پورا دے دیا؟ لوگوں نے کہا: ہاں آپ نے امانت ادا کردی اور پورا پورا دے دیا، آپ نے فرمایا: تم سب گواہ رہو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، اور (فرمایا) میرے لیے اسلام لانے سے کوئی چیز مانع نہ تھی بجز اس کے کہ وہ کہتے: اُس نے ہمارے مال لے لیے پھر ہجرت کرگیا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح برقرار رکھا، ان کی وفات ۱۲ھ میں ہوئی۔

لغات وترکیب

وَفٰی یَفِي وَفَاءً (ض) پورا کرنا۔ حَافَظَ یُحَافِظُ مُحَافَظَةً (مفاعلۃ) نگرانی کرنا۔ خَتَنٌ، (ج) أختانٌ، داماد، عورت کی طرف سے رشتے، جیسے سسر، سالا۔ ضَارَبَ یُضَارِبُ مُضَارَبَةً (مفاعلۃ) کسی کے مال سے تجارت کرنا اور نفع میں شریک ہونا۔ اَسَرَ یَاسِرُ اَسْراً (ض) قید کرنا۔ عَرَضَ لأحدٍ یَعْرِضُ عَرْضاً (ض) لاحق ہونا، پیش آنا۔ آجَرَ یُوجِرُ إیجَاراً (افعال) پناہ دینا۔

"وَمَا مَنَعَنِي أنْ أُسْلِمَ إلّا أن یقولوا" "أن أسلم بتاویل مفرد ہوکر مستثنیٰ منہ ہے اور "أن یقولوا" مستثنیٰ ہے۔

تشریح وفاداری، پاسداری اور دیانت داری یہ ایسی صفات حمیدہ ہیں جن سے ہر شخص کو متصف رہنا چاہئے، درسِ مذکور میں دامادِ رسول حضرت ابوالعاص بن ربیع کا واقعہ مذکور ہے کہ آپ قبل اسلام بھی ان اوصاف سے آراستہ تھے، آپ قریش کے مال سے مضاربت کرتے تھے آپ نے ان کے ساتھ پوری وفاداری کی، ان کے مال واسباب کی نگہبانی کی اور جب قبول اسلام کا وقت آیا اور اللہ رب العزت نے آپ کو شرح صدر فرمادیا تو آپ نے پوری دیانت داری سے اُن کا مال ان کے سپرد کردیا پھر آپ حاضرِ خدمت ہوکر مشرف بہ اسلام ہوئے۔

مَوْعِظَةُ النَّمْلَةِ

رُوِيَ أنَّ سُلَیْمَانَ لَمَّا سَمِعَ قَوْلَ النَّمْلَةِ "لَا یَحْطِمَنَّکُمْ سُلَیْمَانُ وَجُنُودُہ الخ" قَالَ: إیْتُونِي بِهَا

فَأتَوْهُ بِهَا، فَقَالَ لَهَا: لِمَ حَذَّرْتِ النَّمْلَ مِنْ ظُلْمِي، أمَا عَلِمْتِ أنِّي نَبِيٌّ عَدْلٌ فَلِمَ قُلْتِ: "لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمَانُ وَجُنُودُهُ" فَقَالَتِ النَّمْلَةُ: أمَا سَمِعْتَ قَوْلِي: "وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ" وَمَعَ ذٰلِكَ أنِّي لَمْ أُرِدْ حَطْمَ النُّفُوسِ، وَإنَّمَا أرَدْتُ حَطْمَ الْقُلُوبِ، خَشِيْتُ أنْ يَرَوْا مَا أنْعَمَ اللّٰهُ بِهِ عَلَيْكَ مِنَ الْجَاهِ وَالْمُلْكِ الْعَظِيْمِ، فَيَقَعُوا فِي كُفْرَانِ النِّعَمِ، فَلَا أقَلَّ مِنْ أنْ يَشْتَغِلُوا بِالنَّظْرِ إلَيْكَ عَنِ التَّسْبِيْحِ، فَقَالَ لَهَا سُلَيْمَانُ: عِظِيْنِي فَقَالَتِ النَّمْلَةُ: أعَلِمْتَ لِمَ سُمِّيَ أبُوكَ دَاوٗدَ؟ قَالَ: لَا، قَالَتْ: لِأنَّهُ دَاوٰى جُرْحَةَ قَلْبِهِ، وَهَلْ تَدْرِي لِمَ سُمِّيْتَ سُلَيْمَانَ؟ قَالَ: لَا، قَالَتْ، لِأنَّكَ سَلِيْمُ الصَّدْرِ وَالْقَلْبِ، ثُمَّ قَالَتْ: أتَدْرِي لِمَ سَخَّرَ اللّٰهُ لَكَ الرِّيْحَ؟ قَالَ: لَا، قَالَتْ: أخْبَرَكَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِذٰلِكَ أنَّ الدُّنْيَا كُلَّهَا رِيْحٌ فَمَنِ اعْتَمَدَ عَلَيْهَا فَكَأنَّمَا اِعْتَمَدَ عَلَى الرِّيْحِ.

چیونٹی کی نصیحت

بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی کا یہ قول سنا "لایحطمنکم سلیمان وجنودہ" (کہیں تمہیں سلیمان اوران کے لشکری کچل نہ ڈالیں) تو فرمایا: اسے میرے پاس لے آؤ، چناں چہ خدام اسے لے کر آپ کے پاس آئے، تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اُس چیونٹی سے کہا: تو نے چیونٹیوں کو میرے ظلم سے کیوں ڈرایا، کیا تجھے معلوم نہیں کہ میں ایک انصاف پرور نبی ہوں تو تو نے "لا یحطمنکم سلیمان وجنودہ" کیوں کہا؟ تو چیونٹی نے جواب دیا: کیا آپ نے میرا قول "وھم لا یشعرون" (اس حال میں کہ وہ بے خبر ہوں) نہیں سنا، اور علاوہ ازیں میں نے حطمِ نفوس (جانوں کا کچلنا) مراد نہیں لیا تھا بل کہ حطمِ قلوب (شکستگیِ دل) مراد لیا تھا، (کیوں کہ) مجھے اندیشہ ہوا کہ یہ چیونٹیاں اُس جاہ وحشمت اور عظیم سلطنت کو دیکھیں جن کے ذریعے اللہ رب العزت نے آپ پر انعام واکرام فرمایا ہے پھر یہ نعمتوں کی ناشکری میں مبتلا ہو جائیں، ورنہ تو کم از کم آپ کو دیکھ کر تسبیح سے باز آجائیں، پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اُس چیونٹی سے فرمایا: مجھے کچھ نصیحت کردو، تو چیونٹی نے کہا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے والد کا نام داؤد کیوں رکھا گیا؟ تو آپ نے فرمایا: نہیں، تو اس نے کہا: اس لیے کہ انھوں نے اپنے دل کے زخم کا علاج کیا، اور کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کا نام سلیمان کیوں رکھا گیا ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں، چیونٹی نے کہا: اس لیے کہ آپ سلیم الصدر اور سلیم القلب ہیں، پھر کہا: کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو تمہارے تابع کیوں کیا ہے؟ فرمایا: نہیں، چیونٹی نے کہا: اس کے ذریعہ اللہ رب العزت نے آپ کو اس سے باخبر کیا ہے کہ پوری دنیا ہوا ہی ہے، لہٰذا جس شخص نے دنیا پر اعتماد کیا گویا اس نے ہوا پر اعتماد کیا۔

لغات وترکیب

موعظةٌ (ج) مواعِظُ، نصیحت۔ حَطَمَ يَحْطِمُ حَطْماً (ض) توڑنا۔ حَذَّرَ يُحَذِّرُ تَحْذِيراً (تفعیل) ڈرانا۔ شَعَرَ يَشْعُرُ شُعُوراً (ن) احساس کرنا، باخبر ہونا۔ نِعَمٌ، واحد، نِعْمَةٌ، نعمت۔ وَعَظَ يَعِظُ عِظَةً (ض) نصیحت کرنا۔ دَاوىٰ يُدَاوِي مُدَاوَةً (مفاعلۃ) علاج کرنا۔

أما سمعت قولي وهم لا يشعرون. أ ہمزۂ استفہام ہے اور "ما سمعت" فعل ماضی منفی ہے۔ "هم لا يشعرون" قولي کی تفسیر ہے۔ "من الجاه و الملك العظيم" ما مبہم کا بیان ہے۔ "لم سخّر الله لك الريح" میں "لم" اصل میں "لما" تھا لام جارہ ہے اور "ما" حرف استفہام ہے، کثرت استعمال کی وجہ سے الف کو حذف کر دیا گیا، اور پورا جملہ "تدري" کا مفعول ہونے کی وجہ سے محل نصب میں ہے۔

تشریح لمّا سمع قول النملة الخ:۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ ایسے میدان کی طرف گذر ہوا جہاں چیونٹیوں کی بڑی بھاری بستی تھی، لشکر کو دیکھ کر ایک چیونٹی نے کہا: اپنے گھروں میں گھس جاؤ کہیں سلیمان اور ان کی فوجیں پیس نہ ڈالیں، جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ سنا تو اسے بلا کر فرمایا: تمہیں معلوم نہیں کہ میں ایک انصاف پرور نبی ہوں پھر تم نے میرے ظلم سے کیوں ڈرایا؟ چیونٹی بولی: آپ نے میری بات نہیں سنی، میں نے یہ بھی تو کہا: "وهم لا يشعرون" یعنی یہ ایسے تو نہیں ہیں کہ جان بوجھ کر ہلاک کر دیں، ہاں ممکن ہے بے خبری میں پس جاؤ، نیز یہ کہ میں نے حطم نفوس نہیں، حطم قلوب مراد لیا ہے، مطلب یہ ہے کہ جب یہ چیونٹیاں آپ کے جاہ وحشمت، اقتدار وسلطنت اور لشکر کو دیکھیں تو ان کی دل شکنی ہو کہ وہ ان چیزوں سے خالی ہیں نتیجتاً ناشکری نعمت میں مبتلا ہو جاتیں، یا کم از کم جب تک وہ آپ کو اور آپ کے لشکر کو دیکھتیں تو اتنی دیر تک تسبیح سے غافل رہتیں۔

پھر چیونٹی نے آپ کو نصیحت کی کہ یہ جو ہوائیں آپ کے تابع ہیں اس میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ دنیا مثل ہوا کے ہے جس نے دنیا پر اعتماد کیا اس نے گویا ہوا پر اعتماد کیا، اس لیے دنیا پر اعتماد مت کرنا، نیز اُس چیونٹی نے حضرت داؤد اور حضرت سلیمانؑ کے وجہ تسمیہ کو بھی بیان کیا۔

حضرت شاہ صاحبؒ چیونٹی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ چیونٹی کی آواز کوئی آدمی نہیں سن سکتا، حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ جو کچھ ہوا، یہ ان کا معجزہ ہے۔

اَلشَّرُّ يَبْدَأُهُ فِي الْأَصْلِ أَصْغَرُهُ

مِنَ الْعَجَائِبِ أَنَّ أَهْلَ قَرْيَتَيْنِ قُتِلُوا بِالسَّيْفِ عَنْ اٰخِرِهِمْ بِسَبَبِ قَطْرَةٍ مِنْ عَسَلٍ، وَ سَبَبُ

ذٰلِكَ أنَّ رَجُلاً نَحَّالاً فِي قَرْيَةٍ أخَذَ ظَرْفاً مِنَ الْعَسَلِ لِيَبِيْعَهُ فِي قَرْيَةٍ أُخْرٰى، فَجَاءَ إلٰى زَيَّاتٍ، وَفَتَحَ الظَّرْفَ لِيُرِيَهُ الْعَسَلَ، فَقَطرتْ مِنَ الْعَسَلِ قَطْرَةٌ عَلَى الْأرْضِ، فَانْقَضَّ عَلَيْهَا زُنْبُورٌ، فَخَطِفَتهُ قِطَّةٌ، فَخَطِفَ الْقِطَّةَ كَلْبٌ، وَكَانَتِ الْقِطَّةُ لِلزَّيَّاتِ، وَالْكَلْبُ لِلْعَسَّالِ، فَلَمَّا رَاٰى الزَّيَّاتُ أنَّ الْكَلْبَ اِفْتَرَسَ الْقِطَّةَ، ضَرَبَ الزَّيَّاتُ الْكَلْبَ، فَقَتَلَهُ، فَلَمَّا رَاٰى الْعَسَّالُ كَلْبَهُ قَدْ قُتِلَ ضَرَبَ الزَّيَّاتَ فَقَتَلَهُ، فَلَمَّا رَاٰى وَلَدُ الزَّيَّاتِ أنَّ أبَاهُ قَدْ قُتِلَ ضَرَبَ الْعَسَّالَ، فَقَتَلَهُ، فَلَمَّا سَمِعَ أهْلُ الْقَرْيَتَيْنِ بِقَتْلِ الرَّجُلَيْنِ لَبِسُوا عُدَّةَ حَرْبِهِمْ، وَلَا زَالُوا يَقْتَتِلُوْنَ حَتّٰى فَنَوْا تَحْتَ السَّيْفِ عَنْ اٰخِرِهِمْ، وَكَانَ سَبَبُهُ قَطْرَةَ عَسَلٍ كَمَا قِيْلَ: وَمُعْظَمُ النَّارِ مِنْ مُسْتَصْغَرِ الشَّرَرِ.

بڑی برائی کا آغاز چھوٹی ہی برائی سے ہوتا ہے

بڑی عجیب بات ہے کہ دو گاؤں کے باشندے اول سے آخر تک شراب کے ایک قطرے کی وجہ سے فنا کے گھاٹ اتار دیئے گئے، اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک گاؤں کے ایک شہد فروش نے شہد کا برتن لیا، تاکہ اسے دوسرے گاؤں میں فروخت کرے، چناں چہ وہ ایک تیل فروش کے پاس آیا اور شہد دکھانے کے لیے برتن کھولا تو شہد کا ایک قطرہ زمین پر ٹپک گیا تو بھڑ اس پر ٹوٹ پڑی، پھر بلی نے اُس (بھڑ) کو اچک لیا، بعد ازاں بلی کو کتے نے جھپٹ لیا، بلی تیل فروش کی تھی اور کتا شہد فروش کا، تو جب تیل فروش نے دیکھا کہ کتے نے بلی کی گردن مروڑ ڈالی تو تیل فروش نے کتے کو مارا اور اسے ختم کردیا، تو جب شہد فروش نے اپنے کتے کو دیکھا کہ مار دیا گیا تو اس نے تیل فروش کی پٹائی کی اور اسے فنا کے گھاٹ اتار دیا، پھر جب تیل فروش کے بیٹے نے دیکھا کہ اس کے باپ کو مار دیا گیا تو اس نے شہد فروش کی پٹائی کی اور مار ڈالا، پھر جب دونوں گاؤں والوں نے دو آدمیوں کے قتل کی خبر سنی تو سب نے اپنے جنگی سامان پہن لیے اور آپس میں لڑتے رہے، یہاں تک کہ سب کے سب از اوّل تا آخر تہ تیغ کردیے گئے، اور اس کا سبب شہد کا ایک قطرہ تھا جیسا کہ بیان ہوا ''بیشتر آگ چھوٹی سی چنگاری ہی سے ہوتی ہے''

لغات وترکیب

عَسَلٌ، (ج) أعْسَالٌ، شہد۔ نحّالٌ، شہد فروش۔ زیّاتٌ، تیل فروش۔ یہ دونوں فاعل ذی کذا ہیں، جیسے تمّارٌ ولبّانٌ۔
قَطَرَ یَقْطُرُ قَطْراً (ن) ٹپکنا۔ انقضّ علی شیٔ یَنْقَضُّ انقضاضاً (انفعال) کسی چیز پر ٹوٹ پڑنا، جھپٹنا۔ افترس یفترس اِفْتِرَاساً (افتعال) گردن توڑنا۔ عُدَّۃٌ، (ج) عُدَدٌ، سامان۔ فَنِيَ یَفْنٰي وفَنٰی یَفْنِي فَنَاءً (س، ض) معدوم ہونا۔
عَنْ آخرهم، حال ہونے کی وجہ سے محل نصب میں ہے، أی حال کونهم ناشئین عن أوّلهم إلی آخرهم، جار

اول اور مجرور ثانی کو تخفیفاً حذف کر دیا گیا ہے۔ رجلاً نحالا في قرية "نحّالاً" رجلا کی صفت اول ہے اور في قرية "ساكناً" کے متعلق ہو کر صفت ثانی ہے اور "أخذ ظرفاً" پورا جملہ أنّ کی خبر ہے۔ "أنّ الكلب افترس القطة" یہ جملہ "رأیٰ" کا مفعول ہونے کی وجہ سے محل نصب میں ہے۔ و معظم النار میں واو بمعنی "رُبَّ" ہے۔

تشریح انسان کو معمولی خیر و شر بھی حقیر نہیں سمجھنا چاہئے، بسا اوقات معمولی خیر بھی بڑی بھلائی کا سبب ہو جاتی ہے اسی طریقے سے معمولی شر بھی بڑے شر کا سبب بن جاتا ہے جیسا کہ درسِ مذکور سے ظاہر ہوا کہ شہد کا ایک قطرہ اختلاف کا سبب بنا اور دو دو بستیاں تباہ ہو گئیں، اس لیے ہر شخص کو چاہیے کہ ہر خیر کو خیر اور ہر شر کو شر ہی سمجھے خواہ وہ کتنا ہی معمولی کیوں نہ ہو۔

النَّجَابَةُ

قَالَ الْيَزِيْدِيُّ: أَوَّلُ مَا ظَهَرَ مِنْ نَجَابَةِ الْمَامُوْنِ سَدَادُهُ أَنِّي كُنْتُ أُوَدِّبُهُ، فَوَجَّهْتُ إِلَيْهِ يَوْماً لِيَخْرُجَ، فَأَبْطَأَ. فَقُلْتُ لِسَعِيْدِ الْجَوْهَرِيِّ وَهُوَ فِي حِجْرِهِ: إِنَّ هٰذَا الْفَتٰى قَدِ اشْتَغَلَ بِالْبَطَالَةِ، فَقَالَ سَعِيْدٌ: قَوِّمْهُ بِالْأَدَبِ، فَلَمَّا خَرَجَ، ضَرَبْتُهُ ثَلَاثَ دِرَرٍ، فَإِنَّهُ لَيَبْكِي، إِذَا بِجَعْفَرِ بْنِ يَحْيٰى قَدِ اسْتَأْذَنَ عَلَيْهِ فَوَثَبَ إِلٰى فِرَاشِهِ مُسْرِعاً، وَهُوَ يَمْسَحُ عَيْنَيْهِ، فَجَلَسَ، ثُمَّ قَالَ: لِيَدْخُلْ، فَدَخَلَ، فَقُمْتُ مِنَ الْمَجْلِسِ وَخَشِيْتُ أَنْ يَشْكُوَ نِيْ إِلٰى جَعْفَرٍ، فَأَلْقٰى مِنْهُ مَا أَكْرَهُ، فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ بِوَجْهٍ طَلْقٍ وَحَادَثَهُ، وَضَاحَكَهُ، فَلَمَّا هَمَّ بِالْحَرَكَةِ، قَالَ: يَا غُلَامُ! دَابَّتَهُ، وَرَجَعْتُ، فَقَالَ: مَا حَمَلَكَ أَنْ قُمْتَ عَنَّا؟ فَقُلْتُ: خِفْتُ أَنْ تَشْكُوَنِي إِلَيْهِ، فَيُوَبِّخَنِي، فَقَالَ: إِنَّا لِلّٰهِ، يَا أَبَا مُحَمَّدٍ! مَا كُنْتُ أُطْلِعُ الرَّشِيْدَ عَلٰى هٰذَا، فَكَيْفَ أُطْلِعُ جَعْفَراً؟ عَلٰى أَنِّي أَحْتَاجُ إِلٰى أَدَبٍ، يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكَ، فَكُنْتُ أَهَابُهُ بَعْدَ ذٰلِكَ.

شرافت

یزیدی کا بیان ہے کہ: مامون کی شرافت میں سے سب سے پہلی چیز جو ظاہر ہوئی وہ اس کی اصابتِ رائے تھی، واقعہ یہ ہے کہ میں اسے تعلیم دیتا تھا، چناں چہ ایک دن اس کے پاس (کسی کو) بلانے کے لیے بھیجا، تو اس نے تاخیر کر دی، تو میں نے سعید جوہری سے کہا دراں حالے کہ مامون انھیں کے زیر تربیت تھا: یہ جوان لڑکا بے کاری میں لگ گیا، تو سعید جوہری نے کہا: ادب سے اس کو سیدھا کر دیجیے، پس جب وہ باہر گئے تو میں نے مامون کو تین درّے لگائے، تو وہ رونے لگا، اتنے میں جعفر بن یحییٰ نے اُس سے اجازت طلب کی تو وہ جلدی سے اپنے بستر کی طرف لپکا اس حال میں کہ اپنے آنسو خشک

کر رہا تھا، پھر بیٹھ گیا اور کہا: اندر آجایئے، چناں چہ وہ اندر آئے تو میں نشست گاہ سے چلا گیا، اور مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ جعفر سے میری شکایت کر دے اور مجھے اس کی جانب سے ناگوارِ خاطر چیز پیش آئے، پھر مامون جعفر کی جانب خندہ پیشانی سے متوجہ ہوا اور ہنسی خوشی سے بات چیت کی، تو جب اس نے جانے کا ارادہ کیا تو کہا: اے غلام! سواری حاضر کرو۔ (اس کے بعد) میں واپس ہوا تو مامون نے کہا: آپ کو کس چیز نے اس بات پر آمادہ کیا کہ ہمارے پاس سے چلے جائیں، تو میں نے کہا: مجھے اندیشہ ہوا کہ تم اُن سے میری شکایت نہ کر دو پھر وہ مجھے سرزنش کریں، تو مامون نے کہا: "إنا للہ" اے ابو محمد! میں تو اس کی اطلاع ہارون رشید کو بھی نہیں کر سکتا تو جعفر کو کس طریقے سے مطلع کر سکتا ہوں، علاوہ ازیں مجھے تو ادب کی ضرورت ہے، اللہ آپ کو معاف فرمائے تو اس واقعے کے بعد میں اس کی تعظیم کرتا تھا۔

لغات وترکیب

نَجُبَ يَنْجُبُ نَجَابَةً (ک) شریف ہونا۔ سَدَادٌ، درستگی۔ ابطأ يُبطِأ إبطاءً (افعال) تاخیر کرنا۔ حِجْرٌ، (ج) حُجُورٌ، پرورش، تربیت۔ بَطَلَ يَبْطُلُ بَطَالَةً (ن) بیکار ہونا۔ دِرَّةٌ، (ج) دِرَرٌ، کوڑا۔ اسْتَاذَنَ علی أحدٍ يَسْتَاذِنُ استئذاناً (استفعال) کسی سے اجازت طلب کرنا۔ وَثَبَ يَثِبُ وُثُوباً (ض) چھلانگ لگانا۔ اَقْبَلَ علی أحدٍ يُقْبِلُ إقبالاً (افعال) کسی کی جانب متوجہ ہونا۔ هَمَّ بِشيءٍ يَهُمُّ هَمّاً (ن) کسی چیز کا ارادہ کرنا۔ وبَّخَ يُوَبِّخُ توبيخاً (تفعیل) سرزنش کرنا، ڈانٹ ڈپٹ کرنا۔ حَمَلَ أحداً شيئاً وعلی شيءٍ يَحْمِلُ حَمْلاً (ض) کسی کو کسی چیز پر آمادہ کرنا۔ هَابَ يَهَابُ هيباً وَمَهَابَةً (س) بوجہ عظمت ڈرنا۔ خوف کرنا۔

أوّلُ ما ظهر من نجابة المامون مبتدا ہے۔ اور "سدادُهُ" خبر واقع ہے۔ فإنّه ليبكي میں "لام" برائے تاکید ہے۔ "بوجه طلق" "اقبلَ" کا متعلق ثانی ہے۔ "دَابّتَهُ" فعل محذوف کا مفعول بہ ہے أي أحضرْ دَابّتَه۔

قَالَ ابْنُ الْكَلْبِي: قَدِمَ أَوْسُ بْنُ حَارِثَةَ بْنِ لَامَ الطَّائي وَحَاتِمُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الطَّائي عَلَى النُّعْمَانِ بْنِ الْمُنْذِرِ، فَقَالَ لِإِيَاسِ بْنِ قَبِيصَةَ الطَّائِي: أَيُّهُمَا أَفْضَلُ؟ قَالَ: أَبَيْتَ اللَّعْنَ أَيُّهَا الْمَلِكُ! إِنِّي مِنْ أَحَدِهِمَا، وَلٰكِنْ سَلْهُمَا عَنْ أَنْفُسِهِمَا، فَإِنَّهُمَا يُخْبِرَانِكَ، فَدَخَلَ عَلَيْهِ أَوْسٌ، فَقَالَ: أَنْتَ أَفْضَلُ أَمْ حَاتِمٌ؟ فَقَالَ: أَبَيْتَ اللَّعْنَ، إِنَّ أَدْنٰى وُلْدِ حَاتِمٍ أَفْضَلُ مِنِّي، وَلَوْ كُنْتُ أَنَا وَوَلَدِي وَمَالِي لِحَاتِمٍ لَأَنْهَبَنَا فِي غَدَاةٍ وَاحِدَةٍ، ثُمَّ دَخَلَ عَلَيْهِ حَاتِمٌ، فَقَالَ لَه: أَنْتَ أَفْضَلُ أَمْ أَوْسٌ؟ فَقَالَ: أَبَيْتَ اللَّعْنَ، إِنَّ أَدْنٰى وُلْدِ لِأَوْسٍ أَفْضَلُ مِنِّي، فَقَالَ النُّعْمَانُ: هٰذَا وَاللّٰهِ السُّؤْدَدُ وَ أَمَرَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةً مِنَ الْإِبِلِ. (العقد الفريد ۲/۱۳۴)

ابن کلبی کا بیان ہے کہ اوس بن حارثہ بن لام طائی اور حاتم بن عبداللہ طائی نعمان بن منذر کے پاس آئے، تو نعمان نے ایاس بن قبیصہ طائی سے دریافت کیا: ان دونوں میں کون افضل ہے؟ اس نے کہا: لعنت سے آپ دور رکھے جائیں، اے بادشاہ میں بھی انھیں دونوں میں سے ایک ہوں، آپ انھیں دونوں سے ان کے متعلق سوال کر لیجئے، کیوں کہ یہ دونوں آپ کو بتا دیں گے، پھر اوس نعمان کے پاس گئے تو نعمان نے معلوم کیا: تم افضل ہو یا حاتم، تو اوس نے کہا: آپ لعنت سے محفوظ رہیں حاتم کا ادنیٰ بچہ بھی مجھ سے افضل ہے، اور اگر میں، میری اولاد اور میرا مال حاتم کے ہاتھ میں ہوتے تو وہ ہم سب کو ایک ہی صبح میں ہبہ کا مال بنا ڈالتے، پھر حاتم نعمان کے پاس گیا تو نعمان نے اس سے کہا: تم افضل ہو یا اوس؟ تو حاتم نے کہا: آپ لعنت سے مامون رہیں، اوس کا ادنیٰ بچہ بھی حاتم سے افضل ہے، تو نعمان نے کہا: خدا کی قسم یہ تو سراپا شرافت ہے اور ان دونوں میں سے ہر ایک کے لیے سو اونٹ کا فرمان جاری کیا۔

لغات وترکیب

أبيت اللّعنَ. أبىٰ يَأبىٰ إباءً (ف) منع کرنا۔ لَعَنَ يَلْعَنُ لَعْناً (ف) لعنت کرنا۔ یہ جملہ زمانہ جہالت میں بادشاہوں کے لیے بطور دعا استعمال ہوتا تھا، اس کا مطلب ہے "مُنِعْتَ اَنْ تاتي ما تُلْعَنُ عليك" کہ آپ محفوظ رہیں ایسا کوئی عمل کرنے سے جو آپ کے لیے باعث لعن وطعن ہو۔ أنْهَبَ يُنْهِبُ إنْهَاباً (افعال) مال لٹا دینا، لوٹنے کا موقع دینا۔ سَادَ يَسُودُ سِيَادَةً و سُؤدَداً (ن) سردار ہونا، شریف ہونا، بزرگ ہونا۔

هٰذا وللّٰهِ السؤدَدُ. هٰذا مبتدا ہے اور "السؤدد" خبر ہے۔ قسم کے درمیانِ جملہ واقع ہونے کی وجہ سے جوابِ قسم کو حذف کر دیا گیا ہے، اور یہی جملہ اُس جوابِ قسم محذوف پر دلالت کر رہا ہے۔

تشریح درسِ مذکور میں شرافت ونجابت کے دو واقعے بیان کیے گیے ہیں، پہلا واقعہ ہارون رشید کے بیٹے کا ہے جس نے باوجود خلیفہ کا بیٹا ہونے کے استاذ کی تادیبی کارروائی کو نہ صرف برداشت کیا: بل کہ استاذ محترم سے کھلے لفظوں میں کہا کہ آپ کے پٹائی کی خبر تو میں اپنے والد کو نہیں دے سکتا، جعفر بن یحییٰ کی تو بات ہی الگ ہے، میں تو ابھی اور آپ سے ادب سیکھنے کا ضرورت مند ہوں، مامون کی اس شرافت کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ استاذ کی نظر میں عظیم المرتبت ہو گیے۔

دوسرا واقعہ اوس بن حارثہ اور حاتم بن عبداللہ سے متعلق ہے کہ نعمان نے دونوں سے الگ الگ دریافت کیا کہ تم دونوں میں سے کون افضل ہے؟ مگر دونوں میں سے کسی نے بھی اپنے کو افضل نہیں گردانا، بل کہ ہر ایک نے دوسرے ہی کو افضل بتلایا۔ یہ غایت شرافت کی بات تھی، سچ کہا کہنے والے نے:

نعم الاله على العباد كثيرةٌ　　وأجلهنّ نجابة الأولاد

اللہ رب العزت کے بندوں پر بے شمار انعامات ہیں اور اُن میں عظیم ترنعمت اولاد کی شرافت ہے۔

لا تَتَّقِي مِنْ نُبَاحِ الْكَلْبِ إِلَّا بِكِسْرَةِ خُبْزَةٍ تُلْقِي إِلَيْهِ

جلس الْمَهْدِيّ (هُوَ ابْنُ الْمَنْصُورِ ثَالِثُ خُلَفَاءِ بَنِي الْعَبَّاسِ مَوْلِدُهُ سَنَةَ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ وَمِائَةٍ، وَكَانَ مُلْكُهُ عَشَرَ سِنِينَ وَ شَهْراً وَنِصْفاً، مَاتَ فِي سَنَةِ تِسْعٍ وَّ سِتِّينَ وَمِائَةٍ، وَعَاشَ ثَلثاً وَأَرْبَعِينَ سَنَةً، وَصَلّٰى عَلَيْهِ وَلَدُهُ هَارُونُ الرَّشِيْدِ) جُلوساً عَامّاً، فَدَخَلَ عَلَيْهِ رَجُلٌ وَبِيَدِهِ مِنْدِيْلٌ فِيْهِ نَعْلٌ، فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! هٰذِهِ نَعلُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَهْدَيْتُهَا لَكَ، فَأَخَذَهَا مِنْهُ، وَقَبَّلَهَا، وَوَضَعَهَا عَلٰى عَيْنَيْهِ، وَأَعْطَاهُ عَشَرَةَ آلَافِ دِرْهَمٍ، فَلَمَّا خَرَجَ قَالَ لِجُلَسَائِهِ: مَاتَرَوْنَ؟ إِنِّي أَعْلَمُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَرَهَا، فَضْلًا عَنْ أَن يَكُونَ قَدْ لَبِسَهَا، وَلَو كَذَّبْنَاهُ لَقَالَ لِلنَّاسِ: أَتَيْتُ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِنَعْلِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ، فَرَدَّهَا عَلَيَّ، وَكَانَ مَنْ يُصَدِّقُهُ أَكْثَرَ مِمَّن يُكَذِّبُهُ، إِذْ كَانَ مِنْ شَانِ الْعَامَّةِ الْمَيْلُ إِلٰى أَشْكَالِهَا، وَالنُّصْرَةُ لِلضَّعِيفِ عَلَى الْقَوِيِّ وَإِنْ كَانَ ظَالِماً، فَاشْتَرَيْنَا لِسَانَهُ وَقَبِلْنَا هَدِيَّتَهُ وَصَدَّقْنَا قَوْلَهُ وَكَانَ الَّذِي فَعَلْنَاهُ أَرْجَحَ وَأَنْجَحَ.

تم کتے کے بھونکنے سے بچ نہیں سکتے بجز روٹی کے اُس ٹکڑے سے جو تم اس کی طرف ڈال دو

مہدی (منصور کا بیٹا ہے، بنی عباس کے خلفاء میں سے تیسرا خلیفہ ہے، اس کی پیدائش ۱۲۷ھ میں ہوئی، اور اس کی سلطنت دس برس اور ڈیڑھ ماہ رہی، ۱۶۹ھ میں اس کا انتقال ہوا جب کہ اس کی عمر ۴۳ سال تھی، اور اس کی نمازِ جنازہ اس کے بیٹے ہارون رشید نے پڑھائی) کی ایک عمومی نشست ہوئی، تو ایک شخص اس کے پاس گیا اس حال میں کہ اس کے ہاتھ میں ایک رومال تھا جس میں جوتا تھا، چناں چہ اس نے کہا: اے امیر المؤمنین! یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نعل مبارک ہے، میں اسے آپ کو ہدیے میں پیش کر رہا ہوں، تو مہدی نے اس کو اُس سے لے لیا، اسے بوسہ دیا، اسے اپنی آنکھوں سے لگایا، اور اسے دس ہزار درہم دیئے، پھر جب وہ چلا گیا تو اس نے اپنے ہم نشینوں سے کہا: تمہارا کیا خیال ہے؟ مجھے تو یقین ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جوتے کو دیکھا تک نہیں ہے چہ جائے کہ آپ نے اسے پہنا ہو، (لیکن) اگر ہم اس کی تکذیب کر دیتے تو وہ لوگوں سے کہتا کہ: میں امیر المؤمنین کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلِ مبارک کو لے کر گیا تو انھوں نے اسے مجھے لوٹا دیا، (قبول کرنے سے انکار کر دیا) اور اس کی تکذیب کرنے والوں کے

مقابلے میں اُس کی تصدیق کرنے والے زیادہ ہوتے، اس لیے کہ عوام کا حال اس جیسی چیزوں کی طرف مائل ہونا اور طاقت ور کے مقابلے میں کمزور کی مدد کرنا ہے خواہ وہ کمزور ظالم ہی کیوں نہ ہو، اسی وجہ سے ہم نے اس کی زبان خرید لی، اس کے ہدیے کو قبول کرلیا، اور اس کے قول کی تصدیق کی، اور جو کچھ ہم نے کیا وہی موزوں اور کامیاب ہے۔

لغات وترکیب

اتَّقیٰ یَتَّقِي اتِّقاءً (افتعال) بچنا، محفوظ رہنا۔ نبحَ یَنبَحُ نُباحاً (ف) کتے کا بھونکنا۔ کِسْرَةٌ، (ج) کِسَرٌ، ٹکڑا۔ أَلْقیٰ شیئا إلیٰ أحدٍ یُلْقِي إلْقاءً (افعال) کوئی چیز کسی کے سامنے ڈالنا۔ صَلّٰی علیٰ أحدٍ یُصلِّي صَلٰوةً (تفعیل) کسی کی نماز جنازہ پڑھنا۔ مِنْدِیْلٌ، (ج) مَنَادِیْلُ، رومال۔ نَعْلٌ، (ج) نِعَالٌ، جوتا۔ أَهْدیٰ شَیئاً لأحدٍ وإلیٰ أحدٍ یُهْدِي إهْداءً (افعال) کوئی چیز کسی کو ہدیہ کرنا۔ رجَحَ یَرْجَحُ رُجْحَاناً (ف) جھکنا، راجح ہونا۔ نَجَحَ یَنْجَحُ نَجاحاً (ف) کامیاب ہونا۔

جلوساً عاماً، جلس کا مفعول مطلق ہے، فضلاً عن أن یکون، یہ لفظ ادنیٰ اور اعلیٰ کے درمیان نفی کے تحت واقع ہوتا ہے تاکہ ادنی کی نفی پر تنبیہ ہوجائے اور اعلیٰ کی نفی کا محال ہونا مستبعد ہوجائے، یعنی "فضلاً" کے ذریعے دلالۃً ادنی کی نفی سے اعلیٰ کی نفی بتانی ہوتی ہے۔ جیسے "فلان لا یکتب مقالة فضلاً عن کتاب" فلاں شخص ایک مضمون نہیں لکھ سکتا چہ جائے کہ پوری کتاب لکھ سکے، اور یہ فعل مقدر سے مفعول مطلق واقع ہونے کی وجہ سے منصوب ہوتا ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ حال کی بناپر منصوب ہوتا ہے، مثلاً مثالِ مذکور میں "مقالة" سے حال ہے اور "مقالة" نکرہ تحت النفی واقع ہے جس کی وجہ سے اُس میں تخصیص آگئی ہے اور اس کا ذوالحال بننا درست ہوگیا، إذ کان من شأن العامة میں "إذ" تعلیلیہ ہے۔

تشریح "لا تتقي من نباح الکلب الخ" یہ ایک مقولہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کسی کے شر سے بچنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ اس کے منہ میں کچھ ڈال دو، جیسے کہ کتے کے بھونکنے اور آواز کرنے سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ تم اس کی طرف روٹی کا ایک ٹکڑا ڈال دو، مہدی نے بھی اُس شخص کے شر سے بچنے کے لیے جس نے اُن کو حضور کا مصنوعی نعل پیش کیا تھا یہی طریقہ اپنایا کہ دس ہزار درہم دے کر اس کا منہ بند کردیا، تاکہ عوام میں کوئی غلط بات ان کے متعلق نہ مشہور کرسکے۔

فَضْلُ الْعُلَماءِ عَلَى الْمُلُوكِ

حَكَى الْمَسْعُودِيُّ فِي شَرْحِ الْمَقَامَاتِ أَنَّ الْمَهْدِي لَمَّا دَخَلَ الْبَصْرَةَ رَأى إيَاسَ بْنَ مُعَاوِيَةَ وَ هُوَ صَبِيٌّ وَخَلْفَهُ أَرْبَعُ مِائَةٍ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَأَصْحَابِ الطَّيَالِسَةِ، وَإيَاسٌ يَقْدُمُهُمْ، فَقَالَ الْمَهْدِيُّ: أُفٍّ لِهٰؤُلَاءِ، أَمَا كَانَ فِيهِمْ شَيْخٌ يَقْدُمُهُم غَيرُ هٰذَا الحَدَثِ، ثُمَّ إنَّ الْمَهْدِي اِلْتَفَتَ إلَيْهِ، وَقَالَ:

كَمْ سِنُّكَ؟ يَافَتيَ! قَالَ: سِنِّي (أَطَالَ اللّٰهُ بَقَاءَ أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ) سِنُّ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدِ ابْنِ حَارِثَةَ لَمَّا وَلَّاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَيْشاً فِيْهِمْ أَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ، فَقَالَ: تَقَدَّمْ، بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكَ، قُلْتُ: الصَّوَابُ أَنَّ إِيَاساً لَمْ يُدْرِكْ زَمَانَ الْمَهْدِيِّ.

قَالَ الْحَافِظُ الذَّهَبِي فِي التَّارِيْخِ الْكَبِيْرِ أَنَّ إِيَاساً قَاضِيَ الْبَصْرَةِ تُوُفِّيَ فِي زَمَانِ بَنِي أُمَيَّةَ سَنَةَ مِائَةٍ وَتِسْعَ عَشْرَةَ وَلَمْ يَلْحَقْ دَوْلَةَ بَنِي الْعَبَّاسِ، وَيُقَالُ: سِنُّهُ إِذْ ذَاكَ سَبْعَ عَشْرَةَ سَنَةً، وَلَّاهُ قَضَاءَ الْبَصْرَةِ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَحَسْبُكَ بِمَنْ يَخْتَارُهُ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ لِهٰذَا الْمَنْصَبِ.

وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّهُ مَرَّ يَوْماً فِي السُّوْقِ عَلَى الْمُشْتَغِلِيْنَ بِتِجَارَاتِهِمْ فَقَالَ: أَنْتُمْ هٰهُنَا؟ وَمِيْرَاثُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَسَّمُ فِي الْمَسْجِدِ، فَقَامُوْا سِرَاعاً، فَلَمْ يَجِدُوْا فِيْهِ إِلَّا الْقُرْآنَ أَوِ الذِّكْرَ أَوْ مَجَالِسَ الْعِلْمِ، فَقَالُوْا: أَيْنَ مَا قُلْتَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ! فَقَالَ: هٰذَا مِيْرَاثُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَسَّمُ بَيْنَ وَرَثَتِهِ، وَلَيْسَ مَوَارِيْثُهُ دُنْيَاكُمْ.

قِيْلَ لِلْخَلِيْلِ ابْنِ أَحْمَدَ: أَيُّهُمَا أَفْضَلُ؟ اَلْعِلْمُ أَوِ الْمَالُ، قَالَ: اَلْعِلْمُ، قِيْلَ لَهُ: فَمَا بَالُ الْعُلَمَاءِ؟ يَزْدَحِمُوْنَ عَلٰى أَبْوَابِ الْمُلُوْكِ، وَالْمُلُوْكُ لَا يَزْدَحِمُوْنَ عَلٰى أَبْوَابِ الْعُلَمَاءِ، قَالَ: ذٰلِكَ لِمَعْرِفَةِ الْعُلَمَاءِ بِحَقِّ الْمُلُوْكِ وَجَهْلِ الْمُلُوْكِ بِحَقِّ الْعُلَمَاءِ.

بادشاہوں پر علماء کی فضیلت

مسعودی نے شرح مقامات میں نقل کیا ہے کہ مہدی جب بصرہ میں داخل ہوا تو دیکھا کہ ایاس بن معاویہ (دراں حالیکہ وہ بچے ہیں) کے پیچھے چار سو علماء اور مشائخ ہیں، اور ایاس اُن سے آگے ہیں، تو مہدی نے کہا: افسوس ہے ان لوگوں پر، کیا اِن میں اِس نوجوان کے علاوہ کوئی معمر شخص نہیں ہے جو ان کے آگے آگے ہو، تو مہدی ایاس کی جانب متوجہ ہوا اور کہا: اے بیٹے! تمہاری کیا عمر ہے؟ ایاس نے کہا: میری عمر (اللہ رب العزت امیر المؤمنین کی عمر دراز فرمائے) اسامہ بن زیدؓ بن حارثہ کی عمر کے برابر ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو ایک لشکر کا امیر بنایا تھا، جس میں حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما تھے، تو مہدی نے کہا: آگے بڑھتے رہو، اللہ تمہاری ذات میں برکت عطا فرمائے، میں کہتا ہوں: صحیح یہ ہے کہ ایاس نے مہدی کا زمانہ نہیں پایا ہے۔

حافظ ذہبی تاریخ کبیر میں فرماتے ہیں کہ: قاضی بصرہ ایاس کی وفات بنو امیہ ہی کے زمانے میں ۱۱۹ھ میں ہوئی اور انھوں نے بنو عباس کی حکومت کو نہیں پایا، اور ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کی عمر اس وقت سترہ سال تھی، بصرہ کا منصبِ قضا

انھیں حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے سپرد کیا تھا، اور تمہارے لیے کافی ہے وہ شخص جسے حضرت عمر بن عبد العزیز اس منصب کے لیے منتخب کریں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن اُن کا گذر بازار میں اُن لوگوں کے پاس سے ہوا جو اپنے کاروبار میں مصروف تھے، تو فرمایا: تم یہاں ہو اور مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث تقسیم ہو رہی ہے، چناں چہ وہ لوگ جلدی سے اٹھ کر چل دیئے مگر انھوں نے مسجد میں قرآن یا ذکر یا علم کی مجلسوں کے سوا کچھ نہیں پایا، تو انھوں نے کہا: ارے وہ کہاں ہے جو تم کہہ رہے تھے؟ تو فرمایا: یہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث ہے جو آپؐ کے ورثاء کے درمیان تقسیم ہو رہا ہے، آپ کی میراث تمہاری دنیا نہیں ہے۔

خلیل ابن احمد سے دریافت کیا گیا کہ علم و مال دونوں میں سے کون افضل ہے؟ فرمایا: علم، آپ سے دریافت کیا گیا: تو علماء کا حال کیا ہے کہ وہ بادشاہوں کے دروازے پر بھیڑ لگاتے ہیں اور بادشاہ علماء کے دروازے پر بھیڑ نہیں لگاتے؟ فرمایا: یہ علماء کے بادشاہوں کے حق سے آشنا اور بادشاہوں کے علماء کے حق سے ناآشنا ہونے کی وجہ سے ہے۔

لغات و ترکیب

فَضِلَ یَفْضَلُ وَفَضَلَ یَفْضُلُ فضلاً (س،ک) صاحبِ فضیلت ہونا۔ طَیَالِسُ، واحد، طَیَالِسَۃٌ، سبز رنگ کی چادر جس کو مشائخ و علما استعمال کرتے تھے، اُفّ یاُفُّ اُفّاً (ن) بے قراری کی وجہ سے اف اف کہنا۔ حَدَثٌ، (ج) اَحْدَاثٌ، نوعمر۔ اَدْرَکَ یُدْرِکُ اِدْرَاکاً (افعال) پانا۔ وَلّٰی یُوَلِّي تَوْلِیَۃً (تفعیل) والی بنانا، امیر بنانا۔ اخْتَارَ یَخْتَارُ اخْتِیَاراً (افتعال) منتخب کرنا۔ اشْتَغَلَ بشيءٍ یشْتَغِلُ اشْتِغَالاً (افتعال) کسی چیز میں مشغول ہونا۔ مِیْرَاثٌ، (ج) مَوَارِیْثُ، ترکہ۔ ازْدَحَمَ یَزْدَحِمُ ازْدِحَاماً (افتعال) بھیڑ لگانا۔ (ازْدَحَمَ اصل میں "اِزْتَحَمَ" تھا) تائے افتعال کو دال سے بدل دیا "اِزْدَحَمَ" ہو گیا۔

"اُفّ" اسم فعل ہے بمعنی "اَتَضَجَّرُ" ضمیر انا فاعل ہے "فلا تقل لهما اف" پ: ۱۵۔ **صاحب المعجم الوسیط** کے مطابق یہ کلمہ ناپسندیدہ امر کے لیے استعمال ہوتا ہے اور اس کے ہمزہ کو ضمہ و کسرہ دونوں دیا جا سکتا ہے، نیز یہ تنوین و بلاتنوین دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ علی المشتغلین "مَرَّ" سے متعلق ہے۔ مَرَّ کا صلہ "ب" اور "علٰی" دونوں آتا ہے۔ سِرَاعاً "مُسْرِعِیْنَ" کے معنی میں ہو کر حال ہے، اور "بتجاراتهم" مُشْتَغِلِیْنَ سے متعلق ہے۔

تشریح علم سے انسان کو جو عزت ملتی ہے وہ دولت سے نہیں مل سکتی، یہی وجہ تھی کہ حضرت ایاس بن معاویہؒ کے قدر و منزلت کو دیکھ کر مہدی بھی حیران رہ گیا، دولت مندوں کو نہیں بل کہ علماء کو انبیاء کا وارث کہا گیا ہے، اسی لیے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مجالسِ ذکر و قرآن کو آپ کی میراث کی تقسیم سے تعبیر کیا جسے لوگوں نے دنیوی ساز و سامان

سمجھا تھا، خلیل ابن احمد سے بھی جب سوال کیا گیا علم و مال کے متعلق، تو فرمایا: علم ہی افضل ہے۔ یہ اور بات ہے کہ علماء تو بادشاہوں کے حق سے واقف ہیں اور بادشاہ علما کے حق سے ناواقف ہیں۔

لَا تَعْمَلُوا بِقَوْلِ أَحَدٍ مِنْ غَيْرِ تَدَبُّرٍ

حَدَّثَ الشَّعْبِي قَالَ: صَادَ رَجُلٌ قُمْرِيَّةً فَقَالَتْ: مَا تُرِيْدُ اَنْ تَصْنَعَ؟ قَالَ: أَذْبَحُكِ، وَاٰكُلُكِ، فَقَالَتْ: وَاللّٰهِ! مَا اُشْبِعُ مِنْ جُوعٍ، وَخَيْرٌ لَكَ مِنْ اَكْلِي اَنْ اُعَلِّمَكَ ثَلٰثَ خِصَالٍ، وَاحِدَةٌ وَ أَنَا فِي يَدِكَ وَ الثَّانِيَةَ وَأَنَا عَلَى الشَّجَرَةِ، وَالثَّالِثَةَ وَأَنَا عَلَى الْجَبَلِ، قَالَ: هَاتِ، قَالَتْ: لَا تَلْهَفَنَّ عَلٰى مَا فَاتَكَ فَخَلّٰى سَبِيْلَهَا، فَلَمَّا صَارَتْ عَلَى الشَّجَرَةِ قَالَتْ: لَا تُصَدِّقَنَّ بِمَا لَا يَكُونُ اَنَّهُ سَيَكُونُ، فَلَمَّا صَارَتْ عَلَى الْجَبَلِ قَالَتْ لَهُ: يَا شَقِيُّ! لَو ذَبَحْتَنِي اَخْرَجْتَ مِنْ حَوْصَلَتِي دُرَّتَيْنِ، كُلُّ وَاحِدَةٍ عِشْرُونَ مِثْقَالاً، قَالَ: فَعَضَّ الرَّجُلُ عَلٰى شَفَتِهِ تَلَهُّفاً، ثُمَّ قَالَ: هَاتِ الثَّالِثَ فَقَالَتْ: أَنْتَ قَدْ نَسِيْتَ ثِنْتَيْنِ، فَكَيْفَ أُخْبِرُكَ بِالثَّالِثَةِ؟ أَلَمْ أَقُل لَكَ: لَا تَلْهَفَنَّ عَلٰى مَا فَاتَ، وَلَا تُصَدِّقَنَّ بِمَا لَا يَكُونُ اَنَّهُ سَيَكُونُ، أَنَا وَ لَحْمِي، وَدَمِي، وَرِيْشِي لَا يَكُونُ فِيَّ عِشْرُونَ مِثْقَالاً، فَكَيْفَ يَكُونُ فِي حَوْصَلَتِي دُرَّتَانِ كُلُّ وَاحِدَةٍ عِشْرُونَ مِثْقَالاً، ثُمَّ طَارَتْ وَذَهَبَتْ.

بے سوچے سمجھے کسی کی بات پر عمل مت کرو

امام شعبی نے بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے ایک قمری شکار کی، تو قمری نے کہا: تو کیا کرنا چاہتا ہے؟ اُس نے کہا: تجھے ذبح کروں گا اور کھاؤں گا، تو قمری نے کہا: بخدا! میں بھوک سے شکم سیر نہیں کرسکتی اور مجھے کھانے سے بہتر تیرے لیے یہ ہے کہ میں تجھے تین باتیں سکھادوں، ایک بات تو تیرے ہاتھ میں رہتے ہوئے، دوسری جب میں درخت پر رہوں، تیسری جب میں پہاڑ پر چلی جاؤں، شکاری نے کہا: بتا، قمری نے کہا: ضائع شدہ چیز پر ہرگز افسوس نہ کرنا، تو شکاری نے قمری کو چھوڑ دیا، تو جب قمری درخت پر پہنچ گئی تو کہا: نہ ہونے والی بات کے ہونے کی ہرگز تصدیق نہ کرنا، پھر جب پہاڑ پر پہنچ گئی تو کہا: اے بدنصیب اگر تو مجھے ذبح کر دیتا تو میرے پوٹے سے دو موتی نکالتا ہر ایک بیس مثقال کا ہوتا، راوی کا بیان ہے: تو اس نے افسوس میں ہونٹ کو دانتوں تلے دبایا اور کہا: تیسری بات بتا تو قمری نے کہا: تو دو باتیں بھول گیا تو تیسری بات تجھے کیسے بتاؤں؟ کیا میں نے تجھ سے نہیں کہا تھا: ضائع شدہ چیز پر ہرگز افسوس مت کرنا، اور نہ ہونے والی چیز کے ہونے کی ہرگز تصدیق مت کرنا، میں، میرا گوشت، میرا خون اور میرے بازو بیس مثقال کے برابر نہیں ہوسکتے تو کیسے میرے پوٹے

میں دو موتی ہو سکتے ہیں کہ ہر ایک بیس مثقال کا ہو پھر اڑی اور چلی گئی۔

لغات وترکیب

عَمِلَ بِشيءٍ يَعْمَلُ عَمَلاً (س) کسی چیز پر عمل کرنا۔ تدبَّرَ يتدبَّرُ تدبُّراً (تفعل) غور وفکر کرنا۔ قُمْرِيَّة، (ج) قُمْرٌ وقَمَارِيّ، فاختے کے مانند ایک مشہور پرندہ ہے جس کی آواز بڑی خوب صورت ہوتی ہے۔ صادَ يَصِيدُ صَيْداً (ض) شکار کرنا۔ أشبَعَ يُشبِعُ إشبَاعاً (افعال) شکم سیر کرنا۔ هاتِ اسم فعل بمعنی "أعطِ" اور بقول بعض اس کی اصل "آت" ہے ہمزہ کو ہاء سے بدل دیا گیا جیسے "هيا" لَهِفَ علىٰ شيءٍ يَلْهَفُ لَهَفاً (س) کسی چیز پر افسوس کرنا۔ خلّى السّبيل يُخلّي تَخْلِيَةً (تفعیل) رہا کر دینا۔ صدّق بشيءٍ يُصدِّقُ تصديقاً (تفعیل) کسی چیز کی تصدیق کرنا۔ حَوْصَلَةٌ، پرندے کا پوٹا، عَضَّ يَعَضُّ عضاً (س) دانت سے کاٹنا۔ شَفَةٌ، (ج) شِفَاهٌ، ہونٹ۔ تَلَهَّفَ يَتلهَّفُ تلهُّفاً (تفعل) افسوس کرنا۔ رِيشٌ، (ج) أَرْيَاشٌ، بازو۔ طَارَ يَطِيْرُ طَيْراً وَطَيَرَاناً (ض) اڑنا۔

خيرٌ لك من أكلي أن أعلمك ثلاث خصال. "لك" اور "من أكلي" دونوں "خيرٌ" سے متعلق ہو کر خبر مقدم، "أعلمك الخ" پورا جملہ بتاویلِ مصدر ہو کر مبتدا موخر ہے۔ واحدةً وأنا في يدك أی أعلمك واحدةً "وأنا في يدك" یہ جملہ "اعلّم" کی ضمیر سے حال واقع ہے۔ یہی ترکیب "والثانيةَ والثالثةَ" کی ہے۔ تلهّفاً "عضّ" کا مفعول لہٗ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ لا تصدّقنّ بما لا يكون أنّه سيكون "أنه سيكون" حرف مشبہ بہ فعل اپنے اسم وخبر سے مل کر بتاویل مفرد ہو کر "لا يكون" فعل ناقص کی خبر ہے اور "لا يكون" اپنے اسم وخبر سے مل کر "ما" اسم موصول کا صلہ ہے، موصول باصلہ مجرور ہو کر "لا تصدقنّ" سے متعلق ہے۔

تشریح کسی شخص کی بات پر بغیر سوچے سمجھے اس پر عمل نہیں کرنا چاہئے، درسِ مذکور میں یہی بات بیان کی گئی ہے، اس لیے کہ اگر بغیر غور وفکر کے عمل شروع کر دیا جائے تو بسا اوقات بعد میں انسان کے لیے وہی عمل باعثِ حسرت وافسوس ہوتا ہے، جیسے کہ شکاری نے پرندے کی بات سنتے ہی اس پر عمل کرنا شروع کر دیا اور بعد میں جا کر اسے افسوس ہوا کہ میں نے تو غلط کیا اور افسوس میں ہونٹ کو کاٹنا شروع کر دیا، مگر اب اس سے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے جب پرندہ ہاتھ سے جا چکا ہے، اس لیے ہر شخص کو چاہیے کہ دوسرے کی بات سن کر پہلے غور وفکر کرے کہ آیا اس میں میرے لیے خیر ہے یا نہیں، اگر خیر ہو تبھی عمل کرے۔

إغراءُ الصَّدِيْقِ عَلَى الصَّدِيْقِ

وَجَّهَ عَبْدُ المَلِكِ الشَّعْبِيَّ إلى مَلِكِ الرُّومِ فِي بَعْضِ الأُمُورِ، فَاسْتَكْبَرَ الشَّعْبِيَّ فَقَالَ لَهُ: مَنْ

أَهْلِ بَيْتِ الْمَلِكِ أَنْتَ؟ قَالَ: لَا، فَلَمَّا أَرَادَ الرُّجُوعَ إِلَى عَبْدِ الْمَلِكِ حَمَّلَهُ رُقْعَةً لَطِيفَةً وَقَالَ لَهُ: إِذَا بَلَّغْتَ صَاحِبَكَ جَمِيعَ مَا يَحْتَاجُ إِلَى مَعْرِفَتِهِ مِنْ نَاحِيَتِنَا فَارْفَعْ إِلَيْهِ هٰذِهِ الرُّقْعَةَ، فَلَمَّا رَجَعَ إِلَى عَبْدِ الْمَلِكِ ذَكَرَ لَهُ مَا احْتَاجَ إِلَى ذِكْرِهِ، وَنَهَضَ، فَلَمَّا خَرَجَ ذَكَرَ الرُّقْعَةَ فَرَجَعَ، فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! إِنَّهُ حَمَّلَنِي إِلَيْكَ رُقْعَةً أُنْسِيتُهَا، فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ، وَنَهَضَ، فَقَرَأَهَا عَبْدُ الْمَلِكِ وَأَمَرَ بِرَدِّهِ، فَقَالَ: أَعَلِمْتَ مَا فِي الرُّقْعَةِ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فِيهَا، عَجِبْتُ مِنَ الْعَرَبِ كَيْفَ مَلَّكَتْ غَيْرَ هٰذَا؟ أَفَتَدْرِي لِمَ كَتَبَ إِلَيَّ بِهٰذَا؟ قَالَ: لَا، قَالَ: حَسَدَنِي عَلَيْكَ، فَأَرَادَ أَنْ يُغْرِيَنِي بِقَتْلِكَ، فَقَالَ الشَّعْبِيُّ: لَوْ رَآكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! مَا اسْتَكْبَرَنِي، فَبَلَغَ ذٰلِكَ مَلِكَ الرُّوْمِ، فَذَكَرَ عَبْدَ الْمَلِكِ، وَقَالَ: لِلّٰهِ أَبُوهُ، وَاللّٰهِ مَا أَرَدْتُ إِلَّا ذٰلِكَ. (كتاب الأذكياء ٢٢)

دوست کو دوست کے خلاف ابھارنا

عبدالملک نے امام شعبی کو شاہ روم کے پاس کسی معاملے میں بھیجا، تو اس نے امام شعبی کو بڑا سمجھا اور ان سے کہا: آپ کا تعلق شاہی گھرانے سے ہے؟ فرمایا: نہیں، پھر جب امام شعبی نے عبدالملک کے پاس لوٹنے کا ارادہ کیا تو ایک لطیف پرچی اس کے سپرد کی، اور اس سے کہا: جب آپ اپنے مالک کو وہ تمام باتیں پہنچا دیں جن کی انھیں ہمارے علاقے کے متعلق جاننے کی ضرورت ہے تو یہ پرچی انھیں پیش کر دینا، تو جب وہ لوٹ کر عبدالملک کے پاس آئے تو اس سے اُن تمام امور کا تذکرہ کیا جن کے ذکر کی ضرورت تھی اور اٹھ کر چلے گئے، تو جب اٹھ کر چلے گئے تو انھیں وہ پرچی یاد آئی، چناں چہ لوٹے اور کہا: اے امیر المؤمنین! شاہِ روم نے مجھے آپ کو (پیش کرنے کے لیے) ایک پرچی دی ہے جسے میں بھول گیا، پھر وہ پرچی اس کے سپرد کی اور چل دیے، چناں چہ عبدالملک نے اسے پڑھا اور امام شعبی کو واپس بلانے کا حکم دیا، پھر کہا: کیا آپ کو معلوم ہے جو پرچی میں ہے؟ فرمایا: نہیں، عبدالملک نے کہا: اس میں ہے: "مجھے عربوں پر تعجب ہے کہ کیسے انھوں نے اس شخص (شعبی) کے علاوہ کو بادشاہ بنا لیا ہے؟" سو کیا تمھیں معلوم ہے کہ میرے پاس یہ کیوں لکھا؟ فرمایا نہیں، عبدالملک نے کہا: مجھے تمہارا حاسد بنایا ہے، پھر اس نے ارادہ کیا ہے کہ مجھے آپ کے قتل پر آمادہ کرے، تو امام شعبی نے کہا: اے امیر المؤمنین! اگر وہ آپ کو دیکھ لیتا تو مجھے بڑا تصور نہ کرتا، شاہِ روم کو اِس کی اطلاع ہوئی تو اس نے عبدالملک کا تذکرہ کیا اور کہا: اللہ ہی کے لیے اس کی خوبی ہے، بخدا میں نے اِسی کا ارادہ کیا تھا۔

لغات وترکیب

أغرىٰ أحداً على أحدٍ يُغْرِي إغراءً (افعال) کسی کو کسی کے خلاف آمادہ کرنا۔ استكبر يستكبر استكباراً

(استفعال) بڑا سمجھنا۔ حَمّلَ يُحَمِّلُ تَحْمِيلاً (تفعیل) اٹھوانا، اٹھانے کی ذمہ داری دینا، نَهَضَ يَنْهَضُ نُهُوضاً (ف) اٹھنا، کھڑا ہونا۔ رُقْعَةٌ، (ج) رُقَعٌ، پرچی، پرزہ۔ أنسيٰ يُنسِي إنساءً، بھلا دینا۔ حسَّدَ يُحَسِّدُ تَحْسِيداً (تفعیل) حاسد بنانا۔ للّٰہ أبوہ. یہ کلمہ مدح اور تعجب کے موقعے پر بولا جاتا ہے أی أمدحه و أتعجب منه.

"حمّلهٗ رقعةً لطيفةً" ہٗ مفعول اول ہے اور "رقعةً لطيفةً" موصوف باصفت مفعول ثانی ہے۔ ما في الرّقعة، "ما" اسم موصول ہے اور "في الرقعة" موجوذ سے متعلق ہوکر صلہ، موصول اپنے صلہ سے مل کر "علمت" کا مفعول واقع ہے۔ "ما استكبرني" لو کا جواب ہے۔ "ما أردت إلّا ذلك" جوابِ قسم ہے۔

تشریح ایک کو دوسرے کے خلاف ضرر پہنچانے کے لیے آمادہ کرنا ایک ایسی بری صفت ہے جس سے انسان کو کبھی تو ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور کبھی الٹا ردِّ عمل ہوتا ہے نتیجتاً خود ہی نقصان میں پڑ جاتا ہے، اس لیے انسان کو چاہیے کہ اگر کسی کو کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے تو کم از کم نقصان نہ پہنچائے، اور نہ ہی نقصان پہنچانے کے لیے حربے اپنائے اور دوسروں کو استعمال کرے، اسی طریقے سے تمام صفاتِ رذیلہ سے انسان کو بچنا چاہیے۔

ظَرَافَةٌ أَدَبِيَّةٌ

قَالَ أبُوعُثْمَانَ بْنُ بَحْرِ الْجَاحِظُ: أخْبَرَنِي رَجُلٌ مِنْ رُؤَسَاءِ التُّجَّارِ، قَالَ: كَانَ مَعَنَا فِي السَّفِينَةِ شَيْخٌ شَرِسُ الْأخْلَاقِ، طَوِيْلُ الإطْرَاقِ، وَكَانَ إذَا ذُكِرَ لَهُ الشِّيْعَةُ غَضِبَ وَارْبَدَّ وَجْهُهُ وَزَوِيَ مِنْ حَاجِبَيْهِ، فَقُلْتُ لَهُ يَوْماً: يَرْحَمُكَ اللّٰهُ، مَا الَّذِي تَكْرَهُهُ مِنَ الشِّيْعَةِ ؟ فَإنِّي رَأَيْتُكَ إذَا ذُكِرُوا غَضِبْتَ وَقُبِضْتَ، قَالَ: مَا أكْرَهُ مِنْهُمْ إلّا هٰذِهِ الشِّيْنَ فِي أوَّلِ اِسْمِهِمْ، فَإنِّي لَمْ أجِدْهَا قَطُّ إلَّا فِي كُلِّ شرٍّ، وشُؤم، وَشَيْطَان، وَشَغَبٍ، وشَقَاءٍ، وَشَنَارٍ، وَشَرَرٍ، وَشَيْنٍ، وَشَوْكٍ، وَشَكْوىٰ، وَشَهْوَةٍ، وَشَتْم، وَشُحٍّ، قَالَ أبُوعُثْمَانَ: فَمَا ثَبَتَ لِشِيْعِيٍّ بَعْدَهَا قَائِمَةٌ. (العقد الفريد ۲/۲۳۵)

ادب آمیز ظرافت

ابوعثمان بن بحر جاحظ کا بیان ہے: مجھے ایک بڑے تاجر شخص نے بتایا، اُس کا کہنا تھا: ہمارے ساتھ کشتی میں ایک بداخلاق خاموش مزاج شخص تھا، اور اس کے سامنے جب شیعہ کا تذکرہ ہوتا تو وہ ناراض ہو جاتا، اس کا چہرہ سرخ ہو جاتا اور بھوں چڑھا لیتا تھا، تو ایک دن میں نے اُس سے کہا: اللہ تم پر رحم فرمائے، شیعہ کی کس چیز سے تمہیں نفرت ہے؟ کیوں کہ میں نے دیکھا ہے کہ جب ان کا تذکرہ ہوتا ہے تو تم ناراض ہو جاتے ہو اور منقبض ہو جاتے ہو، اس نے کہا: اُن کی اِسی شین

سے ہمیں نفرت ہے جوان کے نام کے شروع میں ہے، کیوں کہ اِس شین کو میں نے ہمیشہ پایا ہے ہر شرٌ (برائی) شُؤمٌ (نحوست) شَيطانٌ (شیطان) شَغَبٌ (فساد) شَقَاء (بدبختی) شنارٌ (عار) شررٌ (شعلہ) شوكٌ (کانٹا) شكوىٰ (شکایت) شهوةٌ (شہوت) شتمٌ (گالی گلوج) اور شُحٌّ (بخل) میں، ابوعثمان کا بیان ہے: اس کے بعد کسی شیعہ کا پاؤں جم نہیں سکا۔

لغات وترکیب

ظَرُفَ يَظْرُفُ ظَرَافَةً (ک) خوش طبع ہونا۔ دل لگی کرنا۔ شَرِصَ يَشْرَصُ شَرَصاً (س) بدخلق ہونا۔ أطْرَقَ يُطْرِقُ إطْرَاقاً (افعال) سر جھکالینا۔ اربدَّ يَرْبَدُّ اربِدَاداً (افعال) سرخ ہونا۔ زَوىٰ مِنَ الْحَاجِبِ يَزْوِي زُوِيّاً (ض) بھوں چڑھانا۔ قَبَضَ يَقْبِضُ قَبْضاً (ض) سمیٹنا۔ شَؤُمَ يَشْؤُمُ شُؤماً (ک) منحوس ہونا۔ شَيْطَانٌ، (ج) شَيَاطِيْنُ، نافرمان، مردود۔ شَغِبَ يَشْغَبُ شَغَباً (س) فساد مچانا۔ شَقِيَ يَشْقىٰ شَقَاءً (س) بدبخت ہونا۔ شَنَارٌ، عار، بدترین عیب شررٌ، واحد، شَرَارَةٌ، آگ کی چنگاری۔ شَانَ يَشِيْنُ شَيْناً (ض) عیب لگانا۔ شوكٌ، (ج) أشواكٌ، کانٹا۔ شَكْوىٰ، (ج) شَكَاوِي، شکایت، شَحَّ يَشِحُّ شَحّاً وشُحّاً (س) بخل کرنا۔ قائمةٌ، (ج) قوائمُ، پیر، ٹانگ۔

كانَ معَنَا فِي السّفِينَةِ شيخٌ شَرِسُ الأخْلاقِ. "شيخٌ شرس الأخلاق" موصوف صفت سے مل کر "کانَ" کا اسم ہے، اور "معنا في السفينة" موجوداً سے متعلق ہوکر خبر مقدم ہے۔ ماالذي تكرهه من الشيعة؟ "ما" استفہامیہ مبتدا ہے، اور مابعد موصول صلہ سے مل کر خبر واقع ہے۔

تشریح لفظ شین کو نفرت کی وجہ قرار دینے کے بعد شرٌّ، شؤم، شیطان، شغب وغیرہ الفاظ کو بیان کرنا ہی یہاں ادبی ظرافت ہے، کیوں کہ لفظ شین سے شروع ہونے والے کئی ایک لفظ اُس نے بیان کردیے جن میں برائی اور شر کا معنی ہے۔

قَالَ رجُلٌ لِبَعْضِ وُلاةِ بَنِي الْعَبَّاسِ: أنا أجْعَلُ فِي هِشامِ بْنِ عَبْدِ الْحَكَمِ أنْ يَقُولَ فِي عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: إنَّهُ ظَالِمٌ، قَالَ لَهُ: نَشَدتُكَ اللّٰهَ أبَا مُحَمَّدٍ أمَا تَعْلَمُ؟ أنَّ عَلِياً بَارَزَ الْعَبَّاسَ عِنْدَ أبِي بَكْرٍ، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ فَمَنِ الظَّالِمُ مِنْهُما؟ فَكَرِهَ أن يَّقُولَ: الْعَبَّاسُ، فَيُوَاقِعَ سَخَطَ الْخَلِيفَةِ، أو يَقُولَ: عَلِيٌّ، فَيَنْقُضَ أصْلَهُ، قَالَ مَا مِنْهُمَا ظَالِمٌ، قَالَ: فَكَيْفَ يَتَنَازَعُ اِثْنَانِ فِي شيءٍ لَا يَكُونُ أحدُهُمَا ظَالِماً؟ قَالَ: قَدْ تَنَازَعَ الْمَلَكَانِ عِنْدَ دَاوُدَ وَمَا فِيهِمَا ظَالِمٌ، ولكِنْ لِيُنَبِّهَا دَاوُدَ عَلَى الْخَطِيئَةِ، وكَذٰلِكَ هٰذَانِ أرَادَا تَنْبِيهَ أبِي بَكْرٍ مِنْ خَطِيْئَتِهِ، فَأسْكَتَ الرَّجُلَ وأمَرَ الْخَلِيفَةُ لِهِشَام بِصِلَةٍ.

ایک شخص نے بنوعباس کے کسی حاکم سے کہا: میں ہشام بن عبدالحکم کو مجبور کردوں گا کہ وہ حضرت علی کے بارے میں کہے کہ وہ ظالم ہیں، اُس نے ہشام سے کہا: اے ابومحمد! میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تجھے معلوم ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے جھگڑا کیا تھا، ہشام نے کہا: ہاں، اُس شخص نے کہا: تو ان دونوں میں سے ظالم کون ہے؟ تو ہشام نے اس بات کو ناپسند سمجھا کہ وہ کہے: حضرت عباس (ظالم ہیں) پھر اسے خلیفہ کی ناراضگی کا سامنا کرنا پڑے، یا وہ کہے: حضرت علی (ظالم ہیں) پھر وہ اپنے اعتقاد کو توڑ دے، تو ہشام نے کہا: اُن دونوں میں سے کوئی ظالم نہیں، اُس شخص نے کہا: تو کیسے دو شخص کسی چیز کے بارے میں جھگڑ سکتے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی ظالم نہ ہو؟ تو ہشام نے کہا: دو فرشتوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس جھگڑا کیا اور ان دونوں میں کوئی بھی ظالم نہیں تھا، بل کہ (یہ محض اس لیے تھا تا کہ دونوں حضرت داؤد علیہ السلام کو آپ کی غلطی پر تنبیہ کریں، اسی طریقے سے اِن دونوں حضرات نے بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو آپ کی غلطی پر متنبہ کرنا چاہا تھا، چناں چہ ہشام نے اس شخص کو لاجواب کردیا اور خلیفہ نے ہشام کے لیے انعام کا حکم دیا۔

لغات وترکیب

وُلَاۃٌ، واحد، والٍ، حاکم۔ نَشَدَ یَنْشُدُ نَشْداً (ن) قسم دینا۔ بَارَزَ یُبَارِزُ مُبَارَزَۃً (مفاعلۃ) لڑائی کرنا، مقابلے کے لیے نکلنا۔ نَقَضَ یَنْقُضُ نَقْضاً (ن) توڑنا۔ سَخِطَ یَسْخَطُ سَخَطاً (س) غضبناک ہونا۔

فکرہ أن یقول: العبّاس، أي العبّاس ظالمٌ، "العبّاس" مبتدا ہے اور خبر محذوف ہے۔ **فَیُوَاقِعَ** کا عطف "**یقولَ**" پر ہے، "**لِیُنبِّھَا**" لام کی 'تنازعا' فعل محذوف سے متعلق ہے۔

تشریح درسِ مذکور میں ظرافت یہ ہے کہ ہشام نے دونوں کے درمیان مبارزت ثابت بھی کردیا اور کسی کو ظالم بھی نہیں قرار دیا، بل کہ دونوں کے مابین منازعت کا مقصد یہ بتلا دیا کہ غلطی پر تنبیہ کرنا تھا۔ اس سبق میں دو واقعے کی طرف اشارہ ہے۔ پہلے واقعے کا تعلق حضرت عباس وعلی رضی اللہ عنہما سے ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت علی وحضرت عباس رضی اللہ عنہما حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضورؐ کے ترکے سے وراثت کا مطالبہ کیا چچا اور دامادی رشتے کے حوالے سے، اُس وقت اُن دونوں کے درمیان کچھ بات چیت ہوئی "**إنّ علیاً بارز العبّاس**" میں اسی کی طرف اشارہ ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ حضور کے ترکے میں وراثت جاری نہ ہوگی، حضرت علی وحضرت عباس رضی اللہ عنہما کا خیال یہ تھا کہ حضرت صدیق اکبرؓ اس سلسلے میں غلطی پر ہیں، مگر حضرت ابوبکرؓ نے حضور کا ارشاد پڑھ کر سنایا "**لا نورث ما ترکنا صدقۃ**" پھر یہ معاملہ فرو ہوگیا۔

دوسرا واقعہ حضرت داؤد علیہ السلام سے متعلق ہے، یہ واقعہ تفصیلاً توریت کے صحیفۂ شمویل میں مذکور ہے، اور اس واقعے میں حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق ناشائستہ حرکت کا ارتکاب ذکر کیا گیا ہے، دراصل اسرائیلی روایات میں جا بجا ایسی مضحکہ خیز حکایات مذکور ہیں جن کو پڑھ کر حضرات انبیاء کرام جیسی مقدس ہستیوں کے متعلق نبی اور رسول ہونے کا کیا یقین ہوسکتا ہے یہ بھی باور نہیں ہوتا کہ بااخلاق بزرگ ہستیاں ہیں، انھیں روایات میں سے یہ روایت بھی ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام سے متعلق ہے، اس واقعے کی تفصیل حضرت مولانا قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی نے اپنی کتاب قصص القرآن میں بایں طور ذکر کیا ہے:

”اور شام کے وقت داؤد اپنے پلنگ پر سے اٹھ کر بادشاہی محل کی چھت پر ٹہلنے لگا، اور چھت پر سے اس نے دیکھا کہ ایک عورت نہارہی ہے وہ عورت نہایت خوبصورت تھی، تب داؤد نے لوگ بھیج کر اس عورت کا حال دریافت کیا۔ کسی نے کہا کیا وہ انعام کی بیٹی بنت سبع تو نہیں جو حتی اور یاہ کی بیوی ہے۔ داؤد نے لوگ بھیج کر اسے بلالیا، وہ اس کے پاس آئی اور اس نے اس سے خلوت کی، کیوں کہ وہ اپنی ناپاکی سے پاک ہوچکی تھی، پھر اپنے گھر کو چلی گئی، اور وہ عورت حاملہ ہوگئی، سو اس نے داؤد کے پاس خبر بھیجی کہ میں حاملہ ہوں، صبح کو داؤد نے یوآب کے لئے ایک خط لکھا (جو سپہ سالار تھا) اس نے لکھا کہ اور یاہ کو گھمسان میں سب سے آگے رکھنا اور تم اس کے پاس سے ہٹ جانا تاکہ وہ مارا جائے اور اس شہر کے لوگ نکلے اور یوآب سے لڑے اور وہاں داؤد کے خادموں میں سے تھوڑے سے لوگ کام آئے اور حتی اور یاہ بھی مارا گیا، جب اور یاہ کی بیوی نے سنا کہ اس کا شوہر اور یاہ مرگیا تو وہ اپنے شوہر کے لئے ماتم کرنے لگی، اور جب سوگ کے دن گزر گئے تو داؤد نے اسے بلوا کر اس کو اپنے محل میں رکھ لیا اور وہ اس کی بیوی بن گئی اور اس سے اس کے ایک لڑکا ہوا (یہ لڑکا سلیمان تھا) پر اس کام سے جسے داؤد نے کیا تھا خداوند ناراض ہوا“ گویا حضرت داؤد زانی بھی تھے، قاتل بھی تھے اور خدا ان سے ناراض بھی تھا۔

اب قرآن کریم میں سورہ ص پ: ۲۳ ع ۲، میں اس واقعہ کا ذکر پڑھئے:

”اور کیا تم کو ان دعویداروں کی خبر پہنچی ہے کہ جب وہ عبادت خانہ کی دیوار پھاند کر داؤد کے پاس آئے تو وہ (ان کے بے وقت اور بے طریقہ آنے سے) ڈر گئے، انھوں نے کہا ڈرو مت ہم دونوں میں ایک جھگڑا ہے کہ ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے تو (ہم اس لئے آئے ہیں کہ) آپ ہم میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیجئے۔ اور ٹالنے والی بات نہ کیجئے اور ہم کو سیدھے راستہ لگا دیجئے (جھگڑا یہ ہے کہ) یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک ہی دنبی ہے (اب) یہ کہتا ہے کہ اپنی دنبی بھی میرے حوالہ کر دے اور بات چیت میں بھی مجھے دبا لیتا ہے (کہ دوسرے بھی اس کے ہمنوا ہو جاتے ہیں) داؤد نے یہ کہا یہ جو تیری دنبی مانگ کر اپنی دنبیوں میں ملانا چاہتا ہے تو یہ تجھ پر ظلم کرتا ہے اور (یہ کوئی نئی بات نہیں) اکثر شرکاء ایک دوسرے پر زیادتی کرتے رہتے ہیں، مگر وہ لوگ جو ایمان رکھتے اور نیک عمل بھی

کرتے ہیں (وہ زیادتی نہیں کیا کرتے) اور ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں۔ اور اب داؤد کو خیال آیا کہ ہم نے ان کی آزمائش کی ہے۔ پھر انھوں نے اپنے پروردگار کے آگے استغفار کی اور سجدہ میں گر پڑے اور خدا کی طرف رجوع ہوئے تو ہم نے ان کی یہ خطا معاف کردی اور ان کے لیے ہمارے پاس مرتبہ ہے اور اچھا ٹھکانا۔

(اور ہم نے داؤد سے فرمایا) اے داؤد ہم نے تم کو ملک میں بادشاہ (بھی) بنایا ہے تو تم لوگوں میں انصاف کے ساتھ فیصلے کیا کرو اور اپنی نفس کی خواہش پر نہ چلنا کہ وہ تم کو اللہ کے راستہ سے بھٹکا دے گی۔ جو لوگ خدا کے راستہ سے بھٹکتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اس لیے کہ وہ قیامت کے دن کو بھولے رہے (کہ اس روز ان سے اس کے متعلق پرسش ہوگی)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ داؤد علیہ السلام کا ابتلاء یا امتحان کیا تھا جسے یہاں "فتنہ" سے تعبیر کیا گیا ہے اور جس کی انھوں نے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی۔

بعض مفسرین نے یہودیوں کی مذکورہ بالا خرافات کو پیش نظر رکھ کر آیات کی تفسیر کردی ہے۔

یعنی ننانوے دنبیوں سے حضرت داؤد کی بیویاں مراد لی ہیں اور ایک دنبی سے اوریاہ کی بیوی، جسے انھوں نے ایک تدبیر کرکے مرواڈالا پھر اس کی بیوی پر قبضہ کرلیا۔

مگر ذمہ دار مفسرین نے اس کو غلط قرار دیا ہے اور ایک اولوالعزم پیغمبر کے اخلاق اور کیرکٹر پر بہتان اور حملے سے تعبیر کیا ہے۔ چناں چہ حافظ عمادالدین ابن کثیر اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"اس جگہ بعض مفسروں نے ایک قصہ بیان کیا ہے جس کا اکثر حصہ اسرائیلیات سے ماخوذ ہے اور نبی معصوم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ایک حدیث بھی جس کی پیروی ضروری ہو ثابت نہیں۔ (قصص القرآن: ۳۲۷-۳۳۰)

(وَسَمِعَ) أعْرَابِيٌّ أبَا الْمَكْنُونِ النَّحْوِيَّ وَهُوَ يَقُولُ فِي دُعَاءِ الْاِسْتِسْقَاءِ: "اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَ اِلٰهَنَا وَمَوْلَانَا فَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ نَبِيِّنَا، وَمَنْ أرَادَ بِنَا سُوءً فَاحِطْ ذٰلِكَ السُّوءَ بِهٖ كَإحَاطَةِ الْقَلَائِدِ بِأعْنَاقِ الْوَلَائِدِ ثُمَّ أرْسِخْهُ عَلٰى هَامَتِهٖ كَرُسُوخِ السِّجِّيْلِ عَلٰى هَامِ أصْحَابِ الْفِيْلِ.

اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَيْثاً مُغِيْثاً مَرِيْعاً مُجَلْجِلاً مُسْحَنْفِراً سَحّاً مَسْفُوحاً طَبَقاً غَدَقاً مُنْفَجِراً نَافِعاً لِعَامَّتِنَا وَغَيْرَ ضَارٍّ لِخَاصَّتِنَا" فَقَالَ الْأعْرَابِيُّ: يَا خَلِيْفَةَ نُوحٍ! هٰذَا الطُّوفَانُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ دَعْنِي حَتّٰى آوِيَ إلٰى جَبَلٍ يَعْصِمُنِي مِنَ الْمَاءِ. (العقد الفرید ۲/ ۳۰۱)

ایک اعرابی نے ابوالمکنون نحوی کو دعائے استسقا میں یہ کہتے ہوئے سنا: اے اللہ! اے ہمارے پروردگار اور معبود اور آقا! تو رحمتِ کاملہ نازل فرما ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور جو شخص ہمارے ساتھ برائی کا ارادہ کرے تو اُس کو اسی برائی سے اس طرح گھیر لے جیسے ہار بچیوں کے گردنوں کو گھیر لیتے ہیں، پھر اسے اُس کی کھوپڑی پر اصحاب فیل کی کھوپڑیوں

پر کنکری کے جمنے کی طرح جما دے، خدایا ہمیں ایسی بارش سے سیراب فرما جو تختی سے نجات دینے والی ہو، شادابی بخشنے والی ہو، گرج کر برسنے والی ہو، زیادہ ہو، تیز اور بہنے والی ہو، عام ہو، زیادہ ہو، موسلا دھار ہو، عام لوگوں کے لیے نفع بخش ہو، خواص کے لیے نقصان دہ نہ ہو، تو اعرابی نے کہا: اے حضرت نوح کے خلیفہ! یہ طوفان عظیم، رب کعبہ کی قسم مجھے چھوڑ دیجئے تا کہ میں کسی ایسے پہاڑ کی پناہ لے لوں جو مجھے پانی سے بچالے۔

لغات وترکیب

اِسْتَسْقٰی یَسْتَسْقِي اسْتِسْقَاءً (استفعال) بارش طلب کرنا۔ أَحَاطَ یُحِیْطُ إِحَاطَةً (افعال) احاطہ کرنا۔ قَلَائِدُ، واحد، قِلَادَةٌ، ہار، مالا۔ وَلِیْدَةٌ، (ج) وَلَائِدُ، بچی۔ أَرْسَخَ یُرْسِخُ إِرْسَاخاً (افعال) راسخ کرنا۔ مضبوط کرنا، جمانا۔ هَامَةٌ، (ج) هَامَاتٌ، وَهَامٌ، ہر چیز کا سرا، کھوپڑی۔ سِجِّیْلٌ، کنکر۔ سَقٰی یَسْقِي سَقْیاً (ض) سیراب کرنا۔ غَیْثٌ، (ج) غُیُوْثٌ، بارش۔ أَغَاثَ یُغِیْثُ إِغَاثَةً (افعال) فریادرسی کرنا۔ أَمْرَعَ یُمْرِعُ إِمْرَاعاً (افعال) سرسبز ہونا، شادابی بخشنا۔ جَلْجَلَ السَّحَابُ یُجَلْجِلُ جَلْجَلَةً (فعللۃ) گرجنا۔ اسْحَنْفَرَ یَسْحَنْفِرُ اسحنفاراً (افعنلال) بکثرت ہونا۔ سَحَّ یَسُحُّ سَحاً (ن) بہت بہنا۔ سَفَحَ الْمَاءَ والمَاءُ یَسْفَحُ سَفْحاً (ف) لازم ومتعدی دونوں ہے) پانی بہانا، پانی بہنا۔ طَبَقٌ، عام بارش۔ غَدِقَ الْمَطَرُ یَغْدَقُ غَدَقاً (س) بکثرت بارش ہونا۔ اِنْفَجَرَ الْمَاءُ یَنْفَجِرُ اِنْفِجَاراً (انفعال) پانی جاری ہونا۔ نَفَعَ یَنْفَعُ نَفْعاً (ف) فائدہ پہنچانا۔ وَدَعَ یَدَعُ وَدْعاً (ف) چھوڑنا۔ أَوٰی إِلٰی مَکَان یَأوِيْ إِوَاءً (ض) کسی جگہ پناہ لینا۔ عَصَمَ یَعْصِمُ عِصْمَةً (ض) بچانا، حفاظت کرنا۔

"وَهُوَ یَقُوْلُ فِي دُعَائِه" یہ جملہ "أبا المکنون" سے حال واقع ہے۔ "ومن أراد بنا سوءً" جملہ موصول صلہ سے مل کر متضمن معنی شرط ہے اور "فاحِطْ ذلك السُّوءَ به" متضمن معنی جزا۔ "کرسوخ السّجیل" إرساخاً مفعول مطلق کی صفت ہے اور کاف جارہ "مشابهاً" سے متعلق ہے۔ "علی هام أصحاب الفیل" "رسوخ" سے متعلق ہے۔

تشریح عبارت مذکورہ میں ادبی ظرافت کا تعلق "یاخلیفة نوح! الخ" سے ہے، یعنی اسی جملے سے ظرافت سمجھ میں آرہی ہے کہ جب ابوالمکنون نے اتنی دعا کر دی تو اعرابی نے برجستہ کہا اے حضرت نوح علیہ السلام کے خلیفہ! آپ کے اس دعا سے تو اتنا طوفان آجائے گا کہ حضرت نوح کے زمانے کے طوفان سے بھی بڑھ جائے گا خدارا مجھے چھوڑ دیجئے تا کہ میں کسی پہاڑ پر چڑھ جاؤں جہاں پانی سے محفوظ رہوں۔

الإسْتِقْسَامُ بِالْأَزْلَامِ

مَعْنَی الْاِسْتِقْسَامِ بِالْأَزْلَامِ طَلَبُ مَعْرِفَةِ مَا قُسِمَ مِنَ الْخَیْرِ وَالشَّرِّ بِوَاسِطَةِ ضَرْبِ الْأَقْدَاحِ،

وَقِيلَ:مَعْنَى الْإِسْتِقْسَامِ بِالْأَزْلَامِ طَلَبُ مَعْرِفَةِ كَيْفِيَّةِ قِسْمَةِ الْجَزُورِ بِأَقْدَاحٍ، وَهِيَ عَشَرَةُ أَقْدَاحٍ: اَلْفَذُّ، ثُمَّ التَّوْأَمُ ثُمَّ الرَّقِيبُ ثُمَّ الْحِلْسُ، ثُمَّ النَّافِسُ، ثُمَّ الْمُسْبِلُ، ثُمَّ الْمُعَلّٰى، وَهٰذِهِ الْأَقْدَاحُ السَّبْعَةُ لَهَا أَنْصِبَاءُ مِنْ جَزُورٍ يَنْحَرُونَهَا وَيُقَسِّمُونَهَا عَلَى الْعَادَةِ بَيْنَهُمْ، وَالثَّلٰثَةُ الْأُخَرُ لَا نَصِيبَ لَهَا، وَهُوَ السَّفِيحُ وَالْمَنِيحُ وَالْوَغْدُ، كَانَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَجْمَعُونَ عَشَرَةَ أَنْفُسٍ وَيَشْتَرُونَ جَزُوراً وَيَجْعَلُونَ لَحْمَهُ ثَمَانِيَةً وَّ عِشْرِينَ جُزْءً وَيَجْعَلُونَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنَ الْأَزْلَامِ نَصِيباً مَعْلُوماً، لِلْفَذِّ سَهْمٌ وَلِلتَّوْأَمِ سَهْمَانِ، وَلِلرَّقِيبِ ثَلَاثَةُ أَسْهُمٍ، وَلِلْحِلْسِ أَرْبَعَةُ أَسْهُمٍ، وَلِلنَّافِسِ خَمْسَةٌ وَلِلْمُسْبِلِ سِتَّةٌ، وَلِلْمُعَلّٰى سَبْعَةٌ وَيَجْعَلُونَ الْأَزْلَامَ فِي خَرِيطَةٍ وَيَضَعُونَهَا عَلٰى يَدِ رَجُلٍ ثُمَّ يَجْعَلُ ذٰلِكَ الرَّجُلُ يُحَرِّكُهَا فَيُخْرِجُ بِاسْمِ كُلِّ رَجُلٍ قِدْحاً مِنْهَا، وَمَنْ خَرَجَ لَهُ قِدْحٌ مِنْ أَرْبَابِ الْأَنْصِبَاءِ يَجْعَلُهُ إِلَى الْفُقَرَاءِ وَلَا يَأْكُلُ مِنْهُ شَيْئاً وَيَفْتَخِرُونَ بِذٰلِكَ وَيَذُمُّونَ مَنْ لَمْ يَدْخُلْ فِيهِ وَيُسَمُّونَهُ الْبَرَمَ يَعْنِي اللَّئِيمَ.

تیروں سے قسمت آزمائی کرنا

استقسام بالازلام کا مطلب جوے کے تیروں کو مارنے کے واسطے سے تقسیم شدہ خیر وشر کی معرفت طلب کرنا ہے، اور کہا گیا ہے: استقسام بالازلام کا مطلب جوے کے تیروں کے واسطے سے اونٹوں کے حصے کی کیفیت کی معرفت طلب کرنا ہے، اور وہ دس تیر ہیں: فذ، توأم، پھر رقیب، پھر حلس، پھر نافس، پھر مسبل، پھر معلّٰی۔ اور اِن سات تیروں کے لیے اُس اونٹ سے حصے مقرر تھے جسے وہ لوگ ذبح کرتے اور حسب عادت آپس میں تقسیم کرتے تھے اور دوسرے تین تیروں کا کوئی حصہ نہ تھا اور وہ: سفیح، منیح اور وغد ہیں۔ زمانۂ جاہلیت کے لوگ دس افراد کو جمع کرتے تھے اور اونٹ خرید تے تھے اور اس کے گوشت کے اٹھائیس حصے بناتے تھے۔ اور ہر ایک تیر کے لیے ایک متعین حصہ مقرر کیے ہوئے تھے۔ فذ کے لیے ایک حصہ، توأم کے لیے دو حصے، رقیب کے لیے تین حصے، حلس کے لیے چار حصے، نافس کے لیے پانچ، مسبل کے لیے چھ اور معلّٰی کے لیے سات حصے تھے۔ وہ سب تیروں کو ایک تھیلے میں کر لیتے اور اسے کسی آدمی کے ہاتھ پر رکھ دیتے تھے، پھر وہ شخص ان تیروں کو حرکت دیتا، پھر ہر ایک شخص کے نام سے اُن میں سے ایک تیر نکالتا، اور جس شخص کے لیے حصے والوں میں سے کوئی تیر نکلتا وہ اسے فقراء کو دے دیتا اور اس میں سے کچھ نہیں کھاتا تھا، اس عمل پر وہ لوگ فخر کرتے تھے اور اس شخص کو ملامت کرتے تھے جو اس میں شریک نہ ہوتا تھا اور اسے برم یعنی بخیل کہتے تھے۔

لغات وترکیب

اِسْتَقْسَمَ يَسْتَقْسِمُ اِسْتِقْسَاماً (استفعال) قسمت طلب کرنا۔ أَزْلَامٌ، واحد، زَلَمٌ، فال نکالنے کا تیر۔ أَقْدَاحٌ، واحد،

قِدْحٌ، بے پھل اور بے پر کا تیر۔ جَزُوْرٌ، (ج) جُزُرٌ، ذبح کے لیے اونٹنی یا بکری۔ نَحَرَ یَنْحَرُ نَحْراً (ف) سینے پر مارنا، ذبح کرنا۔ نَصِیْبٌ، (ج) نُصُبٌ و أنصباء، حصہ۔ خَرِیْطَةٌ، (ج) خرائط، تھیلا۔ بَرِمَ یَبْرَمُ بَرَماً (س) تنگ دل ہونا۔ بَرَمٌ، (ج) أَبْرَامٌ، بخیل، لئیم، ج، لِئَامٌ، بدبخت، کمینہ۔

یجعلون لحمهٗ ثمانیةً و عشرین جزءً. "لحمهٗ" ثابتٌ سے مفعول اول ہے اور "ثمانیة و عشرین جزءً" ممیز تمیز سے مل کر مفعول ثانی۔ للفذ سهمٌ میں "للفذ" ثابتٌ سے متعلق ہو کر خبر مقدم اور "سَهْمٌ" مبتدا موخر ہے، یہی ترکیب مابعد کے جملوں کی بھی ہے، من خرج له قدحٌ من أرباب الأنصباء، موصول صلہ سے مل کر مبتدا، یجعله إلی الفقراء خبر۔

تشریح استقسام بالازلام کا رواج جو زمانۂ جاہلیت میں رائج تھا ایک فعل قبیح ہے جو از روئے قرآنِ کریم حرام ہے۔ ازلام ان تیروں کو کہا جاتا ہے جن پر قرعہ اندازی کر کے عرب میں جوا کھیلنے کی رسم جاری تھی، جس کی صورت یہ تھی کہ دس آدمی شرکت میں ایک اونٹ ذبح کرتے تھے پھر اس کا گوشت تقسیم کرنے کے بجائے اس کے کہ دس حصے برابر کر کے تقسیم کرتے اس میں اس طرح کا جوا کھیلتے کہ دس عدد تیروں میں سات تیروں پر کچھ مقرر حصوں کے نشانات بنا رکھتے تھے، کسی پر ایک، کسی پر دو، کسی پر تین، کسی پر چار، پانچ، چھ اور کسی پر سات۔ تین تیروں کو سادہ رکھتے تھے، اُن تیروں کو ترکش میں ڈال کر ہلاتے تھے، پھر ایک ایک شریک کے لیے ایک ایک تیر ترکش میں سے نکالتے اور جتنے حصوں کا تیر کسی کے نام پر نکل آئے وہ اُن حصوں کا مستحق سمجھا جاتا تھا، اور جس کے نام پر سادہ تیر نکل آئے وہ حصے سے محروم رہتا تھا۔ اور حصے والا شخص بھی اپنے حصوں کو خود نہیں کھاتا تھا، بل کہ فقراء کو دے دیتا تھا۔

نَصِیْحَةُ سَیِّدِنَا نُوحٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ لِابْنِهٖ وَنَتِیْجَةُ مُخَالَفَةِ أَوَامِرِ الْوَالِدَیْنِ

وَخَرَجَ عَنْ طَاعَتِهٖ وَلَدُهٗ كَنْعَانُ، فَقَالَ لَهٗ: یَا بُنَيَّ ارْكَبْ مَعَنَا وَلَا تَكُنْ مَعَ الْكَافِرِیْنَ، فَأَجَابَهٗ بِقَوْلِهٖ: سَاٰوِيْ إِلٰی جَبَلٍ یَعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَاءِ، قَالَ: لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ إِلَّا مَنْ رَحِمَ وَحَالَ بَیْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِیْنَ، ثُمَّ نَبَعَ الْمَاءُ مِنَ الْأَرْضِ وَنَزَلَ الْمَطَرُ مِنَ السَّمَاءِ حَتّٰی عَلَا الْمَاءُ فَوْقَ الْجِبَالِ وَمَكَثَ الطُّوفَانُ سِتَّةَ أَشْهُرٍ، ثُمَّ أَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰی إِلَی الْأَرْضِ وَالسَّمَاءِ بِقَوْلِهٖ "یَا أَرْضُ ابْلَعِيْ مَاءَكِ وَیٰسَمَآءُ أَقْلِعِيْ وَغِیْضَ الْمَاءُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَی الْجُوْدِيِّ" وَكَانَ هٰذَا الْإِسْتِوَاءُ عَلٰی جَبَلِ الْجُوْدِيِّ یَوْمَ عَاشُوْرَاءَ، وَبَعْدَ أَنْ جَفَّتِ الْأَرْضُ قِیْلَ: یَا نُوْحُ: اهْبِطْ بِسَلَامٍ مِنَّا وَبَرَكَاتٍ عَلَیْكَ وَعَلٰی أُمَمٍ مِمَّنْ مَعَكَ" ثُمَّ إِنَّ مَنْ كَانَ مَعَ نُوْحٍ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ،

عَاشُوا بَعْدَ ذٰلِكَ قَلِيْلاً، فَلَمْ يَبْقَ إِلَّا نُوحٌ وَأَوْلَادُهُ الثَّلٰثَةُ سَامٌ وَحَامٌ وَيَافِثُ وَنِسَاءُهُمْ، فَفَرَّقَ بَيْنَهُمْ أَبُوهُمْ نُوحٌ، حَتّٰى ذَهَبَ كُلٌّ إِلٰى نَاحِيَةٍ فَعَمَّرَهَا بِأَوْلَادِهِ حَتّٰى صَارَ الآدَمِيُّونَ كَمَا تَرَىٰ مِنْ عَهْدِ نُوحٍ إِلٰى وَقْتِنَا هٰذَا مِنْ نَسْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَلِذَا سُمِّيَ أَبَا الْبَشَرِ الثَّانِي بَعْدَ سَيِّدِنَا آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ.

حضرت نوح علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو نصیحت اور والدین کی مخالفت کا نتیجہ

حضرت نوح علیہ السلام کی فرماں برداری سے اُن کا لڑکا نکل گیا، تو آپ نے اس سے فرمایا: اے بیٹے! ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ مت رہ، تو کنعان نے اپنے قول "سآوي إلى جبل الخ" سے جواب دیا کہ میں ایک ایسے پہاڑ کی پناہ لے لوں گا جو مجھے پانی سے بچا لے گا، آپ نے فرمایا: آج اللہ کے حکم سے کوئی بچانے والا نہیں ہے مگر جس پر وہ خود ہی رحم کرے، اور ان دونوں کے درمیان موج حائل ہوگئی تو وہ ڈوبنے والوں میں سے ہوگیا۔ پھر زمین سے پانی ابلنا شروع ہوا، اور آسمان سے بارش ہوئی یہاں تک کہ پانی پہاڑوں سے اوپر چڑھ گیا، اور یہ طوفان چھ ماہ تک رہا، پھر اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمان کی جانب وحی بھیجی اپنے فرمان "يأرض ابلعي ماءكِ ويا سماء أقلعي الخ" سے، کہ اے زمین پانی نگل جا، اور اے آسمان! تھم جا، اور پانی خشک ہوگیا اور کام پورا ہوگیا، اور کشتی جودی پہاڑ پر جا لگی اور جودی پہاڑ پر کشتی کا ٹھہرنا محرم کی دسویں تاریخ میں تھا۔ اور جب زمین خشک ہوگئی تو کہا گیا: اے نوح! اترو ہماری طرف سے سلام اور برکتیں لے کر جو تم پر نازل ہوں گی اور ان جماعتوں پر جو تمہارے ساتھ ہیں، پھر وہ مومنین جو حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ تھے وہ طوفان کے تھوڑے عرصے تک زندہ رہے، چناں چہ صرف حضرت نوح اور آپ کی تین اولاد: حام، سام، یافث اور ان کی بیویاں باقی رہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ان سب کو علاحدہ کر دیا، یہاں تک کہ ہر ایک ایک علاقے میں چلا گیا، اور اُس علاقے کو اپنی اولاد سے آباد کر دیا، یہاں تک کہ آدمیوں کی تعداد جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے سے آج تک یہ سب حضرت نوح علیہ السلام کی نسل سے ہیں، اسی لیے حضرت آدم علیہ السلام کے بعد آپ کو ابوالبشر ثانی کہا گیا۔

لغات وترکیب

نصيحةٌ، (ج) نصائح، خیر خواہی، نصیحت۔ أوىٰ إلى مكان يأوي إِواءً (ض) کسی جگہ کی پناہ لینا۔ نَبَعَ الْمَاءُ يَنْبَعُ نُبُوعاً (ن) پانی نکلنا۔ عَلَا يَعْلُو عُلُوّاً (ن) بلند ہونا۔ مَكَثَ يَمْكُثُ مَكْثاً ومُكْثاً (ن) ٹھہرنا۔ بَلَعَ يَبْلَعُ بَلْعاً (ف) نگلنا، جذب کرنا۔ أَقْلَعَ عن أمر يُقْلِعُ إِقْلاعاً (افعال) کسی چیز سے باز رہنا۔ غاض الماءُ يغيضُ غيضاً

(نس) پانی کا کم ہونا۔ خشک ہونا۔ جودي، جودی پہاڑ، یہ پہاڑ آج بھی اسی نام سے قائم ہے۔ اس کا محل وقوع حضرت نوح علیہ السلام کے وطنِ اصلی عراق، موصل کے شمال میں جزیرہ ابن عمر کے قریب آرمینیہ کی سرحد پر ہے، یہ ایک کوہستانی سلسلہ ہے جس کے ایک حصے کا نام جودی ہے، اُسی کے ایک حصے کو اراراط کہا جاتا ہے، موجودہ تورات میں کشتی ٹھہرنے کا مقام کوہ اراراط کو بتلایا ہے، مگر ان دونوں روایتوں میں کوئی تضاد نہیں۔ جَفَّ يَجِفُّ جَفَافاً (ض) خشک ہونا۔ هَبَطَ يَهْبِطُ هُبُوطاً (ض) اترنا۔ أُمَمٌ، واحد، أُمَّةٌ، جماعت، گروہ۔ عَاشَ يَعِيْشُ عَيْشاً (ض) زندگی گذارنا۔

يأرضُ ابلعي، میں ''یا أرض'' ندا اور منادی ہے اور ''ابلعي'' جواب ندا ہے۔ ''بَعْدَ أن جفّت الأرض'' میں ''أن'' مصدریہ ہے، بعدَ مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر ''قيل'' کا ظرفِ مقدم ہے۔ ''عاشوا بعد ذلك قليلاً'' جملہ ''إنّ'' کی خبر ہے۔

تشریح درس مذکور میں حضرت نوح علیہ السلام کی اپنے بیٹے کنعان کے ساتھ خیر خواہی اور بیٹے کی نافرمانی کا ذکر ہے، جس کا واقعہ یہ ہے کہ طوفانِ نوح میں حضرت نوح علیہ السلام کے سب اہل وعیال کشتی میں سوار ہو گئے، مگر آپ کا ایک لڑکا جس کا نام کنعان بتلایا جاتا ہے سوار ہونے سے رہ گیا تو پدرانہ شفقت سے حضرت نوح علیہ السلام نے اُس کو پکارا کہ ہمارے ساتھ کشتی میں آجاؤ، کافروں کے ساتھ نہ رہو کہ غرق ہو جاؤ گے۔ یہ لڑکا کافروں دشمنوں کے ساتھ ساز باز رکھتا تھا اور حقیقت میں کافر تھا مگر غالباً حضرت نوح علیہ السلام کو اس کے کافر ہونے کا یقینی طور پر علم نہ تھا، اور اگر علم تھا، تو کفر سے توبہ کر کے ایمان لانے کے دعوت کے طور پر اُس کو کشتی میں سوار ہونے اور کافروں کا ساتھ چھوڑنے کی نصیحت فرمائی، مگر اُس نے اُس وقت بھی طوفان کو سرسری سمجھا اور کہنے لگا کہ آپ فکر نہ کریں، میں پہاڑ پر چڑھ کر طوفان سے بچ جاؤں گا، حضرت نوح علیہ السلام نے پھر متنبہ کیا کہ ظالم! کس خیال میں ہے؟ کہ آج کوئی اونچی عمارت یا پہاڑ کسی کو اللہ کے عذاب سے بچانے والا نہیں اور بچنے کی کوئی صورت بجز اس کے نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی اس پر رحم فرما دیں۔ باپ بیٹے کی یہ گفتگو دور سے چل رہی تھی کہ ایک موج اُس طوفان کی آئی اور بیٹے کو بہا لے گئی، تاریخی روایت میں ہے کہ طوفان نوح علیہ السلام کا پانی بڑے سے بڑے پہاڑ کی چوٹی سے پندرہ گز اور بعض روایات کے لحاظ سے چالیس گز اونچائی پر تھا۔

طوفان کے ختم ہونے اور حالات کے ہموار ہونے کا بیان اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا ہے کہ زمین کو خطاب کر کے یہ حکم دیا ''يأرضُ ابلعي ماءَكِ'' اے زمین تو اپنا پانی نگل لے، مراد یہ تھی کہ جس قدر پانی زمین سے ابلا تھا اُس کو پھر زمین اپنے اندر اتار لے، اور آسمان کو حکم دیا گیا کہ اب پانی برسانا بند کر دے، اس طرح زمین سے نکلا ہوا پانی پھر زمین میں چلا گیا، اور آسمان سے آئندہ پانی برسنا بند ہو گیا، آسمان سے برسا ہوا جتنا پانی زمین میں تھا اس کو قدرت نے دریاؤں اور نہروں کی شکل دے دی، جس سے انسان فائدہ اٹھائے۔

تفسیر طبری اور بغوی میں ہے کہ نوح علیہ السلام ۱۰/ رجب کو کشتی میں سوار ہوئے تھے، چھ مہینے تک یہ کشتی طوفان کے اوپر چلتی رہی، جب بیت اللہ شریف کے مقام پر پہنچی تو سات مرتبہ طواف کیا، اللہ تعالیٰ نے اپنے بیت کو بلند کر کے غرق سے بچالیا تھا، پھر دس محرم یوم عاشوراء میں طوفان ختم ہو کر کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہری، حضرت نوح علیہ السلام نے اُس روز شکرانے کے طور پر روزہ رکھا اور کشتی میں جتنے آدمی سوار تھے سب کو روزہ رکھنے کا حکم دیا، بعض روایتوں میں ہے کہ کشتی کے شریک سب جانوروں نے بھی اُس دن روزہ رکھا۔ (معارف القرآن. ج۴، ص:۲۲۶-۲۲۸ ملخصا)

حُسْنُ الطَّلَبِ وَذَكَاوَةُ الْمُلُوكِ

وَلَمَّا دَخَلَ أَبُوجَعْفَرِ الْمَنْصُورُ الْمَدِينَةَ، قَالَ لِلرَّبِيعِ: اِبْغِنِي رَجُلاً عَاقِلاً، عَالِماً بِالْمَدِينَةِ، لِيَقِفَنِيْ عَلىٰ دُوْرِهَا؛ فَقَدْ بَعُدَ عَهْدِي بِدِيَارِ قَوْمِي، فَالْتَمَسَ لَهُ الرَّبِيْعُ فَتىً مِنْ أَعْقَلِ النَّاسِ وَأَعْلَمِهِمْ، فَكَانَ لَا يَبْتَدِيءُ بِالْإِخْبَارِ حَتّٰى يَسْأَلَهُ الْمَنْصُورُ فَيُجِيبُهُ بِأَحْسَنِ عِبَارَةٍ وَأَجْوَدِ بَيَانٍ وَأَوْفىٰ مَعْنىً فَأَعْجَبَ الْمَنْصُورُ بِهِ، وَأَمَرَ لَهُ بِمَالٍ، فَأُخِّرَ عَنْهُ وَدَعَتْهُ الضَّرُوْرَةُ إِلىٰ اِسْتِنْجَازِهِ، فَاجْتَازَ بِبَيْتِ عَاتِكَةَ، فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! هٰذَا بَيْتُ عَاتِكَةَ الَّذِي يَقُولُ فِيهِ الْأَحْوَصُ ۔

يَا بَيْتَ عَاتِكَةَ الَّذِيْ اَتَعَزَّلُ ۔۔۔ حَذَرَ العِدىٰ وَبِهِ الفُؤَادُ مُوَكَّلُ

فَفَكَّرَ الْمَنْصُورُ فِي قَوْلِهِ، وَقَالَ: لَمْ يُخَالِفْ عَادَتَه بِابْتِدَاءِ الإِخْبَارِ دُوْنَ الاِسْتِخْبَارِ إِلَّا لِأَمْرٍ، وَأَقْبَلَ يُرَدِّدُ الْقَصِيْدَةَ يَتَصَفَّحُهَا بَيْتاً بَيْتاً، حَتّٰى انْتَهىٰ إِلىٰ قَوْلِهِ فِيهَا ۔

وَأَرَاكَ تَفْعَلُ مَا تَقُولُ وَبَعْضُهُمْ ۔۔۔ مَذِقُ اللِّسَانِ يَقُولُ مَا لَا يَفْعَلُ

فَقَالَ: يَارَبِيْعُ! هَلْ أَوْصَلْتَ إِلَى الرَّجُلِ مَا أَمَرْنَا لَهُ، فَقَالَ: أَخَّرْتُهُ عَنْهُ لِعِلَّةٍ، ذَكَرَهَا الرَّبِيْعُ، فَقَالَ: عَجِّلْهُ لَهُ مُضَاعَفاً وَهٰذَا أَلْطَفُ تَعْرِيضٍ مِنَ الرَّجُلِ وَحُسْنُ فَهْمٍ مِنَ الْمَنْصُورِ. (وفيات الأعيان ۱/۱۸۵)

حسنِ سوال اور بادشاہوں کی ذہانت

جب ابو جعفر منصور مدینے میں آیا تو ربیع سے کہا: میرے لیے ایک ایسا عقل مند شخص تلاش کرو جو مدینے کے احوال سے واقف ہو، تاکہ وہ مجھے مدینے کے گھروں سے واقف کرائے، کیوں کہ میری قوم کے گھروں سے میرا تعلق دور ہو چکا ہے، چناں چہ ربیع نے اس کے لیے لوگوں میں سے ایک جوان اور واقف کار شخص کو تلاش کیا، تو وہ کسی چیز کے متعلق خبر دینے کا آغاز نہیں کرتا تھا، تا آں کہ منصور اس سے خود دریافت کرے، پھر وہ منصور کو بہتر عبارت، عمدہ بیان اور بھرپور

معانی سے جواب دیتا، تو وہ منصور کو پسند آیا اور اس کے لیے مال کا حکم دیا، تو اس سے تاخیر ہوگئی اور ضرورت نے اسے ایفائے عہد کی درخواست پر مجبور کر دیا، پھر اس کا گذر عاتکہ کے گھر کے پاس سے ہوا تو کہا: اے امیر المؤمنین! یہ عاتکہ کا وہ گھر ہے جس کے بارے میں احوص نے کہا ہے: یا بیت عاتکہ الخ ۔

اے عاتکہ کا وہ گھر جس سے میں دشمنوں کے خوف سے کنارہ کشی اختیار کیے ہوئے ہوں حالاں کہ دل اسی وابستہ ہے۔

تو منصور نے اس شعر میں خوب غور کیا اور کہا: اس نے بغیر استفسار کے خبر کے آغاز کے ذریعے اپنی عادت کے برخلاف کسی سبب سے ہی کیا ہے، اور منصور قصیدے کو دہرانے اور اس کے ہر ہر شعر میں غور وفکر کرنے لگا، یہاں تک کہ قصیدے کے اس شعر پر پہنچ گیا "و أراك تفعل ما تقول الخ"۔

• اور میں تجھے دیکھ رہا ہوں کہ تو جو کہتا ہے وہی کرتا ہے اور بعض لوگ ملاوٹی باتیں کرنے والے ہیں جو کہتے ہیں کرتے نہیں۔

تو منصور نے کہا: اے ربیع! کیا تو نے اُس شخص تک وہ مال پہنچا دیا جس کا ہم نے اس کے لیے حکم دیا تھا، تو اس نے کہا: میں اس کو اُس سے ایک وجہ سے مؤخر کیا تھا، ربیع نے وہ وجہ بھی بیان کی تو منصور نے کہا وہ چیز بہت جلد اسے دو چند دو۔ اور یہ اُس شخص کی جانب سے لطیف اشارہ اور منصور کی جانب سے حسن ظن ہے۔

لغات وترکیب

حَسُنَ يَحْسُنُ حُسْناً (ک) خوب صورت ہونا۔ ذَكِيَ يَذْكي ذَكَاوَةً (س) تیز خاطر ہونا۔ أَبْغى يُبْغي إبغاءً (افعال) طلب میں مدد کرنا۔ وَقَفَ على أمر يَقِفُ وُقُوفاً (ض) کسی چیز پر مطلع ہونا، باخبر کرنا۔ عَقَلَ يَعْقِلُ عَقْلاً (ض) دانا ہونا، سمجھدار ہونا۔ ابتدأ الشيء يَبْتَدِئ ابتِداءً (افتعال) کسی چیز کا آغاز کرنا۔ جَادَ يَجُودُ جَوْدَةً (ن) عمدہ ہونا۔ وَفَى يَفِي وفاءً (ض) پورا کرنا۔ أُعْجِبَ بِشَيء يُعْجَبُ إعْجاباً (افعال) کوئی چیز پسند آنا۔ اِسْتَنْجَزَ يَسْتَنْجِزُ اسْتِنْجَازاً (استفعال) ایفائے عہد کی درخواست کرنا۔ تَعَزَّلَ يَتَعَزَّلُ تَعَزُّلاً (تفعل) یکسو ہونا، علاحدہ ہونا۔ عِدىً، واحد، عَدُوٌّ، دشمن۔ فؤادٌ، (ج) أفئدةٌ، دل۔ رَدَّدَ يُرَدِّدُ تَرْدِيْداً (تفعيل) دہرانا۔ بار بار پڑھنا۔ تَصَفَّحَ يَتَصَفَّحُ تَصَفُّحاً (تفعل) تأمل کرنا، غور وفکر کرنا۔ مَذَقَ يَمْذُقُ مَذْقاً (ن) خلط ملط کرنا۔ عَرَّضَ يُعَرِّضُ تَعْرِيضاً (تفعيل) تعریض کرنا، کسی پر ڈھال کے بات کہنا۔

"ليقفني على دورها" لام کی "أبغني" سے متعلق ہے۔ "فقد بَعُدَ عَهْدِي" میں "فا" تعلیلیہ ہے۔ "اتعزّل" یہ جملہ صلہ واقع ہے اور اس کے بعد "منه" محذوف ہے، "حذر العدى" مفعول لہ واقع ہے، موصول اپنے صلہ سے مل کر "بيت" کی صفت ہے جو منادیٰ واقع ہے۔ "وبه الفؤاد مؤكل" میں "به" "مؤكّلٌ" سے متعلق ہے اور "الفؤاد" مبتدا ہے۔ بيتاً بيتاً بربنائے تمیز منصوب ہے۔ وعجّلْهُ له مضاعفاً" أي أعطه مضاعفاً فعل محذوف کا مفعول ہے۔

تشریح عبارت بالا میں حسنِ طلب کا واقعہ مذکور ہے، حسنِ طلب یہ ہے کہ آدمی کسی چیز کے طلب میں ایسا عمدہ طریقہ اپنائے کہ سوال کی طرف اشارہ تو کردے مگر واضح طور پر طلب کو ظاہر نہ کرے، جیسے کہ اُس شخص نے ابوجعفر منصور کو اس کا وعدہ یاد دلا کر اُس مال کو طلب کرنا چاہا جس مال کو اُس نے دینے کا حکم دیا تھا تو اُس نے احوص کا یہ شعر پڑھا۔

یا بیت عاتکة الذي اتعزل حذر العدی وبه الفؤاد مؤکل

منصور نے جب اس کی عادت کے برخلاف یہ دیکھا کہ آج تو اُس نے بغیر طلب کے یہ خبر دیدی، ہو نہ ہو اس میں کوئی وجہ ہو چناں چہ اُس نے احوص کے اُس قصیدے کو دہرانا شروع کیا اور ہر شعر میں غور کرنے لگا اور جب مندرجہ ذیل شعر پر پہنچا:

وأراك تفعل ما تقول وبعضهم مذقُ اللّسان یقول ما لا یفعل

تو سمجھ گیا کہ مجھے وہ وعدہ پورا کرنا چاہیے جو کیا تھا، چناں چہ اُس نے فوراً ربیع سے معلومات کی کہ وہ مال اُس تک پہنچایا یا نہیں۔ اس طریقے سے اُس کا مقصد بھی حاصل ہوگیا اور سوال کی ذلت سے بھی بچ گیا۔

كَانَ أبُوجَعْفَرِ الْمَنْصُورُ أيَّامَ بَنِي أُمَيَّةَ إذَا دَخَلَ الْبَصْرَةَ دَخَلَ مُسْتَتِراً، فَكَانَ يَجْلِسُ فِي حَلْقَةِ أزْهَرِ السَّمَّانِ الْمُحَدِّثِ، فَلَمّا أفْضَتِ الخِلافَةُ إلَيْه، قَدِمَ عَلَيْهِ أزْهَرُ، فَرَحَّبَ بِهِ وَ قَرَّبَهُ، وَقَالَ لَهُ: مَا حَاجَتُكَ؟ يَاأزْهَرُ! قَالَ: دَارِيْ مَتَهَدِّمَةٌ وَعَلَيَّ أرْبَعَةُ الآفِ دِرْهَمٍ، وَأُرِيْدُ لَو أنَّ ابْنِي مُحَمَّداً بَنٰى بِعِيَالِهِ، فَوَصَلَهُ بِاثْنَي عَشَرَ ألْفاً، وَقَالَ: قَدْ قَضَيْنَا حَاجَتَكَ يَا أزْهَرُ! فَلا تَأتِنَا طَالِباً فَأخَذَهَا وَارْتَحَلَ، فَلَمَّا كَانَ بَعْدَ سَنَةٍ أتَاهُ فَلَمَّا رَاٰهُ أبُوجَعْفَرٍ، قَالَ: مَا جَاءَ بِكَ يَا أزْهَرُ! قَالَ جِئْتُكَ مُسَلِّماً، قَالَ: إنَّهُ يَقَعُ فِي خَلَدِ أمِيرِ الْمُؤمِنِيْنَ أنَّكَ جِئْتَ طَالِباً، قَالَ: مَا جِئْتُ إلّا مُسَلِّماً، قَالَ: قَدْ أمَرْنَالَكَ بِاثْنَي عَشَرَ ألفاً واذْهَبْ فَلا تَأتِنَا طَالِباً وَلا مُسَلِّماً، فَأخَذَهَا وَمَضىٰ، فَلَمَّا كَانَ بَعْدَ سَنَةٍ أتَاهُ، قَالَ: مَا حَاجَتُكَ؟ يَا أزْهَرُ! قَالَ: أتَيتُ عَائِداً، قَالَ: إنَّه يَقَعُ فِي خَلَدِي أنَّكَ جِئْتَ طَالِباً، قَالَ: مَا جِئْتُ إلّا عَائِداً قَالَ: قَدْ أمَرْنَا لَكَ بِاثْنَي عَشَرَ ألْفاً، وَاذْهَبْ فَلا تَأتِنَا طَالِباً وَلا مُسَلِّماً وَلا عَائِداً، فَأخَذَهَا، وَانْصَرَفَ، فَلَمَّا مَضَتِ السَّنَةُ أقْبَلَ، فَقَالَ لَهُ: مَا جَاءَ بِكَ؟ يَا أزْهَرُ؟ قَالَ: دُعَاءٌ كُنْتُ أسْمَعُكَ تَدْعُو بِهِ يَا أمِيرَ الْمُؤمِنِيْنَ! جِئْتُ لِأكْتُبَهُ فَضَحِكَ أبُوجَعْفَرٍ، وَقَالَ: إنَّهُ دُعَاءٌ غَيْرُ مُسْتَجَابٍ وَذٰلِكَ أنِّي قَدْ دَعَوْتُ اللّٰهَ بِهِ أن لا أرَاكَ فَلَمْ يُسْتَجَبْ لِي، وَقَدْ أمَرْنَا لَكَ بِاثْنَي عَشَرَ ألْفاً، وَتَعَالَ مَتٰى شِئْتَ فَقَدْ أعْيَتْنِي فِيكَ الْحِيْلَةُ. (العقد الفرید ۱/۳۰۸)

ابوجعفر منصور بنو امیہ کے زمانے میں جب بصرہ میں داخل ہوتا تو چھپ کر داخل ہوتا اور محدث ازہر السمان کے حلقۂ درس میں شریک ہوتا۔ تو جب خلافت کی باگ ڈور منصور کے ہاتھ میں آگئی تو ازہر سمان اس کے پاس آئے تو منصور نے

ان کا خیر مقدم کیا اور انھیں قریب کیا اور ان سے کہا: اے ازہر! کیا ضرورت ہے؟ انھوں نے کہا: میرا مکان گرا ہوا ہے اور میرے ذمے چار ہزار درہم ہیں، اور میں چاہتا ہوں کہ کاش میرا بیٹا محمد اپنے اہل وعیال کے ساتھ گھر بسا لیتا۔ تو منصور نے ان کے ساتھ بارہ ہزار کے ساتھ صلہ رحمی کی، اور کہا: اے ازہر! ہم نے آپ کی ضرورت پوری کردی لہٰذا ہمارے پاس طالب بن کر نہ آنا، اور ازہر چلے گئے، تو جب ایک سال ہوگیا تو ازہر ان کے پاس آئے، اور جب ابوجعفر نے ان کو دیکھا تو کہا: اے ازہر! کس وجہ سے آنا ہوا؟ ازہر نے کہا: سلام کرنے کے لیے آپ کے پاس آنا ہوا ہے، ابوجعفر نے کہا: امیر المؤمنین کے دل میں یہ بات آرہی ہے کہ آپ طالب بن کر ہی آئے ہیں، انھوں نے کہا: میں تو صرف سلام ہی کی غرض سے آیا ہوں، ابوجعفر نے کہا: میں نے آپ کے لیے بارہ ہزار کا حکم دے دیا ہے آپ چلے جائیں اور اب نہ تو طالب بن کر آئیں اور نہ سلام کی غرض سے، چناں چہ انھوں نے دراہم لیے اور چلے گئے، تو جب ایک سال ہوا تو پھر ان کے پاس آئے، ابوجعفر نے کہا: اے ازہر! کیا ضرورت ہے؟ فرمایا: عیادت کرنے کے لیے آیا ہوں، ابوجعفر نے کہا: میرے دل میں یہ بات آرہی ہے کہ آپ طالب بن کر آئے ہیں، فرمایا: میں تو صرف عیادت کی غرض سے آیا ہوں، ابوجعفر نے کہا: ہم نے آپ کے لیے بارہ ہزار کا حکم دے دیا ہے، آپ تشریف لے جائیں اور اب ہمارے پاس نہ طالب بن کر آئیں، نہ سلام کی غرض سے اور نہ ہی عیادت کرنے کے لیے، چناں چہ انھیں لیا اور لوٹ گئے، پھر جب سال گذر گیا تو آئے، تو ابوجعفر نے اُن سے کہا: اے ازہر! کس ضرورت کے تحت آنا ہوا؟ فرمایا: ایک دعا ہے جسے میں آپ سے سنتا تھا، جس سے اے امیر المؤمنین! آپ دعا کیا کرتے تھے، میں آیا ہوں تا کہ اسے لکھ لوں، تو ابوجعفر ہنس پڑا اور بولا: وہ غیر مقبول دعا ہے، اور یہ اس وجہ سے کہ میں نے اسی کے ذریعہ اللہ رب العزت سے دعا کی کہ میں آپ کو نہ دیکھوں تو وہ دعا میرے حق میں مقبول نہ ہوئی، ہم نے آپ کے لیے بارہ ہزار کا حکم دے دیا ہے اور آپ جب چاہیں آئیں، کیوں کہ آپ کے بارے میں تدبیر نے مجھے عاجز کر دیا۔ (آپ کے بارے میں میری ساری تدبیر رائیگاں ہوگئی)

لغات وترکیب

استتر يَسْتَتِرُ اِستتاراً (افتعال) چھپنا۔ سمّانٌ، روغن فروش۔ أفضىٰ إلى مكانٍ يُفْضِي إفضاءً (افعال) کسی جگہ پہنچنا۔ رحّب باحدٍ يرحّب تَرْحيباً (تفعیل) کسی کا خیر مقدم کرنا، مرحبا کہنا۔ بَنَىٰ على أهله وبها يبني بناءً (ض) پہلی رات میں بیوی کے پاس جانا۔ سَلَّمَ يُسَلِّمُ سَلاماً (تفعیل) سلام کرنا۔ خَلَدٌ، دل۔ عَادَ يَعُودُ عِيادَةً (ن) عیادت کرنا، مزاج پرسی کرنا۔ دُعَاءٌ، (ج) أدعِيَةٌ، دعا۔ استجاب الدعاء يَسْتَجِيبُ استجابةً (استفعال) دعا قبول کرنا۔ أعيىٰ يُعْيِي إعْياءً (افعال) تھکا دینا۔ حِيلَةٌ، (ج) حِيَلٌ، تدبیر۔

"مستتراً" دَخَلَ کی ضمیر سے حال واقع ہے، "طالِباً" تاتَ کی ضمیر سے حال واقع ہے۔ "أنَكَ جئتَ طالباً" أنّ

اپنے اسم وخبر سے مل کر بتاویل مفرد ہوکر "یقع" کا فاعل واقع ہے۔ ما جاء بك أي أيُّ شيءٍ جاءَ بِكَ.

تشریح مندرجہ بالا عبارت میں ابوجعفر منصور کی ذکاوت اور استاذ از ہر سمّان کے حسنِ طلب کا واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ محدّث از ہر سمّان منع کرنے کے باوجود بار بار ابوجعفر منصور کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے مگر پہلی مرتبہ کے علاوہ ہر مرتبہ انھوں نے واضح طور پر کسی چیز کا سوال نہیں کیا، مگر منصور اپنی دانائی اور فراست سے بھانپ لیتا کہ آنے کا مقصد کیا ہے، اس لیے اگر چہ از ہر سمّان آنے کی علت کچھ اور بتاتے مگر منصور انھیں نواز تا رہا۔

مَحَبَّةُ الْعِلْمِ

كَانَ ابْنُ الْأَثِيْرِ مَجْدُ الدِّيْنِ أَبُو السَّعَادَاتِ صَاحِبُ جَامِعِ الْأُصُولِ وَالنِّهَايَةِ فِي غَرِيْبِ الْحَدِيْثِ، مِنْ أَكَابِرِ الرُّؤَسَاءِ مَحْظِيّاً عِنْدَ الْمُلُوكِ وَتَوَلّٰى لَهُمُ الْمَنَاصِبَ الْجَلِيْلَةَ، فَعَرَضَ لَهُ مَرَضٌ كَفَّ يَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ فَانْقَطَعَ فِي مَنْزِلِهِ، وَتَرَكَ الْمَنَاصِبَ وَالْاِخْتِلَاطَ بِالنَّاسِ، وَكَانَ الرُّؤَسَاءُ يَغْشَوْنَهُ فِيْ مَنْزِلِهِ فَحَضَرَ إِلَيْهِ بَعْضُ الْأَطِبَّاءِ، وَالْتَزَمَ بِعِلَاجِهِ، فَلَمَّا طَبَّبَهُ، وَقَارَبَ الْبُرْءَ وَأَشْرَفَ عَلَى الصِّحَّةِ دَفَعَ لِلطَّبِيْبِ شَيْئاً مِنَ الذَّهَبِ، وَقَالَ: اِمْضِ لِسَبِيْلِكَ، فَلَامَهُ أَصْحَابُهُ عَلٰى ذٰلِكَ وَقَالُوا: هَلَّا أَبْقَيْتَهُ إِلٰى حُصُولِ الشِّفَاءِ، فَقَالَ لَهُمْ: إِنَّنِي مَتٰى عُوْفِيْتُ طُلِبْتُ الْمَنَاصِبَ وَأُدْخِلْتُ فِيْهَا، وَكُلِّفْتُ قَبُولَهَا، وَأَمَّا مَا دُمْتُ عَلٰى هٰذِهِ الْحَالَةِ فَإِنِّي لَا أَصْلُحُ لِذٰلِكَ، فَأَصْرِفُ أَوْقَاتِيْ فِيْ تَكْمِيْلِ نَفْسِيْ، وَمُطَالَعَةِ كُتُبِ الْعِلْمِ وَلَا أَدْخُلُ مَعَهُمْ فِيْمَا يُغْضِبُ اللّٰهَ وَيُرْضِيْهِمْ، وَالرِّزْقُ لَا بُدَّ مِنْهُ فَاخْتَارَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عُطْلَةَ جِسْمِهِ لِيَحْصُلَ لَهُ بِذٰلِكَ الْإِقَامَةُ عَلَى الْعُطْلَةِ مِنَ الْمَنَاصِبِ، وَفِيْ تِلْكَ الْمُدَّةِ أَلَّفَ كِتَابَ جَامِعِ الْأُصُولِ وَالنِّهَايَةِ وَغَيْرَهُمَا مِنَ الْكُتُبِ الْمُفِيْدَةِ.

علم سے لگاؤ

ابن الاثیر مجد الدین ابوالسعادات جامع الاصول والنھایۃ کے مصنف جو غریب حدیث میں ہے بڑے متمول لوگوں میں سے تھے، بادشاہوں کے نزدیک آپ کی بڑی حیثیت تھی اور انھیں کی وجہ سے اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوئے، پھر آپ کو ایسی بیماری لاحق ہوگئی جس نے آپ کے ہاتھ اور پاؤں کو (عمل سے) روک دیا، چناں چہ آپ اپنے گھر میں عزلت گزیں ہوگئے، تمام عہدوں اور لوگوں سے ملنا جلنا چھوڑ دیا، پھر بھی رؤسا ان کے گھر جاتے رہتے تھے، تو ایک طبیب ان کے پاس آئے اور پابندی سے ان کا علاج شروع کیا، تو جب اُس نے آپ کا علاج کیا اور آپ شفایابی کے قریب ہوگئے اور صحت

بحال ہونے لگی تو طبیب کو کچھ سونا دیا اور کہا: آپ اپنا راستہ لیجیے، تو آپ کے احباب نے آپ کو ملامت کی اور کہا: آپ نے اس کو صحت یابی کے حصول تک کیوں نہیں رہنے دیا، تو آپ نے اُن سے کہا: جب میں صحت یاب ہو جاؤں گا تو مناصب کے لیے طلب کیا جاؤں گا اور مجھے اُن مناصب میں شامل کیا جائے گا اور انھیں قبول کرنے کا مکلّف بنایا جائے گا اور جب تک میں اِس حالت پر رہوں گا تو میں اس کی اہلیت نہیں رکھوں گا، اس لیے میں اپنے اوقات اپنے نفس کی تکمیل اور کتابوں کے مطالعے میں صرف کروں گا اور میں ان کے ساتھ ان چیزوں میں شریک نہیں ہوں گا جو اللہ کی ناراضگی اور ان کی رضا مندی کا سبب بنے اور روزی کا ملنا تو ضروری ہی ہے، چناں چہ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے جسم کی بے کاری کو ترجیح دی، تا کہ اس کے ذریعے انھیں عہدوں سے برطرف رہنے پر یکسوئی حاصل ہو اور اِس مدت میں انھوں نے ''جامع الاصول'' اور ''النھایۃ'' اور ان دونوں کے علاوہ دیگر مفید کتابیں تصنیف کیں۔

لغات وترکیب

حَظِيَ يَحْظىٰ حِظْوَةً (س) رتبے والا ہونا، نصیبے والا ہونا۔ عَرَضَ لِاَحَدٍ شيءٌ يَعْرِضُ عَرْضاً (ض) کسی کو کوئی چیز پیش آنا۔ غَشَا يَغْشُو غَشْواً (ن) کسی کے پاس آنا۔ التزم بشيءٍ يَلْتَزِمُ اِلْتِزاماً (افتعال) کسی چیز کو لازم پکڑنا۔ طَبَّبَ يُطَبِّبُ تَطْبِيباً (تفعیل) علاج کرنا۔ بَرِئَ من الْمَرَضِ يَبْرَأُ بُرْئاً (س) تندرست ہونا، بیماری سے شفا پانا۔ أشْرَفَ علىٰ أمرٍ يُشْرِفُ إشْرافاً (افعال) کسی چیز کے قریب ہونا۔ هَلَّا کلمۂ تخصیص وتندیم ہے، اگر ماضی پر داخل ہو تو ترک فعل پر تنبیہ کے لیے آتا ہے اور اگر مضارع پر داخل ہو تو ترغیب کے لیے آتا ہے، جیسے "هلّا أكلتَ" تم نے کیوں نہیں کھایا۔ اور "هلّا تأكُلُ" تم کھاتے کیوں نہیں۔ یعنی تمھیں کھانا چاہیے۔ عُطْلَةٌ، بے کاری۔ عَطِلَ يَعْطَلُ عَطَلاً (س) خالی ہونا۔

"مِنْ أكابر الرّؤساء" كائناً کے متعلق ہو کر خبر ہے۔ "محظياً عند الملوك" خبرِ ثانی ہے۔ "أمّا ما دمتُ علىٰ هٰذه الحالة" شرط ہے اور "فانّي لا أصلح لذلك" جزا ہے۔

تشریح ابن الاثیر مجد الدین رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بڑے مصنفین میں ہوتا ہے، علم سے آپ کو از حد لگاؤ تھا جیسا کہ درسِ مذکور سے ظاہر ہوا کہ آپ نے اپنے آپ کو مکمل صحت یاب محض اِس وجہ سے نہ ہونے دیا کہ آپ کو مجبوراً عہدے قبول کرنے پڑیں گے اور اس کی وجہ سے اصلاحِ نفس اور کتابوں کے مطالعے کا موقع نہیں ملے گا، اِس کا فائدہ یہ ہوا کہ آپ عہدوں سے الگ تھلگ رہے اور اس دوران کئی گراں قدر کتابیں تصنیف کیں۔

خَوْفُ العَبْدِ قَدْرَ التقرُّبِ

يُقَالُ: إنَّ أبَا أيُّوبَ الْمرزَبَانِيَّ وَزِيرَ الْمَنْصُورِ كَانَ إذَا دَعَاهُ الْمَنْصُورُ يَصْفَرُّ وَيُرْعَدُ، فَإذَا

خَرَجَ مِنْ عِنْدِهِ يَرْجِعُ إِلَيْهِ لَوْنُهُ، فَقِيْلَ لَهُ: إِنَّا نَرَاكَ مَعَ كَثْرَةِ دُخُوْلِكَ عَلٰى أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَأُنْسِهِ بِكَ تَتَغَيَّرُ إِذَا دَخَلْتَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: مَثَلِي وَمَثَلُكُمْ مَثَلُ بَازِيٍّ وَدِيْكٍ تَنَاظَرَا، فَقَالَ الْبَازِيُّ لِلدِّيْكِ: مَا أَعْرِفُ أَقَلَّ وَفَاءً مِنْكَ لِأَصْحَابِكَ، قَالَ: وَكَيْفَ؟ قَالَ: تُوْخَذُ بَيْضَةً وَتَحْضُنُكَ أَهْلُكَ؛ وَ تُخْرَجُ عَلٰى أَيْدِيْهِمْ، فَيُطْعِمُوْنَكَ بِأَيْدِيْهِمْ حَتّٰى إِذَا كَبِرْتَ سِرْتَ لَا يَدْنُوْ مِنْكَ إِلَّا طِرْتَ مِنْ هُنَا إِلٰى هُنَا، وَصِحْتَ، وَإِذَا عَلَوْتَ عَلٰى حَائِطِ دَارٍ كُنْتَ فِيْهَا سِنِيْنَ طِرْتَ مِنْهَا إِلٰى غَيْرِهَا. وَأَمَّا أَنَا: فَأُوْخَذُ مِنَ الْجِبَالِ وَقَدْ كَبِرَ سِنِّيْ: فَتُخَاطُ عَيْنِيْ، وَأُطْعَمُ الشَّيْءَ الْيَسِيْرَ وَأُسَاهَرُ فَأُمْنَعُ مِنَ النَّوْمِ وَأُنْسَى الْيَوْمَ وَالْيَوْمَيْنِ، ثُمَّ أُطْلَقُ عَلَى الصَّيْدِ وَحْدِيْ، فَأَطِيْرُ لَهُ وَآخُذُهُ وَ أَجِيْءُ بِهِ إِلٰى صَاحِبِيْ، فَقَالَ لَهُ الدِّيْكُ: ذَهَبَتْ عَنْكَ الْحُجَّةُ، أَمَا لَوْ رَأَيْتَ بَازِيَّيْنِ فِيْ سَفُّوْدٍ عَلَى النَّارِ مَا عُدْتَ لَهُمْ، وَأَنَا فِيْ كُلِّ وَقْتٍ أَرَى السَّفَا فِيْدَ مَمْلُوْءَةً دُيُوْكاً.

فَلَا تَكُنْ حَلِيْماً عِنْدَ غَضَبِ غَيْرِكَ، وَأَنْتُمْ لَوْ عَرَفْتُمْ مِنَ الْمَنْصُوْرِ مَا أَعْرِفُهُ لَكُنْتُمْ أَسْوَأَ حَالاً مِنِّيْ عِنْدَ طَلَبِهِ لَكُمْ. (كتاب الأذكياء ۱۵۷)

تقرّب کے بقدر بندے کا خوف ہوتا ہے

بیان کیا جاتا ہے کہ منصور کا وزیر ابوایوب مرزبانی کو جب منصور بلاتا تھا تو وہ زرد ہو جاتا اور اس پر کپکپی طاری ہو جاتی تھی اور جب اس کے پاس سے نکل آتا تو اس کا رنگ حسبِ سابق ہو جاتا، تو اس سے کہا گیا: ہم تمہیں دیکھتے ہیں کہ امیر المؤمنین کے پاس تمہارے کثرت سے آمد و رفت رکھنے اور اُن کے تمہارے ساتھ انسیت رکھنے کے باوجود تمھارا رنگ بدل جاتا ہے جب تم ان کے پاس جاتے ہو، تو اُس نے کہا: میری اور آپ کی مثال اُس باز اور مرغ کی سی ہے جن کا باہم مناظرہ ہوا، تو باز نے مرغ سے کہا: میں تم سے زیادہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ بے وفائی کرنے والا کسی کو نہیں جانتا، مرغ نے کہا: اور یہ کیسے؟ باز نے کہا: تو انڈے کی شکل میں لیا جاتا ہے اور تیرے گھر والے تیری پرورش کرتے ہیں اور تو انھیں کے ہاتھوں پر نکالا جاتا ہے، پھر وہ تجھے اپنے ہاتھوں سے کھلاتے ہیں، یہاں تک کہ جب تو بڑا ہو جاتا ہے تو بھاگنے لگتا ہے، وہ تیرے قریب بھی نہیں ہوتے مگر یہ کہ تو یہاں وہاں دوڑنے لگتا ہے اور چیخنے لگتا ہے، اور جب تو اُس مکان کی دیوار پر چڑھ جاتا ہے جس میں تو سالہا سال سے تھا تو وہاں سے دوسرے گھر پر اڑ کر چلا جاتا ہے۔ اور جہاں تک میرا تعلق ہے تو میں پہاڑوں سے پکڑا جاتا ہوں جب کہ میری عمر زیادہ ہو چکی ہوتی ہے، پھر میری آنکھوں کو سل دیا جاتا ہے، مجھے معمولی چیز کھلایا جاتا

ہے، میں بیدار رکھا جاتا ہوں اور سونے سے روک دیا جاتا ہوں، مجھے ایک دو روز تک بھلا دیا جاتا ہے، پھر مجھے شکار پر تنہا چھوڑ دیا جاتا ہے، چناں چہ میں اس شکار کے لیے اڑ جاتا ہوں، اُسے پکڑتا ہوں اور اسے لے کر اپنے مالک کے پاس آتا ہوں، مرغ نے اُس سے کہا: تیری دلیل تام ہوگئ۔ اگر تو بازوں کو سیخ میں آگ پر دیکھتا تو تو ان کے پاس لوٹ کر نہ جاتا، میں تو ہر وقت سیخوں کو مرغ ہی سے بھرا ہوا دیکھتا ہوں۔

اس لیے تو دوسرے کے ناراضگی کے وقت سنجیدہ مت ہو۔ اور اگر تم منصور کی وہ حالت جان لو جو میں جانتا ہوں تو اس کے تمہیں بلانے کے وقت تمھاری حالت مجھ سے بدتر ہوتی۔

لغات وترکیب

تقرّبَ يَتقرَّبُ تَقرُّباً (تفعل) قریب ہونا۔ أرعَدَ يُرعَدُ إرْعاداً (افعال) کپکپا دینا۔ لرزا دینا۔ أنِسَ باحَدٍ يَأنَسُ أنسِيَةٍ (س) کسی سے مانوس ہونا۔ سکونِ قلب پانا۔ بازيٌّ، (ج) ابوازاً وبنزانٌ۔ باز۔ دِيْكٌ، (ج) دُيُوكٌ، مرغ۔ كَبِرَ يَكْبَرُ كِبْراً (س) عمر رسیدہ ہونا۔ دَنَا يَدْنُو دُنُوّاً (ن) قریب ہونا۔ صَاحَ يَصِيْحُ صَيْحَةً (ض) چیخنا، چلانا۔ حَائطٌ، (ج) حِيْطَانٌ، دیوار۔ خَاطَ يَخِيطُ خَيْطاً (ض) سینا۔ سَاهَرَ يُسَاهِرُ مُسَاهَرَةً (مُفاعلة) بیدار رکھنا۔ سَفُّودٌ، (ج) سَفَافِيْدُ، گوشت بھوننے کی سیخ۔ مَلَا يَمْلأُ مَلأً (ف) بھرنا۔

"تُوخَذُ بَيْضَةً" میں "بَيْضَةً" تمیز کی بنا پر منصوب ہے۔ "وَقَدْ كَبِرَ سِنِّي" "أوخذ" کی ضمیر سے حال واقع ہے۔ "وحدي" متوحّداً کے معنی میں ہوکر "اطلق" کی ضمیر سے حال واقع ہے۔ أسوأ حالاً میں "حالاً" تمیز ہے۔

تشریح انسان کو جتنا بڑوں سے تقرب حاصل ہوتا ہے اُتنا ہی اس کے دل میں بڑوں کا خوف بھی رہتا ہے، اِس وجہ سے کہ ڈانٹ پھٹکار اسی پر زیادہ پڑتی ہے۔ مقرب شخص کی معمولی غلطی بھی بڑی مانی جاتی ہے، اور اسی اعتبار سے اس کو تنبیہ بھی کی جاتی ہے، رہا دور رہنے والا شخص تو چوں کہ اس کی اتنی تنبیہ نہیں ہوتی، اس لیے اُس کے دل میں اتنا خوف بھی پیدا نہیں ہوتا۔ معلوم ہوا کہ جو چاہے کہ بڑوں کا مقرب بنے وہ پہلے اپنے آپ کو اُن کے سخت سست کلمات بھی سننے کے لیے تیار کرلے، بغیر اس کے کسی بڑے کا تقرب حاصل نہیں ہوسکتا۔

اَلإبْهَامُ

هُوَ (بِالْمُوَحَّدَةِ التَّحْتِيَّةِ) أنْ يَقُولَ الْمُتَكَلِّمُ كَلاماً مُبْهَماً يَحْتَمِلُ مَعْنَيَيْنِ مُتَضَادَّيْنِ لا يَتَمَيَّزُ أحَدُهُمَا عَنِ الآخَرِ، وَلَا يَاتِي فِي كَلَامِهِ مَا يَحْصُلُ بِهِ التَّمْيِيزُ، مِثَالُهُ مَا حُكِيَ عَنْ بَعْضِ الشُّعَرَاءِ هَنَّأ الْحَسَنَ بْنَ سَهْلٍ بِاتِّصَالِ بِنْتِهِ بُوْرَانَ بِالْمَامُونِ مَعَ مَنْ هَنَّاهُ فَأَثَابَ النَّاسَ كُلَّهُم، وَحَرَّمَهُ

فَكَتَبَ إِلَيْهِ إِنْ أَنْتَ تَمَادَيْتَ عَلٰى حِرْمَانِي عَمِلْتُ فِيْكَ شَيْئاً لَا يَعْلَمُ بِهِ أَحَدٌ مَدَحْتُكَ أَمْ هَجَوْتُكَ فَاسْتَحْضَرَهُ وَسَأَلَهُ عَنْ قَوْلِهِ، فَاعْتَرَفَ فَقَالَ: لَا أُعْطِيْكَ أَوْ تَفْعَلَ فَقَالَ: ؎

بَارَكَ اللّٰهُ لِلْحَسَنِ وَلِبُوْرَانَ فِي الْخَتَنْ
يَا إِمَامَ الْهُدٰى ظَفِرْ تَ وَلٰكِنْ بِبِنْتِ مَنْ؟

فَلَمْ يَعْلَمْ مَا أَرَادَ بِقَوْلِهِ "بِبِنْتِ مَنْ" فِي الرِّفْعَةِ أَوْفِي الْحَقَارَةِ، فَاسْتَحْسَنَ الْحَسَنُ مِنْهُ ذٰلِكَ وَنَاشَدَهُ، أَسَمِعْتَ هٰذَا الْمَعْنٰى أَمْ اِبْتَكَرْتَه؟ فَقَالَ: لَا، وَاللّٰهِ! اِنَّمَا نَقَلْتُهُ مِنْ شِعْرِ شَاعِرٍ مَطْبُوعٍ كَانَ كَثِيْرَ الْعَبَثِ بِهٰذَا النَّوْعِ، وَاتَّفَقَ أَنَّهُ فَصَّلَ قَبَاءً عِنْدَ خَيَّاطٍ أَعْوَرَ اسْمُهُ زَيْدٌ، فَقَالَ لَهُ الْخَيَّاطُ عَلٰى طَرِيْقِ الْعَبَثِ بِهِ: سَاٰتِيْكَ بِهِ لَا تَدْرِي أَقَبَاءٌ هُوَ أَمْ دِرَاجٌ؟ فَقَالَ لَهُ: لَئِنْ فَعَلْتَ لَأَنْظِمَنَّ فِيْكَ بَيْتاً لَا يَعْلَمُ أَحَدٌ مِمَّنْ سَمِعَهُ أَ دَعَوْتُ لَكَ أَمْ دَعَوْتُ عَلَيْكَ؟ فَفَعَلَ الْخَيَّاطُ، فَقَالَ: ؎

خَاطَ لِي زَيْدٌ قَبَاءً لَيْتَ عَيْنَيْهِ سَوَاءٌ.

ابہام

وہ (موحدہ تحتانیہ کے ساتھ ہے) یہ ہے کہ متکلم ایسی مبہم بات کہے جو دو متضاد معانی کا احتمال رکھے کہ ان دونوں میں سے ایک دوسرے سے ممتاز نہ ہو اور اس کے کلام میں کوئی ایسی چیز نہ آئے جس سے امتیاز حاصل ہو، اس کی مثال وہ واقعہ ہے جو کسی شاعر سے منقول ہے۔ جس نے حسن بن سہل کو مبارک باد پیش کی اُس کی لڑکی بوران کے مامون کے ساتھ نسبت کے موقعے پر اُن لوگوں کے ہمراہ جنھوں نے اُس کو مبارک باد پیش کی، تو حسن نے تمام لوگوں کو بدلہ دیا اور اسے محروم کر دیا، تو شاعر نے اس کے پاس لکھا کہ اگر تو مجھے برابر محروم رکھے گا تو میں تیرے سلسلے میں ایک ایسی چیز تیار کروں گا جسے کوئی نہ سمجھ سکے گا کہ میں نے تعریف کی ہے یا تیری ہجو کی ہے، تو حسن نے اُس شاعر کو بلوایا اور اُس سے اُس شعر کے متعلق دریافت کیا: تو اُس نے اعتراف کیا، تو حسن ابن سہل نے کہا: میں تجھے کچھ نہ دوں گا یہاں تک کہ تو وہ چیز کر ہی دے۔ تو اس نے کہا: ؎

اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے حسن اور بوران کے حق میں رشتۂ ازدواج میں۔
اے ہدایت کے امام! آپ تو بامراد ہو گئے، لیکن کس کی بیٹی کے ساتھ۔

تو وہ نہیں جان سکا جو اُس نے ارادہ کیا اپنے قول "ببنتِ من؟" کے ذریعے تعظیم یا تحقیر میں۔ تو حسن کو اُس کا یہ شعر پسند آیا اور اس سے معلوم کیا، کیا تو نے یہ معنی سنا ہے یا ایجاد کیا ہے؟ تو اس نے کہا: نہیں، بخدا! میں نے اسے ایک باکمال شاعر کے شعر سے نقل کیا ہے جو اِس قسم کا بہت مذاق کرتا تھا، چناں چہ اتفاق ایسا ہوا کہ اُس نے ایک کانے درزی کے پاس

جس کا نام زید تھا ایک قبا کٹایا، تو درزی نے اُس سے بطور مذاق کہا: میں تجھے وہ دوں گا کہ تو جان نہیں سکتا کہ وہ قبا ہے یا دراج، تو شاعر نے اُس سے کہا: اگر تو نے ایسا کیا تو میں ضرور بالضرور تیرے بارے میں ایسا شعر کہوں گا کہ سننے والوں میں کوئی بھی جان نہیں سکتا کہ میں نے تجھے دعا دی ہے یا بددعا دی ہے، تو درزی نے ایسے ہی کیا، تو شاعر نے کہا:۔

میرے لیے زید نے قبا سلی ہے کاش اس کی دونوں آنکھیں برابر ہوتیں۔

لغات وترکیب

أَبْهَمَ الْأَمْرُ يُبْهِمُ إِبْهَاماً (افعال) مشکوک ہونا۔ یہاں فن بدیع کی ایک اصطلاح مراد ہے جس کا شمار محسنات معنویہ میں ہوتا ہے۔ **هَنَّأَ احداً بشيءٍ يُهَنِّئُ تَهْنِئَةً** (تفعیل) کسی کو کسی چیز کی مبارک باد دینا۔ **أَثَابَ يُثِيْبُ إِثَابَةً** (افعال) اجر دینا، بدلہ دینا۔ **ظَفِرَ يَظْفَرُ ظَفَراً** (س) کامیاب ہونا۔ **ابْتَكَرَ يَبْتَكِرُ اِبْتِكَاراً** (افتعال) ایجاد کرنا۔ **مَطْبُوْعٌ**، باصلاحیت، باکمال۔ **عَبِثَ يَعْبَثُ عَبَثاً** (س) کھلواڑ کرنا۔ **خَاطَ يَخِيْطُ خِيَاطَةً** (ض) سلائی کرنا۔ **عَوِرَ يَعْوَرُ عَوَراً** (س) یک چشم ہونا۔ **قَبَاءٌ**، (ج) **أَقْبِيَةٌ**، قبا۔ **دِرَاجٌ**، ایک قسم کا لباس جو قبا کے طرز پر ہوتا ہے۔

"يَحْتَمِلُ مَعْنَيَيْنِ" كَلَاماً کی صفت ثانی ہے۔ مَا يَحْصُلُ به التمييزُ، موصول صلہ سے مل کر "لا يَأْتِي" کا فاعل ہے۔ "لٰكِن ببنتِ من" میں "ببنتِ من" ظفرتَ سے متعلق ہے۔ "كانَ كَثِيْرَ الْعَبَثِ بِهٰذَا النَّوْعِ" یہ پورا جملہ "شاعر" کی صفت ثانی ہے۔ اور "بِهٰذا النوع" "عَبَثٌ" سے متعلق ہے۔

تشریح اصطلاحِ بلاغت میں "ابہام" محسنات معنویہ کی ایک قسم ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ متکلم ایسا کلام پیش کرے جس میں دو متضاد وجہوں کا احتمال ہو، اور اس کلام میں کوئی ایسی چیز بھی نہ ہو جس سے دونوں وجہوں کے درمیان امتیاز ہو سکے۔ جیسے محمد بن حزم کے مندرجہ ذیل اشعار:۔

بارك الله للحسن ولبوران في الختن
يا إمام الهدىٰ ظفر تَ ولكن ببنتِ من؟

حسن سے مراد "حسن بن سہل" ہے جو مشہور عباسی خاندان کے بادشاہ مامون کا وزیر تھا، اُس کی لڑکی کا نام "بوران" تھا جس سے خلیفہ مامون نے شادی کی، اُسی موقع پر محمد بن حزم نے یہ اشعار کہے تھے۔

شعر مذکور میں "ببنتِ من" سے دو متضاد معانی سمجھ میں آ رہے ہیں، ایک یہ کہ عظمت کو بیان کر کے تعریف مقصود ہو، یعنی آپ بڑے خوش قسمت ہیں کہ حسن بن سہل جیسے شخص کی بیٹی آپ کے نکاح میں آئی جس سے آپ کی قسمت کا ستارہ طلوع ہو گیا اور آپ بامراد ہو گئے۔ دوسرے یہ کہ مذمت مقصود ہو، یعنی یہ کہ حسن بن سہل جیسے شخص کی بیٹی کے لیے آپ ہی رہ گئے تھے آپ تو بادشاہ ہیں آپ کا رشتہ تو کسی عالی نسب خاندان میں ہونا چاہیے تھا۔ اسی طریقے سے "ابہام" کا معنی

"لیتَ عینیه سواء" میں بھی ہے۔ کہ یہ دعا بھی ہوسکتا ہے اور بددعا بھی۔ دعا اِس طریقے سے کہ اس کی دونوں آنکھیں ٹھیک ہوجاتیں، اور بددعا اِس طریقے سے کہ دوسری آنکھ بھی خراب ہوجاتی اور بالکل نظر نہ آتا۔

إنَّ العَصَا قُرِعَتْ لِذِي الحِلْمِ

قَالَ ابْنُ الْكَلْبِي: لَمَّا فَتَحَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ قَيْسَارِيَّةَ سَارَ حتّٰى نَزَلَ غَزَّةَ، فَبَعَثَ إِلَيْهِ عِلَجُهَا أَنِ ابْعَثْ إِلَيَّ رَجُلاً مِنْ أَصْحَابِكَ أُكَلِّمُهُ، فَفَكَّرَ عَمْرٌو، وَقَالَ: مَالِهٰذا أَحَدٌ غَيْرِي قَالَ: فَخَرَجَ حَتّٰى دَخَلَ عَلَى الْعِلَجِ، فَكَلَّمَهُ، فَسَمِعَ كَلاماً مَا لَمْ يَسْمَعْ قَطُّ مِثْلَهُ، فَقَالَ الْعِلَجُ: حَدِّثْنِي هَلْ فِي أَصْحَابِكَ أَحَدٌ مِثْلُكَ؟ قَالَ: لَا تَسْأَلْ عَنْ هٰذا، إِنِّي هَيِّنٌ عَلَيْهِمْ، إِذْ بَعَثُوا بِي إِلَيْكَ، وَعَرَّضُونِي لِمَا عَرَّضُونِي، وَلَا يَدْرُوْنَ مَا تَصْنَعُ بِيْ، قَالَ: فَأَمَرَ لَهُ بِجَائِزَةٍ وَكِسْوَةٍ وَبَعَثَ إِلَى الْبَوَّابِ، إِذَا مَرَّ بِكَ فَاضْرِبْ عُنُقَه وَخُذْ مَا مَعَهُ، فَخَرَجَ مِنْ عِنْدِهِ فَمَرَّ بِرَجُلٍ مِنْ نَصَارىٰ غَسَّانَ فَعَرَفَه، فَقَالَ: يَا عَمْرُو! قَدْ أَحْسَنْتَ الدُّخُولَ فَأَحْسِنِ الْخُرُوْجَ، فَفَطِنَ لِمَا أَرَادَه، فَرَجَعَ، فَقَالَ الْمَلِكُ: مَا رَدَّكَ إِلَيْنَا؟ قَالَ: نَظَرْتُ فِيمَا أَعْطَيْتَنِي، فَلَمْ أَجِدْ ذٰلِكَ يَسَعُ بَنِي عَمِّي، فَأَرَدْتُ أَنْ آتِيَكَ بِعَشَرَةٍ مِنْهُمْ، تُعْطِيَهُمْ هٰذِهِ الْعَطِيَّةَ، فَيَكُونُ مَعْرُوْفُكَ عِنْدَ عَشَرَةٍ خَيْراً مِنْ أَنْ يَكُونَ عِنْدَ وَاحِدٍ، فَقَالَ: صَدَقْتَ، اِعْجَلْ بِهِمْ، وَبَعَثَ إِلَى الْبَوَّابِ أَنْ خَلِّ سَبِيْلَه، فَخَرَجَ عَمْرٌو، وَهُوَ يَلْتَفِتُ حَتّٰى إِذَا أَمِنَ قَالَ: لَا عُدْتُ لِمِثْلِهَا أَبَداً، فَلَمَّا صَالَحَهُ عَمْرٌو وَدَخَلَ عَلَيْهِ الْعِلَجُ قَالَ لَهُ: أَنْتَ هُوَ؟ قَالَ: نَعَمْ، عَلٰي مَا كَانَ مِنْ غَدْرِكَ. (العقدالفريد ۱/۱۱۵)

بلاشبہ لاٹھی سنجیدہ شخص کے لیے ہی کھٹکھٹائی جاتی ہے

ابن کلبی کا بیان ہے کہ جب حضرت عمرو بن عاص نے قیساریہ کو فتح کیا تو۔ چلے یہاں تک کہ غزہ میں فروکش ہوئے تو وہاں کے طاقت ور کافر نے اُن کے پاس پیغام بھیجا کہ اپنے رفقاء میں سے کسی کو میرے پاس بھیج دو، میں اُس سے بات کروں گا۔ تو حضرت عمرو نے غور کیا اور فرمایا: اِس کے لیے میرے علاوہ کوئی اور مناسب نہیں، راوی کا بیان ہے: تو آپ نکل پڑے یہاں تک کہ سردار کے پاس آئے اور اس سے بات چیت کی، تو اُس نے ایسا کلام سنا جس جیسا اُس نے کبھی نہیں سنا تھا، پھر سردار نے کہا: مجھے یہ بتلایئے کیا آپ کے رفقاء میں سے آپ جیسا کوئی اور ہے، آپ نے فرمایا: یہ مت

پوچھو، میں تو اُن تمام میں سب سے کم تر ہوں، اسی وجہ سے انھوں نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے اور مجھے ہی مقصد بنایا ہے اُس چیز کے لیے جس کے لیے مقصد بنایا ہے، انھیں کیا معلوم تم میرے ساتھ کیا کروگے، راوی کا بیان ہے: تو اُس نے حضرت عمرو کے لیے انعام اور لباس کا حکم دیا اور دربان کے پاس خبر بھیج دیا کہ جب تیرے پاس سے یہ گزرے تو ان کی گردن اڑادینا اور جو کچھ اس کے پاس مال ومتاع ہو لے لینا، چناں چہ حضرت عمرو اس کے پاس سے نکلے تو غستان کے ایک نصرانی شخص کے پاس سے اُن کا گزر ہوا، اُس نے آپ کو پہچان لیا اور کہا: اے عمرو! تم اچھے انداز سے داخل ہوئے تھے، اِس لیے اچھے انداز سے نکلنا بھی، تو آپ اس کے ارادے کو تاڑ گئے اور واپس ہو گئے، تو بادشاہ نے کہا: آپ ہمارے پاس لوٹ کیوں آئے؟ فرمایا: میں نے آپ کے عطیّے میں غور کیا تو اسے اتنا نہیں پایا جو چچازاد بھائیوں کے لیے بھی کافی ہو، تو میں نے ارادہ کیا کہ میں ان میں سے دس کو لے کر آؤں جن سب کو آپ یہ عطیہ دیں، تو آپ کا عطیہ دس کے پاس پہنچے بہتر ہے اس سے کہ وہ ایک ہی کے پاس رہے، تو بادشاہ نے کہا: تم نے سچ کہا، انھیں جلدی لے کر آؤ، اور دربان کے پاس خبر بھیج دی کہ ان کا راستہ چھوڑ دے، تو حضرت عمرو اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے نکل گئے، یہاں تک کہ جب مامون ہو گئے تو فرمایا: اِس جیسی چیز کے لیے کبھی نہ لوٹوں گا، تو جب حضرت عمرو کی اس سے مصالحت ہو گئی اور وہ موٹا کافر اُن کے پاس گیا تو حضرت عمرو سے اُس نے کہا: تمہیں وہ ہو (جو جھوٹ بول کر بھاگے تھے) فرمایا: ہاں، اس غداری کی بنا پر جو تمہاری جانب سے ہوئی تھی۔ (یعنی اُسی غداری کی وجہ سے مجھے جھوٹ بولنا پڑا تھا)۔

لغات وترکیب

عَصَا، (ج) عُصِيٌّ وعِصِيٌّ، لاٹھی، سہارے کی چیز۔ قَرَعَ يَقْرَعُ قرعاً (ف) کھٹکھٹانا۔ عِلْجٌ، (ج) عُلُوجٌ وأعْلاجٌ، موٹا تازہ قوی عجمی کافر، اور بعض مطلقاً کافر پر اطلاق کرتے ہیں۔ هَيِّنٌ، (ج) هَيِّنُونَ، کمزور، ذلیل۔ عَرَّضَ يُعَرِّضُ تَعْرِيضاً (تفعیل) نشانہ اور مقصد بنانا۔ جَائِزَةٌ، (ج) جوائزُ، انعام، كِسْوَةٌ، (ج) كِسيً وكُسيً، لباس۔ وَسِعَ يَسَعُ سَعَةً (س) کشادہ ہونا، کافی ہونا۔ فَطِنَ يَفْطَنُ فَطَانَةً (س) چالاک وہوشیار ہونا۔ غَدَرَ يَغْدِرُ غَدْراً (ض) خیانت کرنا۔

أنِ ابْعَثْ إلَيَّ رجُلاً میں "أنْ" برائے تفسیر ہے۔ مَا تصنعُ بي، موصول باصلہ مفعول واقع ہے اور صلہ کی ضمیر محذوف ہے أي ما تصنعه بي۔ "وَهُوَ يَلْتَفِتُ" "عَمْرٌو" سے حال واقع ہے۔

تشریح إنَّ العصا قُرِعَتْ لِذي الحلم. مطلب یہ ہے کہ تنبیہ سے فائدہ عقل مند شخص ہی اٹھا سکتا ہے، احمق اور نادان کے لیے تنبیہ سودمند نہیں ہوتی، وہ اپنی حماقت کے سامنے کسی کی بات نہیں سنتا۔ یعنی تنبیہ کا اثر عقل مند قبول کر لیتا ہے مگر بے وقوف قبول نہیں کرتا۔

الإيثار

مِنْ حَدِيثِهِ (حَدِيثِ الْحَاتِمِ الطَّائِي) أَنَّ ماوِيَّةَ امْرَأَةَ حَاتِمٍ حَدَّثَتْ أَنَّ النَّاسَ أَصَابَتْهُمْ سَنَةٌ فَأَذْهَبَتِ الخُفَّ والظِّلْفَ، فَبِتْنَا ذَاتَ لَيْلَةٍ بِأَشَدِّ الْجُوعِ فَأَخَذَ حَاتِمٌ عَدِيّاً (هُوَ ابْنُ الحَاتِمِ) وَأَخَذْتُ سَفَّانَةَ (بِنتَ الحَاتِمِ) فَعَلَّلْنَا هُمَا حَتَّى نَامَا ثُمَّ أَخَذَ يُعَلِّلُنِي بِالْحَدِيثِ لِأَنَامَ فَرَقَقْتُ لِمَا بِهِ مِنَ الجُهْدِ فَأَمْسَكْتُ عَنْ كَلَامِهِ لِيَنَامَ. وَيَظُنَّ أَنِّي نَائِمَةٌ، فَقَالَ لِي: أَنِمْتِ؟ مِرَاراً فَلَمْ أُجِبْهُ، فَسَكَتَ، وَنَظَرَ مِنْ وَرَاءِ الْخِبَاءِ فَإِذَا شَيْءٌ قَدْ أَقْبَلَ فَرَفَعَ رَأْسَهُ، فَإِذَا امْرَأَةٌ تَقُولُ: يَا أَبَا سَفَانَةَ! قَدْ أَتَيْتُكَ مِنْ عِنْدِ صِبْيَةٍ جِيَاعٍ، فَقَالَ: أَحْضِرِينِي صِبْيَانَكِ، فَوَ اللّٰهِ لَأُشْبِعَنَّهُمْ، قَالَتْ: فَقُمْتُ سَرِيعاً، فَقُلْتُ بِمَ ذَا؟ يَا حَاتِمُ! فَوَ اللّٰهِ مَا نَامَ صِبْيَانُكَ مِنَ الْجُوعِ إِلَّا بِالتَّعْلِيلِ، فَقَامَ إِلَى فَرَسِهِ، فَذَبَحَهُ، ثُمَّ أَجَّجَ نَاراً، وَرَفَعَ إِلَيْهَا شَفْرَةً وَقَالَ: اِشْتَوِيْ وَكُلِيْ، وَأَطْعِمِي وَلَدَكِ، وَقَالَ لِي: أَيْقِظِي صِبْيَتَكِ، فَأَيْقَظْتُهُمَا، ثُمَّ قَالَ: وَاللّٰهِ إِنَّ هٰذَا لَلُؤْمٌ أَنْ تَأْكُلُوا وَأَهْلُ الصِّرْمِ حَالُهُمْ كَحَالِكُمْ، فَجَعَلَ يَأْتِي الصِّرْمَ بَيْتاً بَيْتاً، وَيَقُولُ: عَلَيْكُمُ النَّارَ، فَاجْتَمِعُوا وَأَكَلُوا وَتَقَنَّعَ بِكِسَائِهِ، وَقَعَدَ نَاحِيَةً، حَتّٰى لَمْ يُوجَدْ مِنَ الْفَرَسِ عَلَى الْأَرْضِ قَلِيلٌ وَلَا كَثِيرٌ وَلَمْ يَذُقْ مِنْهُ شَيْئاً.

ترجیح دینا

حاتم طائی کے واقعے میں سے ایک واقعہ حاتم کی بیوی ماویہ نے بیان کیا ہے کہ لوگ ایک مرتبہ ایسی قحط سالی میں مبتلا ہوے کہ اونٹ اور بکری سب ہلاک ہوگئے، تو ہم نے ایک رات انتہائی بھوک کے ساتھ گزاری، چناں چہ حاتم نے عدی (اپنے بیٹے) کو اور میں نے سفانہ (حاتم کی بیٹی) کو لیا اور ان دونوں کو بہلایا یہاں تک کہ وہ دونوں سو گئے، پھر حاتم گفتگو سے مجھے بہلانے لگے تاکہ میں سو جاؤں، تو حاتم کی مشقت کی وجہ سے میرا دل بھی نرم ہوگیا، تو ان کی بات (کا جواب دینے) سے میں بھی رک گئی، تاکہ وہ سو جائیں اور یہ خیال کریں کہ میں سو چکی ہوں، چناں چہ حاتم نے کئی بار سے مجھ سے کہا: "أنمتِ" کیا تو سوگئی؟ تو میں نے انھیں جواب نہ دیا، پھر وہ خاموش ہوگئے، اور خیمے کے پیچھے سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ کوئی آرہی ہے، تو حاتم نے اپنا سر اٹھایا تو ایک عورت کہہ رہی تھی اے ابو سفانہ! میں تمھارے پاس بھوکے بچوں کے پاس سے آئی ہوں، تو حاتم نے کہا: اپنے بچوں کو میرے پاس لے آ، بخدا میں انھیں ضرور بالضرور سیر کردوں گا، حاتم کی بیوی کا بیان ہے: تو میں جلدی سے اٹھی، اور کہا: اے حاتم! کس چیز سے سیر کرو گے؟ بخدا تمھارے بچے بھوک کی وجہ سے بہلانے

۔۔ ہی سوئے ہیں، تو وہ اٹھ کر اپنے گھوڑے کے پاس گئے اور اسے ذبح کیا، پھر آگ روشن کیا اور اُس عورت کی طرف چھری بڑھایا اور کہا: بھون، کھا اور اپنے بچوں کو بھی کھلا، اور مجھ سے کہا: تم بھی اپنے دونوں بچوں کو بیدار کرلو، چناں چہ میں نے ان دونوں کو بیدار کیا، پھر حاتم نے کہا: بخدا یہ تو بڑی کمینگی ہے کہ تم کھاؤ، جب کہ خیمے والوں کی حالت تمہاری ہی حالت کی طرح ہے، پھر ایک ایک گھر (خیمے) میں آئے اور کہا: "علیکم النار" آگ کے پاس چلو، چناں چہ سب جمع ہوے اور سب نے کھایا اور حاتم اپنی چادر میں لپٹ کر ایک کونے میں بیٹھ گئے یہاں تک کہ گھوڑے میں سے قلیل وکثیر کچھ بھی نہیں رہا اور نہ ہی انھوں نے اُس میں سے کچھ چکھا۔

لغات وترکیب

آثَرَ يُؤثِرُ إيثاراً (افعال) ترجیح دینا، فوقیت دینا۔ خُفٌّ، (ج) أخفاف، اونٹ کی ٹاپ۔ ظِلْفٌ، (ج) أظلاف، پھٹے ہوے کھر۔ مراد ذوات الخف والظلف ہے یعنی اونٹ اور گائے بکری وغیرہ۔ عَلَّلَ يُعَلِّلُ تَعْلِيلاً (تفعیل) بہلانا۔ رَقَّ لأحَدٍ يَرِقُّ رِقَّةً (ض) کسی پر رحم کرنا۔ خِبَاءٌ، (ج) أخْبِيَةٌ، خیمہ۔ صِبْيَةٌ، واحد، صَبِيٌّ، بچہ۔ أجَّجَ النّارَ يُأجِّجُ تأجِيجاً (تفعیل) آگ بھڑکانا۔ شَفْرَةٌ، ج، شَفَراتٌ، بڑی چھری۔ صِرْمٌ، (ج) أصْرامٌ، جماعت، مکانوں کا اجتماع۔ تَقَنَّعَ يَتَقَنَّعُ تَقَنُّعاً (تفعل) کپڑے میں لپٹنا۔ كِساءٌ، (ج) أكْسِيَةٌ، کپڑا، کمبل۔

لَأُشْبِعَنَّهُمْ جوابِ قسم ہے۔ بِمَ ذا، اصل میں "بماذا" أي بأيّ شيء تُشْبِعُ۔ "ما" کا الف کثرت استعمال کی وجہ سے ساقط ہوگیا ہے۔ جیسے لم تقولون، عمّ يتساء لون وغیرہ۔ لَلُؤْمٌ میں لام برائے تاکید ہے۔

تشریح درسِ مذکور میں حاتم طائی کی سخاوت کا واقعہ مذکور ہے، یوں تو حاتم کی سخاوت کے بہت سے واقعات مشہور ہیں، مگر اس واقعے میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ حاتم نے اپنے گھر والوں کی خاطر نہیں؛ بل کہ دوسروں کی خاطر اپنا جانور قربان کیا، اور پہلے دوسروں کو بلایا، پھر اپنے بچوں کو بلایا اور تمام خیموں والوں کو بھی جگا کر کھلایا۔ اور خود کا حال یہ رہا کہ ایک لقمہ بھی اس میں سے نہ کھایا، اپنے اوپر دوسروں کو فوقیت دی اور اصل سخاوت یہی ہے کہ ضرورت کے باوجود دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دے۔

لا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ

دَخَلَ أبُو النَّضْرِ سَالِمٌ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ عَلَى عَامِلٍ لِلْخَلِيْفَةِ، فَقَالَ لَهُ: أبَا النَّضْرِ! إنَّا تَأتِينَا كُتُبٌ مِنْ عِنْدِ الْخَلِيْفَةِ، فِيهَا وَ فِيهَا، وَلَا نَجِدُ بُدّاً مِنْ إنْفَاذِهَا فَمَا تَرَىٰ؟ قَالَ لَهُ أبُو النَّضْرِ: قَدْ أتَاكَ كِتَابٌ مِنَ اللهِ تَعَالَى قَبْلَ كِتَابِ الْخَلِيْفَةِ، فَأيُّهُمَا اتَّبَعْتَ كُنْتَ مِنْ أهْلِهِ. (العقد الفريد ١/ ٦٣)

وَنَظِيرُ هٰذَا الْقَوْلِ مَا رَوَاهُ الْأعْمَشُ عَنِ الشَّعْبِيِّ أنَّ زِيَاداً كَتَبَ إلَى الْحَكَمِ بْنِ عَمْرٍو

الْغِفَارِيِ، وَكَانَ عَلَى الطَّائِفَةِ، انَّ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ، كَتَبَ إِلَيَّ ان اصطفِيَ لَهُ الصَّفْرَاءَ وَالْبَيْضَاءَ وَلَا نُقَسِّمَ بَيْنَ النَّاسِ ذَهباً وَلَا فِضَّةً، فَكَتَبَ إِلَيْهِ انّي وَجدتُ كِتَابَ اللّٰهِ قَبْلَ كِتَابِ اَمِيْرِ الْمُؤمِنِيْنَ، وَاللّٰهِ لَو انَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقاً عَلٰى عَبْدٍ فَاتَّقَى اللّٰهَ لَجَعَلَ لَهُ مِنْهَا مَخْرَجاً، ثُمَّ نَادىٰ فِي النَّاسِ فَقَسَّمَ لَهُمْ مَا اجْتَمعَ مِنَ الْفَيْءِ.

خالق کی نافرمانی میں کسی بھی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں

عمر بن عبد اللہ کے مولی ابوالنصر سالم خلیفہ کے کسی عامل (گورنر، یا امور مالیہ کا متولی) کے پاس تشریف لائے، تو عامل نے اُن سے کہا: ابوالنضر! ہمارے پاس خلیفہ کے پاس سے خطوط آتے ہیں جن میں مختلف قسم کے احکام ہوتے ہیں اور ان کو نافذ کیے بغیر ہمارے لیے کوئی چارہ نہیں، سو آپ کا کیا خیال ہے؟ ابوالنضر نے عامل سے کہا: تمہارے پاس خلیفہ کے خط سے پہلے اللہ کی کتاب آچکی ہے، پس ان میں سے جس کی اتباع کروگے اسی کے تبعین میں سے ہوگے۔

اِس قول کی نظیر وہ واقعہ ہے جسے اعمش نے امام شعبی سے نقل کیا ہے کہ زیاد نے حکم بن عمرو غفاری کے پاس لکھا جب کہ وہ ایک جگہ کے حاکم تھے کہ امیر المؤمنین نے میرے پاس لکھا ہے کہ میں ان کے لیے سونا اور چاندی جمع کروں اور لوگوں میں سونا اور چاندی تقسیم نہ کروں، تو حکم ابن عمرو نے ان کے پاس لکھا، مجھے امیر المؤمنین کے خط سے پہلے اللہ کی کتاب مل چکی ہے، خدا کی قسم اگر آسمان وزمین کسی بندے پر بند ہو جائیں اور وہ اللہ سے ڈرتا ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کے لیے اُس سے نکلنے کا کوئی نہ کوئی راستہ پیدا فرمادیں گے۔ پھر آپ نے لوگوں میں اعلان کیا اور تمام جمع شدہ مال غنیمت اُن پر تقسیم کردیا۔

لغات وترکیب

اَنْفَذَ الْاَمْرَ يُنْفِذُ إِنْفَاذاً (افعال) نافذ کرنا۔ اصْطَفٰى يَصْطَفِيْ اصطفاءً (افتعال) منتخب کرنا، چننا۔ الصَّفْرَاء، سونا۔ البَيْضَاءُ، چاندی۔ رَتَقَ الشيءَ يَرْتُقُ رَتْقاً (ن) بند کرنا۔ الفيء، مال غنیمت۔

وكان على الطَّائفة أي كان عاملاً على الطائفة۔ على الطائفة "عاملاً" سے متعلق ہوکر کان کی خبر ہے۔

تشریح مذکورہ دونوں واقعے میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر بادشاہ کا حکم بھی حکمِ خداوندی کے خلاف ہو تو قابلِ عمل نہیں، کسی مخلوق کو خوش کرنے کے لیے خالق کی معصیت قطعاً روا نہیں، اسی لیے ابوالنضر نے خلیفہ کے عامل سے کہہ دیا کہ تم جس کی بھی اتباع کروگے اسی کے تبعین میں تمہارا شمار ہوگا۔ دوسرے واقعے میں بھی حضرت حکم بن عمرو نے جواب میں لکھ دیا کہ اللہ کی کتاب پہلے آچکی ہے اور اسی کی اتباع ضروری ہے، رہا یہ کہ اِس سے بادشاہ کی ناراضگی کا سامنا کرنا پڑے گا تو قطعاً اس کی پرواہ نہ کرو، اللہ تعالیٰ کوئی نہ کوئی سبیل ضرور نکالے گا۔

وَمِثْلُهُ قَوْلُ الْحَسَنِ حِيْنَ أَرْسَلَ إِلَيْهِ ابْنُ هُبَيْرَةَ، وَأَتَى الشَّعْبِيُّ فَقَالَ لَهُ: مَا تَرىٰ؟ أَبَا سَعِيْدٍ! فِيْ كُتُبٍ تَأْتِيْنَا مِنْ عِنْدِ يَزِيْدَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ فِيْهَا بَعْضُ مَا فِيْهَا، فَإِنْ أَنْفَذْتُهَا وَافَقْتُ سُخْطَ اللّٰهِ، وَإِنْ لَمْ أُنْفِذْهَا خَشِيْتُ عَلٰى دَمِيْ، فَقَالَ لَهُ الْحَسَنُ: هٰذَا عِنْدَكَ الشَّعْبِيُّ فَقِيْهُ الْحِجَازِ، فَسَأَلَهُ فَرَقَّقَ لَهُ الشَّعْبِيُّ، وَقَالَ لَهُ: قَارِبْ وَسَدِّدْ، فَإِنَّمَا أَنْتَ عَبْدٌ مَأْمُوْرٌ، ثُمَّ الْتَفَتَ ابْنُ هُبَيْرَةَ إِلَى الْحَسَنِ، وَقَالَ: مَا تَقُوْلُ: يَا أَبَا سَعِيْدٍ فَقَالَ الْحَسَنُ: يَا ابْنَ هُبَيْرَةَ! لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ، فَانْظُرْ مَا كَتَبَ إِلَيْكَ فِيْهِ يَزِيْدُ، فَاعْرِضْهُ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَمَا وَافَقَ كِتَابَ اللّٰهِ تَعَالٰى فَأَنْفِذْهُ، وَمَا خَالَفَ كِتَابَ اللّٰهِ تَعَالٰى فَلَا تُنْفِذْهُ، فَإِنَّ اللّٰهَ أَوْلٰى بِكَ مِنْ يَزِيْدَ، وَكِتَابُ اللّٰهِ تَعَالٰى أَوْلٰى بِكَ مِنْ كِتَابِهِ، فَضَرَبَ ابْنُ هُبَيْرَةَ بِيَدِهِ عَلٰى كَتِفِ الْحَسَنِ، وَقَالَ: هٰذَا الشَّيْخُ صَدَقَنِيْ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ، وَأَمَرَ لِلْحَسَنِ بِأَرْبَعَةِ آلَافٍ، وَلِلشَّعْبِيِّ بِأَلْفَيْنِ، فَقَالَ الشَّعْبِيُّ، رَقَّقْنَا فَرُقِّقَ لَنَا، فَأَمَّا الْحَسَنُ فَأَرْسَلَ إِلَى الْمَسَاكِيْنِ فَلَمَّا اجْتَمَعُوْا فَرَّقَهَا. وَأَمَّا الشَّعْبِيُّ فَقَبِلَهَا وَشَكَرَ عَلَيْهَا.

وَكَتَبَ أَبُو الدَّرْدَاءِ إِلٰى مُعَاوِيَةَ أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّهُ مَنْ يَلْتَمِسْ رِضَا اللّٰهِ بِسُخْطِ النَّاسِ كَفَاهُ اللّٰهُ مُؤْنَةَ النَّاسِ، وَمَنِ الْتَمَسَ رِضَا النَّاسِ بِسُخْطِ اللّٰهِ وَكَّلَهُ اللّٰهُ إِلَى النَّاسِ.

وَكَتَبَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا إِلٰى مُعَاوِيَةَ، أَمَّا بَعْدُ: فَإِنَّهُ مَنْ يَعْمَلْ بِمَسَاخِطِ اللّٰهِ يَصِيْرُ حَامِدُهُ مِنَ النَّاسِ ذَامًّا لَهُ وَالسَّلَامُ. (العقد الفرید ۱/٦٤)

اور اسی کے مثل حضرت حسن بصری کا قول ہے جس وقت ابن ہبیرہ نے آپ کے پاس پیغام بھیجا، اور امام شعبیؒ بھی تشریف لے آئے۔ ابن ہبیرہ نے حضرت حسن سے کہا: اے ابو سعید! آپ کا کیا خیال ہے ان خطوط کے بارے میں جو ہمارے پاس یزید بن عبدالملک کے پاس سے آتے ہیں اور ان میں بعض وہ احکام ہوتے ہیں جو (کتاب اللہ کے خلاف) ہوتے ہیں، تو اگر میں انھیں نافذ کروں تو اللہ کی ناراضگی کا سامنا کروں، اور اگر انھیں نہ نافذ کروں تو مجھے جان کا اندیشہ ہے، تو حضرت حسن بصریؒ نے ان سے کہا: یہ تمہارے پاس فقیہ حجاز امام شعبی ہیں، چناں چہ ابن ہبیرہ نے ان سے دریافت کیا تو امام شعبی نے ان کے حق میں نرمی اختیار کی اور ان سے فرمایا: میانہ روی اختیار کرو اور راہ راست پر رہو، کیوں کہ تم ایک محکوم غلام ہو، پھر ابن ہبیرہ حضرت حسن بصریؒ کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے ابو سعید! آپ کا کیا خیال ہے؟ تو حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا: اے ابن ہبیرہ! خالق کی معصیت میں کسی بھی مخلوق کی اطاعت روا نہیں، لہٰذا اس چیز میں غور کرلو جو یزید تمہارے پاس لکھے اور کتاب اللہ سے اس کا موازنہ کرو، پھر جو حکم کتاب اللہ کے موافق ہو اس کو نافذ کرو اور جو کتاب اللہ کے مخالف ہو تو اسے نافذ مت کرو، اس لیے کہ اللہ رب العزت تمھارے لیے زیادہ بہتر ہے یزید کے مقابلے میں، اور اللہ

کی کتاب تمھارے لیے زیادہ موزوں ہے یزید کی کتاب کے مقابلے میں، ابن ہبیرہ نے حضرت حسن بصریؒ کے شانے پر ہاتھ مارا اور کہا: کعبہ کے رب کی قسم اِس شیخ نے سچ فرمایا۔ اور حضرت حسن بصری کے لیے چار ہزار اور امام شعبیؒ کے لیے دو ہزار (درہم) کا حکم دیا، تو امام شعبی نے فرمایا: ہم نے (مسئلے میں) نرمی برتی تو انھوں نے بھی (عطیے میں) ہمارے حق میں نرمی برتی، تو بہ ہر حال حضرت حسنؒ نے مساکین کو بلا بھیجا اور جب وہ جمع ہو گئے تو ان دراہم کو تقسیم کر دیا اور امام شعبیؒ نے تو انھیں قبول کر لیا اور ان کا شکریہ ادا کیا۔

حضرت ابودرداء نے حضرت معاویہؓ کے پاس لکھا اما بعد! جو شخص لوگوں کی ناراضگی کے ساتھ اللہ کی رضا کا طالب ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے لوگوں کے بوجھ سے خالی ہو جائے گا اور جو شخص اللہ کی ناراضگی کے ذریعے لوگوں کی رضا کا طالب ہوگا اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کے سپرد کر دیں گے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس لکھا، اما بعد: جو شخص اللہ کی ناراضگی کے کام کرے گا لوگوں میں سے اس کی تعریف کرنے والے بھی اس کی مذمت کرنے والے ہو جائیں گے۔

لغات وترکیب

رَقَّقَ يُرَقِّقُ تَرْقِيْقاً (تفعیل) نرمی کرنا۔ الكلامَ، خوب صورتی سے گفتگو کرنا۔ قَارَبَ يُقَارِبُ مُقَارَبَةً (مفاعلۃ) غلو کو چھوڑنا اور میانہ روی اختیار کرنا۔ سَدَّدَ يُسَدِّدُ تَسْدِيْداً (تفعیل) راہ راست کی طرف رہنمائی کرنا۔ اِلْتَمَسَ شيئاً يَلْتَمِسُ اِلْتَمَاساً (افتعال) کسی چیز کا طالب ہونا۔ وَكَّلَ أحداً إلى أحدٍ يُوَكِّلُ تَوْكِيْلاً (تفعیل) کسی کو کسی کے حوالے کر دینا۔ مَسَاخِطُ، واحد، مَسْخَطٌ، سببِ ناراضگی۔

فإنَّ اللّٰهَ أولىٰ بِكَ من يزيد۔ "أولى" إنّ کی خبر ہے "بك" اور "من يزيد" دونوں اسی سے متعلق ہیں۔ هٰذا الشيخ صدقني. یہ جملہ جواب قسم کے قائم مقام ہے۔ كفاه مؤنة الناس "مؤنة النّاس" مفعول ثانی ہے۔

تشریح مذکورہ عبارت میں بھی اِسی بات کی ترغیب وتاکید ہے کہ اللہ کا حکم دنیاوی تمام بادشاہوں کے حکم پر مقدم ہے، کسی بادشاہ اور امیر کو خوش کرنے کے لیے خداوند قدوس کے حکم کی خلاف ورزی روا نہیں ہے، اور جو شخص محض رضائے الٰہی کے لیے کوئی عمل کرے اور اس کی وجہ سے لوگ ناراض ہو جائیں تو لوگ اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اور جو ایسا عمل کرے جس سے لوگوں کو خوشی ہو اور اس میں اللہ کی ناراضگی ہو تو ایسے شخص سے اللہ رب العزت کو کوئی سروکار نہیں، اللہ تعالیٰ اُسے لوگوں کے ہی سپرد فرما دیتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھی مکتوب کا مطلب یہی ہے کہ جو شخص ایسا عمل کرے جس سے اللہ کی ناراضگی ہو تو گرچہ کچھ لوگ بروقت اس کی تعریف کریں لیکن بعد میں چل کر وہ بھی اس کی برائی کرنے والے ہو جائیں گے۔ اِس لیے ہر انسان کو ایسا عمل کرنا چاہیے جو اللہ رب العزت کی خوشنودی کا باعث ہو۔

رَجُلٌ جَرىٰ عَلىٰ لِسَانِهٖ فِي حَيٰوتِهٖ مَا جَرىٰ عَلَيْهِ بَعْدَ وَفَاتِهٖ

رَوَى الْأَنْبَارِيُّ بِإِسْنَادِهٖ إِلىٰ هِشَامِ بْنِ الْكَلْبِيِّ، قَالَ عَاشَ عُبَيْدُ بْنُ شَرِيَةَ الْجُرْهُمِيُّ ثَلاثَ مِائَةِ سَنَةٍ وَأَدْرَكَ الإِسْلامَ، فَأَسْلَمَ، وَدَخَلَ عَلىٰ مُعَاوِيَةَ بِالشَّامِ، وَهُوَ خَلِيْفَةٌ فَقَالَ لَهٗ: حَدِّثْنِي بِأَعْجَبِ مَا رَأَيْتَ، قَالَ: مَرَرْتُ ذَاتَ يَوْمٍ بِقَوْمٍ يَدْفِنُوْنَ مَيْتاً لَهُمْ فَلَمَّا انْتَهَيْتُ إِلَيْهِمْ اِغْرَوْرَقَتْ عَيْنَايَ بِالدُّمُوْعِ، فَتَمَثَّلْتُ بِقَوْلِ الشَّاعِرِ:

يَا قَلْبِ إِنَّكَ مِنْ أَسْمَاءَ مَغْرُوْرٌ ۔۔۔ فَاذْكُرْ وَهَلْ يَنْفَعَنْكَ الْيَوْمَ تَذْكِيْرٌ

قَدْ بُحْتَ بِالْحُبِّ مَا تُخْفِيْهِ مِنْ أَحَدٍ ۔۔۔ حَتّٰى جَرَتْ لَكَ إِطْلاقاً مَحَاضِيْرُ

فَلَسْتَ تَدْرِي وَمَا تَدْرِي أَعَاجِلُهَا ۔۔۔ أَدْنىٰ لِرُشْدِكَ أَمْ مَا فِيْهِ تَاخِيْرُ

فَاسْتَقْدِرِ اللّٰهَ خَيْراً وَارْضَيَنَّ بِهٖ ۔۔۔ فَبَيْنَمَا الْعُسْرُ إِذْ دَارَتْ مَيَاسِيْرُ

وَبَيْنَمَا الْمَرْءُ فِي الأَحْيَاءِ مُغْتَبِطٌ ۔۔۔ إِذَا هُوَ الرَّمْسُ تَعْفُوْهُ الْأَعَاصِيْرُ

يَبْكِي الْغَرِيْبُ عَلَيْهِ لَيْسَ يَعْرِفُهٗ ۔۔۔ وَذُوْ قَرَابَتِهٖ فِي الْحَيِّ مَسْرُوْرُ

قَالَ: فَقَالَ لِي رَجُلٌ: أَتَعْرِفُ مَنْ صَاحِبُ هٰذَا الشِّعْرِ؟ قُلْتُ: لا، قَالَ: اِنَّ صَاحِبَهٗ هٰذَا الْمَيْتُ الَّذِي دَفَنَّاهُ السَّاعَةَ وَأَنْتَ الْغَرِيْبُ الَّذِيْ تَبْكِي عَلَيْهِ، وَلَسْتَ تَعْرِفُهٗ، وَهٰذَا الَّذِي خَرَجَ مِنْ قَبْرِهٖ أَقْرَبُ النَّاسِ رَحِماً إِلَيْهِ وَاَسَرُّهُمْ بِمَوْتِهٖ. فَقَالَ لَهٗ مُعَاوِيَةُ: لَقَدْ رَأَيْتَ عَجِيْباً، فَمَنِ الْمَيِّتُ؟ قَالَ: عِثْيَرُبْنُ لَبِيْدِ الْعُذْرِيُّ. (درّة الغوّاص ۵۵)

ایک شخص کی زبان پراس کی زندگی میں وہ بات آگئی جو مرنے کے بعد اس پر گذری

انباری نے اپنی اُس سند کے ساتھ جو ہشام کلبی تک پہنچتی ہے نقل کیا ہے، ان کا بیان ہے کہ: عبید بن شریہ جرہمی تین سو سال تک زندہ رہے، اور اسلام کا زمانہ پایا، پھر مسلمان ہوگئے اور شام میں حضرت معاویہؓ کے پاس تشریف لائے جب کہ وہ خلیفہ تھے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: مجھ سے اپنا کوئی مشاہد عجیب واقعہ بیان کرو، فرمایا: ایک دن میرا گذر ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جو اپنے ایک مردے کو دفن کرر ہے تھے، تو جب میں ان کے پاس پہنچا تو میری آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا گئیں تو میں نے شاعر کا شعر پڑھا: ؎

۱- اے دل! تو اسماء کی جانب سے دھوکے میں پڑا ہوا ہے تو نصیحت قبول کر اور کیا آج نصیحت تیرے حق میں سود مند ہوگی؟

۲- تو نے رازِ محبت کو فاش کر دیا کسی پر مخفی نہیں رکھا، یہاں تک کہ تیز رفتار گھوڑے بھی تیری محبت (کی خبر) کو لے کر پوری طرح دوڑ پڑے (تیری محبت پوری دنیا میں مشہور ہو گئی)

۳- سو تو نہیں جانتا اور نہ جانے گا کہ دنیا کا قریبی زمانہ تیری ہدایت کے قریب تر ہے یا وہ زمانہ جس میں تاخیر ہے۔

۴- لہٰذا تو اللہ سے خیر کا حصہ طلب کر اور اسی پر راضی ہو جا اس لیے کہ سختی کے درمیان ہی اچانک آسانیوں کا دور آجاتا ہے۔

۵- اور اسی دوران کہ انسان زندوں میں شادماں رہتا ہے ناگاہ وہ قبر کی مٹی بن جاتا ہے جسے آندھیاں مٹا دیتی ہیں۔

۶- اجنبی شخص اس پر آنسو بہاتا ہے حالاں کہ وہ اس سے ناآشنا ہوتا ہے اور اس کے قرابت دار محلے میں خوش رہتے ہیں۔

عبید اللہ بن شریہ کا بیان ہے: تو مجھ سے ایک شخص نے کہا: تم جانتے ہو اِس شعر کا کہنے والا کون ہے، میں نے کہا: نہیں، اس نے کہا: اِس شعر کا کہنے والا یہ مردہ ہے جس کو ہم نے ابھی سپرد خاک کیا ہے، اور تم وہ اجنبی ہو جو اِس پر آنسو بہا رہے ہو، حالاں کہ تم اِس سے ناآشنا ہو، اور یہ شخص جو اس کی قبر سے نکلا ہے اس کا سب سے قریبی رشتے دار ہے اور اس کی موت سے لوگوں میں سے سب سے زیادہ خوش ہے، تو حضرت معاویہؓ نے ان سے فرمایا: یقیناً آپ نے عجیب وغریب واقعہ دیکھا، تو وہ مردہ کون تھا؟ فرمایا: عُثَیْر بن لبید عذری۔

لغات وترکیب

دَفَنَ يَدْفِنُ دَفْناً (ض) دفن کرنا۔ **مَيِّتٌ** (ج) **مَيِّتُونَ**، مردہ۔ **انتهىٰ إلى أحدٍ يَنْتَهِي انْتِهَاءً** (افتعال) کسی کے پاس پہنچنا۔ **اغْرَوْرَقَتِ الْعَيْنُ تَغْرَوْرِقُ اغْرِيْرَاقاً** (افعیلال) ڈبڈبا آنا۔ **تَمَثَّلَ بِشِعْرٍ يَتَمَثَّلُ تَمَثُّلاً** (تفعُّل) شعر پڑھنا۔ **اِدَّكَرَ يَدَّكِرُ اِدِّكَاراً** (افتعال) نصیحت قبول کرنا۔ **بَاحَ يَبُوحُ بَوَاحاً** (ن) ظاہر ہونا۔ **بَاحَ بِشَيْءٍ**، کسی چیز کو ظاہر کرنا۔ **مَحَاضِيْر**، واحد، **مِحْضَارٌ ومِحْضِيْرٌ من الخيل**، تیز دوڑنے والا گھوڑا۔ بینما میں "**ما**" زائدہ ہے اور **بينَ** مابعد والے کلمے کی طرف مضاف ہے۔ **اِسْتَقْدَرَ يَسْتَقْدِرُ اسْتِقْدَاراً** (استفعال) حصہ طلب کرنا۔ **مَيَاسِيْرُ**، واحد، **مَيْسُوْرٌ**، آسانی۔ **اغْتَبَطَ يَغْتَبِطُ اغْتِبَاطاً** (افتعال) خوشی کی حالت میں رہنا۔ **رَمْسٌ**، (ج) **رُمُوسٌ**، قبر کی مٹی۔ **عفا يعفو عفواً** (ن) مٹانا، اثر کو ختم کر دینا۔

يَا قَلْبِ، اصل میں "**يا قلبي**" تھا۔ **إطلاقاً أي جَرْياً إطلاقاً**۔ **ليس يَعْرِفُهُ، يبكِي الغريبُ** میں "**الغريب**" سے حال واقع ہے۔ **في الحيِّ مَسْرُوْرٌ** میں "**في الحيِّ**" **مَسْرُوْرٌ** سے متعلق ہے۔

تشریح عنوان میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ اشعار اور اشعار کے بعد کی عبارت سے بالکل واضح ہے کہ شاعر نے اپنی زندگی میں جو اشعار کہے وہ مرنے کے بعد بالکل سچ نکلا کہ پردیسی تو موت پر آنسو بہا رہا ہے اور اپنے قریبی عزیز خوش ہیں۔

اَلْكَرِيْمُ لَايَنْسىٰ مَنْ أَحْسَنَ إِلَيْهِ

حُكِيَ اَنَّ الْوَزِيْرَ الْمُهَلَّبِيَّ سَافَرَ قَبْلَ اَنْ يَّتَوَلّٰى الْوَزَارَةَ وَكَانَ فَقِيْراً جِداً، فَلَقِيَ فِي سَفَرِهٖ مَشَقَّةً عَظِيْمَةً فَاشْتَهَى اللَّحْمَ فَلَمْ يَقْدِرْ عَلَيْهِ فَقَالَ اِرْتِجَالاً :ـ

اَلَا مَـوتٌ يُبَـاعُ فَاشْـتَرِيَهٖ ۔۔۔ فَهٰـذَا الْعَيْشُ مَا لَا خَيْرَ فِيْهِ
اَلَا مَوْتٌ لَذِيْذُ الطَّعْمِ يَاتِيْ ۔۔۔ يُخَلِّصُنِي مِنَ الْمَوْتِ الْكَرِيْهِ
إِذَا أَبْصَرْتُ قَبْراً مِنْ بَعِيْدٍ ۔۔۔ وَدِدْتُ لَوْ أَنَّنِي مِمَّا يَلِيْهِ
أَلَا رَحِمَ الْمُهَيْمِنُ نَفْسَ حُرٍّ ۔۔۔ يُفَرِّجُ بِالْوَفَاءِ عَلٰى أَخِيْهِ

قَالَ: وَكَانَ مَعَهُ رَفِيْقٌ يُقَالُ لَهُ عَبْدُ اللّٰهِ الضَّبِّيُّ، فَلَمَّا سَمِعَهُ اشْتَرىٰ لَهُ لَحْماً بِدِرْهَمٍ وَطَبَخَهُ وَأَطْعَمَهُ إِيَّاهُ ثُمَّ افْتَرَقَا، وَتَقَلَّبَتْ بِالْمُهَلَّبِيِّ الأَحْوَالُ، وأَثْرىٰ، وَتَوَلّٰى الْوَزَارَةَ الْعُظْمٰى لِمُعِزِّ الدَّوْلَةِ، وَافْتَقَرَ رَفِيْقُه جداً، فَبَلَغَهُ وِزَارَةُ الْمُهَلَّبِيِّ فَتَصَدَّهُ وَكَتَبَ إِلَيْهِ فِي رُقْعَةٍ:

أَلَا! قُلْ لِلْوَزِيْرِ فَدَتْكَ نَفْسِيْ ۔۔۔ مَقَالَةَ مُذَكِّرٍ مَا قَدْ نَسِيَهُ
أَتَذْكُرُ اذْ تَقُوْلُ لِضَنْكِ عَيْشٍ ۔۔۔ اَلَا مَوتٌ يُبَاعُ فَاشْتَرِيَهُ

فَلَمَّا وَقَفَ عَلٰى رُقْعَتِهٖ اَمَرَ لَهُ بِسَبْعِمَائَةِ دِرْهَمٍ، وَوَقَّعَ فِي رُقْعَتِهٖ "مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ" ثُمَّ دَعَابِهٖ وَخَلَعَ عَلَيْهِ وَزَادَهُ فِي بِرِّهٖ، وَوَلَّاهُ عَلٰى عَمَلٍ.

شریف آدمی اپنے محسن کو فراموش نہیں کرتا

واقعہ منقول ہے کہ وزیر مہلّبی منصبِ وزارت پر فائز ہونے سے قبل (کہیں) سفر پر گیا، وہ بہت تنگ دست تھا، تو اسے اپنے سفر میں غیر معمولی مشقت کا سامنا کرنا پڑا، اسے گوشت کی خواہش ہوئی مگر اسے اس پر قدرت نہ ملی تو اس نے برجستہ کہا: ـ

۱- کیا موت فروخت نہیں ہو رہی ہے کہ میں اسے خرید لوں، کیوں کہ اس زندگی میں کوئی خیر نہیں ہے۔

۲- کیا مزیدار موت نہیں ہے جو آ جائے اور اس ناگوار موت سے مجھے چھٹکارا دے دے۔

۳- جب میں دور سے کسی قبر کو دیکھتا ہوں تو میری خواہش ہوتی ہے کہ کاش میں بھی انہیں چیزوں میں سے ہوتا جو چیز اس کے قریب ہے۔

۴- خدا اس شریف آدمی پر رحم کرے جو وفاداری کے ذریعے اپنے بھائی کی تکلیف کو دور کرے۔

راوی کا بیان ہے: اور اس کا ایک رفیقِ سفر تھا جس کا نام عبداللہ صحی تھا، تو جب اس کی بات سنی تو اس کے لیے ایک درہم کا گوشت خریدا، اسے پکایا اور اسے وہ گوشت کھلایا، پھر دونوں جدا ہو گئے اور (کچھ دنوں بعد) مہلبی کے احوال بدل گئے، وہ مال دار ہو گیا اور معز الدولہ کا بڑا وزیر بن گیا اور اس کا رفیقِ سفر بہت تنگ دست ہو گیا، پھر اسے مہلبی کی وزارت کی اطلاع ملی، چناں چہ اس کے پاس گیا اور ایک پرچے میں لکھ کر اس کے پاس بھیجا:

سنو!! وزیر سے اُس یاددہانی کرانے والی کی بات کہہ دو جسے انھوں نے فراموش کر دیا ہے۔

کیا تمہیں یاد ہے؟ جب تم تنگیِ عیش کی وجہ سے کہہ رہے تھے؛ کیا موت فروخت نہیں ہو رہی ہے کہ میں اسے خرید لوں۔

تو جب وزیر اس کے پرچے پر مطلع ہوا تو اس کے لیے سات سو درہم کا حکم دیا، اور اس کے پرچے میں یہ آیت سر بہ مہر کر دیا "مثل الذین ینفقون" ـــــ ان لوگوں کی مثال جو اپنے مالوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس دانے کی سی ہے جس نے سات بالیاں اگائیں، ہر بالی میں سو دانے ہوں ـــــ پھر اسے بلایا، خلعت عطا کیا، اس کے ساتھ مزید حسن سلوک کیا اور اسے کسی کام کا نگراں بنا دیا۔

لغات و ترکیب

کریمٌ، (ج) کِرَامٌ، شریف۔ اَحْسَنَ اِلٰی اَحَدٍ یُحْسِنُ اِحْسَاناً (افعال) کسی کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔ تولّٰی مَنْصِباً یَتولّٰی تولّیاً (تفعل) کسی منصب پر فائز ہونا۔ لَقِيَ المَشَقَّةَ یَلْقٰی لِقَاءً (س) مشقت کا سامنا کرنا۔ خَلَّصَ یُخَلِّصُ تَخْلِیْصاً (تفعیل) چھٹکارا دلانا۔ فرّج یُفَرِّجُ تَفْرِیجاً (تفعیل) کشادگی لانا، پریشانی دور کرنا۔ غم غلط کرنا۔ اَثْریٰ یُثْرِي اِثْراءً (افعال) صاحب ثروت ہونا، مال دار ہونا۔ اِفْتَقَرَ یَفْتَقِرُ افْتِقاراً (افتعال) محتاج ہونا۔ ضَنُكَ یَضْنُكُ ضَنْكاً (ک) تنگ ہونا۔ حَبَّةٌ، (ج) حَبَّاتٌ، دانہ۔ سَنَابِلُ، واحد، سنبلةٌ، بالی۔ اَنْبَتَ یُنْبِتُ اِنْبَاتاً (افعال) اگانا۔

فَقَالَ ارْتِجَالاً "ارتجالاً" مرتَجِلاً کے معنی میں ہو کر حال ہے۔ اِذَا اَبْصَرْتُ قبراً من بَعِیْدٍ، پورا جملہ شرط ہے، اور "وددتُ الخ" جزا ہے۔ لَو اَنَّني میں "لو" برائے تمنّی ہے۔

تشریح محسن کے ساتھ احسان کرنا ایک اچھی خصلت ہے، مذہبِ اسلام میں اس کی بڑی اہمیت ہے جو شخص اپنے محسن کے احسان کو فراموش کر دیتا ہے وہ اللہ رب العزت کے بھی احسان کا عموماً شکر ادا نہیں کرتا، جو اس کا منعمِ حقیقی ہے، انسان کو چاہیے کہ ہمیشہ اپنے محسن کے احسان کو یاد رکھے اسے فراموش نہ کرے۔ اور جہاں تک ہو سکے اس کے احسان کا بدلہ دینے کی کوشش کرے۔

لا تحزن إذا ساؤوا بك الظن وكنت محسناً فإنه خير لك

أَوْدَعَ تَاجِرٌ مِنْ تُجَّارِ نِيسَابُور جَارِيَتَهُ عِنْدَ الشَّيْخِ أَبُوعُثْمَانَ الْحِيرِي، فَوَقَعَ نَظَرُ الشَّيْخِ عَلَيْهَا يوماً، فَعَشِقَهَا، وَشُغِفَ بِهَا فَكَتَبَ إِلَى شَيْخِهِ أَبِي حَفْصٍ الْحَدَّادِ بِالْحَالِ، فَأَجَابَهُ بِالْأَمْرِ بِالسَّفَرِ إِلَى الرَّيِّ إِلَى صُحْبَةِ الشَّيْخِ يُوسُفَ، فَلَمَّا وَصَلَ إِلَى الرَّيِّ وَسَأَلَ النَّاسَ عَنْ مَنْزِلِ الشَّيْخِ يُوسُفَ أَكْثَرَ النَّاسُ فِي مَلَامَتِهِ، وَقَالُوا: كَيْفَ يَسْأَلُ تَقِيٌّ مِثْلُكَ عَنْ بَيْتِ شَقِيٍّ فَاسِقٍ، فَرَجَعَ إِلَى نِيسَابُورَ وَقَصَّ عَلَى شَيْخِهِ الْقِصَّةَ، فَأَمَرَهُ بِالْعَوْدِ إِلَى الرَّيِّ وَمُلَاقَاةِ الشَّيْخِ يُوسُفَ الْمَذْكُورِ، فَسَافَرَ مَرَّةً ثَانِيَةً إِلَى الرَّيِّ، وَسَأَلَ عَنْ مَنْزِلِ الشَّيْخِ يُوسُفَ، وَلَمْ يُبَالِ بِذَمِّ النَّاسِ وَازْدِرَائِهِمْ بِهِ، فَقِيلَ لَهُ: إِنَّهُ فِي مَحَلَّةِ الْخَمَّارَةِ. فَأَتَى إِلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ، فَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ وَعَظَّمَهُ، وَكَانَ إِلَى جَانِبِهِ صَبِيٌّ بَارِعُ الْجَمَالِ وَإِلَى جَانِبِهِ الْآخَرِ زُجَاجَةٌ مَمْلُوءَةٌ مِنْ شَيْءٍ كَأَنَّهُ الْخَمْرُ بِعَيْنِهِ، فَقَالَ لَهُ الشَّيْخُ أَبُوعُثْمَانَ: مَا هٰذَا الْمَنْزِلُ فِي هٰذِهِ الْمَحَلَّةِ؟ فَقَالَ: إِنَّ ظَالِماً شَرَى بُيُوتَ أَصْحَابِنَا وَصَيَّرَهَا خَمَّارَةً، وَلَمْ يَحْتَجْ إِلَى شِرَاءِ دَارِي، فَقَالَ لَهُ: مَا هٰذَا الْغُلَامُ؟ وَمَا هٰذَا الْخَمْرُ؟ فَقَالَ: أَمَّا الْغُلَامُ فَوَلَدِي مِنْ صُلْبِي، وَأَمَّا الزُّجَاجَةُ فَخَلٌّ. فَقَالَ: وَلِمَ تُوقِعُ نَفْسَكَ فِي مَقَامِ التُّهْمَةِ بَيْنَ النَّاسِ، فَقَالَ: لِئَلَّا يَعْتَقِدُوا أَنِّي ثِقَةٌ أَمِينٌ، وَيَسْتَوْدِعُونِي جَوَارِيَهُمْ، فَأُبْتَلَى بِحُبِّهِنَّ، فَبَكَى أَبُوعُثْمَانَ بُكَاءً شَدِيداً، وَعَلِمَ قَصْدَ شَيْخِهِ، فَهٰكَذَا أَحْوَالُ أَهْلِ اللّٰهِ نَفَعَنَا اللّٰهُ تَعَالَى بِهِمْ.

اگر لوگ تیرے بارے میں بدظن ہوں دراں حالے کہ تو پاک دامن ہو تو غم مت کر، کیوں کہ یہی تیرے لیے بہتر ہے

نیسا پور کے ایک تاجر نے شیخ ابوعثمان حیری کے پاس اپنی باندی بطور امانت رکھ دی، تو ایک دن ان کی نظر اس پر پڑ گئی تو اس پر فریفتہ ہو گئے اور اس کے دل دادہ ہو گئے، پھر انھوں نے اپنے شیخ ابوحفص حداد کے پاس حقیقت حال لکھ کر بھیجا، تو انھوں نے ان کو شیخ یوسف کی صحت میں ری کی جانب سفر کرنے کا حکم جواب میں لکھ کر روانہ کیا، چناں چہ جب وہ ری پہنچے اور لوگوں سے شیخ یوسف کے گھر کے متعلق دریافت کیا تو لوگوں نے انھیں بہت ملامت کی اور کہا: کس طریقے سے تم جیسا متقی شخص ایک بدبخت فاسق وفاجر شخص کے مکان کے متعلق دریافت کر رہا ہے، چناں چہ وہ نیسا پور لوٹ آئے، اور اپنے شیخ

سے پورا واقعہ بیان کیا تو انھوں نے دوبارہ ری جانے اور شیخ مذکور یوسف سے ملاقات کرنے کا حکم دیا، چناں چہ انھوں نے دوبارہ ری کا سفر کیا۔ اور شیخ یوسف کا مکان دریافت کیا، لوگوں کی مذمت اور لوگوں کی شیخ کے متعلق حقارت آمیز کلمات کی کوئی پرواہ نہیں کی، تو انھیں بتایا گیا کہ: وہ شراب خانے والے محلے میں ہیں، چناں چہ شیخ ابوعثمان ان کے پاس آئے اور انھیں سلام کیا، تو شیخ یوسف نے انھیں جواب دیا اور ان کی تعظیم وتکریم کی، حال یہ تھا کہ شیخ کے ایک جانب انتہائی خوب صورت بچہ اور دوسری جانب ایک شیشی تھی جو کسی چیز سے بھری ہوئی تھی، یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے واقعی شراب ہو، تو شیخ ابو عثمان نے ان سے کہا: یہ گھر اس محلے میں کیوں ہے تو کہا: ایک ظالم نے ہمارے رفقاء کے گھروں کو خرید کر شراب خانہ بنادیا اور میرے گھر کے خریدنے کی ضرورت محسوس نہیں کی، پھر شیخ عثمان نے اُن سے کہا: یہ لڑکا کیسا ہے؟ اور یہ شراب کیسی ہے؟ تو فرمایا: رہا لڑکا تو میرا حقیقی بیٹا ہے، اور شیشی تو وہ سرکہ ہے، تو شیخ عثمان نے کہا: اور آپ اپنے آپ کو لوگوں کے درمیان مقامِ تہمت میں کیوں ڈال رہے ہیں؟ تو فرمایا: تاکہ میرے بارے میں لوگ یہ اعتقاد نہ رکھیں کہ میں معتمد اور دیانت دار ہوں اور اپنی باندیاں میرے پاس رکھیں، پھر میں ان کی محبت میں مبتلا ہو جاؤں، تو شیخ ابوعثمان بہت روئے اور اپنے شیخ کے ارادے کو جان لیا، اہل اللہ کے احوال ایسے ہی ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے ذریعے نفع پہنچائے۔

لغات وترکیب

أَوْدَعَ يُوْدِعُ أَيْدَاعاً (افعال) کسی کے پاس امانت رکھنا۔ عَشِقَ يَعْشَقُ عِشْقاً (س) بہت محبت کرنا، محبت میں حد سے بڑھ جانا۔ شُغِفَ بِشَيْءٍ يُشْغَفُ شَغَفاً (س) کسی چیز کا دل دادہ ہونا۔ (مجہول الاستعمال ہے) بَالَى بِامْرٍ يُبَالِي مُبَالَاةً (مفاعلة) کسی چیز کی پرواہ کرنا۔ اِزْدَرىٰ يَزْدَرِي اِزْدِرَاءً (افتعال) ذلیل سمجھنا۔ بَارِعُ الْجَمَال، انتہائی خوب صورت، خوبصورتی میں کامل۔ بَرُعَ يَبْرُعُ بَرَاعَةً (ک) باکمال ہونا۔ شرىٰ يَشْرِيْ شِرَاءً (ض) خریدنا۔ خَمَّارَةٌ، شراب بیچنے کی جگہ۔ ثِقَةٌ، (ج) ثِقَاتٌ، معتمد۔ أمِيْنٌ، (ج) أُمَنَاءُ، دیانت دار۔

وَأَمَّا الزُّجَاجَةُ فَخَلٌّ، أي فَهُوَ خَلٌّ، مبتدا محذوف ہے۔ **لِئَلَّا يَعتقِدُو أَنَّني ثِقَةٌ أَمِينٌ۔ أي أوقع نفسي۔** لام، فعلِ محذوف کے متعلق ہے۔ **يستودعوني** میں نون وقایہ ہے اور "**يستودعوا**" کا عطف "**يعتقدوا**" پر ہے۔

تشریح سب سے اہم اور ضروری چیز یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو رذائل اور بری خصلتوں سے دور رکھے اور بلند اخلاق سے متصف رہے، اس کے باوجود اگر کوئی شخص کسی ظاہری سبب کو دیکھ کر بدظن ہوتا ہے تو اس سے افسردہ خاطر نہیں ہونا چاہیے اِس لیے کہ جب وہ کسی غلط کام میں ملوث ہی نہیں تو پھر اسے کس چیز کا ڈر، لوگوں کی بدگمانی کی وجہ سے اس کے اعمال پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

التَّوَاضُعُ

قَالَ مُقَاتِلُ بْنُ سُلَيْمَانَ يَوْماً وَقَدْ دَخَلَتْهُ اُبَّهَةُ الْعِلْمِ: سَلُونِي عَمَّا تَحْتَ الْعَرْشِ إِلٰى أَسْفَلِ الثَّرىٰ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ، مَا نَسْأَلُكَ عَنْ شَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ، إِنَّمَا نَسْأَلُكَ عَمَّا مَعَكَ فِي الْأَرْضِ، أَخْبِرْنِي عَنْ كَلْبِ أَهْلِ الْكَهْفِ، مَا كَانَ لَوْنُهُ؟ فَأَفْحَمَهُ.

وَلَمَّا شُهِرَتْ تَآلِيفُ ابْنِ قُتَيْبَةَ وَلُحِظَ بِعَيْنِ الْعَالِمِ الْمُتَفَنِّنِ، صَعِدَ الْمِنْبَرَ، وَقَدْ غَصَّ الْمَحْفِلُ، وَاعْتَلٰى تَبْرِيْزاً عَلٰى عُلَمَاءِ وَقْتِهٖ، مَعَ فَضْلِ جَاهٍ اِشْتَمَلَ بِهٖ مِنَ السُّلْطَانِ، فَقَالَ: لِيَسْأَلْنِي مَنْ شَاءَ عَمَّا شَاءَ، فَقَامَ إِلَيْهِ أَحَدُ الْأَغْفَالِ، فَقَالَ لَهُ: مَا الْفَتِيْلُ وَالْقِطْمِيْرُ، فَلَمْ يُحْرِ جَوَاباً، وَأُفْحِمَ وَنَزَلَ خَجِلاً، وَانْصَرَفَ إِلٰى مَنْزِلِهٖ كَسِلاً، فَلَمَّا نَظَرَ اللَّفْظَتَيْنِ وَجَدَ نَفْسَهُ أَذْكَرَ النَّاسِ بِهِمَا، وَهٰذَا مِنْ عِقَابِ الْعُجْبِ.

وَقَالَ قَتَادَةُ: مَا سَمِعْتُ شَيْئاً قَطُّ إِلَّا حَفِظْتُهُ، وَلَا حَفِظْتُ شَيْئاً فَنَسِيْتُهُ، ثُمَّ قَالَ: يَا غُلَامُ! هَاتِ نَعْلَيَّ، فَقَالَ: هُمَا فِي رِجْلَيْكَ فَفَضَحَهُ اللّٰهُ.

وَكَانَ بِشُرَيْشٍ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الدِّيْنِ وَالْوَرَعِ وَحَجَّ فِي أَيَّامِ أَبِي حَامِدٍ، وَصَحِبَهُ، فَفَاتَتْ صَلٰوةُ الصُّبْحِ يَوْماً لِأَحَدِ أَصْحَابِهٖ، فَلَامَهُ عَلٰى ذٰلِكَ، فَلَمَّا كَانَ فِي الْيَوْمِ الثَّانِيْ، وَأَدْرَكَ الْحَاجُّ مِنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ رَكْعَةً وَاحِدَةً فَلَمَّا لَقِيَهُ صَاحِبُهُ بَعْدَ الصَّلٰوةِ، قَالَ لَهُ: هٰذَا كَمَا رَأَيْتَ، وَإِنَّمَا ذَكَرْتَ عَمَلَكَ عَلٰى مَعْنَى التَّبْصِرَةِ وَالْإِرْشَادِ، فَلَو ذَكَرْتَهُ عَلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ لَفَاتَتْكَ الثَّانِيَةُ.

وَكَانَ أَبُوأَيُّوبَ الْأَنْصَارِيُّ (وَاسْمُهُ خَالِدُ بْنُ زَيْدٍ) مَعَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ فِي حُرُوْبِهٖ كُلِّهَا، وَمَاتَ بِالْقُسْطُنْطِيْنِيَّةِ مُرَابِطاً سَنَةَ إِحْدىٰ وَخَمْسِيْنَ وَذٰلِكَ مَعَ يَزِيدِ بْنِ مُعَاوِيَةَ لَمَّا أَعْطَاهُ أَبُوهُ الْقُسْطُنْطِيْنِيَّةَ خَرَجَ مَعَهُ فَمَرِضَ فَلَمَّا ثَقُلَ قَالَ لِأَصْحَابِهٖ: إِذَا أَنَا مِتُّ، فَاحْمِلُونِيْ، فَإِذَا صَافَفْتُمُ الْعَدُوَّ فَادْفِنُونِي تَحْتَ أَقْدَامِكُمْ فَفَعَلُوا وَدَفَنُوهُ قَرِيْباً مِنْ سُوْرِهَا وَهُوَ مَعْرُوفٌ إِلَى الْيَوْمِ، مُعَظَّمٌ، يَسْتَشْفُونَ، فَيُشْفَوْنَ، فَكَأَنَّهُ إِشَارَةٌ إِلٰى مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ.

عاجزی

ایک روز مقاتل بن سلیمان نے کہا جب کہ اس میں علمی نخوت سرایت کر چکی تھی: تم مجھ سے عرش کے نیچے تحت الثریٰ

تک کسی بھی چیز کے متعلق دریافت کرو، تو ایک شخص نے کہا: ہم اِن میں سے کسی بھی چیز کے متعلق آپ سے نہیں پوچھیں گے، ہم تو بس اُس چیز کے متعلق دریافت کریں گے، جو آپ کے ساتھ زمین میں ہے، ہمیں آپ اصحابِ کہف کے کتے کے متعلق بتلائیں کہ اُس کا رنگ کیسا تھا؟ تو اس شخص نے انھیں لاجواب کر دیا۔

اور جب ابن قتیبہ کی تالیف کو شہرت ملی اور ایک فن کار و با کمال عالم کی نگاہ سے دیکھے جانے لگے، تو ایک منبر پر چڑھے جب کہ محفل کھچا کھچ بھری ہوئی تھی اور موصوف اُس منصب کے فضل و کمال کے ساتھ جو انھیں بادشاہ کی جانب سے حاصل تھا اپنے ہم عصر علماء پر فائق تھے، تو انھوں نے کہا: مجھ سے جو چاہے جس چیز کے متعلق چاہے دریافت کر لے، تو ایک بے وقوف اُن کے سامنے کھڑا ہوا اور اُن سے کہا: فتیل اور قطمیر کے کیا معنی ہیں؟ تو اُن سے کوئی جواب نہ بن پڑا، اور خاموش ہو گئے اور شرمندہ ہو کر (منبر سے) اترے اور سست روی کے ساتھ گھر چلے گئے، اور جب اُن دونوں لفظوں میں غور کیا تو اپنے کو ان دونوں الفاظ کے بارے میں زیادہ جان کار پایا، اور یہ خود پسندی کا نتیجہ تھا۔

حضرت قتادہ نے فرمایا: میں نے کبھی کوئی چیز نہیں سنی مگر یہ کہ اسے محفوظ کر لیا، اور میں نے کسی چیز کو محفوظ کرنے کے بعد اسے بھلایا نہیں، پھر فرمایا: اے بیٹے: میرے جوتے لے آؤ، تو بیٹے نے کہا: وہ تو آپ کے پیروں ہی میں ہیں تو اللہ تعالیٰ نے انھیں رسوا کر دیا۔

شہر شریش میں ایک متدین اور پرہیز گار شخص تھا، ابو حامد کے زمانے میں وہ حج پر گیا اور ان کے ساتھ رہا، ایک دن کسی ساتھی کی فجر کی نماز چھوٹ گئی تو اُس شخص نے اس کو اس پہ ملامت کی، تو جب دوسرا دن ہوا تو اس حاجی کو فجر کی نماز کی ایک ہی رکعت ملی، تو جب نماز کے بعد اُس کے ساتھی کی (جس کو اُس نے کل گذشتہ ملامت کی تھی) اُس سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا: یہ جو کچھ تم نے دیکھا اُس وقت ہے جب کہ یاد دہانی اور رہنمائی کے طور پر تم نے اپنے عمل کا تذکرہ کیا تھا، پس اگر تم اِس کے علاوہ کسی اور طریقے پر تذکرہ کرتے تو تمہاری دوسری رکعت بھی فوت ہو جاتی۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ (جن کا نام خالد بن زید ہے) حضرت علی بن ابی طالب کے ساتھ ان کی تمام جنگوں میں رہے اور قسطنطنیہ میں سرحد کی حفاظت کرتے ہوئے ۵۱ھ میں آپ کی وفات ہوگئی۔ اور یہ یزید بن معاویہ کے ساتھ تھے، جب یزید کے باپ نے اس کو قسطنطنیہ ادا کر دیا تھا، وہ یزید کے ہمراہ نکلے اور بیمار ہو گئے، تو جب مرض نے شدت اختیار کر لی تو اپنے ساتھیوں سے کہا: جب میری موت ہو جائے تو مجھے اٹھا لینا، پھر جب تم دشمنوں سے صف آرا ہو تو مجھے اپنے پیروں کے نیچے دفن کر دینا، چناں چہ انھوں نے ایسے ہی کیا اور آپ کو قسطنطنیہ کی شہر پناہ کے قریب دفن کر دیا، وہ شہر پناہ آج تک مشہور و معروف اور قابلِ تعظیم ہے لوگ شفا طلب کرتے ہیں تو شفا پاتے ہیں، تو گویا یہ اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو شخص اللہ کے لیے تواضع اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اسے بلندی عطا فرمائے گا۔

لغات وترکیب

اَبَّهَةٌ، بڑائی، غرور، نخوت۔ تابَّه يَتَابَّهُ تَابُّهاً (تفعل) تکبر کرنا۔ بڑا بننا۔ ثَرىٰ، زمین کے نیچے کی نمناک مٹی۔ كَهْفٌ، (ج) كُهُوفٌ، غار۔ اَفْحَمَ يُفْحِمُ إفْحَاماً (افعال) دلیل سے خاموش کردینا، ساکت کردینا۔ لَحَظَ يَلْحَظُ لَحْظاً (ف) گوشۂ چشم سے دیکھنا۔ غَصَّ المكانُ بالنّاس يَغَصُّ غَصَصاً (س) جگہ کا لوگوں سے بھرجانا، تنگ ہوجانا۔ بَرَّزَ على احدٍ يُبَرِّزُ تَبْرِيْزاً (تفعیل) کسی پر فوقیت لے جانا۔ اَغْفَالٌ، واحد، غُفْلٌ، ناسمجھ۔ فَتِيْلٌ، کھجور کی گٹھلی کے شگاف کی باریک بتی، (ج) فَتَائِلُ وَفَتِيْلَاتٌ. قِطْمِيْرٌ، کھجور کی گٹھلی کے شگاف کا باریک چھلکا، یا کھجور کی گٹھلی کے اوپر باریک چھلکا۔ اَحَارَ الجَوَابَ يُحِيْرُ إحَارَةً (افعال) جواب دینا۔ خَجِلَ يَخْجَلُ خَجَلاً (س) شرمندہ ہونا۔ كَسِلَ يَكْسَلُ كَسَلاً (س) سست ہونا۔ فَضَحَ يَفْضَحُ فَضْحاً (ف) برائیاں ظاہر کرنا۔ وَرِعَ يَرِعُ وَرَعاً وَوَرْعاً (س) پرہیزگار ہونا۔ لَقِيَ يَلْقَى لِقَاءً (س) ملاقات کرنا۔ رَابَطَ يُرَابِطُ مُرَابَطَةً (مفاعلۃ) لشکر کا دشمن کی سرحد کے پاس ہمیشہ قیام رکھنا۔ صَافَّ يُصَافُّ مُصَافَّةً (مفاعلۃ) القومُ فِي القتال۔ میدانِ جنگ میں صف بستہ کھڑا ہونا۔ ثَقُلَ الْمَرَضُ يَثْقُلُ ثِقْلاً (ک) مرض کا بڑھ جانا۔ سُوْرٌ، (ج) اَسْوَارٌ، شہر پناہ۔

وَقَدْ دَخَلَتْه اَبَّهَةُ العِلْمِ، مقاتل بن سلیمان سے حال واقع ہے۔ خَجِلاً اور كَسِلاً بھی حال واقع ہیں۔ لَمَّا ذكرته على غير ذلك شرط ہے اور "لفاتتك الثانيةُ" جزا ہے۔ مُرَابطاً، مَاتَ کی ضمیر سے حال واقع ہے۔

تشریح مذکورہ درس میں بیان کیا گیا ہے کہ تواضع اور انکساری ایک صفتِ محمود ہے، اُس کا نتیجہ بہتر ہوتا ہے جو شخص تواضع اختیار کرتا ہے۔ اپنی نگاہ میں تو وہ چھوٹا ہوتا ہے مگر لوگوں کی نگاہ میں بڑا ہوتا ہے لوگ اسے عزت وعظمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، برخلاف تکبر وتعلّی کے کہ یہ صفتِ مذموم ہے اور جو شخص متکبر ہوتا ہے وہ اپنے کو گرچہ بڑا سمجھتا ہے مگر لوگوں کی نگاہ میں وہ چھوٹا ہوتا ہے، لوگ اسے قدر وعزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے اور اللہ رب العزت کی نظر میں بھی ایسا شخص ذلیل ہوا کرتا ہے۔

درسِ مذکور کے ترجمے سے ظاہر ہوگیا کہ تکبر کا انجام ذلت ورسوائی کے سوا کچھ نہیں، اور تواضع کا نتیجہ یہ نکلا کہ مرنے کے بعد بھی اللہ رب العزت نے متواضع شخص کو مرجعِ خلائق بنائے رکھا۔

اَلْجَوَابُ الْمُفْحِمُ

قَالَ هِشَامٌ: اَسْلَمَ عَقِيْلٌ (شَقِيْقُ عَلِيٍّ) سَنَةَ ثَمَانٍ مِنَ الْهِجْرَةِ، وَتُوُفِّيَ سَنَةَ خَمْسِيْنَ، وَكَانَ اَسْرَعَ النَّاسِ جَوَاباً، فَنَسَبُوْهُ إلَى الْحَمَاقَةِ، قَالَ ابْنُ عَسَاكِرٍ: دَخَلَ عَلِيٌّ مُعَاوِيَةَ بَعْدَ مَا ذَهَبَ بَصَرُهُ، فَاَقْعَدَهُ مَعَهُ عَلٰى سَرِيْرِهِ، وَقَالَ: يَا بَنِيْ هَاشِمٍ! تُصَابُوْنَ فِيْ اَبْصَارِكُمْ فَقَالَ عَقِيْلٌ: وَاَنْتُمْ يَا بَنِيْ اُمَيَّةَ تُصَابُوْنَ فِيْ بَصَائِرِكُمْ.

وَقَالَ هِشَامٌ: إِنَّ عَقِيْلاً قَدِمَ عَلٰى أَخِيْهِ عَلِيٍّ بِالْعِرَاقِ، فَسَأَلَهُ فَقَالَ: مَا أُعْطِيْكَ شَيْئاً، فَقَالَ: إِنِّي فَقِيْرٌ وَمُحْتَاجٌ، فَقَالَ: اِصْبِرْ حَتّٰى يَخْرُجَ عَطَائِي مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَأُعْطِيْكَ، فَأَلَحَّ عَلَيْهِ، فَقَالَ عَلِيٌّ لِرَجُلٍ: خُذْ بِيَدِهٖ، وَانْطَلِقْ بِهٖ إِلَى الْحَوَانِيْتِ فَافْتَحْ أَقْفَالَهَا، وَخُذْ مَا فِيْهَا، فَقَالَ عَقِيْلٌ: أَنْتَ أَرَدْتَّ أَنْ تَجْعَلَنِي سَارِقاً، فَقَالَ عَلِيٌّ أَنْتَ أَرَدْتَّنِي آخُذُ أَمْوَالَ الْمُسْلِمِيْنَ، وَأُعْطِيْكَ إِيَّاهَا، فَقَالَ عَقِيْلٌ: لَأَذْهَبَنَّ إِلٰى رَجُلٍ هُوَ أَوْلٰى مِنْكَ يَعْنِي مُعَاوِيَةَ، فَقَالَ: أَنْتَ وَذَاكَ، فَذَهَبَ إِلٰى مُعَاوِيَةَ فَأَعْطَاهُ مِائَةَ أَلْفِ دِرْهَمٍ، وَقَالَ: اِصْعِدِ الْمِنْبَرَ، وَاذْكُرْ مَا أَوْلَاكَ عَلِيٌّ وَمَا أَوْلَيْتُكَ، فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ وَقَالَ: يَاأَيُّهَا النَّاسُ! إِنِّي أُخْبِرُكُمْ أَنِّي أَرَدْتُّ عَلِيّاً عَلٰى دِيْنِهٖ، فَاخْتَارَ دِيْنَهُ عَلِيٌّ، وَإِنِّي أَرَدْتُّ مُعَاوِيَةَ عَلٰى دِيْنِهٖ، فَاخْتَارَنِي عَلٰى دِيْنِهٖ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: هٰذَا الَّذِي تَزْعُمُ قُرَيْشٌ أَنَّهُ أَحْمَقُ، وَأَيُّمَا أَعْقَلُ مِنْهُ، وَكَانَ طَالِبٌ أَسَنَّ مِنْ عَقِيْلٍ بِعَشْرِ سِنِيْنَ، وَعَقِيْلٌ أَسَنَّ مِنْ جَعْفَرٍ بِعَشْرِ سِنِيْنَ، وَكُلُّهُمْ وُلِدُوا قَبْلَ عَلِيٍّ، وَهُوَ أَكْبَرُهُمْ.

مسکت جواب

ہشام نے بیان کیا ہے کہ حضرت علیؓ کے حقیقی بھائی حضرت عقیلؓ ۸ھ میں مشرف بہ اسلام ہوئے اور ۵۰ھ میں آپ کی وفات ہوئی اور آپ لوگوں میں بڑے حاضر جواب تھے، تو لوگ انھیں حماقت کی جانب منسوب کرتے، ابن عساکر کا بیان ہے کہ: آپ حضرت معاویہؓ کے پاس تشریف لے گئے جب آپ کی بینائی جا چکی تھی تو حضرت معاویہؓ نے آپ کو اپنے ساتھ چارپائی پر بٹھایا اور (طنزاً) کہا: اے بنوہاشم! تمہاری نگاہیں ہی خراب ہوتی ہیں، تو حضرت عقیل نے فرمایا: اور اے بنوامیہ! تمہاری تو بصیرت ہی ختم ہو جاتی ہے۔

اور ہشام کا بیان ہے کہ: حضرت عقیل اپنے بھائی حضرت علیؓ کے پاس عراق تشریف لائے اور ان سے کچھ طلب کیا، تو حضرت علی نے فرمایا: میں تمہیں کچھ نہیں دوں گا، تو حضرت عقیلؓ نے فرمایا: میں تنگ دست اور حاجت مند ہوں، تو حضرت علیؓ نے فرمایا: تم صبر کرو تا آں کہ میرا عطیہ (جو غازیوں کو ہر سال ملتا ہے) مسلمانوں کے پاس آئے اور میں تمہیں عطا کروں، تو حضرت عقیلؓ نے ان سے اصرار کیا، تو حضرت علیؓ نے ایک شخص سے فرمایا: ان کا ہاتھ پکڑو اور انھیں دوکانوں پر لے جاؤ، پھر دوکانوں کا تالا کھول لو اور جو کچھ اُن میں ہو لے لو، تو حضرت عقیل نے فرمایا: آپ مجھے چور بنانا چاہتے ہیں، تو حضرت علیؓ نے فرمایا: تم میرے متعلق یہ چاہتے ہو کہ میں مسلمانوں کے مال لے لوں اور انھیں تمہارے حوالے کر دوں، تو حضرت عقیلؓ نے فرمایا: میں ضرور ایسے شخص کے پاس جاؤں گا جو آپ سے بہتر ہے یعنی حضرت معاویہؓ کے پاس، تو

حضرت علیؓ نے فرمایا: تم جانو اور وہ (ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں) چناں چہ وہ حضرت معاویہؓ کے پاس گئے تو انھوں نے ایک لاکھ درہم دیئے، اور فرمایا: منبر پر چڑھ کر اُس چیز کا اعلان کرو جو علیؓ نے تمہیں عطا کیا اور جو میں نے تمہیں دیا، چناں چہ منبر پر چڑھ گئے، اور فرمایا: لوگو! میں تمہیں باخبر کرتا ہوں کہ میں نے حضرت علیؓ کو ان کے دین پر (ترجیح دینا) چاہا تو انھوں نے اپنے دین کو مجھ پر ترجیح دی، اور میں نے حضرت معاویہؓ کو ان کے دین پر ترجیح دینا چاہا تو انھوں نے مجھے اپنے دین پر ترجیح دی، تو حضرت معاویہؓ نے فرمایا: یہی وہ ہے جس کو قریش احمق سمجھتے ہیں، حالاں کہ ان سے زیادہ عقل مند کون ہوگا۔ اور حضرت طالب حضرت عقیل سے دس سال بڑے تھے اور حضرت عقیل حضرت جعفر سے دس سال بڑے تھے، اور یہ سب کے سب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پہلے پیدا ہوئے تھے اور حضرت علی ان میں سب سے بڑے تھے (فضل وکمال میں)۔

لغات وترکیب

شَقِيقٌ، حقیقی بھائی۔ نَسَبَ يَنْسِبُ نِسْبَةً (ض) نسبت کرنا۔ حَمُقَ يَحْمُقُ حَمَاقَةً (ک) بے وقوف ہونا۔ اَلَحَّ علٰی احدٍ يُلِحُّ إلْحَاحاً (افعال) کسی کے سامنے اصرار کرنا۔ اُصِيْبَ بمشقةٍ يُصَابُ إصَابَةً (افعال) کسی پریشانی میں مبتلا ہونا۔ حَوَانِيْتُ، واحد، حَانُوتٌ، دوکان۔ اَقْفَالٌ، واحد، قُفْلٌ، تالا۔ اَولٰى يُولِيْ اِيلاءً (افعال) کسی پر احسان کرنا۔

كَانَ أسْرَعَ النَّاسِ جَوَاباً. "اسرَعَ النَّاس" کان کی خبر ہے اور "جواباً" تمیز کی بنا پر منصوب ہے۔ أنتَ وذَاكَ۔ اي كن أنتَ معَ ذَاكَ۔ انتَ مبتدا ہے، واو بمعنی مع ہے۔ "اىْ مَقْرُونٌ مع ذاك" خبر "مَقْرُونٌ" ہے جو محذوف ہے، ضابطہ یہ ہے کہ اگر مبتدا کے بعد معیت پر دلالت کرنے والا حرف واو واقع ہو تو خبر محذوف ہوتی ہے، جیسے: "كل رجل وضيعته" اي كل رجل مقرونٌ مع ضيعته.

تشریح درسِ مذکور میں حضرت عقیلؓ کی حاضر جوابی کا تذکرہ ہے کہ حضرت معاویہؓ نے "طنزاً" فرمایا کہ بنو ہاشم کی بینائی ہی چلی جاتی ہے تو حضرت عقیل نے فرمایا: ہماری تو صرف بصارت جاتی ہے اور بنو امیہ کی تو بصیرت زائل ہوتی ہے۔ بصارت کا زائل ہوجانا اتنا معیوب نہیں ہے جتنا کہ بصیرت کا زوال۔ اسی طریقے سے دوسرے واقعے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے منبر پر اعلان کرانا چاہا کہ اس طریقے ہماری خوبی بیان کریں گے اور اپنے بھائی کی مذمت کریں گے۔ لیکن حضرت عقیل نے بھائی کی تعریف کی اور حضرت معاویہؓ کی مذمت کردی، یہ ان کے ذہنِ رسا اور حاضر جوابی ہی کا نتیجہ تھا۔

الأدبُ خَيرُ الذخَائِر

عَنِ الْحَجّاجِ بْنِ يُوسُفَ الثَّقَفِيِّ أنَّهُ أمَرَ صَاحِبَ حِرَاسَتِهٖ أن يَّطُوفَ بِاللَّيْلِ، فَمَنْ وَجَدَهٗ بَعْدَ الْعِشَاءِ ضَرَبَ عُنُقَهٗ، فَطَافَ لَيْلَةً، فَوجَدَ ثَلٰثَةَ صِبْيَانٍ يَتَمَايَلُونَ، عَلَيْهِمْ آثَارُ الشُّرْبِ، فَأحَاطَ

بِهِمْ، وَقَالَ لَهُمْ: مَنْ أَنْتُمْ؟ حَتّٰى خَالَفْتُمْ أَمْرَ أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ، فَقَالَ الْأَوَّلُ:

أَنَا ابْنُ مَنْ دَانَتْ الرِّقَابُ لَهُ لِمَا بَيْنَ مَخْذُومِهَا وَخَادِمِهَا

تَأْتِيْهِ بِالرَّغْمِ وَهِيَ صَاغِرَةٌ يَأْخُذُ مِنْ مَالِهَا وَمِنْ دَمِهَا

فَأَمْسَكَ عَنْ قَتْلِهِ وَقَالَ: لَعَلَّهُ مِنْ أَقَارِبِ أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ، ثُمَّ قَالَ لِلْآخَرِ: مَنْ أَنْتَ؟ فَقَالَ:

أَنَا ابْنُ الَّذِي لَا تَنْزِلُ الْأَرْضَ قِدْرُهُ وَإِنْ نَزَلَتْ يَوْماً فَسَوْفَ تَعُوْدُ

تَرَى النَّاسَ أَفْوَاجاً إِلٰى ضَوْءِ نَارِهِ فَمِنْهُمْ قِيَامٌ حَوْلَهَا وَقُعُوْدُ

فَأَمْسَكَ عَنْ قَتْلِهِ، وَقَالَ: لَعَلَّهُ مِنْ أَشْرَافِ الْعَرَبِ، ثُمَّ قَالَ لِلثَّالِثِ: مَنْ أَنْتَ؟ فَقَالَ:

أَنَا ابْنُ الَّذِي خَاضَ الصُّفُوفَ بِعَزْمِهِ وَقَوَّمَهَا بِالسَّيْفِ حَتّٰى اسْتَقَامَتِ

رِكَابَاهُ لَا تَنْفَكُّ رِجْلَاهُ مِنْهُمَا إِذَا الْخَيْلُ فِي يَوْمِ الْكَرِيْهَةِ وَلَّتِ

فَأَمْسَكَ عَنْهُ، وَقَالَ: لَعَلَّهُ مِنْ أَشْجَعِ الْعَرَبِ، فَلَمَّا أَصْبَحَ رَفَعَ أَمْرَهُمْ إِلَى الْحَجَّاجِ فَأَحْضَرَهُمْ وَكَشَفَ عَنْ حَالِهِمْ، فَإِذَا الْأَوَّلُ ابْنُ حَجَّامٍ، وَالثَّانِي ابْنُ بَاقِلَّانِي، وَالثَّالِثُ ابْنُ حَائِكٍ فَتَعَجَّبَ الْحَجَّاجُ مِنْ فَصَاحَتِهِمْ، وَقَالَ لِجُلَسَائِهِ: عَلِّمُوا أَوْلَادَكُمُ الْأَدَبَ، فَوَاللّٰهِ لَوْلَا الْفَصَاحَةُ لَضَرَبْتُ أَعْنَاقَهُمْ.

وَأَقْبَلَ أَعْرَابِيٌّ إِلٰى دَاوٗدَ بْنَ الْمُهَلَّبِ، فَقَالَ لَهُ: إِنِّي مَدَحْتُكَ فَاسْتَمِعْ، قَالَ: عَلٰى رِسْلِكَ، ثُمَّ دَخَلَ بَيْتَهُ، وَتَقَلَّدَ سَيْفَهُ، وَخَرَجَ، فَقَالَ: قُلْ، فَإِنْ أَحْسَنْتَ حَكَّمْنَاكَ، وَإِنْ أَسَأْتَ قَتَلْنَاكَ، فَأَنْشَأَ يَقُوْلُ:

اٰمَنْتُ بِدَاوٗدَ وَجُودِ يَمِيْنِهِ مِنَ الْحَدَثِ الْمَخْشِيِّ وَالْبُؤْسِ وَالْفَقْرِ

فَأَصْبَحْتُ لَا أَخْشٰى بِدَاوٗدَ نَبْوَةً مِنَ الْحَدَثَانِ إِذْ شَدَدْتُ بِهِ أَزْرِي

لَهُ حُكْمُ لُقْمَانَ وَصُورَةُ يُوْسُفَ وَحُكْمُ سُلَيْمَانَ وَعَدْلُ أَبِي بَكْرٍ

فَتًى تَفْرَقُ الْأَمْوَالُ مِنْ جُودِ كَفِّهِ كَمَا يَفْرَقُ الشَّيْطَانُ مِنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ

فَقَالَ: قَدْ حَكَّمْنَاكَ فَإِنْ شِئْتَ عَلٰى قَدْرِكَ وَإِنْ شِئْتَ عَلٰى قَدْرِي، قَالَ: بَلْ عَلٰى قَدْرِي فَأَعْطَاهُ خَمْسِيْنَ أَلْفاً، فَقَالَ لَهُ جُلَسَاؤُهُ: هَلَّا احْتَكَمْتَ عَلٰى قَدْرِ الْأَمِيْرِ؟ قَالَ: لَمْ يَكُ فِي مَالِهِ مَا يَفِي بِقَدْرِهِ، قَالَ لَهُ دَاوٗدُ: أَنْتَ فِي هٰذِهِ أَشْعَرُ مِنْكَ فِي شِعْرِكَ وَأَمَرَ لَهُ بِمِثْلِ مَا أَعْطَاهُ. (العقد البريد ۱/ ۲۰۹)

ادب بہترین ذخیرہ ہے

حجاج بن یوسف ثقفی سے منقول ہے کہ انھوں نے اپنے پہرے دار کو رات میں گشت کرنے کا حکم دیا، اور جس کو عشاء

کے بعد (گھومتا ہوا) پائے اس کی گردن اڑا دے، چناں چہ وہ ایک رات گشت پر تھا تو تین بچوں کو پایا جو جھومتے ہوئے چل رہے تھے، اُن پر مے نوشی کے آثار تھے تو پہرے دار نے انھیں گھیر لیا اور ان سے کہا: تم کون ہو؟ یہاں تک کہ تم نے امیر کے علم کی خلاف ورزی کی ہے تو پہلے نے کہا:

میں اس شخص کا بیٹا ہوں جس کے سامنے گردنیں جھک جاتی ہیں اُس تعلق کی وجہ سے جو خادم ومخدوم کے درمیان ہوتی ہے۔

وہ گردنیں اس کے پاس آتی ہیں اِس حال میں کہ وہ ذلیل ہوتی ہیں وہ ان کا مال بھی لیتا ہے اور خون بھی۔

چناں چہ وہ پہرے دار اس کے قتل سے رک گیا اور کہا: ہوسکتا ہے امیر المؤمنین کے قریبی رشتہ داروں میں سے ہو، پھر دوسرے سے کہا: تم کون ہو؟ تو اس نے کہا:

میں اس شخص کا بیٹا ہوں جس کی ہانڈی زمین پر نہیں اترتی اور اگر کسی دن اترتی ہے تو فوراً لوٹ جاتی ہے۔

تو لوگوں کو اس کی آگ کی روشنی کے پاس بھیڑ لگائے ہوئے دیکھے گا، کچھ ان میں سے اس کے ارد گرد کھڑے رہتے ہیں اور کچھ بیٹھے۔

تو پہرے دار اس کے قتل سے بھی رک گیا اور کہا: شاید یہ عرب کا کوئی معزز شخص ہے، پھر تیسرے سے کہا: تم کون ہو؟ تو اس نے کہا:

میں اس شخص کا بیٹا ہوں جو اپنے عزم وہمت سے صفوں میں گھس جاتا ہے اور تلوار سے ان صفوں کو سیدھی کر دیتا ہے تا آں کہ وہ صفیں درست ہو جاتی ہیں۔

اس کے پیر اپنے رکاب سے ہٹتے نہیں ہیں جب کہ گھوڑے جنگ کے دن پیٹھ پھیر کر بھاگنے لگتے ہیں۔

تو پہرے دار اس سے بھی رک گیا اور کہا: شاید یہ عرب کا کوئی بہادر شخص ہے، پھر جب صبح ہوئی تو وہ ان کا مقدمہ حجاج کے پاس پہنچا، تو حجّاج نے انھیں حاضر کیا اور ان کے حال کی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ پہلا نائی کا لڑکا ہے، دوسرا لوبیہ بیچنے اور اسے پکانے والے کا لڑکا ہے اور تیسرا جولاہے کا لڑکا ہے، تو حجاج کو ان کی فصاحتِ بیانی پر حیرت ہوئی، اور اپنے ہم نشینوں سے کہا: اپنی اولاد کو ادب سکھاؤ، کیوں کہ بخدا اگر فصاحت بیانی نہ ہوتی تو میں ان کی گردنیں اڑا دیتا۔

ایک اعرابی داؤد بن مہلب کے پاس آیا اور ان سے کہا: میں نے (اشعار میں) آپ کی تعریف کی ہے، آپ سن لیں، انھوں نے کہا: ٹھہرو، پھر اپنے گھر میں گئے، اپنی تلوار گردن میں لٹکائی اور باہر آئے، پھر فرمایا: سناؤ اگر تم نے اچھا شعر کہا ہے تو ہم تمھیں اپنے مال میں حاکم بنا دیں گے اور اگر تم نے غلط کہا ہے تو ہم تمھیں تہ تیغ کر دیں گے تو اس نے کہنا شروع کیا:

۱- میں داؤد اور ان کے ہاتھ کی داد ودہش کی وجہ سے خوف ناک مصیبت، تنگ دستی اور فقر وفاقے سے مامون ہو گیا۔

۲- تو میں ایسا ہو گیا کہ زمانے کے حوادث کی تلخی سے خوف نہیں کھاتا، اس لیے کہ میں نے اپنی کمر ان کے توسط سے مضبوط کر لی ہے۔

۳- ان کو حضرت لقمان جیسی دانائی، حضرت یوسف جیسی شکل وصورت، حضرت سلیمان جیسا فیصلہ اور حضرت ابوبکر جیسا انصاف حاصل ہے۔

۴- وہ ایسا جوان ہے جس کی ہتھیلی کی سخاوت سے مال تھرتھراتے ہیں جیسے کہ شیطان شب قدر سے خوف کھاتا ہے۔

تو داؤد نے کہا: ہم نے تجھے اپنے مال میں حاکم بنادیا، پس اگر تو اپنی حیثیت کے مطابق چاہے (تو لے لے) اور اگر میری حیثیت کے مطابق چاہے (تو بھی لے لے) اعرابی نے کہا: بل کہ میری حیثیت کے مطابق چاہیے، تو داؤد نے اسے پچاس ہزار (درہم) دیدیئے، اعرابی کے ہم نشینوں نے اس سے کہا: تو نے امیر کی حیثیت کے مطابق کیوں نہیں طلب کیا؟ اُس نے کہا: امیر کے مال میں اتنا حصہ نہیں تھا جو اس کی حیثیت کے مطابق پورا اترے، داؤد نے کہا، تو اِس جملے میں بڑا شاعر ہے اپنے شعر کے مقابلے میں، اور اُسے اُسی کے بقدر دینے کا حکم دیا جتنا عطا کیا تھا۔

لغات وترکیب

حَرَسَ يَحْرِسُ حِرَاسَةً (ض) حفاظت کرنا، نگرانی کرنا۔ تَمَايَلَ فِيْ مِشْيَتِه يَتَمَايَلُ تَمَايُلاً (تفاعل) ناز وانداز سے چلنا۔ دَانَ لأحدٍ يَدِيْنُ دِيناً (ض) کسی کی فرماں برداری کرنا۔ کسی کے سامنے جھکنا۔ رِقابٌ، واحد، رَقَبَةٌ، گردن۔ رَغِمَ يَرْغَمُ رَغْماً (س) ذلیل ہونا۔ صَغُرَ يَصْغُرُ صِغراً (ک) ذلیل ہونا۔ قِدْرٌ، (ج) قُدُورٌ، ہانڈی۔ خَاضَ المَاءَ يَخُوضُ خَوْضاً (ن) داخل ہونا۔ شَجُعَ يَشْجُعُ شَجَاعَةً (ک) دلیر وبہادر ہونا۔ فَوَّالٌ، لوبیا پکانے والا، باورچی۔ حائكٌ، (ج) حَوَكَةٌ، پارچہ باف۔ أَقْبَلَ إلى أحدٍ يُقْبِلُ إِقْبالاً (افعال) کسی کے پاس آنا۔ على رسلك، رِسْلٌ، نرمی، آہستگی۔ أي الزم الرسل۔ حَكَّمَ تَحْكِيْماً (تفعیل) اپنے مال میں دوسرے کو حاکم بنانا۔ تقلّد السَّيْفَ يَتَقَلَّدُ تَقَلُّداً (تفعل) تلوار کو گردن میں لٹکانا۔ خَشِيَ يَخْشٰى خَشْيَةً (س) ڈرنا، خوف کھانا۔ بَئِسَ يَبْئَسُ بُؤساً (س) سخت حاجت مند ہونا، تنگ دست ہونا۔ نَبَا يَنْبُو نَبْوَةً (ن) ناموافق ہونا۔ حِدْثَانُ الدَّهْرِ، زمانے کی سختیاں۔ شَدَّ يَشُدُّ شَدّاً (ن) مضبوط باندھنا۔ أَزْرٌ، قوت، پیٹھ۔ حِكَمٌ، واحد، حِكْمَةٌ، دانائی۔ فَرِقَ يَفْرَقُ فَرَقاً (س) گھبرانا۔ احْتَكَمَ يَحْتَكِمُ احْتِكَاماً (افتعال) على أحدٍ۔ کسی کی رائے کے مطابق طلب کرنا۔

"وهي صاغرةٌ" تأتي کی ضمیر سے حال واقع ہے۔ إذْشددت به أزرى میں "إذ" تعلیلیہ ہے اور "أزري" شددتُ کا مفعول بہ واقع ہے۔ فتىً أي هُوَ فتىً. مبتدا محذوف ہے۔ فإنْ شِئْتَ علىٰ قدرِكَ شرط ہے جزا محذوف ہے أی فَخُذْ۔

تشریح علم وادب ہی کے ذریعے انسان کی زندگی بنتی اور سنورتی ہے، علم انسان کی زندگی کا بڑا قیمتی سرمایہ ہے، جس کی بدولت انسان کو معاشرے میں قدر ومنزلت ملتی ہے، علم کے ذریعے انسان بڑی دشوار کن گھاٹیوں کو عبور

کر لیتا ہے۔ درسِ مذکور میں آپ نے دیکھا کہ علم و ادب کی بدولت ان تینوں لڑکوں کی جان بچ گئی جو حجاج کے پنجہ دار کے چنگل میں آ گئے تھے اور ان کی ذہانت کو دیکھ کر حجاج نے اپنے ہم نشینوں کو تاکید کی کہ اپنے بچوں کو علم سے آراستہ کریں، اسی طریقے سے اعرابی نے اپنے علم ہی کے ذریعے تاڑ لیا کہ اپنی ہی حیثیت کے مطابق طلب کرنا بہتر ہے بادشاہ کی حیثیت کے مطابق طلب کرنے سے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسے مزید پچاس ہزار درہم کا فائدہ ہوا اور بادشاہ کو بڑی خوشی ہوئی۔

اَلْفَرَجُ بَعْدَ الشِّدَّةِ

جَاءَ فِي حَدِيْثِ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَجُلٌ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَّجِرُ مِنْ بِلَادِ الشَّامِ إِلَى الْمَدِيْنَةِ، وَلَا يَصْحَبُ الْقَوَافِلَ تَوَكُّلًا مِنْهُ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى، فَبَيْنَا هُوَ جَاءٍ عَنِ الشَّامِ، إِذْ عَرَضَ لَهُ لِصٌّ عَلٰى فَرَسٍ، فَصَاحَ بِالتَّاجِرِ "قِفْ" فَوَقَفَ التَّاجِرُ، وَقَالَ لَهُ شَأْنَكَ بِمَالٍ، فَقَالَ لَهُ اللِّصُّ: اَلْمَالُ مَالِيْ، وَ إِنَّمَا أُرِيْدُ نَفْسَكَ، فَقَالَ لَهُ: أَنْظِرْنِيْ حَتّٰى أُصَلِّيَ، قَالَ: اِفْعَلْ مَا بَدَا لَكَ، فَصَلّٰى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ وَرَفَعَ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ، يَقُوْلُ: يَا وَدُوْدُ يَا وَدُوْدُ! يَا ذَا الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ! يَا مُبْدِئُ يَا مُعِيْدُ! يَا فَعَّالُ لِّمَا يُرِيْدُ! أَسْأَلُكَ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِيْ مَلَأَ أَرْكَانَ عَرْشِكَ وَأَسْأَلُكَ بِقُدْرَتِكَ الَّتِيْ قَدَرْتَ بِهَا عَلٰى جَمِيْعِ خَلْقِكَ، وَأَسْأَلُكَ بِرَحْمَتِكَ الَّتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ لَا اِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، يَا مُغِيْثُ! أَغِثْنِيْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، وَإِذَا بِفَارِسٍ بِيَدِهٖ حَرْبَةٌ، فَلَمَّا نَظَرَهُ اللِّصُّ تَرَكَ التَّاجِرَ، وَمَضٰى نَحْوَهُ، فَلَمَّا دَنَا مِنْهُ، طَعَنَهُ فَأَرْدَاهُ عَنْ فَرَسِهٖ، ثُمَّ قَتَلَهُ، وَقَالَ لِلتَّاجِرِ: اِعْلَمْ أَنِّيْ مَلَكٌ مِنَ السَّمَاءِ الثَّالِثَةِ، لَمَّا دَعَوْتَ الْأُوْلٰى، سَمِعْنَا لِأَبْوَابِ السَّمَاءِ قَعْقَعَةً، فَقُلْنَا أَمْرٌ حَدَثَ، ثُمَّ دَعَوْتَ الثَّانِيَةَ فَفُتِحَتْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَلَهَا شَرَرٌ، ثُمَّ دَعَوْتَ الثَّالِثَةَ فَهَبَطَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يُنَادِيْ مَنْ هٰذَا الْمَكْرُوْبُ؟ فَدَعَوْتُ اللّٰهَ أَنْ يُوَلِّيَنِيْ قَتْلَهُ، وَاعْلَمْ، يَا عَبْدَ اللّٰهِ! مَنْ دَعَا بِدُعَائِكَ فِيْ كُلِّ شِدَّةٍ أَغَاثَهُ اللّٰهُ، وَفَرَّجَ عَنْهُ، ثُمَّ جَاءَ التَّاجِرُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ الْخَبَرَ فَقَالَ: لَقَّنَكَ اللّٰهُ أَسْمَائَهُ الْحُسْنٰى الَّتِيْ إِذَا دُعِيَ بِهَا أَجَابَ وَإِذَا سُئِلَ بِهَا أَعْطٰى.

سختی کے بعد آسانی

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ کے زمانے میں ایک شخص اللہ پر بھروسہ کر کے ملک شام سے مدینے تک تجارت کرتا تھا اور قافلوں کے ساتھ نہیں ہوتا تھا، تو جس وقت وہ شام سے آ رہا تھا،

ایک چور گھوڑے پر (سوار ہوکر) اس کے سامنے آگیا، اُس نے تاجر کو آواز لگائی، ٹھہر جا، تو تاجر ٹھہر گیا اور چور سے کہا: میرے مال کا ارادہ ہے؟ تو چور نے اس سے کہا: مال تو میرا ہے ہی، مجھے تو تمہاری جان چاہیے، تو تاجر نے اُس سے کہا: مجھے مہلت دے دیجیے تاکہ میں نماز پڑھ لوں، چور نے کہا: کرلو جو کچھ تمہاری سمجھ میں آئے، چناں چہ اُس نے چار رکعت نماز ادا کی، اور اپنا سر آسمان کی طرف اٹھا کر کہنے لگا: اے بہت زیادہ محبت کرنے والے! اے بہت زیادہ محبت کرنے والے! اے عرش کے مالک بڑی شان والے! اے ابتداءً پیدا کرنے والے! اے دوبارہ پیدا کرنے والے! اے جو چاہے کرنے والے! میں تیری ذات کے اُس نور کا واسطہ دے کر تجھ سے سوال کر رہا ہوں جس نے تیرے ارکانِ عرش کو بھر دیا ہے، اور تیری اُس قدرت کا واسطہ دے کر تجھ سے سوال کر رہا ہوں جس کے ذریعے تجھے اپنی تمام مخلوق پر قدرت حاصل ہے، اور تیری اُس رحمت کا آسرا لے کر تجھ سے سوال کر رہا ہوں جو ہر چیز کو عام ہے۔ تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں، اے فریاد رس! میری مدد فرما۔ تاجر نے تین مرتبہ دعا کی، اچانک ایک شہسوار آیا جس کے ہاتھ میں نیزہ تھا، تو جب چور نے اسے دیکھا تو تاجر کو چھوڑ دیا اور اس کی طرف چلا، تو جب اس کے قریب ہوا تو شہسوار نے اسے نیزہ مارا، اور اسے اس کے گھوڑے سے گرادیا، پھر اسے قتل کر دیا اور تاجر سے کہا: تمہارے علم میں یہ بات رہے کہ میں تیسرے آسمان کا ایک فرشتہ ہوں، جب تم نے پہلی بار دعا کی تو ہم نے آسمان کے دروازوں سے ایک جھنکار سنی، اور کہا: کوئی واقعہ رونما ہوا ہے، پھر تم نے دوسری بار دعا کی تو آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے۔ دراں حالے کہ اس سے شرارے اٹھ رہے تھے، پھر تم نے تیسری مرتبہ دعا کی تو حضرت جبریل علیہ السلام ندا دینے کے لیے اترے کہ اِس پریشان حال کے لیے کون (تیار) ہے پس میں نے اللہ سے یہ درخواست کی کہ مجھے اس کے قتل پر مامور فرما، اور اے بندۂ خدا یہ جان لے کہ جو شخص بھی ہر مصیبت میں تیری جیسی دعا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی فریاد سنے گا اور اس کی پریشانی دور کرے گا۔ پھر وہ تاجر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ کو واقعہ بتلایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں اللہ ربّ العزت نے اپنے ان اسمائے حسنیٰ کی تلقین فرمائی جن کے ذریعے اگر دعا کی جائے تو اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے اور اُن اسماء کے ذریعے سوال کیا جائے تو عطا فرماتا ہے۔

لغات وترکیب

فَرَجٌ، کشادگی۔ **فَرَجَ يَفْرِجُ فَرْجاً** (ض) کشادہ کرنا۔ **اتَّجَرَ يَتَّجِرُ اتِّجَاراً** (افتعال) تجارت کرنا۔ **عَرَضَ لأَحَدٍ يَعْرِضُ عَرَضاً** (ض) کسی کو پیش آنا۔ **لِصٌّ**، (ج) **لُصُوصٌ**، چور۔ **صَاحَ بأحَدٍ يَصِيحُ صَيْحَةً** (ض) کسی کو آواز لگانا۔ **أبدأ يُبْدِئُ إبْدَائاً** (افعال) ابتداءً پیدا کرنا۔ **حَرْبَةٌ**، (ج) **حِرَبٌ**، چھوٹا نیزہ۔ **طَعَنَ يَطْعَنُ طَعْناً** (ف) نیزہ مارنا۔ **أرْدىٰ يُرْدِيْ إرْدَاءً** (افعال) ہلاک کرنا۔ **قَعْقَعَةٌ**، (ج) **قَعَاقِعُ**، ہتھیار کی جھنکار۔ **هَبَطَ يَهْبِطُ هُبُوطاً** (ن ض) اترنا۔ **كَرَبَ الغَمُّ يَكْرُبُ كَرْباً** (ن) سخت غم ہونا۔ **فَرَّجَ عَنْ أحَدٍ يُفَرِّجُ تَفْرِيْجاً** (تفعیل) غم دور کرنا۔

شانَك بِمالِيْ. "شانَكَ" مفعول مطلق ہے اور فعل محذوف ہے أي إشانْ شأنك بمعنی اِقْصِدْ قَصْدَكَ۔ تو اپنا ارادہ کر۔ محاورہ ہے "شَانَ شَأنَكَ" اُس نے تمہارے جیسا ارادہ کیا۔

تشریح اگر انسان کسی مصیبت سے دوچار ہو جائے تو اس سے چھٹکارے کے لیے اللہ ربّ العزت سے دعا کرے، اللہ تعالیٰ ہر ایک بندے کے پکار کو سنتا ہے اور اس پر رحم فرماتا ہے، تاجر مذکور نے الحاح وزاری کے ساتھ دعا کی تو اللہ ربّ العزت نے غیبی مدد فرمائی، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب واقعہ بتلایا تو آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہیں اُن اسمائے حسنیٰ کی تلقین کی جن سے دعا قبول ہوتی ہے۔ خود اللہ ربّ العزت نے قرآن کریم میں فرمایا ہے "**ولِلّٰهِ الأسماء الحسنیٰ فادعوه بها**" (الاعراف/۱۸۰) —— اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لیے ہیں سو ان ناموں سے اللہ کو موسوم کیا کرو —— اچھے نام سے مراد وہ نام ہیں جو صفات کمال کے اعلیٰ درجے پر دلالت کرنے والے ہیں۔

بخاری ومسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں جو شخص ان کو محفوظ کرے وہ جنت میں داخل ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کے یہ ننانوے نام پڑھ کر جس مقصد کے لیے دعا کی جائے قبول ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ "**اُدْعُونِيْ اسْتَجِبْ لَكُمْ**" یعنی تم مجھے پکارو، میں تمہاری دعا قبول کروں گا، حاجات ومشکلات کے لیے دعا سے بڑھ کر کوئی تدبیر نہیں۔

الاِرْتِجَالُ

خَرَجَ الْمَهْدِيُّ يَتَصَيَّدُ وَمَعَهُ عَلِيُّ بنُ سُلَيْمَانَ فَسَنَحَ لَهُ قَطِيعٌ مِنَ الظِّبَاءِ، فَأُرْسِلَتِ الْكِلَابُ، وَأُجْرِيَتِ الْخَيْلُ، فَرَمَى الْمَهْدِيُّ سَهْماً، فَصَرَعَ ظَبْياً، وَرَمَى عَلِيُّ بْنُ سُلَيْمَانَ سَهْماً فَصَرَعَ كَلْباً، فَقَالَ أَبُو دُلَامَةَ:

قَدْرَمَى الْمَهْدِيُّ ظَبْياً — شَقَّ بِالسَّهْمِ فُؤَادَهُ
وَعَلِيّ بنُ سُلَيْمَانَ — رَمَى كَلْباً فَصَادَهُ
فَهَنِيْئاً لَهُمَا كُلّ امْ — رِئٍ يَأكُلُ زَادَهُ

فَضَحِكَ الْمَهْدِيُّ حَتّٰى كَادَ يَسْقُطُ.

وَمِنْ مُلَحِهِ أَنَّه دَخَلَ عَلَى الْمَهْدِيِ وَعِنْدَهُ وُجوهُ بَنِي هَاشِمٍ: فَقَالَ: أنَا أعْطِي اللّٰهَ عَهْداً لَئِنْ لَمْ تَهْجُ وَاحِداً مِمَّنْ فِي الْبَيْتِ، لَأقْطَعَنَّ لِسَانَكَ فَنَظَرَ إِلَى الْقَومِ فَكُلَّمَا نَظَرَ إِلٰى وَاحِدٍ غَمَزَهُ بِأنَّ عَلَيْهِ رِضَاهُ قَالَ: فَعَلِمْتُ أنّي وَقَعْتُ وَأنَّها عَزْمَةٌ مِنْ عَزَمَاتِهِ لَا بُدَّ مِنْهَا، فَلَمْ أرَ أدعٰى إلٰى

السَّلامةِ منْ هجاءِ نفسي فقُلتُ:

أَلا أَبلِغْ لَديكَ أبادُلامَةْ فَلَيسَ مِنَ الكِرامِ وَلا كَرامَةْ
إذا لَبِسَ العِمامَةَ قُلتَ قِرداً وَخِنزيراً يَكونُ بَلا عِمامَةْ
جَمَعتَ دَمامَةً وَجَمَعتَ لُؤماً كَذاكَ اللُّؤمُ تَتبَعُهُ الدَّمامَةْ
فَإن تَكُ قَدْ أَصَبْتَ نَعيمَ دُنيا فَلا تَفرَحْ فَقَدْ دَنَتِ القِيامَةْ

فَضَحِكُوا فَلَمْ يَبْقَ أَحَدٌ إِلَّا أَجازَهُ. (العقد الفريد ٦/٤٤٤)

برجستہ گوئی

مہدی شکار کے لیے نکلا اِس حال میں کہ اس کے ساتھ علی بن سلیمان بھی تھا، تو مہدی کے سامنے ہرنیوں کا ایک ریوڑ گذرا، تو کتے چھوڑ دیے گیے اور گھوڑے دوڑا دیے گیے، پھر مہدی نے تیر چلایا اور ایک ہرن کو مار گرایا، اور علی بن سلیمان نے بھی تیر چلایا تو ایک کتے کو گرا دیا تو شاعر ابودلامہ نے کہا:

۱۔ مہدی نے ہرن پر تیر چلایا، تیر سے اس کے دل کو پھاڑ ڈالا
۲۔ اور علی بن سلیمان نے کتے پر تیر چلایا اور اس کا شکار کرلیا
۳۔ تو ان دونوں کو مبارک ہو ہر آدمی اپنا توشہ کھائے

تو مہدی کو ہنسی آ گئی یہاں تک کہ قریب تھا کہ گر پڑے۔

ابودلامہ کے لطائف میں سے یہ بھی ہے کہ وہ مہدی کے پاس آیا، اس حال میں کہ اس کے پاس سرداران بنو ہاشم تھے، تو مہدی نے کہا: میں اللہ سے عہد کرتا ہوں کہ اگر تو نے گھر میں موجود افراد میں سے کسی کی ہجو نہ کی تو میں ضرور بالضرور تیری زبان کاٹ لوں گا، تو جب جب وہ کسی کی جانب نظر ڈالتا تو وہ ابودلامہ کو اشارہ کر دیتا کہ اسے خوش رکھنا اس کے ذمے واجب ہے، ابودلامہ کا بیان ہے: تو میں جان گیا کہ میں مصیبت میں پڑ گیا اور یہ کہ مہدی کے عزائم میں سے یہ ایسا عزم ہے جو لابدی ہے تو مجھے اپنی ہجو کے علاوہ سلامتی کی کوئی صورت نظر نہ آئی، چناں چہ میں نے کہا:

۱۔ ذرا اُس ابودلامہ تک پہنچا دو جو تمہارے پاس ہے کہ نہ تو وہ شرفاء میں سے ہے اور نہ ہی اس میں شرافت ہے۔
۲۔ اگر وہ عمامہ باندھ لے تو تم اسے بندر کہو گے اور بغیر عمامہ کے وہ خنزیر رہتا ہے۔
۳۔ تو بدصورتی اور بدسیرتی کا جامع ہے اسی طریقے سے بدصورتی بدسیرتی کے تابع رہتی ہے۔
۴۔ پس اگر تجھے دنیا کی نعمت حاصل ہو جائے تو خوش مت ہو کیوں کہ قیامت قریب آ گئی ہے۔

تو سبھی ہنس پڑے اور ہر ایک نے اسے انعام دیا۔

لغات وترکیب

ارتَجلَ یرْتَجِلُ اِرْتِجالاً (افتعال) برجستہ گو ہونا۔ فی البدیہ کہنا۔ سَنَح یَسْنَحُ سُنُوحاً (ف) دائیں سے بائیں گذرنا۔ قَطِیعٌ، (ج) قِطَاعٌ، بکریوں اور چوپایوں کا ریوڑ، گلہ، ظِبَاءٌ، واحد، ظَبْیٌ، ہرن۔ صَرَعَ یَصْرَعُ صَرْعاً (ف) زمین پر گرادینا۔ شَقَّ یَشُقُّ شَقّاً (ن) پھاڑنا۔ فُؤادٌ، (ج) أفْئِدَةٌ، دل۔ مُلَحٌ، واحد مُلْحَةٌ، مزیدار بات، لطیفہ۔ غَمَزَ بالعین یَغْمِزُ غَمْزاً (ض) آنکھ سے اشارہ کرنا۔ هَجَا یَهْجُو هِجَاءً (ن) ہجو کرنا۔ قِرْدٌ، (ج) أقْرَادٌ، بندر۔ دَمَّ یَدِمُّ دَمَامَةً (ن،ض،س) بدصورت ہونا۔ لُؤمٌ، کمینگی۔

فهنيئاً لهما. "لهما" هنيئاً سے متعلق ہے اور "هنيئاً"، فعلِ محذوف کا مفعولِ مطلق ہے، أي أهنئ هنيئاً۔ فلم أر أدعى إلى السلامة أي شيئاً أدعى، موصوف محذوف ہے اور "أدعى" اس کی صفت ہے۔

تشریح درسِ مذکور میں ابودلامہ کی برجستہ گوئی کو بیان کیا گیا ہے۔ ابودلامہ کی برجستہ گوئی ظرافت آمیز رہتی تھی، چناں چہ دونوں واقعے میں اس کے ظریف ہونے کا پہلو مذکور ہے، پہلے واقعے میں تو ہر شکاری کو اسی کا شکار توشہ بنایا اور دوسرے واقعے میں اپنی ہی ہجو کردی اور وہ بھی قبیح تشبیہ کے ساتھ۔

تَحَلُّمُ السَّلَاطِيْنَ عَلٰى أَهْلِ الدِّيْنِ إِذَا اجْتَرأُوا عَلَيْهِمْ

رَوىٰ زِيَادُ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ قَالَ: بَعَثَ أَبُو جَعْفَرِ الْمَنْصُورُ إِلَيَّ وَإِلَى بْنِ طَاؤسٍ فَأَتَيْنَاهُ فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ، فَإِذَا هُوَ جَالِسٌ عَلٰى فُرُشٍ قَدْنُضِرَتْ، وَبَيْنَ يَدَيْهِ نُطَاعٌ قَدْ بُسِطَتْ وَجَلَاوِزَةٌ بِأَيْدِيْهِمْ السُّيُوفُ، يَضْرِبُونَ الْأَعْنَاقَ، فَأَومَأَ إِلَيْنَا أَنِ اجْلِسَا، فَجَلَسْنَا، فَأَطْرَقَ عَنَّا قَلِيْلًا، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ، وَالْتَفَتَ إِلَى ابْنِ طَاؤسٍ، فَقَالَ لَهُ: حَدِّثْنِي عَنْ أَبِيكَ، قَالَ: نَعَمْ، سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَذَاباً يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ أَشْرَكَهُ اللّٰهُ فِي حُكْمِهِ، فَأَدْخَلَ عَلَيْهِ الْجَوْرَ فِي عَدْلِهِ، فَأَمْسَكَ سَاعَةً، قَالَ مَالِكٌ: فَضَمَمْتُ ثِيَابِي مِنْ ثِيَابِهِ مَخَافَةَ أَنْ يَمْلَأَ ثِيَابِي مِنْ دَمِهِ، ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَيْهِ أَبُو جَعْفَرٍ، فَقَالَ: عِظْنِي يَا ابْنَ طَاؤسٍ! قَالَ: نَعَمْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُولُ: أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ، وَثَمُودَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ، إِلٰى قوله إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ. قَالَ: مَالِكٌ فَضَمَمْتُ ثِيَابِي مِنْ ثِيَابِهِ مَخَافَةَ أَنْ يَمْلَأَ ثِيَابِي مِنْ دَمِهِ فَأَمْسَكَ سَاعَةً حَتّٰى بَرَدَ مَا بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ،

ثُمَّ قَالَ: يَا ابْنَ طَاوُوسٍ! نَاوِلْنِيْ هٰذِهِ الدَّوَاةَ، فَأَمْسَكَ عَنْهُ، ثُمَّ قَالَ: نَاوِلْنِي هٰذِهِ الدَّوَاةَ، فَأَمْسَكَ عَنْهُ، فَقَالَ: مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تُنَاوِلْنِيهَا: قَالَ: أَخْشٰى أَنْ تَكْتُبَ بِهَا مَعْصِيَةً، فَأَكُونَ شَرِيْكَكَ، فَلَمَّا سَمِعَ ذٰلِكَ قَالَ: قُومَا عَنِّي، قَالَ ابْنُ طَاوُوسٍ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِي مُنْذُ الْيَوْمِ، قَالَ مَالِكٌ: فَمَا زِلْتُ أَعْرِفُ لِابْنِ طَاوُوسٍ فَضْلَهُ، وَأَرْسَلَ أَبُوْجَعْفَرٍ إِلٰى سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ قَالَ: عِظْنِي أَبَا عَبْدَ اللّٰهِ! قَالَ: وَمَا عَمِلْتَ فِيْمَا عَلِمْتَ فَأَعِظُكَ فِيْمَا جَهِلْتَ فَمَا وَجَدَ لَهُ الْمَنْصُوْرُ جَوَاباً.

دین داروں کی جرأت پر بادشاہوں کی بردباری

زیاد نے حضرت مالک بن انس سے روایت نقل کی ہے ان کا بیان ہے کہ ابوجعفر منصور نے میرے اور ابن طاؤس کے پاس پیغام بھیجا تو ہم دونوں اس کے پاس گئے اور اس کے پاس اندر پہنچے، تو وہ نرم ونازک بستروں پر بیٹھا ہوا تھا، اس کے سامنے چمڑے کا فرش بچھا ہوا تھا، اور (وہاں) ایسے جلاّد تھے جن کے ہاتھوں میں تلواریں تھیں، ان کا کام سروں کوتن سے جدا کرنا تھا، منصور نے ہماری طرف اشارہ کیا بیٹھ جاؤ، چناں چہ ہم بیٹھ گئے، تھوڑی دیر وہ ہم سے سر جھکائے رہا، پھر اپنا سر اٹھایا اور ابن طاؤس کی جانب متوجہ ہوا اور اس سے کہا: میرے سامنے اپنے والد سے سنی ہوئی حدیث بیان کرو، ابن طاؤس نے کہا: جی ہاں! میں نے اپنے والد کو بیان کرتے ہوئے سنا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ قیامت کے دن لوگوں میں سب سے زیادہ سخت عذاب میں وہ شخص ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فیصلے میں شریک کیا ہو، پھر اس نے اُس پر اس کے عدل میں ظلم کو شامل کردیا ہو، پھر تھوڑی دیر منصور رکا رہا، مالک ابن انس فرماتے ہیں: تو میں نے اپنے کپڑے سمیٹ لیے اس اندیشے سے کہ ان کے خون سے آلودہ ہوجائیں، پھر ابوجعفر ان کی طرف متوجہ ہوا اور کہا: ابن طاؤس! مجھے نصیحت کرو، فرمایا: ہاں امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے پروردگار نے قوم عاد یعنی قوم ارم کے ساتھ کیا معاملہ کیا جن کے قد وقامت ستون جیسے (دراز) تھے جن کے برابر شہروں میں کوئی شخص نہیں پیدا کیا گیا، اور قوم ثمود کے ساتھ (کیا معاملہ کیا) جو وادی قریٰ میں پتھروں کو تراشا کرتے تھے، **إنّ ربّك لبا المرصاد** تک، پڑھا۔ بیشک آپ کا رب گھات میں ہے۔۔ حضرت مالک بن انس فرماتے ہیں: تو میں نے اپنے کپڑوں کو ان کے کپڑوں سے سمیٹ لیا، اس اندیشے سے کہ میرے کپڑے ان کے خون سے تر نہ ہوجائیں، پھر منصور تھوڑی دیر رکا رہا، یہاں تک کہ وہ غصہ ٹھنڈا ہوگیا جو ہمارے اور منصور کے درمیان تھا، پھر کہا: اے ابن طاؤس! مجھے یہ دوات دے دیجیے، تو وہ اس سے رکے رہے، پھر کہا: مجھے یہ دوات دے دیجیے، تو وہ رکے رہے تو منصور نے کہا: تمہیں وہ دوات مجھے دینے سے کیا چیز مانع ہے؟ فرمایا: مجھے ڈر ہے کہ تم اس سے کوئی گناہ کی بات لکھو پھر میں تمہارے ساتھ شریک ہوجاؤں، تو جب منصور نے

یہ سنا تو کہا: تم دونوں میرے پاس سے اٹھ جاؤ، ابن طاؤس نے کہا: یہ تو ہم پہلے ہی سے چاہ رہے تھے، مالک ابن انس کا بیان ہے: تو میں ابن طاؤس کے فضل وکمال کا معترف ہی رہا۔ اور ابوجعفر منصور نے سفیان ثوری کے پاس پیغام بھیجا، تو جب آپ تشریف لائے تو کہا: ابوعبداللہ! مجھے نصیحت کیجیے۔ فرمایا: تو نے اپنے علم پر کیا عمل کیا کہ میں تجھے ان چیزوں کے بارے میں نصیحت کروں جن سے تو ناواقف ہے تو منصور کو اس کا کوئی جواب نہ ملا۔

لغات وترکیب

تَحَلَّمَ يَتَحَلَّمُ تَحَلُّماً (تفعل) بردبار ہونا۔ سَلَاطِينُ، واحد، سُلْطَانٌ، بادشاہ۔ اِجْتَرأَ عَلَى أَحدٍ يَجْتَرِأُ اِجْتِرَاءً (افتعال) کسی کے سامنے جرأت مندی کا اظہار کرنا۔ نَضَرَ يَنْضُرُ نَضْرَةً (ک۔) تروتازہ ہونا، شگفتہ ہونا۔ نِطَاعٌ وَنَطْعٌ، (ج) أَنْطَاعٌ وَنُطُوعٌ، چمڑے کا فرش جو مجرم کو قتل کرنے کے لیے بچھایا جائے۔ جلاوزۃ، واحد، جِلْوَازٌ، جلاد، قتل کرنے والا سپاہی۔ جَارَ يَجُورُ جَوْراً (ن) ظلم کرنا۔ عِمَادٌ، (ج) عُمُدٌ. جس کا سہارا لیا جائے، ستون۔ جَابَ الصَّخْرَ يَجُوبُ جَوْباً (ن) چٹان کو تراشنا۔ مِرْصَادٌ، (ج) مَرَاصِيدُ، گھات۔ نَاوَلَ، يُنَاوِلُ مُنَاوَلَةً (مُفَاعَلَةً) دینا، عطا کرنا۔

وبين يديه نِطَاعٌ قد بسطت، یہ جملہ "جالس" کی ضمیر سے حال واقع ہے۔ مَخافةَ أن يملأ ثيابي من دمه۔ مخافَة مضاف، اپنے مضاف الیہ سے مل کر "ضممت" کا مفعول لہ ہے۔ إرَمَ ذاتِ العماد، "عادٍ" سے بدل واقع ہے اور "ثمود" کا عطف "عادٍ" پر ہے۔

تشریح سنجیدگی وبردباری اور مواقعِ حق میں اظہارِ جرأت یہ دونوں صفتیں محمود ہیں، ابوجعفر منصور باوجودیکہ خلیفۂ وقت تھا لیکن ابن طاؤسؒ کے سامنے پوری بردباری کا مظاہرہ کیا اور ابن طاؤسؒ نے بھی عہدے اور منصب کا لحاظ کیے بغیر پوری جرأت مندی سے حق کا اظہار کیا اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان فرماکر ظلم سے روکا، اسی طریقے سے آیت قرآنی "الم تر كيف فعل ربك بعاد" کے ذریعے غرور وتکبر سے منع کیا۔ اس جرأت مندی کو دیکھ کر مالک ابن انسؒ فرماتے ہیں کہ میں ڈر گیا اور ڈر کے مارے میں نے اپنے کپڑے سمیٹ لیے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ابوجعفر ابن طاؤس کو قتل کردے اور اس کے خون سے میرے کپڑے بھی خراب ہوجائیں، مگر ایسا نہ ہوا، اس اظہارِ جرأت کو دیکھ کر مالک بن انس تازندگی ابن طاؤس کے فضل وکمال کے معترف رہے۔

حَدِيثُ عِيَانٍ لِذِئْبٍ كَانَ فِي زِيِّ شَاةٍ

فَاجَأَنَا بِمَجْلِسِ عُمْدَةِ الْقَرْيَةِ رَجُلٌ مُمْتَلِيءٌ صِحَّةً وَقُوَّةً بِصَوْتٍ قَوِيٍّ جَهِيرٍ وَعِمَامَةٍ كَبِيرَةٍ حَمْرَاءَ، فِي عُنُقِهِ سُبْحَةٌ ضَخْمَةٌ، وَفِي يَدِهِ عَصاً غَلِيظَةٌ قَدْ رُصِّعَتْ بِالْمَسَامِيرِ، دَخَلَ يُهَلِّلُ

وَيُكَبِّرُ مِنْ غَيْرِ اِسْتِئْذَانٍ وَلَا سَلَامٍ، فَأَوَّلُ مَا وَقَعَ فِي قَلْبِي أَنَّهُ مُخَادِعٌ كَذَّابٌ فَانْبَرَيْتُ لَهُ دُوْنَ الْجَالِسِيْنَ فَقُلْتُ لَهُ: مَنِ الرَّجُلُ؟ فَقَالَ فُلَانٌ. فَقُلْتُ: وَمَا عَمَلُكَ؟ فَقَالَ: مِنَ الْمُتَوَكِّلِيْنَ؟ قُلْتُ كَيْفَ تَعِيْشُ؟ فَقَالَ مِنْ عِنْدِ الْكَرِيْمِ، فَلَمْ أَزَلْ اَسْتَدْرِجُهُ حَتّٰى صَارَحَنِي فِي غَيْرِ حَيَاءٍ أَنَّهُ مَكَثَ أَعْوَاماً سِتَّةً يُنْفِقُ مِنْ تَحْتِ السَّجَّادَةِ، وَأَقَلُّ مَا كَانَ يَجِدُ كُلَّ صَبَاحٍ عِشْرُوْنَ قِرْشاً، ثُمَّ حَسَدَهُ أَقَارِبُهُ عَلٰى هٰذَا الرِّزْقِ لَمَّا أُفْشِيَ السِّرُّ، فَانْقَطَعَ عَنْهُ، وَكَانَ مِنَ الْعَابِدِيْنَ الْقَانِتِيْنَ، فَقُلْتُ: يَالَلْعَجَبِ! تَشْكُرُ رَبَّكَ، وَتَعْبُدُه، فَيَنْقَطِعُ عَنْكَ رِزْقُهُ وَمَعُوْنَتُهُ وَهُوَ الَّذِيْ يَقُوْلُ: لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ وَاللّٰهِ اِنَّكَ لَمُفْتَرٍ كَذَّابٌ، فَعَلَاهُ خِزْيٌ، وَلَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُجِيْبَ شَيْئاً ثُمَّ اسْتَبَانَ مِنْ خِلَالِ حَدِيْثِهٖ أَنَّهُ تَارِكٌ بَلْدَتَهٗ وَزَوْجَهٗ وَأَوْلَادَهٗ وَعَاقٌّ لِأُمِّهٖ، وَأَنَّهُ يَرْحَلُ مِنْ قَرْيَةٍ إِلٰى قَرْيَةٍ، وَيَدْخُلُ عَلَى النِّسَاءِ، وَيُجَالِسُهُنَّ، وَذَكَرَ بَعْضُ الْجَالِسِيْنَ كَثِيْراً مِنْ مَعَايِبِهٖ وَمَخَازِيْهِ، فَشَرَحْتُ لِلنَّاسِ فَضْلَ الْكَسْبِ وَعَمَلِ الْيَدِ وَبَيَّنْتُ لَهُمْ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ دَاوٗدَ (عَلٰى نَبِيِّنَا وَعَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ) كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهٖ، وَأَنَّ عُمَرَؓ كَانَ يُعَظِّمُ الرَّجُلَ وَيُكَبِّرُهُ فَإِذَا عَلِمَ أَنَّهُ لَا عَمَلَ لَهُ أَسْقَطَهُ؛ وَازْدَرَاهُ، وَأَنَّهُ لَوْ كَانَتِ السَّمَاءُ تُمْطِرُ ذَهَباً وَالْأَرْضُ تَتَفَجَّرُ فِضَّةً، لَفَسَدَ النِّظَامُ وَاخْتَلَّ الْعُمْرَانُ وَلَكَانَ الْأَنْبِيَاءُ وَالْأَوْلِيَاءُ أَوْلٰى بِهٰذَا الْمَغْنَمِ الْفَيَّاضِ، فَآمَنَ النَّاسُ بِالْحَقِّ وَكَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ، وَخَرَجَ الدَّجَّالُ مَذْؤُوْماً وَلَمْ يَعْثُرْ لَهُ أَحَدٌ بَعْدُ عَلٰى أَثَرٍ.

اس بھیڑیئے کا آنکھوں دیکھا واقعہ جو بکری کے روپ میں تھا

ایک صحت منداور طاقت ورشخص بلند آواز اور بڑی سرخ پگڑی کے ساتھ عمدۃ القریہ کی مجلس میں ہمارے پاس آدھمکا، اس کے گلے میں موٹے موٹے دانوں والی مالاتھی اوراس کے ہاتھ میں ایک موٹی لاٹھی تھی جس میں کیلیں جڑی ہوئی تھیں، وہ لا الہ الا اللہ پڑھتا ہوا، اللہ اکبر کہتا ہوا بغیر اجازت اور سلام کے اندر آ گیا، تو سب سے پہلے میرے دل میں یہ بات آئی کہ یہ دھوکے باز اور جھوٹا ہے، چناں چہ میں اس کے سامنے آیا، نہ کہ دیگر حاضرین، اور اس سے کہا: کون شخص ہے؟ اس نے کہا: فلاں، تو میں نے کہا: تیرا کیا مشغلہ ہے؟ اس نے کہا: میں متوکلین میں سے ہوں، پھر میں نے کہا: تیرا گذر بسر کیسے ہوتا ہے؟ تو اس نے کہا: سخی شخص کے یہاں سے، تو میں اسے ڈھیل دیتا رہا یہاں تک کہ بغیر کسی شرم کے صراحت کے ساتھ مجھ سے بتایا کہ وہ چھ سال تک مصلے کے نیچے سے خرچ کرتا رہا، اور سب سے کم مقدار جسے وہ روزانہ صبح کو پاتا تھا بیس قرش ہوتی تھی، پھر اس کے اعزاء واقارب اس پر حسد کرنے لگے اس (غیبی) رزق پر، جب راز فاش ہوگیا، پھر وہ روزی اس سے

بند ہوگئی، اور وہ عبادت گزار بندگی کرنے والوں میں سے تھا، تو میں نے کہا: تعجب ہے تم اپنے پروردگار کا شکرادا کرتے ہو، اس کی عبادت کرتے ہو پھر بھی اس کی روزی اور مدد تم سے بند ہو جاتی ہے، حالاں کہ اس کا ارشاد ہے: اگر تم شکرادا کرو گے تو میں تم کو اور زیادہ دوں گا، بخدا تو بہتان تراش اور جھوٹا ہے، تو وہ رسوا ہو گیا اور کوئی جواب نہ دے سکا، تو اسی دورانِ گفتگو یہ بھی ظاہر ہوا کہ وہ اپنے شہر، اپنی بیوی اور اپنی اولاد کو چھوڑے ہوئے ہے اور اپنی ماں کا نافرمان ہے، اور یہ کہ گاؤں گاؤں گھومتا رہتا ہے، عورتوں کے پاس جاتا ہے اور ان کی ہم نشینی اختیار کرتا ہے، بعض حاضرین نے بھی اس کے بہت سے عیوب اور برائیاں بیان کیں، تو میں نے لوگوں کے سامنے کسبِ معاش اور ہاتھ کی صنعت گری کی فضیلت کی وضاحت کی اور اُن کے سامنے بیان کیا کہ اللہ کے نبی حضرت داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے، اور یہ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہر شخص کی تعظیم وتکریم کرتے تھے اور جب یہ معلوم ہوتا کہ اس کا کوئی کام نہیں ہے تو اسے نظروں سے گرادیتے اور حقیر سمجھتے، اور یہ کہ اگر آسمان سونا برساتا اور زمین چاندی اُگلتی تو نظام بگڑ جاتا اور آبادی خراب ہو جاتی، اور یقیناً حضرات انبیائے کرام واولیائے عظام اس فیض رساں غنیمت کے زیادہ مستحق ہوتے، تو لوگوں نے حق کو تسلیم کیا، ناحق کا انکار کیا اور وہ دجال ذلیل ہو کر نکلا اور اب تک کسی نے اس کا نشان بھی نہ پایا۔

لغات وترکیب

عَايَنَ يُعَايِنُ مُعَايَنَةً وَعِيَاناً (مفاعلة) آنکھوں سے دیکھنا، معاینہ کرنا۔ ذِئبٌ، (ج) ذِئَابٌ، بھیڑیا۔ فاجأ يُفَاجِئ مُفَاجَاةً (مفاعلة) اچانک آجانا۔ عمدة القرية، مصر کا ایک مشہور ومعروف گاؤں ہے، جَهَرَ الصوتُ يَجْهَرُ جَهَارَةً (ک) آواز بلند ہونا۔ سُبْحَةٌ، (ج) سُبَحٌ، نفل نماز، تسبیح۔ ضَخُمَ يَضْخُمُ ضَخَامَةً (ک) موٹا ہونا۔ رَصَّعَ الذَّهَبَ بِالجَوَاهِرِ يُرَصِّعُ تَرْصِيعاً (تفعیل) سونے میں جواہر بٹھانا۔ مَسَامِيرُ، واحد، مِسْمَارٌ، کیل۔ اِنْبَرىٰ لأحدٍ يَنْبَرِي اِنْبِرَاءً (انفعال) کسی کے سامنے آنا۔ اِسْتَدْرَجَ يَسْتَدْرِجُ اِسْتِدْرَاجاً (استفعال) ڈھیل دینا۔ قِرْشٌ ایک ترکی سکہ جو چالیس پارہ کے برابر ہوتا ہے۔ قَنَتَ يَقْنُتُ قُنُوتاً (ن) اطاعت کرنا، بندگی کرنا۔ افْتَرىٰ يَفْتَرِى افْتِرَاءً (افتعال) بہتان تراشی کرنا۔ خَزِيَ يَخْزىٰ خِزْياً (س) ذلیل ہونا۔ اِسْتَبَانَ يَسْتَبِينُ اِسْتِبَانَةً (استفعال) ظاہر ہونا۔ عَقَّ يَعُقُّ عُقُوقاً (ن) نافرمانی کرنا۔ مَخَازِيْ، واحد، مَخْزَاةٌ، ذلت ورسوائی۔ ذَأَمَ يَذْأَمُ ذَأْماً (ف) عیب لگانا، رسوا کرنا۔ حقارت کرنا۔ عَثَرَ عَلىٰ أَمْرٍ يَعْثُرُ عُثُوراً (ن) کسی چیز پر مطلع ہونا۔

عِيَانٌ، مصدر بمعنی اسم فاعل ہے اور ''حدیث'' کی اضافت ''عیان'' کی طرف اضافتِ موصوف الی صفت کے قبیل سے ہے یعنی اپنی آنکھ سے دیکھنے والے کا واقعہ۔ ''صحةً وقوةً'' تمیز کی بنا پر منصوب ہیں يُهَلِّلُ وَيُكَبِّرُ یہ دونوں ''دخل'' کی ضمیر سے حال واقع ہیں۔ من المتوكلين أي أنا من المتوكلين، مبتدا محذوف ہے۔ منْ عند

الکریم، جار بامجرور "أعیش" فعل محذوف کے متعلق ہے۔ مذؤوماً "الدّجال" سے حال واقع ہے۔

تشریح حدیث عیان لذئب في زيّ شاۃٍ، یہ ایک محاورہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں لوگ مقصد برآری کے لیے طرح طرح کے طریقے اپناتے ہیں اور بہروپیہ بن جاتے ہیں، درسِ مذکور میں اسی طرح کا واقعہ مذکور ہے کہ ایک شخص نے جو اپنی ہیئت درویشوں کی طرح بنائے ہوئے تھا اپنے آپ کو عبادت گزار، فرماں بردار ظاہر کیا اور بعد میں یہ پتہ چلا کہ جھوٹا اور فریب دہندہ ہے، اخلاق و عادات کے اعتبار سے بہت ہی رذیل اور گھٹیا شخص ہے، ہر انسان کو اس جیسی مکاری اور دھوکہ دہی سے بچنا چاہیے۔

جُودُ حاتِمِ الطّائي

رَوىٰ مُحْرِزٌ مَوْلىٰ أبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: مَرَّ نَفَرٌ مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ بِقَبْرِ حَاتِمٍ، فَنَزَلُوا قَرِيْباً مِنْهُ فَقَامَ إلَيْهِ رَجُلٌ، يُقَالُ لَهُ أبُو الْخَيْبَرِي وَجَعَلَ يَرْكُضُ بِرِجْلِهِ قَبْرَهُ وَيَقُول: اِقْرِنَا فَقَالَ لَهُ بَعْضُهُمْ: وَيْلَكَ، مَا يَدْعُوكَ؟ أتُعَرِّضُ لِرَجُلٍ قَدْ مَاتَ، قَالَ: إنَّ طَيّاً تَزْعُمُ أنَّهُ مَا نَزَلَ بِهِ أحَدٌ إلَّا قَرَاهُ، ثُمَّ أجَنَّهُمُ اللّيْلُ فَنَامُوا، فَقَامَ أبُو الْخَيْبَرِي فَزِعاً وَهُوَ يَقُولُ: وَا رَاحِلَتَاهُ! فَقَالُوا لَهُ: مَالَكَ؟ قَالَ: أتَانِي حَاتِمٌ فِي النَّوْمِ، وَعَقَرَ نَاقَتِي بِالسَّيْفِ، وَأنَا أنْظُرُ إلَيْهَا، ثُمَّ أنْشَدَنِي شِعْراً حَفِظْتُهُ، يَقُولُ فِيْهِ:

أبَا الْخَيْبَرِيِّ وَأنْتَ امْرُؤٌ	ظَلُومُ الْعَشِيْرَةِ شَتَّامُهَا
أتَيْتَ بِصَحْبِكَ تَبْغِي الْقِرىٰ	لَدىٰ حُفْرَةٍ قَدْ صَدَتْ هَامُهَا
أتَبْغِي لِي الذَّمَّ عِنْدَ الْمَبِيْتِ	وَحَولَكَ طَيٌّ وَأنْعَامُهَا
فَإنَّا لَنُشْبِعُ أضْيَافَنَا	وَنَأتِي الْمَطِيَّ فَنَعْتَامُهَا

فَقَامُوا، وَإذَا نَاقَةُ الرَّجُلِ تَكُوسُ عَقِيْراً، فَانْتَحَرُوهَا، وَبَاتُوا يَأكُلُونَ، وَقَالُوا، قَرَانَا حَاتِمٌ حَيّاً وَمَيْتاً، وَأرْدَفُوا صَاحِبَهُمْ وَانْطَلَقُوا سَائِرِيْنَ، وَإذَا بِرَجُلٍ رَاكِبٍ بَعِيْراً، وَيَقُودُ آخَرَ قَدْ لَحِقَهُ وَهُوَ يَقُولُ: أيُّكُمْ أبُو الْخَيْبَرِي؟ قَالَ الرَّجُلُ أنَا، قَالَ: فَخُذْ هٰذَا الْبَعِيْرَ، أنَا عَدِيُّ ابْنُ حَاتِمٍ، جَاءَنِي حَاتِمٌ فِي النَّوْمِ وَزَعَمَ أنَّهُ قَرَاكُمْ بِنَاقَتِكَ، وَأمَرَنِي أنْ أحْمِلَكَ؛ فَشَأنَكَ وَالْبَعِيْرَ، وَدَفَعَهُ إلَيْهِمْ، وَانْصَرَفَ، وَإلىٰ هٰذِهِ الْقَضِيَّةِ أشَارَ ابْنُ دَارَةَ الْغَطْفَانِي فِيْ قَوْلِهِ يَمْدَحُ عَدِيَّ بْنَ حَاتِمٍ:

أبُوكَ أبُو سَفَّانَةَ، الْخَيْرُ لَمْ يَزَلْ	لَدُنْ شَبَّ حَتّٰى مَاتَ فِي الْخَيْرِ رَاغِباً
بِهِ تُضْرَبُ الْأمْثَالُ فِي الشِّعْرِ مَيِّتاً	وَكَانَ لَهُ إذْ ذَاكَ حَيّاً مُصَاحِباً

قَرِیٰ قَبْرُهُ الْأَضْيَافَ، إِذْ نَزَلُوا بِهِ وَلَمْ يَقْرِ قَبْرٌ قَبْلَه الدَّهْرَ رَاكِبا

(العقد الفرید ١/٢٣٤)

حاتم طائی کی سخاوت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام محرز نے بیان کیا ہے کہ قبیلۂ عبد قیس کے کچھ لوگوں کا گزر حاتم کی قبر کے پاس سے ہوا، تو وہ لوگ حاتم کی قبر کے پاس فروکش ہوئے، پھر ابوالخیبری نامی ایک شخص اٹھ کر حاتم کی قبر کے پاس گیا اور اپنے پیر سے اس کی قبر پر ٹھوکر مار کر کہنے لگا، ہماری مہمان نوازی کیجیے۔ تو ایک شخص نے اس سے کہا: افسوس ہے کون سی چیز تجھے آمادہ کررہی ہے، کیا تو ایسے شخص سے لایعنی بات کہہ رہا ہے جو مردہ ہو چکا ہے، اس نے کہا: قبیلۂ طے کا دعوی ہے کہ جو بھی حاتم کے پاس اترا حاتم نے اس کی مہمان نوازی کی، پھر رات ہوگئی اور وہ لوگ سو گئے، تو ابوالخیبری گھبرا کر اٹھا اس حال میں کہ کہہ رہا تھا: ہائے اونٹنی! تو لوگوں نے اُس سے کہا: تجھے کیا ہو گیا ہے؟ اس نے کہا: حاتم خواب میں میرے پاس آئے اور تلوار سے میری اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں اِس حال میں کہ میں اونٹنی کو دیکھ رہا تھا، پھر میرے سامنے ایک شعر پڑھا جو مجھے یاد ہے، شعر میں وہ کہہ رہا تھا:

١۔ اے ابوالخیبری! تو ایسا شخص ہے جو قبیلے پر ظلم کرنے والا ہے، اسے برا بھلا کہنے والا ہے۔

٢۔ تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ آیا ہے مہمان نوازی کا طالب بن کر ایسے گڈھے کے پاس جس کے جانور پیاسے ہیں۔

٣۔ کیا تو میرے لیے مذمت کا خواہاں ہے شب گزاری کے وقت حالاں کہ تیرے پاس قبیلۂ طے اور اس کے چوپائے ہیں موجود ہیں۔

٤۔ تو ہم اپنے مہمانوں کو شکم سیر کرتے ہیں اور ہم سواریوں کے پاس آتے ہیں تو ان میں سے بہترین کا انتخاب کرتے ہیں۔

تو سب لوگ اٹھ کھڑے ہوے اور دیکھا تو اس شخص کی اونٹنی زخمی حالت میں لنگڑا کر چل رہی تھی، تو انھوں نے اس کو ذبح کیا اور کھا کر رات گزاری اور کہا: حاتم نے زندگی میں بھی ہماری مہمان نوازی کی اور مرنے کے بعد بھی، اور انھوں نے اپنے ساتھی (ابوالخیبری) کو سواری کے پیچھے بٹھایا اور چل دیئے، اچانک ایک آدمی اونٹ پر سوار اور دوسرا ہانک رہا تھا اس سے جا ملا اِس حال میں کہ وہ کہہ رہا تھا: تم میں سے ابوالخیبری کون ہے؟ اُس شخص نے کہا میں ہوں، اُس نے کہا: تو یہ اونٹ لیجیے۔ میں عدی بن حاتم ہوں۔ خواب میں میرے پاس حاتم آئے اور کہا: کہ انھوں نے تمہاری اونٹنی کے ذریعے تم سب کی مہمان نوازی کردی ہے اور مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمہیں یہ سواری دے دوں، لہٰذا یہ اونٹ لے لو اور اونٹ ان کے حوالے کیا اور لوٹ گیا۔

ابن دارہ غطفانی نے عدی بن حاتم کی تعریف کرتے ہوئے اپنے شعر میں اسی واقعے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

۱۔ تیرا باپ ابو سفانہ، خیر اس کے ساتھ برابر رہی جب سے وہ پروان چڑھا یہاں تک کہ خیر ہی کی خواہش میں دنیا سے چل بسا۔

۲۔ مرنے کے بعد بھی شعر میں وہی ضرب المثل ہے اور وہ خیر اس کے ساتھ رہی جب تک بہ قیدِ حیات تھا۔

۳۔ اس کی قبر نے مہمانوں کی میزبانی کی جب وہ وہاں فروکش ہوئے اور اس سے قبل زمانے بھر کسی قبر نے کسی سوار کی میزبانی نہیں کی۔

لغات وترکیب

رَكَضَ يَرْكُضُ رَكْضاً (ن) ایڑ لگانا۔ قَرىٰ يَقْرِي قِرىً (ض) مہمان نوازی کرنا۔ أَجَنَّ يُجِنُّ إِجْنَاناً (افعال) چھپانا، ڈھانپ لینا۔ فَزِعَ يَفْزَعُ فَزَعاً (س) گھبرانا۔ عَقَرَ يَعْقِرُ عَقْراً (ض) ذبح کرنا، زخمی کرنا۔ عَقَرَ الإبلَ، کونچیں کاٹنا۔ حُفْرَةٌ، (ج) حُفَرٌ، گڑھا۔ صَدِيَ يَصْدىٰ صَدىً (س) سخت پیاسا ہونا۔ هَامٌ، واحد، هَامَةٌ، ہر چیز کا سرا، اہل جاہلیت کے عقیدے کے مطابق ایک جانور ہے جو مقتول کی کھوپڑی سے پیدا ہوتا ہے اور مسلسل کہتا ہے: "مجھے پانی دو، مجھے پانی دو" تا آں کہ اُس مقتول کا بدلہ لے لیا جائے۔ أَنْعَامٌ، واحد، نَعَمٌ، اونٹ، چوپایہ۔ أَشْبَعَ يُشْبِعُ إِشْبَاعاً (افعال) شکم سیر کرنا۔ مَطِيٌّ، (ج) مَطَايَا، سواری۔ اِعْتَامَ يَعْتَامُ اِعْتِيَاماً (افتعال) عمدہ مال منتخب کرنا۔ كَاسَ يَكُوسُ كَوْساً (ن) ایک ٹانگ کے زخمی ہونے کی وجہ سے تین ٹانگوں پر چلنا۔ أَرْدَفَ يُرْدِفُ إِرْدَافاً (افعال) پیچھے سوار کرنا۔ شَبَّ يَشِبُّ شَبَاباً (ض) جوان ہونا۔

وار احلتاه۔ واو ندبہ کے لیے ہے اور "راحلة" مندوب ہے، اس کے آخر میں الف استغاثہ ہے۔ اور "ها" سکتے کے لیے ہے۔ تبغي القرىٰ "أتيتَ" کی ضمیر مخاطب سے حال ہے۔ اسی طرح "عقيراً" تكُوسُ، کی ضمیر سے حال ہے۔ أيكم أبو الخيبري، أيُّكُمْ مبتدا، أبو الخيبريّ خبر ہے۔ في الخير راغباً میں "في الخير" راغباً کا متعلق مقدم ہے۔ اور "راغباً" مَاتَ، کی ضمیر سے حال واقع ہے۔

تشریح درسِ مذکور میں حاتم طائی کی سخاوت کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، یوں تو حاتم طائی کی سخاوت مشہور ومعروف اور ضرب المثل ہے۔ اور ان کی سخاوت کے واقعے مختلف طریقوں سے کتابوں میں مذکور ہیں مگر یہ واقعہ اس لحاظ سے منفرد ہے کہ اس کا تعلق بعد الموت سے ہے، کہ مرنے کے بعد بھی ان کی قبر سے مہمان محروم نہیں لوٹا، سچ ہے سخاوت ودریادلی ایک ایسی صفت ہے جو انسان کو مرنے کے بعد بھی زندہ رکھتی ہے، یعنی اس کا تذکرہ اُس کے دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی لوگوں کی زبانوں پر رہتا ہے۔

إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ

لَمَّا فُتِحَتْ مِصْرُ أَتٰى أَهْلُهَا عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ حِيْنَ دَخَلَ يَوْمٌ مِنْ أَشْهُرِ الْعَجَمِ، فَقَالُوا: يَاأَيُّهَا الْأَمِيْرُ! إِنَّ لِنِيْلِنَا هٰذَا سُنَّةً لَا يَجْرِي إِلَّا بِهَا، قَالَ: وَمَا ذَاكَ؟ قَالُوا: إِذَا كَانَ إِحْدىٰ عَشْرَةَ لَيْلَةً تَخلُو مِنْ هٰذَا الشَّهْرِ عَمَدْنَا إِلٰى جَارِيَةٍ بِكْرٍ بَيْنَ أَبَوَيْهَا فَأَرْضَيْنَا أَبَوَيْهَا، وَجَعَلْنَا عَلَيْهَا مِنَ الثِّيَابِ وَالْحُلِيِّ أَفْضَلَ مَا يَكُونُ، ثُمَّ أَلْقَيْنَاهَا فِي هٰذَا النِّيْلِ. فَقَالَ لَهُمْ عَمْرٌو: إِنَّ هٰذَا لَا يَكُونُ أَبَداً فِي الْإِسْلَامِ، وَإِنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ، فَأَقَامُوا وَالنِّيْلُ لَا يَجْرِي قَلِيْلاً وَلَا كَثِيْراً، حَتّٰى هَمُّوا بِالْجَلَاءِ، فَلَمَّا رَأىٰ ذٰلِكَ عَمْرٌو، كَتَبَ إِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِذٰلِكَ، فَكَتَبَ لَهُ: أَنْ قَدْ أَصَبْتَ بِالَّذِي قُلْتَ، وَأَنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَاكَانَ قَبْلَهُ وَ بَعَثَ بِطَاقَةً فِي دَاخِلِ كِتَابِهٖ وَكَتَبَ إِلٰى عَمْرٍو أَنِّي قَدْ بَعَثْتُ إِلَيْكَ بِبِطَاقَةٍ فِي دَاخِلِ كِتَابِي، فَأَلْقِهَا فِي النِّيْلِ، فَلَمَّا قَدِمَ كِتَابُ عُمَرَ إِلٰى عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَخَذَ الْبِطَاقَةَ، فَفَتَحَهَا فَإِذَا فِيْهَا "مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِلٰى نِيْلِ مِصْرَ، فَإِنْ كُنْتَ تَجْرِي مِنْ قِبَلِكَ فَلَا تَجْرِ، وَإِنْ كَانَ اللّٰهُ يُجْرِيْكَ فَأَسْأَلُ الْوَاحِدَ الْقَهَّارَ فِي أَنْ يُجْرِيْكَ" فَأَلْقَى الْبِطَاقَةَ فِي النِّيْلِ قَبْلَ الصَّلِيْبِ بِيَوْمٍ فَأَصْبَحُوا وَقَدْ أَجْرَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى سِتَّةَ عَشَرَ ذِرَاعاً فِيْ لَيْلَةٍ وَاحِدَةٍ، فَقَطَعَ اللّٰهُ تِلْكَ السُّنَّةَ عَنْ أَهْلِ الْمِصْرِ إِلَى الْيَوْمِ.

حکم خدا ہی کے لیے ہے

جب مصر فتح ہوگیا تو باشندگانِ مصر حضرت عمرو بن عاصؓ کے پاس آئے جب عجم کے مہینوں میں سے ایک دن آیا، اور کہا: اے امیر المؤمنین! ہمارے اِس دریائے نیل کا ایک طریقہ ہے جس کے بغیر وہ بہتا نہیں، فرمایا: وہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا: جب اِس مہینے کی گیارہ راتیں گذر جاتی ہیں، تو ہم ایک باکرہ لڑکی کا قصد کرتے ہیں جو اپنے والدین کے درمیان پلی بڑھی ہو، تو ہم (کچھ دے کر) اس کے والدین کو راضی کر لیتے ہیں اور اسے اُس سے بہتر کپڑے اور زیورات زیب تن کرتے تھے جو اس کے جسم پر ہوتے، پھر اسے ہم اِس نیل میں ڈال دیتے تھے، تو حضرت عمرو بن عاص نے ان سے فرمایا: یہ اسلام میں کبھی نہیں ہوسکتا اور یہ کہ اسلام سابقہ تمام رسومات کو مٹا دیتا ہے، تو وہ رکے رہے حال یہ تھا کہ دریائے نیل نہ کم بہتا اور نہ زیادہ، تا آں کہ انھوں نے جلاوطن ہونے کا ارادہ کر لیا، جب حضرت عمرو بن عاص نے یہ صورت حال دیکھا تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس اِس کے متعلق مکتوب روانہ کیا، تو حضرت عمرؓ نے ان کو لکھا کہ آپ نے صحیح کہا جو کہا، اور

یہ کہ اسلام سابقہ رسومات کو مٹا دیتا ہے۔ اور اپنے مکتوب کے اندر ایک پرچی روانہ کر دیا، اور حضرت عمرو بن العاص کے پاس لکھا کہ میں نے آپ کے پاس اپنے مکتوب کے اندر ایک پرچی بھیج دی ہے، سو اسے دریائے نیل میں ڈال دو، تو جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط حضرت عمرو بن العاصؓ کے پاس پہنچا تو انھوں نے اُس پرچی کو لیا اور اسے کھولا تو اس میں لکھا ہوا تھا، اللہ کے بندے امیر المؤمنین عمر بن الخطاب کی جانب سے مصر کے دریائے نیل کے نام، پس اگر تو اپنی جانب سے بہہ رہا تھا تو مت بہہ، اور اگر اللہ رب العزت تجھے جاری کرتا تھا تو میں واحد قہار سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تجھے دوبارہ جاری کر دے، چناں چہ اس پرچی کو حضرت عمرو بن العاص نے صلیب (کواکب اربعہ کے طلوع ہونے) سے ایک روز قبل دریائے نیل میں ڈال دیا، پس اہلِ مصر نے اس حال میں صبح کی کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ایک ہی رات میں سولہ ہاتھ (اونچا) جاری فر دیا اور اُس طریقۂ جاہلیت کو اہلِ مصر سے ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔

لغات وترکیب

جَارِيَةٌ، (ج) جواری، کنواری لڑکی۔ أرضى يُرضي إرْضَاءً (افعال) راضی کر لینا۔ حُلِيٌّ، واحد، حَلْيٌ، زیور۔ هَدَمَ يَهْدِمُ هَدْماً (ض) مٹانا، منہدم کرنا۔ هَمَّ بشيء يَهُمُّ هَمّاً (ن) کسی چیز کا ارادہ کرنا۔ جَلا عَنْ الْبَلَدِ يَجْلُو جَلَاءً (ن) شہر بدر کرنا۔ بِطَاقَةٌ (ج) بَطَائق، خط، پرچہ، پرزہ۔ بَعَثَ شَيْئاً إلى أحدٍ يَبْعَثُ بَعْثاً (ف) کوئی چیز کسی کے پاس بھیجنا۔

بَيْنَ أَبَوَيْهَا. یہ ظرف ہے فعل محذوف کا ای ترعرعت بين أبويها، اپنے والدین کے درمیان پلی بڑھی ہو۔ یعنی ناز ونعمت میں پلنے کی وجہ سے تندرست ہو۔ أنْ قَدْ اصبتَ، میں "اَن" تفسیریہ ہے۔ فإذا فيها أي فإذ المكتوب فيها۔ وقد أجراه الله الخ۔ یہ جملہ "أصبحوا" کی ضمیر سے حال واقع ہے۔

تشریح درسِ مذکور میں بیان کیا گیا ہے کہ حقیقتاً حکم اور فیصلہ اللہ کی جانب سے ہی ہوتا ہے، خدائی فیصلے کے سامنے دنیوی تمام امور ایک طرف رہ جاتے ہیں۔ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی عظمتِ شان بھی اس سبق سے واضح ہوتی ہے کہ رب کریم نے آپ کے پرچے سے دوبارہ اپنی قدرت سے دریائے نیل کو جاری فرمایا، یہیں سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ اگر انسان خدا کے حکم سے سرتابی نہ کرے تو دنیا کی ہر چیز اس کے تابع بن سکتی ہے۔ کسی عارف نے سچ کہا ہے۔ "من كان لِلّهِ كَانَ اللهُ لهُ"۔

صِفَةُ الْعَدْلِ

قَالَ مُعَاوِيَةُ: وَإِنِّي لَأَسْتَحْيِي أَنْ أَظْلِمَ مَنْ لَا يَجِدُ نَاصِراً عَلَيَّ إِلَّا اللّٰهُ، اِسْتَعْمَلَ ابنُ عَامِرٍ عَمْرَو بْنَ أَصْبَغَ عَلَى الْأَهْوَازِ فَلَمَّا عَزَلَهُ قَالَ لَهُ: مَا جِئْتَ بِهِ؟ قَالَ لَهُ: مَا مَعِي إِلَّا مِائَةُ دِرْهَمٍ

واثْوَابٌ، قَالَ: كَيْفَ ذٰلِكَ؟ قَالَ: أَرْسَلْتَنِي إِلٰى بَلَدٍ أَهْلُهُ رَجُلَانِ رَجُلٌ مُسْلِمٌ لَهُ مَالِي وَعَلَيْهِ مَا عَلَيَّ، وَرَجُلٌ لَهُ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ، قَالَ: فَوَ اللّٰهِ مَا دَرِيتُ أَيْنَ أَضَعُ يَدِيْ، قَالَ (الرَّاوِي) فَأَعْطَاهُ عِشْرِيْنَ أَلْفاً قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ.

كَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَمَّا وُلِّيَ الْخِلَافَةَ إِلَى الْحَسَنِ بنِ أَبِي الْحَسَنِ الْبَصرِيِّ أن يَكْتُبَ إِلَيْهِ بِصِفَةِ الإِمَامِ الْعَادِلِ، فَكَتَبَ إِلَيْهِ الْحَسَنُ رَحِمَهُ اللّٰهُ: اِعْلَمْ يَا أَمِيرَ الْمُؤمِنِيْنَ! أنَّ اللّٰهَ جَعَلَ الإِمَامَ الْعَادِلَ قِوَامَ كُلِّ مَائِلٍ، وَقَصْدَ كُلِّ جَائِرٍ، وَصَلَاحَ كُلِّ فَاسِدٍ وَقُوَّةَ كُلِّ ضَعِيْفٍ وَنَصَفَةَ كُلِّ مَظْلُومٍ، وَمَفْزَعَ كُلِّ مَلْهُوفٍ.

وَالإِمَامُ الْعَدْلُ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! كَالرَّاعِي الشَّفِيْقِ عَلٰى إِبِلِهِ الرَّفِيْقِ بِهَا الَّذِيْ يَرْتَادُ لَهَا أَطْيَبَ الْمَرْعٰى وَيَذُودُهَا عَنْ مَرَاتِعِ الْهَلَكَةِ وَيَحْمِيْهَا مِنَ السِّبَاعِ وَيَكْنُفُهَا مِنْ أَذَى الْحَرِّ وَالْقَرِّ.

وَالإِمَامُ الْعَدْلُ يَا أَمِيْرَ الْمُؤمِنِيْنَ كَالْأَبِ الْحَانِي عَلٰى وَلَدِهٖ يَسْعٰى لَهُمْ صِغَاراً، وَيُعَلِّمُهُمْ كِبَاراً، يَكْتَسِبُ لَهُمْ فِيْ حَيَاتِهٖ وَيَدَّخِرُ لَهُمْ بَعْدَ مَمَاتِهٖ.

وَالإِمَامُ الْعَدْلُ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! كَالْأُمِّ الشَّفِيْقَةِ الْبَرَّةِ الرَّفِيْقَةِ بِوَلَدِهَا، حَمَلَتْهُ كُرْهاً وَوَضَعَتْه كُرْهاً، وَرَبَّتْهُ طِفْلاً، تَسْهَرُ بِسَهَرِهٖ، وَتَسْكُنُ بِسُكُونِهٖ، تُرْضِعُهُ تَارَةً، وَتَفْطِمُهُ أُخْرٰى، وَتَفْرَحُ بِعَافِيَتِهٖ، وَتَغْتَمُّ بِشِكَايَتِهٖ.

انصاف کی تعریف

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایسے شخص پر ظلم کرنے سے میں شرماتا ہوں، جو میرے خلاف اللہ کے علاوہ کوئی مددگار نہ پائے، ابن عامر نے عمرو بن اصبع کو اہواز کا حاکم بنادیا تھا تو جب انھیں معزول کیا تو اُن سے پوچھا: کیا لے کر آئے ہو؟ عمرو بن اصبع نے ابن عامر سے کہا: میرے پاس صرف سو درہم اور چند کپڑے ہیں، دریافت کیا: یہ کیسے؟ فرمایا: آپ نے مجھے ایسے شہر کی جانب بھیجا تھا جہاں کے باشندے دو قسم کے آدمی ہیں: ایک مسلمان، اس کے لیے وہی چیز مفید ہے جو میرے لیے اور وہی چیز سرر رساں ہے جو میرے لیے، دوسرے وہ شخص جس کے لیے اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ ہے، فرمایا: تو بہ خدا میں نہیں سمجھ سکا کہ میں اپنا ہاتھ کہاں ڈالوں؟ راوی کا بیان ہے: تو ابن عامر نے آپ کو بیس ہزار درہم دیے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ظلم قیامت کے دن تاریکیوں کا مجموعہ ہوگا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے منصبِ خلافت پر فائز ہونے کے بعد حضرت حسن بن ابی الحسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مکتوب روانہ کیا کہ وہ امام عادل کا وصف لکھ کر ان کے پاس بھیج دیں، چناں چہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کے پاس لکھا، اے امیر المؤمنین! آپ جان لیجیے اللہ رب العزت نے امام عادل کو ہر کج رو کو سیدھا کرنے والا، ہر ظالم کو راہِ راست پر لانے والا، ہر فاسد کی صلاح کا ذریعہ، ہر ضعیف کی قوت، ہر مظلوم کے لیے انصاف اور ہر غم زدہ کا ملجا و ماویٰ بنایا ہے۔

امام عادل اے امیر المؤمنین! اُس چرواہے کی طرح ہے جو اپنے اونٹوں پر شفقت کرنے والا اور ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنے والا ہو، جوان کے لیے بہترین چراگاہ کا متلاشی رہتا ہو، ہلاکت کی چراگاہوں سے انھیں دور رکھتا ہو، درندوں سے ان کی حفاظت کرتا ہو اور گرمی و سردی کی تکلیف سے انھیں بچاتا ہو۔

امام عادل اے امیر المؤمنین! اُس باپ کی طرح ہوتا ہے جو اپنی اولاد پر شفقت کرتا ہے، کم سنی کی حالت میں ان کے لیے دوڑ دھوپ کرتا ہے، بڑے ہونے کی حالت میں ان کو تعلیم دیتا ہے، زندگی بھر اُن کے لیے کسبِ معاش کرتا ہے اور مرنے کے بعد انھیں کے لیے جمع کر جاتا ہے۔

امام عادل اے امیر المؤمنین! اُس شفیق نیک اور اپنے بیٹے کے ساتھ مہربان ماں کی طرح ہے، جس نے اسے بڑی مشقت کے ساتھ پیٹ میں رکھا، بڑی مشقت کے ساتھ اسے جنا اور بچپن میں اسے پالا۔ اُس کے جاگنے سے وہ ماں خود بھی جاگتی ہے، اُس بچے کے سکون سے اسے بھی سکون ملتا ہے، کبھی اسے دودھ پلاتی ہے اور کبھی چھڑاتی ہے، اس کے آرام سے خوش ہوتی ہے اور اس کی تکلیف سے خود بھی غم زدہ ہو جاتی ہے۔

لغات وترکیب

صِفَةٌ، (ج) صِفَاتٌ، تعریف، وصف، حقیقت۔ دَرَیٰ یَدْرِيْ دِرَایَةً (ض) جاننا۔ قَصْدٌ، راستے کی استقامت، قَصْدُ السبیل، سیدھا راستہ۔ قَصَدَ یَقْصِدُ قَصْداً (ض) درست کرنا۔ نَصَفَةٌ، عدل وانصاف۔ مَفْزَعٌ، (ج) مَفَازِعُ، جائے پناہ۔ رَفُقَ یَرْفُقُ رِفْقاً (ن وک) کسی کے ساتھ مہربانی کا برتاؤ کرنا۔ لَهِفَ یَلْهَفُ لَهَفاً (س) غم گین ہونا۔ اِرْتَادَ یَرْتَادُ اِرْتِیَاداً (افتعال) تلاش کرنا۔ ذَادَ یَذُوْدُ ذَوْداً (ن) ہٹانا، دفاع کرنا۔ مَرَاتِعُ، واحد، مَرْتَعٌ، چراگاہ۔ کَنَفَ یَکْنُفُ کَنْفاً (ن) حفاظت کرنا۔ قَرَّ یَقَرُّ قَرّاً (س) ٹھنڈا ہونا۔ حَنَا عَلٰی أحدٍ یَحْنُو حُنُوّاً (ن) کسی پر مہربانی کرنا، کسی کی جانب مائل ہونا۔ اِدَّخَرَ یَدَّخِرُ اِدِّخَاراً (افتعال) جمع کرنا۔ بَرَّ یَبَرُّ بِرّاً (ض) اطاعت کرنا، حسنِ سلوک کرنا۔ اغتَمَّ یَغْتَمُّ اِغْتِمَاماً (افتعال) غم زدہ ہونا، اداس ہونا۔ شِکَایَةٌ، بیماری، تکلیف۔

جَعَلَ الإمَامَ الْعَادِلَ قِوَامَ کُلِّ مَائِلٍ. ''الامام'' جَعَلَ کا مفعولِ اول ہے اور ''قوامَ کلِّ مائل'' مفعول ثانی۔ ''صِغَاراً و کِبَاراً'' دونوں ''ھم'' ضمیر سے حال واقع ہیں۔ کُرْهاً، ''کارهةً'' کے معنی میں ہو کر حال واقع ہے۔

وَالإمامُ الْعَدْلُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! وَصِيُّ اليَتامٰى وَخَازِنُ الْمَسَاكِينِ، يُرَبِّي صَغِيْرَهُمْ وَيَمُونُ كَبِيْرَهُمْ. وَالإمامُ الْعَدْلُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! كَالْقَلْبِ بَيْنَ الجوانِحِ، تَصْلُحُ الْجَوَارِحُ بِصَلَاحِه، وَتَفْسُدُ بِفَسَادِه.

وَالإمامُ الْعَدْلُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! هُوَ الْقَائِمُ بَيْنَ اللّٰهِ وَبَيْنَ عِبَادِه، يَسْمَعُ كَلَامَ اللّٰهِ وَيُسْمِعُهُمْ، وَيَنْظُر إِلَى اللّٰهِ وَيُرِيْهِمْ، وَيَنْقَادُ إِلَى اللّٰهِ، وَيَقُودُهُم. فَلا تَكُنْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! فِيمَا مَلَّكَكَ اللّٰهُ كَعَبْدٍ ائْتَمَنَهُ سَيِّدُهُ، وَاسْتَحْفَظَهُ مَالَهُ وَعِيَالَهُ، فَبَدَّدَ الْمَالَ وَشَرَّدَ الْعِيَالَ فَأَفْقَرَ أَهْلَهُ، وَفَرَّقَ مَالَه.

وَاعْلَمْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! إِنَّ اللّٰهَ أَنْزَلَ الحُدُودَ لِيَزْجُرَ بِهَا عَنِ الْخَبَائِثِ وَالْفَوَاحِشِ، فَكَيْفَ، إِذَا أَتَاهَا مَنْ يَلِيْهَا، وَأَنَّ اللّٰهَ أَنْزَلَ الْقِصَاصَ حَيٰوةً لِعِبَادِهِ فَكَيْفَ إِذَا قَتَلَهُمْ مَنْ يَقْتَصُّ لَهُم، وَاذْكُرْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ الْمَوتَ وَمَا بَعْدَهُ وَقِلَّةَ أَشْيَاعِكَ عِنْدَهُ وَأَنْصَارِكَ عَلَيْه، فَتَزَوَّدْ لَهُ وَلِمَا بَعْدَهُ مِنَ الْفَزَعِ الْأَكْبَرِ.

امام عادل اے امیر المؤمنین! یتیموں کا والی، مسکینوں کی خاطر ذخیرہ کرنے والا ہوتا ہے، وہ اُن کے چھوٹوں کی پرورش کرتا ہے اور بڑوں کی کفالت کرتا ہے۔ اور امام عادل اے امیر المؤمنین! اس دل کی طرح ہے جو پسلیوں کے درمیان ہے، جس کی درستگی سے تمام اعضاء درست رہتے ہیں اور اس کے بگڑنے سے تمام اعضاء بگڑ جاتے ہیں۔

امام عادل اے امیر المؤمنین! اللہ اور بندوں کے درمیان منتظم ہوتا ہے، اللہ کا کلام سنتا ہے اور بندوں کو سناتا ہے، اللہ کو دیکھتا ہے اور انھیں دکھاتا ہے، اللہ کا مطیع ہوتا ہے اور انھیں مطیع بناتا ہے، لہٰذا اے امیر المؤمنین! آپ ان چیزوں میں جن کا اللہ نے آپ کو مالک بنایا ہے اُس غلام کی طرح مت ہو جاؤ جس کو اس کے آقا نے امین بنا دیا اور اس سے اپنے مال کی حفاظت چاہی اور اس نے مال تباہ و برباد کر دیا، اہل وعیال کو دھتکار دیا اور گھر والوں کو محتاج بنا دیا اور اس کے مال کو تقسیم کر دیا۔

امیر المؤمنین! یہ بھی جان لیں کہ اللہ رب العزت نے کچھ حدود نازل فرمائے ہیں، تا کہ ان کے ذریعے بے حیائی اور برے کاموں سے روکا جائے، تو کیا حال ہوگا اگر حاکم ہی ان برائیوں کا مرتکب ہو؟ اور یہ کہ اللہ رب العزت نے اپنے بندوں کے لیے قصاص کو باعثِ حیات بنایا ہے تو کیا حال ہوگا اگر وہی شخص قاتل بن جائے جو ان سے قصاص لینے والا ہو۔

اے امیر المؤمنین! موت و مابعد الموت کو اور اُس وقت اپنے بے یار و مددگار ہونے کو یاد کرو، لہٰذا موت و مابعد الموت کے لیے توشہ جمع کرو بڑی گھبراہٹ (نفخۂ ثانیہ) سے (نپٹنے کے لیے)۔

لغات وترکیب

وصيٌّ (ج) أوصياء، جس کو وصیت کی جائے۔ خَازِنٌ، (ج) خزنَةٌ، ذخیرہ کرنے والا۔ مَانَ يَمُونُ مَوْناً (ن) بوجھ اٹھانا، کفالت کی ذمے داری لینا۔ جوانِحُ، واحد، جانِحَةٌ، پسلی۔ قَامَ بالأمر يَقُومُ قِيَاماً (ن) انتظام

کرنا۔ مَلَّكَ يُمَلِّكُ تَمْلِيكاً (تفعیل) مالک بنانا۔ ائتمن يَأتَمِنُ اِئتماناً (افتعال) امین بنانا۔ بَدَّدَ يُبَدِّدُ تَبْدِيداً (تفعیل) منتشر کرنا۔ شَرَّدَ يُشَرِّدُ تَشْرِيداً (تفعیل) جلاوطن کرنا۔ أَفْقَرَ يُفْقِرُ اِفْقَاراً (افعال) ضرورت مند بنانا۔ فَرَّقَ يُفَرِّقُ تَفْرِيقاً (تفعیل) تقسیم کرنا۔ اقتصَّ يَقْتَصُّ اقتِصَاصاً (افتعال) قصاص لینا۔ اَشْيَاعٌ، واحد، شِيْعَۃ مددگار۔ تَزَوَّدَ يَتَزَوَّدُ تَزَوُّداً (تفعل) توشہ مہیا کرنا۔

لا تكن يا أمير المؤمنين! كعبد ائتمنه سيّده۔ "كعبد ائتمنه سيّده" میں "عبدٌ" موصوف ہے اور مابعد والا جملہ صفت ہے، موصوف اپنی صفت سے مل کر مجرور ہو کر محذوف (مماثلا) کے متعلق ہو کر فعل ناقص کی خبر ہے۔ اور "یا أمير المؤمنين" یہ جملہ ندا اپنے منادیٰ سے مل کر جملہ ندائیہ انشائیہ ہے۔

واعلم يا أميرَ الْمُؤمنينَ! انَّ لَكَ مَنزِلاً غَيرَ مَنزِلِكَ الَّذي أنتَ فِيهِ، يَطُولُ فِيهِ ثَوَاؤكَ، وَيُفَارِقُكَ أحِبَّاؤُكَ يُسَلِّمُونَكَ فِيْ قَعْرِهِ فَرِيْداً وَحِيْداً، فَتَزَوَّدْ لَهُ مَا يَصْحَبُكَ "يَوْمَ يَفِرُّ المرأُ مِنْ اَخِيْهِ وأمِّهِ وَأبِيْه وَصَاحِبَتِهِ وبَنِيْهِ" (عبس/ ٣٤)

وَاذْكُرْ يَا أمِيرَ الْمُؤمِنِيْنَ! "إذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُورِ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ" (العاديٰت/٩) فَالأَسْرَارُ ظَاهِرَةٌ، وَالْكِتَابُ "لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَلَا كَبِيْرَةً إِلَّا اَحْصَاهَا" (الكهف/٤٩) فَالآنَ يَا اَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! وَأَنتَ فِي مَهَلٍ قَبْلَ حُلُولِ الأجَلِ وَانْقِطَاعِ الأمَلِ، لَا تَحْكُمْ بِحُكْمِ الْجَاهِلِيْنَ، وَلَا تَسْلُكْ بِهِمْ سَبِيْلَ الظّٰلِمِيْنَ، وَلا تُسَلِّطُ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ عَلَى الْمُسْتَضْعَفِيْنَ، فَإِنَّهُمْ لا يَرْقُبُونَ فِي مُؤمِنٍ إلّاً وَلا ذِمَّةً، فتبوءَ بِأوْزَارِكَ، وَأوْزَارٍ مَعَ أوْزَارِك، وَتَحمِلُ أثْقَالَكَ وَأثْقَالاً مَعَ أثْقَالِكَ، وَلا يَغُرَّنَّكَ الَّذِيْنَ يَتَنَعَّمُونَ بِمَا فِيهِ بُؤسُكَ، وَيَاكُلُونَ الطَّيِّبَاتِ فِيْ دُنْيَاهُمْ بِإذْهَابِ طَيِّبَاتِكَ فِي اٰخِرَتِكَ، لَا تَنْظُرْ إلٰى قُدْرَتِكَ الْيَوْمَ، وَلٰكِنِ انْظُرْ إلٰى قُدْرَتِكَ غَداً، وَأنتَ مَاسُورٌ فِي حَبَائِلِ الْمَوْتِ وَمَوْقُوفٌ بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ فِيْ مَجْمَعٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ وَالنَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ "وَقَدْ عَنَتِ الْوُجُوهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّومِ" (طٰه/١١١)

إنِّي يَا أمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! وَإنْ لَمْ اَبْلُغْ بِعِظَتِي مَا بَلَغَهُ اُولُو النُّهٰى مِنْ قَبْلِيْ، فَلَمْ اٰلُكَ شَفَقَةً وَنُصْحاً. فَأنزِلْ كِتَابِي إلَيْكَ كَمُدَاوِي حَبِيْبِهِ، يَسْقِيْهِ الأدْوِيَةَ الْكَرِيْهَةَ لِمَا يَرْجُو لَهُ فِيْ ذٰلِكَ مِنَ الْعَافِيَةِ وَالصِّحَّةِ، وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أمِيرَ الْمُؤمِنِيْنَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ. (العقد الفريد ١/٤٤)

جان لیجیے اے امیر المؤمنین! آپ کے لیے آپ کے اُس گھر کے علاوہ جس میں آپ ہیں ایک گھر اور ہے، جس میں

آپ کو طویل مدت تک ٹھہرنا ہے، آپ کے احباب آپ کو تنِ تنہا اس گھر کے ایک گڑھے کے سپرد کر کے آپ سے جدا ہو جائیں گے۔ لہٰذا اُس دن کے لیے آپ ایسی چیز تیار کر لیں جو آپ کا ساتھ دے، وہ ایسا دن ہوگا جس دن آدمی اپنے بھائی سے، اپنی ماں سے، اپنے باپ سے، اپنی بیوی سے اور اپنی اولاد سے بھاگے گا۔

اور یاد کیجیے اے امیر المؤمنین! جب زندہ کیے جائیں گے جتنے مردے قبروں میں ہیں اور آشکارا ہو جائے گا جو کچھ دلوں میں ہے، تو سارے رازہائے سربستہ کھل جائیں گے۔ اور نامۂ عمل نہ کسی چھوٹے گناہ کو چھوڑے گا اور نہ بڑے گناہ کو مگر اسے قلم بند کر لے گا۔

تو اس وقت اے امیر المؤمنین! وقت مقررہ کے آنے اور امید منقطع ہونے سے پہلے آپ مہلت میں ہیں، نہ تو آپ جاہلوں کا سا فیصلہ کریں، نہ ہی انھیں ظالموں کے راستے پر چلائیں اور نہ ہی طاقت وروں کو کمزوروں پر مسلط کریں، اس لیے کہ یہ کسی مومن کے بارے میں نہ تو قرابت کا لحاظ کرتے ہیں اور نہ ہی قول وقرار کا، کہ آپ ہی بوجھ اٹھائیں اپنے گناہوں کا اور اپنے گناہوں کے ساتھ دوسرے کے گناہوں کا بھی، اور آپ اپنا بوجھ برداشت کریں اور اپنے بوجھ کے ساتھ دوسروں کا بوجھ بھی۔ اور ہرگز آپ دھوکے میں نہ آئیں ان لوگوں کے جو عیش کرتے ہیں ایسی چیز سے جس میں آپ کا نقصان ہے، اور وہ آپ کی اخروی لذتوں کو پامال کر کے اپنی دنیا کی لذتوں سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔ آپ آج اپنی قدرت پر نظر نہ کریں بلکہ آئندہ کل اپنی طاقت پر نظر رکھیں جب کہ آپ موت کے جال میں مقید ہوں گے، اور ملائکہ اور انبیاء ورسل کے مجمعے میں آپ اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے جب کہ تمام چہرے حی وقیوم کے سامنے جھکے ہوں گے۔

میں اے امیر المؤمنین! اگرچہ میں اپنی نصیحت کے ذریعے اس مقام تک نہ پہنچ سکا جہاں تک مجھ سے پہلے اربابِ عقل ودانش پہنچے پھر بھی میں نے شفقت وخیر خواہی میں آپ کے لیے کوئی کسر نہیں چھوڑی، لہٰذا اپنے نام میرے خط کو اپنے دوست کے معالج کے درجے میں اتارنا جو اسے کڑوی دوائیں پلاتا ہے اُس صحت وعافیت کی خاطر جس کی وہ اِس صورت میں توقع رکھتا ہے۔ والسلام عليك يا امير المؤمنين ورحمة الله وبركاته.

لغات وترکیب

ثَوىٰ مَكاناً وفيه يَثْوِي ثَوَاءً (ض) کسی جگہ ٹھہرنا۔ أحبّاءُ، واحد، حَبِيْبٌ، دوست۔ قَعْرٌ، (ج) قُعُورٌ، گڑھا۔ بَعْثَرَ يُبَعْثِرُ بَعْثَرَةً (فعللة) بکھیرنا۔ غَادَرَ يُغَادِرُ مُغَادَرَةً (مفاعلة) چھوڑنا، ترک کرنا۔ مَهَلٌ، نرمی و آہستگی۔ مَهَلَ يَمْهَلُ مَهْلاً (ف) اطمینان سے بغیر جلد بازی کے کام کرنا۔ حَلَّ يَحُلُّ حُلُولاً (ن) اترنا، آنا۔ رَقَبَ يَرْقُبُ رُقُوباً (ن) نگہبانی کرنا۔ إلٌّ، عہد۔ ذِمَّةٌ، ج، ذِمَمٌ، امان، عہد۔ بَاءَ به يَبُوء بُوءً (ن) کسی چیز کو لے کر لوٹنا۔ أوزارٌ، واحد، وِزْرٌ، بوجھ۔ بَؤُسَ يَبْؤُسُ بُؤْساً (ک) تنگ دست ہونا۔ أسَرَ يَأسِرُ أسْراً (ض) قید کرنا۔ حَبَائِلُ، واحد، حِبَالَةٌ، جال، پھندا۔ عَنَا يَعْنُو عُنُوّاً (ن) فرماں بردار ہونا۔ ألا يَألُو ألْواً (ن)

کوتاہی کرنا۔ نُهى، واحد، نُهية، عقل۔

فَرِيْداً وَوَحِيْداً. دونوں الفاظ "يسلمونك" کی ضمیر منصوب سے حال واقع ہیں۔ فتبوءَ بأوزارِكَ، میں فعلِ مضارع اُس فا کی وجہ سے منصوب ہے جونفی "لا يرقبون" کے بعد واقع ہے۔ وأنتَ ماسُوْرٌ یہ جملہ "انظر" کی ضمیر سے حال واقع ہے، اور "موقوف" کا عطف "ماسُورٌ" پر ہے۔

تشریح درسِ مذکور میں امام عادل کے تمام اوصاف بیان کیے گیے ہیں، اگر کسی شخص کو امارت کا عہدہ ہاتھ آئے تو اسے چاہیے کہ اپنے اندر درسِ مذکور میں بیان کردہ اوصاف پیدا کرے اور ہمیشہ اپنے ماتحتوں کے ساتھ شفقت ومہربانی کا معاملہ کرے، عدل وانصاف کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دے، ہر ایک کے ساتھ نرمی سے پیش آئے، اُن کی ضروریات کا خیال رکھے اور احکام شرعیہ کو پوری شدت سے بجالائے۔

لَا يَضِيعُ أَجْرُ مَنْ غَارَ لِلّٰهِ

ذَكَرَ الْحَرِيرِيُّ فِي الدُّرَةِ أَنَّ أَبَا الْعَبَّاسِ الْمُبَرِّدَ ذَكَرَ أَنَّ أَبَا الْعُثْمَانَ الْمَازِنِيَّ قَصَدَهُ بَعْضُ أَهْلِ الذِّمَّةِ لِيَقْرَأَ عَلَيْهِ كِتَابَ سِيْبَوَيْهِ، وَبَذَلَ لَهُ مِائَةَ دِيْنَارٍ، فَامْتَنَعَ أَبُوعُثْمَانَ مِنْ قَبُولِ بَذْلِه، فَقُلْتُ لَه، جُعِلْتُ فِدَاكَ، أَتَتْرُكُ هٰذِهِ النَّفَقَةَ مَعَ فَاقَتِكَ وَشِدَّةِ إِضَاقَتِكَ فَقَالَ:

إِنَّ هٰذَ الْكِتَابَ يَشْتَمِلُ عَلٰى ثَلَثِمِائَةِ كَذَا وَكَذَا اٰيَةً مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ، وَلَسْتُ اَرىٰ أَنْ أُمَكِّنَ مِنْهُ ذِمِّيّاً غَيْرَةً عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ وَحَمِيَّةً لَهُ، قَالَ: فَاتَّفَقَ أَنْ غَنَّتْ جَارِيَةٌ بِحَضْرَةِ الْوَاثِقِ بِقَوْلِ الْعَرجِي:

أَظَلُومُ إِنَّ مُصَابَكُمْ رَجُلاً ... أَهْدَى السَّلَامَ تَحِيَّةً ظُلْمٌ

فَاخْتَلَفَ مَنْ بِالْحَضْرَةِ فِي إِعْرَابِ "رَجُلٍ" فَمِنْهُمْ مَنْ نَصَبَه بِأَنَّ عَلٰى أَنَّه اِسْمُهَا، وَمِنْهُمْ مَنْ رَفَعَهُ عَلٰى أَنَّهُ خَبَرُهَا، وَالْجَارِيَةُ مُصِرَّةٌ عَلٰى أَنَّ شَيْخَهَا أَبَا عُثْمَانَ لَقَّنَهَا إِيَّاهُ بِالنَّصْبِ فَأَمَرَ الْوَاثِقُ بِإِحْضَارِهِ، قَالَ أَبُوعُثْمَانَ: فَلَمَّا مَثُلْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ، قَالَ: مَنِ الرَّجُلُ؟ قُلْتُ مِنْ بَنِي مَازِنٍ، قَالَ: مِنْ أَيِّ الْمَوَازِنِ؟ أَمَازِنِ تَمِيْمٍ أَمْ مَازِنِ قَيْسٍ أَمْ مَازِنِ رَبِيْعَةَ؟ قُلْتُ: مِنْ مَازِنِ رَبِيْعَةَ فَكَلَّمَنِي بِكَلَامِ قَوْمِي، وَقَالَ لِي: بَاسْمُكَ؟ يُرِيْدُ مَا اسْمُكَ؟ وَهُمْ يَقْلِبُونَ الْمِيْمَ يَاءً وَالْبَاءَ مِيماً إِذَا كَانَ فِي أَوَّلِ الأَسْمَاءِ، فَكَرِهْتُ أَنْ أُجِيْبَهُ عَلٰى لُغَةِ قَوْمِي، لِئَلَّا أُوَاجِهَهُ بِالْمَكْرِ، فَقُلْتُ: بَكْرٌ، يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! فَفَطِنَ لِمَا قَصَدْتُّه، وَأَعْجَبَ مِنْهُ، ثُمَّ قَالَ: مَا تَقُولُ فِي قَوْلِ الشَّاعِرِ: أَظَلُومُ أَنَّ (الْبَيْتَ) اَتَرْفَعُ رَجُلاً أَمْ تَنْصِبُه! فَقُلْتُ: بَلِ الْوَجْهُ النَّصْبُ، قَالَ: وَلِمَ ذٰلِكَ؟ فَقُلْتُ: إِنَّ "مُصَابَكُمْ رَجُلاً" مَصْدَرٌ

بمعنى إصابتكم فأخذ اليزيدي في معارضتي، فقلت هو بمنزلة قولك "إن ضربكم زيداً ظلم" فالرجل مفعول "بمصابكم" ومنصوب به، والدليل عليه أن الكلام معلق إلا أن يقول "ظلم" فيتم فاستحسنه الواثق ثم أمر لي بألف دينار، وردني مكرماً، قال أبو العباس: فلما عاد إلى البصرة قال: كيف رأيت؟ يا أبا العباس! رددنا لله تعالى مائة فعوضنا بألف.

اُس شخص کا اجر ضائع نہیں ہوتا جو اللہ کے لیے غیرت کرے

علامہ حریری نے ''درۃ الغواص'' میں ذکر کیا ہے کہ ابو العباس مبرد نے بیان کیا ہے کہ کچھ ذمی ابو عثمان مازنی کے پاس گئے تاکہ ان کے پاس سیبویہ کی کتاب پڑھیں اور ان کے لیے سو دینار مقرر کر دیا، مگر ابو عثمان ان کے عطیے کے قبول کرنے سے باز ہے، تو میں نے اُن سے کہا: میں آپ پر قربان ہو جاؤں کیا آپ اپنے فاقے اور شدتِ تنگی کے باوجود اس نفقے کو چھوڑ رہے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: یہ کتاب، کتاب اللہ کی اس طرح کی تین سو آیتوں پر مشتمل ہے اور میں اللہ کی کتاب پر غیرت اور اس کی حمیت کی وجہ سے مناسب نہیں سمجھتا کہ کسی ذمی کو اس پر قدرت دوں، روای (مبرد) کا بیان ہے: تو اتفاق یہ ہوا کہ ایک باندی نے واثق کے دربار میں عربی کا یہ شعر پڑھا ''أظلوم أن مصابكم'':

اے ظالم! تیرا ایسے شخص کو تکلیف پہنچانا جس نے تعظیماً ہدیہ سلام پیش کیا ہے ظلم ہے۔

تو حاضرین نے ''رجل'' کے اعراب میں اختلاف کیا، چناں چہ بعض نے اسے نصب دیا اس بنیاد پر کہ وہ ''انّ'' کا اسم ہے، اور بعض نے اسے رفع دیا اس بنیاد پر کہ وہ ''انّ'' کی خبر ہے۔ اور باندی اس بات پر مصر تھی کہ اس کے شیخ ابو عثمان نے اسے ''رجل'' کو منصوب پڑھنے کی تاکید کی ہے، تو واثق نے ابو عثمان کو حاضر کیے جانے کا حکم دیا، ابو عثمان مازنی کا بیان ہے: تو جب میں واثق کے سامنے کھڑا ہوا تو اس نے کہا: کون شخص ہے؟ میں نے کہا: قبیلۂ بنو مازن سے ہوں، اُس نے کہا: کون سے مازن سے؟ مازنِ تمیم یا مازنِ قیس یا مازنِ ربیعہ سے؟ میں نے کہا: مازنِ ربیعہ سے۔ تو اس نے میری قوم کی زبان میں مجھ سے گفتگو کی اور مجھ سے کہا: باسمك، مراد ''ماسمك'' (تمہارا کیا نام ہے؟)، وہ (میری قوم کے لوگ) میم کو ''با'' سے اور ''با'' کو ''میم'' سے بدل دیتے ہیں اگر اسماء کے شروع میں ہو، تو میں نے نامناسب سمجھا کہ میں اپنی قوم کی زبان میں اسے جواب دوں، تاکہ میں مکر وفریب کے ساتھ ان کا سامنا نہ کروں، تو میں نے کہا: (میرا نام) بکر ہے اے امیر المؤمنین! تو اس نے میرے مقصد کو سمجھ لیا، اور اس سے خوش ہوا، پھر واثق نے کہا: تم شاعر کے شعر ''أظلوم'' کے بارے میں کیا کہتے ہو، کیا ''رجل'' کو رفع دیتے ہو یا نصب؟ تو میں نے کہا: بل کہ وجہ نصب کی ہے۔ اُس نے کہا: اور یہ کیوں؟ تو میں نے کہا: کہ ''مصابك رجلاً'' میں ''مصاب'' مصدر ہے ''إصابتكم'' کے معنی میں، تو یزیدی مجھ سے

بحث ومباحثہ کرنے لگا، تو میں نے کہا: وہ تمہارے قول "إنّ ضربكم زيداً ظلمٌ" کے درجے میں ہے، تو "رجل" "مصابكم" کا مفعول ہے اور اسی وجہ سے منصوب ہے، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ کلام غیر تام ہے، مگر یہ کہ "ظلم" کہے پھر تام ہوگا، تو واثق نے اسے مستحسن قرار دیا، پھر میرے لیے ایک ہزار دینار کا حکم دیا اور مجھے اعزاز واکرام کے ساتھ واپس کیا۔ ابوالعباس کا بیان ہے: تو جب وہ بصرہ لوٹے تو انھوں نے پوچھا: اے ابوالعباس! کیا دیکھا؟ اللہ تعالیٰ کے لیے ہم نے سواشرفیاں واپس کیں تو بدلے میں ہمیں ایک ہزار دے دیا۔

لغات وترکیب

غَارَ يَغَارُ غَيْرَةً (س) غیرت کھانا۔ بَذَلَ يَبْذُلُ بَذْلاً (ن) خرچ کرنا، انعام مقرر کرنا۔ أضاق يُضِيْقُ إضَاقَةً (افعال) تنگی میں ڈالنا۔ مَكَّنَ احداً من شَئٍ يُمَكِّنُ تَمْكِيْناً (تفعیل) کسی شخص کو کسی چیز پر قدرت دینا۔ أصَرَّ علٰى أمرٍ يُصِرُّ إصْرَاراً (افعال) کسی چیز پر اصرار کرنا۔ وَاجَهَ يُوَاجِهُ مُوَاجَهَةً (مفاعلۃ) رودررو ملاقات کرنا۔ أصابَ أحداً يُصِيْبُ إصَابَةً (افعال) تکلیف دینا۔ مَثَلَ يَمْثُلُ مُثُولاً (ک) سامنے کھڑا ہونا۔

غَيْرَةً علٰى كِتَابِ اللّٰهِ منصوب ہے مفعول لہ ہونے کی وجہ سے، اور "علٰى كتاب اللّٰه" غيرةً سے متعلق ہے، أظَلُومُ، میں "أ" حرف ندا ہے اور "ظلومُ" منادیٰ مفرد معرفہ ہے جو علامتِ رفع پر مبنی ہے، أنّ حرف مشبہ بہ فعل، مُصَابٌ، مصدر میمی، کم، فاعلِ مصدر، رَجُلاً موصوف، أهدى السلام تحيّةً، پورا جملہ صفت، موصوف با صفت مفعولِ مصدر، بعدازاں "إنّ" کا اسم، "ظُلْمٌ" خبر۔

تشریح جو شخص بھی اللہ رب العزت کی خاطر کوئی عمل کرتا ہے تو اللہ اس کے عمل کو ضائع نہیں فرماتا، ابوعثمان مازنی نے اللہ کی خاطر غیرت کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے میں انھیں بہترین اجر عطا فرمایا، سو دینار کے بدلے ایک ہزار دینار سے نوازا۔

نُبْذَةٌ مِنْ ذِكْرِ الْحَجَّاجِ

يُقَالُ: إنَّ الْحَجَّاجَ بَعْدَ قَتْلِ ابْنِ الزُّبَيْرِ ذَهَبَ إلَى الْمَدِيْنَةِ، وَعَلٰى وَجْهِهٖ لِثَامٌ فَرَأى شَيْخاً خَارِجاً مِنَ الْمَدِيْنَةِ، فَسَألَهُ عَنْ حَالِ أهْلِ الْمَدِيْنَةِ، فَقَالَ: شَرُّ حَالٍ، قُتِلَ ابْنُ حَوَارِيّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ قَتَلَهُ؟ قَالَ: الْفَاجِرُ اللَّعِيْنُ الْحَجَّاجُ، عَلَيْهِ لَعَائِنُ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ مِنْ قَلِيْلِ الْمُرَاقَبَةِ لِلّٰهِ، فَغَضِبَ الْحَجَّاجُ غَضَباً شَدِيْداً، ثُمَّ قَالَ: أيُّهَا الشَّيْخُ! أتَعْرِفُ الْحَجَّاجَ إذَا رَأيْتَهُ قَالَ: نَعَمْ، وَلَا عَرَّفَهُ اللّٰهُ خَيْراً وَلَا وَقَاهُ ضَيْراً، فَكَشَفَ الْحَجَّاجُ اللِّثَامَ عَنْ وَجْهِهٖ وَقَالَ:

سَتَعْلَمُ الآن إذَا سَالَ دَمُكَ السَّاعَةَ، فَلَمَّا تَحقَّقَ لِلشَّيْخِ أنه الحَجَّاجُ، قَالَ: إنَّ هٰذَا لَهُوَ الْعَجَبُ يَا حَجَّاجُ! أنَا فُلَانٌ أُصْرَعُ مِنَ الْجُنُونِ فِي كُلِّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ! فَقَالَ الْحَجَّاجُ: اِذْهَبْ لَا شَفَى اللّٰهُ الْأَبْعَدَ مِنْ جُنُونِهِ وَلَا عَافَاهُ.

وَخُلُوصُ هٰذَا مِنْ يَدِ الْحَجَّاجِ مِنَ الْعَجَبِ، لأنَّ إقْدَامَهُ عَلَى الْقَتْلِ، وَمُبَادَرَتَهُ إلَيْهِ أمْرٌ لَمْ يُنْقَلْ مِثْلُهُ عَنْ أحَدٍ، وَكَانَ يُخْبِرُ عَنْ نَفْسِه، وَ يَقُولُ: إنَّ أكْبَرَ لَذَّاتِهِ، سَفْكُ الدِّمَاءِ.

قَالَ بَعْضُهُمْ: وَالأصلُ فِي ذٰلِكَ أنَّهُ لَمَّا وُلِدَ لَمْ يَقْبَلْ ثَدْياً فَتَصَوَّرَ لَهُمْ اِبْلِيْسُ فِي صُوْرَةِ الْحَارِثِ بْنِ كِلْدَةَ طَبِيْبِ الْعَرَبِ وَقَالَ: اِذْبَحُوا لَهُ تَيْساً أسْوَدَ، وَألْعِقُوهُ مِنْ دَمِهِ وَأطْلُوا بِهِ وَجْهَهُ، فَفَعَلُوا بِهِ ذٰلِكَ؛ فَقَبِلَ ثَدْيَ أمِّهِ.

وَذُكِرَ أنَّه أُتِيَ إليه بامرأةٍ مِنَ الْخَوَارِجِ، فَجَعَلَ يُكَلِّمُهَا وَهِيَ لَا تَنْظُرُ إلَيْهِ، وَلَا تَرُدُّ عَلَيْهِ كَلَاماً، فَقَالَ لَهَا بَعْضُ أعْوَانِه: يُكَلِّمُكِ الأميرُ وأنتِ مُعْرِضَةٌ، فَقَالَتْ: إنِّي استَحْيِي أنْ أنْظُرَ إلىٰ مَنْ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ إلَيْهِ فَأمرِبِهَا فَقُتِلَتْ.

وَقَدْ أُحْصِيَ الَّذِينَ قُتِلُوا بَيْنَ يَدَيْهِ صَبْراً فَبَلَغُوا مِائَةَ اَلْفٍ وَّ عِشْرِيْنَ اَلْفاً.

حجاج کا مختصر سا تذکرہ

بیان کیا جاتا ہے کہ حجّاج بن یوسف حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کو قتل کرنے کے بعد مدینے آیا، اِس حال میں کہ اِس کے چہرے پر نقاب تھی، تو اس نے مدینے کے باہر ایک بوڑھے شخص کو دیکھا اور اس سے اہل مدینہ کی حالت دریافت کی، تو اُس نے کہا: برا حال ہے، حواری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے کو قتل کر دیا گیا۔ حجاج نے پوچھا: انھیں کس نے قتل کیا؟ بوڑھے نے کہا: فاسق وفاجر ملعون حجاج نے، اس پر اللہ کی اور اس کے رسولوں کی لعنتیں ہوں اسے اللہ کا کوئی خوف نہیں ہے، تو حجّاج بہت ناراض ہوا، پھر کہا: اے بوڑھے! کیا تو حجاج کو پہچان لے گا اگر اسے دیکھ لے؟ اُس نے کہا: ہاں، اور اللہ اسے خیر سے آشنا نہ فرمائے اور نہ اسے نقصان سے بچائے، پھر حجّاج نے اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دیا اور کہا: تجھے پتہ چل جائے جب تیرا خون ابھی بہے گا، جب بوڑھے کے سامنے یہ بات کھل گئی کہ یہ حجاج ہے تو اُس نے کہا: اے حجّاج! یہ تو بڑے تعجب کی بات ہے میں فلاں ہوں، مجھے جنون کی وجہ سے روزآنہ پانچ مرتبہ مرگی آتی ہے، تو حجاج نے کہا: جا، دھتکارے ہوئے کو اللہ نہ اس کے جنون سے شفا دے اور نہ اسے عافیت بخشے۔

اِس بوڑھے کا حجاج کے ہاتھ سے بچ نکلنا باعثِ تعجب ہے، اِس لیے کہ حجاج کا قتل پر اقدام کرنا اور اس کا قتل کی جانب سبقت کرنا ایک ایسی چیز ہے کہ اس جیسی چیز کسی اور سے منقول نہیں، اور وہ اپنے بارے میں بتلاتا تھا اور کہتا تھا: اس کی لذیذ ترین چیز خوں ریزی ہے۔

بعض کا کہنا ہے کہ: اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ جب حجّاج پیدا ہوا تو اس نے کسی پستان کو منہ نہیں لگایا، تو ان کے سامنے ابلیس عرب کے طبیب حارث بن کلدہ کی شکل میں آیا اور کہا: اس کے لیے کالا بکرا ذبح کرو اور اُس کا خون اِسے چٹاؤ اور وہ خون اس کے چہرے پر مل دو، تو گھر والوں نے اس کے ساتھ ایسا ہی کیا تو اس نے اپنی ماں کے پستان کو قبول کرلیا۔

اور یہ بھی منقول ہے کہ ایک خارجیہ عورت اس کے پاس لائی گئ، تو حجّاج اُس سے گفتگو کرنے لگا، اور وہ عورت اس کی طرف نظر بھی نہیں اٹھاتی تھی اور نہ ہی اس کے بات کا جواب دیتی تھی، تو حجّاج کے بعض خدّام نے اُس سے کہا: خلیفہ تم سے بات کررہے ہیں اور تم اعراض کررہی ہو، تو اس عورت نے کہا: مجھے شرم آتی ہے کہ میں ایسے شخص کو دیکھوں جس کی طرف اللہ رب العزت نہیں دیکھتا ہے، تو حجّاج نے اس کے بارے میں حکم دیا اور اسے قتل کردیا گیا۔

حجّاج کے ہاتھوں ظلماً قتل کیے جانے والوں کو شمار کیا گیا تو ان کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار پہنچی۔

لغات وترکیب

نُبْذَةٌ، (ج) نُبَذٌ، ٹکڑا، گوشہ، مختصر حصہ۔ لِثَامٌ، (ج) لُثُمٌ، نقاب۔ حَوَارِيّ، (ج) حَوَارِيُّون، مددگار۔ رَاقَبَ يُرَاقِبُ مُرَاقَبَةً (مفاعلۃ) لحاظ کرنا۔ ڈرنا، رعایت کرنا۔ ضَارَ يَضِيْرُ ضَيْراً (ض) نقصان پہنچانا۔ صُرِعَ يُصْرَعُ صَرْعاً (ف) مجہول الاستعمال ہے۔ مرگی ہونا۔ عَافٰي يُعَافِي مُعَافَاةً (مفاعلۃ) عافیت دینا۔ سَفَكَ يَسْفِكُ سَفْكاً (ض) خون بہانا۔ ثَدْيٌ، (ج) ثُدِيٌّ، پستان۔ تَيْسٌ، (ج) تُيُوسٌ۔ بکرا، نر ہرن۔ اَلْعَقَ يُلْعِقُ اِلْعَاقاً (افعال) چٹانا۔ اَطْلٰي يُطْلِي اِطْلَاءً (افعال) لیپ لگانا، ملنا۔ اَعْوَانٌ، واحد، عَوْنٌ، مددگار، خادم۔ اَحْصٰي يُحْصِي اِحْصَاءً (افعال) شمار کرنا۔ صَبَرَ احداً يَصْبِرُ صَبْراً (ض) کسی کو مجبور کرنا۔

مِنْ قَلِيْلِ الْمُرَاقَبَةِ لِلّٰهِ اي هُوَ مِنْ قَلِيْلِ الْمُرَاقَبَةِ. خيراً، عَرَفَ کا مفعول ثانی ہے اور "ضَيْراً" وَقٰي کا۔ صبراً تمیز ہے قُتِلُوا فعل وفاعل کی نسبت میں پائے جانے والے ابہام کو دور کررہا ہے۔

تشریح درسِ مذکور میں حجّاج بن یوسف کی شقاوتِ قلبی اور مخلوقِ خدا پر اس کے ظلم وستم کرنے کا واقعہ مذکور ہے، حجّاج کی ستم رسانی اور خوں ریزی کے واقعات دنیا کے عجائبات میں سے ہیں، حجّاج نے حرم میں کشت وخون کیا، خانۂ کعبہ پر منجنیق سے گولہ باری کی جس کے سبب حرم شریف کے پردے جل گئے اور جیسا کہ گذرا کہ حجاج خود کہا کرتا تھا کہ: میرے نزدیک لذیذ ترین چیز خوں ریزی اور قتل وغارت گری ہے۔ رب کریم خصائلِ مذمومہ سے ہم سب کی حفاظت

فرمائے اور صفاتِ حمیدہ سے آراستہ فرمائے۔ تفصیلی حالات آخر کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔

رُبَّ أخٍ لَمْ تلِدْهُ أمُّک

اتَّفَقَ أنَّهُ كَانَ شَاعِرٌ مِنَ الْعَجَمِ يُعْرَفُ بِالْغَسَّانِيِّ وَفَدَ عَلٰى أحْمَدَ بنِ مَرْوَانَ، وَكَانَتْ عَادَتُهُ إذَا وَفَدَ عَلَيْهِ يُكْرِمُهُ، ويُنْزِلُهُ وَلَا يَسْتَحْضِرُهُ إلَّا بَعْدَ ثَلَاثَةِ أيَّامٍ، وَاتَّفَقَ أنَّ الْغَسَّانِيَّ لَمْ يَكُنْ أعَدَّ شِعْراً يَمْدَحُهُ بِهِ ثِقَةً بِنَفْسِهِ، فَأقَامَ ثلٰثَةَ أيَّامٍ وَلَمْ يُفْتَحْ عَلَيْهِ بِشَيْءٍ، فَأخَذَ قَصِيْدَةً مِنْ شِعْرِ ابْنِ أسَدٍ، وَلَمْ يُغَيِّرْ مِنهَا غَيْرَ الْإسْمِ، فَغَضِبَ الأمِيْرُ وَقَالَ: هٰذَا العَجَمِيُّ يَسْخَرُ مِنَّا، وَأمَرَ أن يُكْتَبَ بذٰلِكَ إلى ابْنِ أسَدٍ، فَأعْلَمَ الْغَسَّانِيَّ بَعْضُ الْحَاضِرِيْنَ بِذٰلِكَ، فَجَهَّزَ الْغَسَّانِيُّ غُلَاماً جَلْداً إلَى ابْنِ أسَدٍ يَدْخُلَ عَلَيْهِ وَيُعَرِّفُهُ الْعُذْرَ، فَوَصَلَ الْغُلَامُ إلَى ابْنِ اسَدٍ قَبْلَ وُصُولِ قَاصِدِ ابْنِ مَرْوَانَ، فَلَمَّا عَلِمَ ذٰلِكَ كَتَبَ الْجَوَابَ إلَى ابْنِ مَرْوَانَ أنَّه لَمْ يَقِفْ عَلٰى هٰذِهِ الْقَصِيْدَةِ أبَداً وَلَمْ يَرَهَا إلَّا فِيْ كِتَابِهِ، فَلَمَّا وَقَفَ ابْنُ مَرْوَانَ عَلَى الْجَوَابِ أسَاءَ عَلَى السَّاعِيْ وَسَبَّهُ وَقَالَ: إنَّمَا تُرِيْدُ إسَاءَتِي بَيْنَ الْمُلُوكِ، ثُمَّ أحْسَنَ إلَى الْغَسَّانِيِّ وَأكْرَمَهُ غَايَةَ الإكْرَامِ، وَعَادَ إلٰى بِلَادِهِ، فَلَمْ يَمْضِ عَلٰى ذٰلِكَ مُدَّةٌ حَتّٰى اجْتَمَعَ أهْلُ مَيَّافَارِقِيْنَ وَدَعَوا ابْنَ الأسَدِ عَلٰى أن يُوَقِّرُوهُ عَلَيْهِمْ، وَاُقِيْمَتِ الْخُطْبَةُ لِلسُّلْطَانِ مَلِكِ شَاه وَإسْقَاطِ ابْنِ مَروَانَ، فَأجَابَهُمْ إلٰى ذٰلِكَ، وَحَشَدَ ابْنُ مَرْوَانَ وَنَزَلَ عَلٰى مَيَّافَارِقِيْنَ فَأعْجَزَهُ أمْرُهَا فَسَيَّرَ إلَى نِظَامِ الْمَلِكِ وَالسُّلْطَانِ يَسْتَمِدُّهُمَا فَأنْفَذَا إلَيْهِ جَيْشاً وَمَدَداً مَعَ الْغَسَّانِي الشَّاعِرِ، وَكَانَ قَدْ تَقَدَّمَ عِنْدَ السُّلْطَانِ فَصَدَقُوا الْحَمْلَةَ عَلٰى مَيَّافَارِقِيْنَ، فَمَلَكُوهَا عَنْوَةً، وَقُبِضَ عَلَى ابْنِ أسَدٍ، وَجِيْءَ بِهِ إلَى ابْنِ مَرْوَانَ، فَأمَرَ بِقَتْلِهِ، فَقَامَ الغَسَّانِيْ وَجَرَّدَ الْعِنَايَةَ فِي الشَّفَاعَةِ حَتّٰى خَلَّصَهُ وَكَفَلَهُ بَعْدَ عَنَاءٍ شَدِيْدٍ، ثُمَّ اجْتَمَعَ بِهِ، وَقَالَ: أتَعْرِفُنِي؟ قَالَ: لَا وَاللّٰهِ، وَلٰكِنْ أعْرِفُ أنَّكَ مَلَكٌ مِنَ السَّمَاءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيَّ بِكَ لِبَقَاءِ مُهْجَتِي، فَقَالَ: أنَا الَّذِي ادَّعَيْتُ قَصِيْدَتَكَ وَسَتَرْتَ عَلَيَّ، وَمَا جَزَاءُ الإحْسَانِ إلَّا الإحْسَانُ، فَقَالَ ابْنُ أسَدٍ: مَا سَمِعْتُ بِقَصِيْدَةٍ جُحِدَتْ فَنَفَعَتْ صَاحِبَهَا إلَّا هٰذِهِ، فَجَزَاكَ اللّٰهُ خَيْراً، وَانْصَرَفَ الْغَسَّانِيْ مِنْ حَيْثُ جَاءَ.

بہت سے بھائی ایسے ہوتے ہیں جو تمہاری ماں کے بطن سے نہیں ہوتے

اتفاق ایسا ہوا کہ ایک عجمی شاعر جو غسانی سے مشہور تھا احمد بن مروان کے پاس آیا اور احمد بن مروان کا معمول یہ تھا کہ

جب وہ شاعر اس کے پاس آتا تو اس کا اعزاز و اکرام اور اس کی مہمان نوازی کرتا۔ اور اسے تین دن کے بعد ہی بلاتا تھا، اور اتفاق ایسا ہوا کہ غسانی نے اپنے او پر اعتماد کرتے ہوئے کوئی شعر تیار نہیں کر رکھا تھا جس سے وہ اس کی تعریف کرے، چناں چہ اس نے تین دن قیام کیا، مگر اس پر کسی شعر کی آمد نہیں ہوئی، پھر اس نے ابن اسد کے شعر کا ایک قصیدہ لے لیا اور نام کے علاوہ اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی، تو امیر ناراض ہو گیا اور کہا: یہ عجمی ہم سے مذاق کرتا ہے اور حکم دیا کہ اس بارے میں ابن اسد کے پاس (تحقیق حال کے لیے) مکتوب روانہ کیا جائے، تو حاضرین میں سے کسی نے غسانی کو اس کی اطلاع دے دی، چناں چہ غسانی نے ایک چست بچے کو ابن اسد کے پاس روانہ کیا کہ وہ ان کے پاس جائے اور ابن اسد کو عذر سے آگاہ کر دے، تو وہ نوجوان ابن مروان کے قاصد کے پہنچنے سے پہلے ابن اسد کے پاس پہنچ گیا، پھر جب ابن اسد اس سے واقف ہو گیا تو ابن مروان کے پاس جواب لکھا کہ وہ اِس قصیدے سے بالکل ناواقف ہے اور اس نے اِس قصیدے کو صرف آپ کے خط میں دیکھا ہے، تو جب ابن مروان جواب سے آگاہ ہوا تو اس نے چغل خور کی سرزنش کی اور اسے برا بھلا کہا، پھر غسانی کے ساتھ اس نے حسنِ سلوک کیا اور اس کا بے انتہا اعزاز و اکرام کیا اور غسانی اپنے شہر واپس آ گیا، اور اس واقعے پر ابھی کوئی زیادہ مدت نہ گذری تھی کہ باشندگانِ میّا فارقین جمع ہوئے اور ابن اسد کو اس بات کی دعوت دی کہ وہ اُن کا سردار ہو جائے، اور سلطان ملک شاہ اور ابن مروان کے نام کو ختم کرنے کے لیے خطبہ تیار کیا گیا اور ابن اسد نے اُن کی اِس دعوت کو قبول کر لیا، (ادھر) ابن مروان نے فوج کو جمع کیا اور میّا فارقین پر چڑھائی کی، تو میّا فارقین کے معاملے نے اسے عاجز کر دیا، پھر اس نے نظام الملک اور سلطان ملک شاہ کے پاس ان دونوں سے مدد طلب کرنے کے لیے پیغام بھیجا چناں چہ ان دونوں نے اس کے پاس ایک لشکر اور غسانی شاعر کے ساتھ ایک دستہ روانہ کیا، اور وہ سلطان ملک شاہ کے پاس پہلے ہی سے آیا ہوا تھا، چناں چہ لوگوں نے میّا فارقین پر زبردست حملہ کیا اور غلبۃً اس کے مالک ہو گئے، ابن اسد کو گرفتار کر لیا گیا اور اسے ابن مروان کے پاس لایا گیا، تو اُس نے اُس کے قتل کا حکم دے دیا، تو غسانی کھڑا ہو گیا اور سفارش میں پوری کوشش صرف کر دی تا آں کہ بڑی مشقت کے بعد اسے چھڑا لیا اور اس کا ضامن بن گیا۔ پھر غسانی (اس کے بحۃ تنہائی میں) اس سے ملا، اور کہا: کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں بخدا، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ تو کوئی آسمانی فرشتہ ہے کہ تیرے ذریعے اللہ تعالیٰ نے میری جان کی حفاظت کے لیے مجھ پر احسان فرمایا ہے، تو غسانی نے کہا: میں ہی وہ شخص ہوں جس نے تمہارے قصیدے کا دعویٰ کر دیا تھا اور تم نے میری پردہ پوشی فرمائی تھی، اور احسان کا بدلہ تو احسان ہی ہوسکتا ہے، تو ابن اسد نے کہا: میں نے کسی قصیدے کے متعلق نہیں سنا جس کا انکار کیا گیا ہو اور اُس نے اُس کے کہنے والے کو فائدہ پہنچایا ہو بجز اِس قصیدے کے، سو اللہ تمہیں بہترین بدلہ عطا فرمائے، اور غسانی جہاں سے آیا تھا لوٹ گیا۔

لغات وترکیب

وَلَدَ يَلِدُ وِلَادَةً (ض) جننا۔ وَفَدَ عَلٰى أحدٍ يَفِدُ وُفُوداً (ض) کسی کے پاس آنا۔ وَثِقَ يَثِقُ ثِقَةً (حسب) بھروسہ کرنا۔ سَخِرَ يَسْخَرُ سَخراً (س) ٹھٹھا کرنا، مذاق اڑانا۔ جَلُدَ يَجْلُدُ جَلَادَةً (ک) مضبوط وطاقت ور ہونا۔ أَسَاءَ يُسِيءُ إِسَاءَةً (افعال) براسلوک کرنا۔ سَعٰى عند أحد يَسْعٰى سَعْياً (ف) چغل خوری کرنا۔ سَاعي، (ج) سُعَاةٌ، چغل خور۔ حَشَدَ يَحْشُدُ حَشْداً (ن) جمع کرنا۔ اسْتَمَدَّ يَسْتَمِدُّ اسْتِمْدَاداً (استفعال) مدد طلب کرنا۔ أَنْفَذَ إلٰى فلان يُنْفِذُ إنْفَاذاً (افعال) بھیجنا۔ عَنَا يَعْنُو عَنْوَةً (ن) زبردستی لے لینا۔ جَرَّدَ الْعِنَايَةَ يُجَرِّدُ تَجْرِيْداً (تفعیل) بھرپور توجہ دینا۔ مُهْجَةٌ، (ج) مُهَجٌ، روح۔

إذا وفد عليه جملہ شرط ہے "يكرمه" تا "أيّام" معطوف علیہ با معطوف جزا۔ شرط اپنی جزا سے مل کر جملہ شرطیہ ہوکر کانت فعل ناقص کی خبر واقع ہے۔ ثقة بنفسه، واثقاً کے معنی میں ہوکر "أعدّ" کی ضمیر سے حال واقع ہے۔ عَنْوَةً، تمیز کی بناپر منصوب ہے۔ جو ملکو افعل وفاعل کے نسبت سے ابہام کو دور کررہا ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَوَّارٍ قَالَ: قَالَ لِي الرَّبِيْعُ الْحَاجِبُ، أَتُحِبُّ أَنْ تَسْمَعَ حَدِيْثَ ابْنِ هُبَيْرَةَ مَعَ مَسْلَمَةَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ قَالَ: فَأَرْسَلَ لِخَصِيٍّ كَانَ لِمَسْلَمَةَ يَقُوْمُ عَلٰى وُضُوئِهِ فَجَاءَهُ فَقَالَ: حَدِّثْنَا حَدِيْثَ ابْنِ هُبَيْرَةَ مَعَ مَسْلَمَةَ، قَالَ: كَانَ مَسْلَمَةُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ يَقُوْمُ مِنَ اللَّيْلِ فَيَتَوَضَّأُ وَيَتَنَفَّلُ حَتّٰى يُصْبِحَ فَيَدْخُلُ عَلٰى أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ، فَإِنِّي لَأَصُبُّ الْمَاءَ عَلٰى يَدَيْهِ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ إِذَا صَاحَ صَائِحٌ مِنْ وَرَاءِ الرُّوَاقِ: أَنَا بِاللّٰهِ وَبِالْأَمِيْرِ، فَقَالَ مَسْلَمَةُ: صَوْتُ ابْنِ هُبَيْرَةَ أُخْرُجْ إِلَيْهِ، فَخَرَجْتُ إِلَيْهِ وَرَجَعْتُ وَ أَخْبَرْتُهُ فَقَالَ: أَدْخِلْهُ فَدَخَلَ فَإِذَا رَجُلٌ يَمِيْدُ نُعَاساً، فَقَالَ: أَنَا بِاللّٰهِ وَبِالْأَمِيْرِ، قَالَ: أَنَا بِاللّٰهِ وَأَنْتَ، ثُمَّ قَالَ: أَنَا بِاللّٰهِ وَبِالْأَمِيْرِ، قَالَ: أَنَا بِاللّٰهِ وَأَنْتَ بِاللّٰهِ، حَتّٰى قَالَهَا ثَلٰثاً، ثُمَّ قَالَ: أَنَا بِاللّٰهِ، فَسَكَتَ عَنْهُ، ثُمَّ قَالَ لِيْ، اِنْطَلِقْ بِهٖ، فَوَضِّئْهُ، وَلْيُصَلِّ، ثُمَّ اعْرِضْ عَلَيْهِ أَحَبَّ الطَّعَامِ إِلَيْهِ فَأْتِهٖ بِهٖ وَافْرِشْ لَهٗ فِي تِلْكَ الصُّفَّةِ لِصُفَّةٍ بَيْنَ يَدَيْ بُيُوْتِ النِّسَاءِ. وَلَا تُوْقِظْهُ حَتّٰى يَقُوْمَ مَتٰى قَامَ فَانْطَلَقْتُ بِهٖ، فَتَوَضَّأَ وَصَلّٰى وَعَرَضْتُ عَلَيْهِ الطَّعَامَ، فَقَالَ شُرْبَةَ سَوِيْقٍ، فَشَرِبَ وَ فَرَشْتُ لَهٗ فَنَامَ، وَجِئْتُ إِلٰى مَسْلَمَةَ، فَأَعْلَمْتُهٗ فَغَدَا إِلٰى هِشَامٍ، فَجَلَسَ عِنْدَهٗ حَتّٰى إِذَا حَانَ قِيَامُهٗ، قَالَ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! لِي حَاجَةٌ قَالَ: قَضَيْتُ إِلَّا أَنْ تَكُوْنَ فِي ابْنِ هُبَيْرَةَ قَالَ: رَضِيْتُ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ثُمَّ قَامَ مُنْصَرِفاً حَتّٰى إِذَا كَادَ أَنْ يَخْرُجَ مِنَ الْإِيْوَانِ رَجَعَ، فَقَالَ يَا

أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، مَا عَوَّدْتَنِي أَنْ تَسْتَثْنِيَ فِي حَاجَةٍ مِنْ حَوَائِجِي، وَإِنِّي أَكْرَهُ أَنْ يَتَحَدَّثَ النَّاسُ أَنَّكَ أَحْدَثْتَ عَلَى الإِسْتِثْنَاءِ، قَالَ: لَا أَسْتَثْنِي عَلَيْكَ قَالَ: فَهُوَ ابْنُ هُبَيْرَةَ، فَعَفَا عَنْهُ.

عبداللہ بن سوّار سے مروی ہے ان کا بیان ہے کہ: ربیع حاجب نے مجھ سے کہا: کیا آپ ابن ہبیرہ کے اُس واقعے کو سننا چاہتے ہیں جو مسلمہ کے ساتھ پیش آیا۔ میں نے کہا: ہاں، اُس نے کہا: تو خصی کو بلوائیے جو مسلمہ کو وضو کراتا تھا، چناں چہ وہ اس کے پاس آ گیا، تو ربیع حاجب نے کہا: مسلمہ کے ساتھ پیش آنے والے ابن ہبیرہ کے واقعے کو بیان کر، خصی نے کہا: مسلمہ بن عبدالملک رات کو اٹھتا، وضو کرتا اور صبح تک نفل نماز پڑھتا، پھر امیر المؤمنین کے پاس جاتا۔ تو (واقعہ یہ پیش آیا کہ) میں رات کے آخر میں اس کے ہاتھ پر پانی ڈال رہا تھا دراں حالے کہ وہ وضو کر رہا تھا کہ اچانک کسی چیخنے والے نے بالا خانے کے پیچھے سے آواز لگائی "أنا بالله و بالأمير" - میں اللہ کی اور امیر المؤمنین کی پناہ چاہ رہا ہوں - تو مسلمہ نے کہا: ابن ہبیرہ کی آواز ہے، اس کے پاس جاؤ، چناں چہ میں نکل کر اس کے پاس گیا، اور لوٹ کر اسے بتایا، تو مسلمہ نے کہا: اسے اندر بلالو، چناں چہ وہ اندر آ گیا، تو وہ ایسا شخص تھا جو نیند کی وجہ سے جھوم رہا تھا، چناں چہ اس نے کہا: "أنا بالله و بالأمير" مسلمہ نے کہا: "أنا بالله و أنت" - میں اللہ اور آپ کی پناہ چاہتا ہوں - پھر اس نے کہا: "أنا بالله و بالأمير" مسلمہ نے کہا: أنا بالله و أنت بالله" یہاں تک تین مرتبہ ان کلمات کو کہا: پھر اس نے کہا "أنا بالله" اور خاموش ہو گیا، پھر مسلمہ نے مجھ سے کہا: اسے لے جاؤ اور وضو کراؤ اور اسے چاہیے کہ نماز پڑھ لے، پھر اس کے سامنے اس کا مرغوب کھانا پیش کرو، بعد ازاں اسے لے کر آؤ اور اس چبوترے پر اس کے لیے بستر لگا دو - یعنی جو چبوترہ عورتوں کے گھروں کے سامنے ہے - اور اسے بیدار مت کرنا تا آں کہ وہ خود اٹھ جائے جب بیدار ہوا، تو میں اسے لے کر گیا، تو اس نے وضو کیا اور نماز ادا کی، میں نے اس کے سامنے کھانا پیش کیا تو اس نے کہا: ستو کا شربت پیوں گا، چناں چہ اسے پیا، اور میں نے اس کے لیے بستر بچھا دیا تو وہ سو گیا، میں مسلمہ کے پاس آیا اور اسے باخبر کیا، پھر مسلمہ ہشام کے پاس چلا گیا اور ان کے پاس بیٹھ گیا، یہاں تک کہ جب اس کے بیدار ہونے کا وقت ہو گیا تو کہا: اے امیر المؤمنین! مجھے ایک ضرورت ہے، ہشام نے کہا: میں نے وہ ضرورت پوری کر دی مگر یہ کہ ابن ہبیرہ کے بارے میں ہو، مسلمہ نے کہا: میں راضی ہوں اے امیر المؤمنین! پھر واپس ہونے کے لیے کھڑا ہو گیا۔ یہاں تک کہ جب محل سے نکلنے کے قریب ہوا تو لوٹ لیا اور کہا: اے امیر المؤمنین! آپ نے مجھے اس بات کا عادی نہیں بنایا ہے کہ میری کسی ضرورت کا استثناء کریں، اور میں ناپسند سمجھتا ہوں کہ لوگ یہ چرچا کریں کہ آپ نے میرے اوپر بھی استثنا کا دروازہ کھول دیا ہے، ہشام نے کہا: تمہارے لیے کوئی استثنا نہیں، مسلمہ نے کہا: تو وہ ابن ہبیرہ ہی ہے تو ہشام نے اسے معاف کر دیا۔

لغات و ترکیب

صَبَّ الْمَاءَ يَصُبُّ صَبًّا (ن) پانی ڈالنا۔ رُوَاق، (ج) أَرْوِقَةٌ بالاخانہ۔ مَادَ يَمِيدُ مَيْدًا (ض) جھومنا، ہلنا۔

نُعاسٌ، اونگھ۔ نَعَس يَنْعَسُ نَعساً (ف) اونگھنا۔ وَضَّأ يُوَضِّأ توضِئَةً (تفعیل) وضو کرانا۔ صُفَّةٌ، (ج) صُفَفٌ وصُفَّاتٌ، سایہ دار چبوترہ۔ أيْقَظَ يُوْقِظُ إيْقاظاً (افعال) بیدار کرنا۔ سَوِيْقٌ، (ج) أسْوِقَةٌ، ستو، حَانَ يَحِيْنُ حَيْنُونَةً (ض) وقت ہونا۔ إيْوانٌ، (ج) أوَاوِيْنُ، محل۔

حديثُ ابنِ هُبَيْرَةَ مَعَ مسلمةَ أي الواقعَ مَعَ مَسْلَمَةَ، "مع مسلمة" صیغۂ صفت محذوف کا مفعول فیہ ہے۔ أنا باللّٰهِ وبالأمير أي أنا أعوذُ باللّٰهِ. "باللّٰه" "أعوذ" فعلِ محذوف کے متعلق ہے۔ أنا باللّٰه وأنت باللّٰه' أى أنا أعوذ باللّٰهِ وأنتَ تَعَوَّذُ باللّٰه. مُنْصَرِفاً "قام" کی ضمیر سے حال واقع ہے۔

تشریح "ربّ أخ لم تلده أمّك" جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے کہ کسی کے ساتھ نرمی وملاطفت، ہم دردی وغم خواری اور اخوت وبھائی چارگی کے لیے حقیقی بھائی کا ہونا ضروری نہیں ہے، بل کہ جس انسان میں بھی انسانیت اور رحم دلی کا جذبہ ہوتا ہے وہ اپنوں ہی نہیں غیروں کے ساتھ بھی اخوت وہم دردی کا معاملہ کرتا ہے اور ہر انسان کو ایسا ہی ہونا چاہیے اسلام کی انسانیت نواز تعلیمات میں سے ایک اہم تعلیم یہ ہے کہ وہ اپنے ماننے والوں کو ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک رہ کر زندگی گذارنے کی تاکید کرتا ہے، درسِ مذکور کے دونوں واقعات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ایک میں غسانی نے ابن اسد کے ساتھ ہم دردی کی اور دوسرے میں مسلمہ نے ابن ہبیرہ کے ساتھ۔ خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو اپنی غرض کا غلام نہیں رہنا چاہیے، بل کہ اپنے اندر اخوت وانسانیت کی صفت پیدا کرنی چاہیے۔

إنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ (الذّٰریٰت/۵۸)

نَقَلَ الشَّيْخُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَلَامٍ الْمُقْرِي فِي كِتَابِ الْعَقَائِدِ أنَّ سُلَيْمَانَ لَمَّا رَأى أنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى أوْسَعَ لَهُ الدُّنْيا. وَصَارَتْ بِيَدِهِ، قَالَ: إلٰهِي! لَوْ أذِنْتَ لِي أنْ أُطْعِمَ جَمِيْعَ الْمَخْلُوقَاتِ سَنَةً كَامِلَةً، فَأوْحَى اللّٰهُ إلَيْهِ أنَّكَ لَنْ تَقْدِرَ عَلٰى ذٰلِكَ فَقَالَ: إلٰهِي! أُسْبُوعاً، فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَنْ تَقْدِرَ، فَقَالَ: إلٰهِي! يَوْماً وَاحِداً، فَقَالَ تَعَالٰى لَنْ تَقْدِرَ، فَقَالَ: إلٰهِي! وَلَوْ يَوْماً وَاحِداً فَأذِنَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَهُ فِيْ ذٰلِكَ، فَأمَرَ سُلَيْمَانُ الجِنَّ وَالإنْسَ بِأنْ يَّأتُوا بِجَمِيْعِ مَا فِي الْأرْضِ مِنْ أبْقَارٍ وَ أغْنَامٍ وَمِنْ جَمِيْعِ مَا يُؤْكَلُ مِنْ أجْنَاسِ الْحَيَوَانِ مِنْ طَيْرٍ وَغَيْرِ ذٰلِكَ، فَلَمَّا جَمَعُوا ذٰلِكَ اِصْطَنَعُوا لَهُ الْقُدُورَ الرَّاسِيَاتِ، ثُمَّ ذَبَحَ ذٰلِكَ وَطَبَخَهُ وَأمَرَ الرِّيْحَ أنْ تَهُبَّ عَلَى الطَّعَامِ لِئَلَّا يَفْسُدَ ثُمَّ مَدَّ ذٰلِكَ الطَّعَامَ فِي الْبَرِّيَّةِ، فَكَانَ طُوْلُ ذٰلِكَ السِّمَاطِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ وَعَرْضُهُ مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ أوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى إلَيْهِ يَاسُلَيْمَانُ! بِمَنْ تَبْتَدِئُ مِنَ الْمَخْلُوقَاتِ؟ فَقَالَ سُلَيْمَانُ: اَبْتَدِئُ بِدَوَابِّ الْبَحْرِ، فَأمَرَ اللّٰهُ حُوتاً

مِنَ الْبَحْرِ الْمُحِيطِ أن يَاكُلَ مِنْ ضِيَافَةِ سُلَيْمَانَ، فَرَفَعَ ذٰلِكَ الحُوتُ رَاسَه، وَقَالَ: يَا سُلَيْمَانُ! سَمِعْتُ أَنَّكَ فَتَحتَ باباً لِلضِّيَافَةِ، وَقَدْ جَعَلْتَ ضِيَافَتِي فِي هٰذَا الْيَوْمِ، فَقَالَ سُلَيْمَانُ: دُوْنَكَ وَالطَّعَامَ، فَتَقَدَّمَ ذٰلِكَ الحُوتُ وَأَكَلَ مِنْ أَوَّلِ السِّمَاطِ، فَلَمْ يَزَلْ يَأكُلُ حَتّٰى أَتىٰ إلىٰ اٰخِرِه فِي لَحظَةٍ، ثُمَّ نَادىٰ أَطْعِمْنِي يَا سُلَيْمَانُ! وَأَشْبِعْنِي، فَقَالَ لَهُ سُلَيْمَانُ: أَكَلْتَ الْجَمِيْعَ وَ مَا شَبِعْتَ فَقَالَ الحُوْتُ: هٰكَذَا يَكُونُ جَوَابُ أَصْحَابِ الضِّيَافَةِ لِلضَّيْفِ؟ اِعْلَمْ يَا سُلَيْمَانُ، إنَّ لِي فِيْ كُلِّ يَومٍ مِثْلَ مَا صَنَعْتَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، وَأَنْتَ كُنْتَ السَّبَبَ فِي مَنْعِ رَاتِبَتِيْ فِي هٰذَا الْيَوْمِ، وَقَدْ قَصَّرْتَ فِي حَقِّي، فَعِنْدَ ذٰلِكَ خَرَّ سُلَيْمَانُ سَاجِداً لِلّٰهِ تَعَالىٰ، وَقَالَ سُبْحَانَ الْمُتَكَفِّلِ بِأَرْزَاقِ الْخَلَائِقِ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ.

بلاشبہ اللہ ہی روزی دینے والا قوت والا زور آور ہے

شیخ عبد الرحمن بن سلام مقری نے کتاب العقائد میں نقل کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے دنیا کو وسیع کر دیا ہے اور دنیا ان کے ہاتھ میں آگئی ہے تو عرض کیا: اے میرے معبود! کاش تو مجھے اجازت دے دیتا کہ میں تمام مخلوق کو مکمل ایک سال کھانا کھلاتا، تو اللہ رب العزت نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ آپ سے یہ کبھی نہیں ہوسکتا، تو عرض کیا: اے میرے معبود! ایک ہی ہفتے کی اجازت دے دے، تو اللہ رب العزت نے فرمایا، تم سے یہ بھی نہیں ہوسکتا، تو عرض کیا: اے میرے معبود! ایک ہی دن کی اجازت دے دے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم سے نہیں ہوسکتا، پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے عرض کیا: اگر چہ ایک ہی وقت کیوں نہ ہو اجازت دے دے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کی اجازت دے دی، پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے انس وجن کو حکم دیا کہ وہ روئے زمین کی تمام گائیں، بکریاں اور جنس حیوان میں سے تمام ماکول جانور یعنی پرندے وغیرہ کو جمع کریں۔ تو جب انھوں نے ان تمام کو جمع کر لیا تو انھوں نے اس کے لیے بڑی بڑی دیگیں تیار کیں، پھر انھیں ذبح کیا اور پکایا، اور ہوا کو کھانے پر چلنے کا حکم دے دیا، تا کہ کھانا خراب نہ ہو، پھر اس کھانے کو خشکی میں پھیلا دیا، تو اس دستر خوان کی لمبائی ایک ماہ کی مسافت کے برابر تھی اور اس کی چوڑائی بھی اسی کے بقدر تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ اے سلیمان! مخلوقات میں سے کس سے ابتدا کرو گے؟ تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: میں سمندری جانوروں سے ابتدا کروں گا، تو اللہ تعالیٰ نے بحر محیط کی ایک مچھلی کو حکم دیا کہ وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی ضیافت میں سے کھائے، چناں چہ اس مچھلی نے اپنا سر اٹھایا اور کہا: اے سلیمان! میں نے سنا ہے کہ آپ نے ضیافت کا دروازہ کھول رکھا ہے اور آج آپ نے میری ضیافت کر رکھی ہے۔ تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے

فرمایا: لو کھانا شروع کرو، چناں چہ وہ مچھلی آگے بڑھی اور دسترخوان کے شروع سے کھانا شروع کیا اور کھاتی رہی تا آں کہ ایک لمحے میں آخر تک پہنچ گئی، پھر اس نے آواز لگائی اے سلیمان! مجھے کھلاؤ اور سیر کردو، تو حضرت سلیمانؑ نے اس سے فرمایا: تو نے پورا کھالیا اور سیر نہ ہوئی، تو مچھلی نے کہا: میزبانوں کا مہمان سے یہی جواب ہوتا ہے؟ اے سلیمان! خوب جان لو، میرے لیے روزانہ جتنا آپ نے تیار کیا ہے تین مرتبہ متعین ہے اور آج میری مقررہ روزی کے رکنے کا سبب آپ ہی ہیں اور آپ ہی نے میرے حق میں کمی کی ہے، تو اس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو کر گر پڑے اور عرض کیا: وہ ذات پاک ہے جو کفالت کرنے والی ہے مخلوقات کے روزی کی ایسی جگہ سے جہاں سے انھیں خبر بھی نہیں۔

لغات وترکیب

رَزَقَ يَرْزُقُ رِزْقاً (ن) روزی دینا۔ أَطْعَمَ يُطْعِمُ إِطْعَاماً (افعال) کھانا کھلانا۔ أوحى إلى أحدٍ يُوحي إيحاءً (افعال) کسی کے پاس وحی بھیجنا۔ أَبْقَارٌ، واحد، بَقَرٌ، گائے، بیل۔ أَغْنَامٌ، واحد، غَنَمٌ، بکری۔ اِصْطَنَعَ يَصْطَنِعُ اصْطِنَاعاً (افتعال) تیار کرنا۔ هَبَّتِ الرِّيحُ تَهُبُّ هُبُوباً (ن) ہوا کا چلنا۔ سِمَاطٌ، (ج) سُمُطٌ، دسترخوان۔ رَاتِبٌ، (ج) رَوَاتِبُ، تنخواہ، وظیفہ۔

ولو يوماً واحداً أي ولو أُطْعِمَ يوماً واحداً. وعرضُهُ مثلَ ذلك أي كانَ عرضُه مثلَ ذٰلِكَ، دُونَكَ، ماقبل میں بھی گذر چکا ہے کہ اسم فعل ہے بمعنی "خذه" والطَّعَامَ أي كُلِ الطَّعَامَ۔

تشریح اللہ رب العزت نے تمام انس وجن اور تمام مخلوقات کو پیدا کیا مگر عام انسانوں کی عادت کے مطابق اُن سے کوئی نفع مقصود نہیں کہ وہ رزق پیدا کریں اللہ کے لیے یا اپنے لیے یا دیگر مخلوق کے لیے، بل کہ رزق کی کفالت حق تعالیٰ نے خود اپنے ذمے لے لی ہے، جہاں کہیں بھی وہ مخلوق رہتی ہے اس کی روزی اس کے پاس پہنچ جاتی ہے اور کسی بھی انسان - خواہ اس کی حکومت بہ ظاہر پوری دنیا پر ہو - کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ تمام مخلوق کی روزی کا بندوبست کرسکے، یہ صرف اللہ رب العزت کا نظام ہے جو ساری مخلوق کو روزی پہنچا رہا ہے۔

بَسْطُ الْمَعْدَلَةِ وَرَدُّ الْمَظَالِمِ

رُوِيَ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زَكَرِيَّا عَنْ عَبَّاسِ بْنِ الْفَضْلِ الْهَاشِمِيِّ عَنْ قَحْطَبَةَ ابْنِ حُمَيْدٍ، قَالَ: إِنِّي لَوَاقِفٌ عَلٰى رَأْسِ الْمَأْمُونِ يَوْماً وَقَدْ جَلَسَ لِلْمَظَالِمِ فَكَانَ اٰخِرُ مَنْ تَقَدَّمَ إِلَيْهِ (وَقَدْ هَمَّ بِالْقِيَامِ) اِمْرَأَةٌ، عَلَيْهَا هَيْئَةُ السَّفَرِ، وَعَلَيْهَا ثِيَابٌ رَثَّةٌ، فَوَقَفَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَتْ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى وَبَرَكَاتُهُ، فَنَظَرَ الْمَأْمُونُ إِلٰى يَحْيٰى بْنِ أَكْثَمَ،

فَقَالَ لَهَا يَحْيىٰ: وَعَلَيْكِ السَّلَامُ يَا أَمَةَ اللّٰهِ تَكَلَّمِي فِي حَاجَتِكِ، فَقَالَتْ:

يَاخَيْرَ مُنْتَصِفٍ يُهْدىٰ لَهُ الرَّشَدُ ۔۔۔ وَيَا إِمَاماً بِهِ قَدْ أشْرَقَ الْبَلَدُ

تَشْكُو إِلَيْكَ عَمِيْدَ الْقَوْمِ أَرْمِلَةٌ ۔۔۔ عُدِيَ عَلَيْهَا فَلَمْ يُتْرَكْ لَهَا سَبَدُ

وَابْتُزَّ مِنِّي ضِيَاعِيْ بَعْدَ مَنْعَتِهَا ۔۔۔ ظُلْماً وَفُرِّقَ مِنِّي الأَهْلُ وَالْوَلَدُ

فَاطْرَقَ الْمَامُوْنُ حِيْناً، ثُمَّ رَفَعَ رَأسَهُ إِلَيْهَا، وَهُوَ يَقُولُ:

فِي دُوْنَ مَا قُلْتِ زَالَ الصَّبْرُ وَالْجَلَدُ ۔۔۔ عَنِّي وَأُقْرِحَ مِنِّي الْقَلْبُ وَالْكَبِدُ

هٰذَا أذَانُ صَلٰوةِ الْعَصْرِ فَانْصَرِفِيْ ۔۔۔ وَاَحْضِرِي الْخَصْمَ فِي الْيَوْمِ الَّذِي اَعِدُ

وَالْمَجْلِسُ السَّبْتُ إِن يُقْضَ الْجُلُوسُ لَنَا ۔۔۔ نُنْصِفْكِ مِنْهُ وَإِلَّا الْمَجْلِسُ الأحَدُ

قَالَ: فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ الْاَحَدِ جَلَسَ فَكَانَ أَوَّلُ مَنْ تَقَدَّمَ إِلَيْهِ تِلْكَ الْمَرْأَةُ فَقَالَتْ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ: فَقَالَ: وَعَلَيْكِ السَّلَامُ أَيْنَ الْخَصْمُ؟ فَقَالَتْ: اَلْوَاقِفُ عَلٰى رَأسِكَ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ: وَأوْمَاتْ إِلَى الْعَبَّاسِ ابْنِهِ، فَقَالَ: يَا أَحْمَدَ بْنَ أَبِيْ خَالِدٍ! خُذْ بِيَدِهٖ، فَأَجْلَسَهُ مَعَهَا مَجْلِسَ الْخُصُوْمِ، فَجَعَلَ كَلَامُهَا يَعْلُو كَلَامَ الْعَبَّاسِ فَقَالَ لَهَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ: يَاأَمَةَ اللّٰهِ! إِنَّكِ بَيْنَ يَدَي أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَإِنَّكِ تُكَلِّمِيْنَ الْأَمِيْرَ فَاخْفِضِي مِنْ صَوْتِكِ، فَقَالَ الْمَامُوْنُ: دَعْهَا يَا أَحْمَدُ! فَإِنَّ الْحَقَّ أَنْطَقَهَا وَأَخْرَسَهُ، ثُمَّ قَضٰى لَهَا بِرَدِّ ضَيْعَتِهَا إِلَيْهَا وَظَلَّمَ الْعَبَّاسَ بِظُلْمِهٖ لَهَا، وَأَمَرَ بِالْكِتَابِ لَهَا إِلَى الْعَامِلِ الَّذِي بِبَلَدِهَا أن يُوْغِرَ لَهَا ضَيْعَتَهَا وَيُحْسِنَ مُعَاوَنَتَهَا، وَأمَرَ لَهَا بِنَفَقَةٍ. (العقد الفريد ۱/۳۹)

عمومی انصاف اور مظالم کا دفاع

امام شیبانی سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ: مجھ سے محمد بن زکریا نے عباس بن فضل ہاشمی کے واسطے سے اور انھوں نے قحطبہ بن حمید کے توسل بیان کیا، وہ فرماتے ہیں: میں ایک دن مامون کے سرہانے کھڑا تھا۔ جب کہ وہ شکایات کی سماعت کے لیے بیٹھا تھا، آخر میں اس کے پاس آنے والی۔ جب کہ مامون اٹھنے کا ارادہ کر چکا تھا۔ ایک عورت تھی جس پر سفر کا اثر تھا اور اس کے اوپر پھٹے پرانے کپڑے تھے، چناں چہ وہ مامون کے سامنے کھڑی ہوئی اور کہا: السلام علیک یا امیر المؤمنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، تو مامون نے یحیی بن اکثم کی طرف دیکھا، تو یحیی نے اس سے کہا: وعلیک السلام اے اللہ کی بندی! اپنی

ضرورت بیان کر، تو اس نے کہا:

۱۔ اے بہترین انصاف کرنے والے جنھیں رہنمائی ملی ہے اور اے رہبرِ قوم جن سے ملک روشن ہے۔

۲۔ آپ سے قوم کے سردار کی شکایت کررہی ہے ایک ایسی بیوہ عورت جس پر ظلم کیا گیا ہے چناں چہ اس کے لیے کچھ بھی نہ چھوڑا گیا ہے۔

۳۔ مجھ سے میری جائداد کو ظلماً چھین لیا گیا اسے محفوظ کرلینے کے بعد اور مجھ سے میرے اہل وعیال کو جدا کردیا گیا۔

تو مامون تھوڑی دیر سر جھکائے رہا پھر اس کی طرف اپنا سر اٹھایا اِس حال میں وہ کہہ رہا تھا:

۱۔ اُس سے کم ہی میں جو تو نے کہا میرا پیمانۂ صبر وضبط لبریز ہوگیا اور میرا قلب وجگر زخمی ہوگیا۔

۲۔ یہ نمازِ عصر کی اذان (کا وقت) ہے سو تو (آج) لوٹ جا اور فریق مخالف کو بھی لے کر آ جس دن کا میں وعدہ کررہا ہوں۔

۳۔ اور مجلس ہفتے کو ہوگی اگر ہمارے لیے بیٹھنا مقدر رہا تو ہم تجھے اُس سے انصاف دلائیں گے ورنہ مجلس اتوار کو ہوگی۔

راوی کا بیان ہے: تو جب اتوار کا دن ہوا تو وہ بیٹھا، تو سب سے پہلے مامون کے سامنے پیش ہونے والی وہی عورت تھی، تو اس نے کہا: السلام علیک یا امیر المؤمنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ، تو مامون نے (جواباً) کہا: وعلیکِ السلام، فریق کہاں ہے؟ تو اس نے کہا: اے امیر المؤمنین! وہ شخص جو آپ کے سرہانے کھڑا ہے اور اس نے مامون کے بیٹے عباس کی جانب اشارہ کیا، تو مامون نے کہا، اے احمد بن ابی خالد! اس کا ہاتھ پکڑیئے اور اس کو اُس عورت کے ساتھ مقدمے کی مجلس میں بیٹھایئے، (جب دونوں میں گفتگو شروع ہوئی) تو اس عورت کی گفتگو عباس ابن مامون کی گفتگو پر بلند ہونے لگی، تو اُس عورت سے احمد بن ابی خالد نے کہا: اے اللہ کی بندی! تو امیر المؤمنین کے سامنے ہے اور تو امیر المؤمنین سے گفتگو کررہی ہے لہٰذا اپنی آواز کو پست کرلے، تو مامون نے کہا: اے احمد! اسے چھوڑ دو، اِس لیے کہ حق نے اُس عورت کو گویا اور عباس کو گونگا بنادیا ہے، پھر مامون نے اُس عورت کے لیے اس کی جائداد اسے لوٹا دیئے جانے کا فیصلہ کیا اور عباس کو ظالم قرار دیا اُس کے اُس عورت پر ظلم کرنے کی وجہ سے، اور اس عورت کے لیے اُس گورنر کے پاس مکتوب روانہ کرنے کا حکم دیا جو گورنر اس کے شہر میں متعین تھے کہ اس کی زمین سے خراج ختم کردیں اور اس کے ساتھ بہتر تعاون کریں اور اس کے لیے نفقے کا بھی حکم دیا۔

لغات وترکیب

رَثَّ یَرِثُّ رَثَاثَۃً الثَّوبُ (ض) کپڑے کا بوسیدہ ہونا۔ اِنْتَصَفَ یَنْتَصِفُ انتصافاً (افتعال) انصاف پرور ہونا، حق لینا۔ عَمِیْدٌ، (ج) عُمَدَاءُ، سردار۔ أرْمَلَۃٌ، (ج) أَرَامِلُ، محتاج، وہ عورت جس کا شوہر نہ ہو، بیوہ۔ عَدَا یَعْدُوا عَدْوَاناً (ن) ظلم کرنا۔ سَبَدٌ، کم مال، مراد بہت معمولی چیز۔ ابتَزَّ یَبتَزُّ اِبتِزَازاً (افتعال) زبردستی چھین لینا۔ ضِیَاعٌ، واحد، ضَیْعَۃٌ، جائداد، زمین۔ مَنَعَ یَمْنَعُ مَنْعاً روکنا، حفاظت۔ کَبِدٌ، (ج) أکْبَادٌ، جگر۔ أَقْرَحَ یُقْرِحُ إقْرَاحاً (افعال) زخمی کرنا۔ أخْرَسَ یُخْرِسُ إخْرَاساً (افعال) گونگا بنادینا۔ ظَلَّمَ یُظَلِّمُ تَظْلِیماً (تفعیل) ظلم کی طرف

نسبت کرنا۔ أوْغَرَ الملكُ أرْضاً يُوغِرُ إيغاراً (افعال) بغیر خراج کے زمین دینا۔

وَقَد جَلَسَ للمظالم یہ جملہ "المامون" سے حال واقع ہے۔ وَيَا إماماً به قَد أُشرِقَ البَلَدُ، إماماً نکرہ غیر معین ہونے کی وجہ سے منصوب ہے "به" أُشرِقَ کا متعلق مقدم ہے۔ أرْمِلَةٌ، موصوف ہے اور "عُدِيَ عليها" صفت ہے، الواقف على رأسك أي الواقف على رأسِكَ خصمٌ لِي، خبر محذوف ہے۔ ظُلْماً "ابتز" کا مفعول لہٗ ہے۔

تشریح درسِ مذکور میں مامون بادشاہ کے عدل کا واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ اُس نے عورت کے ساتھ پورا پورا انصاف کیا اور اپنے بیٹے کی ذرا بھی رعایت نہیں کی، منصف کو ایسا ہی ہونا چاہیے، اسے ہر ایک کو ایک ہی نگاہ سے دیکھنا چاہیے، یہی ایک انسان کی سب سے بڑی خوبی ہے۔

مشہور امام ابن عربی فرماتے ہیں کہ عربی زبان میں عدل کے معنی ہیں برابری کرنا، لیکن مختلف نسبتوں سے اس کا مفہوم مختلف ہو جاتا ہے، مثلاً عدل کا پہلا مفہوم یہ ہے کہ انسان اپنے نفس اور اپنے خالق و مالک کے درمیان عدل کرے، انسان اور اس کے خالق و مالک کے درمیان عدل یوں ہوگا کہ اللہ کی ذات پر ایمان رکھے، اسے ایک مانے، اس کی ذات و صفات میں کسی کو شریک نہ کرے، اسی سے مانگے، اسی سے ڈرے اور اسی کے سامنے دامن پھیلائے۔

عدل کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ انسان خود اپنے نفس کے ساتھ عدل کرے، اپنے نفس اور جان کے ساتھ عدل یہ ہے کہ اسے ایسی تمام چیزوں سے بچائے جن میں اس کی جسمانی یا روحانی ہلاکت ہو۔

عدل کا تیسرا مفہوم یہ ہے کہ اپنے نفس اور تمام مخلوقات کے درمیان عدل کرے جس کی حقیقت یہ ہے کہ تمام مخلوقات کے ساتھ خیر خواہی اور ہمدردی کا معاملہ کرے، اور کسی ادنیٰ سے ادنیٰ معاملے میں کسی سے خیانت نہ کرے، سب لوگوں کے لیے اپنے نفس سے انصاف کا مطالبہ کرے، کسی بھی انسان کو اپنے کسی قول و فعل سے ظاہراً یا باطناً کوئی تکلیف نہ پہنچائے۔

نُبذَةٌ مِنْ وَقْعَةِ الحَرَّةِ

وَقْعَةُ الحَرَّةِ المَشْهُورَةِ الَّتِي كَانَتْ تُبِيدُ أَهْلَ الْمَدِينَةِ عَنْ اٰخِرِهِمْ، قُتِلَ فِيهَا الجَمُّ الْكَثِيرُ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ، وَقِيلَ: اَلْمَقْتُولُ فِيهَا مِنَ الصَّحَابَةِ ثَلَاثَةٌ، مِنْهُمْ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ حَنْظَلَةَ، وَنُهِبَتِ الْمَدِينَةُ، وَافْتُضَّ فِيهَا أَلْفُ عَذْرَاءَ وَلَمْ تَقُمِ الْجَمَاعَةُ وَلَا الْأَذَانُ فِي الْمَسْجِدِ النَّبَوِيِّ مُدَّةَ الْمُقَاتَلَةِ وَهِيَ ثَلٰثَةُ أَيَّامٍ.

خَرَجَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ فِي يَوْمٍ مِنْ تِلْكَ الْأَيَّامِ وَهُوَ أَعْمٰى يَمْشِي فِي بَعْضِ أَزِقَّةِ الْمَدِينَةِ، وَصَارَ يَعْثُرُ فِي الْقَتْلٰى وَيَقُولُ: تَعِسَ مَنْ أَخَافَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ

مِن الْجيْشِ: مَنْ أخافَ رَسُولَ اللهِ صلّى اللّٰهُ عليْهِ وسلَّم فقالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلّى اللّٰهُ عليْهِ وسلَّم يَقُولُ: مَنْ أخافَ أهْلَ الْمدِيْنةِ أخافَ ما بيْن جَنْبيَّ فحملَ علَيْهِ جَماعَةٌ مِن الْجَيْشِ لِيَقْتُلُوه، فَأجَارَهُ مِنهُمْ مرْوَانُ وَ أدْخلَه بيْته.

قَالَ السُّهَيْلِيُّ: وَقُتِلَ فِي ذٰلِكَ الْيَومِ مِنْ وُجُوهِ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأنْصَارِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ ألفٌ وَسَبْعُ مِائَةٍ، وَقُتِلَ مَنْ أخلاطِ النَّاسِ عَشْرَةُ الآفٍ سِوَى النِّساءِ وَالصِّبْيَان، فَقَدْ ذُكِرَ أنَّ امْرَأةً مِنَ الْأنْصارِ دَخَلَ عَلَيْهَا رَجُلٌ مِنَ الْجَيْشِ وَهِيَ تُرضِعُ صَبِيَّهَا، وَقَدْ أخَذَ مَا وَجدَهُ عِنْدَهَا، ثُمَّ قَالَ لَهَا: هاتِ الذَّهَبَ، وَإلَّا قَتلْتُكِ وَقَتلْتُ وَلَدَكِ، فَقالَتْ لَهُ: وَيْحَكَ إنْ قَتلْتَهُ فَأبُوه أبُو كَبْشَةَ صَاحِبُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأنَا مِنَ النِّسْوَةِ اللَّاتِيْ بَايَعْنَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وسلَّمَ فَأخَذَ الصَّبِيَّ مِنْ حِجْرِهَا وَثَدْيُهَا فِي فَمِهِ، وضَرَبَ بِهِ الْحَائِطَ، حَتّٰى انْتَشَرَ دِمَاغُهُ فِي الأرْضِ، فَمَا خَرَجَ مِنَ الْبَيْتِ حَتّٰى اسْوَدَّ نِصْفُ وَجْهِهِ وَصَارَ مُثْلَةً فِي النَّاسِ.

قَالَ السُّهَيْلِيُّ: وَأحْسَبُ هٰذِهِ الْمَرْأةَ جَدَّةً لِلصَّبِيِّ، لَا امّاً لَهُ، إذْ يَبْعُدُ فِي الْعَادَةِ أنْ تُبَايِعَ امْرَأةٌ وتَكُونَ يَوْمَ الْحَرَّةِ فِيْ سِنِّ مَنْ تُرْضِعُ وَلَداً صَغِيْراً لَهَا.

ووقْعَةُ الْحَرَّةِ هٰذِهِ مِنْ أعْلَامِ نُبُوَّتِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَفِي الْحَدِيْثِ أنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وسلَّم وَقَفَ بِهٰذِه الْحَرَّةِ، وَقَالَ: لَيُقْتَلَنَّ بِهٰذَا الْمَكَانِ رِجَالٌ هُمْ خِيَارُ أمَّتِيْ بَعْدَ أصْحَابِيْ.

حرہ کے واقعے کی ایک ہلکی سی جھلک

حرہ کی وہ مشہور جنگ جس میں اہل مدینہ مکمل طور پر ہلاک ہو گئے تھے جس میں صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت مقتول ہوئی تھی، اور ایک قول یہ بھی ہے کہ صحابہ میں سے صرف تین افراد مقتول ہوئے جن میں حضرت عبداللہ بن حنظلہ بھی ہیں، اور مدینے میں لوٹ مار ہوا، ایک ہزار دوشیزہ عورتوں کی عصمت دری کی گئی اور مسجد نبوی میں جنگ کی مدت یعنی تین دن تک نہ تو جماعت ہوئی اور نہ اذان۔

انھیں ایام میں ایک دن حضرت جابر بن عبداللہ نکلے اور وہ نابینا تھے، آپ مدینے کی کسی گلی میں چل رہے تھے اور مقتولین کے درمیان ٹھوکر کھا رہے تھے اور فرما رہے تھے: ہلاک ہو وہ شخص جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوف زدہ کیا، تو لشکر میں سے کسی کہنے والے نے ان سے کہا: کس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوف زدہ کیا؟ تو فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے اہل مدینہ کو خوف زدہ کیا اُس نے اُس دل کو خوف زدہ کیا جو میرے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے، پس لشکر کی ایک جماعت نے ان پر حملہ کیا تاکہ انھیں تہ تیغ کر دیں، تو مروان نے آپ کو اُن سے پناہ دی اور اپنے گھر میں داخل کرلیا۔ سہیلی کا بیان ہے: اُس دن اشراف مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم میں سے سترہ سو کو قتل کر دیا گیا اور عام لوگوں میں سے عورتوں اور بچوں کے علاوہ دس ہزار کو قتل کر دیا گیا، چناں چہ یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ لشکر میں سے ایک شخص ایک انصاری عورت کے پاس گیا جب کہ وہ اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھی اور وہ سارے ساز وسامان لے لیے جو اس کے پاس پایا، پھر اس عورت سے کہا: سونا دو، ورنہ تو میں تجھے اور تیرے لڑکے کو تہ تیغ کردوں گا تو اس عورت نے اُس سے کہا: کم بخت اگر تو اسے قتل کر دے گا تو (جان لے کہ) اس کے باپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ابو کبشہ ہیں، اور میں ان عورتوں میں سے ہوں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر بیعت کی ہے، تو اس شخص نے اُس بچے کو اس عورت کی گود سے لے لیا، جب کہ اس کی پستان اس کے منہ میں تھی، اور اس بچے کو دیوار پر مارا یہاں تک کہ اس کا بھیجا زمین پر بکھر گیا تو وہ شخص گھر سے نکلا بھی نہ تھا کہ اس کا نصف چہرہ سیاہ ہو گیا اور وہ لوگوں کے سامنے مثلہ ہو گیا۔

سہیلی کا بیان ہے کہ: میرا خیال ہے کہ یہ عورت بچے کی دادی تھی اس کی ماں نہیں تھی، اس لیے کہ عادۃً یہ بعید ہے کہ کوئی عورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کرے اور حرہ کے دن اپنے چھوٹے بچے کو دودھ پلانے کی عمر میں ہو۔

حرہ کی یہ لڑائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی علامتوں میں سے ہے، چناں چہ حدیث میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس حرہ زمین پر ٹھہرے اور فرمایا: یہاں ایسے افراد کی جان لی جائے گی جو میرے صحابہؓ کے بعد میری امت میں سب سے بہتر لوگ ہوں گے۔

لغات وترکیب

وقْعَةٌ، (ج) وقَعَاتٌ، لڑائی، حملہ۔ أبَادَ يُبِيْدُ إبَادَةً (افعال) ہلاک کرنا۔ أزِقَّةٌ، واحد، زُقَاقٌ، گلی، تنگ راستہ۔ قتْلٰی واحد، قَتِيْلٌ، مقتول۔ تعس يتعسُ تَعْساً (ف س) ہلاک ہونا۔ برباد ہونا۔ عثَرَ يَعْثِرُ عَثْراً وعِثاراً (ن ض) کرنا، پھسلنا، اوندھا ہونا۔ أجَارَ يُجِيْرُ إجارَةً (افعال) پناہ دینا۔ مثَلَ يَمْثُلُ مثْلاً ومُثْلَةً (ن) ناک کان وغیرہ کاٹنا۔ بدصورت بنادینا۔ أعْلَامٌ، واحد، عَلَمٌ، علامت۔

منْ أخاف رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلّم؟ ''من'' استفہامیہ مبتدا ہے اور مابعد والا جملہ خبر واقع ہے۔ هَاتِ الذّهب ''هاتِ'' اسم فعل بمعنی امر حاضر أي ''أعطي'' الذهب مفعول بہ ہے، ''وثديُهَا في فَمه'' الصبيّ، سے حال واقع ہے۔

تشریح درس مذکور میں حرہ کے اُس واقعے کا ذکر ہے جو یزید بن معاویہ کے زمانے میں پیش آیا، واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ یزید نے خلیفہ ہونے کے بعد اہل مدینہ کی تعظیم وتکریم کا بہت لحاظ رکھا، ان کو بڑے بڑے عطیے بخشے

اور ان کے ساتھ مراعات کیں لیکن وہاں کے لوگ عبد اللہ بن زبیر کے جنھوں نے مکہ میں خلافت کی بیعت لینی شروع کی تھی، طرف دار ہو گئے عبد اللہ بن حنظلہ کو اپنا سردار بنایا اور یزید کی بیعت کو فسخ کر کے علانیہ مخالفت کے لیے آمادہ ہو گئے یزید نے جس وقت یہ خیال سُنا تو نعمان بن بشیر کو بھیجا کہ جا کر اپنی قوم کو سمجھاؤ، انھوں نے ازراہِ خیر خواہی اہلِ مدینہ کو بہت سمجھایا کہ تم لوگ فتنہ اور تفرقہ ڈالنے کی کوشش نہ کرو اور اُمت کا ساتھ چھوڑ کر اپنے دین اور دنیا کو نہ بگاڑو، اہلِ شام کے مقابلہ کی تم میں طاقت بھی نہیں ہے پھر تم کس بھروسہ پر بغاوت کر رہے ہو۔ لیکن ان کی نصیحت مطلق کارگر نہ ہوئی۔ آخر وہ واپس چلے گئے۔ ادھر مدینہ والوں نے بنی امیہ کے اُن لوگوں پر جو وہاں تھے حملہ کیا وہ مروان کے گھر میں مجتمع ہو گئے۔ انھوں نے اس کا محاصرہ کیا، بنی اُمیہ نے قاصد دوڑا کر یزید سے امداد کی درخواست کی۔ اِس نے بارہ ہزار فوج مسلم بن عقبہ کی ماتحتی میں مدینہ کی طرف بھیجی اور ہدایت کی کہ تین بار اہلِ مدینہ کو سمجھا، تا کہ وہ سرکشی سے باز رہیں۔ جو اس پر بھی نہ مانیں تو ان سے لڑنا اور تین دن تک قتل و غارت کرنا لیکن دیکھنا علی بن حسین کو کوئی اذیت نہ پہنچے ان کے ساتھ بھلائی سے پیش آنا کیوں کہ ان کا خط میرے پاس آیا ہے۔ کہ وہ مدینہ والوں کے ساتھ اس شورش میں شریک نہیں ہیں۔ مسلم کی آمد کی خبر سُن کر اہلِ مدینہ نے بنی امیہ کا محاصرہ اُٹھالیا اور اس شرط پر ان کو چھوڑا کہ نہ وہ مسلم کے ساتھ شریک ہوں نہ اس کو یہاں کی اندرونی حالت سے مطلع کریں۔ جب یہ لوگ نکل کر وادی القری میں پہنچے تو مسلم سے ملاقات ہوئی اس نے حضرت عثمان کے بیٹے عمرو سے مدینے کی حالت دریافت کی۔ انھوں نے کہا کہ میں عہد کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا اور کچھ بتا نہیں سکتا۔ مسلم نے کہا ''تمہارے باپ کا خیال کرتا ہوں ورنہ گردن اُڑا دیتا، اس کے بعد عبد الملک بن مروان سے پوچھا اس نے مدینہ کی مفصل کیفیت مسلم کو بتائی اور مشورہ دیا آج مقام ذی نخلہ میں قیام کرو۔ صبح کو دائیں سمت سے مدینہ سے آگے بڑھ جانا پھر مقام حرہ سے مغرب رو ہو کر مدینہ کی طرف پلٹنا۔ اس طرح پر سورج اہل مدینہ کے سامنے پڑے گا اور تمہارے پیچھے۔ جس کی وجہ سے تمہارے اسلحہ کی چمک ان کی آنکھوں کو خیرہ اور ان کے دلوں کو مرعوب کر دیگی۔ مسلم نے اسی کے مطابق عمل کیا اور مدینہ کے متصل پہنچ کر وہاں کے رؤسا کو بُلایا اور کہا کہ: امیر المؤمنین نے فرمایا ہے کہ: اہل مدینہ اُمت کی اصل بنیاد ہیں مجھے ان کی خوں ریزی سخت ناگوار ہے۔ لہٰذا تین دن کی مہلت دی جاتی ہے اس میں جو لوگ سرکشی سے باز آجائیں گے اُن سے کچھ تعرض نہیں کیا جائے گا اور جو باز نہ آئیں گے وہ پھر مجھ کو معذور سمجھیں، اہل مدینہ نے اس کی کچھ پرواہ نہ کی اس لیے تین روز کے بعد مسلم نے اعلان کیا کہ لوگ آکر بیعت کریں جو انکار کرے گا قتل کیا جائے گا۔ سب لوگوں نے آکر بیعت کی۔ یزید کی ہدایت کے مطابق علی بن حسین کے ساتھ مسلم نے نہایت مہربانی کا برتاؤ کیا۔ ان سے بیعت کے بارے میں بھی کچھ نہیں کہا۔

یہ واقعہ آخری ذی الحجہ ۶۳ھ میں ہوا (تاریخ ملّت ج:۳)

اَلْكَرَمُ كَرَمُ النَّفْسِ

رُوِيَ عَنْ مَعْنِ بْنِ زَائِدَةَ قَالَ: لَمَّا هَرَبْتُ مِنَ الْمَنْصُورِ خَرَجْتُ مِنْ بَابِ حَرْبٍ بَعْدَ أَنْ أَقَمْتُ فِي الشَّمْسِ أَيَّاماً، وَخَفَّفْتُ لِحْيَتِي وَعَارِضِي، وَلَبِسْتُ جُبَّةَ صُوفٍ غَلِيظَةً وَرَكِبْتُ جَملاً وَخَرَجْتُ عَلَيْهِ لِامْضِيَ إِلَى الْبَادِيَةِ قَالَ: فَتَبِعَنِي أَسْوَدُ مُتَقَلِّدٌ سَيْفاً حَتّٰى إِذَا غِبْتُ عَنِ الْحَرَسِ قَبَضَ عَلٰى خِطَامِ الْجَمَلِ، فَأَنَاخَهُ، وَقَبَضَ عَلَيَّ فَقُلْتُ مَا شَأْنُكَ؟ فَقَالَ: أَنْتَ بُغْيَةُ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِيْنَ، فَقُلْتُ لَهُ: وَمَنْ أَنَا؟ حَتّٰى يَطْلُبَنِي أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ، فَقَالَ: مَعْنُ بْنُ زَائِدَةَ، فَقُلْتُ: يَا هٰذَا! اِتَّقِ اللّٰهَ، وَأَيْنَ أَنَا مِنْ مَعْنِ بْنِ زَائِدَةَ؟ فَقَالَ: دَعْ هٰذَا عَنْكَ، فَأَنَا وَاللّٰهِ أَعْرِفُ بِكَ، فَقُلْتُ لَهُ: فَإِنْ كَانَتِ الْقِصَّةُ كَمَا تَقُولُ فَهٰذَا جَوْهَرٌ حَمَلْتُهُ مَعِي يَفِي بِأَضْعَافِ مَا بَذَلَهُ الْمَنْصُورُ لِمَنْ جَاءَ بِي، فَخُذْهُ وَلَا تَسْفِكْ دَمِي، فَقَالَ: هَاتِهِ، فَأَخْرَجْتُهُ إِلَيْهِ، فَنَظَرَ إِلَيْهِ سَاعَةً، وَقَالَ: صَدَقْتَ فِي قِيمَتِهِ، وَلَسْتُ قَابِلَهُ، حَتّٰى أَسْأَلَكَ عَنْ شَيْءٍ، فَإِنْ صَدَقْتَنِي أَطْلَقْتُكَ، فَقُلْتُ: قُلْ، فَقَالَ: إِنَّ النَّاسَ قَدْ وَصَفُوكَ بِالْجُودِ، فَأَخْبِرْنِي هَلْ وَهَبْتَ قَطُّ مَالَكَ كُلَّهُ؟ قُلْتُ: لَا، قَالَ: فَنِصْفَهُ، قُلْتُ: لَا، قَالَ: فَثُلُثَهُ؟ قُلْتُ: لَا، حَتّٰى بَلَغَ الْعُشْرَ، فَاسْتَحْيَيْتُ، وَقُلْتُ: إِنِّي أَظُنُّ أَنِّي قَدْ فَعَلْتُ هٰذَا، فَقَالَ: مَا ذَاكَ بِعَظِيْمٍ أَنَا وَاللّٰهِ رَاجِلٌ وَرِزْقِي عَلَى أَبِي جَعْفَرٍ عِشْرُونَ دِرْهَماً، وَهٰذَا الْجَوْهَرُ قِيمَتُهُ أَلْفُ دِيْنَارٍ، وَقَدْ وَهَبْتُهُ لَكَ، وَوَهَبْتُكَ لِنَفْسِكَ، وَلِجُودِكَ الْمَأْثُورِ بَيْنَ النَّاسِ، وَلِتَعْلَمَ أَنَّ فِي الدُّنْيَا مَنْ هُوَ أَجْوَدُ مِنْكَ، وَلَا تُعْجِبْكَ نَفْسُكَ، وَلِتُحَقِّرَ بَعْدَ هٰذَا كُلَّ شَيْءٍ تَفْعَلُهُ، وَلَا تَتَوَقَّفْ عَنْ مَكْرُمَةٍ، ثُمَّ رَمٰى بِالْعِقْدِ إِلَيَّ، وَخَلّٰى خِطَامَ الْجَمَلِ، وَانْصَرَفَ، فَقُلْتُ: يَا هٰذَا! قَدْ وَاللّٰهِ فَضَحْتَنِي، وَلَسَفْكُ دَمِي أَهْوَنُ عَلَيَّ مِمَّا فَعَلْتَ، فَخُذْ مَا دَفَعْتُهُ إِلَيْكَ، فَإِنِّي عَنْهُ فِي غِنًى، فَضَحِكَ ثُمَّ قَالَ: أَرَدْتَ أَنْ تُكَذِّبَنِي فِي مَقَامِي هٰذَا فَوَ اللّٰهِ لَقَدْ طَلَبْتُهُ بَعْدَ أَنْ أَمِنْتُ وَبَذَلْتُ لِمَنْ جَاءَنِي بِهِ مَا شَاءَ فَمَا عَرَفْتُ لَهُ خَبَراً وَكَأَنَّ الْأَرْضَ ابْتَلَعَتْهُ.

وَكَانَ سَبَبُ غَضَبِ الْمَنْصُورِ عَلٰى مَعْنِ بْنِ زَائِدَةَ أَنَّهُ خَرَجَ مَعَ عَمْرِو بْنِ يَزِيْدَ بْنِ عَمْرِو بْنِ هُبَيْرَةَ، وَأَبْلٰى فِي حَرْبِهِ بَلَاءً حَسَناً.

سخاوت تو جان ہی کی سخاوت ہے

معن بن زائدہ سے مروی ہے، ان کا بیان ہے کہ: جب میں منصور کے پاس سے بھاگا تو کئی دن دھوپ میں ٹھہرنے کے بعد میں باب حرب سے نکلا، میں نے اپنے داڑھی اور رخسار کو ہلکا کرلیا تھا اور اون کا موٹا جبہ پہن لیا تھا، میں ایک اونٹ پر سوار ہوا اور اس پر نکلا تا کہ جنگل کی طرف نکل جاؤں، معن بن زائدہ کا بیان ہے: تو ایک حبشی نے میرا پیچھا کیا جو تلوار لٹکائے ہوئے تھا، یہاں تک کہ جب میں محافظ دستوں سے اوجھل ہوگیا تو اس نے اونٹ کی نکیل پکڑ لیا اور اسے بیٹھا لیا اور مجھے بھی گرفتار کرلیا تو میں نے کہا: تیرا کیا مقصد ہے؟ تو اس نے کہا: تو امیر المؤمنین کا مطلوب ہے، تو میں نے کہا: میں کون ہوں؟ (میری کیا حیثیت ہے) کہ امیر المؤمنین مجھے طلب کرے گا۔ تو اس نے کہا: معن بن زائدہ، تو میں نے کہا: اے بندے! اللہ سے ڈر، کہاں میں اور کہاں معن بن زائدہ؟ تو اس نے کہا: ان باتوں کو چھوڑیئے، کیوں کہ بہ خدا میں تمہیں پہچانتا ہوں، تو میں نے اُس سے کہا: پس اگر واقعہ ایسا ہی ہے جیسا کہ تم کہہ رہے ہو تو یہ جوہر ہے جسے میں نے اپنے ساتھ لے رکھا ہے جو اُس مال کے دوگنے کے برابر ہے جسے منصور نے اُس شخص کے لیے مقرر رکھا ہے جو مجھے لے کر آئے تو تو اسے لے لے اور میرا خون مت بہا۔ تو اس نے کہا: لاؤ، چناں چہ میں نے وہ جوہر نکال کر اسے دے دیا، تو اس نے تھوڑی دیر اسے دیکھا اور کہا: تم نے اس کی قیمت کے بارے میں راست گوئی اختیار کی ہے، اور میں اسے قبول نہیں کرسکتا تا آں کہ میں تم سے ایک چیز کے متعلق دریافت کرلوں، پس اگر تم مجھے سچ بتادوگے تو میں تمہیں رہا کردوں گا، تو میں نے کہا: کہیے، تو اس نے کہا: لوگ تمہیں سخاوت کی صفت سے متصف کرتے ہیں تو تم مجھے بتلاؤ کیا کبھی اپنا پورا مال ہبہ کیا ہے؟ میں نے کہا: نہیں، اُس نے کہا: تو نصف مال، میں نے کہا: نہیں، اس نے کہا: تو ثلث مال ہبہ کیا ہے؟ میں نے کہا: نہیں، یہاں تک کہ دسویں حصے کو پہنچ گیا، تو مجھے شرم آئی اور میں نے کہا: میرا خیال ہے اتنا کیا ہوگا، تو اس نے کہا: یہ تو کوئی بڑی سخاوت نہیں ہے، بہ خدا میں ایک پیادہ شخص ہوں اور میری تنخواہ ابوجعفر کے ذمے بیس درہم ہے اور اس جوہر کی قیمت ایک ہزار دینار ہے اور یہ میں نے تجھے ہبہ کردیا اور تیری ذات کے لیے عطا کردیا اور تیری اُس سخاوت کی وجہ سے (ہبہ کردیا) جو لوگوں کے درمیان مشہور ہے اور تا کہ تو جان لے کہ دنیا میں تجھ سے بھی بڑے سخی ہیں اور تیرا نفس تجھے غرور میں مبتلا نہ کرے، اور (اس لیے ہبہ کیا) تا کہ تو اِس کے بعد ہر اُس عمل کو جسے کرے حقیر جانے اور اچھے کام سے باز نہ رہے، پھر اس نے وہ ہار میری طرف پھینک دیا اور اونٹ کی نکیل کو چھوڑ دیا اور لوٹ گیا، تو میں نے کہا: اے شخص بخدا تو نے مجھے رسوا کردیا، اور یقیناً میرے خون کا بہادیا جانا میرے لیے آسان تھا اُس کی بہ نسبت جو تم نے کیا، سو تم لے لو اُس چیز کو جو میں نے تمہیں دیا ہے کیوں کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے، تو وہ شخص ہنس پڑا اور بولا: تم مجھے میری اِس بات میں جھٹلانا چاہتے ہو۔

تو بخدا میں نے مامون ہونے کے بعد اسے تلاش کیا اور میں نے اُس شخص کے لیے جو اسے لے کر میرے پاس آئے

انعام مقرر کیا مگر اس کی کوئی خبر مجھے نہ مل سکی اور یوں لگا جیسے زمین اسے نگل گئی ہو۔

منصور کے معن بن زائدہ پر ناراض ہونے کی وجہ یہ تھی کہ وہ عمرو بن یزید بن عمر بن ہبیرہ کے ساتھ چلا گیا تھا اور اس کی جنگ میں نمایاں کارنامہ انجام دیا تھا۔

لغات وترکیب

كَرُمَ يَكْرُمُ كَرَماً (ک) سخی ہونا۔ هَرَبَ يَهْرَبُ هُرُوباً (ن) بھاگنا۔ خَفَّفَ يُخَفِّفُ (تفعیل) ہلکا کرنا۔ عَارِضٌ، (ج) عوارض، رخسار۔ بَغَى يَبْغِي بُغْيَةً (ض) طلب کرنا۔ یہاں "بغية" "مبغي" اسم مفعول کے معنی میں ہے۔ أضْعاف، واحد، ضِعْفٌ، دوگنا۔ بَذَلَ يَبْذُلُ بَذْلاً (ن) انعام مقرر کرنا۔ سَفَكَ يَسْفِكُ سَفْكاً (ض) خون بہانا۔ مَكْرَمَةٌ (ج) مكارمُ، بزرگی، اچھا عمل۔ عِقْدٌ، (ج) عُقُودٌ، ہار۔ خِطَامٌ، (ج) خُطُمٌ، مہار، نکیل۔

غليظَةً "جبّة صوفٍ" سے حال واقع ہے۔ "سيفاً" متقلّدٌ کا مفعول واقع ہے۔ مَاشَأْنُكَ أي أيّ شيءٍ قَصْدُكَ. أينَ أنا من معن بن زائدة. "أينَ" مختلف معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے، کبھی ظرف کے لیے، جیسے "اينَ يوسفُ" اور اگر "أين" پر "مِنْ" داخل ہو جائے تو کسی چیز کے متعلق سوال کے لیے ہوتا ہے، جیسے "من أين قدمت" اور کبھی فضیلت و برتری بیان کرنے کے لیے آتا ہے جب کہ مفضل اور مفضل علیہ کے درمیان کافی فرق ہو۔ مگر جب بھی تفضیل کے لیے ہوگا تو اس کے بعد "من" آئے گا اور "أين" کا مدخول 'مفضول' اور "من" کا مدخول فاضل ہوگا، اور یہاں "أين" فضیلت ہی کے لیے ہے اور مطلب ہے "انّ معن بن زائدة لهٗ فضيلة عليّ"۔ فنصفَهٗ أي هل وهبتَ قطّ نصفَ مالك. ماذاك بعظيم، ما مشابہ بہ لیس، ذاك، اسم، عظيمٌ خبر۔

تشریح سخاوت جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے کہ ایک صفت محمود ہے، انسان کی سخاوت سے اس کی انسانیت نوازی کا مظاہرہ ہوتا ہے، دوسروں کے تئیں وہ ہم درد و غم خوار بن جاتا ہے اور ہم دردی و غم خواری ہی انسان کا بڑا سرمایہ ہے، لیکن اس مالی سخاوت سے بڑھ کر جان کی سخاوت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے مدمقابل اور اپنے دشمن سے بدلہ لینے، اسے فنا کے گھاٹ اتارنے اور اس کو ہلاک کرنے پر قادر ہونے کے باوجود اس کی جان بخش دے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں ایسے واقعات کثرت سے ملتے ہیں کہ آپ نے قدرت تامہ کے باوجود اپنے دشمنوں سے انتقام نہیں لیا۔

الشَّجَاعَةُ

أَخْرَجَ ابْنُ عَسَاكِرَ فِي تَارِيخِهِ بِسَنَدٍ مُتَّصِلٍ عَنِ ابْنِ الأَعْرَابِيِّ قَالَ: بَلَغَنِي أَنَّهُ كَانَ رَجُلٌ مِنْ

بَنِي حَنِيفَةَ يُقَالُ لَهُ جَحْدَرُ بْنُ مَالِكٍ فَتَّاكاً شُجَاعاً، قَدْ أَغَارَ عَلَى عَامِلِ الْحَجَّاجِ فَكَتَبَ إِلَى عَامِلِهِ بِالْيَمَامَةِ يُوَبِّخُهُ بِتَلاعُبِ جَحْدَرٍ بِهِ، وَيَأْمُرُهُ بِالْاِجْتِهَادِ فِي طَلَبِهِ، فَلَمَّا وَصَلَ إِلَيْهِ الْكِتَابُ أَرْسَلَ إِلَى فِتْيَةٍ مِنْ بَنِي يَرْبُوعٍ، فَجَعَلَ لَهُمْ جُعْلاً عَظِيماً إِنْ قَتَلُوا جَحْدَراً أَوْ أَتَوا بِهِ أَسِيراً، فَانْطَلَقُوا حَتَّى إِذَا كَانُوا قَرِيباً مِنْهُ أَرْسَلُوا إِلَيْهِ أَنَّهُمْ يُرِيْدُونَ الاِنْقِطَاعَ إِلَيْهِ وَالتَّحَرُّزَ بِهِ فَاطْمَأَنَّ إِلَيْهِمْ، وَوَثِقَ بِهِمْ، فَلَمَّا أَصَابُوا مِنْهُ غِرَّةً، شَدُّوهُ كِتَافاً، وَقَدِمُوا بِهِ عَلَى الْعَامِلِ، فَوَجَّهَ بِهِ مَعَهُمْ إِلَى الْحَجَّاجِ، فَلَمَّا أُدْخِلَ عَلَى الْحَجَّاجِ، قَالَ لَهُ: مَنْ أَنْتَ؟ قَالَ أَنَا جَحْدَرُبْنُ مَالِكٍ، قَالَ: مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا كَانَ مِنْكَ قَالَ: جُرْأَةُ الْجِنَانِ، وَجَفَاءُ السُّلْطَانِ وَكَلَبُ الزَّمَانِ، قَالَ: وَمَا الَّذِي بَلَغَ مِنْكَ فَجَرَّأَ جِنَانَكَ؟ قَالَ: لَوْ بَلَانِي الْأَمِيْرُ (أَكْرَمَهُ اللّٰهُ) لَوَجَدَنِي مِنْ صَالِحِ الْأَعْوَانِ وَبُهَمِ الْفُرْسَانِ، وَذٰلِكَ أَنِّي مَا لَقِيْتُ فَارِساً قَطُّ، إِلَّا وَكُنْتُ عَلَيْهِ فِي نَفْسِي مُقْتَدِراً، فَقَالَ لَهُ الْحَجَّاجُ: إِنَّا قَاذِفُونَ بِكَ إِلَى أَسَدٍ عَاقِرٍ ضَارٍ، فَإِنْ هُوَ قَتَلَكَ كَفَانَا مَؤُنَتُكَ وَإِنْ أَنْتَ قَتَلْتَه خَلَّيْنَا سَبِيْلَكَ، قَالَ: أَصْلَحَ اللّٰهُ الْأَمِيرَ عَظَّمْتَ عَلَيْنَا الْمِنَّةَ وَقَوَّيْتَ الْمِحْنَةَ، قَالَ الْحَجَّاجُ: فَإِنَّا لَسْنَا بِتَارِكِيْكَ تُقَاتِلُه إِلَّا وَأَنْتَ مُكَبَّلٌ بِالْحَدِيْدِ، فَأَمَرَ بِهِ الْحَجَّاجُ، فَغُلَّتْ يَمِيْنُهُ إِلَى عُنُقِهِ، وَأُرْسِلَ بِهِ إِلَى السِّجْنِ، ثُمَّ أَمَرَ الْحَجَّاجُ بِأَسَدٍ عَاثٍ، فَجِيْ بِهِ يُجَرُّ عَلَى عَجَلٍ فَأُجِيْعَ ثَلٰثَةَ أَيَّامٍ، وَأُرْسِلَ إِلَى جَحْدَرٍ، وَيَدُهُ الْيُمْنَى مَغْلُولَةٌ إِلَى عُنُقِهِ، وَأُعْطِيَ سَيفاً وَالْحَجَّاجُ وَجُلَسَاؤُهُ فِي مَنْظَرَةٍ لَهُمْ، فَلَمَّا نَظَرَ جَحْدَرٌ إِلَى الْأَسَدِ أَنْشَأَ يَقُولُ: (أَبْيَاتاً تَرَكْنَاهَا) فَلَمَّا نَظَرَ إِلَيْهِ الْأَسَدُ زَأَرَ زَأْرَةً شَدِيْدَةً، وَتَمَطّٰى وَأَقْبَلَ نَحْوَهُ، فَلَمَّا صَارَ مِنْهُ عَلَى قَدْرِ رُمْحٍ وَثَبَ وَثْبَةً شَدِيْدَةً، فَتَلَقَّاهَا جَحْدَرٌ بِالسَّيْفِ، فَضَرَبَ ضَرْبَةً حَتّٰى خَالَطَ ذُبَابُ السَّيْفِ لَهَوَاتِهِ، فَخَرَّ الْأَسَدُ، كَأَنَّهُ خَيْمَةٌ صَرَعَتْهَا الرِّيْحُ، وَسَقَطَ جَحْدَرٌ عَلَى ظَهْرِهِ مِنْ شِدَّةِ وَثْبَةِ الْأَسَدِ، وَمَوْضِعِ الْكُبُولِ، فَكَبَّرَ الْحَجَّاجُ وَالنَّاسُ جَمِيْعاً، وَأَكْرَمَ جَحْدَراً وَأَحْسَنَ جَائِزَتَهُ.

بہادری

ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں سند متصل کے ساتھ ابن الاعرابی سے تخریج کی ہے، ان کا بیان ہے: مجھ تک یہ بات پہنچی کہ قبیلۂ بنوحنیفہ کا ایک شخص جس کا نام جحدر بن مالک تھا بڑا خوں ریز اور بہادر تھا، اُس نے حجاج کے ایک عامل پر

حملہ کرر کھا تھا، چناں چہ حجاج نے یمامہ میں متعین اپنے عامل کے پاس مکتوب روانہ کیا جس میں حجاج نے اُس کو جحدر کے اس کے ساتھ کھلواڑ کرنے پر زجر و توبیخ کر رکھی تھی اور جحدر کی تلاش میں بھرپور کوشش صرف کرنے کا حکم دے رکھا تھا، تو جب خط اس کے پاس پہنچا تو اس نے قبیلۂ بنی یربوع کے چند جوانوں کے پاس پیغام بھیجا اور ان کے لیے بڑا انعام مقرر کیا، اگر وہ جحدر کو قتل کر دیں یا اسے قید کر کے لے آئیں، چناں چہ وہ چلے، یہاں تک کہ جب اس کے قریب ہوئے تو جحدر کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ صرف اسی کی صحبت میں رہنا اور اسی کے واسطے سے تحفظ چاہتے ہیں، چناں چہ جحدر ان سے مطمئن ہو گیا اور ان پر اعتماد کر لیا، تو جب انھوں نے اس کی جانب سے غفلت محسوس کی تو اسے رسی میں باندھ دیا اور اسے عامل کے پاس لے آئے، تو عامل نے اسے انھیں کے ہمراہ حجاج کے پاس روانہ کر دیا، تو جب اسے حجاج کے سامنے لایا گیا تو اس نے اُس سے کہا: تو کون ہے؟ اُس نے کہا: میں جحدر بن مالک ہوں، حجاج نے کہا: تجھے اُس چیز پر کس نے آمادہ کیا جو تجھ سے سرزد ہوئی؟ اُس نے کہا: دل کی جرأت، بادشاہ کے ظلم اور زمانے کی سختی نے، حجاج نے کہا: اور کون سی چیز تجھ تک پہنچی کہ اس نے تیرے دل کو جری بنا دیا؟ اُس نے کہا: اگر امیر مجھے آزمائیں - اللہ انھیں عزت بخشے - تو مجھے صالح مددگار اور بہادر شہسوار پائیں گے، اور یہ اس وجہ سے کہ میری کسی شہسوار سے کبھی مڈبھیڑ نہیں ہوئی مگر یہ کہ میں اس پر اپنے جی میں غالب رہا۔ تو حجاج نے اس سے کہا: ہم تجھے ایک شکار کے خوگر خوں خوار شیر کے سامنے ڈالتے ہیں، پس اگر اس نے تمہیں قتل کر دیا تو تیرے بار سے ہم بچ جائیں گے۔ اور اگر تو نے اسے قتل کر دیا تو ہم تجھے رہا کر دیں گے۔ اس نے کہا: اللہ امیر المؤمنین کا بھلا کرے، آپ نے ہمارے اوپر بڑا احسان کیا اور بڑی آزمائش میں ڈالا، حجاج نے کہا: ہم تمہیں اس سے لڑنے کے لیے نہیں چھوڑیں گے۔ مگر اِس حال میں کہ تم لوہے میں جکڑے ہوئے ہوگے، پھر حجاج نے اس کے بارے میں حکم دیا تو اس کے ہاتھ کو اس کے گردن سے باندھ دیا گیا اور اس کو قید خانے بھیج دیا گیا، پھر حجاج نے ایک خوں خوار شیر کا حکم دیا، چناں چہ اسے جلدی سے کھینچ کر لایا گیا، پھر اسے تین دن تک بھوکا رکھا گیا اور جحدر کے سامنے چھوڑ دیا گیا اِس حال میں کہ اُس کا ہاتھ اُس کے گردن سے بندھا ہوا تھا، اور اسے ایک تلوار دے دی گئی، اور حجاج اور اس کے ہم نشین اپنے تماشہ گاہ میں تھے تو جب جحدر نے شیر کی طرف دیکھا تو وہ اشعار پڑھنے لگا (اشعار کو چھوڑ دیا ہے) اور جب شیر نے اس کی طرف دیکھا تو اُس نے زوردار چیخ لگائی اور انگڑائی لی اور اس کی طرف بڑھا، تو جب وہ اس سے ایک نیزے کے فاصلے پر رہ گیا تو اس نے زوردار چھلانگ لگائی اور جحدر نے تلوار سے اُس کا مقابلہ کیا تو اس نے ایک سخت وار کیا کہ تلوار کی نوک اس کے جبڑوں میں پیوست ہو گئی تو شیر گر پڑا، یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی خیمہ ہو جسے ہوا نے ڈھا دیا ہو اور جحدر بھی شیر کے چھلانگ لگانے کی شدت اور بیڑی کی وجہ سے پیٹھ کے بل گر پڑا تو حجاج اور تمام لوگوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا، جحدر کا اکرام کیا اور اسے خوب انعام دیا۔

لغات وترکیب

فَتَكَ يَفْتِكُ فَتْكاً (ن ض) دلیر ہونا، بہادر ہونا۔ أغار على أحدٍ يغير إغارة (افعال) لوٹ ڈالنا، غارت گری کرنا۔ فتيةٌ، واحد، فتىً، جوان۔ انفرد إلى أحد ينفرد إنفراداً (انفعال) کسی کے ساتھ تنہائی میں ہونا۔ جُعْلٌ، (ج) جُعُولٌ، عطیہ، انعام، تحرّز يتحرّز تحرّزاً (تفعل) کسی کی حفاظت میں دینا۔ غِرَّةٌ، (ج) غِرَرٌ، غفلت۔ ناتجربہ کاروں کی جماعت۔ كِتَافٌ، (ج) أكتفة، مشکیں کسنے کی رسی۔ كَلَبٌ و كُلْبَةٌ، سختی، تنگی، قحط۔ بُهمٌ، واحد، بُهمَةٌ، بہادر۔ فُرسانٌ، واحد، فارسٌ، شہسوار۔ عقَرَ يَعْقِرُ عَقراً (ض) زخمی کرنا۔ ضَرِيَ يَضْرىٰ ضراوةً (س) حریص ہونا۔ ضَرِيَ الكلب بالصيد کتے کا شکار پر خوگر ہونا۔ مُؤنَةٌ، (ج) مُؤَنٌ، بار، بوجھ۔ كَبَّلَ يُكَبِّلُ تكبيلاً (تفعيل) بیڑی ڈالنا۔ قید کرنا۔ غَلَّ يَغُلُّ غلّاً (ن) ہاتھ میں ہتھکڑی یا گلے میں طوق ڈالنا۔ اَجاعَ يُجِيعُ إجاعَةً (افعال) بھوکا رکھنا۔ عَتَا يَعْتُو عُتُوّاً (ن) فساد، کفر یا کبر میں مبالغہ کرنا۔ زأر يَزْأَرُ زَأرَةً (ف) چیخنا، چنگھاڑنا۔ تمطّى يتمطّى تمطّياً (تفعل) انگڑائی لینا۔ لَهَواتٌ، واحد، لَهَاةٌ، حلق کا کوا۔ ذُبابُ السيف، تلوار کی دھار، (ج) أذبَّةٌ. كَبَلَ يَكْبِلُ كَبْلاً (ض) بیڑی ڈالنا، قید کرنا۔

فتّاكاً شجاعاً "كان" کی خبر ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں۔ "يوبّخه" جملہ "كتب" کی ضمیر سے حال واقع ہے۔ كِتَافاً، منصوب بنزع الخافض ہے أي شدّوه بكتاف۔ جرأةُ الجنان، مبتدا محذوف کی خبر ہے أي هي جرأة الجنان۔ "وأنت مكبّلٌ بالحديد" تقاتله کی ضمیر فاعل سے حال واقع ہے۔ "صَرَعَتْهَا الريحُ" یہ جملہ "خيمةٌ" کی صفت ہے۔

وَمِنْ قِصَّةِ بَهْرَامَ جُورَ المَلِكِ فِي اِبْتِدَاءِ مُلْكِهِ اَنَّ وَالِدَهُ يَزْدَجُرْدُ الأثِيمَ سَلَّمَهُ وَهُوَ صَغِيرٌ إلَى الْمُنْذِرِبْنِ النُّعْمَانِ مَلِكِ الْعَرَبِ لِيَتَوَلّٰى تَرْبِيَتَهُ وَيُخَرِّجَهُ فَفَعَلَ ذٰلِكَ، فَلَمَّا كَبُرَ عَلَّمَهُ الْفُرُوسِيَّةَ، وَاللهُ تَعَالٰى قَدْ رَكَّبَهَا فِيهِ، وَهَيَّأَهُ لِبُلُوغِ غَايَتِهَا، ثُمَّ جَاءَ بِهِ إلٰى وَالِدِه، وَعَرَضَ عَلَيْهِ فُرُوسِيَّتَهُ وَرَمْيَهُ وَحِذْقَهُ فِي حَمْلِ السِّلَاحِ، ثُمَّ اسْتَنْطَقَهُ فَوَجَدَهُ فَصِيحاً فَاضِلاً بَارِعاً فِي الْألْسُنِ الْمُتَدَاوِلَةِ، فَاُعْجِبَ بِهِ وَانْصَرَفَ الْمُنْذِرُ فَبَقِيَ بَهْرَامُ عِنْدَ أبِيهِ لَا يَصْرِفُهُ فِي أمْرٍ وَلَا يُوَسِّعُ عَلَيْهِ فِي نَفَقَةٍ وَيَحْجُبُهُ وَيُقْصِيهِ وَيَغُضُّ عَنْهُ فَصَبَرَ حَتّٰى وَرَدَ رَسُولُ الرُّومِ إلٰى يَزْدَجُرْدَ، فَسَألَهُ بَهْرَامُ أنْ يَشْفَعَ لَهُ عِنْدَ وَالِدِهِ أنْ يُطْلِقَ سَرَاحَهُ لِيَعُودَ إلَى الْعَرَبِ، فَإنَّه قَدِ اشْتَاقَ إلَيْهِمْ، فَاَذِنَ لَهُ فَانْصَرَفَ فَأقَامَ مُكَرَّماً عِنْدَ الْمُنْذِرِ حَتّٰى مَاتَ وَالِدُهُ يَزْدَجُرْدُ، فَاجْتَمَعَتْ عُظَمَاءُ الْفُرْسِ عَلٰى رَجُلٍ مِنْ أهْلِ بَيْتِ الْمَمْلَكَةِ يُسَمّٰى كِسْرىٰ، فَوَلَّوْهُ عَلَيْهِمْ لِكَرَاهَتِهِمْ فِي يَزْدَجُرْدَ لِسُوءِ سِيْرَتِهِ،

وَلَمْ يُرِيْدُوا بَقَاءَ الْمُلْكِ عَلٰى وَلَدِهٖ، فَلَمَّا بَلَغَ الْمُنْذِرَ ذٰلِكَ أَعْلَمَ بَهْرَامَ، وَقَالَ لَهُ: هَلْ تَنْتَهِضُ لِأَخْذِ الْمُلْكِ لَكَ؟ فَإِنِّي أَجْمَعُ الْعَرَبَ وَأَسِيْرُ مَعَكَ، فَقَالَ: إِنْ تَفْعَلْ تُجْزَ بِهٖ، فَجَمَعَ عَسَاكِرَ الْعَرَبِ، وَسَارَ حَتّٰى أَنَاخَ بِمَدِيْنَةِ مُلْكِ الْفُرْسِ فَخَرَجَ إِلَيْهِ الْمَرَازِبَةُ وَالْعُظَمَاءُ، وَقَالُوا لَهُ: نَحْنُ قَدْ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْنَا بِالْخَلَاصِ مِنْ يَزْدَجُرْدَ وَظُلْمِهٖ، وَعَسْفِهٖ وَنَخْشٰى أَنْ يَكُوْنَ وَلَدُهٗ عَلٰى سِيْرَتِهٖ وَقَدْ قَلَّدْنَا هٰذَا الْمَلِكَ أُمُوْرَنَا، فَلَا يَكُنْ مِنْ قِبَلِكَ عَلَيْنَا شَرٌّ، فَقَالَ لَهُمْ: اِجْتَمِعُوا إِلٰى بَهْرَامَ وَاسْمَعُوا كَلَامَهٗ وَاشْرِطُوا عَلَيْهِ مَا تُرِيْدُوْنَ، فَإِنِ اتَّفَقَ مَا يُرْضِيْكُمْ وَإِلَّا عُدْتُّ، فَوَعَدَهُمْ لِيَوْمٍ اِجْتَمَعُوا فِيْهِ لِذٰلِكَ، وَكَانَ الْمُنْذِرُ قَدْ صَنَعَ لَهُمْ طَعَاماً وَشَرَاباً، وَأَجْلَسَ بَهْرَامَ عَلٰى تَخْتٍ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ، ثُمَّ لَمَّا تَكَامَلَ جَمْعُهُمْ وَفَرَغَ أَكْلُهُمْ أَمَرَ بِرَفْعِ الْحِجَابِ وَالسَّلَامِ عَلَيْهِ، فَأَحْسَنَ الرَّدَّ عَلَيْهِمْ وَخَطَبَهُمْ خُطْبَةً بَلِيْغَةً فَارِسِيَّةً، وَوَعَدَهُمْ فِيْهَا بِالْجَمِيْلِ وَالْخَيْرِ وَالْفَضْلِ وَاتِّبَاعِ الشَّرْعِ.

ثُمَّ قَالَ: وَأَمَّا طَلَبِي الْمُلْكَ فَلَيْسَ بِمُجَرَّدِ الْإِرْثِ بَلْ بِوَضْعِ التَّاجِ وَالْحُلَّةِ وَالْخَاتَمِ بَيْنَ يَدَيْ أَسَدَيْنِ ضَارِيَيْنِ، وَأَحْضُرُ أَنَا وَمَلِكُكُمُ الَّذِيْ قَلَّدْتُمُوْهُ، فَمَنِ انْتَزَعَ آلَةَ الْمُلْكِ اِسْتَحَقَّ الْوِلَايَةَ عَلَيْكُمْ، فَأَعْجَبَهُمْ مَا سَمِعُوْهُ مِنْ فَصَاحَتِهٖ وَشَاهَدُوْهُ مِنْ صَبَاحَتِهٖ مَعَ مَوَاعِيْدِهِ الْجَمِيْلَةِ، فَاتَّفَقُوا عَلٰى إِنْ يَفْعَلُوا ذٰلِكَ فَأَخَذُوا التَّاجَ وَالْخَاتَمَ وَالْحُلَّةَ، وَوَضَعُوْهَا بَيْنَ يَدَيْ أَسَدَيْنِ مُجَوَّعَيْنِ مَعَ خَرُوْفٍ مَسْلُوْخٍ، وَاجْتَمَعَ الْعُظَمَاءُ وَالْمَرَازِبَةُ وَالْمَوَابِذَةُ وَأَرْكَانُ الدَّوْلَةِ لِمُشَاهَدَةِ ذٰلِكَ، فَقَالَ بَهْرَامُ لِكِسْرٰى: تَقَدَّمْ لِأَخْذِ التَّاجِ: فَرَأَى الْآسَادَ وَهِيَ تَزْأَرُ فَارْتَاعَ لِذٰلِكَ، فَقَالَ: بَلْ تَقَدَّمْ أَنْتَ فَقَالَ: عَلٰى خِيَرَةِ اللّٰهِ وَتَقَدَّمَ وَبِيَدِهٖ كُرْزُ الذَّهَبِ، فَقَصَدَ إِلَى الْحُلَّةِ وَأُطْلِقَ الْأَسَدَانِ مِنَ السَّلَاسِلِ، فَقَصَدَهٗ أَحَدُهُمَا، فَلَمَّا قَرُبَ مِنْهُ رَاوَغَهٗ ثُمَّ وَثَبَ عَلٰى ظَهْرِهٖ، فَرَكِبَهٗ، وَعَصَرَهٗ بِفَخِذَيْهِ حَتّٰى كَادَتْ أَضْلَاعُهٗ تَنْدَقُّ فَقَصَدَهُ الْأَسَدُ الْآخَرُ، فَبَادَرَهٗ بِالْكُرْزِ عَلٰى أُمِّ رَأْسِهٖ فَأَشْغَلَهٗ وَلَمْ يَزَلْ ذٰلِكَ الْأَسَدُ الَّذِيْ تَحْتَهٗ يَقْعُدُ وَيَقُوْمُ وَهُوَ لَا يَفُكُّ فَخِذَيْهِ عَنْهُ وَيَضْرِبُهٗ بِالْكُرْزِ فِيْ دِمَاغِهٖ حَتّٰى قَتَلَهٗ ثُمَّ عَطَفَ عَلَى الْآخَرِ فَقَتَلَهٗ، فَارْتَفَعَتِ الضَّجَّاتُ، وَاسْتَبْشَرَ النَّاسُ، وَدَعَوْا لَهٗ، وَوُضِعَ التَّاجُ عَلٰى رَأْسِهٖ، وَجَلَسَ عَلٰى تَخْتِ الْمُلْكِ بِاسْتِحْقَاقٍ.

بہرام گور کی حکومت کے ابتدائی دور کا واقعہ ہے کہ اس کے والد یزدجرد اثیم نے کم سنی ہی میں اسے شاہ عرب منذر بن نعمان کے سپرد کر دیا تھا، تاکہ اس کی تربیت کی نگرانی کرے اور اسے فاضل بنا دے، تو منذر نے ایسا ہی کیا، چناں چہ جب

بہرام بڑا ہو گیا تو اس کو شہسواری سکھلائی اور اللہ تعالیٰ نے فن شہسواری اس میں پیدا فرمادی اور اسے اس کی انتہا تک پہنچنے کے قابل بنادیا، اس کے بعد منذر اسے لے کر اس کے والد کے پاس آیا، اور اس کے سامنے اس کی شہسواری، اس کی تیراندازی اور ہتھیار چلانے میں اس کی مہارت کو پیش کیا، پھر اسے بولنے کو کہا تو اسے فصیح، باکمال اور رائج زبانوں میں ماہر پایا، تو اسے بہت خوشی ہوئی، منذر لوٹ گیا اور بہرام اپنے والد کے پاس رہ گیا، والد نہ تو اسے کسی کام میں لگاتے اور نہ اس کے خرچ میں توسیع کرتے، اسے (اپنے پاس آنے سے) روکتے اور دور رکھتے تھے اور اس سے نگاہ نیچی کر لیتے تھے، تو بہرام نے صبر کیا، یہاں تک کہ روم کا قاصد یزدجرد کے پاس آیا تو بہرام نے اس سے درخواست کی کہ وہ اس کے حق میں اس کے والد سے سفارش کردے کہ وہ اسے آزاد کردیں، تاکہ عرب لوٹ جائے کیوں کہ وہ ان کا مشتاق ہے، تو باپ نے اسے اجازت دے دی، چناں چہ وہ لوٹ گیا اور منذر کے پاس باعزت ٹھہر گیا، یہاں تک کہ اس کے والد یزدجرد کی وفات ہوگئی تو فارس کے شرفاء شاہی گھرانے کے ایک شخص پر جس کا نام کسریٰ تھا متفق ہو گئے، اور انھوں نے اسے ہی اپنا حاکم بنالیا اُن کے یزدجرد کو اس کی بداخلاقی کی بنا پر ناپسند سمجھنے کی وجہ سے، اور انھوں نے ملک کو اس کے بیٹے کے ہاتھ پر باقی رکھنا نہیں چاہا، تو جب منذر کو اس کا علم ہوا تو اس نے بہرام کو بتلایا اور اس سے کہا: کیا تو تیار ہے کہ میں تیرے لیے سلطنت کو حاصل کروں؟ کیوں کہ میں عربوں کو جمع کروں گا اور تیرے ساتھ چلوں گا، تو بہرام نے کہا: اگر آپ ایسا کریں گے تو آپ کو اس کا بدلہ ملے گا، چناں چہ منذر نے عرب کے لشکروں کو جمع کیا اور چلا اور شہر ملک الفرس میں پڑاؤ ڈالا، تو رؤساء اور شرفاء منذر کے پاس آئے اور انھوں نے اس سے کہا: اللہ رب العزت نے یزدجرد کے ظلم وستم سے نجات دے کر ہم پر فضل فرمایا ہے، اور ہمیں اندیشہ ہے کہ اس کا لڑکا بھی اسی کی روش پر ہوگا، اور ہم نے اپنے تمام معاملات کا قلادہ اِس بادشاہ کے گردن میں ڈال دیا ہے، لہٰذا آپ کی جانب سے ہمارے خلاف کوئی شرانگیزی نہیں ہونی چاہیے، تو منذر نے ان سے کہا: تم بہرام کے پاس جمع ہو، اس کی بات سنو اور اس سے جو چاہو شرط لگالو، تو اگر تمہاری مرضی کے مطابق ہو (تو ٹھیک ہے) ورنہ میں واپس ہو جاؤں گا، چناں چہ منذر نے ان سے ایک دن کا وعدہ لیا جس میں وہ اس کے لیے اکٹھا ہوں، منذر نے کھانا پانی تیار کیا اور بہرام کو پردے کے پیچھے ایک تخت پر بیٹھا دیا، تو جب وہ سب کے سب اکٹھا ہو گئے اور کھانے سے فارغ ہو گئے تو پردہ اٹھانے اور بہرام کو سلام کرنے کا حکم دیا، تو بہرام نے انھیں بہتر انداز میں جواب دیا اور ان کے سامنے فارسی زبان میں ایک بلیغ تقریر کی، اور اس میں اُن سے نیک سیرت، بھلائی، فضل واحسان اور شریعت کی اتباع کا وعدہ کیا۔

پھر کہا: میرا سلطنت کو طلب کرنا محض وراثت کی وجہ سے نہیں ہے، بل کہ تاج، جوڑا اور انگوٹھی کو دو خوں خوار شیروں کے درمیان رکھ کر، میں اور تمہارا وہ بادشاہ حاضر ہوں جس کو تم نے اپنے معاملات کی باگ ڈور سپرد کی ہے، پھر جو سلطنت کے آلے (تاج وحلہ وغیرہ) کو چھین لے وہی تم پر حکم رانی کا مستحق ہوگا، تو لوگوں کو اس کی وہ فصاحتِ بیانی جو اس سے سنی اور اس کا وہ حسن وجمال جس کا انھوں نے مشاہدہ کیا اس کے خوب صورت دعوؤں کے ساتھ پسند آئی، اور وہ ایسا کرنے پر متفق

ہو گئے، چناں چہ انھوں نے تاج، انگوٹھی اور جوڑے کو لیا اور ان سب کو ایک پوست کشیدہ بکری کے بچے کے ساتھ دو بھوکے شیروں کے درمیان رکھ دیا، اور شرفا و سرداران قوم، مجوسی حکماء اور اربابِ سلطنت اسے دیکھنے کے لیے جمع ہو گئے، بہرام نے کسریٰ سے کہا: تاج لینے کے لیے آگے بڑھیے، تو اس نے شیروں کو گرجتے ہوئے دیکھا تو وہ اس کی وجہ سے گھبرا گیا اور کہا: آپ ہی آگے بڑھیے، تو اس نے کہا: ''علی خیرۃ اللہ'' اللہ خیر فرمائے۔ اور وہ آگے بڑھا اس حال میں کہ اس کے ہاتھ میں سونے کا ایک گرز تھا، تو اس نے جوڑے کی طرف رخ کیا اور دونوں شیروں کو زنجیروں سے کھول دیا گیا تو ان دونوں میں سے ایک نے اس کا رخ کیا، تو جب وہ اس کے قریب ہوا تو بہرام نے اس سے مقابلہ کیا، پھر اس کی پشت پر چھلانگ لگایا اور اس پر سوار ہو گیا اور اپنے دونوں رانوں سے اسے دبایا یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ٹوٹنے کے قریب ہو گئیں، پھر دوسرے شیر نے اس کا رخ کیا تو بہرام نے گرز لے کر اس کے دماغ پر جلدی سے وار کیا اور اسے گرا دیا، اور وہ شیر جو اس کے نیچے تھے بیٹھتا اٹھتا رہا، اور بہرام اپنی رانوں کو اس سے الگ نہیں کرتا تھا اور گرز سے اس کی کھوپڑی پر مارتا رہا یہاں تک کہ اس کو جان سے مار دیا، پھر دوسرے کی جانب متوجہ ہوا اور اسے بھی مار گرایا، پھر شور و غل بلند ہوا، لوگ خوش ہوئے اور بہرام کے حق میں دعا کی اور اس کے سر پر تاج رکھا گیا اور استحقاق کے ساتھ وہ تختِ سلطنت پر متمکن ہوا۔

لغات و ترکیب

تولّی یتولّی تولّیاً (تفعُّل) ذمے دار ہونا۔ خرّج في الأدب یُخرِّجُ تخریجاً (تفعیل) مہذب بنانا۔ حذِقَ یَحْذَقُ حِذقاً وَحَذاقَةً (ض، س) ماہر ہونا۔ بَرَعَ یَبْرُعُ براعة وبُرُوعاً (ن، س، ک) علم یا فضیلت یا جمال میں کامل ہونا۔ ألْسُنٌ، واحد، لِسانٌ، زبان۔ أقصیٰ یقصي إقصاءً (افعال) دور کرنا۔ غضّ البصر یغضّ غضاً (ن) نگاہ نیچی رکھنا۔ أطلق السّراح یطلق إطلاقاً (افعال) رہا کرنا، آزاد کرنا۔ انْتَهَضَ یَنْتَهِضُ اِنْتِهاضاً (افتعال) کھڑا ہونا، تیار ہونا۔ مرازبة، واحد، مرزبان، سردار۔ عَسَفَ یَعْسِفُ عَسْفاً (ض) ظلم کرنا۔ صَبُحَ یَصْبُحُ صَباحَةَ الوجهُ (ک) چہرے کا روشن و چمک دار ہونا۔ تاجٌ، (ج) تِیجانٌ، تاج، شاہی ٹوپی۔ خَرُوفٌ، (ج) خِرافٌ وأخرِفَةٌ، بکری کا بچہ۔ موابذةٌ، واحد، مَوبِذٌ، فارسیوں کا فقیہ، مجوسیوں کا حاکم۔ آسادٌ، واحد، أسد شیر۔ زَأرَ یَزْأرُ زئیراً (ف ض) شیر کا چنگھاڑنا۔ اِرْتاعَ یَرْتاعُ اِرْتِیاعاً (افتعال) ڈرنا، خوف زدہ ہونا۔ راوَغَ یُراوِغُ مُراوَغَةً (مفاعلة) کشتی لڑنا۔ أضلاعٌ، واحد، ضلعٌ، پسلی۔ اندق یندق اندِقاقاً (انفعال) ٹوٹنا۔ أشغلَ إشغالاً (افعال) پھیر دینا۔ عَطَفَ یَعْطِفُ عَطْفاً (ض) مائل ہونا۔ ضَجّاتٌ، واحد، ضَجّةٌ، شور و غل۔ استبشر استبشاراً، خوش ہونا۔

وھو صغیرٌ، یہ جملہ ''سلمهُ'' کی ضمیر مفعول سے حال واقع ہے۔ ''تُجزَ'' مجزوم ہے جزا واقع ہونے کی وجہ سے۔ واشرطوا علیه ما تریدون أي ما تریدونه، صلے کی ضمیر محذوف ہے، اور موصول اپنے صلہ سے مل کر ''اشرطوا'' کا

مفعول واقع ہے۔ وهي تزأر "الآساد" سے حال واقع ہے۔

تشریح انسان کے اوصاف میں سے ایک صفت جواں مردی اور بہادری ہے، اگر انسان اپنی قوت وطاقت کو صحیح مصرف میں استعمال کرے تو بڑی کامیابی حاصل کرسکتا ہے، یہ ایک ایسی صفت ہے جس سے انسان اپنے دشمنوں کو مرعوب کرسکتا ہے، طاقت ور مومن کو حدیث میں بھی اچھا کہا گیا ہے، ارشاد گرامی ہے "المؤمن القوي خيرٌ من المؤمن الضعيف" حدیث شریف کی ایک تشریح یہی کی گئی ہے کہ طاقتور مومن کمزور مومن کے مقابلے میں بہتر ہے کیوں کہ یہ دشمنوں پر غلبے کا بہ ظاہر سبب ہے۔

مَنعُ المُستَجِير

قَالَ سَعِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ: نَذَرَ الْمَهْدِيُّ دَمَ رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ كَانَ يَسْعٰى فِي فَسَادِ سَلْطَنَتِهِ، وجَعَلَ لِمَنْ دَلَّه عَلَيْهِ أَوْجَاءَهُ بِه مِائَةَ أَلْفِ دِرْهَمٍ، قَالَ: فَأَقَامَ حِيناً مُتَوَارِياً، ثُمَّ إِنَّه ظَهَر بِمَدِيْنَةِ السَّلَامِ، فَكَانَ ظَاهِراً كَغَائِبٍ، خَائِفاً مُتَرَقِّباً، فَبَيْنَا هُوَ يَمْشِي فِي بَعْضِ نَوَاحِيْهَا، إِذْ بَصَرَ بِه رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ، فَعَرَفَهُ، فَأَهْوٰى إِلَى مَجَامِعِ ثَوْبِه، وَقَالَ: هٰذِهِ بُغْيَةُ أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ، فَأَمْكَنَ الرَّجُلُ مِنْ قِيَادِهِ، وَنَظَرَ إِلَى الْمَوْتِ أَمَامَهُ، فَبَيْنَا هُوَ عَلٰى تِلْكَ الْحَالَةِ، إِذْ سَمِعَ وَقْعَ الْحَوَافِرِ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِهِ، فَالْتَفَتَ، فَإِذَا مَعْنُ بْنُ زَائِدَةَ، فَقَالَ: يَا أَبَا الْوَلِيْدِ! أَجِرْنِيْ، أَجَارَكَ اللّٰهُ، فَوَقَفَ وَقَال لِلرَّجُلِ الَّذِيْ تَعَلَّقَ بِهِ: مَا شَأْنُكَ؟ قَالَ: بُغْيَةُ أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْ نَذَرَ دَمَهُ وَ أَعْطٰى لِمَنْ دَلَّ عَلَيْه مِائَةَ أَلْفٍ، فَقَالَ: يَا غُلَامُ! اِنْزِلْ عَنْ دَابَّتِكَ وَاحْمِلْ أَخَانَا، فَصَاحَ الرَّجُلُ، يَا مَعْشَرَ النَّاسِ! يُحَالُ بَيْنِي وَبَيْنَ مَنْ طَلَبَهُ أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ، قَالَ لَهُ مَعْنٌ! اِذْهَبْ فَأَخْبِرْهُ أَنَّهُ عِنْدِيْ، فَانْطَلَقَ إِلٰى بَابِ أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ، فَأَخْبَرَ الْحَاجِبَ فَدَخَلَ إِلَى الْمَهْدِيْ، فَأَخْبَرَهُ فَأَمَرَ بِحَبْسِ الرَّجُلِ، ووَجَّهَ إِلٰى مَعْنٍ مَنْ يَحْضُرُ بِه فَأَتَتْهُ رُسُلُ أَمِيْرِ الْمُؤمِنِيْنَ وَقَدْلَبِسَ ثِيَابَهُ وَقُرِّبَتْ إِلَيْهِ دَابَّتُهُ، فَدَعَا أَهْلَ بَيْتِهِ وَمَوَالِيْهِ، فَقَالَ: لَا يَخْلُصَنَّ إِلٰى هٰذَا الرَّجُلِ وَفِيْكُمْ عَيْنٌ تَطْرِفُ، ثُمَّ رَكِبَ وَدَخَلَ حَتّٰى سَلَّمَ عَلَى الْمَهْدِيِّ، فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ، فَقَالَ: يَا مَعْنُ! أَتُجِيْرُ عَلَيَّ؟ قَالَ: نَعَمْ، يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! قَالَ: وَنَعَمْ أَيْضاً، وَاشْتَدَّ غَضَبُهُ فَقَالَ مَعْنٌ، قَتَلْتُ فِي طَاعَتِكُمْ بِالْيَمِيْنِ فِي يَوْمٍ وَاحِدٍ خَمْسَةَ عَشَرَ أَلْفاً، وَلِي أَيَّامٌ كَثِيْرَةٌ قَدْ تَقَدَّمَ فِيْهَا بَلَائِي وَحُسْنُ غَنَائِي، فَمَا رَأَيْتُمُونِي أَهْلاً أَنْ تَهَبُوا لِي رَجُلاً وَاحِداً

اِسْتَجَارَبِي، فَأَطْرَقَ الْمَهْدِيُّ طَوِيْلاً، ثُمَّ رَفَعَ رَاسَهُ وَقَدْ سُرِّيَ عَنْهُ، فَقَالَ: قَدْ أَجَرْنَا مَنْ أَجَرْتَ.

قَالَ مَعْنٌ فَإِنْ رأى أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ أن يَصِلَهُ فَيَكُونُ قَدْ أَحْيَاهُ وَاغْنَاهُ، فَعَلَ، قَالَ: قَدْ اَمَرْنَا لَهُ بِخَمْسَةِ الافِ قَالَ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! إِنَّ صِلَاتِ الْخُلَفَاءِ عَلَى قَدْرِ جِنَايَاتِ الرَّعِيَّةِ، وَإِنَّ ذَنْبَ الرَّجُلِ عَظِيْمٌ، فَاجزِلْ لَهُ الصِّلَةَ، قَالَ قَدْ اَمَرْنَا لَهُ بِمِائَةِ أَلْفٍ قَالَ: فَتَعَجَّلْهَا، يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! بِأَفْضَلِ الدُّعَاءِ، ثُمَّ انْصَرَفَ وَلَحِقَهُ الْمَالُ، فَدَعَا الرَّجُلَ، فَقَالَ لَهُ: خُذْ صِلَتَكَ وَالْحَقْ بِأَهْلِكَ، وَإِيَّاكَ وَمُخَالَفَةَ خُلَفَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰى.

پناہ طلب کرنے والے کی حفاظت

سعید بن مسلم کا بیان ہے کہ: خلیفہ مہدی نے اہلِ کوفہ میں سے ایک شخص کے خون کی نذر مان لی جو اس کی سلطنت کے بگاڑ میں کوشاں رہتا تھا، اور اس شخص کے لیے جو اس کا پتہ بتائے یا اسے لے کر آئے ایک لاکھ درہم مقرر کیا۔

سعید بن مسلم کا بیان ہے کہ: وہ شخص ایک مدت تک روپوش ہو کر (کہیں) ٹھہرا رہا، پھر وہ مدینۃ السلام میں ظاہر ہوا، تو وہ ظاہر بھی غائب ہونے والے ہی کی طرح تھا، اِس حال میں کہ وہ خوف زدہ اور منتظر حوادث رہتا تھا، تو جس وقت وہ مدینۃ السلام (بغداد) کے کسی گوشے میں چل رہا تھا اسی وقت اہل کوفہ میں سے کسی شخص نے اسے دیکھ لیا اور اسے پہچان لیا، چناں چہ اس نے اس کے گریبان کی طرف ہاتھ بڑھایا اور کہا: یہ امیر المؤمنین کا مطلوب ہے، تو اس شخص نے اسے کھینچنے پر قدرت دے دی اور اسے اپنے سامنے موت نظر آنے لگی، تو وہ ابھی اسی حالت میں تھا کہ اسے پیچھے سے پیروں کے پڑنے کی آواز سنائی دی تو اس نے مڑ کر دیکھا تو وہ معن بن زائدہ تھا، تو اس شخص نے کہا: اے ابوالولید! تم مجھے بچالو، اللہ تمھیں بچائے گا، تو وہ ٹھہر گیا اور اس شخص سے کہا جو اس سے چمٹا ہوا تھا: تیرا کیا مقصد ہے؟ اُس نے کہا: یہ امیر المؤمنین کا وہ مطلوب ہے جس کے خون کی انھوں نے نذر مان رکھی ہے، اور اس شخص کو جو اسے بتلائے گا ایک لاکھ درہم دیں گے، تو معن نے کہا: اولڑکے! اپنی سواری سے اتر جا اور ہمارے بھائی کو سوار کرلے، تو اس شخص نے آواز لگائی، اے لوگوں کی جماعت! میرے اور امیر المؤمنین کے مطلوب درمیان حائل ہوا جارہا ہے، معن بن زائدہ نے اس سے کہا: تو جا اور انھیں یہ بتلادے کہ وہ میرے پاس ہے۔ چناں چہ وہ امیر المؤمنین کے دروازے کی طرف چلا اور دربان کو بتایا، تو وہ مہدی کے پاس گیا اور اسے اطلاع دی، تو مہدی نے اُس شخص کو قید کرنے کا حکم دیا اور معن بن زائدہ کے پاس ایک شخص کو روانہ کیا جو اسے لے کر آئے، تو امیر المؤمنین کے قاصد معن کے پاس پہنچے اس حال میں کہ وہ اپنے کپڑے پہن چکا تھا اور اس کی سواری بھی اس کے قریب لائی جاچکی تھی، پھر معن نے اپنے گھر والوں اور غلاموں کو بلایا اور کہا: اس شخص تک ہرگز کوئی نہ پہنچے جب تک تم

میں پلک جھپکنے والی آنکھیں ہیں، پھر سوار ہوا اور (مہدی کے پاس) آیا، یہاں تک کہ مہدی کو سلام کیا تو اس نے اسے جواب نہ دیا اور کہا: اے معن! کیا تو میرے علی الرغم پناہ دیتا ہے، معن نے کہا: ہاں، اے امیر المؤمنین! مہدی نے کہا: اور ہاں بھی، اور اس کا غصہ بھڑک اٹھا، تو معن نے کہا: میں نے آپ کی فرماں برداری میں یمن میں ایک دن میں پندرہ ہزار کو قتل کیا ہے، اور میرے بہت سارے واقعات ہیں جن میں میرا کارنامہ اور حسن عمل گذر چکا، تو کیا آپ مجھے اِس کا بھی اہل نہ سمجھتے کہ ایک شخص کو مجھے دے دیں جس نے مجھ سے پناہ طلب کی ہے، تو مہدی کافی دیر تک سر جھکائے رہا، پھر اس نے اپنا سر اٹھایا جب کہ اس کا غصہ فرو ہو چکا تھا اور کہا: ہم نے بھی اسے پناہ دے دی جس کو تم نے پناہ دی۔

معن نے کہا: اگر امیر المؤمنین مناسب سمجھیں کہ اس کے ساتھ صلہ رحمی کریں گویا یہ ایسا ہوگا کہ امیر المؤمنین نے اسے زندگی دے دی اور بے نیاز کر دیا، تو ایسا کر دیں، مہدی نے کہا: ہم نے اس کے لیے پانچ ہزار کا حکم دے دیا، معن نے کہا: اے امیر المؤمنین! خلفاء کے عطیے رعایا کے جرم کے بقدر ہوتے ہیں، اور اس شخص کا جرم بڑا ہے لہٰذا اس کا عطیہ بھی زیادہ کیجیے، مہدی نے کہا: میں نے اس کے لیے ایک لاکھ کا حکم دے دیا، معن نے کہا: اے امیر المؤمنین! دعائے خیر کے ساتھ انھیں مہدی دے دیجیے، پھر معن لوٹ گیا اور مال اسے مل گیا، تو معن نے اس شخص کو بلایا اور اس سے کہا: اپنا عطیہ لو اور اپنے گھر دار سے جا ملو اور اللہ کے خلفاء کی مخالفت سے بچتے رہنا۔

لغات وترکیب

اسْتَجَار يَسْتَجِيْرُ اسْتِجَارَةً (استفعال) پناہ طلب کرنا۔ نَذَرَ يَنْذُرُ نَذْراً (ن) اپنے اوپر کسی چیز کو ضروری کر لینا۔ تواریٰ يتواریٰ تواریاً (تفاعل) چھپنا، روپوش ہونا۔ بَصَرَ يَبْصُرُ بَصَارَةً (ن) دیکھنا۔ أهوىٰ إلى أحدٍ يده يهوي إهواءً (افعال) کسی کی طرف ہاتھ بڑھانا۔ حوافر، واحد، حافرةٌ، پیر، کھر۔ خَلَصَ إلى مكان يَخْلُصُ خلوصاً (ن) پہنچنا۔ طَرَفَ البَصَرَ يَطْرِفُ طرفاً (ض) پلک جھپکانا۔ سرّىٰ عنه يُسَرِّي تَسْرِيَةً (تفعيل) کسی سے غم دور کرنا۔ اَجْزَلَ يُجْزِلُ إجزالاً (افعال) زیادہ عطا کرنا۔

كان يسعى في فساد سلطنته، یہ جملہ "رجلٍ" کی صفت ثانی ہے، اور "من أهل الكوفة" صفت اول ہے۔ حيناً متوارياً. "حيناً" بربنائے ظرف منصوب ہے اور "متوارياً" أقام کی ضمیر فاعل سے حال واقع ہے وفيكم عين تطرف، جملہ حال ہے "عين تطرف" موصوف صفت سے مل کر مبتدا موخر ہے اور "فيكم" محذوف سے متعلق ہو کر خبر مقدم۔ فاطرق المهدي طويلاً أي زمناً طويلاً. أجرنا من أجرت أي أجرته، صلے کی ضمیر محذوف ہے۔

تشریح درسِ مذکور کا خلاصہ یہ ہے کہ دوسروں کے کام آنا اور اللہ کے بندوں کو راحت پہنچانا ایک اچھی اور قابل تعریف صفت ہے اور جس انسان میں یہ صفت ہوتی ہے وہ اللہ کا مقرب اور محبوب بندہ ہو جاتا ہے، جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "الخلق عيال الله، فاحبّ

الخلق إلى الله من أحسن إلى عياله" (مشکوۃ،ص:۴۲۵) کہ پوری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے تو مخلوق میں سب سے بہتر اللہ کے نزدیک وہ شخص ہے جو اس کے کنبے کے ساتھ حسن سلوک کرے۔

صِيَانَةُ الْمُلُوكِ رَعَايَاهُمْ

قَالَ أبُو الْفَرَجِ الأَصْبَهَانِيُّ: لَمَّا رَجَعَ ذُو الْقَرْنَيْنِ مِنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ تَوَجَّهَ إلى بِلَادِ الصِّيْنِ، فَحَاصَرَ مَدِيْنَتَهَا أَشَدَّ مُحَاصَرَةٍ، فَلَمَّا أَشْرَفَ عَلَى أَخْذِهَا نَزَلَ إِلَيْهِ مَلِكُ الصِّيْنِ، وَقَالَ: أَنَا رَسُولُ مَلِكِ الصِّيْنِ، فَلَمَّا وَصَلَ إِلَى الحُجَّابِ أَخْبَرَهُمْ أَنَّهُ رَسُولُ مَلِكِ الصِّيْنِ وَيُرِيْدُ الدُّخُولَ عَلَى الإِسْكَنْدَرِ فَأَعْلَمُوا الإِسْكَنْدَرَ بِهِ، وَأَدْخَلُوهُ عَلَيْهِ، فَلَمَّا دَخَلَ سَلَّمَهُ وَوَقَفَ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَقَالَ لَهُ: تَكَلَّمْ، فَقَالَ إِنِّي مَامُورٌ أَنْ لَا أَتَكَلَّمَ إِلَّا فِي خَلْوَةٍ، فَفَتَّشَهُ الرُّسُلُ خَوْفاً مِنْ أَنْ يَّكُونَ مَعَهُ سِلَاحٌ أَوْ مَكِيْدَةٌ، فَوَجَدُوهُ خَالِياً مِنْ ذٰلِكَ، فَتَقَرَّبَ إِلَى الْمَلِكِ الإِسْكَنْدَرِ، وَقَالَ لَهُ: أَيُّهَا الْمَلِكُ! إِنِّي مَلِكُ الصِّيْنِ بِنَفْسِيْ، وَلَسْتُ بِرَسُولِهِ، وَقَدْ حَضَرْتُ بَيْنَ يَدَيْكَ لِعِلْمِي أَنَّكَ رَجُلٌ عَاقِلٌ، عَارِفٌ، صَالِحٌ، مَامُونُ الغَائِلَةِ، فَإِنْ كَانَ قَصْدُكَ قَتْلِي فَهَا أَنَا بَيْنَ يَدَيْكَ وَأُغْنِيكَ عَنِ الْقِتَالِ، وَإِنْ كَانَ قَصْدُكَ المَالَ فَاطْلُبْ وَلَا تُعْجِزْ، فَإِنِّي مُجِيْبُكَ فِي مَا تَطْلُبُ، فَقَالَ الإِسْكَنْدَرُ خَاطَرْتَ بِنَفْسِكَ، فَقَالَ: أَيُّهَا الْمَلِكُ! أَنَا بَيْنَ أَمْرَيْنِ، إِمَّا أَنْ تَقْتُلَنِي فَيُقِيْمُ أَهْلُ مَمْلَكَتِي غَيْرِي وَيُحَارِبُوكَ، وَإِنْ تَرَكْتَنِي أُفِدْ بِلَادِيْ بِمَا تُرِيْدُ، وَتُنْسَبُ إِلَى الْجَمِيْلِ، فَلَمَّا سَمِعَ ذُو الْقَرْنَيْنِ ذٰلِكَ أَطْرَقَ مَلِيّاً مُفَكِّراً، وَعَلِمَ أَنَّ مَلِكَ الصِّيْنِ مِنْ ذَوِي الْعُقُولِ، ثُمَّ إِنَّهُ رَفَعَ رَاسَهُ، وَقَالَ: أُرِيْدُ مِنْكَ خَرَاجَ مَمْلَكَتِكَ ثَلَاثَ سِنِيْنَ كَوَامِلَ مُعَجَّلاً، ثُمَّ بَعْدَ ذٰلِكَ تُعْطِي كُلَّ سَنَةٍ نِصْفَ الخَرَاجِ، فَقَالَ مَلِكُ الصِّيْنِ: وَهَلْ تَطْلُبُ غَيْرَ ذٰلِكَ شَيْئاً؟ فَقَالَ: لَا، قَالَ: قَدْ أَجَبْتُكَ إِلَى ذٰلِكَ، فَقَالَ الإِسْكَنْدَرُ: كَيْفَ يَكُونُ حَالُ رَعِيَّتِكَ بَعْدَ هٰذَا الْمَالِ الْمُعَجَّلِ؟ فَقَالَ: أُعْطِيْكَ مِنْ عِنْدِي، وَلَمْ أُكَلِّفْ رَعِيَّتِي إِلَى التَّعْجِيْلِ، وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُولُ وَكِيْلٌ، (القصص/۲۸) فَخَرَجَ مَلِكُ الصِّيْنِ شَاكِراً، فَلَمَّا طَلَعَ النَّهَارُ أَقْبَلَ مَلِكُ الصِّيْنِ بِعَشَائِرِهِ حَتّٰى سَدَّ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالمَغْرِبِ وَأَحَاطُوا بِعَسَاكِرِ ذِي الْقَرْنَيْنِ، حَتّٰى أَيْقَنُوا بِالْهَلَاكِ فَظَنَّ الإِسْكَنْدَرُ وَقَوْمُهُ أَنَّ مَلِكَ الصِّيْنِ خَدَعَهُمْ، فَبَيْنَمَاهُمْ فِي هٰذِهِ الْفِكْرَةِ وَإِذَا بِمَلِكِ الصِّيْنِ جَاءَ وَعَلٰى رَاسِهِ التَّاجُ، فَلَمَّا رَاٰهُ ذُو

الْقَرْنَيْنِ قَالَ: أَغَدَرْتَ فِي مَا قُلْتَ؟ قَالَ: لَا، وَلٰكِنْ أَرَدْتُ أَنْ أُرِيَكَ أَنِّي لَمْ أَخْضَعْ لَكَ خَوْفاً، وَاعْلَمْ أَنَّ الَّذِي هُوَ غَائِبٌ مِنْ جُيُوشِي أَكْثَرُ مِمَّنْ حَضَرَ، فَقَالَ لَهُ الْإِسْكَنْدَرُ: قَدْ تَرَكْتُ لَكَ جَمِيعَ مَا قَرَّرْتُهُ عَلَيْكَ مِنْ أَمْرِ الْخَرَاجِ، فَلَمَّا رَجَعَ مِنْ بِلَادِ الصِّينِ أَرْسَلَ لَهُ مَلِكُ الصِّينِ تُحَفاً وَأَمْوَالاً كَثِيْرَةً عَلٰى سَبِيْلِ الْهَدِيَّةِ.

بادشاہوں کی اپنی رعایا کی حفاظت

ابوالفرج اصفہانی کا بیان ہے کہ: جب ذوالقرنین مشرق ومغرب سے لوٹے تو انھوں نے ملک چین کا رخ کیا اور وہاں کے شہروں کا زبردست محاصرہ کرلیا، تو جب انھیں فتح کرنے کے قریب ہوگئے تو شاہِ چین ان کے پاس رات میں آیا، اور کسی کو یہ معلوم نہ ہوسکا کہ یہ شاہِ چین ہے، اور اس نے کہا: میں شاہِ چین کا فرستادہ ہوں، اور جب دربانوں کے پاس پہنچا تو انھیں بھی بتلادیا کہ وہ شاہ چین کا قاصد ہے اور اسکندر کے پاس جانا چاہتا ہے تو دربانوں نے اسکندر کو اس کی اطلاع دی اور اسے ان کے پاس لے آئے، تو جب وہ آیا تو اس نے اسکندر کو سلام کیا اور اس کے سامنے کھڑا ہوگیا تو آپ نے اس سے فرمایا: کہو، تو اس نے کہا: مجھے حکم ملا ہے کہ میں تنہائی میں بات کروں، تو قاصدوں نے اس کی تلاشی لی اِس اندیشے سے کہ کہیں اس کے پاس ہتھیار یا کوئی اور سامانِ فریب ہو تو اُسے اِس سے خالی پایا، چناں چہ وہ شاہ اسکندر کے قریب ہوا، اور ان سے کہا: اے بادشاہ! میں خود چین کا بادشاہ ہوں اُن کا قاصد نہیں ہوں، اور میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں میرے یہ جاننے کی وجہ سے کہ آپ ایک عقل مند، واقف کار صالح اور شر وفساد سے مامون شخص ہیں، پس اگر آپ کا مقصد مجھے قتل کرنا ہو تو میں آپ کے سامنے ہوں اور جنگ سے آپ کو بے نیاز کررہا ہوں۔ اور اگر آپ کا مقصد مال ہے تو آپ طلب کیجیے اور حد سے زیادہ مت طلب کیجیے (عاجز مت کیجیے) کیوں کہ میں آپ کے مقصد کو پورا کروں گا، تو اسکندر نے کہا: تم نے اپنے آپ کو خطرے میں ڈال دیا، تو اس نے کہا: اے بادشاہ! میں دو چیزوں کے درمیان ہوں، یا تو آپ مجھے قتل کردیں تو میرے ملک کے باشندے میرے علاوہ دوسرے کو قائم مقام بنادیں گے اور آپ سے جنگ کریں گے اور اگر آپ مجھے چھوڑ دیں تو میں اپنے ملک کا فدیہ دے دوں گا جو آپ چاہیں گے۔ اور آپ کو بھلائی کی طرف منسوب کیا جائے گا، تو جب ذوالقرنین نے اسے سنا تو سوچتے ہوئے کافی دیر تک سر جھکائے رکھا اور یہ جان لیا کہ شاہ چین عقل مند ہے، پھر انھوں نے اپنا سر اٹھالیا اور کہا: میں تم سے تمہارے ملک کا مکمل تین سال کا پیشگی خراج چاہتا ہوں، پھر اس کے بعد ہر سال نصف خراج دیتے رہنا، تو شاہِ چین نے کہا: اور کیا اس کے علاوہ بھی کوئی چیز آپ کا مطلوب ہے، اسکندر نے کہا: نہیں، تو اس نے کہا: مجھے یہ چیز آپ کے لیے قبول ہے، تو اسکندر نے کہا: اس پیشگی مال کے بعد تیری رعایا کا کیا حال ہوگا؟ تو اس نے کہا: میں اپنے پاس سے

آپ کو دوں گا اور اپنی رعایا کو اِس پیشگی کا مکلف نہیں بناؤں گا اور اللہ نگہبان ہے اس بات پر جو ہم کہہ رہے ہیں۔

پھر شاہ چین شکریے کے ساتھ چلا گیا اور جب دن روشن ہو گیا تو شاہِ چین اپنے پورے قبیلے کے ساتھ آیا یہاں تک کہ اس نے مشرق و مغرب کے درمیان ناکہ بندی کر لی اور ذو القرنین کے لشکروں کا احاطہ کر لیا، تا آں کہ انھیں ہلاکت کا یقین ہو گیا، تو اسکندر اور آپ کی قوم سمجھ گئی کہ شاہِ چین نے ان کے ساتھ فریب دہی کا معاملہ کیا ہے، تو ابھی وہ اِسی سوچ میں تھے کہ شاہ چین آ گیا اِس حال میں کہ اس کے سر پر تاج تھا، تو جب ذو القرنین نے اسے دیکھا تو کہا: کیا تم نے اپنے قول میں دھوکا دیا تھا؟ اس نے کہا: نہیں، بل کہ میں تو آپ کو یہ دکھانا چاہ رہا ہوں کہ میں نے کسی خوف سے آپ کے سامنے سرِ تسلیم خم نہیں کیا ہے، اور آپ کے علم میں یہ بات رہے کہ میرے لشکر میں سے غیر موجود افراد کی تعداد موجود افراد سے زیادہ ہے، تو اسکندر نے اس سے کہا: میں نے خراج کا وہ سارا معاملہ جو تمہارے اوپر مقرر کیا تھا تمہارے لیے چھوڑ دیا، تو جب اسکندر ملک چین سے لوٹے تو شاہ چین نے ان کے لیے تحفے اور بہت سارے مال بطور ہدیہ روانہ کیا۔

لغات و ترکیب

صَانَ يَصُونُ صِيَانَةً (ن) حفاظت کرنا۔ رَعَايا، واحد، رَعِيَّةٌ، ماتحت، ہر وہ چیز جس کی نگرانی ضروری ہو۔ أَشْرَفَ علٰى شيءٍ يُشْرِفُ إشرافاً (افعال) کسی چیز کے قریب ہونا۔ حُجَابٌ، واحد، حاجبٌ، دربان۔ فَتَّشَ يُفَتِّشُ تفتيشاً (تفعیل) تلاشی لینا۔ غائلةٌ، (ج) غوائل، فساد، ہلاکت۔ مَكِيْدَةٌ، (ج) مَكَائِدُ، چال بازی، فریب۔ خَاطَرَ يُخَاطِرُ مُخَاطَرَةً (مفاعلۃ) خطرے میں ڈالنا۔ فدىٰ يَفْدِيْ فِداءً (ض) فدیہ دینا۔ عَشَائِرُ، واحد، عَشِيرةٌ، اعزاء واقارب۔ وكِيلٌ، (ج) وُكَلاء، محافظ۔ تُحَفٌ، واحد، تُحْفَةٌ، ہدیہ۔ غَدَرَ يَغْدِرُ غَدْراً. (ض) خیانت کرنا۔ هَدِيَّةٌ، (ج) هَدَايا، ہدیہ۔

خوفاً مفعول لہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ خالياً، وجد کا مفعول ثانی ہے۔ أفِدْ، جزا ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے۔ ملياً، ظرفیت کی بنیاد پر منصوب ہے، اور "مفكراً" أطرق کی ضمیر سے حال واقع ہے۔

تشریح حاکم کے لیے اپنے ماتحتوں کی نگرانی اور ان کی حفاظت ضروری ہے، درسِ مذکور میں جہاں یہ بات معلوم ہوتی ہے وہیں اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ انسان کو جنگ کے بجائے صلح کا راستہ اختیار کرنا چاہیے کہ اس میں ہر ایک کی جان محفوظ و مامون رہتی ہے، اور ظاہر ہے کہ کسی حاکم کے لیے اس سے بڑی اور کیا نیکی ہو سکتی ہے کہ اس کے رعایا کی جان محفوظ رہے۔

المَوَاعِظ

(۱) لَمَّا دَخَلَ سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْمَدِيْنَةَ سَأَلَ، هَلْ بِالْمَدِيْنَةِ أحدٌ أدْرَكَ أحداً مِنْ

أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالُوا: أَبُوحَازِمٍ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ فَلَمَّا دَخَلَ سَلَّمَهُ، فَقَالَ: يَاأَبَا حَازِمٍ! مَالَنَا نَكْرَهُ الْمَوتَ، فَقَالَ: لِأَنَّكُمْ أَخْرَبْتُمْ آخِرَتَكُمْ، وَعَمَّرْتُمْ دُنْيَاكُمْ فَكَرِهْتُمْ أَنْ تَنْتَقِلُوا مِنْ عُمْرَانٍ إِلٰى خَرَابٍ، فَقَالَ لَهُ: وَكَيْفَ الْقُدُومُ عَلَى اللّٰهِ قَالَ: أَمَّا الْمُحْسِنُ فَكَغَائِبٍ يَقْدَمُ عَلٰى أَهْلِهِ، وَأَمَّا الْمُسِيءُ فَكَآبِقٍ يَقْدَمُ عَلٰى مَوْلَاهُ، فَبَكٰى سُلَيْمَانُ، وَقَالَ: يَا لَيْتَ شِعْرِي مَا لَنَا عِنْدَ اللّٰهِ؟ قَالَ: اِعْرِضْ عَمَلَكَ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى، فَقَالَ: فِي أَيِّ مَكَانٍ أَجِدُهُ، فَقَالَ: فِي قَوْلِهِ "اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِي نَعِيْمٍ وَّ اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيْمٍ" قَالَ سُلَيْمَانُ: فَأَيْنَ رَحْمَةُ اللّٰهِ؟ قَالَ: قَرِيْبٌ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ قَالَ: فَأَيُّ عِبَادِ اللّٰهِ أَكْرَمُ؟ قَالَ: أُولُو الْمُرُوءَةِ.

(۲) وَجَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلٰى سُلَيْمَانَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ هٰذَا، فَقَالَ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! إِنِّي أُكَلِّمُكَ بِكَلَامٍ، فَاحْتَمِلْهُ وَإِنْ كَرِهْتَهُ فَإِنَّ وَرَاءَهُ مَا تُحِبُّ اِنْ قَبِلْتَهُ، قَالَ: هَاتِهِ يَا أَعْرَابِيُّ! فَقَالَ الْأَعْرَابِيُّ: إِنِّي سَأُطْلِقُ لِسَانِي بِمَا خَرِسَتْ عَنْهُ الْأَلْسُنُ مِنْ عِظَمَتِكَ تَأْدِيَةً لِحَقِّ اللّٰهِ وَحَقِّ إِمَامَتِكَ، إِنَّهُ قَدْ اِكْتَنَفَكَ رِجَالٌ قَدْ أَسَاءُوا الإِخْتِيَارَ لِأَنْفُسِهِمْ، وَابْتَاعُوا دُنْيَاكَ بِدِيْنِهِمْ، وَرِضَاكَ بِسُخْطِ رَبِّهِمْ، وَخَافُوكَ فِي اللّٰهِ وَلَمْ يَخَافُوا اللّٰهَ فِيْكَ، فَهُمْ حَرْبٌ لِلْاٰخِرَةِ، وَسِلْمٌ لِلدُّنْيَا، فَلَا تَأْمَنْهُمْ عَلٰى مَا ائْتَمَنَكَ اللّٰهُ عَلَيْهِ، فَإِنَّهُمْ لَن يُّبَالُوا بِالْأَمَانَةِ وَأَنْتَ مَسْؤُولٌ عَمَّا اجْتَرَمُوا، فَلَا تُصْلِحْ دُنْيَاهُمْ، بِفَسَادِ اٰخِرَتِكَ، فَإِنَّ أَعْظَمَ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ غَبْناً مَنْ بَاعَ اٰخِرَتَهُ بِدُنْيَا غَيْرِهِ، فَقَالَ لَهُ سُلَيْمَانُ: أَمَّا أَنْتَ يَا أَعْرَابِيُّ! فَقَدْ سَلَلْتَ لِسَانَكَ، وَهُوَ أَحَدُّ سَيْفَيْكَ، قَالَ: أَجَلْ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! لَكَ، لَا عَلَيْكَ. (العقد الفريد ۲/۱۲۳)

نصائح

جب سلیمان بن عبد الملک مدینے آیا تو اس نے دریافت کیا، کیا مدینہ میں کوئی ایسا شخص ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کو پایا ہو؟ تو لوگوں نے کہا: ابوحازم ہیں، تو ان کے پاس قاصد روانہ کیا، چناں چہ جب وہ آئے تو انھوں نے سلام کیا، تو سلیمان نے کہا: اے ابوحازم! ہمیں کیا ہوگیا ہے کہ ہم موت کو ناپسند کرتے ہیں؟ تو فرمایا: اس لیے کہ تم نے اپنی آخرت کو ویران اور اپنی دنیا کو آباد کرلیا، پس تم آبادی سے ویرانے کی طرف جانے کو ناپسند سمجھتے ہو، سلیمان بن عبد الملک نے کہا: اور اللہ کے سامنے پیشی کس طرح ہوگی؟ فرمایا: بہ ہر حال نیکوکار تو وہ اُس غائب رہنے والے شخص کی طرح (پیش ہوگا) جو اپنے گھر والوں کے پاس آتا ہے (کہ وہ خوش وخرم ہوتا ہے) اور بہ ہر حال بدکار تو اس بھگوڑے غلام کی طرح جو اپنے آقا

کے پاس آئے، سلیمان بن عبدالملک کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگیا۔ اور کہا: کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ ہمارے لیے خدا کے یہاں کیا ہے؟ ابو حازم نے فرمایا: تم اپنے عمل کا کتاب اللہ سے موازنہ کرلو، اُس نے پوچھا: میں اسے کس جگہ پاؤں گا؟ تو فرمایا: اللہ رب العزت کے ارشاد: "إنَّ الأبرار لفي نعيم و إنَّ الفجّار لَفِي جَحيم" میں۔ بے شک نیکوکار نعمتوں میں ہوں گے اور بدکار جہنم کی دہکتی ہوئی آگ میں۔ سلیمان نے معلوم کیا: تو اللہ کی رحمت کہاں ہے؟ فرمایا: نیک عمل کرنے والوں کے قریب ہے، سلیمان نے کہا: اللہ کے بندوں میں سب سے زیادہ معزز کون ہے؟ فرمایا: اصحاب مروّت۔

ایک اعرابی اِسی سلیمان بن عبدالملک کے پاس آیا اور کہا: اے امیر المؤمنین! میں آپ سے ایک بات کہتا ہوں سو آپ اسے برداشت کرلیں، اور اگر آپ نے اسے ناپسند کیا تو اس کے پس پردہ وہ چیز ہے جو آپ چاہ رہے ہیں اگر آپ نے اسے قبول کرلیا، آپ نے فرمایا: اے اعرابی! بتا، تو اعرابی نے کہا: میں اپنی زبان چلاؤں گا ایسی باتوں میں جن سے لوگوں کی زبانیں گونگی ہیں اللہ کا حق اور آپ کی امامت کا حق ادا کرنے کے لیے، بیشک آپ کو کچھ ایسے لوگوں نے گھیر لیا ہے، جنھوں نے اپنے لیے برائی اختیار کرلی ہے اور اپنے دین کے عوض آپ کی دنیا کو اور اپنے پروردگا کی ناراضگی کے عوض آپ کی رضامندی کو خرید لیا ہے، انھیں اللہ کے معاملے میں آپ کا خوف ہے اور آپ کے معاملے میں اللہ کا خوف نہیں ہے، سو وہ لوگ آخرت کے لیے لڑائی ہیں اور دنیا کے لیے صلح، سو آپ انھیں امین مت بنایئے اس چیز پر جس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو امین بنایا ہے، کیوں کہ وہ امانت کی ہرگز کوئی پرواہ نہ کریں گے اور ان کے جرم کی باز پرس آپ سے ہوگی۔ لہٰذا آپ اپنی آخرت برباد کرکے ان کی دنیا نہ سنواریں، اس لیے کہ اللہ کے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ معیوب وہ شخص ہے جو دوسرے کی دنیا کے عوض اپنی آخرت بیچ دے، تو سلیمان نے اس سے کہا: اے اعرابی! بہرحال تو نے اپنی زبان کو سونت لیا ہے اس حال میں کہ وہ دو تلواروں میں سے تیز تر تلوار ہے، اس نے کہا: ہاں اے امیر المؤمنین! آپ کے حق میں مفید ہے آپ کے لیے مضر نہیں۔

لغات وترکیب

مَوَاعِظُ، واحد، **مَوْعِظَةٌ**، نصیحت۔ **اَخْرَبَ يُخْرِبُ إخْرَاباً** (افعال) غیر آباد کرنا۔ **عَمَّرَ يُعَمِّرُ تَعْمِيْراً** (تفعیل) آباد کرنا۔ **خَرَابٌ**، (ج) **أخرِبَةٌ**، ویران۔ **عُمْرَانٌ**، آبادی۔ **آبِقٌ**، (ج) **أُبَّقٌ**، بھگوڑا۔ **أبِقَ يَأبَقُ إبَاقاً** (س) بھاگنا۔ **شَعَرَ وشَعُرَ يَشْعُرُ شِعْراً** (ن، ک) جاننا محسوس کرنا۔ **أبْرَارٌ**، واحد، **بَرٌّ**، نیک۔ **فُجّارٌ**، واحد، **فَاجِرٌ**، بدکار۔ **مَرُؤَ يَمرُؤ مُرُوءَةً** (ک) صاحب مروت ہونا۔ **اِحْتَمَلَ يَحتَمِلُ احتمالاً** (افتعال) برداشت کرنا۔ **خَرِسَ يَخْرَسُ خَرَساً** (س) گونگا ہونا۔ **اِكْتَنَفَ يَكْتَنِفُ اِكْتِنَافاً** (افتعال) احاطہ کرنا۔ **بَالَى بِأمرٍ يُبَالِي مُبَالاةً** (مفاعلۃ) کسی چیز کی پرواہ کرنا۔ **اجترم يَجْتَرِمُ اجْتِرَاماً** (افتعال) جرم کرنا۔

يالَيتَ شعري، "یا" حرف ندا ہے اور منادیٰ محذوف ہے۔ "مالنا" میں "ما" یا تو استفہامیہ ہے یا موصولہ۔ "في

أيّ مكان'' أجذه کا متعلق مقدم ہے۔ أولو المروءة أی أولو المروءة أکرمون. تأدية لحق الله، مفعول لہٗ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ ''من باع آخرته بدنيا غيره'' یہ جملہ ''إنّ'' کی خبر ہے۔ ''ماأنت'' میں ''ما'' استفہامیہ ہے، محل رفع میں ہے، مبتدا کی وجہ سے۔

(۳) وَلَمَّا حَجَّ بِالنَّاسِ قَالَ لِوَلَدِ عَمِّه وَوَلِيِّ عَهْدِهِ عُمَرَبْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ: أَلَا تَرىٰ هٰذَا الْخَلْقَ الَّذِيْ لَا يُحْصِي عَدَدَهُمْ إِلَّا اللّٰهُ تَعَالىٰ وَلَا يَسَعُ رِزْقَهُمْ غَيْرُه، فَقَال: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! هٰؤُلَاءِ رَعِيَّتُكَ الْيَوْمَ وَهُمْ غَداً خُصَمَاؤُكَ عِنْدَ اللّٰهِ، فَبَكىٰ سُلَيْمَانُ بُكَاءً شَدِيْداً، ثُمَّ قَالَ: بِاللّٰهِ اَسْتَعِيْنُ.

(٤) وَقَالَ يوماً لِعُمَرَبْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ حِيْنَ أَعْجَبَهُ مَا صَارَ إِلَيْهِ مِنَ الْمُلْكِ: يَا عُمَرُ! كَيْفَ تَرىٰ مَا نَحْنُ فِيْهِ؟ فَقَالَ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! هٰذَا سُرُوْرٌ لَوْلَا أَنَّهُ غُرُوْرٌ، وَنَعِيْمٌ لَوْلَا أَنَّهُ عَدِيْمٌ، وَمُلْكٌ لَوْلَا أَنَّهُ هُلْكٌ، وَفَرَحٌ لَوْ لَمْ يَعْقُبْهُ تَرَحٌ، وَلَذَّاتٌ لَوْلَمْ تَقْتَرِنْ بِاٰفَاتٍ، وَكَرَامَةٌ لَو صَحِبَتْهَا سَلَامَةٌ، فَبَكىٰ سُلَيْمَانُ رَحِمَهُ اللّٰهُ حَتّٰى أَخْضَلَتْ دُمُوعُهُ لِحْيَته.

(٥) وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ: مَا انْتَفَعْتُ بِكَلَامِ أحدٍ بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا انْتَفَعْتُ بِكَلَامٍ كَتَبَهُ إِلَيَّ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ، كَتَبَ إِلَيَّ أَمَّا بَعْدُ: فَإِنَّ الْمَرْءَ يَسُرُّهُ إِدْرَاكُ مَا لَمْ يَكُنْ لِيَفُوتَهُ وَيَسُوءُه فَوْتُ مَالَمْ يَكُنْ لِيُدْرِكَهُ فَلْيَكُنْ سُرُوْرُكَ بِمَا نِلْتَ مِنْ أَمْرِ اٰخِرَتِكَ، وَلْيَكُنْ أَسَفُكَ عَلىٰ مَا فَاتَكَ مِنْهَا، وَمَا نِلْتَ مِنْ أَمْرِ دُنْيَاكَ فَلَا تَكُنْ بِهِ فَرِحاً، وَمَا فَاتَكَ مِنْهَا فَلَا تَأْسَ عَلَيْهِ جَزَعاً وَلْيَكُنْ هَمُّكَ مَا بَعْدَ الْمَوْتِ.

(٦) كَتَبَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا إِلىٰ مُعَاوِيَةَ، أَمَّا بَعدُ! فإِنَّه مَنْ يَعْمَلْ بِمَسَاخِطِ اللّٰهِ يَصِرْ حَامِدُهُ مِنَ النَّاسِ ذامّاً له، والسَّلَامُ. (العقد الفريد ١/٦٥)

اور جب سلیمان لوگوں کے ساتھ حج کے لیے گیا تو اپنے بھتیجے اور اپنے ولی عہد عمر بن عبد العزیز سے کہا: کیا تم اِس خلقت کو نہیں دیکھتے جن کی تعداد بجز اللہ کے کوئی شمار نہیں کرسکتا اور جن کے رزق کی کفالت اس کے علاوہ کوئی اور نہیں کرسکتا، تو حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا: اے امیر المؤمنین! آج یہ آپ کی رعایا ہیں اور یہی کل اللہ کے سامنے آپ کے فریق ہوں گے، تو سلیمان بہت رویا اور کہا: اللہ ہی سے مدد کا طالب ہوں۔

ایک دن سلیمان نے حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ سے کہا: جب کہ اس ملک سے اسے خوشی ہوئی جو اس کے قبضے میں آگیا، اے عمر! کیسا پار ہے ہیں آپ اس چیز کو جس میں ہم ہیں؟ تو فرمایا: اے امیر المؤمنین! یہ باعث مسرت ہے

اگر دھوکا نہ ہو، اور نعمت ہے اگر معدوم نہ ہو، اور سلطنت ہے اگر ہلاکت نہ ہو، اور خوشی ہے اگر اس کے بعد رنج نہ ہو، اور لذتیں ہیں اگر اس کے ساتھ آفتیں نہ ہوں، اور بزرگی ہے اگر اس کے ساتھ سلامت ہو تو سلیمان- اللہ اس پر رحم فرمائے- رو پڑا تا آں کہ اس کی داڑھی اس کے آنسوؤں سے تر ہو گئی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے کلام سے اتنا استفادہ نہیں کیا جتنا اس کلام سے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے میرے پاس لکھا۔ آپ نے میرے پاس لکھا، اما بعد! انسان کو اس چیز کے پانے سے خوشی ہوتی ہے جو اس سے فوت نہ ہو، اور اس چیز کے فوت ہونے سے اُسے تکلیف ہوتی ہے جسے پھر وہ پا نہیں سکتا، سو چاہیے کہ تمہیں خوشی اُس چیز سے ہو جو تمہیں حاصل ہو تمہاری آخرت کی چیز میں سے۔ اور چاہیے کہ تمہیں افسوس اس چیز پر ہو جو آخرت میں سے تم سے فوت ہو جائے، اور جو چیز تمہیں تمہاری دنیا کی چیز میں سے حاصل ہو سو تم اس پر خوش مت ہو، اور دنیا کی جو چیز تم سے فوت ہو جائے تم اس پر بے صبری کے ساتھ غمگین مت ہو، اور چاہیے کہ تمہاری فکر مابعد الموت کے متعلق ہو۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس لکھا، اما بعد! سو جو شخص اللہ کی ناراضگی والے عمل کرتا ہے، لوگوں میں سے اس کی تعریف کرنے والا بھی اس کی مذمت کرنے والا ہو جاتا ہے۔

لغات وترکیب

خُصَمَاءُ، واحد، **خصيمٌ**، فریق، مدمقابل۔ **غَرَّ يَغُرُّ غُرُوراً** (ن) دھوکا دینا۔ **عَدِيمٌ**، (ج) **عُدَمَاءُ**، غیر موجود۔ **هَلَكَ يَهْلِكُ هَلَاكاً وَهُلْكاً** (ض) فنا ہونا، نیست ونابود ہونا۔ **عَقَبَ يَعْقِبُ عَقْباً** (ض ن) پیچھے آنا۔ **تَرِحَ يَتْرَحُ تَرَحاً** (ف) غم گین ہونا۔ **أخْضَلَ يُخْضِلُ إخْضَالاً** (افعال) تر ہونا، تر کرنا۔ **نَالَ يَنَالُ نَيْلاً** (س) پانا، حاصل کرنا۔ **أسِيَ يَاسىٰ أسىً** (س) غمگین ہونا۔ **جَزِعَ يَجْزَعُ جَزَعاً** (س) گھبرانا، ڈرنا، بے صبری کرنا۔ **مَسَاخِطُ**، واحد، **مَسْخَطٌ**، سبب ناراضگی۔

فإنَّ المرأ يسُرُّهُ إدراكُ ما لم يكن ليفوته۔ "إدراكُ" **يَسُرُّ** کا فاعل ہے، ترجمہ ہے۔ "انسان کو خوش کرتا ہے اُس چیز کا پانا جو چیز اس سے فوت نہ ہو۔ جزعاً مفعول لہ کی وجہ سے منصوب ہے۔ "ذاماً" یصبر کی خبر واقع ہے۔

---

(۷) وَخَرَجَ الزُّهْرِيُّ يَوْماً مِنْ عِنْدِ هِشَامٍ بِأرْبَعٍ، قِيلَ لَهُ: مَا هُنَّ؟ قَالَ: دَخَلَ رَجُلٌ عَلَى هِشَامٍ، فَقَالَ: يَا أمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! اِحْفَظْ عَنِّي أرْبَعَ كَلِمَاتٍ فِيهِنَّ صَلَاحُ مُلْكِكَ، وَاسْتِقَامَةُ رَعِيَّتِكَ، فَقَالَ: هَاتِهِنَّ، فَقَالَ: لَا تَعِدَنَّ عِدَةً لَا تَثِقُ مِنْ نَفْسِكَ بِإنْجَازِهَا، قَالَ هٰذِهِ وَاحِدَةٌ، فَهَاتِ الثَّانِيَةَ، قَالَ: لَا يَغُرَّنَّكَ الْمُرْتَقٰى وَإنْ كَانَ سَهْلاً إذَا كَانَ الْمُنْحَدَرُ وَعْراً، قَالَ: هَاتِ الثَّالِثَةَ، قَالَ: وَاعْلَمْ أنَّ

لِلأعْمَالِ جزَاءً، فَاتَّقِ الْعَوَاقِبَ، قَالَ: هَاتِ الرَّابِعَةَ، قَالَ: وَاعْلَمْ أنَّ لِلْأمُورِ بَغَتَاتٍ فَكُنْ عَلٰى حَذَرٍ.

(۸) قَعَدَ مُعَاوِيَةُ بِالْكُوفَةِ يُبَايِعُ النَّاسَ عَلَى الْبَرَاءَةِ مِنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْه فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا أمِيرَ الْمُؤمِنِينَ! نُطِيْعُ أحْيَاءَكُمْ وَلَا نَتَبَرَّأُ مِنْ مَوْتَاكُمْ فَالْتَفَتَ إِلَى الْمُغِيْرَةِ، فَقَالَ لَهُ: هٰذَا رَجُلٌ فَاسْتَوْصِ بِهٖ خَيْراً. (العقد الفريد ۱/۵٦)

ایک دن امام زہری ہشام کے پاس سے چار باتیں لے کر نکلے، ان سے پوچھا گیا، وہ باتیں کیا ہیں؟ فرمایا: ایک شخص ہشام کے پاس آیا اور کہا: اے امیر المؤمنین! میری جانب سے چار باتیں محفوظ کر لیجیے جن میں آپ کے ملک کی صلاح اور آپ کے رعایا کی درستگی ہے، تو ہشام نے کہا: بیان کرو، اس نے کہا: آپ ایسا وعدہ ہرگز نہ کریں جس کے پورا کرنے کا آپ کو اپنے اوپر اعتماد نہ ہو، ہشام نے کہا: یہ تو ایک بات ہوئی سو تم دوسری بیان کرو، اس نے کہا: اوپر چڑھنا آپ کو ہرگز دھوکے میں نہ ڈالے اگر چہ آسان ہو جب کہ اترنا مشکل ہو، ہشام نے کہا: تیسری بات بیان کرو، اس نے کہا: اور یہ جان لو کہ تمام اعمال کے لیے بدلہ ہے سو انجام سے بچتے رہو، ہشام نے کہا: چوتھی بات بیان کرو، اس نے کہا: اور یہ جان لو کہ تمام امور کے لیے ناگہانیاں ہیں سو آپ محتاط رہیں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے براءت پر لوگوں سے بیعت لینے کے لیے بیٹھے، تو ایک شخص نے اُن سے کہا: ہم آپ کے زندوں کی اطاعت کرتے ہیں اور آپ کے مردوں سے بیزار نہیں ہیں۔ پس وہ شخص حضرت مغیرہ کی طرف متوجہ ہوا اور ان سے کہا: یہ ایک عظیم شخصیت ہیں سو ان کے بارے میں خیر کی نصیحت قبول کرو۔

لغات وترکیب

وَعَدَ يَعِدُ عِدَةً (ض) وعدہ کرنا۔ وَثِقَ يَثِقُ ثِقَةً (ض) بھروسہ کرنا۔ أنْجَزَ الوَعْدَ يُنْجِزُ إنْجَازاً (افعال) وعدہ پورا کرنا۔ ارتقٰى يَرتقِي ارتِقَاءً (افتعال) اوپر چڑھنا۔ سَهْلٌ، (ج) سُهُولٌ، نرم زمین۔ اِنْحَدَرَ يَنْحَدِرُ انحداراً (انفعال) اوپر سے نیچے آنا۔ وَعَرَ يَعِرُ وَعْراً (ض) سخت ہونا، دشوار گذار ہونا۔ بغتة، (ج) بغتاتٌ، اچانک۔ بَغَتَ يَبْغَتُ بَغْتاً (ف) اچانک آنا۔ حَذِرَ يَحْذَرُ حَذَراً (س) محتاط رہنا، چوکنا رہنا۔ اسْتَوصٰى يَسْتَوصِي استيصاءً (استفعال) وصیت قبول کرنا۔

لا تثق من نفسك بانجازها، یہ جملہ "عدة" کی صفت واقع ہے۔ "هات" اسم فعل بمعنی امر ہے، أي أعطِ، لاؤ، یعنی بیان کرو۔ "يُبَايِع الناس" یہ جملہ "معاوية" سے حال واقع ہے۔

تشریح اس میں شک نہیں کہ پند ونصیحت کا اصلاحِ باطن میں بڑا دخل ہے، قرآن کریم میں بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ آپ مومنین کو یاد دہانی کرتے ہیں یہ چیز ان کے حق میں نافع اور سود مند ہے، درسِ

مذکور میں جو مواعظ ونصائح مذکور ہیں ان سے ہم سبھی کو بھی مستفید ہونا چاہیے۔ اِن نصائح کو بیان کرنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ طالبان علوم ان سے فائدہ اٹھائیں۔

قِصَّةُ سَيِّدِنَا عِيسَى بْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مِنْ حِكَمِ اللّٰهِ تَعَالٰى اَنْ خَلَقَ اٰدَمَ مِنْ غَيْرِ اَبٍ وَاُمٍّ وَخَلَقَ حَوَّاءَ مِنْ غَيْرِ اُمٍّ وَخَلَقَ عِيْسٰى مِنْ غَيْرِ اَبٍ، وَخَلَقَ بَقِيَّةَ نَوْعِ الإِنْسَانِ مِنْ اَبٍ وَاُمٍّ، وَلَمَّا اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَخْلُقَ نَبِيَّهُ عِيْسٰى اَرْسَلَ اللّٰهُ إِلٰى مَرْيَمَ جِبْرِيْلَ فِيْ صُوْرَةِ إِنْسَانٍ، وَكَانَتْ وَقْتَئِذٍ مُعْتَزِلَةً فِيْ مَكَانٍ شَرْقِيِّ الدَّارِ حَيْثُ كَانَتْ تَغْتَسِلُ مِنْ حَيْضِهَا، فَلَمَّا رَاَتْ جِبْرِيْلَ اِسْتَعَاذَتْ مِنْهُ لِيَتَبَعَّدَ عَنْهَا، فَاَجَابَ بِاَنَّهُ رَسُوْلٌ مِنْ قِبَلِ اللّٰهِ جَاءَهَا لِيَهَبَهَا وَلَداً يَكُوْنُ نَبِيّاً، قَالَ: إِنَّمَا اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلَاماً زَكِيّاً، فَاَجَابَتْهُ كَيْفَ يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَاَنَا لَمْ اَتَزَوَّجْ وَلَسْتُ مِنْ اَهْلِ الْبَغْيِ؟ قَالَتْ: "اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلَامٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَلَمْ اَكُ بَغِيّاً" فَقَالَ لَهَا: هٰذَا اَمْرٌ هَيِّنٌ عَلٰى رَبِّكِ، اَرَادَ ذٰلِكَ لِيَكُوْنَ عَلَامَةً لِلنَّاسِ عَلٰى قُدْرَتِهِ وَرَحْمَةً لِمَنْ اٰمَنَ بِهِ، وَقَدْ حَكَمَ بِاِيْجَادِهِ وَلَا مُحَالَةَ، فَحَمَلَتْ بِهِ وَلَمْ تَمْضِ سَاعَةٌ مِنْ حَمْلِهِ، حَتّٰى اَحَسَّتْ بِاَلَمِ الْوِلَادَةِ فَجَاءَتْ تَحْتَ جِذْعِ النَّخْلَةِ، وَوَضَعَتْهُ، ثُمَّ ذَهَبَتْ إِلٰى قَوْمِهَا حَامِلَةً لَهُ، فَظَنُّوا اَنَّهَا جَاءَتْ بِهِ مِنْ طَرِيْقِ الزِّنَاءِ، "فَاَتَتْ بِهِ قَوْمَهَا تَحْمِلُهُ قَالُوا: يَا مَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئاً فَرِيّاً" وَهَمُّوا لِيَرْجُمُوْهَا بِالْحِجَارَةِ، فَاَشَارَتْ لَهُمْ إِلَيْهِ، لِيَسْاَلُوْهُ، فَقَالُوا لَهَا: "كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيّاً" فَقَالَ لَهُمْ عِيْسٰى: "إِنِّيْ عَبْدُاللّٰهِ اٰتَانِيَ الْكِتَابَ، وَجَعَلَنِيْ نَبِيّاً وَجَعَلَنِيْ مُبَارَكاً اَيْنَمَا كُنْتُ وَاَوْصَانِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيّاً، وَبَرّاً بِوَالِدَتِيْ وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّاراً شَقِيّاً، وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيّاً" فَعِنْدَ ذٰلِكَ تَحَقَّقَتْ لَهُمْ بَرَاءَتُهَا، وَلَمَّا بَلَغَ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ ثَلَاثِيْنَ سَنَةً بَعَثَهُ اللّٰهُ رَسُوْلاً، وَاَنْزَلَ عَلَيْهِ الْإِنْجِيْلَ وَاٰمَنَ بِهِ خَلْقٌ كَثِيْرٌ.

سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ

اللہ تبارک وتعالیٰ کی حکمت ہے کہ اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر ماں اور باپ کے پیدا کیا، اور حضرت حوا علیہا

السلام کو بغیر ماں کے پیدا کیا، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا، اور بقیہ نوع انسانی کو باپ اور ماں دونوں سے پیدا کیا، جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کرنا چاہا تو حضرت جبریل علیہ السلام کو بہ شکل انسانی حضرت مریم کے پاس بھیجا، اور وہ اس وقت گھر کے مشرقی جانب ایک حصے میں تنہا تھیں، جہاں وہ اپنے حیض سے (پاکی کے لیے) غسل کر رہی تھیں، تو جب حضرت مریم نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھا تو اُن سے پناہ چاہی، تاکہ وہ اُن سے دو ہو جائیں، تو حضرت جبریلؑ نے جواب دیا کہ وہ اللہ کی جانب سے فرستادہ ہیں، وہ ان کے پاس آئے ہیں تاکہ انھیں ایسا لڑکا عطا کریں جو نبی ہو، فرمایا: "إنما أنا رسول ربك الخ" — میں تمہارے رب کی طرف سے بھیجا ہوا ہوں تاکہ تمہیں ایک پاکیزہ لڑکا عطا کروں — تو حضرت مریم نے انھیں جواب دیا کہ میرے لڑکا کیسے ہو سکتا ہے؟ جب کہ نہ میں نے شادی کی اور نہ میں بدکار ہوں، "قالت أنّى يكون لي ولد الخ" — کہنے لگیں: میرے لڑکا کس طرح ہو جائے گا حالاں کہ مجھ کو کسی بشر نے ہاتھ تک نہیں لگایا اور نہ میں بدکار ہوں۔ حضرت جبریل نے فرمایا: "یہ تو میرے رب پر بہت آسان چیز ہے" اللہ تعالیٰ نے اس کا ارادہ کیا تاکہ یہ لوگوں کے لیے اس کی قدرت پر علامت اور ان لوگوں کے لیے رحمت ہو جو ان پر ایمان لائیں، اور اللہ نے اس بچے کی تخلیق کا فیصلہ فرمادیا ہے اور وہ ہو کر رہے گا، چناں چہ اس لڑکے کا حمل انھیں ٹھہر گیا، اور ابھی اس بچے کے حمل پر تھوڑا سا ہی وقت گذرا تھا کہ انھیں ولادت کی تکلیف محسوس ہونے لگی، چناں چہ وہ کھجور کے شاخ کے نیچے آئیں اور اس حمل کو جن دیا، پھر اسے لے کر اپنی قوم کے پاس گئیں تو لوگوں نے یہ خیال کیا کہ وہ بچہ بہ طریقِ زنا پیدا ہوا ہے، "فأتت به قومها تحمله الخ" — پھر وہ ان کو گود میں لیے ہوئے اپنی قوم کے پاس لائیں، لوگوں نے کہا: اے مریم! تم نے بہت غضب کا کام کیا ہے — اور انھوں نے حضرت مریم کو سنگسار کرنا چاہا، تو حضرت مریم نے انھیں اُس بچے کی طرف اشارہ کر دیا، تاکہ وہ اُس بچے سے پوچھ لیں، تو لوگوں نے حضرت مریم سے کہا: بھلا ہم کیسے بات کریں ایسے شخص سے جو ابھی گود میں بچہ ہی ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے سامنے بول پڑے: میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھ کو کتاب دی اور اس نے مجھ کو نبی بنایا، اور مجھ کو برکت والا بنایا جہاں کہیں بھی رہوں۔ اور مجھ کو نماز اور زکاۃ کا حکم دیا جب تک میں زندہ رہوں، اور مجھ کو میری والدہ کا خدمت گذار بنایا اور اس نے مجھ کو سرکش بدبخت نہیں بنایا، اور مجھ پر سلام ہے جس روز میں پیدا ہوا اور جس روز مروں گا اور جس روز میں زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا، تو اس وقت ان کے سامنے حضرت مریم کی براءت ثابت ہو گئی۔ اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر تیس برس کی ہوئی تو اللہ نے انھیں رسول بنا کر مبعوث فرمایا، آپ پر انجیل نازل فرمائی اور ایک بڑی مخلوق آپ پر ایمان لائی۔

لغات وترکیب

حِكَمٌ، واحد، حِكْمَةٌ، دانائی، عقل مندی۔ اِعْتَزَلَ يَعْتَزِلُ اِعْتِزَالاً (افتعال) الگ ہونا۔ بغيٌّ (ج) بغايا، بدکارو

زنا کار عورت۔ جِذْعٌ، (ج) جُذُوعٌ، درخت کا تنہ، فَرِيَ يَفْرىٰ فَرىً (س) متحیر ہونا۔ شيء فريٌّ، ایسی بات جس پر حیرت وتعجب ہو۔ رَجَمَ يَرْجُمُ رَجْماً (ن) سنگسار کرنا۔ صبيٌّ، (ج) صِبْيَانٌ، بچہ۔ مَهْدٌ، ج، مُهُودٌ، گہوارہ۔

أن يخلق نبيه، جملہ بتاول مفرد ہوکر "أراد" کا مفعول بہ ہے۔ "ولا محالة" لا برائے نفی جنس ہے، اور "محالة" اس کا اسم ہے، خبر محذوف ہے أي ولا محالة في ذلك. "حاملةً له" ذهبت کی ضمیر سے حال واقع ہے۔

تشریح درسِ مذکور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا واقعہ مذکور ہے کہ اللہ رب العزت نے آپ کو بغیر باپ کے پیدا کیا، صورت یہ ہوئی کہ آپ کی والدہ حضرت مریم گھر کے اندر مشرقی جانب کے کسی گوشے میں گئیں۔ اُن کا اُس گوشے میں جانا کس غرض کے لیے تھا اس میں مختلف اقوال واحتمال ہیں، بعض نے کہا کہ: غسل کے ارادے سے گئیں تھیں، اور بعض کا کہنا ہے کہ حسبِ عادت، عبادتِ الٰہی میں مشغول ہونے کے لیے گئی تھیں، بہر حال وہیں حضرت جبریل علیہ السلام بہ شکل انسانی ظاہر ہوئے، جب حضرت مریم نے ایک انسان کو اپنے قریب دیکھا جو پردے کے اندر آ گیا تو گھبرا گئیں کہ اس کا ارادہ برا معلوم ہوتا ہے اس لیے فرمایا: "أني اعوذ بالرحمن منك" (میں اللہ کی پناہ مانگتی ہوں تجھ سے) حضرت جبریل علیہ السلام نے آنے کا مقصد بتایا، اور گفتگو کے بعد پیغمبر نے ان کے گریبان میں پھونک ماردی جس سے ان کے پیٹ میں لڑکا رہ گیا، ولادت ہوئی اور خود ہی اپنے نومولود بچے کو لے کر اپنے گھر واپس آ گئیں۔ لوگوں نے لعنت وملامت کرنا شروع کیا تو بچے کی طرف اشارہ کر دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ جب خاندان کے لوگوں نے حضریت مریم علیہا السلام کو ملامت کرنا شروع کی اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام دودھ پی رہے تھے، جب انھوں نے ان لوگوں کی ملامت کو سنا تو دودھ چھوڑ دیا اور اپنی بائیں کروٹ پر سہارا لے کر ان کی طرف متوجہ ہوئے اور انگشتِ شہادت سے اشارہ کرتے ہوئے یہ الفاظ فرمائے: "إِنِّي عبدالله، اٰتني الكتاب وجَعلني نبياً، وجعلني مباركاً أينما كنت واوصاني بالصلوة والزكوة مادمت حياً الخ".

وَمِنْ مُعجزَاتِهِ أَنَّهُ كَانَ يُصَوِّرُ مِنَ الطِّيْنِ طَيْراً، فَينفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْراً بِإِذْنِ اللّٰهِ، وَيُبْرِئُ الأَكْمَهَ وَالأَبْرَصَ وَيُحْيِ الْمَوْتىٰ بِإِذْنِ اللّٰهِ.

وَمِنْ مُعْجَزَاتِهِ أَيضاً نُزُولُ الْمَائِدَةِ مِنَ السَّمَاءِ وَإِخْبَارُ قَوْمه بمَا يَأْكُلُونَ وَمَا يَدَّخِرُونَ فِي بُيُوتِهِمْ، وَقَدِ اغْتَاظَتْ مِنْهُ الْيَهُودُ، فَاتَّفَقُوا عَلىٰ قَتْلِهِ فَهَجَمُوا عَلَيْهِ فِي بَيْتِهِ، فَدَخَلَ وَاحِدٌ مِنهُمْ اِسْمُهٗ يَهُوذَا، فَلَمْ يَجِدْهُ، فَدَخَلُوا عَلَيْهِ، فَوَجَدُوا فِيْهِ شِبهاً مِنْ عِيسىٰ، فَقَتَلُوهُ وَصَلَبُوهُ، وَأَمَّا عِيسىٰ فَرَفَعَهُ اللّٰهُ إِلَى السَّمَاءِ، فَذٰلِكَ قَوْلُه تَعَالىٰ "وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ" وَقَوْلُهٗ تَعَالىٰ "بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيزاً حَكِيماً" وَكَسَاهُ اللّٰهُ أَوْصَافَ الْمَلَائِكَةِ، وَهُوَ حَيٌّ الْآنَ.

وَأمّا مَريَمُ أمُّهُ فَتوفِّيَتْ بَعْدَ رَفعِهِ بِمُدَّةٍ قَلِيْلَةٍ، وَدُفِنَتْ بَيْتَ الْمَقْدِسِ، ثُمَّ إنَّهُ يَنزِلُ قَبْلَ قِيَامِ السَّاعَةِ وَيَحْكُمُ بِشَرِيعَةِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ الصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ وَلَا يَدَعُ كَافِراً، وَيَمْكُثُ مُدَّةَ أرْبَعِينَ سَنَةً، ثُمَّ يَحُجُّ، وَيَزُورُ قَبرَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ يَمُوتُ وَيُدْفَنُ بِجِوارِهِ.

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں سے ہے کہ آپ مٹی سے پرندے کی شکل بناتے اور اس میں پھونک مار دیتے تھے تو وہ بہ حکمِ خداوندی (جاندار) پرندہ ہو جاتا تھا، اور آپ بحکم خداوندی مادر زاد اندھے اور برص کے مریض کو اچھا، اور مردوں کو زندہ کر دیتے تھے۔

اور آپ کے معجزات میں سے دسترخوان کا آسمان سے اترنا اور اپنی قوم کو وہ چیز بتلانا بھی ہے جو وہ کھاتے تھے اور جو وہ اپنے گھروں میں جمع کرتے تھے، یہودی آپ پر غیظ و غضب میں مبتلا ہو گئے اور آپ کے قتل پر متفق ہو گئے، چناں چہ انھوں نے آپ پر آپ کے گھر میں دھاوا بول دیا، اور ان میں سے یہوذا نامی ایک شخص اندر چلا گیا، تو اس نے آپ کو نہیں پایا، پھر سب لوگ آپ کے پاس گئے تو انھوں نے گھر میں حضرت عیسیٰ کے مشابہ ایک شخص کو پایا، چناں چہ اسی کو قتل کر دیا اور سولی پر چڑھا دیا، اور بہر حال حضرت عیسیٰ علیہ السلام، تو اللہ نے آپ کو آسمان پر اٹھالیا، تو یہی مطلب ہے اللہ کے فرمان ''وما قتلوہ وما صلبوہ الخ'' کا — حالاں کہ انھوں نے نہ آپ کو قتل کیا اور نہ آپ کو سولی دی بل کہ انھیں اشتباہ ہو گیا — اور اللہ تعالیٰ کے فرمان ''بل رفعہ اللہ إلیہ الخ'' کا — بل کہ خدا نے انھیں اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ تعالیٰ زبردست ہے حکمت والا ہے۔ اور اللہ نے آپ کو ملائکہ کے اوصاف سے آراستہ کیا اور آج بھی آپ زندہ ہیں۔

رہیں آپ کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام سو وہ آپ کے اٹھالیے جانے کے کچھ ہی مدت بعد وفات پا گئیں۔ اور بیت المقدس میں انھیں دفن کر دیا گیا، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام وقوع قیامت سے پہلے اتریں گے، ہمارے آقا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے مطابق فیصلہ فرمائیں گے، کسی کافر کو نہیں چھوڑیں گے، چالیس سال تک تشریف فرما رہیں گے، پھر حج بیت اللہ کریں گے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کی زیارت فرمائیں گے، پھر آپ کی وفات ہوگی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوار میں مدفون ہوں گے۔

لغات و ترکیب

نَفَخَ يَنْفُخُ نَفْخاً (ن) پھونک مارنا۔ أبرأ المريضَ يُبرِئُ إبراءً (افعال) شفا دینا۔ كَمِهَ يَكْمَهُ كَمَهاً (س) اندھا ہونا۔ بَرِصَ يَبْرَصُ بَرَصاً (س) برص کی بیماری والا ہونا۔ مائدةٌ، (ج) موائد، دسترخوان۔ اغتاظَ يَغْتَاظُ اغتياظاً (افتعال) غیظ و غضب میں مبتلا ہونا۔ هَجَمَ عَلٰى أحدٍ يَهْجُمُ هُجُوماً (ن) غفلت کی حالت میں اچانک آنا۔ صَلَبَ يَصْلِبُ صَلْباً (ض) پھانسی دینا۔ وَدَعَ يَدَعُ وَدْعاً (ف) چھوڑنا۔ دَفَنَ يَدْفِنُ دَفْناً (ض) گاڑنا۔ دفن کرنا۔

تشریح مذکورہ عبارت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا ذکر ہے جن میں ایک تو آسمان سے دسترخوان کا نازل ہونا ہے، اور دوسرے یہ کہ آپ اپنی قوم کو بتلا دیتے تھے جو کچھ وہ کھا کر آتے تھے اور جو کچھ وہ گھروں میں جمع رکھتے تھے، ان معجزات میں آپ کے نبی ہونے پر کافی دلیل تھی، مگر پھر بھی بنی اسرائیل آپ کی نبوت کے منکر رہے اور نہ صرف انکار کیا بل کہ آپ کے مخالف ہو گئے اور آپ کے قتل کے درپے ہو گئے مگر اللہ نے آپ کو آسمان پر اٹھا لیا اور پھر قیامت کے قریب آپ کو دوبارہ نازل فرمائے گا اور آپ شریعت محمدی کے مطابق فیصلہ فرمائیں گے۔

قِصَّةُ سَيِّدِنَا إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

كَانَ سَيِّدُنَا اِبْرَاهِيْمُ لَهُ أَبٌ اِسْمُهُ ازَرُ، وَكَانَ كَافِراً وأُمٌّ اِسْمُهَا لُيُوثَا، وكَانَتْ مُؤمِنَةً سِرّاً، وَقَدْ وُلِدَ اِبْرَاهِيْمُ فِي مُدَّةِ مَلِكٍ اِسْمُهُ النَّمْرُودُ، كَانَ ذَا قُوَّةٍ، وَكَانَ يَعْبُدُ الأَصْنَامَ، وَلَمَّا مَلَكَ جَمِيْعَ الدُّنْيَا اِدَّعَى الأُلُوهِيَّةَ فَعَبَدَتْهُ النَّاسُ خَوفاً مِنْهُ، فَلَمَّا صَارَ إِبْرَاهِيْمُ مُرَاهِقاً بَكَّتَ أَبَاهُ بِقَوْلِهِ: "اَتَتَّخِذُ أَصْنَاماً اٰلِهَةً إِنِّي اَرَاكَ وَقَوْمَكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ" حَيْثُ كَانَ أَبُوهُ يَعْبُدُ الأَصْنَامَ، وَيَتَّجِرُ فِيهَا، ثُمَّ صَارَ إِبْرَاهِيْمُ يَقُولُ: يَا قَومِ اُعْبُدُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ.

فَلَمَّا سَمِعَ النَّمْرُودُ بِذٰلِكَ أَحْضَرَ إِبْرَاهِيْمَ وَقَالَ لَهُ: اَنَا الَّذِي خَلَقَكَ وَرَزَقَكَ، فَقَالَ لَهُ إِبْرَاهِيْمُ: كَذَبْتَ، "رَبِّيَ الَّذِىْ خَلَقَنِي فَهُوَ يَهْدِيْنِ وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِيْنِ وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ، وَالَّذِى يُمِيْتُنِي، ثُمَّ يُحْيِيْنِ، وَالَّذِي أَطْمَعُ اَنْ يَغْفِرَلِي خَطِيْئَتِي يَوْمَ الدِّيْنِ" فَعِنْدَ ذٰلِكَ بُهِتَ النَّمْرُودُ وَمَنْ مَعَهُ مُعْجَبِينَ مِنْ فَصَاحَةِ لِسَانِهِ، ثُمَّ الْتَفَتَ النَّمْرُودُ لِاٰزَرَ وَقَالَ لَهُ: خُذْ وَلَدَكَ وَحَذِّرْهُ مِنْ بَاْسِي، فَاَخَذَهُ أَبُوهُ وَصَارَ يُحَذِّرُهُ فَقَالَ لَهُ إِبْرَاهِيْمُ: "يَآاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنْكَ شَيْئاً" فَزَجَرَهُ أَبُوهُ، وَوَبَّخَهُ، ثُمَّ بَعْدَ ذٰلِكَ تَرَقَّبَ إِبْرَاهِيْمُ لِلْأَصْنَامِ، وَدَخَلَ عَلَيْهَا، وَكَانَتْ ثَلَاثَةً وَسَبْعِينَ صَنَماً فَكَسَّرَهَا بِفَاسٍ، وَلَمْ يَمَسَّ الصَّنَمَ الْأَكْبَرَ بِسُوءٍ بَلْ عَلَّقَ الْفَأْسَ فِي رَأْسِهِ وَذَهَبَ، فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَيْهَا وَجَدُوهَا عَلٰى هٰذِهِ الْحَالَةِ، فَظَنُّوا أَنَّهُ مَا فَعَلَ ذٰلِكَ إِلَّا إِبْرَاهِيْمُ، فَاَخْبَرُوا النَّمْرُودَ وَكَانَ قَبْلَ أَن يَدَّعِي الأُلُوهِيَّةَ مَشْغُوفاً بِعِبَادَةِ الْأَصْنَامِ فَأَمَرَ بِإِحْضَارِهِ فَلَمَّا حَضَرَ قَالَ النَّمْرُودُ وَقَوْمُهُ: "ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يَا إِبْرَاهِيْمُ!" فَأَجَابَهُمْ بِقَوْلِهِ: "بَلْ فَعَلَهُ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْئَلُوهُمْ اِنْ كَانُوا يَنْطِقُونَ".

ثم إنه لما رأى الجهل محيطاً بهم قال: "أفٍ لكم ولما تعبدون من دون الله أفلا تعقلون" فلما سمعوا ذلك تحققوا أنه الفاعل، فقالوا: "حرّقوه وانصروا الهتكم إن كنتم فاعلين" فجمعوا حطباً وخشباً مدة ثلاثة أشهر حتى صار كالجبال، فاضرموا فيه النار، فاشتعلت حتى ملأت الجو، وعمت جميع الجهات حرارتها. وصنعوا منجنيقاً ووضعوا فيه ابراهيم ورموه في النار، فصارت برداً وسلاماً على ابراهيم. ونبعت عين ماء وبجانبها شجرة رمان، وأتاه جبريل بسرير من الجنة، وتاج، وحلة، فلبسهما ابراهيم وجلس على السرير في أرغد عيش ولم تؤثر فيه النار فآمن به خلق كثير.

ولما علم النمرود بذلك قال: يا إبراهيم! اخرج من أرضنا، فخرج هو، ومن آمن معه، وتزوج بواحدة اسمها سارة فجاء إلى مصر، وأقام بها مدة فأعطاه ملك مصر جارية اسمها هاجر لما رأى من معجزاته، ثم رجع إلى الشام، وأقام بها وهو أول من قرى الضيفان وأول من شابت لحيته

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک باپ تھے جن کا نام آزر تھا، وہ کافر تھے، اور ماں تھیں جن کا نام لیوثا تھا اور وہ خفیہ طور پر مومنہ تھیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش ایک ایسے بادشاہ کے زمانے میں ہوئی جس کا نام نمرود تھا، وہ جاہ وحشمت والا اور بت پرست تھا، جب وہ پوری دنیا کا مالک ہو گیا تو اس نے خدائی کا دعویٰ کر دیا، تو لوگوں نے اس کے خوف سے اس کی پوجا شروع کر دی، تو جب حضرت ابراہیم علیہ السلام جوانی کے قریب پہنچ گئے تو اپنے والد کو اپنے قول "أتتخذ أصناماً الخ" سے خاموش کر دیا — کیا تم بتوں کو معبود قرار دیتے ہو، بیشک میں تم کو اور تمہاری قوم کو صریح غلطی میں دیکھ رہا ہوں — اس وجہ سے کہ حضرت ابراہیم کے والد بتوں کی پرستش کیا کرتے تھے، اور ان کی تجارت کرتے تھے، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہنا شروع کیا: یقوم اعبدوا اللہ ربکم" — اے میری قوم! تم اس اللہ کی عبادت کرو جو تمہارا رب ہے—

جب نمرود نے یہ سنا تو حضرت ابراہیم کو بلایا اور اُن سے کہا: میں نے ہی تجھے پیدا کیا اور تجھے رزق دیا ہے، تو حضرت ابراہیم نے اُس سے کہا: تو جھوٹا ہے، میرا رب تو وہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا، پھر وہی میری رہنمائی کرتا ہے اور جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے، اور جب میں بیمار ہو جاتا ہوں تو وہی مجھ کو شفا دیتا ہے، اور جو مجھ کو موت دے گا، پھر (قیامت کے

روز) مجھ کو زندہ کرے گا اور جس سے مجھ کو یہ امید ہے کہ میری غلط کاری کو قیامت کے روز معاف کر دے گا۔ تو اس وقت نمرود اور اس کے ساتھی ہکا بکا رہ گئے آپؑ کی فصاحت بیانی پر تعجب کرتے ہوئے، پھر نمرود آزر کی طرف متوجہ ہوا، اور ان سے کہا: اپنے لڑکے کو پکڑ لو اور میری پکڑ سے اسے ڈراؤ۔ تو اُن کے باپ نے انھیں پکڑا اور انھیں ڈرانا شروع کیا، تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے فرمایا: اے میرے ابا جان! آپ کیوں ایسی چیز کی پرستش کرتے ہیں جو نہ کچھ سنے اور نہ دیکھے اور نہ آپ کے کچھ کام آسکے۔ تو آپ کے باپ نے آپ کو جھڑک دیا اور زجر و توبیخ کی، پھر اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام بتوں کے لیے (موقع کے) انتظار میں لگ گئے، اور (ایک روز موقعہ پاکر) ان کے پاس گئے اور وہ تہتر بت تھے تو ان تمام کو کلہاڑی سے توڑ دیا اور بڑے بت کو بری نیت سے چھوا تک نہیں، بل کہ کلہاڑی اس کی گردن میں لٹکا دی اور چلے گئے، تو جب وہ لوگ ان بتوں کے پاس گئے اور انھیں اِس حال میں پایا تو وہ سمجھ گئے کہ یہ کام ابراہیم کے علاوہ کسی اور نے نہیں کیا، چناں چہ انھوں نے نمرود کو اطلاع دی، اور نمرود خود بھی خدائی کا دعویٰ کرنے سے پہلے بتوں کی پرستش کا دل دادہ تھا، اس نے حضرت ابراہیمؑ کو بلایا، جب آپ تشریف لائے تو نمرود اور اس کی قوم نے کہا: اے ابراہیم! کیا ہمارے معبودوں کے ساتھ تم نے یہ حرکت کی ہے؟ فرمایا: نہیں؛ بل کہ اُن کے اِس بڑے نے کی ہے سو ان سے پوچھ لو اگر یہ بولتے ہوں۔

پھر جب آپ نے دیکھا کہ جہالت نے انھیں چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے تو فرمایا: تف ہے تم پر اور جن کو تم خدا کو چھوڑ کر پوجتے ہو کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے، تو جب لوگوں نے یہ سنا تو انھیں یقین ہو گیا کہ یہی وہ حرکت کرنے والا ہے، چناں چہ وہ کہنے لگے کہ: اِن (ابراہیم) کو آگ میں جلا دو اور اپنے معبودوں کا بدلہ لو اگر تم کو کچھ کرنا ہے۔ چناں چہ تین مہینے تک انھوں نے لکڑیاں اور تختے جمع کیے، تا آں کہ وہ پہاڑ کی طرح ہو گیا پھر انھوں نے اس میں آگ لگائی، تو وہ آگ بھڑک اٹھی یہاں تک کہ اس نے فضا کو بھر دیا اور اس کی گرمی ہر چہار جانب پھیل گئی، اور انھوں نے منجنیق تیار کی اور اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو رکھ کر آگ میں ڈال دیا تو وہ آگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حق میں ٹھنڈی اور بے گزند ہو گئی، اور پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا اور اس کے بغل میں انار کا درخت اُگ آیا، اور حضرت جبریل علیہ السلام آپ کی خدمت میں جنت سے تخت، تاج اور جوڑا لے کر حاضر ہو گئے، تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان دونوں کو پہن لیا اور انتہائی آرام و راحت کے ساتھ چارپائی پر بیٹھ گئے اور آگ نے آپ میں کچھ بھی اثر نہ کیا، یہ دیکھ کر ایک بڑی مخلوق آپ پر ایمان لے آئی۔

اور جب نمرود کو اِس کا علم ہوا تو اس نے کہا: اے ابراہیم ہماری زمین سے نکل جا، چناں چہ آپ اور آپ پر ایمان لانے والے مؤمنین نکل گئے، اور آپ نے ایک عورت سے شادی کی جس کا نام سارہ تھا، پھر آپ تشریف لے آئے اور وہاں ایک مدت تک قیام پذیر رہے، پھر شاہِ مصر نے آپ کو ایک باندی عطا کی جس کا نام ہاجرہ تھا اُن معجزات کی وجہ سے

جو اس نے دیکھے، پھر آپ ملک شام لوٹ آئے اور وہیں اقامت اختیار کر لی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سب سے پہلے مہمان نوازی کی اور آپ ہی کی سب سے پہلے داڑھی سفید ہوئی۔

لغات وترکیب

أصْنَامٌ، واحد، **صَنَمٌ**، بت۔ **رَاهَقَ الْغُلَامُ يُرَاهِقُ مُرَاهَقَةً** (مفاعلۃ) جوانی کے قریب پہنچنا۔ **بكّتَ يُبَكِّتُ تَبْكِيْتاً** (تفعیل) دلیل سے خاموش کر دینا۔ **بُهِتَ يُبْهَتُ بَهْتاً وَبَهتاً** (س) ہکا بکا رہنا، متحیر ہو کر خاموش ہونا۔ (مجہول استعمال کرنا فصیح اور مشہور ہے اصل میں **بَهِتَ يَبْهَتُ** ہے) **بأسٌ** ، بہادری، قوت، خوف، عذاب۔ **بَؤُسَ يَبْؤُسُ بأساً** (ک) مضبوط و بہادر ہونا۔ **فأسٌ**، (ج) **أفؤسٌ**، کلہاڑی۔ **علّق يُعلِّقُ تعْليقاً** (تفعیل) لٹکانا۔ **أحَاطَ بشيء يُحِيطُ إحَاطَةً** (افعال) کسی چیز کو گھیرنا۔ **أضرمَ النَّارَ يُضْرِمُ إضْرَاماً** (افعال) آگ بھڑکانا۔ روشن کرنا۔ **جوٌّ**، (ج) **أجواءٌ**، فضا۔ **مِنْجَنيقٌ**، (ج) **مَنَاجِقُ وَمَنَا جِيْقُ**، جنگ میں قلعے کی دیوار پر پتھر وغیرہ پھینکنے کی مشین۔ **نَبَعَ يَنْبَعُ نُبُوعاً** (ف) چشمہ پھوٹنا۔ **رَغُدَ يَرْغُدُ رَغَادَةً وَرَغِدَ يَرْغَدُ رَغَداً** (ک،س) خوش حال ہونا۔ **قَرىٰ يَقْرِيْ قِرىً** (ض) مہمان نوازی کرنا۔ **ضِيْفَانٌ**، واحد، **ضيفٌ**، مہمان۔ **شَابَ يَشِيْبُ شَيْباً** (ض) بوڑھا ہونا۔ **لِحْيَةٌ**، ج، **لُحىً**، داڑھی۔

ويَسْقِيْنِ اصل میں "**يسقيني**" ہے، یائے متکلم کو حذف کر دیا گیا ہے۔ **معجبين** "**النمرود ومن معه**" سے حال واقع ہے۔ **قبل أن يدّعي الألوهيّة** "**مشغوفاً**" کا ظرف ہے۔ **محيطاً بهم** ، "**رأى**" کا مفعولِ ثانی ہے۔ "**من آمن معه**" کا عطف "**خرج**" کی ضمیر پر ہے، اور چوں کہ ضمیر منفصل تاکید لے آئی گئی ہے اِس لیے عطف درست ہے۔ **وأقام بها مدّةً أي بمصر**۔

تشریح درسِ مذکور میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ مذکور ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ آپ کی پیدائش ایسے گھرانے میں ہوئی تھی جہاں کفر و شرک کی گھنگھور گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں، آپ کے والد بت پرست ہی نہیں بل کہ بت ساز اور بتوں کے تاجر بھی تھے، پوری قوم گمراہی میں بھٹک رہی تھی، ایسے ماحول میں آپ نے وحدانیت اور ایک خدا کی عبادت کی صدا بلند کی تو پوری قوم آپ کی مخالف ہوگئی، بادشاہِ وقت نمرود جس نے خدائی کا دعوی کر رکھا تھا اُس نے آپ کو خدائے واحد کی طرف بلانے کے جرم کے پاداش میں آگ میں ڈال دیا تا کہ جل کر خاکستر ہو جائیں "نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری"۔

تاریخی روایات میں ہے کہ ایک مہینے تک سارے شہر کے لوگ لکڑی وغیرہ سوختے کا سامان جمع کرتے رہے، پھر اس میں آگ لگا کر سات دن تک اس کو دھونکتے اور بھڑکاتے رہے، یہاں تک کہ اس کے شعلے فضائی آسمان میں اتنے اونچے ہو گئے کہ اگر کوئی پرندہ اس پر گذرے تو جل جائے، اس وقت ارادہ کیا کہ ابراہیم علیہ السلام کو اس میں ڈالا جائے تو فکر

ہوئی کہ ڈالیں کیسے؟ اس کے پاس تک جانا کسی کے بس میں نہیں تھا، شیطان نے ان کو منجنیق میں رکھ کر پھینکنے کی ترکیب بتلائی، جس وقت اللہ کے خلیل منجنیق کے ذریعے اس آگ کے سمندر میں پھینکے جارہے تھے تو سب فرشتے؛ بل کہ زمین وآسمان اوران کی مخلوقات سب چیخ اٹھے کہ یارب آپ کے خلیل پر کیا گذری ہے، حق تعالیٰ نے ان سب کو حضرت ابراہیم کی مدد کرنے کی اجازت دے دی، فرشتوں نے مدد کرنے کے لیے حضرت ابراہیم سے دریافت کیا تو ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کافی ہے، وہ میرا حال دیکھ رہا ہے۔ جبریل امین نے عرض کیا کہ: آپ کو میری کسی مدد کی ضرورت ہے تو میں خدمت انجام دوں، جواب دیا کہ حاجت تو ہے مگر آپ کی طرف نہیں؛ بل کہ اپنے رب کی طرف۔ حکمِ الٰہی ہوا "یانار کوني برداً وسلاماً علی إبراهیم"۔

آگ کے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بردوسلام ہونے کی یہ صورت بھی ممکن ہے کہ آگ آگ ہی نہ رہی ہو، بل کہ ہوا میں تبدیل ہوگئی ہو، مگر ظاہر یہ ہے کہ آگ اپنی حقیقت میں آگ ہی رہی، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آس پاس کے علاوہ دوسری چیزوں کو جلاتی رہی، بل کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جن رسیوں میں باندھ کر آگ میں ڈالا گیا تھا ان رسیوں کو آگ ہی نے جلا کر ختم کیا مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بدنِ مبارک تک آنچ نہیں آئی۔

تاریخی روایات میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس آگ میں سات روز رہے اور فرمایا کرتے تھے کہ مجھے عمر میں کبھی ایسی راحت نہیں ملی جتنی ان سات دنوں میں حاصل تھی۔

(معارف القرآن از حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ ج:۶ ص:۲۰۲)

الكَيِّسُ مَنْ تَهَيَّأَ لِلْمَوْتِ

حُكِيَ أَنَّ سُلَيْمَانَ بْنَ عَبْدِ الْمَلِكِ لَبِسَ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ لِبَاساً شُهِرَ بِه، وَدَعَا بِتَخْتٍ فِيهِ عَمَائِمُ وَبِيَدِه مِرْآةٌ، فَلَمْ يَزَلْ يَعْتَمُّ بِوَاحِدَةٍ بَعْدَ أُخْرىٰ وَأَرْخَى سُدُولَهَا، وَأَخَذَ بِيَدِهِ مِخْصَرَةً وَاعْتَلَى مِنْبَرَهُ نَاظِراً فِي عِطْفَيْه، وَجَمَعَ حَشَمَهُ وَقَالَ: أَنَا الْمَلِكُ الشَّابُّ السَّيِّدُ الْجَبْجَابُ الْكَرِيْمُ الْوَهَّابُ، فَتَمَثَّلَتْ لَهُ إِحْدىٰ جَوَارِيْه، فَقَالَ: كَيْفَ تَرَيْنَ أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ؟ فَقَالَتْ: أَرَاهُ مُنَى النَّفْسِ، وَقُرَّةَ الْعَيْنِ، لَوْلَا مَا قَالَ الشَّاعِرُ:

أَنْتَ نِعْمَ الْمَتَاعُ لَوْ كُنْتَ تَبْقَى ۔۔۔ غَيْرَ أَنْ لَا بَقَاءَ لِلْإِنْسَانِ
أَنْتَ خِلْوٌ مِنَ الْعُيُوبِ وَمِمَّا ۔۔۔ يَكْرَهُ النَّاسُ غَيْرَ أَنَّكَ فَانٍ

فَدَمَعَتْ عَيْنَاهُ، وَخَرَجَ عَلَى النَّاسِ بَاكِياً، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ صَلٰوتِهِ رَجَعَ، وَدَعَا بِالْجَارِيَةِ، وَقَالَ

لَهَا: مَا حَمَلَكِ عَلَى مَا قُلْتِ؟ قَالَتْ: وَاللهِ! مَا رَأَيْتُكَ، وَلَا دَخَلْتُ عَلَيْكَ، فَأَكْبَرَ ذٰلِكَ، وَدَعَا بَقِيَّةَ جَوَارِيْهِ: فَصَدَّقْتَهَا عَلَى ذٰلِكَ: فَرَاعَهُ ذٰلِكَ، وَلَمْ يَبْقَ إِلَّا مُدَّةً وَجِيْزَةً حَتّٰى مَاتَ.

عقل مند وہی ہے جس نے موت کی تیاری کرلی

واقعہ منقول ہے کہ سلیمان بن عبدالملک نے جمعہ کے دن اپنا مشہور لباس زیب تن کیا اور ایک صندوق منگوایا جس میں بہت سے عمامے تھے اور اس کے ہاتھ میں ایک آئینہ تھا، تو وہ یکے بعد دیگرے عمامہ باندھتا رہا اور ان کے پھندوں کو لٹکا لیا، اور اس نے اپنے ہاتھ میں عصا لیا اور اپنے پہلو اور جاہ وحشم کو دیکھتا ہوا منبر پر چڑھ گیا اور اس کے خدام کو جمع کیا گیا اور بولا: میں جواں مرد، سردار، سیاح، شریف اور سخی بادشاہ ہوں، تو اس کے سامنے اس کی ایک باندی ظاہر ہوئی تو سلیمان نے کہا: تو امیر المؤمنین کو کیسا پا رہی ہے؟ تو اس باندی نے کہا: مجھے تو امیر المؤمنین دل کی آرزو اور آنکھ کی ٹھنڈک معلوم ہوتے ہیں بشرطے کہ وہ چیز نہ ہو جو شاعر نے کہا ہے: ؎

تو بہت عمدہ سامان ہے اگر تجھے بقا حاصل رہے، مگر یہ کہ انسان کے لیے بقا نہیں ہے
تو عیوب سے اور ان چیزوں سے جسے لوگ ناپسند سمجھتے ہیں پاک ہے، مگر یہ کہ تو فنا ہونے والا ہے

تو سلیمان کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں، اور روتا ہوا لوگوں کے سامنے آیا، پھر جب وہ اپنی نماز سے فارغ ہو گیا تو اس نے باندی کو بلایا اور اس سے کہا: تجھے کس چیز نے تیری اس بات پر آمادہ کیا: اس نے کہا: بہ خدا نہ تو میں نے آپ کو دیکھا اور نہ میں آپ کے پاس گئی تو سلیمان کو یہ بات بڑی معلوم ہوئی اور اس نے اپنی بقیہ باندیوں کو بلایا تو انھوں نے بھی اس بات پر اس باندی کی تصدیق کی، تو سلیمان کو اس سے گھبراہٹ ہوئی اور تھوڑی ہی مدت کے بعد مر گیا۔

لغات وترکیب

كَيِّسٌ، (ج) أَكْيَاسٌ، دانا، سمجھ دار، ہوشیار۔ تَهَيَّأَ يَتَهَيَّأُ تَهَيُّئًا (تفعل) تیار ہونا۔ تَخْتٌ، (ج) تُخُوتٌ، بینچ، الماری، صندوق۔ عَمَائِمُ، واحد، عِمَامَةٌ، پگڑی، دستار۔ أَرْخَى يُرْخِي إِرْخَاءً (افعال) لٹکانا۔ سُدُولٌ، واحد، سُدْلٌ، پردہ۔ مِخْصَرَةٌ، (ج) مَخَاصِرُ، لاٹھی، چھڑی، ٹیک لگانے کی چیز۔ اِعْتَلَى يَعْتَلِي اِعْتِلَاءً (افتعال) بلند ہونا۔ حَشَمٌ، (ج) أَحْشَامٌ، نوکر چاکر۔ جبجابٌ، سیاح۔ جَبْجَبَ الرجلُ يُجَبْجِبُ جَبْجَبَةً (فعللۃ) سفر کرنا۔ رَاعَ يَرُوعُ رَوْعًا گھبرا دینا، بدحواس کر دینا۔

أراه مَنَى النفس وقرّة العين۔ "منى النفس وقرّة العين" أرى کا مفعول ثانی ہے۔ "باكيا" خرج کی ضمیر سے حال واقع ہے۔ فراعه ذلك، میں "ذلك" راع کا فاعل ہے اور "ہ" مفعول ہے۔

وَحُكِيَ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ الرَّبِيْعِ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ الْمَنْصُورِ فِي السَّفَرِ الَّذِي مَاتَ فِيْهِ، فَنَزَلْنَا بَعْضَ الْمَنَازِلِ فَدَعَانِي وَهُوَ فِي قُبَّتِهِ إِلَي حَائِطٍ، وَقَالَ: أَلَمْ أَنْهَكُمْ أَنْ تَدَعُوا الْعَامَّةَ، تَدْخُلُ هٰذِهِ الْمَنَازِلَ فَيَكْتُبُوْنَ فِيْهَا مَا لَا خَيْرَ فِيْهِ، قُلْتُ: وَمَا هُوَ؟ قَالَ: أَلَا تَرَىٰ مَا عَلَى الْحَائِطِ مَكْتُوْباً:

أَبَا جَعْفَرٍ! حَانَتْ وَفَاتُكَ وَانْقَضَتْ　سِنُوكَ وَ أَمْرُ اللّٰهِ لَا بُدَّ نَازِلُ

أَبَا جَعْفَرٍ! هَلْ كَاهِنٌ أَوْ مُنَجِّمٌ　يَرُدُّ قَضَاءَ اللّٰهِ أَمْ أَنْتَ جَاهِلُ

فَقُلْتُ: وَاللّٰهِ مَا عَلَى الْحَائِطِ شَيْءٌ، وَإِنَّهُ لَنَقِيٌّ أَبْيَضُ قَالَ: اللّٰهِ؟ قُلْتُ: اَللّٰهِ! قَالَ: إِنَّهَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ نُعِيَتْ إِلَى الرَّحِيْلِ بَادِرْ بِي إِلَى حَرَمِ اللّٰهِ وَأَمْنِهِ هَارِباً مِنْ ذُنُوبِي وَإِسْرَافِي عَلَى نَفْسِي، فَرَحَلْنَا، وَثَقُلَ، حَتّٰى بَلَغَ بِيرَ مَيْمُوْنَ، فَقُلْتُ لَهُ: قَدْ دَخَلْتَ الْحَرَمَ، قَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَقُبِضَ مِنْ يَوْمِهِ، وَلَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ، قَالَ! هٰذَا السُّلْطَانُ لَا سُلْطَانَ لِمَنْ يَمُوتُ.

فضل بن ربیع سے منقول ہے ان کا بیان ہے: میں اس سفر میں منصور کے ساتھ تھا جس میں اس کا انتقال ہوا، ہم ایک جگہ فروکش ہوئے تو اس نے مجھے بلایا دراں حالے کہ وہ اپنے خیمے میں ایک دیوار کی جانب تھا اور کہا: کیا میں نے تم کو نہیں روکا تھا اس بات سے کہ تم عام لوگوں کو یوں ہی چھوڑ دو کہ وہ ان گھروں میں داخل ہوں پھر ان میں لایعنی باتیں لکھ جائیں، میں نے کہا: وہ کیا بات ہے؟ اُس نے کہا: کیا تم دیوار پر لکھی ہوئی چیز نہیں دیکھ رہے ہو؟

ابوجعفر! تمہاری موت کا وقت آ گیا ہے اور تمہاری عمر ختم ہو چکی ہے اور حکمِ خداوندی یقیناً آنے والا ہے

ابوجعفر! کیا کوئی کاہن یا نجومی اللہ کے فیصلے کو روک سکتا ہے یا تو ناواقف ہے

میں نے کہا: بخدا دیوار پر تو کچھ بھی نہیں وہ تو صاف وشفاف اور سفید ہے، ابوجعفر نے کہا: بخدا! میں نے کہا: بخدا، ابو جعفر نے کہا: قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے مجھے (دنیا سے) کوچ کرنے کی خبر دی گئی ہے، مجھے حرم خداوندی اور اس کے جائے امن کی طرف جلد لے چلو اس حال میں کہ میں اپنے گناہوں اور اپنے نفس پر زیادتی کی وجہ سے راہ فرار اختیار کر رہا ہوں، پس ہم نے کوچ کیا اور بئر میمون تک پہنچتے پہنچتے سخت بیمار ہو گیا، تو میں نے اس سے کہا: تم حرم میں داخل ہو چکے، اس نے کہا: الحمد للہ اور اسی وقت اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی، اور جب اس کی وفات کا وقت قریب آیا، تو کہا: یہ بادشاہت ہے، مرنے والے کے لیے کوئی سلطنت نہیں ہے۔

لغات وترکیب

قُبَّةٌ، (ج) قُبَبٌ، گنبد۔ نَهٰى يَنْهٰى نَهْياً (ف) روکنا، منع کرنا۔ نَقِيٌّ، (ج) أَنْقِيَاءُ، صاف ستھرا۔ نَعٰى يَنْعٰى نَعْياً

(ف) خبر دینا، موت کی اطلاع دینا۔ بئر میمون مکہ کے ایک کنویں کا نام ہے جو میمون بن خالد حضرمی کی طرف منسوب ہے۔

"وهو في قبته" جملہ "دعا" کی ضمیر سے حال ہے۔ أبا جعفر أی یا أبا جعفر۔ حرف ندا محذوف ہے، قال: اللّٰهِ، قلت: اللّٰهِ. لفظ "اللّٰه" دونوں جگہ حرف جار محذوف کی وجہ سے مجرور ہے اصل عبارت "أقسم باللّٰه" ہے۔ "هارباً" بادربي میں "بي" سے حال واقع ہے۔ هذا السلطان. هذا اسم اشارہ ہے، اور "ت" یا تو برائے تحقیر ہے اور مشار الیہ منصور ہے اور مطلب یہ ہے کہ میری بادشاہت بے حیثیت ہے، جسے بقا نہیں اس کی کوئی بادشاہت نہیں، اور یا تو برائے تعظیم ہے اور مشار الیہ اللہ رب العزت ہے اور مطلب یہ ہے، یہ ہے حقیقی بادشاہ وہ ہے۔ نہ کہ میں، جسے دوام نہیں۔

وَعَنْ عَلِيِ بْنِ يَقْطِيْنَ، قَالَ: لَمَّا كَانَ مَعَ الْمَهْدِيِّ بِمَا سَبْذَانَ قَالَ لِي: أَصْبَحْتُ جَائِعاً، فَأْتِنِي بِأَرْغِفَةٍ وَلَحْمٍ وَمَاءٍ بَارِدٍ، فَأَكَلَ، فَنَامَ فِي الْبَهْوِ، فَمَا اسْتَيْقَظْنَا إِلَّا لِبُكَائِهِ، فَبَادَرْنَا، فَقَالَ: مَا رَأَيْتُمْ مَا رَأَيْتُ، وَقَفَ عَلَيَّ رَجُلٌ، لَوْكَانَ فِي أَلْفٍ مَا خَفِيَ عَلَيَّ، فَقَالَ:

كَأَنِّي بِهٰذَا الْقَصْرِ قَدْ بَادَ أَهْلُهُ ... وَأَوْحَشَ مِنْهُ رَبْعُهُ وَمَنَازِلُهُ

وَصَارَ عَمِيْدُ الْمُلْكِ مِنْ بَعْدِ بَهْجَةٍ ... إِلٰى قَبْرِهٖ تُحْثٰى عَلَيْهِ جَنَادِلُه

فَلَمْ يَبْقَ إِلَّا ذِكْرُهُ وَحَدِيْثُهُ ... يُنَادِيْ عَلَيْهِ مُعْوِلَاتٍ حَلَائِلُهُ

فَمَا أَتَتْ عَلَيْهِ عَشَرَةُ أَيَّامٍ حَتّٰى تُوُفِّيَ.

قَالَ رَجُلٌ لِإِبْرَاهِيْمَ بْنِ أَدْهَم: مِنْ أَيْنَ كَسْبُكَ؟ فقال:

نُرَقِّعُ دُنْيَانَا بِتَمْزِيقِ دِيْنِنَا ... فَلَا دِيْنُنَا يَبْقٰى وَلَا مَا نُرَقِّعُ

علی بن یقطین سے منقول ہے ان کا بیان ہے کہ: جب میں "ماسبذان" میں مہدی کے ساتھ تھا تو اس نے مجھ سے کہا: میں بھوکا ہو گیا لہٰذا کچھ چپاتیاں اور ٹھنڈا گوشت لاؤ، چناں چہ کھایا اور قیام گاہ میں سو گیا، پھر اس کے رونے پر ہی ہماری نیند کھلی، تو ہم جلدی سے گئے تو اس نے کہا: جو میں نے دیکھا تم نے نہیں دیکھا، میرے سامنے ایک شخص کھڑا ہوا اگر وہ ہزاروں میں بھی ہو تو بھی مجھ پر نہیں چھپ سکتا، اور اس نے کہا:

گویا کہ میں اس محل ہوں جس کے رہنے والے ہلاک ہو گئے اور اس کے مکان و منازل وحشت ناک ہو گئے

اور ملک کا سربراہ خوشی کے بعد اپنی قبر میں چلا گیا جس پر پتھر ڈالے جا رہے ہیں

سوا اس کے تذکرے اور واقعے کے علاوہ کوئی چیز باقی نہ رہی اس کی بیویاں اس پر چیخ و پکار کرتی ہوئی رو رہی ہیں۔

اس پر دس روز بھی نہ گذرے تھے کہ اس کا انتقال ہو گیا۔

ایک شخص نے حضرت ابراہیم بن ادہم سے کہا، آپ کا ذریعۂ معاش کہاں سے ہے؟ تو فرمایا:
ہم اپنے دین کو چاک کر کے اپنی دنیا میں پیوند لگاتے ہیں پس نہ تو ہمارا دین باقی رہتا ہے اور نہ ہی پیوند زدہ چیز (دنیا)۔

لغات وترکیب

ماسبذان، فارس کا ایک شہر ہے۔ ارغِفَةٌ، واحد، رغِيفٌ، چپاتی، بَهْوٌ، (ج) أبهَاءٌ، ہال، کشادہ کمرہ، قیام گاہ۔ بَادَ يَبِيْدُ بِيْداً (ض) ہلاک ہونا۔ أوحَشَ يُوحِشُ إيحاشاً (افعال) وحشت ناک ہونا۔ رَبْعٌ، (ج) رُبُوعٌ، گھر۔ حَثَا يَحْثُوا وَحثَى يحثِي حَثْواً وَحَثْياً (ن،ض) گرانا، ڈالنا۔ جَنادِلُ، واد، جَنْدَلٌ، بڑا پتھر۔ أعوَلَ يُعْوِلُ إعوالاً (افعال) چیخ وپکار کرنا۔ حَلَائِلُ، واحد، حَلِيْلَةٌ، زوجہ۔ رَقَّعَ الثَّوبَ يُرَقِّعُ تَرْقِيْعاً (تفعیل) پیوند لگانا۔

ماراَيتم ما رأيتُ أى ما رأيتهُ، پہلا "ما" نافیہ ہے اور دوسرا موصولہ، صلہ کی ضمیر محذوف ہے۔ مُعْوِلَاتٍ، "حَلائلُه" سے حال واقع ہے۔ وزنِ شعری کی وجہ سے ذوالحال پر حال کو مقدم کر دیا گیا ہے۔

تشریح "الكيّس من تهيًّا للموت" ایک ایسا عنوان ہے جسے ہر وقت انسان کو اپنے ذہن میں مستحضر رکھنا چاہیے، کیوں کہ ہر شخص جانتا ہے کہ کوئی بھی اِس دنیا میں ہمیشہ کے لیے نہیں آیا ہے، بل کہ اسے دنیا سے رختِ سفر باندھنا ہے، اور ہر شخص کی آخری منزل آخرت ہے، لیکن دنیا میں کس انسان کا کب وقت پورا ہو جائے گا یہ کسی کو معلوم نہیں اِس لیے دانشمند اور ہوشیار وہی شخص ہے جو اپنی حقیقی منزل اور ابدی زندگی کو نیک عمل سے سنوار لے اور آخرت کی بھرپور تیاری کر لے۔ دنیوی چمک دمک اخروی زندگی کو سنوارنے میں حائل نہ ہونے پائے۔

يُؤثِرونَ عَلىٰ أنفُسِهِمْ وَلَوْكَانَ بِهِمْ خَصَاصَة

قَالَ الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ: سَمِعْتُ الشَّافِعِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنه يَقُولُ: أتىٰ عَلَيَّ عِيْدٌ، وَلَيْسَ عِنْدِيْ نَفَقَةٌ، فَاسْتَسْلَفْتُ سَبْعِيْنَ دِيْناراً لِنَفَقَةِ أهْلِيْ، فَبَيْنَا أنَا كَذٰلِكَ، إذْ أتَانِيْ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ يَشْتَكِيْ إلَيَّ الْحَاجَةَ، فَأخْبَرْتُه خَبَرِيْ، وَقُلْتُ لَهٗ: خُذْ مَا تُحِبُّ فَقَالَ لِيْ: مَا يُقْنِعُنِيْ إلَّا أكْثَرُ مِنْ هٰذِهِ الدَّنَانِيْرِ، فَقُلْتُ لَهٗ: فَخُذْهَا، وَبِتُّ وَمَا مَعِيْ دِيْنَارٌ، وَلَا دِرْهَمٌ، فَبَيْنَا أنَا فِيْ مَنْزِلِيْ إذْ أتَانِيْ رَسُوْلُ جَعْفَرِ بْنِ يَحْيىٰ الْبَرْمَكِيِّ يَقُوْلُ، اجِبِ الْوَزِيْرَ، فَأجَبْتُ، فَقَالَ: مَا شَأنُكَ فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ؟ يَهْتِفُ بِيْ هَاتِفٌ كُلَّمَا دَخَلْتُ فِي النَّوْمِ، يَقُوْلُ: الشَّافِعِيَّ، الشَّافِعِيَّ، فَأخْبَرْتُه بالخَبَرِ، فَأعْطَانِيْ خَمْسَ مِائَةِ دِيْنَارٍ، ثُمَّ قَالَ: أزِيْدُه، فَأعْطَانِيْ خَمْسَمِائَةِ أُخْرىٰ، فَلَمْ يَزَلْ يَزِيْدُنِيْ حَتّٰى أعْطَانِيْ الْفَيْ دِيْنَارٍ.

وَكَانَ (الشَّافعي) شَاعِراً مُجِيْداً، قَالَ أبُو الْقَاسِمِ بْنِ الْأزْرَقِ: دَخَلْتُ عَلَيْهِ فَقُلْتُ: يَا أبَا

عَبْدِ اللّٰهِ! اَمَا تُنْصِفُنَا؟ لَكَ هٰذَا الْفِقْهُ تفوزُ بِفوَائِدِهٖ، وَلَنَا هٰذَا الشِّعْرُ وَقَدْ جِئْتَ تُدَاخِلُنَا فِيْهِ، فَإمَّا أفردتَّنا اَوْ اَشْرَكْتَنَا فِي الْفِقْهِ، وَقَدْ اَتَيْتُ بِأبْيَاتٍ إنْ أجزتَها بِمِثْلِهَا تُبتُ مِنَ الشِّعْرِ، وإنْ عَجَزْتَ تُبْ مِنْهُ، فَقَالَ لِي، إيهٍ، يَا هٰذَا! فَانْشَدتُّه هٰذَا الْكَلَامَ:

مَا هِمَّتِي إلَّا مُقَارَعَةُ الْعِدٰى — خَلُقَ الزَّمَانُ وَهِمَّتِي لَمْ تَخلُقِ

وَالنَّاسُ اَعْيُنُهُمْ إلٰى سَلَبِ الغِنٰى — لَا يَنْظُرُونَ إلَى الْحِجَا وَالْاَوْلَقِ

لٰكِنَّ مَنْ رُزِقَ الحِجٰى حُرِمَ الْغِنٰى — ضِدَّانِ مُفْتَرِقَانِ أيَّ تُفَرُّقِ

لَوكَانَ بِالحِيَلِ الغِنٰى لَوَجدتَّنِي — بِنُجُومِ اَقْطَارِ السَّمَاءِ تَعَلُّقِي

فقَالَ الشَّافِعِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عنهُ: الَا قُلْتَ كَمَا اَقُولُ ارْتِجَالاً:

إنَّ الَّذِي رُزِقَ الْيَسَارَ فَلَمْ يَنَلْ — حَمْداً وَلَا أجْراً لَغَيْرُ مُوَفَّقِ

فَالْجِدُّ يُدْنِيْ كُلَّ أمرٍ شَاسِعٍ — وَالجِدُّ يَفْتَحُ كُلَّ بَابٍ مُغْلَقِ

فَإذَا سَمِعْتَ بِأنَّ مَجْدُوداً حَوىٰ — عُوداً فَاَثْمَرَ فِي يَدَيْهِ فَحَقِّقِ

وَ إذَا سَمِعْتَ بِأنَّ مَحْرُوماً اَتٰى — مَاءً لِيَشْرَبَهُ فَغَاضَ فَصَدِّقِ

وَاَحَقُّ خَلْقِ اللّٰهِ بِالْهَمِّ امْرُؤٌ — ذُوهِمَّةٍ يُبْلٰى بِعَيْشٍ ضَيِّقِ

وِمِنَ الدَلِيْلِ عَلَى الْقَضَاءِ وَحُكْمِهٖ — بُؤسُ اللَّبِيْبِ وَطِيْبُ عَيْشِ الْاَحْمَقِ

فَقُلْتُ لَه: لَا قُلْتُ شِعْراً بَعْدَهَا.

وَسَمِعَ رَجُلاً يُسَفِّهُ عَلٰى رَجُلٍ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ، فَقَالَ لِأصْحَابِهٖ: نَزِّهُوا اَسْمَاعَكُمْ عَنِ اسْتِمَاعِ الْخنٰى كَمَا تُنَزِّهُونَ اَلسِنَتَكُمْ عَنِ النُّطْقِ بِهٖ، فَإنَّ الْمُسْتَمِعَ شَرِيْكُ الْقَائِلِ، فَإنَّ السَّفِيْهَ يَنْظُرُ إلٰى اَخْبَثِ شَيْءٍ فِي وِعَائِهٖ، فَيَحْرِصُ عَلٰى اَنْ يُفْرِغَهُ فِي اَوْعِيَتِكُمْ.

وہ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں

ربیع بن سلیمان کا بیان ہے کہ: میں نے امام شافعی علیہ الرحمہ کو فرماتے ہوئے سنا: مجھ پر ایک عید اس حال میں آئی کہ میرے پاس خرچ کی کوئی چیز بھی نہ تھی تو میں نے اپنے اہل وعیال کے خرچ کے لیے ستر اشرفیاں قرض لے لیں تو ابھی ہم اسی حال میں تھے کہ ایک قریشی شخص میرے پاس آیا جو اپنی ضرورت کا شکوہ کررہا تھا تو میں نے اسے اپنا سارا واقعہ بتلایا اور

میں نے اس سے کہا: جتنا چاہو لے لو، تو اس نے مجھ سے کہا: مجھے قناعت نہیں مل سکتی مگر ان سے زائد اشرفیوں سے، تو میں نے اس سے کہا: سو تم انھیں لے لو، اور میں نے رات اِس حال میں گذاری کہ میرے پاس نہ تو کوئی دینار تھا اور نہ درہم، تو ابھی میں اپنے گھر ہی میں تھا کہ میرے پاس جعفر بن یحییٰ برمکی کا ساتھی آیا، وہ کہہ رہا تھا: وزیر کی دعوت پر لبیک کہو، چناں چہ میں نے اس کی دعوت کو قبول کرلیا، تو جعفر نے کہا: اِس رات تمہاری کیا حالت رہی؟ مجھے ایک آواز لگانے والا آواز لگاتا جب جب میری آنکھ لگتی، وہ کہہ رہا تھا: شافعی کی خبر گیری کرو، شافعی کی خبر گیری کرو، تو میں نے جعفر کو سارا واقعہ بتلایا، تو اس نے مجھے پانچ سو دینار دیئے، پھر کہا: اور دوں؟ تو اس نے پانچ سو مزید دیئے، پھر وہ میرے لیے اضافہ کرتا رہا یہاں تک کہ مجھے دو سو ہزار دینار دیئے۔

امام شافعی علیہ الرحمہ بڑے اچھے شاعر تھے، ابو القاسم بن الارزق کا بیان ہے: میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: ابو عبداللہ! کیا آپ ہمارے ساتھ انصاف نہیں کریں گے؟ آپ کے پاس تو یہ فقہ ہے جس کے فوائد سے آپ کامیاب ہیں اور ہمارے لیے یہ شاعری ہے مگر آپ اس میں بھی ہماری مداخلت کرنے لگے، تو یا تو آپ ہمیں (شاعری میں) الگ کر دیجیے۔ یا ہمیں بھی فقہ میں شریک کر لیجیے۔ اور میں کچھ اشعار لے کر حاضر ہوا ہوں اگر آپ نے بھی ان جیسے اشعار کہہ دیئے تو میں شعر کہنے سے توبہ کرلوں گا۔ اور اگر آپ عاجز رہ جائیں تو آپ اس سے توبہ قبول کرلیں، تو انھوں نے مجھ سے فرمایا: پیش کیجیے جناب! تو میں نے یہ کلام سنایا:

۱۔ میرا عزم صرف دشمنوں سے ٹکرانا ہے زمانہ پرانا ہو گیا مگر میری ہمت پرانی نہیں ہوئی
۲۔ لوگوں کی نگاہیں مال کو چھیننے پر مرکوز ہیں وہ عقل اور پاگل پن کی طرف نظر نہیں اٹھاتے
۳۔ لیکن جنھیں عقل نصیب ہے وہ مال سے محروم ہیں وہ دونوں چیزیں بالکل ایک دوسرے کی ضد ہیں
۴۔ اگر مال داری تدبیر سے ہوتی تو تم مجھے پاتے کہ میرا تعلق آسمان کے ہر چہار جانب کے ستاروں سے ہوتا

تو امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو نے میری طرح فی البدیہ یہ کیوں نہیں کہا:

۱۔ بلاشبہ جس شخص کو مال داری ملی پھر بھی نہ تو اس نے تعریف حاصل کی اور نہ اجر تو وہ توفیق یافتہ نہیں
۲۔ کیوں کہ کوشش ہر بعید چیز کو قریب کر دیتی ہے اور نصیبہ ہر بند دروازے کو کھول دیتا ہے
۳۔ سو جب تو سنے کہ کسی نصیبہ ور نے لکڑیاں جمع کیں تو وہ اس کے ہاتھ میں پھل دار ہو گئیں تو تو مان لے
۴۔ اور جب تو یہ سنے کہ کوئی بدنصیب پانی کے پاس آیا تا کہ اسے پیئے تو وہ خشک ہو گیا تو تو تصدیق کرلے
۵۔ اور اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ حوصلہ مند وہ باہمت شخص ہے جس کی آزمائش تنگیِ عیش سے ہو
۶۔ قضا و قدر کے ہونے پر دلیل عقل مند کا تنگ دست ہونا اور بے وقوف کا خوش حال ہونا ہے

(ابو القاسم کہتے ہیں) تو میں نے امام شافعی سے کہا: اب میں کبھی شعر نہیں کہوں گا۔

انھوں نے کسی شخص کو علما میں سے کسی کی برائی کرتے ہوئے سنا، تو آپ نے اپنے رفقاء سے فرمایا: بری بات سننے سے اپنے کانوں کو اسی طرح پاک رکھو جیسے تم اپنی زبانوں کو بری بات کہنے سے پاک رکھتے ہو، اس لیے کہ سننے والا کہنے والے کا شریک ہوتا ہے، اس لیے کہ کمینہ آدمی اپنے ظرف کی خباثت کو دیکھتا ہے اور وہ اس کو تمہارے ظرف میں انڈیلنا چاہتا ہے۔

لغات وترکیب

آثَرَ يُؤثِرُ إِيْثاراً (افعال) ترجیح دینا، فوقیت دینا۔ خَصَّ يَخَصُّ خَصاصَةً (س) محتاج ہونا۔ اِسْتَسْلَفَ يَسْتَسْلِفُ اِسْتِسْلافاً (استفعال) قرض لینا۔ أجاب يُجِيبُ إجابةً (افعال) کسی کی دعوت پر لبیک کہنا، دعوت قبول کرنا۔ هَتَفَ بأحدٍ يَهْتِفُ هَتْفاً (ض) کسی کو زور سے بلانا۔ هَاتِفٌ، جس کی آواز سنائی دے اور دکھائی نہ دے۔ أجاد الشعر يُجِيدُ إجَادةً (افعال) اچھا شعر کہنا۔ أفْرَدَ يُفْرِدُ إفْراداً (افعال) الگ کرنا، علاحدہ کرنا۔ قَارَعَ يُقَارِعُ مُقَارَعَةً (مفاعلۃ) مقابلہ کرنا۔ عِدىً، واحد، عدوٌّ، دشمن۔ خَلِقَ يَخْلُقُ خَلقاً وَخُلُوقَةً (ن س ک) بوسیدہ ہونا۔ حِجَى، (ج) أحْجَاءٌ، عقل۔ أوْلَقَ يُولِقُ إيْلاقاً (افعال) پاگل ہونا۔ شَسَعَ يَشْسَعُ شَسْعاً (ن) دور ہونا۔ جَدٌّ، نصیبہ۔ حوىٰ يَحْوِيْ حَوَايَةً (ض) اکٹھا کرنا، جمع کرنا۔ بَئِسَ يَبْأسُ بُؤساً (س) تنگ دست ہونا۔ لَبِيبٌ، (ج) ألبّاء، عقل مند۔ خِنًى، بری بات۔ خَنِيَ يَخْنيٰ خِنىً (س) بدزبانی کرنا۔ وعاءٌ، (ج) أوعية، ظرف، برتن۔ حَرَصَ على شيٍ يَحْرِصُ حِرْصاً (ض) کسی چیز کا حریص ہونا۔ أفْرَغَ يُفْرِغُ إفْراغاً (افعال) انڈیلنا، خالی کرنا۔

وما معي دينارٌ ولا درهمٌ، یہ جملہ "بتُّ" کی ضمیر متکلم سے حال واقع ہے۔ الشافعيَّ الشافعيَّ، فعلِ محذوف کی وجہ سے منصوب ہے أي اسْتَخْبِرِ الشافعِيَّ. والنّاس أعينُهم إلى سلب الغنى اى أعينهم مركوزةٌ إلى سلب الغنى. ضدّان مفترقان اى هما ضدّان. مبتدا محذوف ہے، اور " أيَّ تفرّق" مفترقان، کا مفعولِ مطلق ہے۔ بُؤسُ اللبيب۔ مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔

تشریح ایثار کے معنی ہیں دوسروں کی خواہش اور حاجت کو اپنی خواہش وحاجت پر مقدم رکھنا اگر یہ صفت لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو جائے تو زندگیوں میں انقلاب آجائے، حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں یہ صفت بدرجۂ اتم موجود تھی جن میں ایک واقعہ امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ایک انصاری صحابی کے گھر رات کوئی مہمان آیا، ان کے پاس صرف اتنا کھانا تھا کہ یہ خود اور ان کے بچے کھا سکیں، انھوں نے اپنی بیوی سے فرمایا: کہ بچوں کو تو کسی طرح سلا دو اور گھر کا چراغ گل کر دو پھر مہمان کے سامنے کھانا رکھ کر بیٹھ جاؤ تاکہ مہمان سمجھے کہ ہم بھی کھا رہے ہیں، مگر ہم نہ کھائیں اور مہمان بافراغت کھا سکے، اس پر آیت قرآنی "يؤثرون على انفسهم ولو كان بهم خصاصة" نازل ہوئی، اس طرح کے کئی واقعات حضراتِ صحابۂ کرام سے منقول ہیں۔

درس مذکور حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے ایثار کا ذکر ہے کہ آپ نے ایثار کیا تو اللہ رب العزت نے آپ کو اس کا بہترین صلہ عطا فرمایا اور آخرت میں جو اجر ملے گا وہ تو اللہ ہی کو معلوم ہے۔ کاش ہمارے اندر بھی یہ وصف پیدا ہو جائے۔

اَلاغْتِيَابُ وَتَعْظِيمُهُ

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا قُلْتَ فِي الرَّجُلِ مَا فِيهِ فَقَدْ اِغْتَبْتَهُ، وَإِذَا قُلْتَ مَا لَيْسَ فِيهِ فَقَدْ بَهَتَّهُ، وَمَرَّ مُحَمَّدُ بْنُ سِيرِيْنَ بِقَوْمٍ، فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ مِنْهُمْ فَقَالَ: أَبَا بَكْرٍ! إِنَّا قَدْ نِلْنَا مِنْكَ فَحَلِّلْنَا فَقَالَ: إِنِّي لَا أُحِلُّ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ.

وَكَانَ رَقَبَةُ بْنُ مَصْقَلَةَ جَالِساً مَعَ أَصْحَابِهِ فَذَكَرُوا رَجُلاً بِشَيْءٍ، فَاطَّلَعَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ فَقَالَ بَعْضُ أَصْحَابِهِ: أَلا أُخْبِرُهُ بِمَا قُلْنَا فِيهِ لِئَلَّا يَكُونَ غِيبَةً قَالَ: أَخْبِرْهُ حَتّٰى يَكُونَ نَمِيمَةً.

غیبت اور اس کا گناہِ عظیم ہونا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اگر تم نے کسی شخص کے بارے میں ایسی بات کہی جو اس میں ہے تو تم نے اس کی غیبت کی، اور اگر ایسی بات کہی جو اس میں نہیں ہے تو تم نے اس پر بہتان لگایا۔ محمد ابن سیرین کا گذر ایک قوم کے پاس سے ہوا، تو ایک شخص اُن کی جانب کھڑا ہوا اور بولا: اے ابوبکر! ہم آپ کی وجہ سے گناہ کے مستحق ہو گئے ہیں (ہم نے آپ کی برائی کی ہے) تو آپ ہمارے لیے حلال کر دیجیے۔ تو فرمایا: میں اس چیز کو حلال نہیں کر سکتا جسے اللہ نے حرام قرار دے دیا ہے۔

رقبہ بن مصقلہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، تو لوگوں نے ایک شخص کا برائی کے ساتھ تذکرہ کیا تو وہ شخص مطلع ہو گیا، تو اس کے کسی ساتھی نے کہا، کیا ہم اسے وہ باتیں نہ بتلا دیں جو ہم نے اس کے بارے میں کہا ہے تاکہ غیبت نہ ہو، آپ نے فرمایا: اسے بتلا دو، تاکہ چغل خوری ہو جائے۔

لغات وترکیب

اِغْتَابَ يَغْتَابُ اِغْتِيَاباً (افتعال) پیٹھ پیچھے کسی کی برائی کرنا۔ بَهَتَ يَبْهَتُ بَهْتاً (ف) تہمت لگانا۔ حَلَّلَ يُحَلِّلُ تَحْلِيلاً (تفعیل) حلال کرنا۔ نَمَّ يَنِمُّ نَمّاً (ن ض) چغل خوری کرنا۔ نَمِيمَةٌ، (ج) نَمَائِمُ، چغل خوری۔

تشریح غیبت ایک ایسا عظیم گناہ ہے جس کی حرمت قرآن کریم سے ثابت ہے، ارشادِ باری ہے "لا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضاً" (الحجرات/۱۲) اور کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔ ایک حدیث میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے غیبت کی قباحت بیان کرتے ہوئے فرمایا: "الغيبةُ أشدُّ مِنَ الزِّنَا" کہ غیبت زنا سے بھی زیادہ سخت ہے، وجہ یہ

ہے کہ زنا کا تعلق حقوق اللہ سے ہے اور غیبت کا تعلق حقوق العباد سے ہے اور اللہ رب العزت کے نزدیک حقوق اللہ کے مقابلے میں حقوق العباد زیادہ اہم ہیں یہی وجہ ہے کہ زنا کار جب نادم ہو کر اللہ سے توبہ کرے تو اللہ رب العزت معاف فرما دیتے ہیں، برخلاف غیبت کے کہ جب تک بندہ معاف نہ کرے معافی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ایک اور حدیث میں غیبت کی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے آپؐ نے فرمایا: "ذکرك اخاك بما یکرہ" غیبت کی حقیقت یہ ہے کہ تم پیٹھ پیچھے اپنے بھائی کے متعلق ایسی بات کہو جو اگر اسے معلوم ہو جائے تو برا سمجھے، معلوم کیا گیا اگر وہ برائی اس میں ہو تب بھی غیبت ہے آپؐ نے فرمایا: ہاں یہی غیبت ہے، اور اگر وہ عیب اس میں نہیں ہے تو وہ بہتان ہے جس کا گناہ غیبت سے بھی زیادہ ہے۔ غیبت اور بہتان دونوں ہی حرام و ناجائز ہیں۔

عِزَّةٌ دِيْنِيَّةٌ تَفُوقُ عِزَّةً دُنْيَوِيَّةً

أخرَجَ ابنُ عَساكِرَ مِنْ طُرُقٍ أنَّ هِشَامَ بنَ عَبْدِ الْمَلِكِ حَجَّ فِي خِلَافَةِ أبِيهِ، فَطَافَ بِالْبَيْتِ، فَجَهَدَ أن يَصِلَ إِلَى الحَجَرِ لِيَسْتَلِمَهُ فَلَمْ يَقْدِرْ عَلَيْهِ، فَنُصِبَ لَهُ مِنْبَرٌ، وَجَلَسَ عَلَيْهِ يَنْظُرُ إِلَى النَّاسِ وَمَعَهُ أهْلُ الشَّامِ، إِذْ أقْبَلَ عَلِيُّ بنُ الْحُسَيْنِ بنِ عَلِيٍّ كَرَّمَ اللّٰهُ وُجُوهَهُمْ. وَكَانَ مِنْ أحْسَنِ النَّاسِ وَجْهاً، وَأطْيَبِهِمْ أرجاً، فَطَافَ بِالْبَيْتِ، فَلَمَّا بَلَغَ إِلَى الحَجَرِ تَنَحّٰى لَهُ النَّاسُ حَتّٰى يَسْتَلِمَهُ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ أهْلِ الشَّامِ: مَنْ هٰذَا الَّذِي هَابَهُ النَّاسُ هٰذِهِ الْهَيْبَةَ؟ فَقَالَ هِشَامٌ: لَا أعْرِفُهُ مَخَافَةَ أن يُرَغِّبَ النَّاسُ فِيهِ أهْلَ الشَّامِ، وَكَانَ الْفَرَزْدَقُ حَاضِراً، فَقَالَ الْفَرَزْدَقُ: لٰكِنِّي أعْرِفُهُ، فَقَالَ النَّاسُ: مَنْ هُوَ؟ يَا أبَا فِرَاسٍ! فَقَالَ الْفَرَزْدَقُ:

هٰذَا الَّذِي تَعْرِفُ الْبَطْحَاءُ وَطْأتَهُ ... وَالْبَيْتُ يَعْرِفُهُ وَالْحِلُّ وَالْحَرَمُ

هٰذَا عَلِيٌّ رَسُولُ اللّٰهِ وَالِدُهُ ... أمْسَتْ بِنُورِ هُدَاهُ تَهْتَدِي الْأمَمُ

هٰذَا ابْنُ خَيْرِ عِبَادِ اللّٰهِ كُلِّهِمِ ... هٰذَا التَّقِيُّ النَّقِيُّ الطَّاهِرُ الْعَلَمُ

إِذَا رَأتْهُ قُرَيْشٌ قَالَ قَائِلُهَا ... إِلٰى مَكَارِمِ هٰذَا يَنْتَهِي الْكَرَمُ

يُنْمٰى إِلٰى ذُرْوَةِ العِزِّ الَّتِي قَصُرَتْ ... عَنْ نَيْلِهَا عَرَبُ الْإسْلَامِ وَالْعَجَمُ

يَكَادُ يُمْسِكُهُ عِرْفَانَ رَاحَتِهِ ... رُكْنُ الْحَطِيمِ إِذَا مَا جَاءَ يَسْتَلِمُ

فِي كَفِّهِ خَيْزُرَانٌ رِيحُهُ عَبِقٌ ... مِنْ كَفِّ أرْوَعَ فِي عِرْنِينِهِ شَمَمُ

يُغضِي حَياءً وَيُغضَى مِن مَهابَتِهِ فَما يُكَلِّمُ إِلّا حِينَ يَبتَسِمُ
مَن جَدُّه دانَ فَضلُ الأَنبياءِ لَهُ وَفَضلُ أُمَّتِهِ دانَت لَهُ الأُمَمُ
يَنشَقُّ نُورُ الهُدىٰ عَن نُورِ غُرَّتِهِ كَالشَّمسِ يَنجابُ عَن إِشراقِها العَتَمُ
مُشتَقَّةٌ مِن رَسُولِ اللّٰهِ نَبعَتُهُ طابَت عَناصِرُه وَالخِيَمُ وَالشِّيَمُ

دینی عزت دنیوی عزت پر فائق ہے

ابن عساکر نے مختلف طرق سے تخریج کی ہے کہ ہشام بن عبد الملک اپنے والد کے دورِ خلافت میں حج پر گیا، تو اس نے بیت اللہ کا طواف کیا، پھر اس نے حجر اسود تک پہنچنے کی کوشش کی تا کہ استلام کرے تو اس سے نہ ہوسکا، تو اس کے لیے منبر نصب کیا گیا، اور ہشام اس پر بیٹھ کر لوگوں کو دیکھنے لگا اور اس کے ساتھ شام کے لوگ تھے، اتنے میں حضرت علی بن حسین بن علی کرم اللہ وجوہم تشریف لائے اور آپ لوگوں میں انتہائی حسین اور ان میں سب سے زیادہ پاکیزہ تھے، چناں چہ آپ نے بیت اللہ کا طواف کیا، تو جب آپ حجر اسود پر پہنچے تو لوگ آپ کی خاطر ہٹ گئے تا کہ آپ حجر اسود کا استلام کر لیں، تو اہل شام میں سے کسی شخص نے کہا: یہ کون ہیں جن کی لوگ اتنی عظمت کر رہے ہیں؟ تو ہشام نے کہا: میں نہیں پہچانتا اِس اندیشے سے کہ لوگ اہل شام کو ان کی طرف مائل کر دیں، اور فرزدق وہاں موجود تھا، تو فرزدق نے کہا: لیکن میں انھیں پہچانتا ہوں، تو لوگوں نے پوچھا: اے ابوفراس! کون ہیں؟ تو فرزدق نے کہا:

۱۔ یہ وہ شخص ہیں جن کے نشانِ قدم سے سرزمینِ بطحا واقف ہے بیت اللہ اور حل وحرم بھی ان سے آشنا ہیں
۲۔ یہ علی ہیں رسول اللہ ان کے والد ہیں، انھیں کی ہدایت کے نور سے تو میں ہدایت پا رہی ہیں
۳۔ یہ اللہ کے تمام بندوں میں سب سے افضل شخص کے صاحبزادے ہیں، یہ متقی، صاف ستھرے، پاکیزہ اور سردارِ قوم ہیں
۴۔ جب قریش ان کو دیکھتے ہیں تو ان میں کا کہنے والا کہہ اٹھتا ہے انھیں کے شریفانہ اخلاق پر شرافت کی انتہا ہوتی ہے
۵۔ ان کی نسبت عزت کی اُس چوٹی سے جا ملتی ہے جس کو حاصل کرنے سے عربی وعجمی مسلمان عاجز وقاصر ہیں
۰۔ قریب ہے کہ رکن حطیم انھیں روک لے ان کی ہتھیلی کو پہچاننے کی وجہ سے، جب وہ حجر اسود کے استلام کے لیے جائیں
۷۔ ان کے ہاتھ میں عصا ہے جس کی خوشبو حسین ہتھیلی سے پھوٹ رہی ہے ان کی ناک میں ہمواری اور حسن ہے
۸۔ یہ حیا کی وجہ سے نگاہ نیچی رکھتے ہیں، اور ان کی ہیبت سے نگاہیں نیچی رکھی جاتی ہیں، سو کوئی شخص زبان نہیں کھولتا مگر جس وقت وہ مسکرائیں۔
۹۔ ان کے نانا کون ہیں؟ حضرات انبیاء کرام کی فضیلت ان کے تابع ہے اور ان کی امت کی فضیلت کے سامنے

دیگر امتیں جھکی ہوئی ہیں۔

۱۰۔ ہدایت کا نور ان کی پیشانی کی چمک کی تابانی سے پھیل رہا ہے جس طریقے سے سورج کی روشنی سے تاریکی چھٹ جاتی ہے

۱۱۔ ان کا شریف خاندان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے جن کی اصل اور عادات واخلاق پاکیزہ ہیں

لغات وترکیب

فَاقَ يَفُوقُ فَوْقِيَةً (ن) فوقیت لے جانا۔ اِسْتَلَمَ يَسْتَلِمُ اِسْتِلَاماً (افتعال) چھونا، چومنا، بوسہ دینا۔ أَقْبَلَ يُقْبِلُ إِقْبَالاً (افعال) سامنے سے آنا۔ أَرِجَ يَأْرَجُ أَرَجاً (س) خوش بو مہکنا۔ تَنَحّٰى يَتَنَحّٰى تَنَحِّياً (تفعّل) علاحدہ ہونا، الگ ہونا۔ هَابَ يَهَابُ هَيْباً وَمَهَابَةً (ف) تعظیم وتوقیر کرنا۔ چوکنا رہنا۔ وَطَاةٌ، موضع قدم۔ تَقِيٌّ، (ج) أَتْقِيَاءُ، متقی، پرہیزگار۔ عَلَمٌ، (ج) أَعْلَامٌ، سردار قوم۔ نَمٰى إِلٰى شيءٍ يَنْمِيْ نَمْياً (ض) کسی چیز کی جانب نسبت کرنا۔ ذُرْوَةٌ، (ج) ذُرىً بلندی، چوٹی۔ قَصُرَ يَقْصُرُ قَصْراً (ک) چھوٹا ہونا، عاجز ہونا۔ خَيْزُرَانٌ، (ج) خَيَازِرُ، نرم لکڑی، عصا۔ عَبِقَ يَعْبَقُ عَبَقاً (س) خوشبو مہکنا۔ أَرْوَعُ، حسن یا بہادری کی وجہ سے تعجب میں ڈالنے والا۔ عِرْنِيْنٌ، (ج) عَرَانِيْنُ، ناک۔ شَمَمٌ، ناک کے بانسے کی بلندی حسن وہمواری کے ساتھ۔ أَغْضٰى يُغْضِيْ إِغْضَاءً (افعال) نگاہ نیچی رکھنا۔ دَانَ يَدِيْنُ دِيْناً (ض) ذلیل ہونا، فرماں بردار ہونا۔ غُرَّةٌ، (ج) غُرَرٌ، پیشانی کی چمک۔ اِنْجَابَ يَنْجَابُ اِنْجِيَاباً (انفعال) چھٹنا۔ دور ہونا۔ عَتَمَ يَعْتِمُ عَتْماً (ض) رات کا ایک حصہ گذرنا۔ نَبْعَةٌ، خاندان۔ کہا جاتا ہے "هو من نبعةٍ كريمة،، وہ شریف خاندان سے ہے۔ خِيْمٌ، طبیعت، خصلت۔ شِيْمَةٌ، (ج) شِيَمٌ، عادت، طبیعت۔

وَجْهاً، تمیز کی بنیاد پر منصوب ہے، اسی طریقے سے "أرجاً" بھی۔ الحلُّ والحرمُ کا عطف "البيتُ" پر ہے وزن شعری کی وجہ سے تقدیم وتاخیر ہے۔ عِرْفَانَ رَاحَتِهِ، عِرْفَانَ، ترکیب میں مفعول لہٗ ہے اور اپنے مفعول کی جانب مضاف ہے۔ حَيَاءً، "يُغْضِي" کا مفعول لہٗ ہے۔ مشتقةٌ من رسول الله نبعتهُ ۔ أي نَبْعَتُهُ مُشْتَقَّةٌ، "نبعتهُ" مبتدا ہے اور "مُشْتَقَّةٌ" خبر ہے۔

هٰذَا ابْنُ فَاطِمَةَ إِنْ كُنْتَ جَاهِلَهُ	بِجَدِّهِ أَنْبِيَاءُ اللّٰهِ قَدْ خُتِمُوا
اَللّٰهُ شَرَّفَهُ قِدْماً وَفَضَّلَهُ،	جَرىٰ بِذَاكَ لَهُ فِيْ لَوْحِهِ الْقَلَمُ
كِلْتَا يَدَيْهِ غِيَاثٌ عَمَّ نَفْعُهُمَا	يُسْتَوكَفَانِ وَلَا يَعْرُوهُمَا عَدَمُ
سَهْلُ الْخَلِيْقَةِ لَا تُخْشٰى بَوَادِرُهُ	يَزِيْنُهُ الْخَلَّتَانِ الْحِلْمُ وَالْكَرَمُ
حَمَّالُ أَثْقَالِ أَقْوَامٍ اذَا افْتَرَضُوا	حُلْوُ الشَّمَائِلِ تَحْلُو عِنْدَهُ نَعَمُ
مَا قَالَ إِلَّا لَا قَطُّ فِي تَشَهُّدِهِ	لولا التَّشَهُّدُ كَانَتْ لَاؤُهُ نَعَمُ

عَمَّ البَرِيَّةَ بِالْإِحْسَانِ فَانْقَشَعَتْ — عَنْهَا الغَيَاهِبُ وَالْإِمْلَاقُ وَالْعَدَمُ

مِنْ مَعْشَرٍ حُبُّهُمْ دِيْنٌ وَبُغْضُهُمْ، — كُفْرٌ وَقُرْبُهُمْ مَنْجًا وَمُعْتَصَمُ

مُقَدَّمٌ بَعْدَ ذِكْرِ اللّٰهِ ذِكْرُهُمْ، — فِيْ كُلِّ بَدْءٍ وَمَخْتُومٌ بِهِ الْكَلِمُ

يُسْتَدْفَعُ السُّوءُ وَالْبَلْوىٰ بِحُبِّهِمْ — وَيُسْتَزَادُ بِهِ الْإِحْسَانُ وَالنِعَمُ

إِنْ عُدَّ أَهْلُ التُّقٰى كَانُوا ائِمَّتَهُمْ — أَوْ قِيْلَ: مَنْ خَيْرُ أَهْلِ الْأَرضِ قِيْلَ هُمُ

لَا يَسْتَطِيْعُ جَوَادٌ شَأْوَغَايَتِهِمْ — وَلَا يُدَانِيْهِمْ قَوْمٌ وَ إِنْ كَرُمُوا

هُمُ الغُيُوثُ إِذَا مَا أُزْمَةٌ أَزَمَتْ — وَالْأُسْدُ أُسْدُ الشرىٰ وَ الْبَاسُ مُحْتَدِمُ

لَا يَقْبِضُ العُسْرُ بَسطاً مِنْ أَكُفِّهِمِ — سِيَّانُ ذٰلِكَ إِنْ أَثْرَوا وَ إِنْ عَدِمُوا

يَأْبىٰ بِهِمْ أَن يَحُلَّ الذمُّ سَاحَتَهُمْ — خُلُقٌ كَرِيْمٌ وَأَيْدٍ بِالنَّدىٰ هَضَمُ

أَيِّ الْخَلَائِقِ لَيْسَتْ فِيْ رِقَابِهِمِ — لِأَوَّلِيَّةِ هٰــذَا أَوْلَهُ نِعَــمُ

مَنْ يَعْرِفِ اللّٰهَ يَعْرِفْ أَوَّلِيَّةَ ذَا — فَالدِّيْنُ مِنْ بَيْتِ هٰذَا نَالَهُ الأُمَمُ

إِنْ كُنْتَ تُنْكِرُهُ فَاللّٰهُ يَعْرِفُهُ — وَالْعَرْشُ يَعْرِفُهُ وَاللَّوحُ وَالْقَلَمُ

وَلَيْسَ قَوْلُكَ مَنْ هٰذَا بِضَائِرِهِ — اَلْعَرَبُ تَعْرِفُ مَنْ أَنْكَرتَ وَالْعَجَمُ

۱۲۔ یہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے ہیں اگر تو ان سے ناواقف ہے، ان کے نانا پر اللہ کے نبیوں کا سلسلہ ختم کردیا گیا ہے۔

۱۳۔ اللہ رب العزت نے انھیں قدر و منزلت کے اعتبار سے شرف و فضیلت عطا کر رکھی ہے، اس کے متعلق ان کے لیے لوح محفوظ میں قلم چل چکا ہے۔

۱۴۔ ان کے دونوں ہاتھ فیاض ہیں جن کا نفع عام ہے، اُن سے بخشش طلب کی جاتی ہے اور ان پر فقر طاری نہیں ہوتا

۱۵۔ یہ نرم خو ہیں ان کے غیظ و غضب کا اندیشہ نہیں کیا جاتا، دو خصلتیں: بردباری اور شرافت انھیں زینت بخشتی ہیں

۱۶۔ یہ لوگوں کے بوجھ کو برداشت کرنے والے ہیں جب لوگ (ان سے) قرض مانگتے ہیں، شیریں اخلاق ہیں ان کے نزدیک ''ہاں'' شیریں ہے۔

۱۷۔ انھوں نے اپنے تشہد کے علاوہ میں کبھی ''لا'' نہیں کہا، اگر تشہد نہ ہوتا تو ان کا کلمہ ''لا'' بھی ''نعم'' ہو جاتا

۱۸۔ یہ احسان کے ذریعہ مخلوق پر چھا گئے تو مخلوق سے تاریکی، افلاس اور فقر و فاقہ دور ہو گیا

۱۹۔ ان کا تعلق ایسی جماعت سے ہے جس سے محبت رکھنا سراپا دین ہے اور جس سے بغض رکھنا کفر ہے اور جس کا قرب باعث نجات اور ذریعۂ حفاظت ہے۔

۲۰۔ ہر چیز کے آغاز میں اللہ کے ذکر کے بعد ان کا ذکر مقدم ہے اور انھیں پر کلاموں کا اختتام ہوتا ہے۔

۲۱۔ ان کی محبت سے بلا اور مصیبت دور کرنے کی درخواست کی جاتی ہے اور انھیں کے ذریعہ بخشش ونعمت میں اضافہ طلب کیا جاتا ہے۔

۲۲۔ اگر پرہیزگاروں کو شمار کیا جائے تو وہ ان کے پیشوا ہوتے ہیں، یا دریافت کیا جائے کہ روئے زمین پر سب سے بہتر کون ہیں؟ تو جواب دیا جائے گا: یہی ہیں۔

۲۳۔ کوئی تیز رفتاری گھوڑا بھی ان کے مقصد کی انتہا تک نہیں پہنچ سکتا اور کوئی قوم ان کی برابری نہیں کرسکتی ہے خواہ کتنی ہی سخی ہو۔

۲۴۔ یہی برسنے والے بادل ہوتے ہیں جب قحط سالی لاحق ہوتی ہے اور مقام شریٰ کے شیر ہوتے ہیں جب لڑائی سخت ہو۔

۲۵۔ تنگ دستی ان کی ہتھیلی کی کشادگی کو سمیٹ نہیں سکتی وہ دونوں برابر ہیں خواہ وہ مال دار ہوں یا تنگ دست ہوں

۲۶۔ ان کے شریفانہ اخلاق اور سخاوت کے ساتھ فیاض ہاتھ ان کے حق میں مانع بن جاتے ہیں کہ مذمت ان کے آنگن میں اترے۔

۲۷۔ مخلوق میں کون سے لوگ ہیں جن کی گردنوں میں ان کی فضیلت کا طوق نہ ہو یا جس کے لیے احسانات نہ ہوں

۲۸۔ جسے اللہ کی معرفت حاصل ہے وہ ان کی فضیلت سے بھی آشنا ہے کیوں کہ قوموں نے انھیں کے گھرانے سے دین حاصل کی ہے۔

۲۹۔ اگر تم انھیں نہیں جانتے (تو کوئی حرج نہیں) کیوں کہ اللہ رب العزت انھیں جانتا ہے عرش اور لوح وقلم ان سے شناسا ہیں۔

۳۰۔ اور تمہارا یہ کہنا "من هذا؟" - یہ کون ہیں؟ - ان کے حق میں کچھ بھی مضر نہیں، جن سے تو نا آشنا ہے تمام عرب وعجم ان سے آشنا ہے۔

لغات وترکیب

غِيَاثٌ، واحد، غَيْثٌ، بارش، سخاوت۔ استوكَفَ الماءُ يستوكِفُ استيكافاً (استفعال) پانی ٹپکانا، پانی گرانے کی درخواست کرنا۔ عَرَا يعْرُو عرْواً (ن) پیش آنا۔ بَوَادِرُ، واحد، بَادِرَةٌ. غصہ کی تیزی۔ خَلَّةٌ، (ج) خِلَالٌ، عادت۔ اِفْتَرَضَ يَفْتَرِضُ اِفْتِرَاضاً (افتعال) قرض لینا۔ اِنْقَشَعَ يَنْقَشِعُ اِنْقِشَاعاً (انفعال) چھٹنا۔ دور

ہونا۔ زائل ہونا۔ غَیَاهِبُ، واحد، غَیْهَبٌ، تاریکی۔ مَعْشَرٌ، (ج) مَعَاشِرُ، جماعت، مراد آل رسول۔ اِسْتَدْفَعَ یَسْتَدْفِعُ اِسْتِدْفَاعاً (استفعال) دفاع کی درخواست کرنا۔ شر کو ہٹانے کی دعا کرنا۔ جَوادٌ، سخی۔ تیز رفتار گھوڑا۔ شَأْوٌ، مدت، غایت۔ اَزْمَةٌ، (ج) اَزَمَاتٌ، سختی، قحط۔ اَزَمَ یَأْزِمُ اَزْماً (ض) سخت ہونا۔ سختی لاحق ہونا۔ بَاسٌ، عذاب، جنگ۔ اِحْتَدَمَ یَحْتَدِمُ اِحْتِدَاماً (افتعال) سخت غضبناک ہونا۔ اَثْریٰ یُثْرِيْ اِثْرَاءً (افعال) بہت مال والا ہونا۔ سَاحَةٌ، (ج) سَاحَاتٌ، گھر کا صحن۔ هَضَمٌ، وَهُضُومٌ، فیاض۔ نَدِيَ یَنْدیٰ نَدیً (س) سخی ہونا۔ ضَارَ یَضِیْرُ ضَیْراً (ض) نقصان پہنچانا۔

"بِجَدِّهٖ" قَدْ خُتِمُوا سے متعلق ہے۔ "قدراً" تمیز کی بنیاد پر منصوب ہے۔ حُبُّهُم دینٌ، بغضُهُمْ کُفْرٌ، اور "قُربُهُمْ مَنْجاً ومُعتصم" یہ تینوں جملے "معشر" کی صفت ہیں اور محل جر میں ہیں۔ مَنْجاً اور متعصمٌ دونوں اسم ظرف ہیں۔ یابی بهم أن یَحُلّ الذَمُّ سَاحَتَهُم، خُلُق کریمٌ الخ "خُلُقٌ کریمٌ و ایدٍ بالندی هضم" معطوف علیہ و معطوف مل کر "یابی" کا فاعل ہے، اور "أن یحلّ الذَمّ ساحتهم" بتاویل مفرد ہو کر مفعول ہے۔ بضائرہ، لیس کی خبر ہے۔

فَغَضِبَ هِشَامٌ، وَ أَمَرَ بِحَبْسِ الْفَرَزْدَقِ بِعُسْفَانَ بَیْنَ مَکَّةَ وَالْمَدِیْنَةِ، وَبَلَغَ ذٰلِكَ عَلِيَّ بْنَ الْحُسَیْنِ، فَبَعَثَ إِلَی الْفَرَزْدَقِ بِاثْنَيْ عَشَرَ أَلْفَ دِرْهَمٍ، وَقَالَ: اِعْذِرْ، أَبَا فِرَاسٍ! فَلَوْ کَانَ عِنْدَنَا أَکْثَرَ مِنْ هٰذَا لَوَصَلْنَاكَ، فَقَالَ: یَابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ! مَا قُلْتُ مَا قُلْتُ إِلَّا غَضَباً لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلِرَسُوْلِهٖ، وَمَا کُنْتُ لِآخُذَ عَلَیْهِ شَیْئاً، قَالَ: شُکْراً لِلّٰهِ لَكَ، غَیْرَ أَنَّا أَهْلُ بَیْتٍ إِذَا أَنْفَذْنَا أَمْراً لَمْ نَعُدْ فِیْهِ، فَقَبِلَهَا، وَجَعَلَ یَهْجُو هِشَاماً، وَهُوَ فِي الْحَبْسِ فَبَعَثَ لَهٗ وَأَخْرَجَهٗ.

تو ہشام ناراض ہو گیا اور اس نے مکہ اور مدینے کے درمیان مقام "عسفان" میں فرزدق کے قید کا حکم دے دیا، یہ اطلاع حضرت علی بن حسینؓ کو ملی تو آپ نے فرزدق کے پاس بارہ ہزار درہم بھیجے، اور فرمایا: اے ابوفراس! معذور رکھو، کیوں کہ اگر ہمارے پاس اس سے زائد ہوتے تو ضرور ہم تم تک پہنچاتے، فرزدق نے کہا: اے فرزند رسول اللہ! میں نے جو کچھ کہا ہے اللہ اور اس کے رسول کے لیے غصے کی وجہ سے کہا ہے اور میں اس پر کچھ لینے والا نہیں ہوں، آپ نے فرمایا: اللہ کی خاطر آپ کا بہت بہت شکریہ، مگر یہ کہ ہم اہل بیت ہیں، جب کسی چیز کا فیصلہ کر دیتے ہیں تو اس کے بارے میں رجوع نہیں کرتے تو فرزدق نے انھیں قبول کر لیا، اور ہشام کی ہجو کرتا رہا قید میں ہونے کی حالت میں بھی، تو ہشام نے اس کے پاس پیغام بھیجا اور اسے نکال دیا۔

لغات وترکیب

عُسفان، مکہ سے دو مرحلے کی دوری پر واقع ہے۔ عَذَرَ یَعْذِرُ عُذْراً (ض) عذر قبول کرنا۔ اَنْفَذَ أمراً یُنْفِذُ إِنْفَاذاً

(انعال) نافذ کرنا۔ هَجَا يَهْجُوا هِجَاءً (ف) ہجو کرنا۔

مَا قُلْتُ مَا قُلْتُ۔ پہلا "ما" نافیہ ہے اور دوسرا موصولہ ہے۔ شکراً مفعول مطلق کی وجہ سے منصوب ہے فعل محذوف ہے أي أشكرُ شكراً لله لك۔

تشریح دینی عزت کے مقابلے میں دنیوی عزت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اگر کوئی کسی دنیادار کی عزت کرتا ہے اس کے مال ودولت اور جاہ ومنصب کی وجہ سے تو یہ عزت ظاہری ہوتی ہے حقیقی عزت تو یہ ہے کہ آدمی دل سے احترام کرے اور یہ اسی وقت ہوتا جب کسی کی دین داری اور اس کے علم وتقویٰ کی وجہ سے عزت کی جائے۔ جیسا کہ:

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ بغداد کے شہر "رقہ" تشریف لے گئے، آپ کے استقبال میں پورا شہر اُمڈ پڑا۔ ہارون رشید کی خلافت کا زمانہ تھا اس وقت ہارون رشید اپنی بیوی کے ساتھ شاہی برج میں بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مبارک کے استقبال کے دوران انھیں چھینک آ گئی اس پر انھوں نے "الحمد للہ" کہا اور ان کے جواب میں پورے مجمعے نے "يرحمك الله" کہا تو ایک شور بلند ہوگیا۔ ہارون رشید کو خیال ہوا کہ شاید کسی دشمن نے حملہ کردیا یا کوئی غنیم چڑھ آیا ہے۔ معلوم کرنے کے لیے فوراً آدمی دوڑائے، اس شخص نے آکر صورتِ حال بیان کی۔ جب ہارون رشید کی بیوی نے یہ واقعہ سنا تو ہارون سے کہا: تم یہ سمجھتے ہو کہ تم بڑے بادشاہ ہو، سچی بات تو یہ ہے کہ بادشاہت ان کی ہے، یہ لوگوں کے دلوں پر حکومت کرر ہے ہیں۔ (تاریخ بغداد ج:۱ ص:۱۵۶)

مُنَاظَرَةُ ابْنِ عَبَّاسٍ مَعَ الْخَوَارِجِ

أَسْنَدَ النَّسَائي فِي سُنَنِهِ الْكُبْرىٰ فِي خَصَائِصِ عَلِيٍّ إِلَى ابْنِ الْعَبَّاسِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ قَالَ: لَمَّا خَرَجَتِ الْحَرُورِيَّةُ اِعْتَزَلُوا فِي دَارٍ وَكَانُوا سِتَّةَ آلَافٍ، فَقُلْتُ لِعَلِيٍّ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! أَبْرِدْ بِالصَّلٰوةِ، لَعَلِّي أُكَلِّمُ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمَ، قَالَ: إِنِّي أَخَافُهُمْ عَلَيْكَ قُلْتُ: كَلَّا، فَلَبِسْتُ ثِيَابِي، وَمَضَيْتُ إِلَيْهِمْ، حَتّٰى دَخَلْتُ عَلَيْهِمْ فِي دَارٍ، وَهُمْ مُجْتَمِعُونَ فِيهَا، فَقَالُوا: مَرْحَباً بِكَ، يَا ابْنَ عَبَّاسٍ! مَا جَاءَ بِكَ؟ قُلْتُ: أَتَيْتُكُمْ مِنْ عِنْدِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَمِنْ عِنْدِ ابْنِ عَمِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصِهْرِهِ، وَعَلَيْهِمْ نَزَلَ الْقُرْآنُ، وَهُمْ أَعْرَفُ بِتَأْوِيلِهِ مِنْكُمْ، وَلَيْسَ فِيكُمْ مِنْهُمْ أَحَدٌ، جِئْتُ لِأُبَلِّغَكُمْ مَا يَقُولُونَ، وَأُبَلِّغَهُمْ مَا تَقُولُونَ، فَانْتَحَى لِي نَفَرٌ مِنْهُمْ، قُلْتُ: هَاتُوا مَا نَقَمْتُكُمْ عَلَى أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَابْنِ عَمِّهِ وَخَتَنِهِ وَأَوَّلِ مَنْ آمَنَ بِهِ، قَالُوا: ثَلَاثٌ، قُلْتُ مَا هِيَ؟ قَالُوا: إِحْدَاهُنَّ: أَنَّهُ حَكَّمَ الرِّجَالَ فِي دِينِ اللّٰهِ،

وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: "إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ" قُلْتُ: هٰذِهٖ وَاحِدَةٌ، قَالُوا: وَأَمَّا الثَّانِيَةُ: فَإِنَّهُ قَاتَلَ وَلَمْ يَسْبِ وَلَمْ يَغْنَمْ، فَإِنْ كَانُوا كُفَّاراً فَقَدْ حَلَّتْ لَنَا نِسَاؤُهُمْ وَأَمْوَالُهُمْ، وَإِنْ كَانُوا مُؤْمِنِيْنَ فَقَدْ حَرُمَتْ عَلَيْنَا دِمَاؤُهُمْ، قُلْتُ: هٰذِهٖ أُخْرٰى، قَالُوا: وَأَمَّا الثَّالِثَةُ: فَإِنَّهُ مَحَا نَفْسَهُ مِنْ أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَإِنَّهُ يَكُوْنُ أَمِيْرَ الْكَافِرِيْنَ.

قُلْتُ: هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ غَيْرُهٰذَا؟ قَالُوا: حَسْبُنَا هٰذَا، قُلْتُ: أَرَأَيْتُمْ إِنْ قَرَأْتُ عَلَيْكُمْ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ وَحَدَّثْتُكُمْ مِنْ سُنَّةِ نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَرُدُّ قَوْلَكُمْ هٰذَا تَرْجِعُوْنَ؟ قَالُوا: اَللّٰهُمَّ نَعَمْ، قُلْتُ: أَمَّا قَوْلُكُمْ أَنَّه حَكَّمَ الرِّجَالَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ فَأَنَا أَقْرَأُ عَلَيْكُمْ أَنْ قَدْ صَيَّرَ اللّٰهُ حُكْمَهٗ إِلَى الرِّجَالِ فِيْ أَرْنَبٍ ثَمَنُهَا رُبْعُ دِرْهَمٍ، قَالَ تَعَالٰى: "لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ" إِلٰى قَوْلِهٖ "يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ" وَقَالَ فِي الْمَرْأَةِ وَزَوْجِهَا: "وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَماً مِنْ أَهْلِهٖ وَحَكَماً مِّنْ أَهْلِهَا" أَنْشُدُكُمُ اللّٰهَ، أَحُكْمُ الرِّجَالِ فِيْ حَقْنِ دِمَائِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَإِصْلَاحِ ذَاتِ بَيْنِهِمْ أَحَقُّ أَمْ فِيْ أَرْنَبٍ ثَمَنُهَا رُبْعُ دِرْهَمٍ؟ قَالُوا: اَللّٰهُمَّ! بَلْ فِيْ حَقْنِ دِمَائِهِمْ وَإِصْلَاحِ ذَاتِ بَيْنِهِمْ، قُلْتُ أَخَرَجْتُ مِنْ هٰذِهٖ؟ قَالُوا: اَللّٰهُمَّ! نَعَمْ، قُلْتُ: وَأَمَّا قَوْلُكُمْ: أَنَّهُ قَاتَلَ وَلَمْ يَسْبِ وَلَمْ يَغْنَمْ، أَتَسْبُوْنَ أُمَّكُمْ عَائِشَةَ؟ فَتَسْتَحِلُّوْنَ مِنْهَا مَا تَسْتَحِلُّوْنَ مِنْ غَيْرِهَا، وَهِيَ أُمُّكُمْ، لَئِنْ فَعَلْتُمْ لَقَدْ كَفَرْتُمْ، فَإِنْ قُلْتُمْ لَيْسَتْ أُمَّنَا فَقَدْ كَفَرْتُمْ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى "اَلنَّبِيُّ أَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهٗ أُمَّهٰتُهُمْ" فَأَنْتُمْ بَيْنَ ضَلَالَتَيْنِ، فَأْتُوا مِنْهَا بِمَخْرَجٍ، أَخَرَجْتُ مِنْ هٰذِهِ الْأُخْرٰى؟ قَالُوا: اَللّٰهُمَّ! نَعَمْ، قُلْتُ: وَأَمَّا قَوْلُكُمْ: أَنَّهُ مَحَا نَفْسَهُ مِنْ أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ فَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا قُرَيْشاً يَوْمَ الْحُدَيْبِيَّةِ عَلٰى أَنْ يَكْتُبَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهُمْ كِتَاباً، فَقَالَ أُكْتُبْ هٰذَا مَا قَاضٰى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ، فَقَالُوا: وَاللّٰهِ لَوْ كُنَّا نَعْلَمُ أَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا صَدَدْنَاكَ عَنِ الْبَيْتِ وَلَا قَاتَلْنَاكَ، وَلٰكِنْ أُكْتُبْ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ: وَاللّٰهِ إِنِّيْ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَإِنْ كَذَّبْتُمُوْنِيْ، يَا عَلِيُّ! أُكْتُبْ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، فَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرٌ مِنْ عَلِيٍّ، وَقَدْ مَحَا نَفْسَهٗ وَلَمْ يَكُنْ مَحْوُهٗ ذٰلِكَ مَحْواً مِنَ النُّبُوَّةِ، أَخَرَجْتُ مِنْ هٰذِهِ الْأُخْرٰى؟ قَالُوا: اَللّٰهُمَّ! نَعَمْ، فَرَجَعَ مِنْهُمْ [illegible]، وَبَقِيَ سَائِرُهُمْ فَقُتِلُوْا عَلٰى ضَلَالَتِهِمْ قَتَلَهُمُ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْأَنْصَارُ رِضْوَانُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِمْ أَجْمَعِيْنَ.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا خوارج کے ساتھ مناظرہ

امام نسائی نے اپنی سنن کبریٰ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیات کے سلسلے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تک سند کو پہنچایا، ان کا بیان ہے: جب جماعت حروریہ نے بغاوت کی تو وہ سب کے سب علاحدہ ایک مکان میں چلے گئے، اور وہ چھ ہزار تھے، تو میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: اے امیر المؤمنین! نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھیے ممکن ہے مجھے ان لوگوں سے گفتگو کا موقع مل جائے، آپ نے فرمایا: مجھے ان کی طرف سے آپ پر اندیشہ ہے، میں نے کہا: ہرگز نہیں، چناں چہ میں نے اپنے کپڑے پہنے اور ان کے پاس گیا، یہاں تک کہ میں ان کے پاس مکان میں اندر چلا گیا۔ وہ سب کے سب اُس مکان میں جمع تھے، تو ان سب نے کہا: ابن عباس! آپ کا آنا مبارک ہو، کیسے آنا ہوا؟ میں نے کہا: میں تمہارے پاس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مہاجرین وانصار صحابہ کے پاس سے اور حضورؐ کے چچازاد بھائی اور آپؐ کے داماد کے پاس سے آیا ہوں، اور انھیں پر قرآن کریم کا نزول ہوا ہے اور وہ تمہارے مقابلے میں قرآن کریم کی تفسیر کو زیادہ جاننے والے ہیں، اور تم میں ان میں سے کوئی نہیں ہے، میں آیا ہوں تاکہ ان کی بات تم تک پہنچادوں، اور تمہاری بات ان تک پہنچادوں، تو ان میں سے ایک جماعت میری طرف مائل ہوگئی، میں نے کہا: بیان کرو جو چیز تمہیں صحابۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے چچازاد بھائی، آپؐ کے داماد اور آپؐ پر سب سے پہلے ایمان لانے والے صحابی میں بری لگی ہو، انھوں نے کہا: تین باتیں ہیں، میں نے کہا: وہ کیا ہیں؟ انھوں نے کہا: ان میں سے ایک تو یہ کہ انھوں نے (حضرت علی نے) اللہ کے دین کے معاملے میں لوگوں کو حکم مان لیا، جب کہ اللہ رب العزت کا فرمان ہے: ''إن الحكم إلا لله'' - فیصلہ صرف خدا کے لیے ہے- میں نے کہا: یہ تو ایک بات ہوئی، انھوں نے کہا: بہرحال دوسری بات تو یہ کہ انھوں نے (حضرت علی نے) جنگ کی مگر نہ تو قید کیا اور نہ مال غنیمت حاصل کی، پس اگر وہ لوگ (اصحاب معاویہ) کافر تھے تو ان کی عورتیں اور ان کے اموال ہمارے لیے حلال ہوگئے، اور اگر وہ مومن تھے تو ان کا خون ہمارے اوپر حرام تھا (تو جنگ کیوں لڑی گئی) میں نے کہا: یہ دوسری بات ہوئی، انھوں نے کہا: اور بہرحال تیسری بات تو یہ کہ حضرت علی نے امیر المؤمنین کا لقب اپنے سے ختم کردیا، پس اگر وہ امیر المؤمنین نہیں تو امیر الکافرین ہوں گے۔

میں نے کہا: کیا تمہارے پاس ان کے علاوہ کوئی اور بات ہے؟ انھوں نے کہا: ہمارے لیے یہی کافی ہے، میں نے کہا: اچھا بتاؤ اگر میں تمہارے سامنے کتاب اللہ کی کوئی آیت پڑھوں، یا تمہارے سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث پیش کروں جو تمہاری بات کی تردید کردے تو تم رجوع کرلو گے؟ انھوں نے کہا: خدا شاہد ہے ہاں! میں نے کہا: جہاں تک تمہارا یہ کہنا ہے کہ انھوں نے اللہ کے دین کے سلسلے میں لوگوں کو حکم بنایا ہے تو میں تمہارے سامنے پڑھتا ہوں کہ اللہ رب العزت نے اپنا فیصلہ لوگوں کی جانب پھیر دیا ہے ایک خرگوش کے سلسلے میں جس کی قیمت ربع درہم ہے، ارشاد

باری ہے: "یٰایها الَّذِینَ اٰمَنُوا لَا تقتلو الصیدالخ" -اے ایمان والو! وحشی شکار کو قتل مت کرو جب کہ تم حالتِ احرام میں ہو اور جو شخص تم میں سے اس کو جان بوجھ کر قتل کرے گا تو اس پر پاداش واجب ہوگی جو کہ مساوی ہوگی اس جانور کے جس کو اس نے قتل کیا ہے جس کا فیصلہ تم میں سے دو معتبر شخص کر دیں- اور زوجین کے بارے میں فرمایا: "وإن خفتم شقاق بینهما الخ" -اور اگر تم کو ان دونوں میاں بیوی کے درمیان اختلاف کا اندیشہ ہو تو تم لوگ ایک آدمی کو جو تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو مرد کے خاندان سے اور ایک آدمی کو جو تصفیہ کی لیاقت رکھتا ہو عورت کے خاندان سے بھیجو- میں تمھیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا لوگوں کو ان کے خون اور جان اور ان کے باہمی اصلاح کے سلسلے میں حکم بنانا زیادہ اہم ہے یا اس خرگوش کے سلسلے میں جس کی قیمت ربع درہم ہے؟ انھوں نے کہا: خدایا، بل کہ ان کے جان اور باہمی اصلاح کے سلسلے میں، میں نے کہا: کیا میں اِس سے سبک دوش ہوگیا؟ انھوں نے کہا: خدایا ہاں- میں نے کہا: اور رہا تمہارا یہ کہنا کہ انھوں نے جنگ کیا مگر نہ قید کیا اور نہ مالِ غنیمت حاصل کی، تو کیا تم اپنی ماں حضرت عائشہؓ کو قید کرو گے اور تم ان سے اُس چیز کو حلال سمجھو گے جو تم دوسروں سے حلال سمجھتے ہو جب کہ وہ تمہاری ماں ہیں، اگر تم نے ایسا کیا تو تم کافر ہو جاؤ گے، اور اگر تم یہ کہو گے کہ وہ ہماری ماں نہیں ہیں تب بھی تم کافر ہو جاؤ گے، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: "النبي أولى الخ" - نبی مومنین کے ساتھ خود ان کے نفس سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں اور آپ کی بیویاں ان کی مائیں ہیں- پس تم دو گمراہوں کے درمیان ہو سو اس سے نکلنے کی سبیل پیش کرو- کیا میں اِس دوسری بات سے بھی نکل چکا؟ انھوں نے کہا: خدایا، ہاں- میں نے کہا: اور رہا تمہارا یہ کہنا کہ انھوں نے اپنے آپ سے امیر المؤمنین کو ختم کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حدیبیہ کے دن قریش کو اس بات پر آمادہ کیا کہ اپنے اور ان کے درمیان صلح نامہ لکھ دیں، تو آپؐ نے فرمایا: لکھو یہ وہ صلح نامہ ہے جس پر محمد رسول اللہ نے صلح کیا ہے، تو انھوں نے کہا: بخدا اگر ہمیں یہ یقین ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کو بیت اللہ سے نہ روکتے اور نہ ہی ہم آپ سے قتال کرتے، بل کہ "محمد بن عبد اللہ" لکھیے، تو آپؐ نے فرمایا: بخدا میں اللہ کا رسول ہوں، خواہ تم میری تکذیب کرو، اے علی! محمد بن عبد اللہ لکھو، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی سے کہیں بہتر ہیں پھر بھی آپؐ نے اپنے آپ سے (رسول اللہ) کو ختم کر دیا مگر یہ مٹانا نبوت سے نام کا مٹانا نہیں تھا، کیا میں اس تیسری بات سے بھی نکل چکا، انھوں نے کہا: خدایا: ہاں- پس ان میں سے دو ہزار آدمیوں نے رجوع کر لیا اور دیگر لوگ رہ گئے، سو وہ اپنی گمراہی پر قتل کر دیئے گئے، انھیں مہاجرین و انصار رضوان اللہ علیہم اجمعین نے قتل کیا۔

لغات و ترکیب

نَاظَرَ یُنَاظِرُ مُنَاظَرَةً (مفاعلة) مناظرہ کرنا- حروریة، خوارج کی ایک جماعت کا نام ہے- صِهْرٌ، (ج) أَصْهَارٌ، داماد- انتحی لأحد ینتحي انتحاءً (افتعال) جھکنا، اعتماد کرنا- نَقَمَ علی ومن فلان یَنْقِمُ نَقْماً، عیب لگانا- بہت مکروہ جاننا- خَتَنٌ، (ج) أَخْتَانٌ، سسر، سالہ، داماد- بَعَثَ یَبْعَثُ بَعْثاً (ف) بھیجنا- حَقَنَ یَحْقِنُ حَقْناً

الدّم (ن ض) خون گرانے سے، بچانا۔ حفاظت کرنا۔ قاضی علی شيء يُقاضي مُقاضاةً (مفاعلة) صلح کرنا۔
مرحباً بك أي نرحبُ مرحباً، مفعولِ مطلق کی وجہ سے منصوب ہے۔ "وأنتم حُرم" لا تقتلوا سے حال واقع ہے۔ أُمُّكُم عَائشَةَ "عائشة" أمّكم سے بدل واقع ہے۔ بدل با مبدل منہ مفعول "تسبّونَ".

تشریح حرور یہ خوارج کی وہ جماعت ہے جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر سے خروج اختیار کر کے مقامِ "حرورا" میں جا کر قیام کیا تھا اور وہاں عبداللہ بن الکوا کو اپنی نمازوں کا امام اور شیث بن ربعی کو سپہ سالار مقرر کر لیا تھا، اس گروہ نے "حرورا" میں اپنا نظام درست کر کے یہ اعلان کر دیا کہ:

"بیعت صرف خدائے تعالیٰ کی ہے۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے موافق نیک کاموں کے لیے حکم دینا، برے کاموں سے منع کرنا ہمارا فرض ہے، کوئی خلیفہ اور کوئی امیر نہیں ہے، فتح حاصل ہونے کے بعد سارے کام تمام مسلمانوں کے مشورے اور کثرتِ رائے سے انجام دیا جایا کریں گے۔ امیر معاویہؓ اور علیؓ دونوں یکساں خطا کار ہیں"۔

خوارج کی اِن حرکات کا حال معلوم کر کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے نہایت ضبط وتحمل اور درگذر سے کام لیا، کوفہ میں داخل ہو کر اول ان لوگوں کے اہل وعیال کو جو صفین میں مارے گئے تھے، تسکین وتشفی دی اور کہا: جو لوگ میدانِ صفین میں مارے گئے ہیں وہ سب شہید ہوئے ہیں، پھر آپ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو خوارج کے پاس بھیجا کہ وہ ان کو سمجھائیں اور راہِ راست پر لائیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے ان کے لشکر گاہ میں پہنچ کر اُن کو سمجھانا چاہا مگر وہ بحث ومباحثہ پر اتر آئے اور ان کے درمیان وہ بحث ومباحثہ ہوا جو درس میں مذکور ہے۔

يَوْمُ أُحُدٍ

رُوِيَ أَنَّ الْمُشْرِكِيْنَ نَزَلُوا بِأُحُدٍ يَوْمَ الْأَرْبِعَاءِ ثَانِي عَشَرَ شَوَّالٍ سَنَةَ ثَلَاثٍ مِنَ الْهِجْرَةِ، فَاسْتَشَارَ الرَّسُولُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَأَصْحَابُهُ وَقَدْ دَعَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِي بْنِ سَلُولٍ وَلَمْ يَدْعُهُ مِنْ قَبْلُ، فَقَالَ هُوَ وَأَكْثَرُ الْأَنْصَارِ: أَقِمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! بِالْمَدِيْنَةِ، وَلَا تَخْرُجْ إِلَيْهِمْ؛ فَوَ اللّٰهِ مَا خَرَجْنَا مِنْهَا إِلٰى عَدُوٍّ إِلَّا أَصَابَ مِنَّا وَلَا دَخَلَهَا عَلَيْنَا إِلَّا أَصَبْنَا مِنْهُ، فَكَيْفَ وَ أَنْتَ فِيْنَا، فَدَعْهُمْ، فَإِنْ أَقَامُوا أَقَامُوا بِشَرِّ مَجْلِسٍ، وَ إِنْ دَخَلُوا قَاتَلَهُمُ الرِّجَالُ، وَرَمَاهُمُ النِّسَاءُ وَالصِّبْيَانُ بِالْحِجَارَةِ، وَإِنْ رَجَعُوا رَجَعُوا خَائِبِيْنَ، وَأَشَارَ بَعْضُهُمْ إِلَى الْخُرُوجِ. فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِنِّي رَأَيْتُ فِي مَنَامِي بَقَرَةً مَذْبُوحَةً حَوْلِي، فَأَوَّلْتُهَا خَيْراً، وَرَأَيْتُ فِي ذُبَابِ سَيْفِي ثُلْماً فَأَوَّلْتُه هَزِيْمَةً، وَرَأَيْتُ كَأَنِّي أَدْخَلْتُ يَدِي فِي دِرْعٍ حَصِيْنَةٍ، فَأَوَّلْتُهَا الْمَدِيْنَةَ، فَإِنْ رَأَيْتُمْ تُقِيْمُوا بِالْمَدِيْنَةِ وَتَدْعُوهُمْ، فَقَالَ

رِجَالٌ فَاتَتْهُمْ بَدْرٌ وَاَكْرَمَهُمُ اللّٰهُ بِالشَّهَادَةِ يَوْمَ أُحُدٍ: أَخْرِجْ بِنَا إِلَى أَعْدَائِنَا، وَبَالَغُوا حَتّٰى دَخَلَ فَلَبِسَ لَامَتَهُ، فَلَمَّا رَأَوْا ذٰلِكَ نَدِمُوا عَلَى مُبَالَغَتِهِمْ، وَقَالُوا اِصْنَعْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! مَا رَأَيْتَ، فَقَالَ: لَا يَنْبَغِي لِنَبِيٍّ أَنْ يَّلْبَسَ لَامَتَهُ فَيَضَعَهَا حَتّٰى يُقَاتِلَ فَخَرَجَ بَعْدَ صَلٰوةِ الْجُمُعَةِ، وَأَصْبَحَ بِشِعْبِ أُحُدٍ يَوْمَ السَّبْتِ، وَنَزَلَ فِي عُدْوَةِ الْوَادِي، وَجَعَلَ ظَهْرَهُ وَعَسْكَرَهُ إِلَى أُحُدٍ، وَسَوّٰى صَفَّهُمْ، وَأَمَّرَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ جُبَيْرٍ عَلَى الرُّمَاةِ وَقَالَ: اِنْضَحُوا عَنَّا بِالنَّبْلِ، لَا يَاتُونَا مِنْ وَرَائِنَا، وَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اُثْبُتُوا فِي هٰذَا الْمَقَامِ، وَإِذَا عَايَنُوكُمْ وَوَلَّوكُمُ الْأَدْبَارَ فَلَا تَطْلُبُوا الْمُدْبِرِيْنَ، وَلَا تَخْرُجُوا مِنْ هٰذَا الْمَقَامِ كَيْلَا يَتَمَكَّنُوا مِنْ أَنْ يَاتُونَا مِنْ وَّرَائِنَا، ثُمَّ اخْتَزَلَ عَبْدُ اللّٰهِ وَبَقِيَ الْمُسْلِمُونَ حَتّٰى هَزَمُوا الْمُشْرِكِيْنَ، فَطَمِعُوا أَنْ تَكُونَ هٰذِهِ الْوَاقِعَةُ كَوَاقِعَةِ بَدْرٍ وَطَلَبُوا الْمُدْبِرِيْنَ، وَتَرَكُوا الْمَوْضِعَ الَّذِي أَمَرَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالثَّبَاتِ فِيْهِ، ثُمَّ اشْتَغَلُوا بِطَلَبِ الْغَنَائِمِ.

فَلَمَّا خَالَفُوا أَمْرَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْهَزَمُوا لِيَعْلَمُوا أَنَّ مَا وَقَعَ يَوْمَ بَدْرٍ إِنَّمَا حَصَلَ بِبَرْكَةِ صَبْرِهِمْ وَطَاعَتِهِمْ لِلّٰهِ وَلِرَسُولِهِ، فَلَمَّا لَمْ يَصْبِرُوا عَلَى طَاعَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا أَمَرَهُمْ بِهِ، وَلَمْ يَتَّقُوا عَاقِبَةَ مُخَالَفَتِهِ تَرَكَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى مَعَ عَدُوِّهِمْ، فَلَمْ يَقْوَوْا لَهُمْ حَيْثُ نَزَعَ اللّٰهُ الرُّعْبَ مِنْ قُلُوبِ الْمُشْرِكِيْنَ، فَكَرَّ عَلَيْهِمُ الْمُشْرِكُونَ، وَتَفَرَّقَ الْعَسْكَرُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَقِيَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ وَرَجُلَانِ مِنْ قُرَيْشٍ.

وَقَصَدَ الْكُفَّارُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَشَجُّوا رَأْسَهُ وَكَسَرُوا رُبَاعِيَّتَهُ، وَثَبَتَ مَعَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ طَلْحَةٌ وَوَقَاهُ بِيَدِهِ، فَشَلَّتْ اِصْبَعَاهُ، وَصَارَ مَجْرُوحاً فِي أَرْبَعَةٍ وَّ عِشْرِيْنَ مَوْضِعاً، وَلَمَّا أُصِيْبَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا أَصَابَهُ مِنَ الشَّجِّ وَكَسْرِ الرُّبَاعِيَّةِ، وَغَلَبَ عَلَيْهِ الْغَشْيُ اِحْتَمَلَهُ وَرَجَعَ بِهِ الْقَهْقَرٰى، وَكُلَّمَا أَدْرَكَهُ وَاحِدٌ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ كَانَ يَضَعُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُقَاتِلُهُ حَتّٰى أَوْصَلَهُ إِلَى مَكَانٍ فِيْهِ جُمْلَةٌ مِنَ الصَّحَابَةِ، فَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: أَوْجَبَ طَلْحَةُ، فَوَقَعَتِ الصَّيْحَةُ فِي الْعَسْكَرِ أَنَّ مُحَمَّداً قَدْ قُتِلَ، وَكَانَ فِي جُمْلَةِ مَنْ مَعَهُ مِنَ الصَّحَابَةِ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ يُكْنٰى أَبَا سُفْيَانَ فَنَادَى الْأَنْصَارَ وَقَالَ: هٰذَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرَجَعَ إِلَيْهِ الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ، وَكَانَ قَدْ قُتِلَ مِنْهُمْ

سَبْعُونَ، وَكَثُرَتْ فِيهِمِ الجِرَاحُ، فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا ذَبَّ عَنْ إِخْوَانِهِ وَشَدَّ عَلَى الْمُشْرِكِينَ بِمَنْ مَعَهُ حَتّٰى كَفَّهُمْ عَلَى الْقَتْلٰى وَالْجَرْحٰى، وَأَعَانَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى حَتّٰى هَزَمُوا الْكُفَّارَ.

واقعۂ احد

مروی ہے کہ ۱۲/شوال ۳ھ بروز چہارشنبہ مشرکین احد پہاڑ پر اتر آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے مشورہ کیا اور عبد اللہ ابن ابی ابن سلول کو بھی بلالیا، حالاں کہ اس سے پہلے آپ نے اُسے کبھی نہیں بلایا تھا، چناں چہ عبد اللہ بن ابی اور اکثر انصار صحابہ نے فرمایا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مدینہ ہی میں قیام فرمائیں اور اُن کے پاس (اُن کے مقابلے کے لیے) تشریف نہ لے جائیں، کیوں کہ بخدا ہم مدینے سے کسی دشمن کی طرف نہیں نکلے مگر یہ کہ اس نے ہم پر قابو پالیا اور دشمن ہمارے خلاف مدینے میں داخل نہیں ہوا، مگر یہ کہ ہم نے اس پر قابو پالیا، تو بھلا کیسے کامیابی حاصل نہ ہوگی، جب کہ آپ ہمارے درمیان موجود ہیں، سو آپ انھیں چھوڑ دیجیے، پس اگر وہ وہیں ٹھہرے رہے تو بری مجلس میں ٹھہرے رہیں گے اور اگر وہ (مدینے میں) داخل ہوئے تو مرد ان سے قتال کریں گے اور عورتیں اور بچے ان پر پتھراو کریں گے اور اگر لوٹیں گے تو ناکام و نامراد لوٹیں گے۔ اور بعض صحابۂ کرام نے (مقابلے کے لیے) نکلنے کا مشورہ دیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب میں اپنے ارد گرد ذبح کی ہوئی بکری دیکھی ہے، تو میں نے اس کی بہتر تعبیر نکالی ہے، اور میں نے اپنی تلوار کی دھار میں دندانے دیکھے ہیں تو میں نے اس کی تعبیر شکست سے نکالی ہے۔ اور میں نے دیکھا کہ گویا میں نے اپنا ہاتھ مضبوط زرہ میں داخل کیا ہے، تو میں نے اس کی تعبیر مدینے سے کی ہے، پس اگر تم یہ مناسب سمجھو کہ مدینے میں ٹھہرے رہو اور انھیں چھوڑ دو (تو ایسا کرلو) تو اُن افراد نے جو جنگ بدر سے رہ گئے تھے اور جنھیں اللہ رب العزت نے احد کے دن شہادت سے نوازا کہا: (اے اللہ کے رسول) ہمیں لے کر دشمنوں کی جانب نکلئے اور انھوں نے اصرار کیا، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لے گئے اور اپنی زرہ پہن لی، تو جب ان حضرات نے یہ دیکھا تو انھیں اپنے اصرار پر ندامت ہوئی اور عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! آپ کی جو رائے ہو وہی کیجیے، تو آپؐ نے فرمایا: کسی نبی کے شایانِ شان نہیں کہ وہ اپنی زرہ پہن کر اسے اتار دے تا آں کہ وہ قتال کرے، چناں چہ جمعہ کی نماز کے بعد آپؐ نکلے، اور شنبہ کے دن احد کی گھاٹی میں صبح کی اور وادی کے بلند حصے پر فروکش ہوئے، اور اپنی پشت اور اپنے لشکر کو احد کی جانب کر دیا اور ان کی صف درست کی، اور حضرت عبد اللہ بن جبیر کو تیر اندازوں کا امیر بنایا اور فرمایا: یہاں سے تیر اندازی کرو تا کہ وہ (دشمن) ہم تک ہمارے پیچھے سے نہ پہنچ سکیں، اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سب اسی جگہ ٹھہرے رہو اور جب وہ تمہیں دیکھیں اور پیٹھ پھیر کر بھاگنے لگیں، تو تم پیٹھ پھیر کر بھاگنے والوں کی تلاش میں مت پڑنا، اور تم اس جگہ سے ہٹنا مت، تا کہ وہ ہمارے پیچھے سے ہم تک پہنچ نہ سکیں، پھر عبد اللہ بن ابی علاحدہ ہوگیا اور دیگر مسلمان رہ گئے،

یہاں تک کہ انھوں نے مشرکین کو شکست دی، پھر مسلمانوں کا خیال ہوا کہ یہ واقعہ بدر کے واقعے کی طرح ہے اور پیٹھ پھیر کر بھاگنے والوں کے طلب میں لگ گئے اور اس جگہ کو چھوڑ دیا جہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھہرے رہنے کا حکم دیا تھا، پھر وہ مالِ غنیمت کے حصول میں لگ گئے۔

تو جب انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کی تو انھیں شکست ہوئی، تاکہ انھیں معلوم ہو جائے کہ بدر کے دن جو کچھ ہوا وہ محض ان کے صبر اور اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کی برکت سے ہوا، تو جب انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت پر ثابت قدمی کا مظاہرہ نہیں کیا اُس چیز میں جس کا آپؐ نے انھیں حکم دیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کے انجام سے نہ ڈرے تو اللہ رب العزت نے انھیں ان کے دشمن کے ساتھ چھوڑ دیا، چناں چہ وہ (مسلمان) اُن کے سامنے قوت کا مظاہرہ نہ کر سکے اس وجہ سے کہ اللہ رب العزت نے مشرکین کے دلوں سے رعب نکال دیا تھا، چناں چہ انھوں نے مسلمانوں پر دوبارہ حملہ کر دیا اور پورا لشکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منتشر ہو گیا، یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سات انصار اور دو قریشی رہ گئے۔

اور کفار نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ کیا، چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرِ مبارک کو زخمی کر دیا اور آپ کے رباعی (نیچے کے نوکیلے دانت) کو بھی شہید کر دیا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اُس دن حضرت طلحہ جمے رہے اور آپؐ کو اپنے ہاتھ سے بچایا جس کے نتیجے میں آپ کی دو انگلیاں شل ہو گئیں اور چوبیس زخم آئے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچی سر مبارک کے زخمی ہونے اور دندان مبارک کے شہید ہونے سے اور آپؐ پر غشی طاری ہو گئی تو حضرت طلحہؓ نے آپ کو اٹھا لیا اور الٹے پاؤں لوٹ گئے، اور جب کوئی مشرک آپ سے ملتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رکھ کر اس سے قتال کرتے، یہاں تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُس جگہ پہنچا دیا جہاں تمام صحابۂ کرام تھے، اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: "او جب طلحة" طلحہؓ نے (اپنے لیے جنت) واجب کر لی، پھر لشکر میں شور مچ گیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم شہید کر دیئے گئے اور اُن تمام صحابہ میں جو آپ کے پاس تھے ایک انصاری صحابی تھے جن کی کنیت ابو سفیان تھی، تو انھوں نے انصار کو آواز دی اور فرمایا: یہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، تو مہاجرین وانصار لوٹ کر آپ کے پاس آگئے، اور ان میں سے ستر شہید کر دیئے گئے تھے اور بہت سے زخمی ہوئے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اس شخص پر جس نے اپنے بھائیوں کی جانب سے دفاع کیا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ مشرکین پر حملہ کیا یہاں تک کہ ان کو مقتولین ومجروحین پر (تعدی کرنے سے) روک دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی اعانت فرمائی یہاں تک کہ انھوں نے کفار کو شکست دے دی۔

لغات وترکیب

اِسْتَشَارَ يَسْتَشِيرُ اِسْتِشَارَةً (استفعال) مشورہ کرنا۔ خَابَ يَخِيبُ خَيْبَةً (ض) رسوا ہونا، ذلیل ہونا۔ ذُبَابُ السَّيفِ، تلوار کی دھار، ثُلْمٌ، دندانہ۔ دِرْعٌ، (ج) دُرُوعٌ، زرہ۔ لَامَةٌ، ج، لأم، مضبوط زرہ۔ شَعْبٌ، ج، شِعَابٌ،

پہاڑی راستہ۔ عُدْوَۃٌ، (ج) عِدیٰ، اونچی جگہ، وادی کا کنارہ۔ رُمَاۃٌ، واحد، رامٍ، تیرانداز۔ نَضَحَ بالنبل یَنْضِحُ نضحاً (ف،ض) تیراندازی کرنا۔ نَبْلٌ، ج، نِبَالٌ، تیر۔ اِخْتَزَلَ یَخْتَزِلُ اِخْتِزَالاً (افتعال) علاحدہ ہونا۔ غَنَائِمُ، واحد، غنیمۃ، مالِ غنیمت۔ نَزَعَ یَنْزِعُ نزعاً (ض) کھینچنا، نکالنا، سلب کرنا۔ کَرَّ یَکُرُّ کرّاً (ن) دوبارہ حملہ کرنا۔ شَجَّ یَشُجُّ شجاً (ن) زخمی کرنا۔ رُبَاعِیَۃٌ، نیچے کا نوکیلا دانت۔ شَلَّ یَشَلُّ شلاً (س) شل ہوجانا، بیکار ہوجانا۔ القَہْقَریٰ، الٹے پاؤں لوٹنا۔ ذَبَّ عن احدٍ یَذُبُّ ذباً (ن) کسی کی جانب سے دفاع کرنا۔

وان رجعوا، یہ جملہ شرط ہے اور "رجعوا خائبین" جزا ہے۔ خائبین حال واقع ہے۔ فلمّا خالفوا امرہ انھزموا لیعلموا اَنّ ما وقع یوم بدر الخ۔ "انھزموا" لمّا کا جواب ہے اور "لیعلموا" انہزام کی علت ہے اور "انھزموا" ہی سے متعلق ہے، اور اِنّما حصل ببرکۃ صبرھم الخ یہ جملہ "اَنّ" کی خبر واقع ہے۔ حتی میں یہ بھی احتمال ہے کہ "حتی" راوی کا قول ہو۔ اور اگر "علی" بمعنی "عن" ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہوگا۔

تشریح احد، مدینہ منورہ کے ایک مشہور پہاڑ کا نام ہے، مدینہ سے کم وبیش دو میل کے فاصلے پر واقع ہے، یہ پہاڑ دوسرے پہاڑوں سے منفرد اور علاحدہ ہے، غزوۂ احد کی تفصیل یہ ہے کہ:

قریشِ مکہ جب بدر سے بے طرح شکست کھا کر مکہ واپس ہوئے تو یہ معلوم ہوا کہ وہ کاروانِ تجارت جس کو ابوسفیان ساحلی راستے سے بچا کر نکال لائے تھے، وہ مع اصل سرمایہ اور زرِ منافع دار الندوہ میں بطورِ امانت محفوظ ہے، بدر کی اس بے طرح ہزیمت اور ذلت آمیز شکست کا زخم یوں تو ہر شخص کے دل میں تھا؛ لیکن جن لوگوں کے باپ، بیٹے، بھائی، بھتیجے اور رشتے دار و اقارب بدر میں مارے گئے تھے ان کو رہ رہ کر جوش آتا تھا، جذبۂ انتقام سے ہر شخص کا سینہ لبریز تھا۔

بالآخر ابوسفیان بن حرب، عبداللہ بن ابی ربیعہ، عکرمہ بن ابی جہل، حارث بن ہشام، حویطب بن عبدالعزیٰ، صفوان بن امیہ اور دیگر سردارانِ قریش ایک مجلس میں جمع ہوئے کہ جو کاروانِ تجارت بطور امانت محفوظ ہے اس میں سے اصل سرمایہ تو تمام شرکاء پر بطور حصص تقسیم کردیا جائے اور زرِ منافع کلیۃً محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جنگ کی تیاری میں صرف کیا جائے، تاکہ ہم مسلمانوں سے اپنے باپ، بیٹوں، تمام عزیزوں اور اعیان واشراف کا جو بدر میں مارے گئے ہیں انتقام لیں، بیک آواز سب نے نہایت طیبِ خاطر سے اس درخواست کو قبول کیا، اور زرِ منافع جس کی قیمت پچاس ہزار دینار تھی وہ سب اس کام کے لیے جمع کردیا۔

غرض یہ کہ قریش نے خوب تیاری کی اور عورتوں کو بھی ہمراہ لیا تاکہ وہ رجزیہ اشعار سے لڑنے والوں کی ہمت بڑھائیں اور بھاگنے والوں کو غیرت دلائیں، اور قبائل میں قاصد دوڑا دیے گئے کہ اس جنگ میں شریک ہوکر دادِ شجاعت دیں۔ اس طرح تین ہزار آدمیوں کا لشکر جمع ہوگیا جن میں سات سو زرہ پوش، دو سو گھوڑے، تین ہزار اونٹ اور پندرہ عورتیں ہمراہ تھیں، یہ تین ہزار کا لشکرِ جرار نہایت کروفر سے ابوسفیان بن حرب کی سرکردگی میں ۵/ شوال ۳ھ کو مکہ سے روانہ ہوا۔

حضرت عباسؓ نے یہ تمام حالات لکھ کر ایک تیز رو قاصد کے ہاتھ روانہ کر دیا اور یہ تاکید کر دی کہ تین دن کے اندر کسی طرح یہ خط آپ کے پاس پہنچا دے۔

حضور پرنور کا صحابہ سے مشورہ: خبر پاتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو بلا کر مشورہ کیا، اکابر مہاجرین وانصار نے یہ مشورہ دیا کہ مدینے ہی میں پناہ گزیں ہو کر مقابلہ کیا جائے؛ لیکن جو نوجوان بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے اور شوقِ شہادت میں بے تاب تھے ان کی یہ رائے ہوئی کہ مدینے سے باہر نکل کر ان پر حملہ کیا جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے خواب دیکھا کہ میں ایک مضبوط زرہ میں ہوں اور ایک گائے ہے جو ذبح کی جا رہی ہے۔

جس کی تعبیر یہ ہے کہ مدینہ بمنزلہ مضبوط زرہ کے ہے اور ذبح بقرہ سے اس طرف اشارہ ہے کہ میرے اصحاب میں سے کچھ لوگ شہید ہوں گے لہذا میری رائے میں مدینہ ہی میں قلعہ بند ہو کر مقابلہ کیا جائے اور خواب میں یہ بھی دیکھا کہ میں نے تلوار کو ہلایا، اس کے سامنے کا حصہ ٹوٹ کر گیا، پھر اسی تلوار کو دوبارہ ہلایا تو وہ تلوار پہلے سے زیادہ عمدہ ہو گئی۔ جس کی تعبیر یہ تھی کہ صحابہ کرام بمنزلہ تلوار کے تھے، جو آپ کے دشمنوں پر وار کرتے تھے، صحابہ کو جہاد میں لے جانا بمنزلہ تلوار کے ہلانے کے تھا، ایک مرتبہ ہلایا یعنی غزوہ احد میں تو اس کے سامنے کا حصہ ٹوٹ کر گر گیا، یعنی کچھ صحابہ شہید ہو گئے، پھر اسی تلوار کو دوسرے غزوہ میں استعمال کیا تو وہ تلوار پہلے سے زیادہ عمدہ اور تیز ہو گئی اور خوب دشمنوں پر چلی عبداللہ بن ابی رأس المنافقین سے بھی ہوشیار اور تجربہ کار ہونے کی وجہ سے مشورہ لیا گیا، اس نے یہ کہا کہ تجربہ یہ ہے کہ جب کسی دشمن نے مدینہ پر حملہ کیا اور اہل مدینہ نے اندرونِ شہر ہی رہ کر مقابلہ کیا تو فتح ہوئی اور جب باہر نکل کر حملہ کیا گیا، تو ناکام رہے۔ یارسول اللہ! آپ مدینہ سے باہر نہ نکلئے، خدا کی قسم جب کبھی ہم مدینہ سے باہر نکلے تو دشمنوں کے ہاتھ سے تکلیف اٹھائی اور جب کبھی ہم مدینہ میں رہے اور دشمن ہم پر چڑھ کر آیا تو دشمن نے ہمارے ہاتھ سے تکلیف اٹھائی، آپ تو مدینہ کی ناکہ بندی فرمادیں دشمن اگر بالفرض مدینہ میں گھس آیا تو مرد اُن کا تلوار سے مقابلہ کریں گے اور بچے عورتیں چھتوں سے سنگ باری کریں گی۔ اور اگر باہر سے باہر ہی ناکام واپس ہو گئے تو فہو المراد۔

مگر بعض اکابر اور نوجوانوں نے اس پر زیادہ اصرار کیا کہ مدینہ سے باہر نکل کر حملہ کیا جائے اور عرض کیا یارسول اللہ ہم تو اس دن کے متمنی اور مشتاق ہی تھے اور خدا سے دعائیں مانگ رہے تھے خدا وہ دن لے آیا اور مسافت بھی قریب ہے، حضرت حمزہ اور سعد بن عبادہ اور نعمان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ اگر ہم نے مدینہ میں رہ کر اُن کی مدافعت کی تو ہمارے دشمن ہم کو خدا کی راہ میں بزدل خیال کریں گے اور حضرت حمزہ نے یہ کہا۔

وَالَّذِی اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتَابَ لَا اَطْعَمُ الیومَ طَعاماً حتی أجالدهم بسيفي خارج المدينة۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی میں اس وقت تک کھانا نہ کھاؤں گا جب تک مدینہ سے باہر نکل کر دشمنوں کا اپنی تلوار سے مقابلہ نہ کرلوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا کہ جنت کے شیدائی اور شہادت کے سودائی یعنی نوجوانوں کا اصرار تو پہلے ہی سے ہے کہ مدینہ سے باہر جاکر حملہ کیا جائے؛ لیکن مہاجرین وانصار میں سے بھی بعض اکابر جیسے حضرت حمزہؓ اور سعد بن عبادہؓ شوق شہادت میں بے چین اور بے تاب ہیں اور اُن کی بھی یہی رائے ہے، تو آپ نے بھی یہی عزم فرمالیا۔ یہ جمعہ کا دن تھا، جمعہ کی نماز سے فارغ ہوکر وعظ فرمایا اور جہاد وقتال کی ترغیب دی اور تیاری کا حکم دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تیاری اور سلاح پوشی

عصر کی نماز سے فارغ ہوکر آپ حجرۂ شریفہ میں تشریف لے گئے اور صاحبین (یعنی آپ کے وہ دو ساتھی جو دنیا میں بھی آپ کے ساتھ رہے اور عالم برزخ میں بھی آپ کے ساتھ ہیں اور میدانِ حشر اور حوضِ کوثر اور جنت میں بھی آپ کے ساتھ ہوں گے) یعنی ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وہ بھی آپ کے ساتھ حجرہ میں گئے۔

ہنوز آپ حجرۂ مبارکہ سے باہر تشریف نہ لائے تھے کہ سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے لوگوں سے کہا کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہر کے باہر سے جاکر حملہ کرنے پر مجبور کیا؛ حالاں کہ آپ پر اللہ کی وحی اترتی رہتی ہے، مناسب یہ ہے کہ آپ کی رائے اور منشاء پر چھوڑ دیا جائے، اتنے میں آپ دو زرہیں تو برتو پہن کر اور مسلح ہوکر باہر تشریف لے آئے، صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم نے غلطی سے خلاف مرضی مبارک اصرار کیا، جو ہمارے لیے کسی طرح مناسب اور زیبا نہ تھا، آپ صرف اپنی رائے پر عمل فرمائیں، آپ نے فرمایا کسی نبی کے لیے یہ جائز نہیں کہ ہتھیار لگا کر اتار دے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے دشمنوں سے جنگ کرے، اب اللہ کے نام پر چلو اور میں جو حکم دوں وہ کرو۔ اور سمجھ لو کہ جب تک تم صابر اور ثابت قدم رہوگے تو اللہ کی فتح اور نصرت تمہارے ہی لیے ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی اور فوج کا معاینہ

۱۱/شوال یوم جمعہ بعد نماز عصر آپ ایک ہزار جمعیت کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے آپ گھوڑے پر سوار تھے اور سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما زرہ پہنے ہوئے آپ کے آگے آگے تھے اور سب مسلمان آپ کے دائیں اور بائیں چلتے تھے۔

لشکر اسلام سے منافقین کی علیحدگی اور واپسی

جب آپ اُحد کے قریب پہنچے تو راس المنافقین عبداللہ بن ابی جو تین سو آدمیوں کی جمعیت اپنے ہمراہ لایا تھا، یہ کہہ کر واپس ہوگیا کہ آپ نے میری رائے نہیں مانی، ہم بے وجہ کیوں اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈالیں۔ یہ جنگ نہیں ہے اگر ہم اس کو جنگ سمجھتے تو تمہارا ساتھ دیتے اُنہی لوگوں کے بارہ میں یہ آیت نازل ہوئی: "وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوا وَقِيْلَ لَهُمْ

تَعَالَوْا قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اَوِ ادْفَعُوا قَالُوا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّا اتَّبَعْنٰكُمْ ط هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِي قُلُوْبِهِمْ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ ۝ (آل عمران، آیت:۱۶۷)

اب نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے ساتھ صرف سات سو صحابہ رہ گئے، جن میں صرف سو آدمی زرہ پوش تھے اور سارے لشکر میں صرف دو گھوڑے تھے، ایک آپ کا اور ایک ابو بردۃ بن نیار حارثیؓ کا۔

قبیلۂ خزرج میں سے بنی سلمہ نے اور قبیلۂ اوس میں سے بنی حارثہ نے بھی، ابن ابی کی طرح کچھ واپسی کا ارادہ کیا اور یہ دونوں قبیلے لشکر کے دونوں طرف تھے، توفیق خداوندی نے ان کی دست گیری کی۔ خدا نے ان کو بچا لیا اور واپس نہیں ہوئے، ان ہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اِذْ هَمَّتْ طَّائِفَتَانِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ ـــ یاد کرو اس وقت کو جب ہمت ہار دی تم میں کے دو گروہوں نے اور اللہ ان کا مددگار تھا، اس لیے وہ واپسی سے محفوظ رہے اور تمام مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہیے ـــ ہنوز آپ مقام شیخین ہی میں تھے کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی آپ نے مغرب کی نماز پڑھائی اور یہیں شب کو قیام فرمایا۔ اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے تمام شب لشکر کی پاسبانی کی وقتاً فوقتاً لشکر کا ایک چکر لگاتے اور واپس آکر آپ کے خیمہ مبارکہ کا پہرہ دیتے۔

شب کے آخری حصہ میں آپ نے کوچ فرمایا جب اُحد کے قریب پہنچے تو صبح کی نماز کا وقت آ گیا۔ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اذان کا حکم دیا۔ بلالؓ نے اذان اور اقامت کہی اور آپ نے اپنے تمام اصحاب کو نماز پڑھائی۔

ترتیب فوج

نماز سے فارغ ہو کر لشکر کی جانب متوجہ ہوئے مدینہ کو سامنے اور اُحد کو پس پشت رکھ کر صفوں کو مرتب فرمایا۔ اور جو صفیں چند لمحہ پہلے خداوند ذوالجلال کی تعظیم و اجلال کے لیے دست بستہ کھڑی ہوئی تھیں اب وہ اس کبیر متعال کی راہ میں جانبازی اور سرفروشی اور اس کے راستہ میں جہاد و قتال کے لیے کھڑی ہو گئیں۔

صحیح بخاری میں براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچاس تیر اندازوں کا ایک دستہ جبل اُحد کے پیچھے بٹھلا دیا تاکہ قریش پشت سے حملہ نہ کر سکیں اور عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کا امیر مقرر فرمایا اور یہ حکم دیا کہ اگر ہم کو مشرکین پر غالب ہوتے دیکھو تب بھی یہاں سے نہ ہٹنا اور اگر مشرکین کو ہم پر غالب ہوتے دیکھو تب بھی اس جگہ سے نہ سرکنا اور نہ ہماری مدد کے لیے آنا۔

زہیر کی روایت میں یہ ہے کہ اگر پرندوں کو بھی ہم کو اچکتے ہوئے دیکھو تب بھی اس جگہ سے نہ ٹلنا۔

مسند احمد اور معجم طبرانی وغیرہ میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا: تم اس جگہ کھڑے رہو اور پشت کی جانب سے ہماری حفاظت کرو۔ اگر ہم کو قتل ہوتے ہوئے بھی دیکھو تو ہماری مدد کے لیے نہ آنا او

اگر غنیمت حاصل کرتے ہوئے دیکھو تو اس میں شریک نہ ہونا۔

قریش کے لشکر کا حال

قریش کا لشکر چہار شنبہ ہی کو مدینہ پہنچ کر احد کے دامن میں پڑاؤ ڈال چکا تھا، جس کی تعداد تین ہزار تھی، جن میں سے سات سو زرہ پوش اور دو سو گھوڑے اور تین ہزار اونٹ تھے اور اشراف مکہ کی پندرہ عورتیں ہمراہ تھیں جو اشعار پڑھ پڑھ کر مردوں کو جوش دلاتی تھیں، نفسانی اور شہوانی اور شیطانی لوگوں کا دھندا ایسا ہی ہوتا ہے۔ نعوذ باللہ منہ

آغاز جنگ اور مبارزین قریش کا ایک ایک کرکے قتل

قریش کی طرف سے سب سے پہلے میدانِ جنگ میں ابو عامر نکلا جو زمانہ جاہلیت میں قبیلہ اوس کا سردار تھا اور زہد اور پارسائی کی وجہ سے راہب کے نام سے پکارا جاتا تھا، جب مدینہ میں اسلام کا نور چمکا تو یہ شپرہ چشم اس کی تاب نہ لا سکا اور مدینہ سے مکہ چلا آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بجائے راہب کے فاسق نام تجویز فرمایا۔

اس فاسق نے مکہ آکر قریش کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ کے لیے آمادہ کیا اور معرکۂ احد میں خود اُن کے ساتھ آیا اور یہ باور کرایا کہ قبیلۂ اوس کے لوگ جب مجھ کو دیکھیں گے تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ساتھ چھوڑ کر میرے ساتھ ہو جائیں گے۔

پہلا مبارز:- چناں چہ معرکۂ احد میں سب سے پہلے یہی ابو عامر میدان میں آیا اور للکار کہا:

یا معشر الاوس انا ابو عامر اے گروہ اوس! میں ابو عامر ہوں۔

خدا اوس کی آنکھیں ٹھنڈی کرے جنھوں نے فوراً ہی یہ جواب دیا:

لا انعم اللہ بك عینا یافاسق اے خدا کے فاسق اور نافرمان خدا کبھی تیری آنکھ ٹھنڈی نہ کرے۔

ابو عامر یہ دنداں شکن جواب سن کر خائب و خاسر واپس ہوا اور جا کر یہ کہا کہ میرے بعد میری قوم کی حالت بدل گئی۔

زرقانی ص: ۳۰ ج ۲۔ ابن ہشام ص: ۹۰۷ ج ۲۔ طبری ص: ۱۶ ج ۳۔ عیون الاثر ص: ۳۳۶۔ البدایۃ والنہایۃ ص: ۱۶، ج ۴۔

دوسرا مبارز:- بعد ازاں مشرکین کا علم بردار طلحہ بن ابی طلحہ میدان میں آیا اور للکار کر کہا: اے اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! تمہارا یہ گمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو تمہاری تلواروں سے جلدی جہنم میں پہنچاتا ہے اور ہماری تلواروں سے تم کو جلد جنت میں پہنچاتا ہے، پس کیا تم میں سے ہے کوئی جس کو میری تلوار جلد جنت میں یا اس کی تلوار مجھ کو جلد جہنم میں پہنچا دے۔

یہ سنتے ہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ مقابلے کے لیے نکلے اور تلوار چلائی جس سے اس کا ہاتھ۔ پیر کٹ گیا اور منہ کے بل گرا اور ستر کھل گیا۔ حضرت علیؓ شرما کر پیچھے ہٹ گئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: اے علی! کیوں پیچھے ہٹ

گئے، آپؐ نے فرمایا: مجھ کو اس کے ستر کھل جانے شرم آگئی۔ (زرقانی، ج۲،ص:۳۱)

اس طرح قریش کے یکے بعد دیگرے بائیس سردار مارے گئے۔

مسلمانوں کے دلیرانہ اور جاں باز حملوں سے قریش کے میدانِ جنگ سے پیر اکھڑ گئے، اور ادھر ادھر منہ چھپا کر اور پشت دکھا کر بھاگنے لگے اور عورتیں بھی پریشان اور بدحواس ہو کر پہاڑوں کی طرف بھاگنے لگیں اور مسلمان مالِ غنیمت کے جمع کرنے میں مشغول ہو گئے۔

مسلمان تیراندازوں کا اپنی جگہ سے ہٹ جانا اور لڑائی کا پانسہ پلٹ جانا

تیراندازوں کی اُس جماعت نے (جو کہ درے کی حفاظت کے لیے بٹھائی گئی تھی) جب دیکھا کہ فتح ہوگئی اور مسلمان مالِ غنیمت میں مشغول ہیں۔ یہ بھی اسی طرف بڑھے، ان کے امیر حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے بہت روکا اور کہا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی تھی کہ تم اس جگہ سے نہ ٹلنا، مگر ان لوگوں نے نہ مانا اور مرکز چھوڑ کر غنیمت جمع کرنے والی جماعت میں جا ملے۔

عبداللہ بن جبیر اور ان کے دس رفقاء کی شہادت: مرکز پر صرف حضرت عبداللہ بن جبیر اور دس آدمی رہ گئے، حکم نبوی کے خلاف کرنا تھا کہ یکا یک فتح شکست سے بدل گئی، خالد بن ولید جو اس وقت تک مشرکین کے میمنہ پر تھے درے کو خالی دیکھ کر پشت پر سے حملہ کر دیا اور عبداللہ بن جبیرؓ اپنے ہمراہیوں کے شہید ہو گئے۔

خالد بن ولید کے ناگہانی حملے سے لشکرِ اسلام کا اضطراب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثال ثبات قدمی

خالد بن ولید کے اس یکبارگی اور ناگہانی حملے سے اگرچہ بڑے بڑے دلیروں کے پاؤں اکھڑ گئے مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے ثبات اور قدم استقلال میں ذرہ برابر تزلزل نہیں آیا اور کیسے آسکتا تھا؟ اللہ کا نبی اور اس کا رسول معاذ اللہ بزدل نہیں . سکتا، پہاڑ ٹل جائیں مگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم اپنی جگہ سے ہٹ نہیں سکتے۔ ایک پیغمبر کی تنہا شجاعت کل عالم کی شجاعت سے کہیں زیادہ وزنی اور بھاری ہوتی ہے۔

قریش کا حضور پر نور پر ناگہانی ہجوم اور صحابۂ کرام کی جاں نثاری:

صحیح مسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جب قریش کا آپ پر ہجوم ہوا تو ارشاد فرمایا: کون ہے جوان کو مجھ سے ہٹائے اور جنت میں میرا رفیق بنے؟ انصار میں کے سات آدمی اس وقت آپ کے پاس تھے۔ ساتوں انصاری باری باری

لڑ کر شہید ہو گئے۔ (صحیح مسلم ج ا ص: ۱۰۷)

ابن اسحٰق کی روایت میں ہے کہ آپ نے یہ ارشاد فرمایا:

من رجلٌ یشری لنا نفسه کون مرد ہے جو ہمارے لیے اپنی جان فروخت کرے۔

یہ سنتے ہی زیاد بن سکن اور پانچ انصار کھڑے ہو گئے اور یکے بعد دیگرے ہر ایک نے جاں نثاری اور جاں بازی کے جوہر دکھلائے یہاں تک کہ شہید ہو گئے اور اپنی جان کو فروخت کر کے جنت مول لے لی۔

عبداللہ بن قمیہ کا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ: عبداللہ بن قمیہ نے جو قریش کا مشہور پہلوان تھا، آپ پر اس زور سے حملہ کیا کہ رخسارِ مبارک زخمی ہوا اور خود کے دو حلقے رخسارِ مبارک میں گھس گئے اور عبداللہ بن شہاب زہری نے پتھر مار کر پیشانی مبارک کو زخمی کیا، چہرۂ انور پر جب خون بہنے لگا تو ابو سعید خدریؓ کے والد ماجد مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے تمام خون چوس کر چہرۂ انور کو صاف کر دیا، آپ نے فرمایا لَنْ تمسك النّارُ۔ تجھ کو جہنم کی آگ ہرگز نہ لگے گی۔

معجم طبرانی میں ابو امامہؓ سے مروی ہے کہ ابن قمیہ نے آپ کو زخمی کرنے کے بعد یہ کہا:

خذها و انا ابن قمية لو اس کو اور میں ابن قمیہ ہوں۔

آپ نے ارشاد فرمایا:

اقمـــاك اللّـــه اللہ تعالیٰ تجھ کو ذلیل اور خوار ہلاک اور برباد کرے۔

چند روز نہ گزرے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر ایک پہاڑی بکرا مسلط کیا جس نے اپنے سینگوں سے ابن قمیہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔

حضرت علیؓ اور حضرت طلحہؓ کا حضور پر نور کو سہارا دینا

جسم مبارک پر چوں کہ دو آہنی زرہوں کا بھی بوجھ تھا اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک گڑھے میں گر گئے جس کو ابو عامر فاسق نے مسلمانوں کے لیے بنایا تھا، حضرت علی نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور حضرت طلحہ نے کمر تھام کر سہارا دیا تب آپ کھڑے ہوئے۔ اور ارشاد فرمایا کہ جو شخص زمین پر چلتے پھرتے زندہ شہید کو دیکھنا چاہے وہ طلحہ کو دیکھ لے، عائشہ صدیقہ بنت صدیق اپنے باپ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ چہرۂ انور میں زرہ کی جو دو کڑیاں چبھ گئی تھیں، ابو عبیدۃ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو اپنے دانتوں سے پکڑ کر کھینچا جس میں ابو عبیدہؓ کے دو دانت شہید ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنه و اضحك سنه یوم القیامة آمین) سند اس روایت کی صحیح ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب پہاڑ پر چڑھنے کا ارادہ فرمایا تو ضعف اور نقاہت اور دو زرہوں کے ثقل کی وجہ سے مجبور ہوئے اس وقت حضرت طلحہ آپ کے نیچے بیٹھ گئے آپ ان پر اپنے پیر رکھ کر اوپر چڑھے اور حضرت زبیر فرماتے ہیں کہ میں نے اس وقت نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کو یہ کہتے سنا۔ اوجب طلحة طلحہ نے اپنے لئے جنت واجب کر لی۔ (رواہ ابن اسحٰق)

قیس بن ابی حازم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت طلحہ کا وہ ہاتھ دیکھا جس سے انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو احد کے دن بچایا تھا، وہ بالکل شل تھا (رواہ البخاری)

حاکم نے اکلیل میں روایت کیا ہے کہ اس روز حضرت طلحہ کے پینتیس یا انتالیس زخم آئے۔

ابوداؤدطیالسی میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب غزوۂ احد ذکر کرتے تو یہ فرماتے:

كان ذلك اليوم كله لطلحة یہ دن تو سارا طلحہ کے لیے رہا۔

حضرت جابر سے مروی ہے کہ دشمنوں کے وار روکتے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی انگلیاں کٹ گئیں تو بے اختیار زبان سے یہ نکلا حَسِّ آپ نے یہ ارشاد فرمایا:

"لوقلت بسم الله لرفعتك الملائكة والناس ينظرون اليك حتى تلج بك في جو السماء"

(رواه النسائي والبيهقي بسند جيد)

اگر تو بجائے حسّ کے بسم اللہ کہتا تو فرشتے تجھ کو اٹھا کر لے جاتے اور لوگ تجھ کو دیکھتے ہوئے ہوتے یہاں تک تجھ کو جو سماء میں لے کر گھس جاتے۔ اس حدیث کو نسائی اور بیہقی نے نہایت عمدہ اور گہری سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی غلط خبر کا مشہور ہونا

جب یہ خبر مشہور ہوئی کہ نصیبِ دشمنان رسول صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہو گئے، تو بعض مسلمان ہمت ہار کر بیٹھ گئے اور یہ بولے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو شہید ہو گئے اب لڑ کر کیا کریں، تو انس بن مالک کے چچا حضرت انس بن نضر نے یہ کہا اے لوگو! اگر محمد قتل ہو گئے تو محمد کا رب تو قتل نہیں ہو گیا، جس چیز پر آپ نے جہاد و قتال کیا، اسی پر تم بھی جہاد و قتال کرو اور اسی پر مر جاؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زندہ رہ کیا کرو گے، یہ کہہ کر دشمنوں کی فوج میں گھس گئے اور مقابلہ کیا، یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ (رواہ ابن اسحاق والطبرانی، زرقانی ص:۴۴، ج۲)

حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زخموں کو دھونا

جب آپ گھاٹی پر پہنچے تو لڑائی ختم ہو چکی تھی، وہاں جا کر بیٹھ گئے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ پانی لائے اور چہرۂ انور سے خون کو دھویا اور کچھ پانی سر پر ڈالا، بعد ازاں آپؐ نے وضو کی اور بیٹھ کر ظہر کی نماز پڑھائی۔ صحابہ نے بھی بیٹھ کر ہی اقتدا کی۔

اس غزوے میں ستر صحابہ شہید ہوئے جن میں اکثر انصار تھے، بے سروسامانی کا یہ عالم تھا کہ کفن کی چادر بھی پوری نہ تھی، چناں چہ مصعب بن عمیر کے ساتھ یہی واقعہ پیش آیا کہ کفن کی چادر اس قدر چھوٹی تھی کہ اگر سر ڈھانکا جاتا تھا تو پاؤں کھل جاتے تھے اور اگر پاؤں ڈھکے جاتے تھے تو سر کھل جاتا تھا، بالآخر یہ ارشاد فرمایا کہ سر ڈھانک دو اور پیروں پر اذخر (ایک

گھاس ہوتا ہے) ڈال دو، اور یہی واقعہ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیش آیا۔ اور بعض کے لیے یہ بھی میسر نہ آیا دو آدمیوں کو ایک ہی چادر میں کفن دیا گیا اور دو دو تین تین کو ملا کر ایک قبر میں دفن کیا گیا۔

قِصَّةُ سَيِّدِنَا مُوسٰى وَأَخِيهِ هَارُون عَلَيْهِمَا السَّلَامُ

أَرْسَلَ اللّٰهُ مُوسٰى وَأَخَاهُ هَارُونَ لِفِرْعَونَ وَمَلَاهٖ حَيْثُ طَغٰى وَادَّعَى الأُلُوهِيَّةَ وَعَبَدَتْهُ النَّاسُ خَوْفاً مِنْهُ، ثُمَّ إِنَّ فِرْعَونَ سَمِعَ بِامْرَأَةٍ جَمِيْلَةٍ اِسْمُهَا اٰسِيَةُ، فَتَزَوَّجَهَا وَهِيَ مُؤْمِنَةٌ سِرّاً، فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا تَخَشَّبَتْ أَعْضَاؤُهُ، وَلَمْ يَسْتَطِعِ الْقُرْبَ مِنْهَا، فَاكْتَفٰى بِالنَّظْرِ إِلَيْهَا، ثُمَّ إِنَّهُ رَأٰى مَنَاماً، فَسَأَلَ السَّحَرَةَ عَنْ تَفْسِيْرِهٖ، فَقَالُوا لَهُ: إِنَّه سَيُولَدُ فِي مُلْكِكَ وَلَدٌ يَكُونُ سَبَباً فِي هَلَاكِكَ وَهَلَاكِ قَومِكَ، فَأَمَرَ بِذَبْحِ مَن يُّولَدُ مِنَ الذُّكُورِ.

وَكَانَ عِمْرَانُ مِنْ وُزَرَائِهٖ، فَلَمَّا حَمَلَتْ اِمْرَأَتُهُ بِمُوسٰى لَمْ يَشْعُرْ بِحَمْلِهَا أَحَدٌ إِلٰى أَنْ وَضَعَتْهُ، فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهَا، أَنْ أَلْقِيْهِ فِي الْبَحْرِ، فَصَنَعَتْ تَابُوتاً، وَوَضَعَتْهُ فِي جَوْفِهٖ، وَهِيَ بَاكِيَةٌ خُصُوصاً وَإِنَّ أَبَاهُ قَدْ مَاتَ فِي ذٰلِكَ الْحِيْنِ، وَقَالَتْ لِأُخْتِهٖ: أُنْظُرِيْ إِلَيْهِ مِنْ بَعِيْدٍ، وَرَمَتْهُ فِي الْبَحْرِ، فَقَذَفَتْهُ الأَمْوَاجُ إِلٰى أَنْ دَخَلَ مَنْزِلَ فِرْعَونَ، فَرَأَتْهُ اِبْنَتُهُ وَكَانَتْ بَرْصَاءَ، (أَيْ مُصَابَةً بِدَاءِ الْبَرْصِ) فَبِمُلَامَسَتِهَا لَهُ شُفِيَتْ، فَأَخَذَتْهُ، وَذَهَبَتْ بِهٖ إِلٰى اٰسِيَةَ وَأَخْبَرَتْهَا بِمَا حَصَلَ، فَقَالَتْ اٰسِيَةُ لِفِرْعَونَ: لَا تَقْتُلْهُ وَنُرَبِّيْهِ عِنْدَنَا، فَامْتَثَلَ وَأَمَرَ بِإِحْضَارِ الْمَرَاضِعِ، فَحَضَرْنَ فَلَمْ يَمَسَّ ثَدْيَ وَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ، فَقَالَتْ لَهُمْ أُخْتُهُ: هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلٰى أَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُونَهُ لَكُمْ؟ قَالُوا: نَعَمْ، فَأَحْضَرَتْ أُمَّه فَأَعْطَتْهُ ثَدْيَهَا فَرَضَعَتْهُ إِلٰى أَنْ تَمَّ مُدَّةُ الرِّضَاعِ، فَأَعْطُوا أُمَّه مَا يَكْفِيْهَا وَتَرَكَتْهُ وَذَهَبَتْ، فَلَمَّا تَمَّ عُمْرُهُ أَرْبَعِيْنَ سَنَةً صَارَ يَأْمُرُ النَّاسَ بِعِبَادَةِ اللّٰهِ فَبَيْنَمَا هُوَ مَارٌّ فِيْ شَوَارِعِ مِصْرَ إِذْ رَأٰى رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلَانِ، أَحَدُهُمَا قِبْطِيٌّ، وَالثَّانِي إِسْرَائِيْلِيٌّ مِنْ نَسْلِ يَعْقُوبَ، فَاسْتَغَاثَ الإِسْرَائِيْلِيُّ بِمُوسٰى، فَجَاءَ وَوَكَزَ الْقِبْطِيَّ فِيْ صَدْرِهٖ فَوَقَعَ مَيِّتاً، فَتَأَسَّفَ مُوسٰى وَطَلَبَ الْمَغْفِرَةَ مِنَ اللّٰهِ، فَغَفَرَلَهُ.

وَفِي الْيَومِ الثَّانِي رَأَى الإِسْرَائِيْلِيَ يَتَشَاجَرُ مَعَ قِبْطِيٍّ آخَرَ، فَاسْتَغَاثَ بِمُوسٰى، فَلَمْ يُغِثْهُ، وَلَمَّا عَلِمَ فِرْعَونُ بِمَا حَصَلَ مِنْ مُوسٰى قَالَ: مَنْ رَاٰهُ فَلْيَقْتُلْهُ فَخَرَجَ مُوسٰى مِنْ مِصْرَ خَائِفاً إِلٰى أَنْ وَصَلَ إِلٰى أَرْضِ مَدْيَنَ، فَوَجَدَ بِئْراً وَالنَّاسُ عَلَيْهَا مُزْدَحِمُونَ لِسَقْيِ غَنَمِهِمْ، وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَأَتَيْنِ

تمنعان غنمهما من السّقي حتّى ينصرف النّاس فقال لهما لا تمنعنا، وأخذ الغنم، وسقاها لهما.

ولمّا رجعتا إلى شعيب أخبرتاه بموسى فقال أبوهما: اذهبي، وأتيني به فجاءته وكانت شديدة الحياء وقالت له: إنّ أبي يدعوك ليجزيك أجر ما سقيت لنا، فلمّا دخل على شعيب وقصّ عليه قصّته، قال: لا تخف، ثمّ زوّجه إحدى ابنتيه على شرط أن يرعى له الغنم عشر سنين، فقبل موسى وصار يرعى الغنم إلى أن أتمّ مدّته، فاستأذن شعيباً في العودة إلى مصر، فأذن له، فأخذ زوجته وولده، وغنمه، وسار إلى أن وصل إلى جبل الطّور، فكلّمه ربّه، وقال له: إنّي أنا ربّك ثمّ قال له: اذهب إلى فرعون إنّه طغى، فسأل موسى ربّه أن يرسل معه أخاه هارون، فأجاب الله سؤاله.

ثمّ إنّ هارون كان وزيراً عند فرعون، فأوحى الله إليه، أن استقبل أخاك، فإنّه قادم إلى مصر، فقام وقابله، فبشّره موسى بمشاركته له في الرّسالة، ثمّ ذهبا إلى أمّهما وبعدها ذهبا إلى فرعون وقالا: قل لا إله إلّا الله وارجع عمّا أنت فيه، فقال لموسى: إن كنت رسولاً، فأت بآية (أي علامة) فرمى موسى عصاه فصارت ثعباناً، وأخرج يده من جيبه، فصارت بيضاء كشعاع الشّمس وغير ذلك من الآيات كالطّوفان والجراد والقمّل والضّفادع والدّم حتّى صاروا يرون هذه الأشياء في مآكلهم ومشربهم، فقال فرعون هو وقومه: إنّ هذا لساحر، فأحضر فرعون السّحرة وقال لهم: ابذلوا ما عندكم من السّحر مع موسى ففعلوا فرمى موسى عصاه، فصارت حيّة، وابتلعت جميع ما فعلوه، فعند ذلك آمنت جميع السّحرة، وخرّوا لله سجّداً فأمر فرعون بقطع أيديهم وأرجلهم من خلاف وصلبهم في جذوع النّخل فرضوا بذلك ولم يرجعوا عن إيمانهم، وكانوا سبعين رجلاً.

ثمّ أخذ موسى من آمن معه، وسار فتبعه فرعون وجنوده ليهلكه ومن معه إلى أن وصلوا إلى البحر. فضرب موسى البحر بعصاه، فانفلق، وصار اثني عشر طريقاً، ويبس الماء فدخل موسى وقومه، فنزل فرعون وجنوده وراءهم، فنجا موسى ومن معه، وانطبق البحر على فرعون وجنوده فغرقوا أجمعين، ثمّ أنزل الله التّوراة على موسى فصار يأمر النّاس وينهاهم بما فيها، إلى أن توفّاه الله، وهو يقرأ في التّوراة صلّى الله عليه وسلّم.

حضرت موسیٰ اور ان کے بھائی حضرت ہارون علیہما السلام کا واقعہ

اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰ اور ان کے بھائی حضرت ہارون علیہما السلام کو فرعون اور اس کی قوم کے سرداروں کے پاس بھیجا، جب اس نے سرکشی کی اور الوہیت کا دعویٰ کیا، اور لوگوں نے اس کے ڈر سے اس کی پرستش بھی شروع کردی تھی، پھر فرعون نے ایک حسین عورت کے متعلق سنا جس کا نام آسیہ تھا اور اس سے شادی کرلی، حال یہ تھا کہ وہ عورت خفیہ طور پر مومنہ تھی، جب فرعون نے اس سے ہم صحبت ہونا چاہا، تو اس کے اعضاء لکڑی کی طرح ہوگئے اور وہ اس سے ہم صحبت نہ ہوسکا اور اسے دیکھنے پر اکتفا کیا، پھر اس نے ایک خواب دیکھا تو اس نے جادوگروں سے اس کی تعبیر معلوم کی، تو انھوں نے اس سے کہا کہ: عنقریب تیرے ملک میں ایک بچہ پیدا ہوگا جو تیری اور تیری قوم کی ہلاکت کا سبب ہوگا تو اس نے تمام پیدا ہونے والے بچوں کے بارے میں ذبح کرنے کا حکم دے دیا۔

حضرت عمران فرعون کے وزیر تھے، جب ان کی بیوی کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حمل ٹھہرا تو کسی کو ان کے جننے تک ان کے حمل کا علم نہ ہوا، پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی والدہ کی جانب وحی بھیجی کہ انھیں دریا میں ڈال دو، چناں چہ انھوں نے ایک صندوق تیار کیا اور اس کے درمیان میں حضرت موسیٰ کو رکھ دیا اس حال میں کہ وہ (حضرت موسیٰ کی والدہ) بہت رو رہی تھیں، اور انھیں اوقات میں ان کے والد کا بھی انتقال ہوگیا، اور ان کی والدہ نے ان کی بہن سے کہا: اس کو دور سے دیکھتی رہنا اور اسے دریا میں ڈال دیا، تو موجوں نے انھیں پھینک دیا، یہاں تک کہ وہ فرعون کے گھر میں داخل ہوگئے، فرعون کی لڑکی نے انھیں دیکھا اور وہ برص کی بیماری میں مبتلا تھی، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہاتھ لگاتے ہی وہ شفایاب ہوگئ، چناں چہ اس نے انھیں لے لیا اور انھیں لے کر حضرت آسیہ کے پاس گئ اور انھیں پیش آمدہ واقعہ بتلایا، تو حضرت آسیہ نے فرعون سے کہا: اس کو قتل مت کرو، ہم اپنے یہاں اس کی تربیت کریں گے، تو وہ بات مان گیا اور دودھ پلانے والی عورتوں کو حاضر کیے جانے کا حکم دیا، چناں چہ وہ حاضر ہوئیں مگر حضرت موسیٰ نے ان میں سے کسی کے بھی پستان کو نہیں چھوا، تو حضرت موسیٰ کی بہن نے ان سے کہا: کیا میں تمھیں ایسے گھر والوں کی رہنمائی کروں، جو تمہارے لیے اس بچے کی کفالت کریں؟ لوگوں نے کہا: ہاں، چناں چہ اُن کی بہن نے اُن کی والدہ کو حاضر کردیا تو انھوں نے اپنی پستان حضرت موسیٰ کو دی اور انھیں دودھ پلایا تا آں کہ مدتِ رضاعت مکمل ہوگئ، تو انھوں نے ان کی والدہ کو اتنا مال دیا جو ان کے لیے کافی تھا، اور ان کی والدہ نے انھیں چھوڑ دیا اور چلی گئیں، تو جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر مکمل چالیس سال ہوگئ تو لوگوں کو اللہ کی عبادت کا حکم دینے لگے، تو اسی اثناء میں جب وہ مصر کے شارع عام سے گذر رہے تھے اسی وقت دو آدمیوں کو آپس میں لڑتے ہوئے دیکھا ان میں سے ایک قبطی تھا اور دوسرا اسرائیلی، حضرت یعقوب علیہ السلام کی نسل سے۔ تو اسرائیلی نے حضرت موسیٰ سے فریاد طلب کی، تو آپ آئے اور قبطی کے سینے پر (بغرض تنبیہ) ایک گھونسہ رسید کیا، تو وہ مردہ ہوکر گر پڑا، تو حضرت موسیٰ علیہ کو

بہت افسوس ہوا اور اللہ سے مغفرت طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں معاف کر دیا۔

دوسرے دن پھر اسرائیلی کو ایک دوسرے قبطی کے ساتھ جھگڑتے دیکھے، پھر اس نے حضرت موسیٰ سے مدد طلب کی، مگر انھوں نے اس کی مدد نہیں کی۔ اور جب فرعون کو حضرت موسیٰ کے واقعے کا علم ہوا تو کہا: جو شخص موسیٰ کو دیکھے تو وہ اسے قتل کر دے۔ تو حضرت موسیٰ خوف کی وجہ سے مصر سے نکل گئے، یہاں تک کہ مدین کی سرزمین پر پہنچ گئے، تو انھوں نے ایک کنواں دیکھا، اس حال میں کہ لوگ اس پر اپنی بکریوں کو پانی پلانے کے لیے بھیڑ لگائے ہوئے تھے اور لوگوں سے ایک طرف دو لڑکیوں کو دیکھا جو اپنی بکریوں کو پانی پلانے سے روکے ہوئے تھیں تا کہ لوگ لوٹ جائیں۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان دونوں سے کہا: تم دونوں مت روکو اور خود بکریوں کو لیا اور انھیں اُن دونوں کی خاطر سیراب کیا۔

اور جب وہ دونوں لوٹ کر (اپنے باپ) حضرت شعیبؑ کے پاس گئیں تو انھیں حضرت موسیٰ کے متعلق بتلایا، تو ان کے والد نے کہا: جاؤ اور انھیں لے آؤ، تو ایک لڑکی ان کے پاس آئی اور وہ بہت شرمیلی تھی اور اُن سے کہا: میرے والد صاحب آپ کو بلا رہے ہیں، تا کہ آپ کو اس کا صلہ دیں جو آپ نے ہماری خاطر بکریوں کو پانی پلایا ہے، تو جب حضرت موسیٰ حضرت شعیب کے پاس آئے اور ان کے سامنے اپنا واقعہ بیان کیا تو فرمایا: ڈرومت (یہاں فرعون کا کچھ عمل دخل نہیں ہے) پھر اُن سے اپنی ایک لڑکی کی شادی کر دی، اس شرط پر کہ وہ دس سال ان کی بکریاں چرائیں، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبول کر لیا اور بکریاں چرانے لگے یہاں تک کہ اپنی مدت مکمل کر لی، پھر حضرت شعیب سے مصر واپسی کی اجازت طلب کی، تو انھوں نے انھیں اجازت دے دی، چناں چہ انھوں نے اپنی بیوی، اپنی اولاد اور اپنی بکریاں لیں اور چل دیئے، یہاں تک کہ جبلِ طور پر پہنچے، تو پروردگار سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا، اور خداوند تعالیٰ نے ان سے فرمایا: میں تمہارا پروردگار ہوں، پھر فرمایا: فرعون کے پاس جاؤ اس نے بہت سر اٹھا رکھا ہے، تو حضرت موسیٰ نے اپنے پروردگار سے درخواست کی کہ ان کے ساتھ ان کے بھائی ہارون کو بھی بھیج دیں، تو اللہ رب العزت نے آپ کی درخواست قبول کر لی۔

حضرت ہارون فرعون کے وزیر تھے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ اپنے بھائی کا استقبال کرو، کیوں کہ وہ مصر آ رہے ہیں، چناں چہ وہ تیار ہوئے اور اُن سے ملاقات کی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انھیں رسالت میں شریک ہونے کی خوش خبری سنائی، پھر وہ دونوں پہلے اپنی والدہ کے پاس گئے اور اس کے بعد فرعون کے پاس گئے اور کہا: کہو: خدا کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور اُس عقیدے سے باز آ جا جس میں تو مبتلا ہے، تو فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: اگر تم رسول ہو تو کوئی نشانی پیش کرو، تو حضرت موسیٰ نے اپنا عصا ڈال دیا تو وہ اژدہا بن گیا، اور اپنے ہاتھ کو اپنے گریبان سے نکالا تو وہ آفتاب کے کرنوں کی طرح روشن ہو گیا، اور اس کے علاوہ دیگر نشانیاں مثلاً طوفان، ٹڈیاں، جوئیں، مینڈھک اور خون (وقتاً فوقتاً پیش کرتے رہے) یہاں تک کہ وہ ان چیزوں کو اپنے کھانے اور پینے کی چیزوں میں بھی دیکھنے لگے، تو فرعون اور اس کی قوم نے کہا: بلا شبہ یہ جادوگر ہے، چناں چہ فرعون نے جادوگروں کو حاضر کیا اور اُن سے کہا: تمہارے پاس جادوگری کی

جتنی بھی قدرت ہو موسیٰ کے مقابلے صرف کر دو، چناں چہ انھوں نے ایسا ہی کیا، پھر حضرت موسیٰ نے اپنا عصا پھینکا تو وہ سانپ بن گیا، اور جو کچھ انھوں نے بنایا تھا سب کو نگل گیا، پس اس وقت تمام جادوگر ایمان لے آئے اور اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہو کر گر پڑے، یہ ماجرا دیکھ کر فرعون نے ان کے ایک طرف کا ہاتھ اور ایک طرف کے پاؤں کاٹنے اور انھیں کھجور کی شاخوں پر لٹکا دینے کا حکم دے دیا، تو وہ سب جادوگر اس پر بھی راضی ہو گئے اور اپنے ایمان سے باز نہ آئے، اور ان کی تعداد ستر تھی۔

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھ مومنین کو لے چلے تو فرعون اور اس کے لشکریوں ان نے ان کا پیچھا کیا تاکہ آپ کو اور آپ پر ایمان لانے والوں کو ہلاک کر دیں، یہاں تک کہ وہ دریا تک پہنچ گئے، تو حضرت موسیٰ نے دریا پر اپنی لاٹھی ماری تو وہ پھٹ گیا اور بارہ راستے ہو گئے، اور پانی خشک ہو گیا، تو حضرت موسیٰ اور ان کی قوم دریا میں داخل ہو گئی، پھر ان کے پیچھے ہی فرعون اور اس کا لشکر بھی اترا، تو حضرت موسیٰ اور آپ کے ہمراہی تو نجات پا گئے اور فرعون اور اس کے لشکر پر دریا برابر ہو گیا، چناں چہ وہ سب کے سب غرقاب ہو گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی تو وہ تورات کے حکم کے مطابق لوگوں کو حکم دینے لگے اور ان کو روکنے لگے، یہاں تک کہ تورات پڑھنے ہی کی حالت میں آپ کا وصال ہو گیا۔ آپ پر اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو۔

لغات وترکیب

مَلَأٌ، (ج) أملاءٌ، اشراف قوم۔ طَغٰی یَطْغٰی طُغْیَاناً (ف) کفر میں حد سے بڑھنا۔ تَخَشَّبَ یتَخَشَّبُ تخشُّباً (تفعل) لکڑی کے مانند ہونا۔ وُزَراء، واحد، وَزِیرٌ، وزیر۔ تَابُوت، صندوق۔ بَرْصَاءُ، بَرِصَ یَبْرَصُ بَرَصاً (س) برص کی بیماری والا ہونا۔ ربّٰی یُربّی تَربِیَةً (تفعیل) تربیت کرنا۔ مراضِعُ واحد، مُرضِعٌ، دودھ پلانے والی عورت۔ کفل یکْفُلُ کفالۃً، ذمے داری لینا۔ کفالت کرنا۔ قبطیٌّ، قبط کی طرف منسوب ہے، قبط مصر کے ایک قبیلے کا نام تھا۔ استَغَاثَ یستغیثُ استغاثۃً (استفعال) مدد طلب کرنا۔ وکز یکزُ وکزاً (ض) مکا مارنا۔ تَشَاجَرَ یتَشَاجرُ تشاجُراً (تفاعل) جھگڑا کرنا۔ اغاثَ یُغیثُ اغاثۃً (افعال) مدد کرنا۔ مدین ایک شہر کا نام ہے، جو حضرت ابراہیم کی اولاد میں سے کسی کے نام سے موسوم ہے۔ جزیٰ یجزي جزاءً (ض) بدلہ دینا۔ قَصَّ علی احدٍ یقُصُّ قصّۃً (ن) کسی سے واقعہ بیان کرنا۔ استاذنَ یستاذنُ استئذاناً (استفعال) اجازت طلب کرنا۔ عَادَ إلی مکان یعودُ عودۃً (ن) کسی جگہ لوٹنا، قدِمَ إلی مکانٍ یقدمُ قدوماً (س) کسی جگہ آنا۔ ثُعبانٌ، (ج) ثَعَابِینُ، اژدہا۔ شُعاعٌ، (ج) أشِعّۃٌ، کرن۔ جرادٌ، واحد، جَرَادَۃٌ، ٹڈی۔ قُمّلٌ، جوں۔ ضَفَادِعُ، واحد، ضِفْدَعٌ، مینڈک، حیۃٌ، ج، حیّاتٌ، سانپ۔ اِبتلع یَبْتَلِعُ اِبتِلاعاً (افتعال) نگل جانا۔ جذوعٌ، واحد، جذعٌ، درخت کا تنہ۔ تَبِعَ یَتْبَعُ تبعاً (س) پیچھے پیچھے چلنا۔ اِنفَلَقَ یَنفَلِقُ اِنفِلاقاً (انفعال) پھٹ جانا۔

حیثُ طغٰی، یہ جملہ "ارسلَ" کا ظرف واقع ہے۔ سرّاً، بربنائے تمیز منصوب ہے۔ ان القیہ فی البحر، میں

"ان" تفسیر یہ ہے۔ إذ رأى رجلين يقتتلان. اذ "مارٌ" کا ظرف واقع ہے۔ فَخَرَجَ موسیٰ من مصر خائفاً. "خائفاً" خرج کے فاعل سے حال واقع ہے۔ مَا عِنْدَكُمْ من السحر ما مبہمہ ہے اور من بیانیہ ہے۔ سُجّداً "خرّوا" کی ضمیر سے حال ہے۔

تشریح — حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مفصل واقعہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بایں طور مذکور ہے کہ فرعون اور اس کے ہم نشینوں میں اس بات کا ذکر آیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے وعدہ فرمایا ہے کہ ان کی ذریت میں انبیاء اور بادشاہ پیدا فرمائیں گے۔ بعض شرکائے مجلس نے کہا: ہاں بنی اسرائیل تو اس کے منتظر ہیں، جس میں ان کو ذرا شک نہیں کہ ان کے اندر کوئی نبی و رسول پیدا ہوگا، اور پہلے ان کا یہ خیال تھا کہ وہ نبی یوسف بن یعقوب علیہ السلام ہیں، جب ان کی وفات ہوگئی تو کہنے لگے کہ ابراہیم علیہ السلام سے جو وعدہ کیا گیا تھا یہ اس کے مصداق نہیں (کوئی اور نبی و رسول پیدا ہوگا، جو اس سے وعدے کو پورا کرے گا) فرعون نے یہ سنا تو اس کو فکر لاحق ہوگئی کہ اگر بنی اسرائیل میں جن کو اس نے غلام بنا رکھا تھا کوئی نبی و رسول پیدا ہو گیا تو وہ ان کو مجھ سے آزاد کرائے گا، اس لیے حاضرین مجلس سے دریافت کیا کہ اس آفت سے بچنے کا کیا راستہ ہے، یہ لوگ آپس میں مشورے کرتے رہے اور انجام کار سب کی رائے اس پر متفق ہوگئی کہ بنی اسرائیل میں جو لڑکا پیدا ہو اس کو ذبح کر دیا جائے، اس کے لیے ایسے سپاہی مقرر کر دیئے گئے جن کے ہاتھوں میں چھریاں تھیں اور وہ بنی اسرائیل کے ایک ایک گھر میں جا کر دیکھتے تھے جہاں کوئی لڑکا نظر آیا اس کو ذبح کر دیا۔

کچھ عرصہ یہ سلسلہ جاری رہنے کے بعد ان کو یہ ہوش آیا کہ ہماری سب خدمتیں اور محنت و مشقت کے کام تو بنی اسرائیل ہی انجام دیتے ہیں، اگر یہ سلسلہ قتل کا جاری رہا تو ان کے بوڑھے تو اپنی موت مر جائیں گے اور بچے ذبح ہوتے رہے تو آئندہ بنی اسرائیل میں کوئی مرد نہ رہے گا، جو ہماری خدمتیں انجام دے، نتیجہ یہ ہوگا کہ سارے مشقت کے کام ہمیں خود ہی کرنا پڑیں گے، اس لیے اب یہ رائے ہوئی کہ ایک سال میں پیدا ہونے والے لڑکوں کو چھوڑ دیا جائے، دوسرے سال میں پیدا ہونے والوں کو ذبح کر دیا جائے، اس طرح بنی اسرائیل میں کچھ جوان بھی رہیں گے، جو اپنے بوڑھوں کی جگہ لے سکیں اور اُن کی تعداد اتنی زیادہ بھی نہیں ہوگی جس سے فرعونی حکومت کو خطرہ ہو سکے۔ یہ بات سب کو پسند آئی اور یہی قانون نافذ کر دیا گیا (اب حق تعالیٰ کی قدرت و حکمت کا ظہور اس طرح ہوا کہ) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو ایک حمل اس وقت ہوا جب کہ بچوں کو زندہ چھوڑ دینے کا سال تھا، اس میں حضرت ہارون علیہ السلام پیدا ہوئے فرعونی قانون کی رُو سے اُن کے لیے کوئی خطرہ نہیں تھا، اگلے سال جو لڑکوں کے قتل کا سال تھا، اُس میں حضرت موسیٰ حمل میں آئے تو اُن کی والدہ پر رنج و غم طاری تھا کہ اب یہ بچہ پیدا ہوگا تو قتل کر دیا جائے گا۔

آزمائش کا یہ پہلا موقع تھا کہ موسیٰ علیہ السلام ابھی دُنیا میں پیدا بھی نہیں ہوئے تھے کہ اُن کے قتل کا منصوبہ تیار تھا، اس وقت حق تعالیٰ نے ان کی والدہ کو بذریعہ وحی الہام یہ تسلی دیدی کہ "لَاتَخَافِي وَلَاتَحْزَنِيْ اِنَّا رَادُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ"، یعنی تم کوئی خوف وغم نہ کرو ہم اس کی حفاظت کریں گے اور کچھ دن مجدا رہنے کے بعد ہم ان کو تمہارے پاس واپس کردیں گے، پھران کو اپنے رسولوں میں داخل کرلیں گے۔ جب موسیٰ علیہ السلام پیدا ہو گئے تو اُن کی والدہ کو حق تعالیٰ نے حکم دیا کہ اس کو ایک تابوت میں رکھ کر دریا (نیل) میں ڈال دو۔ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے اس حکم کی تعمیل کردی، جب وہ تابوت کو دریا کے حوالہ کر چکیں تو شیطان نے اُن کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ یہ تو نے کیا کام کیا اگر بچہ تیرے پاس رہ کر ذبح بھی کردیا جاتا تو اپنے ہاتھوں سے کفن دفن کر کے کچھ تو تسلی ہوتی اب تو اس کو دریا کے جانور کھائیں گے (موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اسی رنج وغم میں مبتلا تھیں کہ) دریا کی موجوں نے تابوت کو ایک ایسی چٹان پر ڈال دیا جہاں فرعون کی باندیاں لونڈیاں نہانے دھونے کے لیے جایا کرتی تھیں، انھوں نے یہ تابوت دیکھا تو اُٹھالیا اور کھولنے کا ارادہ کیا تو ان میں سے کسی نے کہا کہ اگر اس میں کچھ مال ہوا اور ہم نے کھول لیا تو فرعون کی بیوی کو یہ گمان ہوگا کہ ہم نے اس میں سے کچھ الگ رکھ لیا ہے، ہم کچھ بھی کہیں اُس کو یقین نہیں آئے گا، اس لیے سب کی رائے یہ ہوگئی کہ اس تابوت کو اسی طرح بند اُٹھا کر فرعون کی بیوی کے سامنے پیش کردیا جائے۔

فرعون کی بیوی نے تابوت کھولا تو اس میں ایک ایسا لڑکا دیکھا، جس کو دیکھتے ہی اُس کے دل میں اُس سے اتنی محبت ہوگئی جو اس سے پہلے کسی بچے سے نہیں ہوئی تھی (جو درحقیقت حق تعالیٰ کے اس ارشاد کا ظہور تھا (وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّي) دوسری طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ بوسوسۂ شیطانی اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کو بھول گئیں اور حالت یہ ہوگئی فَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فَارِغًا، یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا دل ہر خوشی اور ہر خیال سے خالی ہوگیا، (صرف موسیٰ علیہ السلام کی فکر غالب آگئی) ادھر جب لڑکوں کے قتل پر مامور پولیس والوں کو فرعون کے گھر میں ایک لڑکا آجانے کی خبر ملی تو وہ چھریاں لے کر فرعون کی بیوی کے پاس پہنچ گئے کہ یہ لڑکا ہمیں دو تاکہ ذبح کردیں، آزمائش کا یہ دوسرا موقع تھا۔

فرعون کی بیوی نے ان لشکری لوگوں کو جواب دیا کہ ابھی ٹھہرو کہ صرف اس ایک لڑکے سے تو بنی اسرائیل کی قوت نہیں بڑھ جائے گی میں فرعون کے پاس جاتی ہوں اور اس بچے کی جاں بخشی کراتی ہوں، اگر فرعون نے اس کو بخش دیا تو یہ بہتر ہوگا ورنہ تمہارے معاملے میں دخل نہ دوں گی یہ بچہ تمہارے حوالے ہوگا، یہ کہہ کر وہ فرعون کے پاس گئیں اور کہا کہ یہ بچہ میری اور تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، فرعون نے کہا کہ ہاں تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک ہونا تو معلوم ہے مگر مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔

اس کے بعد ابن عباسؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اُس ذات کی جس کی قسم کھائی جاسکتی ہے، اگر فرعون اس وقت بیوی کی طرح اپنے لیے بھی موسیٰ علیہ السلام کے قرۃ العین آنکھوں کی ٹھنڈک ہونے کا اقرار کرلیتا

تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی ہدایت کر دیتا جیسا کہ اُس کی بیوی کو ہدایت ایمان عطا فرمائی۔

(بہر حال بیوی کے کہنے سے فرعون نے اس لڑکے کو قتل سے آزاد کر دیا) اب فرعون کی بیوی نے اس کو دودھ پلانے کے لیے اپنے آس پاس کی عورتوں کو بُلایا، سب نے چاہا کہ موسیٰ علیہ السلام کو دودھ پلانے کی خدمت انجام دیں، مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کسی کی چھاتی نہ لگتی (وحرّمنا علیه المراضع من قبل) اب فرعون کی بیوی کو یہ فکر ہوگئی کہ جب کسی کا دودھ نہیں لیتے تو زندہ یہ کیسے رہیں گے، اس لیے اپنی کنیزوں کے سُپرد کیا کہ اس کو بازار اور لوگوں کے مجمع میں لے جائیں شاید کسی عورت کا دودھ یہ قبول کرلیں۔

اس طرف موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے بے چین ہوکر اپنی بیٹی کو کہا کہ ذرا باہر جا کر تلاش کرو اور لوگوں سے دریافت کرو کہ اس تابوت اور بچہ کا کیا انجام ہوا، وہ زندہ ہے یا دریائی جانوروں کی خوراک بن چکا ہے، اس وقت تک اُن کو اللہ تعالیٰ کا وہ وعدہ یاد نہیں آیا تھا، جو حالتِ حمل میں اُن سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حفاظت اور چندروزہ مفارقت کے بعد واپسی کا کیا گیا تھا، حضرت موسیٰ کی بہن باہر نکلیں تو (قدرتِ حق کا یہ کرشمہ دیکھا کہ) فرعون کی کنیزیں اس بچے کو لیے ہوئے دودھ پلانے والی عورت کی تلاش میں ہیں، جب اُنھوں نے یہ ماجرا دیکھا کہ یہ بچہ کسی عورت کا دودھ نہیں لیتا اور یہ کنیزیں پریشان ہیں تو ان سے کہا کہ میں تمھیں ایک ایسے گھرانے کا پتہ دیتی ہوں، جہاں مجھے امید ہے کہ یہ اُن کا دودھ پی لے گا اور گھر والے اس کو خیر خواہی ومحبت کے ساتھ پالیں گے۔ یہ سُن کر ان کنیزوں نے ان کو اس شبہ میں پکڑ لیا کہ یہ عورت شاید اس بچے کی ماں یا کوئی عزیز خاص ہے، جو وثوق کے ساتھ یہ کہہ رہی ہے کہ وہ گھر والے اس کے خیر خواہ اور ہمدرد ہیں (اس وقت یہ بہن بھی پریشان ہوگئی) یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آزمائش کا تیسرا واقعہ تھا۔

اس وقت موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے بات بنائی اور کہا کہ میری مراد اس گھر والوں کے ہمدرد خیر خواہ ہونے سے یہی تھی کہ فرعونی دربار تک اُن کی رسائی ہوگی، اُس سے ان کو منافع پہنچنے کی اُمید ہوگی اس لیے وہ اس بچے کی محبت وہمدردی میں کسر نہ کریں گے، یہ سن کر کنیزوں نے ان کو چھوڑ دیا، یہ واپس اپنے گھر پہنچی اور موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو واقعہ کی خبر دی، وہ اُن کے ساتھ اُس جگہ پہنچیں جہاں یہ کنیزیں جمع تھیں، کنیزوں کے کہنے سے اُنھوں نے بھی بچے کو گود میں لے لیا، موسیٰ علیہ السلام فوراً اُن کی چھاتیوں سے لگ کر دودھ پینے لگے، یہاں تک کہ پیٹ بھر گیا، یہ خوش خبری فرعون کی بیوی کو پہنچی کہ اس بچے کے لیے دودھ پلانے والی مل گئی۔ فرعون کی بیوی نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو بُلوایا، اُنھوں نے آکر حالات دیکھے اور یہ محسوس کیا کہ فرعون کی بیوی میری حاجت وضرورت محسوس کر رہی ہے تو ذرا خودداری سے کام لیا، اہلیہ فرعون نے کہا کہ آپ یہاں رہ کر اس بچے کو دودھ پلائیں؛ کیوں کہ مجھے اس بچے سے اتنی محبت ہے کہ میں اس کو اپنی نظروں سے غائب نہیں رکھ سکتی۔ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے کہا کہ میں تو اپنے گھر کو چھوڑ کر یہاں نہیں رہ سکتی؛ کیوں کہ میری گود میں خود ایک بچہ ہے جس کو دودھ پلاتی ہوں، میں اس کو کیسے چھوڑوں؟ ہاں اگر آپ اس پر راضی ہو کہ بچہ میرے سُپرد کریں میں

اپنے گھر رکھ کر اس کو دودھ پلاؤں اور یہ وعدہ کرتی ہوں کہ اس بچے کی خبر گیری اور حفاظت میں ذرا کوتاہی نہ کروں گی، موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو اس وقت اللہ تعالیٰ کا وہ وعدہ بھی یاد آ گیا جس میں فرمایا کہ چند روز کی جدائی کے بعد ہم اُن کو تمہارے پاس واپس دیدیں گے۔ اس لیے وہ اور اپنی بات پر جم گئیں۔ اہلیہ فرعون نے مجبور ہو کر ان کی بات مان لی اور یہ اُسی روز حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لے کر اپنے گھر آ گئیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کی نشو ونما خاص طریقے پر فرمایا۔

جب موسیٰ علیہ السلام ذرا قوی ہو گئے، تو اہلیہ فرعون نے اُن کی والدہ سے کہا کہ یہ بچہ مجھے لا کر دکھا جاؤ (کہ میں اسے دیکھنے کے لیے بے چین ہوں) اور اہلیہ فرعون نے اپنے سب درباریوں کو حکم دیا کہ یہ بچہ آج ہمارے گھر میں آ رہا ہے، تم میں سے کوئی ایسا نہ رہے جو اس کا اکرام نہ کرے اور کوئی ہدیہ اس کو پیش نہ کرے اور میں خود اس کی نگرانی کروں گی کہ تم لوگ اس معاملہ میں کیا کرتے ہو، اس کا اثر یہ ہوا کہ جس وقت موسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ کے ساتھ گھر سے نکلے اسی وقت سے اُن پر تحفوں اور ہدایا کی بارش ہونے لگی، یہاں تک کہ اہلیہ فرعون کے پاس پہنچے تو اُس نے اپنے پاس سے خاص تحفے اور ہدیے الگ پیش کیے، اہلیہ فرعون ان کو دیکھ کر بے حد مسرور ہوئی اور یہ سب تحفے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو دیدیے، اس کے بعد اہلیہ فرعون نے کہا کہ اب میں ان کو فرعون کے پاس لے جاتی ہوں، وہ ان کو انعامات اور تحفے دیں گے جب ان کو لے کر فرعون کے پاس پہنچی تو فرعون نے ان کو اپنی گود میں لے لیا، موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی ڈاڑھی پکڑ کر زمین کی طرف جھکا دیا، اس وقت دربار کے لوگوں نے فرعون سے کہا کہ آپ نے دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ابراہیم علیہ السلام سے جو وعدہ کیا تھا کہ بنی اسرائیل میں ایک نبی پیدا ہوگا، جو آپ کے ملک و مال کا وارث ہوگا، آپ پر غالب آئے گا اور آپ کو پچھاڑ دے گا، یہ وعدہ کس طرح پورا ہو رہا ہے۔

فرعون متنبہ ہوا اور اُسی وقت لڑکوں کو قتل کرنے والے سپاہیوں کو بُلا لیا تا کہ اس کو ذبح کر دیں آزمائش کا یہ چوتھا واقعہ تھا کہ موت سر پر منڈلانے لگی تھی۔

اہلیہ فرعون نے یہ دیکھا تو کہا کہ آپ تو یہ بچہ مجھے دے چکے ہیں پھر اب یہ کیا معاملہ ہو رہا ہے؟ فرعون نے کہا کہ تم یہ نہیں دیکھتیں کہ یہ لڑکا اپنے عمل سے گویا یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ وہ مجھ کو زمین پر پچھاڑ کر مجھ پر غالب آ جائے گا۔ اہلیہ فرعون نے کہا کہ آپ ایک بات کو اپنے اور میرے معاملہ کے فیصلہ کے لیے مان لیں جس سے حق بات ظاہر ہو جاوے گی (کہ بچے نے یہ معاملہ بچپن کی بے خبری میں کیا ہے یا دیدہ و دانستہ کسی شوخی سے) آپ دو انگارے آگ کے اور دو موتی منگوا لیجیے اور دونوں کو ان کے سامنے کر دیجیے اگر یہ موتیوں کی طرف ہاتھ بڑھائیں اور آگ کے انگاروں سے بچیں تو آپ سمجھ لیں کہ اس کے افعال عقل و شعور سے دیدہ و دانستہ ہیں اور اگر اس نے موتیوں کے بجائے انگارے ہاتھ میں اُٹھا لیے تو یہ یقین ہو جائے گا کہ یہ کام کسی عقل و شعور سے نہیں کیا گیا؛ کیوں کہ کوئی عقل والا انسان آگ کو ہاتھ میں نہیں اُٹھا سکتا (فرعون نے اس آزمائش کو مان لیا) دو انگارے اور دو موتی موسیٰ علیہ السلام کے سامنے پیش کیے تو موسیٰ علیہ السلام نے انگارے اٹھا لیے

(بعض دوسری روایات میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام موتیوں کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہتے تھے کہ جبرئیل امین نے اُن کا ہاتھ انگاروں کی طرف پھیر دیا) فرعون نے یہ ماجرا دیکھا تو فوراً اُن کے ہاتھ سے انگارے چھین لیے کہ اُن کا ہاتھ نہ جل جائے (اب تو اہلیہ فرعون کی بات بن گئی) اس نے کہا کہ آپ نے واقعہ کی حقیقت کو دیکھ لیا، اس طرح اللہ تعالیٰ نے پھر یہ موت موسیٰ علیہ السلام سے ٹلا دی؛ کیوں کہ قدرتِ خداوندی کو ان سے آگے کام لینا تھا۔

(حضرت موسیٰ علیہ السلام اسی طرح فرعون کے شاہانہ اعزاز و کرام اور شاہانہ خرچ پر اپنی والدہ کی نگرانی میں پرورش پاتے رہے یہاں تک کہ جوان ہو گئے۔)

اُن کے شاہی اکرام و اعزاز کو دیکھ کر فرعون کے لوگوں کو بنی اسرائیل پر وہ ظلم و جور اور تذلیل و توہین کرنے کی ہمت نہ رہی، جو اس سے پہلے آلِ فرعون کی طرف سے ہمیشہ بنی اسرائیل پر ہوتا رہتا تھا، ایک روز موسیٰ علیہ السلام شہر کے کسی گوشہ میں چل رہے تھے، تو دیکھا کہ دو آدمی آپس میں لڑ رہے ہیں، جن میں سے ایک فرعونی ہے اور دوسرا اسرائیلی۔ اسرائیلی نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر امداد کے لیے پکارا۔ موسیٰ علیہ السلام کو فرعونی آدمی کی جسارت پر بہت غصہ آگیا کہ اس نے شاہی دربار میں موسیٰ علیہ السلام کے اعزاز و اکرام کو جانتے ہوئے اسرائیلی کو اُن کے سامنے پکڑ رکھا ہے، جب کہ وہ یہ بھی جانتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اسرائیلیوں کی حفاظت کرتے ہیں اور لوگوں کو تو صرف یہی معلوم تھا کہ ان کا تعلق اسرائیلی لوگوں سے صرف رضاعت اور دودھ پینے کی وجہ سے ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی والدہ یا کسی اور ذریعہ سے یہ معلوم کرا دیا ہو کہ یہ اپنی دودھ پلانے والی عورت ہی کے بطن سے پیدا ہوئے اور اسرائیلی ہیں۔

غرض موسیٰ علیہ السلام نے غصہ میں آکر اس فرعونی کے ایک مُکا رسید کیا جس کو وہ برداشت نہ کر سکا اور وہیں مر گیا، مگر اتفاق سے وہاں کوئی اور آدمی موسیٰ علیہ السلام اور ان دونوں لڑنے والوں کے سوا موجود نہیں تھا، فرعونی تو قتل ہو گیا، اسرائیلی اپنا آدمی تھا، اس سے اس کا اندیشہ نہ تھا کہ یہ مخبری کر دے گا۔

جب یہ فرعونی موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے مارا گیا تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا "هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ"، یعنی یہ کام شیطان کی طرف سے ہوا ہے وہ کھلا دشمن گمراہ کرنے والا ہے (پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی) رَبِّ اِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْلِي فَغَفَرَلَهُ اِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيْمُ، یعنی اے میرے پروردگار میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا (کہ یہ خطا قتل فرعونی کی مجھ سے سرزد ہو گئی) مجھے معاف فرما دیجیے، اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا کیوں کہ وہ ہی بہت معاف کرنے والا اور بہت رحمت کرنے والا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام اس واقعہ کے بعد خوف و ہراس کے عالم میں یہ خبریں دریافت کرتے رہے (کہ اس کے قتل پر آلِ فرعون کا ردِ عمل کیا ہوا اور دربارِ فرعون تک یہ معاملہ پہنچا یا نہیں) معلوم ہوا کہ معاملہ فرعون تک اس عنوان سے پہنچا کہ کسی اسرائیلی نے آلِ فرعون کے ایک آدمی کو قتل کر دیا ہے اس لیے اسرائیلیوں سے اس کا انتقام لیا جائے، اس معاملے

میں ان کے ساتھ کوئی ڈھیل کا معاملہ نہ کیا جائے، فرعون نے جواب دیا کہ اس کے قاتل کو متعین کر کے مع شہادت پیش کرو۔ کیوں کہ بادشاہ اگر چہ تمہارا ہی ہے، مگر اُس کے لیے یہ کسی طرح مناسب نہیں کہ بغیر شہادت وثبوت۔ کے کسی سے قصاص لے۔ لے، تم اس کے قاتل کو تلاش کر واور ثبوت مہیا کرو، میں ضرور تمہارا انتقام بصورت قصاص اس سے لوں گا، آلِ فرعون کے لوگ یہ سُن کر گلی کوچوں اور بازاروں میں گھومنے لگے کہ کہیں اس کے قتل کرنے والے کا سُراغ مل جائے، مگر ان کو کوئی سراغ نہیں مل رہا تھا۔

اچانک یہ واقعہ پیش آیا کہ اگلے روز موسیٰ علیہ السلام گھر سے نکلے تو اُسی اسرائیلی کو دیکھا کہ کسی دوسرے فرعونی شخص سے مقاتلہ کرنے میں لگا ہوا ہے اور پھر اس اسرائیلی نے موسیٰ علیہ السلام کو مدد کے لیے پکارا، مگر موسیٰ علیہ السلام کل کے واقعہ پر ہی نادم ہو رہے تھے، اور اس وقت اسی بنی اسرائیل کو پھر لڑتے ہوئے دیکھ کر اس پر ناراض ہوئے (کہ خطا اسی کی معلوم ہوتی ہے یہ جھگڑالو آدمی ہے اور لڑتا ہی رہتا ہے) مگر اس کے باوجود موسیٰ علیہ السلام نے ارادہ کیا کہ فرعونی شخص کو اس پر حملہ کرنے سے روکیں؛ لیکن اسرائیلی کو بھی بطور تنبیہ کے کہنے لگے تو نے کل بھی جھگڑا کیا تھا آج پھر لڑ رہا ہے، تو ہی ظالم ہے، اسرائیلی نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ آج بھی اُسی طرح غصے میں ہیں، جیسے کل تھے، تو اُس کو موسیٰ علیہ السلام کے ان الفاظ سے یہ شبہ ہو گیا کہ یہ آج مجھے ہی قتل کر دیں گے، تو فوراً بول اٹھا کہ اے موسیٰ کیا تم چاہتے ہو کہ مجھے قتل کر ڈالو، جیسے کل تم نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا۔

یہ باتیں ہونے کے بعد یہ دونوں ایک دوسرے سے الگ ہو گئے، مگر فرعونی شخص نے آلِ فرعون کے ان لوگوں کو جو کل کے قاتل کی تلاش میں تھے، جا کر یہ خبر پہنچادی کہ خود اسرائیلی نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا ہے کہ تم نے کل ایک آدمی کو قتل کر دیا ہے، یہ خبر دربار فرعون تک فوراً پہنچائی گئی، فرعون نے اپنے سپاہی موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کے لیے بھیج دیئے، یہ سپاہی جانتے تھے کہ وہ ہم سے بچ کر کہاں جائیں گے۔ اطمینان کے ساتھ شہر کی بڑی سڑک سے موسیٰ علیہ السلام کی تلاش میں نکلے، اس طرف ایک شخص کو موسیٰ علیہ السلام کے متبعین میں سے جو شہر کے کسی بعید حصہ میں رہتا تھا، اس کی خبر لگ گئی کہ فرعونی سپاہی موسیٰ علیہ السلام کی تلاش میں بغرض قتل نکل چکے ہیں، اس نے کسی گلی کوچے کے چھوٹے راستہ سے آگے پہنچ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خبر دی۔

یہ (پانچواں) واقعہ فتون یعنی آزمائش کا تھا کہ موت سر پر آ چکی تھی اللہ نے اُس سے نجات کا سامان کر دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ خبر سُن کر فوراً شہر سے نکل گئے اور مدین کی طرف رُخ پھیر کر چل دیئے۔ یہ آج تک شاہی ناز ونعمت میں پلے تھے، کبھی محنت ومشقت کا نام نہ آیا تھا، مصر سے نکل کھڑے ہوئے، مگر راستہ بھی کہیں کا نہ جانتے تھے، مگر اپنے رب پر بھروسہ تھا کہ عَسٰی رَبِّیْ اَنْ یَّهْدِیَنِیْ سَوَآءَ السَّبِیْلِ، یعنی اُمید ہے کہ میرا رب مجھے راستہ دکھادے گا، جب شہر مدین کے قریب پہنچے تو شہر سے باہر ایک کنویں پر لوگوں کا اجتماع دیکھا، جو اُس پر اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے تھے اور

دیکھا کہ دو عورتیں اپنی بکریوں کو سمیٹے ہوئے الگ کھڑی ہیں، موسیٰ علیہ السلام نے ان عورتوں سے پوچھا کہ تم الگ کیوں کھڑی ہو؟ اُنھوں نے جواب دیا کہ ہم سے یہ تو نہیں ہوسکتا کہ ہم ان سب لوگوں سے مزاحمت اور مقابلہ کریں، اس لیے اس انتظار میں ہیں کہ جب یہ سب لوگ فارغ ہو جائیں تو جو کچھ بچا ہوا پانی مل جائے گا اُس سے ہم اپنا کام نکالیں گے۔

موسیٰ علیہ السلام نے اُن کی شرافت دیکھ کر خود اُن کے لیے کنویں سے پانی نکالنا شروع کر دیا، اللہ تعالیٰ نے قوت وطاقت بخشی تھی، بڑی جلدی اُن کی بکریوں کو سیراب کر دیا، یہ عورتیں اپنی بکریاں لے کر اپنے گھر گئیں اور موسیٰ علیہ السلام ایک درخت کے سایہ میں چلے گئے اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کی رَبِّ انّی لما انزلتَ الیّ من خیرٍ فقیر، یعنی اے میرے پروردگار! میں محتاج ہوں اس نعمت کا جو آپ میری طرف بھیجیں، (مطلب یہ تھا کہ کھانے کا اور ٹھکانہ کا کوئی انتظام ہو جائے) یہ لڑکیاں جب روزانہ کے وقت سے پہلے بکریوں کو سیراب کر کے گھر پہنچیں تو اُن کے والد کو تعجب ہوا اور فرمایا آج تو کوئی نئی بات ہے، لڑکیوں نے موسیٰ علیہ السلام کے پانی کھینچنے اور پلانے کا قصہ والد کو سُنا دیا، والد نے ان میں سے ایک کو حکم دیا کہ جس شخص نے یہ احسان کیا ہے، اس کو یہاں بُلا لاؤ، وہ بُلا لائی، والد نے موسیٰ علیہ السلام سے اُن کے حالات دریافت کیے اور فرمایا: "لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ" یعنی اب آپ خوف وہراس اپنے دل سے نکال دیجیے، آپ ظالموں کے ہاتھ سے نجات پا چکے ہیں، ہم نہ فرعون کی سلطنت میں ہیں، نہ اس کا ہم پر کچھ حکم چل سکتا ہے۔

اب ان دو لڑکیوں میں سے ایک نے اپنے والد سے کہا: "یَا اَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ اِنَّ خَیْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ" یعنی ابا جان! ان کو آپ ملازم رکھ لیجیے کیوں کہ ملازمت کے لیے بہترین آدمی وہ ہے جو قوی بھی ہو اور امانت دار بھی، والد کو اپنی لڑکی سے یہ بات سُن کر غیرت سی آئی کہ میری لڑکی کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ یہ قوی بھی ہیں اور امین بھی، اس لیے اس سے سوال کیا کہ تمھیں اُن کی قوت کا اندازہ کیسے ہوا اور اُن کی امانت داری کس بات سے معلوم کی؟ لڑکی نے عرض کیا کہ اُن کی قوت کا مشاہدہ تو ان کے کنویں سے پانی کھینچنے کے وقت ہوا کہ سب چرواہوں سے پہلے انھوں نے اپنا کام کر لیا دوسرا کوئی ان کی برابر نہیں آسکا، اور امانت کا حال اس طرح معلوم ہوا کہ جب میں اُن کو بُلانے کے لیے گئی اور اوّل نظر میں جب انھوں نے دیکھا کہ میں ایک عورت ہوں، فوراً اپنا سر نیچا کر لیا اور اس وقت تک سر نہیں اُٹھایا، جب تک کہ میں نے ان کو آپ کا پیغام نہیں پہنچا دیا، اس کے بعد انھوں نے مجھ سے فرمایا کہ تم میرے پیچھے پیچھے چلو، مگر مجھے اپنے گھر کا راستہ پیچھے سے بتلاتی رہو، اور یہ صرف وہی مرد کر سکتا ہے جو امانت دار ہو، والد کو لڑکی کی اس دانش مندانہ بات سے مسرت ہوئی اور اس کی تصدیق فرمائی اور خود بھی ان کے بارے میں قوت وامانت کا یقین ہو گیا، اُس وقت لڑکیوں کے والد نے (جو اللہ کے رسول حضرت شعیب علیہ السلام تھے) موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ کو یہ منظور ہے کہ میں ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک کا نکاح آپ سے کر دوں، جس کی شرط یہ ہوگی کہ آپ آٹھ سال تک ہمارے یہاں مزدوری کریں، اور اگر آپ دس سال پورے کر دیں تو اپنے اختیار سے کر دیں بہتر ہوگا، مگر ہم یہ پابندی آپ پر عائد نہیں کرتے، تاکہ آپ پر زیادہ

مشقت نہ ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو منظور فرمالیا، جس کی رُو سے موسیٰ علیہ السلام پر صرف آٹھ سال کی خدمت بطور معاہدہ کے لازم ہوگئ، باقی دو سال کا وعدہ اختیاری رہا، اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر علیہ السلام سے وہ وعدہ پورا کرا کر دس سال پورے کرادیئے۔

سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک نصرانی عالم مجھے ملا، اُس نے سوال کیا کہ تم جانتے ہو کہ موسیٰ علیہ السلام نے دونوں میعادوں میں سے کون سی میعاد پوری فرمائی؟ میں نے کہا کہ: مجھے معلوم نہیں؛ کیوں کہ اس وقت تک ابن عباسؓ کی یہ حدیث مجھے معلوم نہ تھی، اس کے بعد میں ابنِ عباسؓ سے ملا اُن سے سوال کیا، انھوں نے فرمایا کہ آٹھ سال کی میعاد پورا کرنا تو موسیٰ پر واجب تھا، اس میں کچھ کمی کرنے کا تو احتمال ہی نہیں اور یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے رسول کا اختیاری وعدہ بھی پورا ہی کرنا منظور تھا، اس لیے دس سال کی میعاد پوری کی۔ اس کے بعد میں اس نصرانی عالم سے ملا، اور اس کو یہ خبر دی، تو اُس نے کہا کہ تم نے جس شخص سے یہ بات دریافت کی ہے، کیا وہ تم سے زیادہ علم والے ہیں، میں نے کہا کہ بیشک وہ بہت بڑے عالم اور ہم سب سے افضل ہیں۔

(دس سال کی میعاد خدمت پوری کرنے کے بعد جب) حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی اہلیہ محترمہ کو ساتھ لے کر شعیب علیہ السلام کے وطن مدین سے رخصت ہوئے، راستہ میں سخت سردی اندھیری رات، راستہ نامعلوم، بے کسی اور بے بسی کے عالم میں اچانک کوہ طور پر آگ دیکھنے پھر وہاں جانے اور حیرت انگیز مناظر کے بعد معجزۂ عصا و ید بیضاء اور اس کے ساتھ منصبِ نبوت ورسالت عطا ہونے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ فکر ہوئی کہ میں فرعونی دربار کا ایک مفرور ملزم قرار دیا گیا ہوں، مجھ سے قبطی کا قصاص لینے کا حکم وہاں سے ہو چکا ہے، اب اُس کے پاس دعوتِ رسالت لے کر جانے کا حکم ہوا ہے، نیز اپنی زبان میں لکنت کا عذر بھی سامنے آیا تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض معروض پیش کی، حق تعالیٰ نے اُن کی فرمائش کے مطابق اُن کے بھائی حضرت ہارون کو شریکِ رسالت بنا کر اُن کے پاس وحی بھیج دی اور یہ حکم دیا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا شہر مصر سے باہر استقبال کریں، اس کے مطابق موسیٰ علیہ السلام وہاں پہنچے، ہارون علیہ السلام سے ملاقات ہوئی دونوں بھائی (حسب الحکم) فرعون کو دعوتِ حق دینے کے لیے اُس کے دربار میں پہنچے کچھ وقت تک تو اُن کو دربار میں حاضری کا موقع نہیں دیا گیا، یہ دونوں دروازے پر ٹھیرے رہے، پھر بہت سے پردوں میں گزر کر حاضری کی اجازت ملی اور دونوں نے فرعون سے کہا: انا رسولا ربك، یعنی ہم دونوں تیرے رب کی طرف سے قاصد اور پیغام بر ہیں، فرعون نے پوچھا فَمَنْ رَبُّكُمَا (تو بتلاؤ تمہارا رب کون ہے) موسیٰ وہارون علیہما السلام نے وہ بات کہی جس کا قرآن نے خود ذکر کردیا، رَبُّنَا الَّذِیْ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی، اس پر فرعون نے پوچھا کہ پھر تم دونوں کیا چاہتے ہو اور ساتھ ہی قبطی مقتول کا واقعہ ذکر کر کے حضرت موسیٰ علیہ اسلام کو مجرم ٹھیرایا (اور اپنے گھر میں اُن کی پرورش پانے کا احسان جتلایا) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دونوں باتوں کا وہ جواب دیا، جو قرآن میں مذکور ہے یعنی مقتول کے معاملہ میں تو اپنی خطا اور

غلطی کا اعتراف کر کے ناواقفیت کا عذر ظاہر کیا اور گھر میں پرورش پر احسان جتلانے کا جواب یہ دیا کہ تم نے سارے بنی اسرائیل کو اپنا غلام بنا رکھا ہے، اُن پر طرح طرح کے ظلم کر رہے ہو، اُسی کے نتیجہ میں بہ نیرنگ تقدیر میں تمہارے گھر میں پہنچا دیا گیا اور جو کچھ اللہ کو منظور تھا وہ ہو گیا اس میں تمہارا کوئی احسان نہیں، پھر موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو خطاب کر کے پوچھا کہ کیا تم اس پر راضی ہو کہ اللہ پر ایمان لے آؤ اور بنی اسرائیل کو غلامی سے آزاد کر دو؟ فرعون نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ اگر تمہارے پاس رسولِ رب ہونے کی کوئی علامت ہے تو دکھلاؤ، موسیٰ علیہ السلام نے اپنی عصا زمین پر ڈال دی، تو وہ عظیم الشان اژدہا کی شکل میں منھ کھولے ہوئے فرعون کی طرف لپکی، فرعون خوفزدہ ہو کر اپنے تخت کے نیچے چھپ گیا اور موسیٰ علیہ السلام سے پناہ مانگی کہ اس کو روک لیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس کو پکڑ لیا، پھر اپنے گریبان میں ہاتھ ڈال کر نکالا تو وہ چمکنے لگا، یہ دوسرا معجزہ فرعون کے سامنے آیا، پھر دوبارہ اپنے گریبان میں ہاتھ ڈالا تو وہ اپنی اصلی حالت پر آ گیا۔

فرعون نے ہیبت زدہ ہو کر اپنے درباریوں سے مشورہ کیا (کہ تم دیکھ رہے ہو یہ کیا ماجرا ہے اور ہمیں کیا کرنا چاہیے) درباریوں نے متفقہ طور پر کہا کہ (کچھ فکر کی بات نہیں) یہ دونوں جادوگر ہیں، اپنے جادو کے ذریعے تم کو تمہارے ملک سے نکالنا چاہتے ہیں اور تمہارے بہترین دین و مذہب کو (جو اُن کی نظر میں فرعون کی پرستش کرنا تھا) یہ مٹانا چاہتے ہیں۔ آپ ان کی کوئی بات نہ مانیں (اور کوئی فکر نہ کریں) کیوں کہ آپ کے ملک میں بڑے بڑے جادوگر ہیں، آپ ان کو بلا لیجئے وہ اپنے جادو سے ان کے جادو پر غالب آ جائیں گے۔

فرعون نے اپنی مملکت کے سب شہروں میں حکم دیدیا کہ جتنے آدمی جادوگری میں ماہر ہوں، وہ سب دربار میں حاضر کر دیئے جاویں، ملک بھر کے جادوگر جمع ہو گئے، تو انھوں نے فرعون سے پوچھا کہ جس جادوگر سے آپ ہمارا مقابلہ کرانا چاہتے ہیں وہ کیا عمل کرتا ہے، اُس نے بتلایا کہ وہ اپنی لاٹھی کو سانپ بنا دیتا ہے، جادوگروں نے بڑی بےفکری سے کہا کہ یہ تو کوئی چیز نہیں، لاٹھیوں اور رسیوں کو سانپ بنا دینے کے جادو کا تو جو کمال ہمیں حاصل ہے، اُس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا، مگر یہ طے کر دیجئے کہ اگر ہم اس پر غالب آ گئے تو ہمیں کیا ملے گا۔

فرعون نے کہا کہ تم غالب آ گئے تو تم میرے خاندان کا جز اور مقربین خاص میں داخل ہو جاؤ گے اور تمھیں وہ سب کچھ ملے گا جو تم چاہو گے۔

اب جادوگروں نے مقابلہ کا وقت اور جگہ موسیٰ علیہ السلام سے طے کر کے اپنی عید کا دن چاشت کا وقت مقرر کر دیا، ابن جُبیرؒ فرماتے ہیں کہ ابنِ عباسؓ نے مجھ سے بیان فرمایا کہ ان کا یوم الزینۃ (یعنی عید کا دن) جس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور اُس کے جادوگروں پر فتح عطا فرمائی وہ عاشوراء یعنی محرم کی دسویں تاریخ تھی، جب سب لوگ ایک وسیع میدان میں مقابلہ دیکھنے کے لیے جمع ہو گئے تو فرعون کے لوگ آپس میں ایک دوسرے کو کہنے لگے، "لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغَالِبِيْنَ" یعنی ہمیں یہاں ضرور رہنا چاہیے تا کہ یہ ساحر یعنی موسیٰ و ہارون اگر غالب آ جائیں تو

ہم بھی ان پر ایمان لے آئیں، اُن کی یہ گفتگو ان حضرات کے ساتھ استہزا و مذاق کے طور پر تھی (اُن کا یقین تھا کہ یہ ہمارے جادوگروں پر غالب نہیں آسکیں گے)

میدانِ مقابلہ مکمل آراستہ ہوگیا تو جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام کو خطاب کیا کہ پہلے آپ کچھ ڈالیں (یعنی اپنا سحر دکھلائیں) یا ہم پہلے ڈال کر ابتدا کریں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُن سے کہا کہ تم ہی پہل کرو، اپنا جادو دکھلاؤ۔ ان لوگوں نے اپنی لاٹھیاں اور کچھ رسیاں زمین پر یہ کہتے ہوئے ڈال دیں "بعزۃ فرعون انا لنحن الغالبون" یعنی بطفیل فرعون ہم غالب آئیں گے (یہ لاٹھیاں اور رسیاں دیکھنے میں سانپ بن کر چلنے لگیں) یہ دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام پر ایک خوف طاری ہوا (فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِهٖ خِیْفَةً مُّوْسٰی)

یہ خوف طبعی بھی ہوسکتا ہے، جو مقتضائے بشریت ہے، انبیا بھی اس سے مستثنیٰ نہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ خوف اس بات کا ہو کہ اب اسلام کی دعوت جس کو میں لے کر آیا ہوں اس میں رکاوٹ پیدا ہوجائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بذریعہ وحی حکم دیا کہ اپنی عصا ڈال دو، موسیٰ علیہ السلام نے اپنی عصا ڈالی تو وہ ایک بڑا اژدہا بن گیا، جس کا منہ کھلا ہوا تھا، اس اژدہے نے اُن تمام سانپوں کو نگل لیا، جو جادوگروں نے لاٹھیوں اور رسیوں کی بنائی تھیں۔

فرعونی جادوگر جادو کے فن کے ماہر تھے، یہ ماجرا دیکھ کر اُن کو یقین ہوگیا کہ موسیٰ علیہ السلام کی عصا کا یہ اژدہا جادو سے نہیں؛ بل کہ اللہ کی طرف سے ہے، اس لیے جادوگروں نے اُسی وقت اعلان کردیا کہ ہم اللہ پر اور موسیٰ علیہ السلام کے لائے ہوئے دین پر ایمان لے آئے اور ہم اپنے پچھلے خیالات وعقائد سے توبہ کرتے ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کے ساتھیوں کی کمر توڑ دی اور اُنھوں نے جو جال پھیلایا تھا وہ سب باطل ہوگیا (فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِیْنَ) فرعون اور اس کے ساتھی مغلوب ہوگئے اور ذلت ورسوائی کے ساتھ اس میدان سے پسپا ہوئے۔

جس وقت یہ مقابلہ ہو رہا تھا (فرعون کی بیوی آسیہ پھٹے پُرانے کپڑے پہن کر اللہ تعالیٰ سے موسیٰ علیہ السلام کی مدد کے لیے دُعا مانگ رہی تھی اور آلِ فرعون کے لوگ یہ سمجھتے رہے کہ یہ فرعون کی وجہ سے پریشان حال ہیں، اُس کے لیے دُعا مانگ رہی ہیں حالاں کہ اُن کا غم وفکر سارا موسیٰ علیہ السلام کے لیے تھا (اور انھیں کے لیے غالب آنے کی دُعا مانگ رہی تھیں) اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام جب کوئی معجزہ دکھاتے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس پر حجت تمام ہوجاتی تو اُسی وقت وعدہ کرلیتا تھا کہ اب میں بنی اسرائیل کو آپ کے ساتھ بھیج دوں گا، مگر جب موسیٰ علیہ السلام کی دُعاء سے وہ عذاب کا خطرہ ٹل جاتا تو اپنے وعدے سے پھر جاتا تھا اور یہ کہہ دیتا تھا کہ کیا آپ کا رب کوئی اور بھی نشانی دکھا سکتا ہے۔ یہ سلسلہ چلتا رہا بالآخر اللہ تعالیٰ نے قوم فرعون پر طوفان اور ٹڈی دل اور کپڑوں میں جوئیں اور برتنوں اور کھانے میں مینڈکوں اور خون وغیرہ کے عذاب مسلط کردیئے، جن کو قرآن میں آیات مفصلات کے عنوان سے بیان کیا گیا ہے۔ اور فرعون کا حال یہ تھا کہ جب

اُن میں سے کوئی عذاب آتا اور اُس سے عاجز ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کرتا کہ کسی طرح یہ عذاب ہٹا دیجئے تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل کو آزاد کر دیں گے پھر جب عذاب ٹل جاتا تو پھر بدعہدی کرتا۔ یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو یہ حکم دیدیا کہ اپنی قوم بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر مصر سے نکل جائیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان سب کو لے کر رات کے وقت شہر سے نکل گئے، فرعون نے جب صبح کو دیکھا کہ یہ سب لوگ چلے گئے، تو اپنی فوج تمام اطراف سے جمع کر کے اُن کے تعاقب میں چھوڑ دی، اُدھر اللہ تعالیٰ نے اُس دریا کو جو موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے راستہ میں تھا، یہ حکم دیدیا کہ جب موسیٰ علیہ السلام تجھ پر لاٹھی ماریں تو دریا میں بارہ راستہ بن جانے چاہئیں۔ جن سے بنی اسرائیل کے بارہ قبائل الگ الگ گزر سکیں۔ اور جب یہ گزر جائیں تو اُن کے تعاقب میں آنے والوں پر یہ دریا کے بارہ حصے پھر مل جائیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب دریا کے قریب پہنچے تو یہ یاد نہ رہا کہ لاٹھی مارنے سے دریا میں راستے پیدا ہوں گے اور اُن کی قوم نے اُن سے فریاد کی اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ یعنی ہم تو پکڑ لیے گئے (کیوں کہ پیچھے سے فرعونی فوجوں کو آتا دیکھ رہے تھے اور آگے یہ دریا حائل تھا) اُس وقت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ یاد آیا کہ دریا پر لاٹھی مارنے سے اس میں راستے پیدا ہو جائیں گے اور فوراً دریا پر اپنی لاٹھی ماری یہ وہ وقت تھا کہ بنی اسرائیل کے پچھلے حصوں سے فرعون افواج کے اگلے حصے تقریباً مل چکے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے سے دریا کے الگ الگ ٹکڑے ہو کر وعدۂ ربانی کے مطابق بارہ راستے بن گئے، اور موسیٰ علیہ السلام اور تمام بنی اسرائیل ان راستوں سے گزر گئے، فرعونی افواج جو اُن کے تعاقب میں تھی اُنھوں نے دریا میں راستے دیکھ کر اُن کے تعاقب میں اپنے گھوڑے اور پیادے ڈال دیئے تو دریا کے یہ مختلف ٹکڑے بامرِ ربانی پھر آپس میں مل گئے، جب موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل دوسرے کنارے پر پہنچ گئے تو اُن کے اصحاب نے کہا کہ ہمیں یہ خطرہ ہے کہ فرعون اُن کے ساتھ غرق نہ ہوا ہو اور اُس نے اپنے آپ کو بچا لیا ہو، تو موسیٰ علیہ السلام نے دُعا فرمائی کہ فرعون کی ہلاکت ہم پر ظاہر کر دے، قدرت حق نے فرعون کی مُردہ لاش کو دریا سے باہر پھینک دیا اور سب نے اس کی ہلاکت کا آنکھوں سے مشاہدہ کر لیا۔

اس کے بعد یہ بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ آگے چلے تو راستہ میں ان کا گزر ایک قوم پر ہوا، جو اپنے بنائے ہوئے بتوں کی عبادت اور پرستش کر رہے تھے، تو یہ بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے **"یَا مُوْسٰی اِجْعَلْ لَّنَا اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ اِنَّ هٰؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَا هُمْ فِيْهِ"** یعنی اے موسیٰ ہمارے لیے بھی کوئی ایسا ہی معبود بنا دیجئے جیسے انھوں نے بہت سے معبود بنا رکھے ہیں، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ: تم عجیب قوم ہو کہ ایسی جہالت کی باتیں کرتے ہو، یہ لوگ جو بتوں کی عبادت میں مشغول ہیں، ان کی عبادت برباد ہونے والی ہے (موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا) کہ تم اپنے پروردگار کے اتنے معجزات اور اپنے اوپر انعامات دیکھ چکے ہو، پھر بھی تمہارے یہ جاہلانہ خیالات نہیں

بدلے، یہ کہہ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام مع اپنے اُن ساتھیوں کے یہاں سے آگے بڑھے اور ایک مقام پر جا کر اُن کو ٹھیرا دیا اور فرمایا تم سب یہاں ٹھیرو، میں اپنے رب کے پاس جاتا ہوں، تیس دن کے بعد واپس آجاؤں گا اور میرے پیچھے ہارون علیہ السلام میرے نائب وخلیفہ رہیں گے، ہر کام میں اُن کی اطاعت کرنا۔

موسیٰ علیہ السلام ان سے رُخصت ہو کر کوہِ طور پر تشریف لے گئے اور (اشارۂ ربانی سے) تیس دن رات کا مسلسل روزہ رکھا تاکہ اس کے بعد کلام ربانی سے مستفید ہو سکیں، مگر تیس دان رات کے مسلسل روزہ سے جو ایک قسم کی بو روزہ دار کے منہ میں ہو جاتی ہے، یہ فکر ہوئی کہ اس بُو کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے شرف ہم کلامی نامناسب ہے، تو پہاڑی گھاس کے ذریعہ مسواک کر کے منہ صاف کر لیا، جب بارگاہِ حق میں حاضر ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ تم نے افطار کیوں کر لیا (اور اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ موسیٰ علیہ السلام نے کچھ کھایا پیا نہیں؛ بل کہ صرف منہ صاف کر لینے کو پیغمبرانہ امتیاز کی بنا پر افطار کرنے سے تعبیر فرمایا) موسیٰ علیہ السلام نے اس حقیقت کو سمجھ کر عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! مجھے یہ خیال ہوا کہ آپ سے ہم کلام ہونے کے لیے منہ کی بو دور کر کے صاف کر لوں۔ حکم ہوا کہ موسیٰ کیا تمھیں یہ خبر نہیں کہ روزہ دار کے منہ کی بو ہمارے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ محبوب ہے، اب آپ لوٹ جایئے اور دس دن مزید روزے رکھئے، پھر ہمارے پاس آیئے، موسیٰ علیہ السلام نے حکم کی تعمیل کی۔

ادھر جب موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل نے دیکھا کہ مقررہ مدت تیس روز گزر گئے اور موسیٰ علیہ السلام واپس نہیں آئے تو اُن کو یہ بات ناگوار ہوئی، ادھر حضرت ہارون علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کے رخصت ہونے کے بعد اپنی قوم میں ایک خطبہ دیا کہ قوم فرعون کے لوگوں کی بہت سی چیزیں جو تم نے عاریۃً مانگ رکھی تھی، یا اُنھوں نے تمہارے پاس ودیعت (امانت) رکھوا رکھی تھی، وہ سب تم اپنے ساتھ لے آئے ہو، اگرچہ تمھاری بھی بہت سی چیزیں قوم فرعون کے پاس عاریت اور ودیعت کی تھیں، اور آپ لوگ یہ سمجھ رہے ہیں کہ اُن کی یہ چیزیں ہماری چیزوں کے معاوضہ میں ہم نے رکھ لی ہیں، مگر میں اس کو حلال نہیں سمجھتا کہ اُن کی عاریت اور ودیعت کا سامان تم اپنے استعمال میں لاؤ اور ہم اس کو واپس بھی نہیں کر سکتے، اس لیے ایک گڑھا کھدوا کر سب کو حکم دیا کہ یہ چیزیں خواہ زیورات ہوں یا دوسری استعمالی اشیاء سب اس گڑھے میں ڈال دو (ان لوگوں نے اس کی تعمیل کی) ہارون علیہ السلام نے اس سارے سامان کے اوپر آگ جلوا دی جس سے یہ سب سامان جل گیا اور فرمایا کہ اب یہ نہ ہمارا رہا نہ اُن کا۔

اُن کے ساتھ ایک شخص سامری ایک ایسی قوم کا فرد تھا، جو گائے کی پرستش کیا کرتے تھے، یہ بنی اسرائیل میں سے نہ تھا، مگر جب حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل مصر سے نکلے تو یہ بھی اُن کے ساتھ ہو لیا، اس کو یہ عجیب اتفاق پیش آیا کہ اس نے (جبرئیل علیہ السلام) کا ایک اثر دیکھا (یعنی جہاں اُن کا قدم پڑتا ہے اُس میں زندگی اور نمو پیدا ہو جاتا ہے) اس نے اُس جلہ سے ایک مٹھی مٹی کو اُٹھا لیا، اس کو ہاتھ میں لیے ہوئے آرہا تھا کہ ہارون علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، ہارون علیہ

السلام نے خیال کیا کہ اس کی مٹھی میں کوئی فرعونی زیور وغیرہ ہے، اس سے کہا کہ جس طرح سب نے اس گڑھے میں ڈالا ہے، تم بھی ڈال دو، اس نے کہا یہ تو اُس رسول (جبرئیل) کے نشانِ قدم کی مٹی ہے، جس نے تمھیں دریا پار کرایا ہے اور میں اس کو کسی طرح نہ ڈالوں گا۔ بجز اس کے کہ آپ یہ دعاء کریں کہ میں جس مقصد کے لیے ڈالوں وہ مقصد پورا ہو جائے، ہارون علیہ السلام نے دعا کا وعدہ کر لیا، اُس نے وہ مٹھی مٹی کی اس گڑھے میں ڈال دی اور حسبِ وعدہ ہارون علیہ السلام نے دعا کی کہ یا اللہ جو کچھ سامری چاہتا ہے، وہ پورا کر دیجئے، جب وہ دُعا کر چکے تو سامری نے کہا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ سونا، چاندی، لوہا، پیتل جو کچھ اس گڑھے میں ڈالا گیا ہے، ایک گائے کا بچھڑا بن جائے، ہارون علیہ السلام دُعا کر چکے تھے اور وہ قبول ہو چکی تھی، جو کچھ زیورات اور تانبا پیتل لوہا اس میں ڈالا گیا تھا، سب کا ایک بچھڑا بن گیا، جس میں کوئی روح تو نہ تھی، مگر گائے کی طرح آواز نکلتا تھا، حضرت ابن عباسؓ نے اس روایت کو نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ واللہ وہ کوئی زندہ آواز نہیں تھی؛ بل کہ ہوا اُس کے پچھلے حصے سے داخل ہو کر منہ سے نکلتی تھی اُس سے یہ آواز پیدا ہوتی تھی۔

یہ عجیب وغریب قصہ دیکھ کر بنی اسرائیل کئی فرقوں میں تقسیم ہو گئے، ایک فرقہ نے سامری سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ اُس نے کہا یہی تمھارا خدا ہے؛ لیکن موسیٰ علیہ السلام راستہ بھول کر دوسری طرف چلے گئے، ایک فرقہ نے یہ کہا کہ ہم سامری کی اس بات کی اُس وقت تک تکذیب نہیں کر سکتے، جب تک موسیٰ علیہ السلام حقیقت حال بتلائیں اگر واقع میں یہی ہمارا خدا ہے تو ہم اس کی مخالفت کر کے گناہگار نہیں ہوں گے اور اگر یہ خدا نہیں تو ہم موسیٰ علیہ السلام کے قول کی پیروی کریں گے۔

ایک اور فرقے نے کہا کہ: یہ سب شیطانی دھوکہ ہے یہ ہمارا رب نہیں ہو سکتا، نہ ہم اس پر ایمان لا سکتے ہیں، نہ اس کی تصدیق کر سکتے ہیں، ایک اور فرقہ کے دل میں سامری کی بات اُتر گئی اور اُس نے سامری کی تصدیق کر کے اس کو اپنا خدا مان لیا۔

ہارون علیہ السلام نے یہ فسادِ عظیم دیکھا تو فرمایا: ''**يَا قَوْمِ اِنَّكُمْ فُتِنْتُمْ بِهٖ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْا اَمْرِيْ**''، یعنی اے میری قوم تم فتنہ میں پڑ گئے ہو، بلا شبہ تمھارا رب اور خدا تو رحمٰن ہے، تم میری اتباع کرو، اور میرا حکم مانو، اُنھوں نے کہا کہ یہ بتلائیے کہ موسیٰ (علیہ السلام) کو کیا ہوا کہ ہم سے تیس دن کا وعدہ کر کے گئے تھے اور وعدہ خلافی کی یہاں تک کہ اب چالیس دن پورے ہو رہے ہیں، اُن کے کچھ بے وقوفوں نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام اپنے رب کو بھول گئے، اُس کی تلاش میں پھرتے ہوں گے۔

اس طرح جب چالیس روزے پورے کرنے کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو شرفِ ہمکلامی نصیب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو اس فتنہ کی خبر دی، جس میں اُن کی قوم مبتلا ہو گئی تھی، **فَرَجَعَ مُوْسٰى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا**، موسیٰ علیہ السلام وہاں سے بڑے غصے میں اور افسوس کی حالت میں واپس آئے اور آ کر وہ باتیں فرمائیں جو قرآن میں تم نے پڑھی ہیں: **وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗ اِلَيْهِ**۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام نے اس غصے میں اپنے بھائی ہارون کے سر کے بال پکڑ کر

اپنی طرف کھینچے اور الواحِ توراۃ، جو کہ کوہ طور سے ساتھ لائے تھے، ہاتھ میں سے رکھ دیں، پھر غصہ فرو ہونے کے بعد بھائی کا عذر صحیح معلوم کر کے اس کو قبول کیا اور اُن کے لیے اللہ سے استغفار کیا، پھر سامری کے پاس گئے اور اُس سے کہا کہ: تو نے یہ حرکت کیوں کی، اُس نے جواب دیا قَبَضْتُ قُبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ، یعنی میں نے رسول (جبرئیل) کے نشانِ قدم کی مٹی اُٹھالی تھی اور میں نے سمجھ لیا تھا (کہ یہ جس چیز پر ڈالی جائے گی اُس میں حیات کے آثار پیدا ہو جائیں گے، مگر میں نے تم لوگوں سے اس بات کو چھپائے رکھا فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِي نَفْسِي، یعنی میں نے اس مٹی کو (زیورات وغیرہ کے ڈھیر پر ڈال دیا) میرے نفس نے میرے لیے یہ کام پسندیدہ شکل میں دکھلایا۔ قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ وَاِنَّ لَكَ مَوْعِداً لَّنْ تُخْلَفَهٗ وَانْظُرْ اِلٰى اِلٰهِكَ الَّذِي ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفاً لَّنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفاً۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام نے سامری کو فرمایا کہ جا، اب تیری سزا یہ ہے کہ تو زندگی بھر یہ کہتا پھرے کہ مجھے کوئی مس نہ کرے (ورنہ وہ بھی عذاب میں گرفتار ہو جائے گا) اور تیرے لیے ایک میعاد مقرر ہے جس کے خلاف نہیں ہوگا کہ زندگی میں تو یہ عذاب چکھتا رہے) اور دیکھ اپنے اُس معبود کو جس کی تو نے پرستش کی ہے، ہم اس کو آگ میں جلائیں گے پھر اس کی راکھ کو دریا میں بہا دیں گے، اگر یہ خدا ہوتا تو ہم کو اس عمل پر قدرت نہ ہوتی۔

اس وقت بنی اسرائیل کو یقین آ گیا کہ ہم فتنہ میں مبتلا ہو گئے تھے اور سب کو اُس جماعت پر غبطہ اور رشک ہونے لگا جس کی رائے حضرت ہارون کے مطابق تھی (یعنی یہ ہمارا خدا نہیں ہو سکتا، بنی اسرائیل کو اپنے اس گناہِ عظیم پر تنبہ ہوا، تو موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ: اپنے رب سے دُعا کیجئے کہ ہمارے لیے توبہ کا دروازہ کھول دے، جس سے ہمارے گناہ کا کفارہ ہو جائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کام کے لیے بنی اسرائیل میں سے ستر ایسے صلحاء نیک لوگوں کا انتخاب کیا جو پوری قوم میں نیکی اور صلاح میں ممتاز تھے، اور جو اُن کے علم میں گوسالہ پرستی سے بھی دُور رہے تھے، اس انتخاب میں بڑی چھان بین سے کام لیا، ان ستر منتخب صلحا بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر کوہِ طور کی طرف چلے تاکہ اللہ تعالیٰ سے ان کی توبہ قبول کرنے کے بارے میں عرض کریں، موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر پہنچے تو زمین میں زلزلہ آیا، جس سے موسیٰ علیہ السلام کو بڑی شرمندگی اس وفد کے سامنے ہوئی اور قوم کے سامنے بھی، اس لیے عرض کیا رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ مِنَّا، یعنی اے پروردگار! اگر آپ ان کو ہلاک ہی کرنا چاہتے تھے تو وفد میں آنے سے پہلے ہلاک کر دیتے اور مجھے بھی ان کے ساتھ ہلاک کر دیتے، کیا آپ ہم سب کو اس لیے ہلاک کرتے ہیں کہ ہم میں سے کچھ بیوقوفوں نے گناہ کیا، اور دراصل وجہ اس زلزلہ کی یہ تھی کہ اس وفد میں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تحقیق وتفتیش کے باوجود کچھ لوگ اُن میں سے شامل ہو گئے تھے، جو پہلے گوسالہ پرستی کر چکے تھے، اور اُن کے دلوں میں گوسالہ کی عظمت بیٹھی ہوئی تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس دُعاء وفریاد کے جواب میں ارشاد ہوا: وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ

يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُونَ۝ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِيْلِ. یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میری رحمت تو سب کو شامل ہے، اور میں عنقریب لکھ دوں گا، اپنی رحمت (کا پروانہ) اُن لوگوں کے لیے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور اتباع کرتے ہیں، اُس رسولِ اُمّی کا جس کا ذکر لکھا ہوا پاتے ہیں اپنے پاس تورات اور انجیل میں۔

یہ سُن کر موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، اے میرے پروردگار! میں نے آپ سے اپنی قوم کی توبہ کے بارے میں عرض کیا تھا، آپ نے جواب میں رحمت کا عطا فرمانا میری قوم کے علاوہ دوسری قوم کے متعلق ارشاد فرمایا تو پھر آپ نے میری پیدائش کو مؤخر کیوں نہ کر دیا کہ مجھے بھی اُسی نبی اُمّی کی امتِ مرحومہ کے اندر پیدا فرما دیتے، اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بنی اسرائیل کی توبہ قبول ہونے کا ایک طریقہ ارشاد ہوا کہ ان کی توبہ قبول ہونے کی صورت یہ ہے کہ ان میں سے ہر شخص اپنے متعلقین میں سے باپ یا بیٹے جس سے ملے اس کو تلوار سے قتل کر دے، اُسی جگہ میں جہاں یہ گوسالہ پرستی کا گناہ کیا تھا۔

اس وقت موسیٰ علیہ السلام کے وہ ساتھی جن کا حال موسیٰ علیہ السلام کو معلوم نہ تھا اور ان کو بے قصور صالح سمجھ کر ساتھ لیا تھا، مگر درحقیقت اُن کے دل میں گوسالہ پرستی کا جذبہ اب تک تھا، وہ بھی اپنے دل میں نادم ہو کر تائب ہو گئے اور اُنھوں نے اُس شدید حکم پر عمل کیا، جو اُن کی توبہ قبول کرنے کے لیے بطور کفارہ نافذ کیا تھا (یعنی اپنے عزیز واقارب کا قتل) اور جب اُنھوں نے یہ عمل کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے قاتل ومقتول دونوں کی خطا معاف فرما دی۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تورات کی الواح جن کو غصہ میں ہاتھ سے رکھ دیا تھا، اُٹھا کر اپنی قوم کو لے کر ارضِ مقدسہ (شام) کی طرف چل دیئے، وہاں ایک ایسے شہر پر پہنچے جس پر جبارین کا قبضہ تھا، جن کی شکل وصورت اور قد وقامت بھی ہیبت ناک تھی، اُن کے ظلم وجور اور قوت وشوکت کے عجیب وغریب قصے ان سے کہے گئے (موسیٰ علیہ السلام اس شہر میں داخل ہونا چاہتے تھے، مگر بنی اسرائیل پر ان جبارین کے حالات سن کر رُعب چھا گیا اور کہنے لگے: موسیٰ! اس شہر میں تو بڑے جبار ظالم لوگ ہیں، جن کے مقابلے کی ہم میں طاقت نہیں اور ہم تو اس شہر میں اُس وقت تک داخل نہیں ہوں گے، جب تک یہ جبارین وہاں موجود ہیں، ہاں وہ یہاں سے نکل جائیں تو پھر ہم اُس شہر میں داخل ہو سکتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم بنی اسرائیل پر حق تعالیٰ کے بے شمار انعامات کے ساتھ ہر قدم پر اُن کی سرکشی اور بیہودگی کا مشاہدہ کرتے آ رہے تھے، مگر اس وقت تک صبر وتحمل سے کام لیتے رہے، کبھی اُن کے لیے بد دعا نہیں کی، اس وقت ان کے اِس بیہودہ جواب سے وہ بہت دل شکستہ اور غمگین ہو گئے اور اُن کے لیے بدُ دعا کی، اُن کے حق میں فاسقین کے الفاظ استعمال فرمائے، حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی دُعا قبول فرمالی اور اُن کو اللہ تعالیٰ نے بھی فاسقین کا نام دیدیا اور اس زمین مقدس سے ان لوگوں کو چالیس سال کے لیے محروم کر دیا، اس کھلے میدان میں ان کو ایسا قید کر دیا کہ صبح سے شام تک چلتے رہتے تھے، کہیں قرار نہ تھا، (مگر چوں کہ اللہ کے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اُن کے ساتھ تھے اُن کی برکت اور

طفیل سے قوم فاسقین پر اس سزا کے دوران بھی اللہ تعالیٰ کی بہت سی نعمتیں برتی رہیں کہ اس میدان تیہ میں یہ جس طرف چلتے تھے، بادل ان کے سروں پر سایہ کر دیتا تھا، اُن کے کھانے کے لیے مَن وسلویٰ نازل ہوتے تھے، اُن کے کپڑے معجزانہ انداز سے نہ میلے ہوتے تھے نہ پھٹتے تھے، ان کو ایک مربع پتھر عطا فرما دیا تھا اور موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیدیا تھا کہ جب اُن کو پانی کی ضرورت ہو تو اس پتھر پر اپنی لاٹھی مارو تو اس میں سے بارہ چشمے جاری ہو جاتے تھے، پتھر کی ہر جانب سے تین چشمے بہنے لگتے تھے اور بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں میں یہ چشمے متعین کر کے تقسیم کر دیے گئے تھے، تا کہ باہم جھگڑا نہ پیدا ہو اور جب بھی یہ لوگ کسی مقام سے سفر کرتے اور پھر کہیں جا کر منزل کرتے تو اس پتھر کو وہیں موجود پاتے تھے۔

(معارف القرآن از مفتی محمد شفیع صاحبؒ ج:۶ ص:۸۰-۹۶)

اَلْمُنَاظَرَةُ

بَيْنَ عُمَرَبْنِ عَبْدِ الْعَزِيْز رَحِمَهُ اللّٰه تعالىٰ وَبَيْنَ وَفْدِ الْخَوَارِج

قَالَ الْهَيْثَمُ بْنُ عَدِيٍّ: أَخْبَرَنِي عُوَانَةُ ابْنُ الْحَكَمِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ بَعَثَنِي عُمَرُ ابْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ مَعَ عَوْنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ إِلٰى شُوْذَبَ الْخَارِجِيِّ وَأَصْحَابِهِ إِذْ خَرَجُوا بِالْجَزِيْرَةِ، وَكَتَبَ مَعَنَا كِتَاباً، فَقَدِمْنَا عَلَيْهِمْ، وَدَفَعْنَا كِتَابَهُ إِلَيْهِمْ، فَبَعَثُوا مَعَنَا رَجُلاً مِنْ بَنِي شَيْبَانَ وَرَجُلاً فِيهِ حَبْشِيَّةٌ، يُقَالُ لَهُ: شُوْذَبُ، فَقَدِ مَا مَعَنَا عَلٰى عُمَرَ وَهُوَ بِخَاصِرَتِهِ، فَصَعِدْنَا إِلَيْهِ وَكَانَ فِي غُرْفَةٍ، وَمَعَهُ ابْنُهُ عَبْدُ الْمَلِكِ، وَحَاجِبُهُ مُزَاحِمٌ فَأَخْبَرْنَا بِمَكَانِ الْخَارِجِيَّيْنِ، قَالَ عُمَرُ: فَتِّشُوهُمَا لَا يَكُنْ مَعَهُمَا حَدِيْدٌ، وَأَدْخِلُوهُمَا فَلَمَّا دَخَلَا قَالَا: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، ثُمَّ جَلَسَا، فَقَالَ لَهُمَا عُمَرُ: أَخْبِرَانِي مَا الَّذِيْ أَخْرَجَكُمْ عَنْ حُكْمِي هٰذَا؟ وَمَا نَقَمْتُمْ؟ فَتَكَلَّمَ الْأَسْوَدُ مِنْهُمَا، فَقَالَ: إِنَّا وَاللّٰهِ مَا نَقَمْنَا عَلَيْكَ فِي سِيْرَتِكَ، وَتَحَرِّيْكَ العَدْلَ وَالإِحْسَانَ إِلٰى مَنْ وَلَّيْتَ وَلٰكِنْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ أَمْرٌ إِنْ أَعْطَيْنَاهُ فَنَحْنُ مِنْكَ وَأَنْتَ مِنَّا، وَإِنْ مَنَعْتَنَاهُ فَلَسْتَ مِنَّا وَلَسْنَا مِنْكَ، قَالَ عُمَرُ: مَا هُوَ؟ قَالَ: رَأَيْنَاكَ خَالَفْتَ أَهْلَ بَيْتِكَ، وَسَمَّيْتَهَا مَظَالِمَ، وَسَلَكْتَ غَيْرَ طَرِيْقِهِمْ فَإِنْ زَعَمْتَ أَنَّكَ عَلٰى هُدًى وَهُمْ عَلٰى ضَلَالٍ فَالْعَنْهُمْ وَابْرَأْ مِنْهُمْ، فَهٰذَا الَّذِي يَجْمَعُ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ أَوْ يُفَرِّقُ فَتَكَلَّمَ عُمَرُ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: إِنِّي قَدْعَلِمْتُ أَوْ ظَنَنْتُ أَنَّكُمْ لَمْ تَخْرُجُوا مَخْرَجَكُمْ هٰذَا لِطَلَبِ دُنْيَا وَمَتَاعِهَا وَلٰكِنَّكُمْ أَرَدْتُمُ الْآخِرَةَ فَأَخْطَأْتُمْ سَبِيْلَهَا، وَإِنِّي سَائِلُكُمَا عَنْ أَمْرٍ، فَبِاللّٰهِ أَصْدُقَانِي فِيهِ مَبْلَغَ عِلْمِكُمَا، قَالَا: نَعَمْ، قَالَ: أَخْبِرَانِي عَنْ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ، أَلَيْسَا مِنْ

أسلافكما؟ وَمَنْ تتولّيان وَتشهدان لَهما بالنّجاة؟ قالا: اَللّٰهمّ نعم، قالَ: فهل علمتما أنّ أبا بكرٍ حين قُبضَ رَسُولُ اللهِ صَلّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ فأرتدّت العربُ، قاتلهم، فسفكَ الدّماء، وأخذ الأموالَ وَسبى الذّراريَّ؟ قالا: نعم، قالَ: فهل علمتم أنّ عُمرَ قامَ بعد أبي بكرٍ فردَّ تلك السبايا إلى عشائرها؟ قالا: نعم، قالَ: فهل برئ عُمرُ من أبي بكرٍ أو تبرؤون أنتم من أحدٍ منهما؟ قالا: لا، قال: فأخبراني عن أهل النّهروان، أليسوا من صالحي أسلافكما؟ وممّن تشهدون لَهُ بالنّجاة؟ قالا: نعم، قال: فهل تعلمون أنّ أهل الكوفة حين خرجوا كفّوا أيديهم، فلم يسفكوا دماً ولم يخيفوا امناً؟ ولم يأخذوا مالاً؟ قالا: نعم؟ قال فهل علمتم أنّ أهل البصرة حين خرجوا مع مسعر بن فُديك استعرضوا يقتلونهم ولقوا عبد اللّٰه بن خبّاب بن الأرت صاحب رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم فقتلوهُ وقتلوا جاريتهُ، ثُمّ قتلوا النّساء والأطفال، حتّى جعلوا يلقونهم في قُدور الأقِط وهي تفور، قالا: قد كانَ ذلك، قالَ: فهل برئ أهل الكوفة من أهل البصرة؟ قالا: لا، قالَ: فهل تبرّؤون أنتم من إحدى اثنتين، قالا: لا، قالَ: أفرأيتم الدّين أليس هُو واحدٌ أم الدّين اثنان؟ قالا: بل واحدٌ، قالَ: فهل يسعكم منهُ شيء يُعجزني؟ قالا: لا، قالَ: فكيف يسعكم أن تولّيتم أبابكرٍ وعمرَ، وتولّى كُلُّ واحدٍ منهما صاحبهُ وتولّيتم أهلَ الكوفة والبصرة.وتولّى بعضهم بعضاً، وقد اختلفوا في أعظم الأشياء والدّماء والفروج، والأموال، ولا يسعني إلّا لعن أهل بيتي، والتّبرّؤ منهم، ورأيت لعن أهل الذّنوب فريضة مفروضة لا بُدّ منها، فإن كانَ ذلك فمتى عهدك بلعن فرعون؟ وقد قالَ: أنا ربّكم الأعلى، قالَ: ما أذكر أنّي لعنتهُ، قالَ: ويحك أيسعك أن لا تلعن فرعون وهو أخبث الخلق ولا يسعني أن لا ألعن أهل بيتي، والبراءة منهم؟ ويحكم، إنّكم قومٌ جهّالٌ، أردتم أمراً فأخطأتموه، فأنتم تردّون على النّاس ما قبل منهم رسول اللّٰه صلّى اللّٰهُ عليه وسلّم بعثهُ اللّٰهُ إليهم وهم عبدةُ أوثان فدعاهم إلى أن يخلعوا الأوثان، وأن يشهدوا أن لا إله إلّا اللّٰهُ، وأنّ مُحمّداً عبدُهُ ورسولهُ، فمن قال ذلك حقن بذلك دمهُ، وأحرز مالهُ، ووجبت حرمتهُ وأمن به عند رسول اللّٰه صلّى اللّٰهُ عليه وسلّم وكانَ أسوة المسلمين وكانَ حسابهُ على اللّٰه أفلستم تلقون من خلع الأوثان، ورفض الأديان، وشهد أن لا إله إلّا اللّٰه، وأنّ مُحمّداً رسول اللّٰه، تستحلّون دمهُ ومالهُ ويلعن عندكم، ومن ترك ذلك، وأتاكم من اليهود والنّصارىٰ وأهل

الْأَدْيَان، فَتُحْرِمُونَ دَمَهُ وَمَالَهُ فَقَالَ الْأَسْوَدُ: مَا سَمِعْتُ كَالْيَوْمِ أحداً أبينَ حُجَّةً وَلَا أقْرَبَ مَأخَذاً، أمَّا أنَا فَأشْهَدُ أنَّكَ عَلَى الحَقِّ، وأنِّي بَرِيٌ مِمَّنْ بَرِئَ مِنْكَ، فَقَالَ عُمَرُ لِصَاحِبِهِ: يَا أخَا بَنِي شَيْبَانَ! ما تَقُولُ أنتَ؟ قَالَ: مَا أحْسَنَ مَا قُلْتَ وَوَصَفْتَ غَيْرَ أنِّي لَا أفْتَاتُ عَلَى النَّاسِ بِأمْرٍ، حَتّٰى ألْقَاهُمْ بِمَا ذَكَرْتَ وانْظُر ما حُجَّتُهُمْ، قَالَ: أنْتَ وَذَاكَ، فَأقَامَ الْحَبْشِيُّ مَعَ عُمَرَ، وَأمَرَ لَهُ بِالعَطَاءِ فَلَمْ يَلْبَثْ أنْ مَاتَ وَلَحِقَ الشَّيْبَانِيُّ بِأصْحَابِهِ فَقُتِلَ مَعَهُمْ بَعْدَ وَفَاةِ عُمَرَ.

حضرت عمر بن عبدالعزیز اور خوارج کے وفد کے درمیان مناظرہ

ہیثم بن عدی کا بیان ہے کہ مجھ سے عوانہ بن حکم نے محمد بن زبیر کے واسطے سے بیان کیا، وہ کہتے ہیں: مجھے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ نے عون بن عبداللہ بن مسعود کے ہمراہ شوذب خارجی اور اس کے رفقاء کے پاس اُس وقت بھیجا جب وہ جزیرے سے نکل گئے تھے اور ہمیں ایک خط بھی لکھ کر دیا، چناں چہ ہم ان کے پاس آئے اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کا خط انھیں دیا، تو انھوں نے بنوشیبان کے ایک شخص کو اور ایک اور شخص کو جس میں حبشیت کے آثار تھے، جسے شوذب کہا جاتا تھا، ہمارے ساتھ بھیج دیا، چناں چہ وہ دونوں ہمارے ساتھ حضرت عمر کے پاس آئے اور حضرت عمرؒ اپنے پایۂ تخت میں تھے، تو ہم ان کے پاس گئے، اور وہ ایک بالا خانے میں تھے، ان کے ساتھ ان کا لڑکا عبدالملک اور اُن کا دربان مزاحم بھی تھا، تو ہم نے دو خارجیوں کے ہونے کی اطلاع دی، حضرت عمرؒ نے فرمایا: ان کی تلاشی لے لو، ان کے ساتھ کوئی ہتھیار نہ ہو، اور ان دونوں کو اندر بلا لو، تو جب وہ دونوں داخل ہوئے تو السلام علیکم کہا اور بیٹھ گئے، پھر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں سے فرمایا: کس وجہ سے تم لوگ میرے اِس فیصلے سے مکر گئے اور تم نے کیا عیب پایا؟ تو ان میں سے حبشی بولا اور کہا: بخدا ہم نے آپ کی سیرت اور اپنی رعایا کے ساتھ عدل واحسان کرنے میں آپ میں کوئی عیب نہیں پایا؛ لیکن ہمارے اور آپ کے درمیان ایک بات ہے، اگر ہمیں وہ (اس کا جواب) مل جائے تو ہم آپ کے اور آپ ہمارے ہیں، اور اگر آپ نے ہمیں اس سے روک دیا تو نہ آپ ہمارے ہیں اور نہ ہم آپ کے، حضرت عمرؒ نے فرمایا: وہ بات کیا ہے؟ اس نے کہا: ہم آپ کو دیکھتے ہیں کہ آپ نے اہلِ بیت کی مخالفت کی ہے اور اُن (حقوق) کو (جنھیں امراء بنوامیہ نے بطور ٹیکس لیا تھا) آپ نے مظالم قرار دیا ہے اور آپ اہلِ بیت کے راستے سے ہٹ گئے ہیں، سو اگر آپ کا یہ خیال ہے کہ آپ حق پر ہیں اور وہ باطل اور گمراہی پر تھے، تو آپ ان پر لعنت بھیجئے اور ان سے اظہار برأت کیجیے۔ تو یہی چیز ہمارے اور آپ کے درمیان اتحاد پیدا کرے گی یا افتراق کا سبب ہوگی، پھر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ نے گفتگو شروع کی، چناں چہ اللہ کی حمد وثنا بیان کی، پھر فرمایا: مجھے معلوم ہے یا میرا خیال ہے کہ تمہارا یہ نکلنا دنیا اور اس کے ساز وسامان کو طلب کرنے کے لیے نہیں ہے؛ بل کہ تم نے آخرت کا ارادہ کیا ہے، مگر تم نے اس کا راستہ غلط اختیار کیا ہے اور میں تم دونوں سے ایک چیز کے متعلق

دریافت کررہا ہوں سو خدارا تم اپنے علم کے مطابق صحیح بتانا، انھوں نے کہا: جی ہاں، آپ نے فرمایا: مجھے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے متعلق بتلاؤ کیا وہ دونوں تمہارے اسلاف اور ان لوگوں میں سے نہیں ہیں، جنھیں تم ولی مانتے ہو اور ان کے نجات کی شہادت دیتے ہو؟ انھوں نے کہا: جی ہاں، آپ نے فرمایا: سو کیا تم دونوں کو یہ بھی معلوم ہے کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے پردہ فرما گئے اور عرب مرتد ہو گئے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان سے قتال کیا، تو خون بھی بہائے، مال لیا اور ان کی ذریت کو قید بھی کیا؟ انھوں نے کہا: جی ہاں، (معلوم ہے) حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: سو کیا تمھیں یہ بھی معلوم ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد کو پورا کیا، پھر بھی انھوں نے ان قیدیوں کو ان کے خاندان والوں کو واپس کردیا؟ انھوں نے کہا: جی ہاں، آپ نے فرمایا: تو کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیزار ہو گئے؟ یا تم اُن دونوں میں سے کسی سے اظہارِ بیزاری کرتے ہو؟ اُن دونوں نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا: سو آپ دونوں حضرات مجھے اہلِ نہروان کے متعلق بتلائیں کیا وہ تمہارے نیک اسلاف میں سے اور ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جن کے متعلق تم نجات کی گواہی دیتے ہو؟ ان دونوں نے کہا: جی ہاں (وہ ہمارے اسلاف میں سے ہیں) آپ نے فرمایا: سو کیا تمھیں یہ معلوم ہے کہ اہلِ کوفہ نے جب خروج اختیار کیا تو انھوں نے اپنے ہاتھوں کو روک رکھا، چناں چہ نہ تو انھوں نے خوں ریزی کی، نہ کسی امن والے کو ڈرایا اور نہ ہی انھوں نے مال لیا، ان دونوں نے کہا: جی ہاں، حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا: سو کیا تمھیں معلوم ہے کہ اہلِ بصرہ نے جس وقت مسعر بن فدیک کے ساتھ خروج اختیار کیا تھا تو وہ ان کے قتل کے درپے ہو گئے اور اُن کی ملاقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت عبداللہ بن خباب بن ارت سے ہوئی، تو انھوں نے انھیں شہید کردیا اور ان کی باندی کو بھی، پھر انھوں نے عورتوں اور بچوں کو بھی قتل کردیا یہاں تک کہ انھیں پنیر کی ابلتی ہوئی ہانڈیوں میں ڈالنے لگے، ان لوگوں نے کہا: یہ سب کچھ ہوا، آپ نے فرمایا: تو کیا اہلِ کوفہ اہلِ بصرہ سے بری ہو گئے، اُن دونوں نے کہا: نہیں، پھر کیا تم اُن دونوں میں سے کسی سے برأت کا اظہار کرتے ہو؟ اُن دونوں نے کہا: نہیں، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: سو تمہارا دین کے بارے میں کیا خیال ہے؟ کیا دین ایک ہے یا دو؟ اُن دونوں نے کہا: بل کہ ایک ہی ہے، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا: سو کیا دین میں سے کوئی ایسی چیز ہے جس کی تمہارے لیے گنجائش ہو اور میرے لیے نہ ہو؟ اُن دونوں نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا: سو تمہارے لیے یہ بات کیسے جائز ہے کہ تم نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو حاکم مان لیا اور اُن میں سے ہر ایک نے اپنے ساتھی کو حاکم مان لیا، اور تم نے اہلِ کوفہ و اہلِ بصرہ کو حاکم مان لیا، اور ان میں سے ایک نے دوسرے کو مان لیا حالاں کہ ان کا بڑی چیزوں اور جان و مال و شرم گاہ میں اختلاف رہا ہے، اور میرے لیے اہلِ بیت پر لعنت اور اُن سے اظہارِ بیزاری کے علاوہ کوئی گنجائش نہیں، اور گناہ گاروں پر لعنت بھیجنا تم ایک ایسا واجبی فریضہ سمجھتے ہو جس کے بغیر کوئی چارہ نہیں، پس اگر بات ایسی ہی ہے تو فرعون پر لعنت بھیجنے میں تمہارا کتنا زمانہ گذرا، جب کہ اس نے "أنا ربكم الأعلى" کہا تھا،

اُس نے کہا: مجھے تو یہی یاد نہیں کہ میں نے اُس پر کبھی لعنت بھیجی ہے، آپ نے فرمایا: افسوس ہے تجھ پر، کیا تیرے لیے اِس بات کی گنجائش ہے کہ تو اُس پر (فرعون پر) لعنت نہ بھیجے حالاں کہ وہ مخلوق میں خبیث ترین شخص ہے اور میرے لیے اہلِ بیت پر لعنت بھیجنے اور ان سے اظہار برأت کے سوا کوئی گنجائش نہیں؟ تمہارا برا ہو تم بڑے جاہل لوگ ہو، تم نے ایک کام کا ارادہ کیا تو تم سے غلطی ہوگئ، تم لوگوں پر ایسی چیز کو لے کر اشکال کرتے رہتے ہو جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے قبول کیا ہے، اللہ رب العزت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی طرف اس حال میں مبعوث فرمایا کہ وہ بتوں کے پجاری تھے، تو آپؐ نے انھیں بتوں کو چھوڑنے اور اس بات کی گواہی دینے کی طرف بلایا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، تو جس نے یہ کلمہ پڑھ لیا تو اس نے اس کے ذریعہ اپنے جان و مال کو محفوظ کر لیا اور اس کا احترام لازم ہو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک وہ مومن ہو گیا، اور وہ مسلمانوں کا مقتدیٰ بن گیا، اور اس کا حساب اللہ کے ذمے ہو گیا، سو کیا تم ان لوگوں سے نہیں ملتے جنھوں نے بتوں کو چھوڑا، مذاہب کو چھوڑا اور اس بات کی گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں؟ کیا تم ان کے جان و مال کو حلال سمجھتے ہو؟ اور وہ تمہارے نزدیک ملعون ہیں؟ اور جس نے ان چیزوں کو ترک کر دیا اور تمھارے پاس آیا، یہود و نصاریٰ اور دیگر ادیان میں سے تو تم اس کے جان و مال کو حرام سمجھتے ہو، تو حبشی بولا: میں نے آج کی طرح کسی شخص کو نہیں سنا جس کے دلائل اتنے واضح اور ماخذ سے قریب ترین ہوں۔

جہاں تک میرا معاملہ ہے تو میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ حق پر ہیں اور یہ بھی کہ ان لوگوں سے بری ہوں، جن سے آپ بری ہیں، تو حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے اس کے ساتھی سے کہا: اے بنوشیبان کے بھائی تمہارا کیا خیال ہے، اس نے کہا: آپ نے کیا ہی عمدہ وضاحت کی اور بیان کیا، مگر یہ کہ میں لوگوں کے بارے میں کسی چیز کا فیصلہ نہیں کر سکتا تا آں کہ میں ان سے ملاقات کر لوں اُن باتوں کے ساتھ جو آپ نے بیان کی ہیں، اور یہ بھی دیکھ لوں کہ ان کی کیا دلیل ہے؟ آپ نے فرمایا: تجھے اختیار ہے، تو حبشی تو حضرت عمرؒ کے ساتھ رہا اور آپ نے اس کے لیے عطیے کا حکم دے دیا، پھر کچھ ہی دنوں بعد اس کا انتقال ہو گیا، اور شیبانی اپنے ساتھیوں سے جا ملا اور انھیں کے ساتھ حضرت عمرؒ کی وفات کے بعد قتل کر دیا گیا۔

لغات وترکیب

حاضرةٌ، (ج) حواضر، پایۂ تخت، مرکزِ حکومت۔ غرفةٌ، (ج) غرفٌ، بالاخانہ۔ کوٹھا۔ نَقَمَ يَنْقِمُ نَقْماً (ض) عیب لگانا۔ برأ يبرأ براءةً (س) بری ہونا۔ أخطأ السَّبِيلَ يُخطِئُ إخطاءً (افعال) غلط راستے پر چل پڑنا۔ سَبَايا، واحد، سَبِيَّةٌ، قیدی عورت۔ عشائر، واحد، عشيرةٌ، خاندان۔ نَهروان، بغداد اور واسط کے مابین تین دیہات ہیں، اور یہیں خارجیوں کی جماعت مقیم تھی۔ قُدُورٌ، واحد، قِدْرٌ، ہانڈی۔ اقِطٌ واقِطٌ، پنیر۔ فَارَ القِدْرُ يَفُورُ فوراً (ن) ہانڈی کا جوش مارنا۔ عَبَدَةٌ، واحد، عابدٌ، عبادت گزار۔ أوثانٌ، واحد، وَثَنٌ، بت۔ حَقَنَ يَحْقِنُ حقناً

(ن،ض) الدمَ، گرانے سے بچانا، حفاظت کرنا۔ أحرز الشيءَ يُحرِزُ إحرازاً (افعال) جمع کرنا، حفاظت کرنا۔ أسوةٌ، اقتدا، نمونہ، (ج) أُسيٌّ، وإسّي. خلَعَ الشيَ يَخلَعُ خلْعاً (ف) اتارنا۔ اِفْتَاتَ عَلٰى فُلَانٍ يَفْتَاتُ اِفْتِيَاتاً (افتعال) حکم کرنا۔ فیصلہ کرنا۔ لَبِثَ يَلْبَثُ لَبْثاً وَلُبْثاً (س) ٹھہرنا۔ اقامت کرنا۔

"وَهُوَ بحاضرته" "عمر" سے حال واقع ہے۔ **فإن زعمت أنك على هدى وهم على ضلال** "أنك على هدى وهم على ضلال" أنّ اپنے اسم وخبر سے مل کر بہ تاویل مفرد ہوکر "زعمت" کا مفعول ہے، پھر پورا جملہ شرط ہے اور "فالعنهم" جزا۔ "وهي تفور" یہ جملہ "قدور الاقط" سے حال واقع ہے۔ **حجةً** اور **ماخذاً** تمیز کی بنیاد پر منصوب ہیں۔

تشریح حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خلافت کا زمانہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت کی طرح بہت ہی مختصر ہے؛ لیکن جس طرح عہد صدیقی بہت ہی اہم اور قیمتی زمانہ تھا، اسی طرح عمر بن عبدالعزیز کی خلافت کا زمانہ بھی عالمِ اسلام کے لیے قیمتی زمانہ تھا، بنوامیہ کی حکومت نے بتدریج لوگوں میں دنیا پرستی اور حب جاہ ومال پیدا کر کے آخرت کی طرف سے غفلت پیدا کردی تھی، حضرت عمر بن عبدالعزیز کی چندروزہ خلافت نے یک لخت ان تمام خرابیوں کو دور کر کے مسلمانوں کو پھر روحانیت اور نیکی کی طرف راغب کردیا، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے خلافتِ اسلامیہ کو خلافتِ راشدہ کے نمونے پر قائم کر کے عہد صدیقی وعہدِ فاروقی کو دنیا میں پھر واپس بلالیا۔

جہاں تک خوارج کا تعلق ہے، تو ان کا فتنہ آپ کے بھی عہد میں جاری رہا، ہر زمانے میں اِن خوارج کا یہ حال رہا کہ جب بھی کوئی زبردست خلیفہ تختِ خلافت پر متمکن ہوا تو یہ لوگ خاموش ہوکر مناسب موقع کا انتظار کرنے لگے اور جب بھی ان کو موقع ملا فوراً میدان میں نکل آئے، خوارج اور تمام خفیہ سازشوں اور بغاوتوں کے لیے عراق وخراسان وغیرہ ہی مخصوص رہے ہیں اور یہیں اس نے پرورش پانے کے مواقع حاصل کیے ہیں۔ بہر حال خوارج کبھی علانیہ اور کبھی خفیہ اپنی سرگرمیوں اور کوششوں میں برابر مصروف رہے ہیں، حضرت عمر بن عبدالعزیز تختِ خلافت پر متمکن ہوئے، اور آپ کی نیکی وپاک باطنی کا حال لوگوں کو معلوم ہوا تو خوارج بھی آپ کے اخلاق فاضلہ کو دیکھ کر شرما گئے اور انھوں نے خود یہ فیصلہ کیا کہ عمر بن عبدالعزیز جیسے صالح خلیفہ کے زمانے میں حکومت وسلطنتِ موجودہ کے خلاف کوئی انقلابی کوشش کرنا کسی طرح مناسب نہیں ہے، بہتر یہی ہے کہ جب تک یہ فرشتہ خصائل خلیفہ موجود ہے، ہم اپنی سرگرمیوں کو ملتوی رکھیں، چناں چہ آپ کے عہد خلافت میں خارجیوں نے مطلق سر نہیں اٹھایا۔

ایک مرتبہ صرف خراسان میں انھوں نے سر اٹھایا تھا، آپ نے وہاں کے عامل کو لکھ دیا کہ جب تک وہ کسی کو قتل نہ کریں اس وقت تک تم ان سے تعرض نہ کرو، مگر وہاں ان کی حرکات وسکنات سے تم واقف رہو۔ پھر آپ نے خوارج کے سردار کو ایک خط لکھا کہ ہم کو معلوم ہوا ہے کہ تم اللہ ورسول کی حمایت کے لیے اٹھے ہو، مگر اس بات کا حق تمہارے مقابلے میں ہم کو

زیادہ ہے، تم ہمارے پاس چلے آؤ اور ہم سے مباحثہ کرلو۔ ہم حق پر ہوں تو تم ہمارا ساتھ دو۔ اور تم حق پر ہوگے تو ہم تمہاری بات مان لیں گے۔ اس خط کو پڑھ کر خوارج کے سردار نے اپنی طرف سے دو ہوشیار آدمیوں کو مناظرہ کرنے کے لیے روانہ کیا، ان دونوں نے آ کر حضرت عمر بن عبدالعزیز سے مناظرہ کیا۔ خوارج کہتے تھے کہ تمہارے بزرگ یعنی خلفائے بنوامیہ کافر تھے، ان پر لعنت بھیجنا ضروری ہے، حضرت عمر بن عبدالعزیز کہتے تھے کہ تم نے تو کبھی فرعون پر بھی لعنت نہیں بھیجی۔ حالاں کہ وہ کافر تھا، لعنت بھیجنے کو ضروری نہ سمجھو۔ جو لوگ توحید و رسالت کے قائل اور ارکان اسلام پر عامل ہیں، ان کو کافر کیسے کہا جاسکتا ہے، اس مباحثہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان دونوں خارجیوں میں سے ایک تو اپنی جماعت کو ترک کر کے عام مسلمانوں میں شامل ہوگیا۔ باقی خوارج کی جماعت نے بھی بالکل خموشی اختیار کرلی۔ (درس میں یہی مناظرہ مراد ہے)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے شیعہ، سنی، خارجی وغیرہ کے تمام اختلافات مٹادیئے اور آج بھی کوئی شخص ایسا نظر نہیں آتا جو حضرت عمر بن عبدالعزیز کی طرف سے اپنے دل میں کوئی نفرت رکھتا ہو۔

(تاریخ اسلام از اکبر شاہ نجیب آبادی حصہ دوم ص: ۲۰۲-۲۰۳)

رُزْءُ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعالٰى عَنْهُ

لَمَّا مَاتَ مُعَاوِيَةُ أَرْسَلَ إِلَيْهِ (إِلٰى سَيِّدِنَا الْحُسَيْنِ) أَهْلُ الْكُوفَةِ أَنْ قَدْ حَبَسْنَا أَنْفُسَنَا عَلٰى بَيْعَتِكَ، وَطُولِبَ بِالْمَدِيْنَةِ أَنْ يُبَايِعَ يَزِيْدُ فَخَرَجَ إِلٰى مَكَّةَ، وَأَرْسَلَ ابْنَ عَمِّهِ مُسْلِمَ ابْنَ عَقِيْلٍ إِلَى الْكُوفَةِ، وَقَالَ لَهُ: إِنْ كَانَ حَقّاً مَا كَتَبُوا بِهِ فَعَرِّفْنِي اَلْحَقَّ بِكَ، فَخَرَجَ مِنْ مَكَّةَ لِلنِّصْفِ مِنْ رَمَضَانَ، وَقَدِمَ لِخَمْسٍ خَلَوْنَ مِنْ شَوَّالٍ، وَأَمِيْرُهَا النُّعْمَانُ بْنُ بَشِيْرٍ فَدَخَلَ مُسْتَتِراً فَبَايَعَهُ مِنْ أَهْلِهَا ثَمَانِيَةَ عَشَرَ أَلْفاً. فَكَاتَبَهُ بِذٰلِكَ، فَلَمَّا هَمَّ بِالْخُرُوجِ لَقِيَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، فَقَالَ لَهُ: يَا ابْنَ عَمٍ! أَهْلُ الْعِرَاقِ أَهْلُ غَدْرٍ، وَ إِنَّمَا يَدْعُونَكَ لِلْحَرْبِ، فَقَالَ لَهُ: يَاابْنَ عَمِّ: كَتَبَ إِلَيَّ مُسْلِمٌ بِاجْتِمَاعِ أَهْلِ الْكُوفَةِ عَلَيَّ، فَقَالَ لَهُ: قَدْ جَرَّبْتُهُمْ وَهُمْ أَصْحَابُ أَبِيْكَ وَ أَخِيْكَ وَقَتَلَتُكَ غَداً مَعَ أَمِرِهِمْ، إِذَا بَلَغَ ابْنَ زِيَادٍ خَبَرُكَ إِسْتَفَزَّهُمْ، فَكَأَنَّ الَّذِيْنَ كَتَبُوا إِلَيْكَ أَشَدُّ عَلَيْكَ مِنْ عَدُوِّكَ، فَإِنْ أَبَيْتَ إِلَّا الْخُرُوجَ، فَلَا تَخْرُجَنَّ بِنِسَائِكَ وَوَلَدِكَ مَعَكَ، فَإِنِّي لَخَائِفٌ أَنْ تُقْتَلَ كَمَا قُتِلَ عُثْمَانُ وَنِسَاؤُهُ وَوَلَدُهُ يَنْظُرُوْنَ إِلَيْهِ، فَرَدَّ عَلَيْهِ: لَأَنْ أُقْتَلَ بِمَوْضِعِ كَذَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُسْتَحَلَّ بِمَكَّةَ، وَاتَّصَلَ الْخَبَرُ بِيَزِيْدٍ، فَكَتَبَ إِلٰى عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ زِيَادٍ بِتَوْلِيَةِ الْكُوفَةِ، فَخَرَجَ مُسْرِعاً، فَدَخَلَهَا فِي حَشَمِهِ، وهُوَ مُلَثَّمٌ وَالنَّاسُ يَتَوَقَّعُوْنَ قُدُومَ الْحُسَيْنِ فَجَعَلَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ

زِيَادٍ يُسَلِّم على النَّاسِ، وَيَقُولونَ: وَعَلَيْكَ السَّلامُ يا ابنَ رَسُولِ اللّٰهِ! قَدِمْتَ خَيْرَ مَقْدَمٍ، حَتّٰى اِنْتَهٰى إِلَى الْقَصْرِ، فَحَسَرَ اللِثَامَ، فَفَتَحَ لَهُ النُّعْمَانُ الْبَابَ، وَتَنَادَى النَّاسُ ابنَ مَرجَانَةَ فَحَصَبُوهُ بِالْحَصْبَاءِ، فَفَاتَهُمْ، وَوُضِعَ الرَّصَدُ فِي طَلَبِ مُسْلِمٍ، فَصَاحَ مُسْلِم: يَا مَنْصُورُ! وَكَانَ شِعَارَهُم، فَا جْتَمَعَ لَهُ فِي سَاعَةٍ وَاحِدَةٍ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ أَلفاً، فَأَحَاطُوا بِالْقَصْرِ، فَقَاتَلُوا ابنَ زِيَادٍ، فَلَمْ يُمْسِ المَسَاءَ وَمَعَهُ مائَةُ رَجُلٍ، فَلَمَّا رَاى تَفَرُّقَهُمْ صَارَ نَحوَ أَبْوَابِ كِنْدَةَ فَبَلَغَ الْبَابَ وَمَعَهُ ثَلاثَةٌ، فَخَرَجَ وَلَيْسَ مَعَهُ أحدٌ، فَبَقِيَ حائراً، لا يَدْرِي أَيْنَ يَتَوَجَّهُ؟ فَنَزَلَ مِنْ عَلٰى فَرَسِهٖ وَدَخَلَ أَزِقَّةَ الْكُوفَةِ فَانْتَهٰى إِلٰى بَابِ مَوْلَاةٍ لِمُحَمَّدِ بْنِ الْأَشْعَثِ، فَاسْتَسْقَاهَا، فَسَقَتْهُ، وَأَعْلَمَهَا حَالَهُ، فَرَقَّتْ لَهُ فَآوَتْهُ وَاَعْلَمَتْ مُحَمَّدَ بْنَ الْأَشْعَثِ بِمَكَانِهٖ، فَمَشٰى إِلَى ابْنِ زِيَادٍ، فَأَعْلَمَهُ فَوجَّه مَعَهُ سَبْعِيْنَ رَجُلاً، فَاقْتَحَمُوا عَلَيْهِ فَقَاتَلَهُمْ مُسْلِمٌ، فَآمنَهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْأَشْعَثِ، وَحَمَلَهُ إِلَى ابْنِ زِيَادٍ، فَضَرَبَ عُنُقَهُ وَبَعَثَ بِرَاسِهٖ إِلٰى يَزِيْدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ، فَصَلَبَ جُثَّتَهُ، وَانْتَهَى الْأَمْرُ إِلَى الْحُسَيْنِ، وَقَدْ بَلَغَ الْقَادِسِيَّةَ، فَهَمَّ بِالرُّجُوعِ، فَقَالَ لَهُ إِخْوَةُ مُسْلِمٍ لَا نَرْجِعُ أَوْ نُقْتَلَ أو نَاخُذَ بِثَارِنَا، فَقَالَ الْحُسَيْنُ: لَا خَيْرَ فِي الْعَيْشِ بَعْدَكُمْ، فَسَارَ حَتّٰى لَقِيَ خَيْلاً لِابْنِ زِيَادٍ، وَعَلَيْهَا عَمْرُو بْنُ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ فَعَدَلَ إِلٰى كَر بَلَاء، وَهُوَ فِي نَحوِ خَمسِ مِائَةِ فَارِسٍ، فَلَمَّا كَثُرَتِ الْعَسَاكِرُ أَيْقَنَ أَنَّه لَا مَحِيْصَ لَهُ، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ احْكُمْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمٍ دَعَوْنَا لِيَنْصُرُونَا، ثُمَّ هُمْ يُقَاتِلُونَنا، ثُمَّ خَطَبَ قَومَهُ فَقَالَ: يَا عِبَادَ اللّٰهِ! اتَّقُوا وَكُونُوا مِنَ الدُّنْيَا عَلٰى حَذَرٍ، فَإِنَّ الدُّنْيَا لَوْ بَقِيَتْ عَلٰى أحدٍ أو بَقِيَ عَلَيْهَا أحدٌ لَكَانَ الْأَنْبِيَاءُ أَحَقَّ بِهَا وَ بِالْبَقَاءِ، غَيْرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَهَا لِلْفَنَاءِ، فَجَدِيْدُهَا بَالٍ، وَنَعِيْمُهَا مُضْمَحِلٌّ وَ سُرُورُهَا مُكْفَهِرٌّ، وَالدَّارُ قَلْعَةٌ، وَالْمَنزِلُ قُلْعَة فَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى، واتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُم تُفْلِحُونَ، ثُمَّ قَاتَلَ حَتّٰى قُتِلَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَفِيهِ ثَلَاثٌ وَثَلثُونَ طَعْنَةً، وَأَرْبَعٌ وَّثَلثُونَ ضَرْبَةً، وَتَوَلّٰى قَتْلَهُ سِنَانُ بْنُ أنسٍ النَّخْعِي، وأحْتَزَّ رَاسَهُ وَانْطَلَقَ بِهٖ مُسْرِعاً إِلَى ابْنِ زِيَادٍ وَهُوَ يَقُولُ.

أَوْقِرْ رِكابي فِضَّةً وَذَهباً ❖ إِنّي قَتَلْتُ الْمَلِكَ الْمُحَجَّبا

قتلْتُ خَيْرَ النَّاسِ أُمّاً وَأَباً!

وَبَعَثَ مَعَهُ الرَّأسَ إِلٰى يَزِيْدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ وَعِنْدَهُ أبو بَرْزَةَ فَجَعَلَ يَنْكُتُ بِالْقَضَبِ عَلٰى فِيهِ وَهُوَ يَقُولُ:

نُفَلِّقُ هاماً مِنْ رِجالٍ أعِزَّةٍ ❖ عَلَينا وَهُمْ كانُوا أعَقَّ وَأظْلَما

فَقالَ لَهُ أبوبَرْزَةَ: اِرْفَعْ قَضِيبَكَ، فَلَقَدْ رَأيتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْثِمُهُ، وقُتِلَ يَوْمَ عاشُوراءَ سَنَةَ إحْدىٰ وَسِتِّيْنَ، وَقُتِلَ مَعَهُ سَبْعَةٌ وَثَمانُونَ مِنهُم عَلِيٌّ اِبْنُهُ الْأكْبَرُ وَمِنْ وُلْدِ أخِيهِ الحَسَنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَالْقاسِمُ، وَأبُوبَكْرٍ، وَمِنْ إخْوَتِهِ الْعَبَّاسُ وَعَبْدُ اللّٰهِ وَجَعْفَرٌ وَمُحَمَّدٌ وَعُثْمانُ بَنُو عَلِيٍّ، وَمِنْ بَنِي عَمِّهِ جَعْفَرٌ وَمُحَمَّدٌ وَعَوْنٌ، أبْناءُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ، وَمِنْ وُلْدِ عَقِيلٍ عَبْدُ اللّٰهِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَجَعْفَرٌ، وَدَفَنَهُمْ أهْلُ الْقادِسِيَّةِ، بَعْدَ قَتْلِهِمْ بِيَوْمٍ، وَقَتَلُوهُمْ مِنْ أصْحابِ عَمْرِو بْنِ سَعْدٍ ثَمانِيَةً وَثَمانِيْنَ.

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی مصیبت

جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا، تو اہلِ کوفہ نے اُن کے (سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے) پاس پیغام روانہ کیا کہ ہم نے اپنے آپ کو آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے روک رکھا ہے، اور مدینے میں یزید کے ہاتھ پر بیعت کیے جانے کا مطالبہ کیا گیا ہے، چناں چہ آپؓ مکہ چلے گیے اور اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو کوفہ روانہ کر دیا اور ان سے کہا: اگر وہ بات صحیح ہو جو انھوں نے لکھا ہے تو مجھے بتلانا، میں تم سے آملوں گا، تو حضرت مسلم بن عقیل نصف رمضان کو مکے سے نکلے اور پانچ شوال کو کوفہ میں داخل ہو گئے، اور کوفہ کے امیر (اس وقت) حضرت نعمان بن بشیرؓ تھے، آپ چھپ کر کوفہ میں داخل ہوئے، پھر آپ کے ہاتھ پر کوفہ کے اٹھارہ ہزار افراد نے بیعت کی، تو آپ نے اس سلسلے میں حضرت حسینؓ سے خط و کتابت کی، تو جب حضرت حسینؓ نے (کوفہ کی طرف) نکلنے کا ارادہ کیا، تو آپ کی ملاقات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہوگئی، تو انھوں نے فرمایا: بھائی! باشندگانِ عراق غدار ہیں، وہ آپ کو لڑائی کے لیے بلا رہے ہیں، تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا: بھائی! میرے پاس مسلم نے اہلِ کوفہ کے میرے اوپر اتفاق رائے رکھنے کے متعلق لکھا ہے، تو حضرت ابن عباسؓ نے ان سے فرمایا: میں نے انھیں خوب آزمایا ہے، یہی لوگ آپ کے والد اور بھائی کے ساتھی ہیں (قتل میں شریک رہے ہیں) اور کل یہی لوگ اپنے معاملے کے ساتھ آپ کے بھی قاتل ہوں گے، جب ابن زیاد کو آپ کی اطلاع ملے گی، تو وہ ان کو ابھارے گا، نتیجتاً جن لوگوں نے آپ کے پاس لکھا ہے، وہی آپ پر آپ کے دشمن سے بھی زیادہ سخت ہو جائیں گے؛ لیکن اگر آپ کا ارادہ جانے ہی کا ہے، تو آپ اپنی عورتوں اور بچوں کو اپنے ساتھ ہرگز نہ لے جائیں، اس لیے کہ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں آپ کو بھی اسی طرح شہید نہ کر دیا جائے، جس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا، اس حال میں کہ ان کی عورتیں اور ان کے بچے انھیں دیکھ رہے تھے، تو حضرت حسینؓ نے

انھیں جواب دیا: البتہ میرا ایسی جگہ قتل ہو جانا میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ میں مکے میں حلال سمجھا جاؤں (قتل کیا جاؤں) یہ خبر یزید تک پہنچ گئی تو اس نے عبداللہ بن زیاد کے پاس کوفہ کا والی بنائے جانے کا پیغام روانہ کیا، چناں چہ وہ جلدی سے نکلا اور چہرے پر نقاب ڈال کر اپنے خدام کے ساتھ کوفہ میں داخل ہوا، اور کوفہ کے لوگ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی تشریف آوری کے منتظر تھے، عبیداللہ بن زیاد لوگوں کو سلام کرنے لگا اور لوگ جواب دینے لگے ''وعلیک السلام یا ابن رسول اللہ'' خوش آمدید (لوگ ابن زیاد کو یہ سمجھ رہے تھے کہ یہ حضرت حسین ہیں، اس لیے ''یا ابن رسول اللہ'' کہہ رہے تھے) یہاں تک کہ ابن زیاد قصر خلافت تک پہنچ گیا، پھر اس نے نقاب ہٹایا اور حضرت نعمان نے اس کے لیے دروازہ کھول دیا (جب لوگوں کو یہ معلوم ہوا کہ یہ ابن زیاد ہے تو) لوگوں نے شور مچایا یہ ابن مرجانہ ہے، تو لوگوں نے اس پر پتھر برسانا شروع کیا، مگر وہ ان سے بچ گیا اور اس نے مسلم بن عقیل کی تلاش میں گھات میں بیٹھنے والوں کو مقرر کر دیا، تو حضرت مسلم نے آواز دی ''یا منصور'' اور یہ ان کا شعار تھا (یعنی لڑائی یا کسی اہم موقع پر لوگوں کو جمع کرنا ہوتا تو ''یا منصور'' کہہ کر ہی پکارتے تھے) آواز سنتے ہی اٹھارہ ہزار آدمی جمع ہو گئے اور انھوں نے قصرِ خلافت کا احاطہ کر لیا اور ابن زیاد سے قتال کرنے لگے، تو ابھی شام بھی نہ ہونے پائی تھی کہ آپ کے ہمراہ سو آدمی رہ گئے، تو جب آپ نے ان کے منتشر ہونے کو دیکھا تو ابواب کندہ کی جانب چل پڑے، آپ باب کندہ پر پہنچے اِس حال میں کہ آپ کے ہمراہ صرف تین آدمی رہ گئے، پھر آپ باب کندہ سے نکلے اس حال میں کہ آپ کے ہمراہ کوئی نہیں تھا، تو آپ حیران رہ گئے، یہ بھی معلوم نہ ہوتا کہ کدھر جائیں؟ چناں چہ آپ اپنے گھوڑے سے اترے اور کوفہ کی گلیوں میں داخل ہو گئے اور محمد بن اشعث کی باندی کے دروازے پر جا پہنچے، باندی سے پانی طلب کیا، چناں چہ اس نے انھیں پلایا، اور حضرت مسلم نے اُس باندی سے اپنا واقعہ بتلایا تو اس کا دل بھر آیا اور اس نے انھیں ٹھکانا دیا اور محمد بن اشعث کو ان کی موجودگی کی اطلاع دے دی، تو محمد بن اشعث ابن زیاد کے پاس چلا گیا اور اسے اطلاع دے دی، تو ابن زیاد نے محمد بن اشعث کے ہمراہ ستر آدمیوں کو روانہ کر دیا اور وہ سب ان پر ٹوٹ پڑے، تو حضرت مسلم نے ان سے مقابلہ کیا، تو محمد بن اشعث نے انھیں امان دے دی اور انھیں ابن زیاد کے پاس لے کر چلا گیا، تو اس نے آپ کی گردن اڑا دی اور آپ کے سر کو یزید بن معاویہ کے پاس بھیج دیا، اُس نے آپ کے جسم کو سولی پر لٹکا دیا، یہ ساری بات حضرت حسینؓ تک پہنچ گئی، جب کہ آپ قادسیہ پہنچ چکے تھے، تو آپ نے واپسی کا ارادہ کر لیا، تو حضرت مسلم کے بھائیوں نے آپ سے کہا: ہم واپس نہیں ہوں گے یہاں تک کہ قتل کر دیے جائیں یا اپنے خون کا بدلہ لیں، تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ کے بعد زندگی میں کوئی لطف نہیں، پھر چل پڑے یہاں تک کہ ابن زیاد کے گھوڑے سے ملاقات ہوئی اور اس پر عمرو بن سعد بن ابی وقاص سوار تھا، تو حضرت حسینؓ کربلا کی طرف مڑ گئے، اس وقت آپ پانچ سو شہ سواروں کے درمیان تھے، تو جب لشکروں کی کثرت ہو گئی، تو انھیں یقین ہو گیا کہ اب ان کے لیے کوئی مفر نہیں ہے، تو فرمایا: خدایا ہمارے اور اس قوم کے درمیان تو ہی فیصلہ فرما، جنھوں نے ہمیں بلایا تا کہ ہماری مدد کریں پھر وہی ہم سے جنگ

پر اتر آئے، پھر اپنے قوم سے خطاب کیا اور کہا: اے اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو اور دنیا سے محتاط رہو، اس لیے کہ اگر دنیا کسی پر باقی رہتی یا دنیا میں کوئی باقی رہتا تو حضرات انبیاء کرام علیہم السلام دنیا کے اور بقا کے زیادہ حق دار تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے دنیا کو فنا ہونے کے لیے پیدا کیا ہے، اس لیے اس کی نئی چیز بھی پرانی ہے، اور اس کی نعمت ختم ہونے والی ہے، اس کی خوشی تاریکی ہے اور جائے قیام ایک ٹیلہ ہے (بے سہارا چیز ہے) سو توشہ اکٹھا کرو، اس لیے کہ بہترین توشہ تقویٰ ہے، اور اللہ سے ڈرو امید ہے کہ تم فلاح پا جاؤ، پھر آپ نے قتال شروع کیا یہاں تک کہ آپ رضی اللہ عنہ بھی شہید ہوگئے، حتیٰ کہ آپ کے جسم میں تینتیس نیزے کے نشان تھے، اور چونتیس تلوار کے نشان تھے، سنان بن انس نخعی نے آپ کے قتل کا بیڑا اٹھایا اور آپ کے سر کو جدا کر دیا اور اسے لے کر جلدی سے ابن زیاد کے پاس چلا گیا اس حال میں کہ وہ یہ شعر پڑھ رہا تھا: ؎

میری سواری کو سونے اور چاندی سے لاد دے، میں نے بارعب بادشاہ کو قتل کیا ہے
میں نے لوگوں میں سے ماں اور باپ کے اعتبار سے سب سے بہتر شخص کو قتل کیا ہے

اور اسی کے ہمراہ وہ سر یزید بن معاویہ کے پاس بھیج دیا دراں حالے کہ یزید کے پاس حضرت ابو برزہ تھے، پھر یزید چھڑی سے حضرت حسین کے منہ کو کریدنے لگا اور کہہ رہا تھا: ؎

ہم ایسے لوگوں کی کھوپڑی چیر دیتے ہیں جو ہم پر طاقت ور ہوں جب کہ وہ نافرمان اور ظالم ہوں

تو حضرت ابو برزہ نے اس سے فرمایا: اپنی چھڑی ہٹا لے؛ کیوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انھیں بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے، آپ یوم عاشورہ ۶۱ھ میں شہید ہوئے، اور آپ کے ساتھ ستاسی آدمی اور شہید ہوئے، جن میں آپ کے بڑے صاحبزادے علی اور آپ کے بھائی کی اولاد میں سے حضرت حسن بن عبداللہ، قاسم اور ابوبکر اور آپ کے بھائیوں میں سے حضرت عباس، عبداللہ، جعفر اور محمد بن عثمان بھی تھے، یہ سب کے سب حضرت علیؓ کی اولاد ہیں اور آپ کے چچازاد بھائیوں میں سے جعفر، محمد اور عون بھی تھے، یہ سب عبداللہ بن جعفر کی اولاد ہیں اور حضرت عقیل کی اولاد میں سے حضرت عبداللہ، عبدالرحمٰن اور جعفر تھے اور اہلِ قادسیہ نے انھیں ان کے شہید ہونے کے ایک دن بعد دفن کیا اور انھوں نے بھی عمرو بن سعد کے اٹھاسی آدمیوں کو قتل کیا۔

لغات وترکیب

رُزْءٌ، (ج) أَرْزَاءٌ، مصیبت۔ استتر یستتِرُ استتاراً (افتعال) چھپنا۔ هَمَّ بشيءٍ يهُمُّ همّاً (ن) کسی چیز کا ارادہ کرنا۔ جرَّبَ يُجَرِّبُ تجرِبَةً (تفعیل) تجربہ کرنا، آزمانا۔ استفزَّ يَسْتَفِزُّ اسْتِفْزازاً (استفعال) مضطرب کر دینا، گھر سے نکال دینا۔ استحلَّ يستحِلُّ استحلالاً (استفعال) حلال سمجھنا۔ حَشَمٌ، (ج) احْشَامٌ، نوکر چاکر، اہل وعیال، قرابت۔ الْتَمَ يُلْثِمُ اِلْثَاماً (افعال) نقاب ڈالنا۔ حَسَرَ يَحْسُرُ حَسْراً (ن) کھولنا۔ حَصَبَ يَحْصِبُ حَصْباً (ن،ض) کنکری سے مارنا۔ رَصَدٌ، واحد، رَاصِدٌ گھات میں بیٹھنے والا۔ صَاحَ يَصِيحُ صَيْحَةً

(ض) چیخنا۔ حارَ یَحارُ حَیرَۃً (س) حیرت زدہ ہونا۔ اَزِقَّۃٌ، واحد، زُقاقٌ، گلی، تنگ راستہ۔ اِقْتَحَمَ یَقْتَحِمُ اقْتِحاماً (افتعال) غفلت کی حالت میں اچانک آجانا۔ رَقَّ لأحدٍ یَرِقُّ رِقَّۃً (ض) کسی پر رحم کرنا۔ ثَارَ یَثْأرُ ثَأراً (ف) القتیل، خون کا مطالبہ کرنا۔ قاتل کو قتل کرنا، حَاصَ یَحِیصُ حَیصاً (ض) الگ ہونا، ہٹ جانا۔ مَحِیصٌ، بھاگنے کی جگہ، علاحدہ ہونے کی جگہ۔ حَذِرَ یَحْذَرُ حَذَراً (س) ڈرنا، محتاط رہنا۔ بَلِيَ یَبْلٰی بِلیً (س) بوسیدہ ہونا۔ اضمَحَلَّ یَضمَحِلُّ اِضمِحلالاً (افعلال) نیست و نابود ہونا۔ اِکْفَهَرَّ یَکْفَهِرُّ اِکْفِهْراراً (افعلال) سخت تاریک ہونا۔ قَلْعَۃٌ، ج، قِلاعٌ، قلعہ۔ تَلْعَۃٌ، ج، تَلِعاتٌ، بلند زمین، ٹیلہ۔ احتَزَّ یَحْتَزُّ احتزازاً (افتعال) کاٹنا۔ اَوقَرَ یُوقِرُ اِیْقاراً (افعال) بوجھل کرنا، سامان لادنا۔ حَجَّبَ تحجیباً (تفعیل) چھپانا۔ نَکَتَ یَنْکُتُ نَکْتاً (ن) کریدنا۔ قَضِیبٌ، ج، قُضْبانٌ، کٹی ہوئی شاخ۔ چھڑی۔ فَلَّقَ یُفَلِّقُ تفلیقاً (تفعیل) پھاڑنا۔ هَامٌ، واحد، هَامَۃٌ، کھوپڑی۔ عَقَّ یَعُقُّ عُقوقاً (ن) نافرمانی کرنا۔ لَثَمَ یَلْثِمُ لَثماً (ض) بوسہ لینا۔ دَفَنَ یَدْفِنُ دَفناً (ض) دفن کرنا۔

اَلْحَقْ بِلَكَ. جواب امر کی وجہ سے مجزوم ہے۔ مستتراً، حالیت کی بنا پر منصوب ہے، وَهُوَ مُلَثَّمٌ، دَخَلَ کی ضمیر سے حال ہے۔ لا نرجع أو نقتلَ "نقتل" ان مقدرہ کی وجہ سے منصوب ہے، اس لیے کہ "او" إلٰی ان کے معنی میں ہے۔ فِضَّۃً و ذَهَباً، تمیز کی بنا پر دونوں منصوب ہیں۔

تشریح کوفہ والے حضرت امیر معاویہ ہی کے زمانے میں حضرت امام حسین کے ساتھ خط و کتابت رکھتے اور بار بار لکھتے رہتے تھے کہ آپ کوفہ میں چلے آئیں، ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرلیں گے۔ کوفہ والوں کی ان خفیہ کارروائیوں اور ریشہ دوانیوں سے امیر معاویہ بھی واقف تھے۔ حضرت امام حسن کوفہ والوں کی عادت کا نہایت صحیح اندازہ رکھتے تھے۔ اسی لیے انھوں نے فوت ہوتے وقت امام حسین کو وصیت کی تھی کہ تم کوفہ والوں کے فریب میں نہیں آنا چاہیے۔ ادھر امیر معاویہ یزید کو بتا گئے تھے کہ کوفہ والے امام حسین کو ضرور خروج پر آمادہ کریں گے۔ اگر ایسی ضرورت پیش آئے اور تم امام حسین پر قابو پاؤ تو ان کے ساتھ رعایت کا برتاؤ کرنا، چوں کہ مکہ کی حکومت عبداللہ بن زبیر کے ہاتھ میں آگئی تھی۔ لہذا حضرت امام حسین کی توجہ اب کوفہ کی طرف زیادہ مبذول رہتی تھی۔ کوفہ میں جب وہاں کے حاکم نعمان بن بشیر کے پاس یزید کا خط پہنچا اور عام طور پر امیر معاویہ کے انتقال کی خبر مشہور ہوئی تو شیعانِ بنوامیہ نے فوراً نعمان بن بشیر کے ہاتھ پر خلافت یزید کی بیعت کی۔ لیکن شیعانِ علی اور شیعان حسین نے جو پہلے ہی سے امام حسینؓ کو کوفہ میں بلانے کی کوشش کررہے تھے، بیعت میں تامل کیا اور سلیمان بن صرد کے مکان میں جمع ہوئے، سب نے اس قرارداد پر اتفاق کیا کہ یزید کو خلیفہ تسلیم نہ کیا جائے اور امام حسین کو کوفہ میں بلایا جائے۔ ابھی یہ خفیہ مشورے ہو ہی رہے تھے کہ انھوں نے سنا کہ امام حسین مدینہ سے مکہ چلے گئے ہیں، مگر وہاں اہلِ مکہ نے امام حسین کو نہیں؛ بل کہ عبداللہ بن زبیر کو اپنا حاکم بنالیا ہے اور امام حسین مکے میں ہی موجود ہیں۔

اور امام حسین نے عبداللہ بن زبیر کے ہاتھ پر اب تک بیعت نہیں کی ہے، چناں چہ انھوں نے امام حسین کے پاس ایک خط روانہ کیا کہ:

''ہم آپ کے اور آپ کے والد بزرگوار کے شیدائی اور بنوامیہ کے دشمن ہیں، ہم نے آپ کے والد ماجد کی حمایت میں طلحہ اور زبیر سے جنگ کی۔ ہم نے میدانِ صفین میں ہنگامۂ کارزار گرم کیا اور شامیوں کے دانت کھٹے کر دیئے، اب ہم آپ کے ساتھ مل کر بھی جنگ کرنے کو تیار ہیں، آپ فوراً اس خط کے دیکھتے ہی کوفہ کی طرف روانہ ہو جایئے، یہاں آیئے تا کہ ہم نعمان بن بشیر کو قتل کر کے کوفہ آپ کے سپرد کر دیں، کوفہ وعراق میں ایک لاکھ سپاہ موجود ہیں۔ وہ سب کے سب آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو تیار ہیں۔ ہم آپ کو حق دار خلافت یقین رکھتے ہیں۔ یزید تو کسی طرح بھی آپ کے مقابلے میں خلافت کا استحقاق نہیں رکھتا۔ یہ موقع ہے دیر مطلق نہ کیجئے۔ ہم یزید کو قتل کر کے آپ کو تمام عالم اسلام کا تنہا خلیفہ بنانا چاہتے ہیں، ہمارے سر برآوردہ لوگوں نے یزید کے عامل یعنی نعمان بن بشیر کے پیچھے جمعہ کی نماز پڑھنی بھی ترک کر دی ہے، کیوں کہ ہم امامت کا مستحق آپ کو اور آپ کے نائبین کو سمجھتے ہیں۔''

حضرت امام حسین کے پاس مکہ میں اس مضمون کے خطوط مسلسل پہنچنے شروع ہوئے، تو انھوں نے اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو بلایا (یہ مسلم انہیں عقیل بن طالب کے بیٹے ہیں جو حضرت امیر معاویہ کے مصاحب خاص اور مشیر با اخلاص تھے) اور فرمایا کہ تم میرے نائب بن کر کوفہ میں جاؤ۔ پوشیدہ طور پر جاؤ، پوشیدہ طور پر کوفہ میں رہو اور میرے نام پر لوگوں سے پوشیدہ طور پر بیعت لو۔ جو لوگ تمہارے ہاتھ پر بیعت کریں، ان کی تعداد اور خاص خاص کے نام خط میں لکھ کر میرے پاس روانہ کرو۔ تم اپنے آپ کو پنہاں رکھنے کی بہت کوشش کرو اور ان لوگوں کو جو بیعت میں داخل ہوں، سمجھاؤ کہ جب تک میں وہاں نہ پہنچوں، ہرگز لڑائی نہ کریں۔

مسلم نہایت احتیاط کے ساتھ کہ عبداللہ بن زبیر کو اطلاع نہ ہو سکے، مکہ سے روانہ ہوئے، راستہ میں انھوں نے کچھ سوچا اور ایک خط امام حسین کو لکھا کہ مجھ کو اس کا انجام کچھ اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ آپ مجھ کو معاف رکھئے اور بجائے میرے کسی دوسرے شخص کو کوفہ کی طرف بھیجیں، لیکن امام حسین نے ان کو خط لکھا کہ تم بزدلی کا اظہار نہ کرو اور تم ہی کوفہ میں جاؤ، چناں چہ مسلم بن عقیل روانہ ہوئے اور کوفہ میں پہنچ کر مختار بن عبیدہ کے مکان پر اترے۔ اسی وقت یہ خبر شیعانِ علی میں پھیل گئ۔ لوگ جوق در جوق آ آ کر بیعت ہونے شروع ہوئے۔ پہلے ہی دن بارہ ہزار آدمیوں نے بیعت کی۔ مسلم نے حضرت امام حسین کے نام اپنے بخیریت پہنچنے اور لوگوں کے بیعت کرنے کا حال لکھا اور ان کو اطلاع دی، کہ پہلے دن بارہ ہزار آدمی بیعت میں داخل ہوئے، جن میں سلطان بن صرد، مسیب بن ناجیہ، رقاطہ بن شداد، ہانی بن عروہ بھی شامل ہیں۔ آپ جب آئیں گے اور علانیہ بیعت لینا شروع کریں گے تو لاکھوں آدمی بیعت میں داخل ہو جائیں گے۔ یہ خط امام حسین کے پاس

قیس وعبدالرحمٰن دو شخص لے کر روانہ ہوئے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ اس خط کو پڑھ کر بہت خوش ہوئے اور دونوں نامہ بروں کو فوراً واپس کر دیا اور کہلا بھجوایا کہ میں بہت جلد کوفہ پہنچتا ہوں۔ اب حضرت امام حسین نے یہ خیال کر کے کہ بصرہ میں حضرت علیؓ کے گروہ کی کافی تعداد موجود ہے۔ اپنے ایک معتمد کو احنف بن مالک اور دوسرے شرفاء بصرہ کے نام خطوط دے کر بصرہ کی جانب روانہ کیا، ان خطوط میں لکھا تھا کہ آپ کو میرے ہاتھ پر بیعت کرنی چاہیے اور فوراً کوفہ پہنچ جانا چاہئے۔

کوفہ میں مسلم بن عقیل کے پہنچنے اور لوگوں کے بیعت کرنے کا حال جب عام طور پر مشہور ہو گیا۔ تو عبداللہ بن مسلم الحضرمی نعمان بن بشیر کے پاس آیا اور کہا کہ اے امیر! خلیفۂ وقت کے کام میں ایسی سستی نہیں کرنی چاہیے۔ آج کئی روز ہوئے مسلم بن عقیل کوفہ میں آ کر لوگوں سے حسین بن علی کی خلافت کے لیے بیعت لے رہے ہیں۔ آپ کو چاہیے کہ مسلم کو قتل کر دیں یا گرفتار کر کے یزید کے پاس بھیج دیں اور جن لوگوں نے بیعت کی ہے، ان کو بھی قرار واقعی سزا دیں۔ نعمان بن بشیر نے کہا کہ یہ لوگ جس کام کو مجھ سے چھپا کر کر رہے ہیں، میں اس کو آشکارا کرنا مناسب نہیں سمجھتا، جب تک یہ لوگ مقابلہ کے لیے نہ نکلیں گے، میں ان پر حملہ نہ کروں گا۔ عبداللہ یہ جواب سن کر باہر آیا اور اسی وقت یزید کو ایک خط لکھا کہ:

''مسلم بن عقیل کوفہ میں آ کر حسین بن علی کی خلافت کے لیے بیعت لے رہے ہیں، اور لوگ ان کے ہاتھ پر کثرت سے بیعت کر رہے ہیں، حسین بن علی کے بھی آنے کی خبر ہے۔ نعمان اس معاملے میں بڑی کمزوری دکھا رہے ہیں۔ آپ اگر ولایت کوفہ کو اپنے قبضہ میں رکھنا چاہتے ہیں تو کسی زبردست گورنر کو فوراً کوفہ میں بھیجیں تاکہ وہ آ کر مسلم کو گرفتار کرے، اور لوگوں سے بیعت فسخ کرائے اور حسین بن علی کو کوفہ میں داخل ہونے سے روکے۔ اس کام میں اگر دیر ہوئی تو آپ کوفہ کو اپنے قبضے سے نکلا ہوا سمجھئے۔''

اسی مضمون کے خطوط عمارہ بن عقبہ اور ابی معیط نے بھی یزید کے نام روانہ کئے۔ ان خطوط کو پڑھ کر یزید بہت پریشان وفکر مند ہوا۔ سرجون نامی حضرت امیر معاویہ کا ایک آزاد کردہ غلام تھا۔ حضرت امیر معاویہ بھی بعض پیچیدہ باتوں اور اہم معاملات میں اس سے مشورہ لیا کرتے اور اس کے مشورہ سے فائدہ اٹھایا کرتے تھے۔ یزید نے اس کو بلایا اور عبداللہ بن الحضرمی کا خط دکھا کر مشورہ طلب کیا، اس جگہ جملہ معترضہ کے طور پر یہ بات قابلِ تذکرہ ہے کہ یزید ہمیشہ زیاد بن ابی سفیان سے ناراض رہتا تھا۔ زیاد کے بعد وہ عبیداللہ بن زیاد سے بھی بہت ناخوش اور متنفر تھا۔ عبیداللہ بن زیاد کو امیر معاویہ نے بصرہ کا حاکم مقرر فرمایا تھا، یزید ارادہ کر رہا تھا کہ بصرہ کی حکومت سے عبیداللہ بن زیاد کو معزول کر کے اور کسی دوسرے شخص کو بصرہ کا حاکم بنائے۔ اب کوفہ سے یہ وحشت ناک خبریں آنے پر یزید نے جب امیر معاویہ کے آزاد کردہ غلام سے مشورہ طلب کیا، تو اس نے عرض کیا کہ اس وقت عراق آپ کے قبضے سے نکلا چاہتا ہے، اگر آپ عراق کو بچانا چاہتے ہیں، تو عبیداللہ بن زیاد کے سوا کوئی دوسرا شخص آپ کی مدد نہیں کر سکتا، میں جانتا ہوں کہ آپ کو یہ میرا مشورہ ناگوار گذرے گا، مگر عبیداللہ بن زیاد کے سوا جس شخص کو بھی آپ کوفہ کی حکومت پر بھیجیں گے وہ کوفہ بچانے میں کامیاب نہ ہو سکے گا۔ ساتھ ہی

میرا مشورہ یہ بھی ہے کہ جس طرح حضرت امیر معاویہؓ نے عبیداللہ کے باپ زیاد کو بصرہ وکوفہ دونوں ولایتوں کی حکومت سپرد کر رکھی تھی۔ اسی طرح آپ بھی عبیداللہ کو بصرہ وکوفہ دونوں ولایتیں سپرد کر دیں۔ بصرہ کے لیے کسی دوسرے حاکم کو انتخاب کرنے کی ضرورت نہیں۔ یزید نے یہ سن کر تھوڑی دیر تامل کیا۔ پھر فوراً عبیداللہ بن زیاد کے نام حکم نامہ لکھا کہ:

''ہم نے بصرہ کے ساتھ کوفہ کی ولایت بھی تم کو سپرد کی۔ اب تم کو چاہیے کہ اس حکم کے پہنچتے ہی بصرہ میں کسی کو اپنا نائب بنا کر چھوڑ دو اور خود بلا توقف کوفہ میں پہنچو، وہاں مسلم بن عقیل آئے ہوئے ہیں اور امام حسین کے لیے بیعت لے رہے ہیں۔ ان کو پکڑ کر قید یا قتل کرو اور جن لوگوں نے ان کی بیعت کی ہے، ان کو بھی اگر فسخ بیعت سے انکار کریں تو تلوار کے گھاٹ اتار دو اور اس قسم کے ہر ایک خطرہ کا بندوبست کر دو۔''

عبیداللہ بن زیاد کو یقین تھا کہ یزید مجھ کو بصرہ کی حکومت سے معزول اور برطرف کیے بغیر نہ رہے گا۔ اس کو پڑھ کر وہ حیران رہ گیا۔ پھر خوش بھی ہوا اور رنجیدہ بھی۔ کیوں کہ اس حکم کے پڑھنے سے اس کے دل میں یہ خطرہ بھی پیدا ہوا تھا کہ یزید اس بہانہ سے مجھ کو بصرہ سے نکالنا چاہتا ہے۔ تاہم اس نے اس حکم کی تعمیل کو مناسب سمجھا اور اپنے بھائی عثمان بن زیاد کو بصرہ میں اپنا قائم مقام مقرر کر کے خود اگلے دن کوفہ کی طرف روانہ ہونے کا عزم کیا۔ اتنے میں منذر بن الحارث اس کے پاس دوڑتا ہوا آیا اور کہا کہ حسین بن علی کا فرستادہ ایک شخص آیا ہے اور آپ سے چھپا کر خفیہ طور پر لوگوں سے امام حسین کے لیے بیعت لے رہا ہے، عبیداللہ بن زیاد نے یہ سن کر اسی رات میں دھوکے سے حضرت امام حسین کے قاصد کو گرفتار کر لیا اور اگلے دن لوگوں کو جمع کر کے ایک تقریر کی اور کہا:

''حسین بن علی کا ایک قاصد بصرہ میں آیا ہے اور بہت سے لوگوں کے نام خطوط لایا ہے، میں نے اس قاصد کو گرفتار کر لیا ہے، بصرہ میں جن جن لوگوں کے نام وہ خطوط یا پیغام لایا ہے، میں نے سب کے نام اس سے دریافت کر لیے ہیں اور جن جن لوگوں نے بیعت اس کے ہاتھ پر کی ہے، ان کی فہرست بھی تیار کر لی ہے، آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ میں زیاد بن ابی سفیان کا بیٹا ہوں۔ مسلم بن عقیل کوفہ میں آئے ہوئے ہیں، میں اب کوفہ کو جا رہا ہوں، وہاں مسلم بن عقیل اور جن لوگوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی ہے، سب کو قتل کر ڈالوں گا اور اگر تمام کوفہ بیعت کر چکا ہے، تو ایک شخص کو بھی وہاں زندہ نہ چھوڑوں گا۔ تمہارے ساتھ اس وقت یہ رعایت کرتا ہوں کہ بجز حسین بن علی کے قاصد کے اور کسی کو کچھ نہیں کہتا۔ لیکن یہاں سے میرے جانے کے بعد اگر کسی نے ذرا بھی کان ہلایا تو پھر اس کی خیر نہ ہوگی۔''

یہ کہہ کر امام حسین کے قاصد کو بلوایا اور اس کو تمام مجمع کے روبرو قتل کروا دیا۔ کسی نے اف تک نہ کی۔ اس کارروائی کے بعد مطمئن ہو کر وہ کوفہ کی طرف روانہ ہوا۔ حضرت امام حسین مکہ معظمہ میں بیٹھے ہوئے یہ خیال کر رہے تھے کہ بصرہ میں بھی ہمارے نام پر بیعت ہو رہی ہوگی؛ لیکن یہاں ان کا فرستادہ قتل کیا جا رہا تھا۔ عبیداللہ بن زیاد نے قادسیہ کے مقام پر پہنچ کر

اپنی رکابی فوج کو وہیں چھوڑا اور خود اپنے باپ کے آزاد کردہ غلام کے ساتھ ایک اونٹ پر سوار ہو کر کوفہ کی جانب تیز رفتاری سے روانہ ہو کر مغرب وعشاء کے درمیان کوفہ میں داخل ہوا۔ عبیداللہ بن زیاد نے عمامہ حجازیوں کی وضع کا باندھ رکھا تھا۔ یہاں لوگوں کو حضرت امام حسین کی آمد کا انتظار تھا۔ شیعان علی وحسین کا یہاں تک زور ہو گیا تھا کہ نعمان بن بشیر شام ہی سے اپنے دیوان خانے کے احاطہ کا دروازہ بند کر لیتے۔ اور اپنے خاص خاص آدمیوں کے ساتھ مجلس گرم کرتے۔ دروازے پر غلام کو بٹھا دیتے کہ ہر آنے والے کا پتہ معلوم کرنے کے بعد اگر وہ اندر آنے کے قابل ہو تو دروازہ کھولے ورنہ انکار کر دے۔ عبیداللہ بن زیاد جب کوفہ میں داخل ہوا تو لوگوں نے یہ سمجھا کہ امام حسین جن کا انتظار تھا کوفہ میں آگئے، جس طرف عبیداللہ کا اونٹ گذرتا۔ لوگ کہتے السلام علیک یا ابن رسول اللہ۔ عبیداللہ اپنا اونٹ لیے سرکاری دیوان خانے تک پہنچا، وہاں دیکھا تو دروازہ بند ہے۔ عبیداللہ نے دروازہ کھٹکھٹایا اور زبان سے کچھ نہ کہا۔ نعمان بن بشیر اپنے دوستوں کے ساتھ چھت پر بیٹھے ہوئے تھے، وہ اٹھے اور چھت کے کنارے پر آکر دیکھا تو چوں کہ امام حسین کا تمام شہر میں انتظار کیا جا رہا تھا، عبیداللہ کو یہی سمجھے کہ امام حسین آگئے ہیں، چناں چہ انھوں نے اوپر ہی سے کہا کہ اے ابن رسول اللہ، آپ واپس چلے جائیے اور فتنہ برپا نہ کیجئے۔ یزید ہرگز کوفہ آپ کو نہ دے گا۔ نعمان کے دوستوں نے جو چھت پر بیٹھے تھے، نعمان سے کہا کہ امام حسین کے ساتھ اتنی بے مروتی نہ کیجئے۔ کم از کم دروازہ کھول کر ان کو اندر تو آنے دیجئے، کیوں کہ وہ سفر سے آرہے ہیں۔ اور سیدھے آپ کے پاس مہمان بن کر آئے ہیں۔ نعمان نے کہا کہ میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ لوگوں کو یہ کہنے کا موقع ملے کہ نعمان کے عہد حکومت میں کوفہ کے اندر امام حسین قتل کیے گئے۔ عبیداللہ نے اپنا عمامہ اتارا اور کہا کمبخت دروازہ تو کھول۔ عبیداللہ کی آواز سن کر لوگوں نے اس کو پہچانا، دروازہ کھولا، سب ادھر ادھر منتشر ہو گئے۔ عبیداللہ اندر داخل ہوا، اور تھوڑی ہی دیر کے بعد عبیداللہ کا لشکر کوفہ میں داخل ہونا شروع ہوا، جس کو پیچھے چھوڑ آیا تھا۔ اسی وقت مسلم بن عقیل کو خبر پہنچی کہ ابن زیاد مع لشکر آگیا ہے۔ وہ جس مکان میں مقیم تھے اور لوگوں کو عام طور پر اس کا علم تھا اسے چھوڑ دیا اور ہانی بن عروہ کے مکان میں جا کر پناہ گزیں ہوئے، اس وقت تک مسلم کے ہاتھ پر بیعت ہونے والوں کی تعداد کوفہ میں اٹھارہ ہزار تک پہنچ چکی تھی۔ عبیداللہ بن زیاد نے اگلے دن صبح کو مجمع عام کے روبرو تقریر کی اور یزید کا حکم نامہ جو اس کے پاس بصرہ میں پہنچا تھا، سنایا، عبیداللہ نے کہا کہ:

"تم لوگ میرے باپ زیاد بن ابی سفیان کو خوب جانتے ہو اور تم کو معلوم ہے کہ وہ کس قسم کی سیاست برتنے کے عادی تھے...... مجھ میں اپنے باپ کی تمام عادات موجود ہیں، تم لوگ مجھ سے بھی خوب واقف ہو اور میں بھی تمہارے ایک ایک شخص کا نام جانتا ہوں اور ہر ایک کا گھر اور محلہ پہنچانتا ہوں، مجھ سے تم کوئی چیز چھپا نہیں سکتے۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ کوفہ میں خون کے دریا بہاؤں اور تم کو قتل کردوں۔ مجھ کو معلوم ہے کہ تم نے حسین بن علی کے لیے مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے۔ میں تم سب کو امان دیتا ہوں، اس شرط پر کہ

تم اس بیعت سے رجوع کرلو اور جو شخص بغاوت پر آمادہ ہے، اس کو کوئی شخص اپنے مکان میں پناہ نہ دے، ورنہ ہر ایک پناہ دہندہ کو اسی کے دروازے پر قتل کیا جائے گا۔''

اس تقریر کے بعد عبید اللہ نے مسلم بن عقیل کا پتہ دریافت کیا کہ وہ کس جگہ ہیں، کسی نے پتہ نہ بتایا، آخر عبید اللہ کو اپنے جاسوسوں کے ذریعہ معلوم ہوا کہ وہ ہانی بن عروہ کے مکان میں چھپے ہوئے ہیں۔ عبید اللہ نے معقل نامی ایک شخص کو جو تمیم کے آزاد کردہ غلاموں میں سے تھا اور اس کو کوفہ میں کوئی بھی نہیں پہچانتا تھا، بلا کر تنہائی میں تین ہزار درہم کی ایک تھیلی دی اور کہا کہ فلاں محلہ میں ہانی بن عروہ کے مکان پر جاؤ۔ جب ہانی بن عروہ سے ملاقات ہو جائے تو اس سے کہو کہ مجھ کو آپ سے تنہائی میں کچھ کہنا ہے۔ جب تنہائی میں پہنچو تو ہانی سے کہو کہ مجھ کو بصرہ کے فلاں فلاں شخصوں نے بھیجا ہے اور تین ہزار درہم دیئے ہیں کہ کوفہ میں جا کر مسلم بن عقیل کے پاس پہنچا دو اور ان سے کہو کہ ہمارے پاس مکہ سے حسین علیہ السلام کا خط آیا ہے، انھوں نے ہم کو لکھا ہے کہ تم فلاں تاریخ کوفہ پہنچ جاؤ، اسی تاریخ میں امام حسین رضی اللہ عنہ بھی کوفہ میں پہنچیں گے۔ آپ بالکل مطمئن رہیں۔ ہم سب اسی تاریخ مقررہ میں امام حسین کے ساتھ داخل ہوں گے۔ یہ تین ہزار درہم اپنی ضروریات میں صرف کرو اور ہماری طرف سے بطور ہدیہ قبول کرو، لہذا آپ مجھ کو مسلم بن عقیل کے پاس پہنچا دیجئے تاکہ میں تمام پیغامات اور یہ روپیہ ان کی خدمت میں پہنچا دوں اور فوراً کوفہ سے چلا جاؤں؛ کیوں کہ عبید اللہ بن زیاد آ گیا ہے اور وہ مجھ کو پہچانتا ہے: ایسا نہ ہو کہ میں گرفتار ہو جاؤں۔ معقل تین ہزار درہم کی تھیلی لے کر ہانی کے پاس پہنچا۔ وہ مکان کے دروازے پر بیٹھا تھا۔ معقل کی باتیں سن کر فوراً مسلم بن عقیل کے پاس لے گیا۔

مسلم بن عقیل نے خوش ہو کر وہ تھیلی لے لی اور پیغامات سن کر معقل کو رخصت کر دیا۔ معقل وہاں سے چل کر سیدھا عبید اللہ کے پاس پہنچا اور کہا کہ میں تھیلی مسلم بن عقیل کو دے آیا ہوں اور خود ان سے باتیں کی ہیں، وہ ہانی کے مکان میں موجود ہیں۔ عبید اللہ بن زیاد نے ہانی بن عروہ کو بلا کر پوچھا کہ مسلم کہاں ہیں؟ ہانی نے لاعلمی بیان کی۔ عبید اللہ نے معقل کو بلوا کر سب کے سامنے اس کا بیان سنوایا۔ ہانی شرمندہ ہو کر کہنے لگا، کہ ہاں میرے پاس مسلم بن عقیل پناہ گزیں ہیں؛ لیکن میں اپنی بے عزتی برداشت نہیں کر سکتا کہ اب ان کو آپ کے سپرد کر دوں۔ عبید اللہ نے ہانی کو وہیں گرفتار کر لیا، شہر میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ ہانی کو عبید اللہ نے قتل کر دیا ہے۔ ہانی بن عروہ کے گھر کی عورتیں یہ سن کر رونے لگیں۔ مسلم بن عقیل نے جب یہ صورت دیکھی تو وہ ضبط نہ کر سکے اور فوراً شمشیر بدست ہانی کے گھر سے نکل کر ان لوگوں کو آواز دی جنھوں نے مسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی، اٹھارہ ہزار میں سے صرف چار ہزار آدمی ان کے گرد جمع ہوئے۔ مسلم نے باقیوں کو بھی بلایا؛ لیکن ہر ایک نے یہ جواب دیا کہ ہم سے تو بیعت کے وقت یہ اقرار لیا گیا ہے کہ جب تک امام حسین نہ آجائیں، کسی سے جنگ نہ کریں گے۔ ان کے آنے تک آپ کو بھی صبر کرنا چاہیے۔ مسلم بن عقیل چوں کہ اب باہر آ چکے تھے، لہذا دوبارہ نہیں چھپ سکتے تھے، انھیں چار ہزار آدمیوں کو لے کر مسلم بن عقیل نے عبید اللہ بن زیاد کا محاصرہ کیا، اس وقت عبید اللہ دار الامارۃ میں

تیس چالیس آدمیوں کے ساتھ تھا، چھتوں پر چڑھ کر محاصرین پر تیروں کی بارش شروع کی۔ مسلم کے ہمرائیوں کو ان کے رشتہ داروں اور دوستوں نے آ آ کر سمجھانا شروع کیا کہ اپنے آپ کو کیوں ہلاکت میں ڈالتے ہو، غرض رفتہ رفتہ سب جدا ہو گئے اور مسلم بن عقیل کے ساتھ صرف تیس چالیس آدمی رہ گئے۔

مسلم بن عقیل اور ہانی کا قتل

اس حالت میں مسلم بن عقیل وہاں سے بھاگے اور اہل کوفہ میں سے کسی شخص کے گھر میں پناہ گزیں ہوئے۔ عبید اللہ بن زیاد نے عمرو بن جریر مخزومی کو ان کی گرفتاری کے لیے بھیجا۔ مسلم بن عقیل نے کوئی مفر نہ دیکھ کر تلوار کھینچی؛ لیکن عمرو بن جریر نے کہا کہ آپ اپنی جان ناحق کیوں ضائع کرتے ہیں، آپ اپنے آپ کو میرے سپرد کر دیں۔ میں اپنی ذمہ داری پر آپ کو امیر عبید اللہ بن زیاد کے پاس لیے چلتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ اس سے آپ کی جان بخشی کرادوں گا۔ مسلم بن عقیل نے تلوار ہاتھ سے رکھ کر اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ وہ مسلم کو عبید اللہ کے پاس لے گیا۔ عبید اللہ نے مسلم کو بھی اسی کمرہ میں قید کر دیا۔ جس میں ہانی بن عروہ پہلے سے قید تھے۔ اگلے روز بیعت کرنے والوں میں سے دس ہزار آدمی جمع ہوئے اور عبید اللہ بن زیاد کے مکان کو جا کر گھیر لیا۔ اور مسلم و ہانی دونوں کی رہائی کا مطالبہ کیا کہ اگر رضامندی سے دونوں کو رہا کر دو تو بہت اچھا ہے، نہیں تو ہم زبردستی چھین کر لے جائیں گے۔ عبید اللہ بن زیاد نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ چھت پر لے جا کر مسلم اور ہانی دونوں کو ان لوگوں کے سامنے قتل کر دو۔ چناں چہ دونوں کو قتل کر دیا گیا۔ یہ دیکھ کر سب کے سب منتشر ہو گئے، گویا وہ ان دونوں کو قتل ہی کرانے آئے تھے، عبید اللہ نے حکم دیا کہ محل کا دروازہ کھول دیں اور ان دونوں کے جسموں کو دار پر لٹکا دیں اور سروں کو یزید کے پاس دمشق میں لے جائیں۔ یزید نے عبید اللہ کو لکھا کہ امام حسین مکہ سے روانہ ہو چکے ہیں اور بہت جلد کوفہ پہنچنے والے ہیں۔ تم اچھی طرح اپنی حفاظت کرو اور فوجیں متعین کر دو کہ وہ امام حسین کو پہلے ہی راستہ میں روک دیں اور کوفہ تک نہ پہنچنے دیں۔

امام حسینؓ کی مکہ سے روانگی

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے مکہ سے روانگی کی تیاری کی۔ جب سامان سفر درست ہو گیا اور مکہ میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ حسین بن علی کوفہ کو جانے والے ہیں، تو امام حسین سے محبت و ہمدردی رکھنے والوں نے آ آ کر ان کو اس ارادے سے باز رکھنا چاہا اور سمجھایا کہ آپ کا کوفہ کی طرف روانہ ہونا خطرہ سے خالی نہیں۔ اول عبد الرحمن بن حارث نے آ کر عرض کیا کہ آپ کوفہ کا عزم ترک کر دیں؛ کیوں کہ وہاں عبید اللہ بن زیاد حاکم عراق موجود ہے۔ کوفہ والے لالچی لوگ ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ جن لوگوں نے بلایا ہے وہی آپ کے خلاف لڑنے کے لیے میدان میں نکلیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمر نے آ کر کہا کہ تم

بیعت لینے اور امارت حاصل کرنے کے لیے باہر نہ جاؤ۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے دنیا و آخرت میں سے ایک کے اختیار کرنے کی آزادی تھی۔ آپ نے آخرت کو اختیار کیا۔ تم بھی خاندانِ نبوت میں سے ہو، دنیا کی طلب نہ کرو، اپنے دامن کو دنیا کی آلائش سے آلودہ نہ ہونے دو۔

یہ نصیحت کر کے عبداللہ بن عمر رو پڑے۔ امام حسین بھی رو پڑے، مگر انھوں نے عبداللہ بن عمر کی رائے پر عمل کرنے سے انکار کیا۔ مجبوراً عبداللہ بن عمر رخصت ہو کر چلے گئے۔ پھر عبداللہ بن عباس نے کہا کہ مکہ نہ چھوڑو اور خانۂ خدا سے دوری اختیار نہ کرو۔ تمہارے والد محترم نے مکہ اور مدینہ کو چھوڑ کر کوفہ کو ترجیح دی تھی، مگر تم نے دیکھا کہ ان کے ساتھ کوفہ والوں نے کس قسم کا سلوک کیا۔ یہاں تک کہ ان کو شہید ہی کر کے چھوڑا۔ تمہارے بھائی حسن کو بھی کوفیوں نے لوٹا، قتل کرنا چاہا، آخر زہر دے کر مار ہی ڈالا۔ اب تم کو ان پر ہرگز اعتبار نہ کرنا چاہیے، نہ ان کی بیعت اور قسم کا کوئی بھروسہ ہے، نہ ان کے خطوط اور پیغامات قابلِ اعتماد ہیں۔ ابنِ عباسؓ سے یہ باتیں سن کر حضرت حسین نے فرمایا، کہ آپ جو کچھ فرماتے ہیں سب درست ہے، لیکن مسلم بن عقیل کا خط آ گیا ہے، بارہ ہزار آدمی اس کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں اور اس سے پہلے شرفائے کوفہ کے ڈیڑھ سو خطوط میرے پاس آ چکے ہیں۔ اب کوئی خطرے کی بات نہیں ہے۔ میرا وہاں جانا ہی مناسب ہے، عبداللہ بن عباس نے یہ جواب سن کر کہا کہ اچھا کم از کم اس ذوالحجہ کے مہینے کو ختم اور نئے سال کو شروع ہو لینے دو، پھر عزمِ سفر کرنا، اب حج کے دن آ گئے ہیں سارے جہان کے لوگ دور دور سے مکہ میں آ رہے ہیں اور تم مکہ چھوڑ کر باہر جا رہے ہو، محض اس لیے کہ دنیا اور دنیا داروں پر تم کو حکومت حاصل ہو اور متاعِ دنیا تمہارے قبضہ میں آئے۔ مناسب یہ ہے کہ تم بھی حج میں شریک ہو اور لوگوں کو حج سے فارغ ہو کر واپس ہو لینے دو، پھر اگر ضروری ہی سمجھتے ہو تو روانہ ہو جاؤ۔ حضرت امام حسین نے کہا کہ یہ معاملہ ایسا ہے کہ اب میں تاخیر نہیں کر سکتا مجھ کو فوراً روانہ ہی ہو جانا چاہیے۔

حضرت عبداللہ بن عباس نے کہا کہ اچھا اگر تم میرا کہنا نہیں مانتے ہو کم از کم عورتوں اور بچوں کو تو ساتھ نہ لیجاؤ؛ کیوں کہ کوفہ والوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ بارہ ہزار شخص جب کہ تمہاری خلافت کے لیے بیعت کر چکے ہیں، تو ان کا فرض تھا کہ وہ اول یزید کے عامل کو کوفہ سے نکال دیتے، خزانہ پر قبضہ کرتے اور پھر آپ کو بلاتے! لیکن موجودہ صورت میں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یزید کے عامل یعنی کوفہ کے حاکم کے خلاف وہ کچھ نہیں کر سکتے، جب کہ ان کے پاس خزانہ بھی نہیں اور عامل کو نکال دینے کی جرأت بھی نہیں، تو یقیناً کوفہ کا عامل ان کو خوف دلا کر اور لالچ دے کر اپنے حسبِ منشاء جب چاہے گا استعمال کر سکے گا، اور ہو سکتا ہے کہ یہی لوگ جو آپ کو بلا رہے ہیں، آپ سے لڑنے کے لیے یزید کی طرف سے میدان میں آئیں۔ ان حالات پر غور کرنے سے آپ کی جان کا خطرہ نظر آتا ہے۔ اگر عورتیں اور بچے بھی آپ کے ساتھ ہوئے، تو جس طرح عثمان غنی اپنے اہل وعیال کے روبرو قتل کیے گئے، اسی طرح آپ کے اہل وعیال کو بھی آپ کا قتل ہونا دیکھنا پڑے گا، اور دشمن کے ہاتھ میں گرفتار ہو کر لونڈی غلام بننے کا اندیشہ رہے گا۔ جب امام حسین نے عبداللہ بن عباسؓ کی اس

بات کو بھی نہ مانا تو انھوں نے کہا کہ: اگر امارت وخلافت کا ایسا ہی شوق ہے، تو آپ اول یمن کے ملک میں جایئے وہاں آپ کے بہت سے ہمدرد بھی موجود ہیں، وہاں پہاڑی سلسلہ بھی حفاظت کے لیے خوب کام آسکتا ہے۔ حجاز کی حکومت بھی اگر آپ چاہیں تو بڑی آسانی سے آپ کو مل سکتی ہے، آخر عبداللہ بن عباس مجبور ہو کر رہ گئے اور حضرت امام حسین نے ان کے کسی مشورہ کو بھی نہ مانا، اس کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر آئے اور انھوں نے امام حسین سے کہا کہ آپ ہرگز کوفہ کا عزم نہ فرمائیں۔ آپ کی روانگی کے عزم کا حال جب سے مکہ میں مشہور ہوا ہے، میں بعض شخصوں سے یہ بھی سن رہا ہوں کہ عبداللہ بن زبیر اب حسین بن علی کے چلے جانے سے بہت خوش ہوں گے؛ کیوں کہ مکہ میں اُن کا کوئی رقیب باقی نہ رہے گا، لہذا میں ان بدگمان لوگوں کو جھوٹا ثابت کرنے کے لیے آپ سے نہایت خلوص کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ آپ مکہ کی حکومت قبول فرمائیں اور اپنا ہاتھ بڑھائیں تاکہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کروں اور آپ کے حکم کی تعمیل میں شمشیر زنی کے لیے میدان میں نکلوں! امام حسین نے کہا کہ میں اب اطلاع دے چکا اور روانگی کا عزم مصمم کر چکا ہوں کسی طرح نہیں رک سکتا۔

آخر ۳/ ماہ ذوالحجہ ۶۰ھ بروز دوشنبہ حضرت امام حسین مکہ سے مع اہل وخاندان روانہ ہوئے، اسی تاریخ یعنی بروز دوشنبہ بتاریخ ۳/ ذوالحجہ کوفہ میں مسلم بن عقیل قتل کیے گئے۔ امام حسین جب مکہ سے روانہ ہونے لگے، تو عمرو بن سعد بن العاص اور بعض دوسرے اہل مکہ نے آکر ان کو روکنا چاہا اور کہا کہ: اگر آپ ویسے نہیں مانتے ہیں تو ہم آپ کو زبردستی روکیں گے اور آپ کا مقابلہ کریں گے، امام حسین نے کہا کہ جو کچھ تم سے ہوسکے کر گذرو اور لڑائی کا ارمان بھی نکال لو۔ یہ سن کر سب لوگ ان کے سامنے سے ہٹ گئے اور وہ روانہ ہوئے۔ رخصت کرتے وقت عبداللہ بن عباس نے کہا کہ میں اس وقت تمہارے اونٹ کے آگے لیٹ جاتا کہ وہ مجھ کو بغیر کچلے ہوئے آگے نہ بڑھ سکے؛ لیکن میں جانتا ہوں کہ تم پھر بھی نہ رکو گے اور عزیمت کوفہ سے باز نہ رہو گے۔ آخر آپ مکہ سے روانہ ہوئے، مقام تنعیم میں ایک قافلہ ملا، جو یزید کے پاس عامل یمن کی طرف سے تحائف لیے جا رہا تھا۔ آپ نے اس قافلہ کو گرفتار کر لیا اور کچھ سامان اس قافلہ سے لے کر آگے روانہ ہوئے، مکہ اور کوفہ کے درمیان مقام صفاح میں عربی کے مشہور شاعر فرزدق سے ملاقات ہوئی جو کوفہ سے آرہا تھا۔ فرزدق جب کوفہ سے چلا تھا، تو اس وقت تک عبیداللہ بن زیاد کوفہ میں داخل نہ ہوا تھا۔ امام حسین نے فرزدق سے کوفہ اور کوفیوں کا حال پوچھا تو اس نے کہا کہ اہل کوفہ تو آپ کے ساتھ ہیں، لیکن ان کی تلواریں آپ کی حمایت میں علم نہیں ہوسکتیں۔ کچھ دور آگے بڑھے تھے کہ عبداللہ بن جعفر کا خط جو انھوں نے مدینے سے اپنے بیٹوں عون اور محمد کے ہاتھ روانہ کیا تھا پہنچا۔ عبداللہ بن جعفر نے لکھا تھا کہ میں آپ کو خدا کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں کہ کوفہ کے ارادے سے باز رہئے اور مدینہ میں آجایئے۔ مجھ کو اندیشہ ہے کہ آپ قتل نہ ہوجائیں۔ برائے خدا آپ اس معاملہ میں جلدی نہ کریں۔ ساتھ ہی مدینہ کے والی کا خط بھی انھیں قاصدوں نے دیا۔ جس میں لکھا تھا کہ آپ مدینہ میں آکر رہنا چاہیں تو آپ کو امان

ہے۔ مگر امام حسین نے واپسی سے قطعاً انکار کیا۔ محمد اور عون کو بھی اپنے ہمراہ لے لیا اور اپنے دلیلِ راہ سے جو بصرہ کا ایک شخص تھا کہا کہ جس قدر جلد ممکن ہو ہم کو کوفہ میں پہنچاؤ تا کہ ہم عبیداللہ بن زیاد کے پہنچنے سے پہلے کوفہ میں داخل ہو جائیں۔ وہاں لوگ ہمارے سخت منتظر ہوں گے۔ اتفاقاً اسی روز عبیداللہ بن زیاد کے پاس یزید کا خط پہنچا تھا کہ اپنی حفاظت کرواور چوں کہ امام حسین مکہ سے روانہ ہو چکے ہوں گے۔ لہٰذا ہر ایک راستے پر فوجیں متعین کردو کہ ان کو کوفہ تک نہ پہنچنے دیا جائے۔ امام حسین اپنے دل میں یہ خیال کرتے ہوئے جارہے تھے۔ کہ مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر ہر روز لوگ بیعت کرتے ہوں گے۔ اور اب جماعت بہت زیادہ ہو چکی ہوگی۔ لیکن کوفہ میں عبیداللہ بن زیاد ان کی گرفتاری یا قتل کے لیے فوجیں نامزد کر رہا تھا اور چند منزلیں طے کرنے کے بعد عبداللہ بن مطیع سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے حضرت امام حسین کے ارادے سے واقف ہو کر نہایت اصرار کے ساتھ روکا اور مکہ کی طرف واپس چلنے کے لیے قسمیں دلائیں۔ پھر ان کو سمجھایا کہ آپ عراقیوں کے فریب میں نہ آئیں۔ اگر آپ بنو امیہ سے خلافت چھیننے کی کوشش کریں گے تو وہ آپ کو ضرور قتل کر دیں گے۔ اور ہر ایک ہاشمی ہر ایک عرب اور ہر ایک مسلمان کے قتل پر دلیر ہو جائیں گے۔ آپ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال کر اسلام عرب اور قریش کی حرمت کو نہ مٹائیں۔ مگر امام حسین پر ان کی بات کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اور وہ بدستور کوفہ کی جانب گرمِ سفر رہے۔ مقام عاجر سے آپ نے قیس بن مسہر کے ہاتھ اہل کوفہ کے پاس ایک خط بھیجا کہ ہم قریب پہنچ گئے ہیں۔ ہمارے منتظر رہو۔ قیس قادسیہ میں پہنچے تھے کہ لشکر ابن زیاد کے ہاتھ میں گرفتار ہو گئے۔ ابن زیاد کے روبرو مع خط پیش کیے گئے۔ اس نے قصر امارت سے چھت پر چڑھا کر اوپر سے گروادیا اور قیس گرتے ہی فوت ہو گئے۔ پھر اگلی منزل سے اپنے رضاعی بھائی عبداللہ بن یقطر کو اسی طرح خط دے کر بھیجا۔ وہ بھی اسی طرح گرفتار ہو کر اسی طرح قصر امارت سے گرا کر قتل کیے گئے۔ یہ قافلہ جب مقامِ ثعلبہ میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ مسلم بن عقیل کوفہ میں قتل کر دیئے گئے اور اب کوئی متنفس کوفہ میں امام حسین کا حمایتی نہیں ہے۔ اس خبر کے سننے سے تمام قافلہ پر مایوسی چھا گئی اور واپسی کا ارادہ ہوا؛ کیوں کہ کوفہ کی جانب جانے میں قوی احتمال تھا کہ جو سلوک مسلم کے ساتھ ہوا ہے وہی اس قافلہ کے ساتھ ہوگا۔ یہ سن کر مسلم بن عقیل کے بیٹوں نے کہا کہ ہم کو ہرگز واپس نہیں ہونا چاہیے، اب تو ہم مسلم کا قصاص لیں گے ورنہ انھیں کی طرح جان دے دیں گے۔ دوسرے یہ کہ حسین بن علی مسلم بن عقیل کی طرح نہیں ہیں، ان کو جب کوفہ والے دیکھیں گے تو ضرور ان کے شریک حال ہو جائیں گے۔ اور ابن زیاد کو گرفتار کرلیں گے۔ اس قافلے میں کئی سو آدمی شامل تھے اور راستے میں لوگ شامل ہو ہو کر اس کی تعداد بڑھا رہے تھے .... لیکن ثعلبیہ میں اس خبر کو سن کر جب قافلہ آگے بڑھا تو دوسرے قبائل کے لوگ بتدریج جدا ہونے شروع ہوئے۔ یہاں تک کہ خاص اپنے خاندان اور قبیلے کے لوگ باقی رہ گئے۔ جن کی تعداد ستر، اسی کے قریب بیان کی جاتی ہے۔ بعض روایتوں میں ڈھائی سو کے قریب بیان کی گئی ہے۔

حادثۂ کربلا

عبید اللہ بن زیاد نے عمرو بن سعد بن ابی وقاص کو رے کی حکومت پر نامزد کیا اور فی الحال چار ہزار فوج دے کر مامور کیا کہ صحرا میں نکل کر تمام راستوں اور سڑکوں کی نگرانی کرواؤ۔ حسین بن علی کا کھوج لگاؤ کہ وہ کس طرف سے آرہے ہیں اور کہاں ہیں اور ایک ہزار آدمی حر بن یزید تمیمی کے سپرد کر کے اس کو بھی گشت و گرداوری پر مامور کیا۔ عمرو بن سعد مقام قادسیہ میں ہو کر ہر سمت کی خبریں منگانے کا انتظام کرنے لگے، حضرت امام حسین ایک عجیب شش و پنج کے عالم میں مقام شراف تک پہنچے۔ اس سے آگے بڑھے تو حر بن یزید تمیمی مع اپنی ایک ہزار فوج کے سامنے آیا۔ امام حسین نے آگے بڑھ کر حر سے کہا کہ میں تم ہی لوگوں کے بلانے سے یہاں آیا ہوں۔ اگر تم لوگ اپنے عہد و اقرار پر قائم ہو تو میں تمہارے شہر میں داخل ہوں، نہیں تو جس طرف سے آیا ہوں، اسی طرف واپس چلا جاؤں گا۔ حر نے کہا ہم کو عبید اللہ بن زیاد کا حکم ہے کہ آپ کے ساتھ رہیں اور آپ کو اس کے سامنے زیر حراست لے چلیں۔ امام حسین نے کہا کہ یہ ذلت تو ہرگز گوارا نہیں ہو سکتی۔ کہ ابن یزید کے سامنے گرفتار ہو کر جائیں۔ اس کے بعد انھوں نے واپس ہونے کا ارادہ کیا تو حر نے ابنِ زیاد کے خوف سے واپس ہونے سے روکا اور واپسی کے راستے میں اپنی فوج لے کر کھڑا ہو گیا۔ امام حسین نے وہاں سے شمال کی جانب کوچ کیا اور قادسیہ کے قریب پہنچ گئے۔ وہاں معلوم ہوا کہ عمرو بن سعید ایک بڑی فوج کے ساتھ مقیم ہے۔ حر آپ کے پیچھے پیچھے تھا۔ قادسیہ کے قریب پہنچ کر امام حسین علیہ السلام وہاں سے لوٹے اور دس میل چل کر مقام کربلا میں آکر مقیم ہوئے، عمرو بن سعد آپ کی خبر سن کر مع فوج روانہ ہوا، اور سراغ لیتا ہوا اگلے روز کربلا پہنچ گیا۔ قریب پہنچ کر عمرو بن سعد اپنی فوج سے جدا ہو کر آگے آیا اور امام حسین رضی اللہ عنہ کو آواز دے کر اپنے قریب بلایا، سلام علیک کے بعد ابن سعد نے کہا کہ:

"بیشک آپ یزید کے مقابلے میں زیادہ مستحقِ خلافت ہیں؛ لیکن خدائے تعالیٰ کو یہ منظور نہیں کہ آپ کے خاندان میں حکومت و خلافت آئے۔ حضرت علی اور حضرت حسن کے حالات آپ کے سامنے گذر چکے ہیں۔ اگر آپ اس سلطنت و حکومت کے خیال کو چھوڑ دیں تو بڑی آسانی سے آزاد ہو سکتے ہیں، نہیں تو پھر آپ کی جان کا خطرہ ہے اور ہم لوگ آپ کی گرفتاری پر مامور ہیں۔"

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

"میں اس وقت تین باتیں پیش کرتا ہوں، تم ان تین میں سے جس کو چاہو میرے لیے منظور کرلو۔"

'اول تو یہ کہ جس طرف سے میں آرہا ہوں، اسی طرف مجھے واپس جانے دو تاکہ میں مکہ معظمہ میں پہنچ کر عبادتِ الٰہی میں مصروف رہوں۔

دوم یہ کہ مجھ کو کسی سرحد کی طرف نکل جانے دو کہ وہاں کفار کے ساتھ لڑتا ہوا شہید ہو جاؤں۔

سوم یہ کہ تم میرے راستے سے ہٹ جاؤ اور مجھ کو سیدھا یزید کے پاس دمشق کی جانب جانے دو۔ میرے پیچھے پیچھے اپنے اطمینان کی غرض سے تم بھی چل سکتے ہو۔

میں یزید کے پاس جا کر براہ راست اس سے اپنا معاملہ اسی طرح طے کرلوں گا جیسا کہ میرے بڑے بھائی حضرت امام حسن نے امیر معاویہ سے طے کیا تھا۔''

عمرو بن سعد یہ سن کر بہت خوش ہوا اور کہا کہ میں بطور خود کوئی پختہ جواب آپ کو اس معاملے میں ان باتوں کے متعلق نہیں دے سکتا۔ میں ابھی عبید اللہ بن زیاد کو اطلاع دیتا ہوں، یقین ہے کہ وہ ضرور ان میں سے کسی ایک بات کو منظور کرلے گا۔ عمرو بن سعد بھی اسی میدان میں خیمہ زن ہوگیا، اور ابن زیاد کو یہ تمام کیفیت لکھ بھیجی۔ ۲/محرم ۶۱ھ کو کربلا میں عمرو بن سعد امام حسین کے پہنچنے سے اگلے دن جا کر مقیم ہوا تھا اور اس نے کہا کہ امام حسین نے وہ بات پیش کی ہے، جس سے فتنہ کا دروازہ بالکل بند ہوجائے گا اور وہ یزید کے پاس جا کر بیعت کرلیں گے تو پھر کوئی خطرہ باقی نہ رہے گا، لیکن شمر ذی الجوشن اس وقت اس کے پاس موجود تھا۔ اس نے کہا کہ اے امیر اس وقت تجھ کو موقع حاصل ہے کہ تو امام حسین کو بلا تکلف قتل کردے، تجھ پر کوئی الزام عائد نہ ہوگا؛ لیکن اگر امام حسین یزید کے پاس چلے گئے تو پھر ان کے مقابلے میں تیری کوئی عزت وقدر باقی نہ رہے گی۔ اور وہ تجھ سے زیادہ مرتبہ حاصل کرلیں گے۔ یہ سن کر ابنِ زیاد نے عمرو بن سعد کو جواب میں لکھا کہ:

''یہ تینوں باتیں کسی طرح منظور نہیں ہوسکتیں، ہاں صرف ایک صورت قابلِ پذیرائی ہے، وہ یہ کہ امام حسین اپنے آپ کو ہمارے سپرد کردیں اور یزید کی بیعت نیابتًا اول میرے ہاتھ پر کریں پھر میں ان کو یزید کے پاس اپنے اہتمام سے روانہ کردوں گا۔''

اس جواب کے آنے پر عمرو بن سعد نے حضرت امام حسین کو اطلاع دی اور کہا کہ میں مجبور ہوں ابن زیاد خلافتِ یزید کی بیعت اول اپنے ہاتھ میں چاہتا ہے اور کسی دوسری بات کو منظور نہیں کرتا، امام حسین نے کہا کہ اس سے تو بہتر مرجانا ہے، کہ میں ابن زیاد کے ہاتھ پر بیعت کروں۔

ابنِ سعد اس کوشش میں مصروف تھا کہ کسی طرح کشت وخون نہ ہو۔ یا تو امام حسین ہی ابنِ زیاد کی شرط کو مان لیں یا ابن زیاد امام حسین کی منشا کے موافق ان کو جانے کی اجازت دیدے۔

اسی خط وکتابت اور انکار واصرار میں ایک ہفتہ تک امام حسین اور ابنِ سعد دونوں اپنے اپنے ہمرائیوں کے ساتھ مل کر کربلا کے میدان میں خیمہ زن رہے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ صفوں کو درست کرتے، ابنِ زیاد کے پاس یہ خبر جب پہنچی تو اس کو فکر پیدا ہوئی کہ کہیں ابنِ سعد امام حسین سے سازش نہ کرلے۔ اس نے فوراً ایک چوب دار جویرہ بن تمیمی کو بلایا اور سعد کے نام ایک خط لکھ کر دیا کہ:

''میں نے تم کو حسین بن علی کی گرفتاری پر مامور کیا تھا۔ تمہارا فرض تھا کہ ان کو گرفتار کرکے میرے پاس لاتے

یا گرفتار نہ کر سکتے تو ان کا سر کاٹ کر لاتے، میں نے تم کو یہ حکم نہیں دیا تھا کہ تم ان کی مصاحبت اختیار کر کے دوستانہ تعلقات بڑھاؤ۔ اب تمہارے لیے بہتر یہی ہے کہ فوراً بلا تامل اس خط کو پڑھتے ہی یا تو حسین بن علی کو میرے پاس لاؤ ورنہ جنگ کر کے ان کا سر کاٹ کر بھیجو، اگر ذرا بھی تامل تم سے سرزد ہوا تو میں نے اپنے سرہنگ کو جو یہ خط لے کر آ رہا ہے، حکم دیا ہے کہ وہ تم کو گرفتار کر کے میرے پاس پہنچائے اور لشکر وہیں مقیم رہ کر دوسرے سردار کا منتظر رہے، جس کو میں تمہاری جگہ مامور کر کے بھیجوں گا۔

جویرہ یہ خط لے کر جمعرات کے دن ۹/محرم الحرام ۶۱ھ کو ابن سعد کے پاس پہنچا۔ ابن سعد اس وقت اپنے خیمہ میں بیٹھا تھا خط کو پڑھتے ہی کھڑا ہو گیا۔ اور گھوڑے پر سوار ہو کر لشکر کو تیاری کا حکم دیا اور جویرہ بن بدر سے کہا کہ تم گواہ رہنا کہ میں نے امیر کا حکم پڑھتے ہی اس کی تعمیل کی ہے۔ پھر صفوف جنگ آراستہ کر کے جویرہ کو ہمراہ لے کر آگے بڑھا اور امام حسین کو سامنے بلوا کر کہا کہ امیر ابن زیاد کا یہ حکم آیا ہے کہ اگر میں اس کی تعمیل میں ذرا بھی دیر کروں تو یہ قاصد موجود ہے، جس کو حکم دیا گیا ہے کہ فوراً مجھ کو قید کر لے۔ امام حسین نے کہا کہ مجھ کو کل تک کے لیے اور سوچنے کی مہلت دو..... ابن سعد نے جویرہ کی طرف دیکھا کہ اس نے کہا کہ کل کچھ دور نہیں ہے...... اتنی مہلت دے دینی چاہیے۔ ابن سعد میدان سے واپس آیا اور فوج کو حکم دیا کہ کمر کھول دو، آج کوئی لڑائی نہ ہوگی۔

عبیداللہ بن زیاد نے جویرہ بن بدر کے ہاتھ یہ حکم روانہ کرنے کے بعد سوچا کہ اگر ابن سعد نے سستی کی اور جویرہ نے اس کو قید کر لیا تو فوج بغیر افسر کے رہ کر منتشر ہو جائے گی اور ممکن ہے کہ امام حسین ہی سے جا ملے۔ اس صورت میں ضرور دقت و پریشانی کا سامنا ہوگا اور امام حسین کو موقع مل جائے گا کہ وہ مکہ کی طرف فرار ہو جائیں، اور قابو میں آئے ہوئے نکل جائیں، چناں چہ اس نے فوراً شمر ذی الجوشن کو بلوایا اور کہا کہ میں جویرہ کو بھیج چکا ہوں اور اس کو حکم دے دیا ہے کہ اگر ابن سعد لڑائی میں تامل کرے تو اس کو گرفتار کر کے لے آئے، ابن سعد کی طرف سے مجھ کو منافقت کا شبہ ہے، اگر جویرہ نے ابن سعد کو گرفتار کر لیا تو فوج جو میدان میں پڑی ہوئی ہے، سب آوارہ اور ضائع ہو جائے گی۔ میں تجھ سے بہتر اس کام کے لیے دوسرا شخص نہیں پاتا، فوراً میدانِ کربلا کی طرف جا اور اگر ابن سعد گرفتار ہو چکا ہو تو فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں لے اور امام حسین سے لڑ کر ان کا سر کاٹ لا۔ اگر ابنِ سعد گرفتار نہ ہوا ہو اور لڑائی میں تامل کر رہا ہو، تو فوراً جاتے ہی لڑائی چھیڑ دے اور کام کو جلدی ختم کر دے۔ شمر ذی الجوشن نے کہا کہ میری ایک شرط ہے، وہ یہ کہ آپ کو معلوم ہے کہ میری بہن ام البنین بنت حرام حضرت علی کی بیوی تھیں، جس کے بطن سے حضرت علی کے چار بیٹے عبیداللہ، جعفر، عثمان، عباس پیدا ہوئے۔ میرے یہ چاروں بھانجے بھی اپنے بھائی حسین کے ہمراہ میدانِ کربلا میں موجود ہیں، آپ ان چاروں کو جان کی امان دے دیں۔ عبیداللہ بن زیاد نے اسی وقت کاغذ منگا کر چاروں کے لیے امان نامہ لکھ کر اور مہر لگا کر شمر ذی الجوشن کے سپرد کیا اور اسی وقت اس کو رخصت کر دیا۔

جویرہ رات کے وقت روانہ ہوا تھا اور جمعرات کے دن علی الصباح لشکر گاہِ کربلا میں پہنچ گیا تھا، شمر صبح کے وقت روانہ ہوا اور عصر کے وقت پہنچا۔ شمر کے آنے پر تمام کیفیت جو پیش آئی تھی، سنادی، شمر نے کہا کہ میں تو ایک لحہ کی بھی مہلت نہ دوں گا۔ یا تو اسی وقت لڑائی کے لیے مستعد ہو جاؤ ورنہ لشکر میرے سپرد کر دو۔ ابن سعد اسی وقت سوار ہوا اور شمر کو ہمراہ لے کر امام حسین کے پاس آیا اور کہا کہ عبید اللہ بن زیاد نے یہ دوسرا قاصد بھیجا ہے اور مہلت آپ کو بالکل دینا نہیں چاہتا۔ حضرت امام حسین نے کہا کہ سبحان اللہ اب مہلت کے دینے یا نہ دینے کی کیا ضرورت ہے، آفتاب تو غروب ہو رہا ہے کیا رات کے وقت بھی تم لوگ جنگ کو کل کے لیے ملتوی نہ رکھو گے، یہ سن کر شمر ذی الجوشن نے بھی کل صبح تک کا انتظار مناسب سمجھا اور دونوں اپنے لشکر گاہ کو واپس چلے آئے۔

پانی بند کرو

رات کے وقت عبید اللہ بن زیاد کا حکم پہنچا کہ "اگر ابھی لڑائی شروع نہیں ہوئی ہے، تو اسی وقت جب کہ یہ حکم پہنچے پانی پر قبضہ کرلو، اور حسین بن علی اور ان کے ساتھیوں کے لیے پانی بند کر دو، اگر سپاہ شمر کے زیر کمان آ گئی ہے تو شمر کو اس حکم کی تعمیل کرنی چاہیے"۔

عمرو بن سعد نے اس حکم کے پہنچتے ہی عمرو بن الحجاج کو پانچ سو سوار دے کر ساحلِ فرات پر متعین کر دیا۔ اتفاقاً دن میں امام حسین کے ہمراہیوں نے پانی اپنے لیے نہیں بھرا تھا۔ ان کے تمام برتن خالی ہو گئے تھے۔ رات کو جب پانی بھرنا چاہا تو معلوم ہوا کہ دشمنوں نے پانی پر قبضہ کر لیا ہے، امام حسین بن علی نے اپنے بھائی عباس بن علی کو پچاس آدمیوں کے ہمراہ پانی لینے کو بھیجا کہ زبردستی پانی لائیں، مگر ان ظالموں نے پانی نہ لینے دیا۔ اب دم بدم پیاس کی شدت نے تکلیف پہنچانی شروع کی۔ یہ ایسی اذیت تھی، جو تیر و شمشیر کی اذیت سے زیادہ سوہان روح تھی۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کے چھوٹے بیٹے علی بن حسین بیمار تھے اور خیمے میں پڑے رہتے تھے۔ وہ اور ان کی بہن ام کلثوم یہ دیکھ کر صبح کو دشمنوں کا حملہ ہوگا اور تمام عزیز و اقارب جو اس وقت موجود ہیں، قتل و شہید ہوں گے، رونے لگے، ان دونوں کی رونے کی آواز سن کر حضرت امام حسین خیمہ کے اندر آئے اور کہا کہ دشمن ہمارے قریب ہی خیمہ زن ہے، تمہارے رونے کی آواز سن کر وہ خوش ہوں گے اور ہمراہیوں کے دل تھوڑے ہوں گے۔ تم کو ہرگز ہائے وائے کچھ نہیں کرنی چاہیے، ان کو بہ مشکل خاموش کیا اور باہر آ کر فرمایا کہ: واقعی بچوں اور عورتوں کو ہمراہ لانے میں ہم سے بڑی غلطی ہوئی ہے، ان کو ہرگز ہمراہ نہ لانا چاہیے تھا، اس کے بعد حضرت امام حسین نے اپنے تمام ہمراہیوں کو اپنے پاس بلا کر کہا کہ تم لوگ یہاں سے جس طرف کو مناسب سمجھو، چلے جاؤ، تم کو کوئی بھی کچھ نہ کہے گا؛ کیوں کہ دشمنوں کو صرف میری ذات سے بحث ہے، تمہارے چلے جانے کو تو وہ اور بھی غنیمت سمجھیں گے۔ میں تم سب کو اجازت دیتا ہوں کہ اپنی اپنی جان بچالو، ہمراہیوں نے یہ سن کر کہا کہ ہم ہرگز ہرگز آپ کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتے۔ ہم

سب آپ کے اوپر قربان ہو جائیں گے اور جب تک ہمارے دم میں دم ہے، آپ کو آزار نہ پہنچنے دیں گے۔ اسی شب تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص طرماح بن عدی جو اس نواح میں آیا ہوا تھا، حضرت امام حسین اور ابنِ سعد کے لشکروں کا حال سن کر امام حسین کے پاس آیا اور کہا کہ آپ تنہا میرے ساتھ چلیں، میں آپ کو ایک ایسے راستے سے لے چلوں گا کہ کسی کو مطلق اطلاع نہ ہو سکے گی۔ اور اپنے قبیلۂ بنی طے میں لے جا کر پانچ ہزار آدمی اپنے قبیلہ کے آپ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ آپ ان پانچ ہزار سے جو چاہیں کام لیں۔ امام حسین نے کہا کہ میں نے ابھی ان سب سے کہا تھا کہ مجھ کو تنہا چھوڑ کر تم سب چلے جاؤ تو انھوں نے اس بات کو گوارا نہیں کیا۔ اب یہ کیسے ممکن ہے کہ میں ان سب کو چھوڑ کر تنہا اپنی جان بچا کر نکل جاؤں۔ ان کے ہمراہیوں نے کہا کہ ہم لوگوں کو تو وہ کچھ کہیں گے نہیں جیسا کہ آپ ابھی فرما چکے ہیں، وہ تو تنہا آپ کے دشمن ہیں، لہذا آپ اپنی جان بچانے کے لیے نکل جائیں۔ امام حسین نے کہا کہ عزیزوں اور قریبی رشتہ داروں کے بغیر کوئی چیز بھی گوارا نہیں ہو سکتی۔ میں بغیر آپ لوگوں کی معیت کے اپنی جان بچانے کے لیے ہرگز نہ جاؤں گا۔ چناں چہ اس شخص کو شکریہ کے ساتھ واپس کر دیا۔ جب صبح ہوئی تو شمر ذی الجوشن اور عمرو بن سعد صفوفِ لشکر کو آراستہ کر کے میدان میں آئے۔ حضرت امام حسین نے بھی اپنے ہمراہیوں کو مناسب ہدایات کے ساتھ متعین کیا۔ شمر ذی الجوشن نے عبید اللہ، جعفر، عثمان، عباس کو میدان میں بلوا کر کہا کہ تم کو امیر بن زیاد نے امان دے دی ہے۔ انھوں نے کہا کہ ابنِ زیاد کی امان سے خدا کی امان بہتر ہے۔ شمر اپنا سا منھ لے کر رہ گیا۔ بعض روایات کے موافق آپ کے ہمراہ اس وقت جب کہ لڑائی ۱۰/محرم الحرام ۶۱ھ کی صبح کو شروع ہوتی ہے، بہتر (۷۲) آدمی موجود تھے۔ بعض روایات کے موافق ایک سو چالیس اور بعض کے موافق دو سو چالیس تھے۔ بہر حال اگر بڑی سے بڑی تعداد یعنی دو سو چالیس بھی تسلیم کر لیں، تو دشمنوں کی ہزار ہا جرار افواج کے مقابلے میں امام حسین کے ساتھی کوئی حقیقت نہ رکھتے تھے، امام حسین اپنے ہمراہیوں کو مناسب مقامات پر کھڑا کر کے اور ضروری وصیتیں فرما کر اونٹ پر سوار ہوئے اور کوفی لشکر کی صفوف کے سامنے تنہا گئے، ان لوگوں کو بلند آواز سے مخاطب کر کے ایک تقریر شروع کی اور فرمایا کہ اے کوفیو!

''میں خوب جانتا ہوں کہ یہ تقریر کوئی نتیجہ میرے لیے اس وقت پیدا نہ کرے گی اور تم کو جو کچھ کرنا ہے، تم اس سے باز نہ آؤ گے؛ لیکن میں مناسب سمجھتا ہوں کہ خدائے تعالیٰ کی حجت تم پر پوری ہو جائے اور میرا عذر بھی ظاہر ہو جائے۔ ابھی اسی قدر الفاظ کہنے پائے تھے کہ آپ کے خیمے سے عورتوں اور بچوں کے رونے کی آوازیں بلند ہوئیں۔ ان آوازوں کے سننے سے آپ کو سخت ملال ہوا اور سلسلۂ کلام کو روک کر اور لاحول پڑھ کر آپ نے کہا کہ عبد اللہ بن عباس مجھ سے سچ کہتے تھے کہ عورتوں اور بچوں کو ہمراہ نہ لے جاؤ۔ مجھ سے غلطی ہوئی کہ میں نے ان کے مشورے پر عمل نہ کیا۔ پھر لوٹ کر اپنے بھائی اور بیٹے کو پکار کر کہا کہ ان عورتوں کو رونے سے منع کرو اور کہو کہ اس وقت خاموش رہو، کل خوب دل بھر کر رو لینا، انھوں نے عورتوں کو سمجھایا اور وہ آوازیں بند ہوئیں۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے پھر کوفیوں کی طرف متوجہ ہو کر اپنی تقریر اس طرح شروع کی کہ:

''لوگو! تم میں سے ہر ایک شخص جو مجھ سے واقف ہے اور ہر ایک وہ شخص بھی جو مجھ کو نہیں جانتا، اچھی طرح آگاہ ہو جائے کہ میں آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسا اور حضرت علی کرم اللہ کا بیٹا ہوں، حضرت فاطمہ میری ماں اور جعفر طیار میرے چچا تھے، اس فخر نسبتی کے علاوہ مجھ کو یہ فخر بھی حاصل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ نے مجھ کو اور میرے بھائی حسن کو جوانانِ اہلِ جنت کا سردار بتایا ہے، اگر تم کو میری بات کا یقین نہ ہو تو ابھی تک آنحضرت صلعم کے بہت سے صحابی زندہ ہیں، تم ان سے میری اس بات کی تصدیق کر سکتے ہو، میں نے کبھی وعدہ خلافی نہیں کی، میں نے کبھی نماز قضا نہیں کی اور میں نے کسی مومن کا قتل نہ کیا، نہ آزار پہنچایا، اگر عیسیٰ علیہ السلام کا گدھا بھی باقی ہوتا تو تمام عیسائی قیامت تک اس گدھے کی پرورش اور نگہداشت میں مصروف رہتے، تم کیسے مسلمان اور کیسے امتی ہو کہ اپنے رسول کے نواسے کو قتل کرنا چاہتے ہو، نہ تم کو خدا کا خوف ہے نہ رسول کی شرم ہے، میں نے جب کہ ساری عمر کسی شخص کو بھی قتل نہیں کیا، تو ظاہر ہے کہ مجھ پر کسی کا قصاص بھی نہیں۔ پھر بتاؤ کہ تم نے میرے خون کو کس طرح حلال سمجھ لیا ہے۔ میں دنیا کے جھگڑوں سے آزاد ہو کر مدینہ میں آنحضرت کے قدموں میں پڑا تھا۔ تم نے وہاں بھی مجھ کو نہ رہنے دیا۔ پھر مکہ معظمہ کے اندر خانۂ خدا میں مصروفِ عبادت تھا، تم کوفیوں نے مجھ کو وہاں بھی چین نہ لینے دیا۔ اور میرے پاس مسلسل خطوط بھیجے کہ ہم تم کو امامت کا حقدار سمجھتے اور تمہارے ہاتھ پر بیعتِ خلافت کرنا چاہتے ہیں۔ جب تمہارے بلانے کے موافق میں یہاں آیا تو اب تم مجھ سے برگشتہ ہو گئے۔ اب بھی اگر تم میری مدد کرو تو میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ مجھ کو قتل نہ کرو اور آزاد چھوڑ دو، تاکہ میں مکہ یا مدینہ میں جا کر مصروفِ عبادت ہو جاؤں، اور خدائے تعالیٰ خود اس جہان میں فیصلہ کر دے گا کہ کون حق پر تھا اور کون ظالم تھا۔''

اس تقریر کو سن کر سب خاموش رہے اور کسی نے کوئی جواب نہ دیا تھوڑی دیر انتظار کرنے کے بعد حضرت امام حسین نے فرمایا کہ:

''خدا کا شکر ہے کہ میں نے تم پر حجت پوری کر دی اور تم کوئی عذر پیش نہیں کر سکتے۔''

پھر آپ نے ایک ایک کا نام لے کر آواز دی کہ ''اے شبث بن ربعی، اے حجاج بن الحسن، اے قیس بن الاشعث، اے حر بن یزید تمیمی، اے فلاں، فلاں، کیا تم نے مجھ کو خطوط نہیں لکھے تھے اور مجھ کو باصرار یہاں نہیں بلوایا تھا؟ اور اب جب کہ میں آیا ہوں تو تم مجھ کو قتل کرنے پر آمادہ ہو۔''

یہ سن کر ان سب لوگوں نے کہا کہ ہم نے آپ کو کوئی خط نہیں لکھا اور نہ آپ کو بلایا، حضرت امام حسین نے وہ خطوط نکالے اور الگ الگ پڑھ کر سنائے کہ یہ تمہارے خطوط ہیں۔ انھوں نے کہا کہ خواہ ہم نے یہ خطوط بھیجے یا نہیں بھیجے مگر اب ہم علی الاعلان آپ سے اپنی بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ سن کر امام رضی اللہ عنہ اونٹ سے اترے اور گھوڑے پر سوار ہو کر لڑائی کے لیے مستعد ہو گئے، کوئی لشکر سے اول ایک شخص میدان میں مقابلہ کی غرض سے نکلا، مگر اس کا گھوڑا ایسا بدکا کہ وہ گھوڑے

سے گرا اور گر مر گیا۔ اس کی کیفیت کو دیکھ کر حر بن یزید تمیمی اس انداز سے جیسے کوئی حملہ آور ہوتا ہے۔ اپنی ڈھال اپنے سامنے کر کے اور گھوڑا دوڑا کر امام حسین کے پاس آیا اور ڈھال پھینک دی۔

حضرت حسین نے پوچھا تو کس لیے آیا ہے؟ اس نے کہا کہ میں وہ شخص ہوں جس نے آپ کو ہر طرف سے گھیر کر اور روک کر واپس نہ جانے دیا اور اس میدان میں قیام کرنے مجبور کیا۔ میں اپنی اس خطا کی تلافی میں اب آپ کی طرف سے کوفیوں کا مقابلہ کروں گا۔ آپ میرے لیے مغفرت کی دعا کریں۔

امام حسین نے اس کو دعا دی اور بہت خوش ہوئے۔

شمر ذی الجوشن نے عمرو بن سعد سے کہا کہ اب دیر کیوں کر رہے ہو؟ عمرو بن سعد نے فوراً ایک تیر کمان جوڑ کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لشکر کی طرف پھینکا اور کہا کہ: ''تم گواہ رہنا کہ سب سے پہلا تیر میں نے چلایا ہے۔'' اس کے بعد کوفیوں کے لشکر سے دو آدمی نکلے۔ امام حسین کی طرف سے ایک بہادر نے مقابلہ پر جا کر دونوں کو قتل کر دیا۔ پھر اسی طرح لڑائی کا سلسلہ جاری ہوا۔ دیر تک مبارزہ کی لڑائی ہوتی رہی، اور اس میں کوفیوں کے آدمی زیادہ مارے گئے۔ پھر اس کے بعد امام حسین کی طرف سے ایک ایک آدمی نے کوفیوں کی صفوں پر حملہ کرنا شروع کیا۔ اس طرح بہت سے کوفیوں کا نقصان ہوا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہمراہیوں نے آل ابی طالب کو اس وقت تک میدان میں نہ نکلنے دیا، جب تک کہ وہ ایک ایک کر کے سب کے سب نہ مارے گئے۔ آخر میں مسلم بن عقیل کے بیٹوں نے آلِ علی پر سبقت کی۔ ان کے بعد حضرت امام حسین کے بیٹے علی اکبر نے دشمنوں پر رستمانہ حملے کیے اور بہت سے دشمنوں کو ہلاک کرنے کے بعد خود بھی شہید ہو گئے۔ ان کے قتل ہونے کے بعد امام حسین رضی اللہ عنہ سے ضبط نہ ہو سکا اور رونے لگے۔ پھر آپ کے بھائی عبداللہ و محمد و جعفر و عثمان نے دشمنوں پر حملہ کیا اور بہت سے دشمنوں کو مار کر خود بھی ایک ہی جگہ ڈھیر ہو گئے۔ آخر میں امام حسین کے ایک نوعمر بیٹے محمد قاسم نے حملہ کیا اور وہ بھی مارے گئے۔ غرض کہ امام حسین کے لیے کربلا میں اپنی شہادت اور دوسری تمام مصیبتوں سے بڑھ کر مصیبت یہ تھی کہ انھوں نے اپنی آنکھوں سے اپنے بھائیوں اور بیٹوں کو شہید ہوتے ہوئے اور اپنی بیٹیوں اور بہنوں کو ان روح فرسا نظاروں کا تماشا دیکھتے ہوئے دیکھا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہمراہیوں اور خاندان والوں نے ایک طرف اپنی بہادری کے نمونے دکھائے تو دوسری طرف وفاداری و جان نثاری کی بھی انتہائی مثالیں پیش کر دیں۔ نہ کسی شخص نے کمزوری و بزدلی دکھائی نہ بے وفائی و تن آسانی کا الزام اپنے اوپر لیا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سب سے آخر تنہا رہ گئے۔ خیمہ میں عورتوں کے سوا صرف علی بوسط معروف بہ زین العابدین جو بیمار اور چھوٹے بچے تھے باقی رہ گئے تھے۔ عبیداللہ بن زیاد ظالم نے یہ حکم بھیج دیا تھا کہ امام حسین کا سر مبارک کاٹ کر ان کی لاش گھوڑوں سے پامال کرائی جائے کہ ہر ایک عضو ٹوٹ جائے۔

حضرت امام حسینؓ کی شہادت

حضرت امام حسین نے تنہا رہ جانے کے بعد جس بہادری وجواں مردی کے ساتھ دشمنوں پر حملے کیے ہیں، ان حملوں کی شان دیکھنے والا ان کے ہمراہیوں میں سے کوئی نہ تھا۔ مگر عمرو بن سعد اور شمر ذی الجوشن آپس میں ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ ہم نے آج تک ایسا بہادو جری انسان نہیں دیکھا۔ اس غم کی داستان اور روح کو مضمحل کردینے والی کہانی کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے جسم پر پینتالیس زخم تیر کے تھے مگر آپ برابر دشمنوں کا مقابلہ کیے جارہے تھے، ایک دوسری روایت کے موافق ۳۳ زخم نیزے کے اور ۴۳ زخم تلوار کے تھے۔ اور تیروں کے زخم ان کے علاوہ تھے۔ شروع میں آپ گھوڑے پر سوار ہوکر حملہ آور ہوتے رہتے تھے؛ لیکن جب گھوڑا مارا گیا تو پھر پیدل لڑنے لگے۔ دشمنوں میں کوئی شخص بھی یہ نہیں چاہتا تھا کہ امام حسین میرے ہاتھ سے شہید ہوں؛ بل کہ ہر شخص آپ کے مقابلہ سے بچتا اور طرح دیتا تھا۔ آخر شمر ذی الجوشن نے چھ شخصوں کو ہمراہ لے کر آپ پر حملہ کیا اور ان میں سے ایک نے شمشیر کا ایسا وار کیا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا بایاں ہاتھ کٹ کر الگ گر پڑا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس پر جوابی وار کرنا چاہا؛ لیکن آپ کا داہنا ہاتھ بھی اس قدر مجروح ہوچکا تھا کہ تلوار نہ اٹھا سکے۔ پیچھے سے سنان بن انس نخعی نے آپ کے نیزہ مارا جو شکم سے پار ہوگیا۔ آپ نیزے کا یہ زخم کھا کر گرے، اس نے نیزہ کھینچا اور اس کے ساتھ ہی آپ کی روح بھی کھنچ گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس کے بعد شمر نے یا شمر کے حکم سے کسی دوسرے شخص نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر جسم سے جدا کیا اور عبید اللہ بن زیاد کے حکم کی تعمیل کے لیے بارہ سوار متعین کیے گئے، انھوں نے اپنے گھوڑے کی ٹاپوں سے آپ کے جسم مبارک کو خوب کچلوایا۔ پھر خیمہ کو لوٹا۔ آپ کے اہل بیت کو گرفتار کیا، زین العابدین جولڑکے تھے، شمر ذی الجوشن کی نظر پڑی تو ان کو اس نے قتل کرنا چاہا، مگر عمرو بن سعد نے اس کو اس حرکت سے باز رکھا۔ حضرت امام حسین کا سر مبارک اور آپ کے اہل بیت کوفہ میں ابن زیاد کے پاس بھیجے گئے۔ کوفہ میں ان کو تشہیر کیا گیا۔ ابن زیاد نے دربار کیا اور ایک طشت میں رکھ کر امام حسین کا سر اس کے سامنے پیش ہوا۔ اس نے سر کو دیکھ کر گستاخانہ کلمات کہے۔ پھر تیسرے روز شمر ذی الجوشن کو ایک دستۂ فوج دیکر اس کی نگرانی میں یہ قیدی اور سر مبارک یزید کے پاس دمشق کی جانب روانہ کیا۔

(تاریخ اسلام ج ۲ ص: ۵۵-۷۴)

نُبذةٌ من ذكاوةِ العَرَبِ

حَكَى أبو الفَرجِ الْأصْفَهاني بِسَنَدِهِ إلى مُجالِدِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَبدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ عَلَيْنا عُمَرُ بْنُ هُبَيْرَةَ الْكُوفَةَ فَأرْسَلَ إلى عَشرَةٍ (أنا أحَدُهُمْ) مِنْ وُجوهِ أهْلِ الْكوفَةِ، فَسَمَرْنَا عِنْدَهُ ثُمَّ قَالَ لِيُحَدِّثْنِي كُلُّ رَجُلٍ مِنْكُمْ أحْدوثَةً، وَابْدَأْ أنْتَ يَا أبَا عَمْرو! فَقُلْتُ: أصْلَحَ اللّٰهُ الأمِيرَ، أحَدِيْثَ الْحَقِ أمْ حَدِيْثَ الْبَاطِلِ؟ قَالَ بَلْ حَدِيْثَ الْحَقِ، قُلْتُ: إنَّ امْرَءَ الْقَيْسِ آلٰى ألِيَّةً أن لَا يَتَزوَّجَ امْرأةً حَتّٰى يَسْألَهَا عَنْ ثَمَانِيَةٍ وَّ أرْبعَةٍ وَاثْنَيْنِ، فَجَعَلَ يَخْطُبُ النِّسَاءَ فَإذَا سَألَهُنَّ عَنْ هٰذَا، قُلْنَ أرْبعَةَ عَشَرَ، فَبَيْنَا هُوَ يَسِيْرُ فِي جَوْفٍ، إذْ هُوَ بِرَجُلٍ يَحْمِلُ ابْنَةً لَهُ صَغِيْرَةً كَأنَّهَا الْبَدْرُ لِتِمِّهِ، فَأعْجَبَتْهُ فَسَألَهَا يَاجَارِيَةُ! مَا ثَمَانِيَةٌ وَأرْبعَةٌ وَاثْنَان، فَقَالَتْ: أمَّا ثَمَانِيَةٌ، فَأطْبَاءُ الْكَلْبَةِ، وَأمَّا أرْبَعَةٌ فَأخْلَافُ النَّاقَةِ، وَأمَّا اثْنَان فَثَدْيُ الْمَرأةِ فَخَطَبَهَا إلٰى أبِيْهَا، فزوّجَهُ إيَّاهَا، وَشَرَطَتْ عَلَيْهِ أنْ تَسْألَهُ لَيْلَةَ بِنائِهَا عَنْ ثَلاثِ خِصَالٍ، فَجَعَلَ لَهَا ذٰلِكَ، وَعَلٰى أن يَسُوقَ إلَيْهَا مِائَةً مِنَ الإبِلِ، وَعَشَرَةَ أعْبُدٍ، وَعَشرَ وَصَائِفَ وَثَلاثَةَ أفْرَاسٍ، فَفَعَلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ إنَّه بَعَثَ عَبْداً لَهُ إلَى الْمَرْأةِ وَأهْدٰى لَهَا نِحْياً مِنْ سَمْنٍ، وَنِحْياً مِنْ عَسَلٍ وَحُلَّةً مِنْ قَصَبٍ فَنَزَلَ الْعَبْدُ عَلٰى بَعْضِ الْمِيَاهِ، فَنَشَرَ الْحُلَّةَ فَلَبِسَهَا فَتَعَلَّقَتْ بِسَمُرَةٍ فَانْشَقَّتْ وَفَتَحَ النِّحْيَيْنِ، فَأطْعَمَ أهْلَ الْمَاءِ مِنْهُمَا فَنَقَصَا ثُمَّ قَدِمَ عَلٰى حَيِّ الْمَرأةِ وَهُمْ خُلُوفٌ، فَسَألَهَا عَنْ أبِيهَا وَأمِّهَا وَأخِيهَا، وَدَفَعَ إلَيْهَا هَدِيَّتَها، فَقَالَتْ لَهُ: أعْلِمْ مَوْلَاكَ أنَّ أبِي ذَهَبَ يُقَرِّبُ بَعِيْداً، وَيُبَعِّدُ قَرِيْباً، وَأنَّ أمِّي ذَهَبَتْ تَشُقُّ النَّفْسَ نَفْسَيْنِ وَأنَّ أخِي ذَهَبَ يُرَاعِي الشَّمْسَ، وَأنَّ سَمَاءَ كُمْ انْشَقَّتْ وَأنَّ وِعَائَيْكُمْ نَضَبَا، فَقَدِمَ الْغُلَامُ عَلٰى مَوْلَاهُ، فَأخْبَرَهُ فَقَالَ: أمَّا قَوْلُهَا: إنَّ أبِي ذَهَبَ يُقَرِّبُ بَعِيداً، وَيُبَعِّدُ قَرِيْباً. فَإنَّ أبَاهَا ذَهَبَ يُحَالِفُ قَوماً عَلٰى قَوْمِهِ، وَأمَّا قَوْلُهَا: ذَهَبَتْ أمِّي تَشُقُّ النَّفْسَ نَفْسَيْنِ فَإنَّ أمَّهَا ذَهَبَتْ تُقْبِلُ امْرَأةً نُفَسَاءَ، وَأمَّا قَوْلُهَا: ذَهَبَ أخِي يُرَاعِي الشَّمْسَ فَإنَّ أخَاهُ فِي سَرْحٍ لَه يَرْعَاهُ فَهُوَ يَنْتَظِرُ وُجُوبَ الشَّمْسِ لِيَرُوحَ بِهِ، وَقَوْلُهَا: إنَّ سَمَاءَ كُمْ انْشَقَّتْ فَإنَّ الْبُرْدَ الَّذِي بَعَثْتَ بِهِ انْشَقَّ وَأمَّا قَوْلُهَا: إنَّ وِعَائَيْكُمْ نَضَبَا فَإنَّ النِّحْيَيْنِ نَقَصَا، فَاصْدُقْنِي، فَقَالَ: يَا مَوْلَايَ! إنِّي نَزَلْتُ بِمَاءٍ مِنْ مِيَاهِ الْعَرَبِ فَسَألُونِي عَنْ نَسَبِي، فَأخْبَرْتُهُمْ أنِي ابْنُ عَمِّكَ، وَنَشَرْتُ الْحُلَّةَ فَلَبِسْتُهَا،

وَتَجَمَّلْتُ بِهَا، فَتَعَلَّقتْ بِسَمُرَةٍ فَانْشَقَّتْ، وَفَتَحْتُ النِّحْيَيْنِ، فَأَطْعَمْتُ مِنْهَا أَهْلَ الْمَاءِ فَقَالَ: أَوْلٰى لَكَ، ثُمَّ سَاقَ مِائَةً مِنَ الإِبِلِ وَخَرَجَ، وَمَعَهُ الْغُلَامُ لِسَقْيِ الْإِبِلِ فَعَجَزَ، فَأَعَانَهُ امْرُؤ القيس، فَرَمٰى بِهِ الْغُلَامُ فِي الْبِئْرِ، وَخَرَجَ حَتّٰى أَتَى الْمَرْأَةَ بِالإِبِلِ، فَأَخْبَرَهُمْ أَنَّهُ زَوْجُهَا، فَقِيْلَ لَهَا: قَدْ جَاءَ زَوْجُكِ فَقَالَتْ: وَاللّٰهِ مَا أَدْرِى، أَزَوْجِي هُوَ أَمْ لَا؟ وَلٰكِنْ اِنْحَرُوا لَهُ جَزُوراً، وَأَطْعِمُوه مِنْ كِرْشِهَا، وَذَنَبِهَا، فَفَعَلُوا فَأَكَلَ مَا أَطْعَمُوهُ قَالَتْ: اِسْقُوه لَبَناً حَازِراً (وَهُوَ الْحَامِضُ) فَسَقَوْهُ فَشَرِبَ، فَقَالَتْ اِفْرِشُوا لَهُ عِنْدَ الْفَرْثِ وَالدَّمِ فَفَرَشُوا لَهُ، فَنَامَ، فَلَمَّا أَصْبَحَتْ أَرْسَلَتْ إِلَيْهِ، أُرِيدُ أَنْ أَسْأَلَكَ عَنْ ثَلَاثٍ، قَالَ: سَلِيْ عَمَّا بَدَا لَكِ، فَقَالَتْ: لِمَ تَخْتَلِجُ شَفَتَاكَ؟ قَالَ مِنْ تَقْبِيلِي إِيَّاكِ، قَالَتْ: لِمَ تَخْتَلِجُ فَخِذَاكَ؟ قَالَ: لِتَوَرُّكِي إِيَّاكِ، قَالَتْ، فَلِمَ يَخْتَلِجُ كَشْحَاكَ؟ قَالَ: لِإِلْتِزَامِي إِيَّاكِ، قَالَتْ: عَلَيْكُم الْعَبْدَ فَشُدُّوا أَيْدِيكُمْ بِهِ، فَفَعَلُوا.

قَالَ: وَمَرَّ قَوْمٌ، فَاسْتَخْرَجُوا امْرُؤَ الْقَيْسِ مِنَ الْبِئْرِ فَرَجَعَ إِلٰى حَيِّهِ، وَاسْتَاقَ مِائَةً مِنَ الإِبِلِ، وَأَقْبَلَ إِلٰى إِمْرَأَتِهِ، فَقِيْلَ لَهَا: قَدْ جَاءَ زَوْجُكِ، فَقَالَتْ: وَاللّٰهِ: مَا أَدْرِي أَزَوْجِي هُوَ أم لا؟ وَلٰكِن اِنْحَرُو لَهُ جَزُوراً وَأَطْعِمُوه مِنْ كِرشِهَا وَذَنَبِهَا، فَفَعَلُوا، فَلَمَّا أَتَوْهُ بِذٰلِكَ، قَالَ وَأَيْنَ الْكَبِدُ وَالسَّنَامُ وَالْمَلْحَاءُ فَأَبٰى أَنْ يَأْكُلَ، فَقَالَتْ: اِسْقُوْهُ لَبَناً حَازِراً، فَأُتِيَ بِهِ فَأَبٰى أن يَشْرَبَهُ، وَقَالَ: أَيْنَ الصَّرِيْفُ وَالرَّثِيْئَةُ؟ فَقَالَتْ: اِفْرِشُوا لَهُ عِنْدَ الفَرْثِ وَالدَّمِ، فَفَرَشُوا لَهُ فَأَبٰى أن يَّنَامَ، وَقَالَ: اِفْرِشُوا لِي فَوْقَ التَّلْعَةِ الْحَمْرَاءِ وَاضْرِبُوا عَلَيْهَا خِبَاءً، ثُمَّ أَرْسَلَتْ هَلُمَّ شَرِيْطَتِي عَلَيْكَ فِي الْمَسَائِلِ الثَّلٰثِ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا، سَلِيْنِى عَمَّا شِئْتِ فَقَالَتْ: لِمَ تَخْتَلِجُ شَفَتَاكَ؟ قَالَ: لِشُرْبِ الْمُشَعْشَعَاتِ قَالَتْ: فَلِمَ يَخْتَلِجُ كَشْحَاكَ؟ قَالَ: لِلُبْسِ الْحِبَرَاتِ، قَالَتْ: فَلِمَ تَخْتَلِجُ فَخِذَاكَ؟ قَالَ: لِرَكْضِ الْمُطَهَّمَاتِ، قَالَتْ: هٰذَا زَوْجِي، لَعَمْرِي، فَعَلَيْكُمْ بِهِ، وَاقْتُلُوا الْعَبْدَ، فَقَتَلُوه، وَدَخَلَ امْرُؤُ الْقَيْسِ بِالْجَارِيَةِ، قَالَ: اِبْنُ هُبَيْرَةَ: حَسْبُكُمْ، فَلَا خَيْرَ فِي الْحَدِيْثِ فِي سَائِرِ اللَّيْلَةِ بَعْدَ حَدِيْثِكَ يَا أَبَا عَمْرو! وَلَنْ يَأْتِيَنَا أَحدٌ بِأَعْجَبَ مِنْهُ، فَقُمْنَا، وَانْصَرَفْنَا، وَأَمَرَ لِي بِجَائِزَةٍ.

عربوں کی دانش مندی کا نمونہ

ابوالفرج اصفہانی نے اپنی اس سند کے ساتھ نقل کیا ہے، جو مجالد بن سعید تک متصل ہے اور انھوں نے عبدالملک بن عمر

سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے: جب عمرو بن ہبیرہ کوفہ آیا تو اس نے کوفہ کے دس سرداروں کے پاس پیغام بھیجا، جن میں سے ایک میں بھی ہوں، چناں چہ ہم نے اس کے پاس رات میں قصہ گوئی شروع کی، پھر اس نے کہا: چاہیے کہ تم میں سے ہر شخص مجھے کوئی کہانی سنائے، اور اے ابو عمرو! تم آغاز کرو، تو میں نے کہا: اللہ تعالیٰ امیر کا بھلا فرمائے۔ کیا سچی کہانی سناؤں یا بے بنیاد؟ اُس نے کہا: بل کہ سچی کہانی بیان کیجیے، میں نے کہا: امرؤ القیس نے اِس بات کی قسم کھائی کہ وہ کسی عورت سے شادی نہیں کرے گا تا آں کہ اس سے آٹھ، چار اور دو کے بارے میں دریافت کرلے، پھر وہ عورتوں کو پیغام دینے لگا، تو جب ان سے اس کے متعلق دریافت کرتا تو وہ کہتیں: چودہ، (یعنی آٹھ، چار اور دو کا مجموعہ چودہ ہوا) تو اسی دوران جب کہ وہ ایک نشیبی زمین میں سفر کر رہا تھا اچانک ایک شخص اپنی ایک کم سن بچی کو لیے جا رہا تھا، یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ ماہِ کامل ہو اپنی تمامیت کی وجہ سے، تو وہ لڑکی اسے بھا گئی، تو اس نے اُس سے دریافت کیا، بیٹی! آٹھ، چار اور دو کیا ہے؟ تو اس نے کہا: بہر حال آٹھ تو وہ کُتیا کے تھن ہیں، اور چار تو وہ اونٹنی کے تھن ہیں، اور بہر حال دو تو وہ عورت کے پستان ہیں، تو امرؤ القیس نے اس کے باپ کے پاس اس کے متعلق پیغامِ نکاح بھیجا، تو باپ نے امرؤ القیس سے اس کی شادی کردی، اور اس لڑکی نے امرؤ القیس پر یہ شرط لگائی کہ وہ اس سے شبِ زفاف میں تین چیزوں کے متعلق دریافت کرے گی، تو امرؤ القیس نے اُس کے لیے اسے منظور کرلیا، اور اُس لڑکی نے یہ بھی شرط لگائی کہ امرؤ القیس اس کے پاس سو اونٹ، دس غلام، دس باندیاں اور تین گھوڑے پہنچائے، تو اس نے ایسا کیا، پھر اس نے اپنے ایک غلام کو اس عورت کے پاس بھیجا اور اس کے پاس ایک مشک گھی، ایک مشک شہد، کتان کا ایک جوڑا بطور ہدیہ روانہ کیا، تو وہ غلام کسی پانی کے پاس اترا، جوڑا کھولا اور اسے پہن لیا، تو وہ جوڑا کسی ببول کے درخت میں الجھ گیا اور پھٹ گیا اور اس نے دونوں برتن کھولے اور ان میں سے پانی والوں کو کھلایا تو وہ دونوں کم ہوگئے۔ پھر وہ عورت کے محلے میں آیا اور وہ سب غائب تھے، تو اس نے اُس عورت سے اس کے باپ، اس کی ماں اور اس کے بھائی کے متعلق دریافت کیا اور اسے اس کا ہدیہ پیش کیا، تو اس عورت نے اس سے کہا: اپنے آقا سے بتلانا کہ میرے والد دور کو قریب اور قریب کو دور کرنے کے لیے گئے ہوئے ہیں، اور یہ کہ میری والدہ ایک نفس کو دو کرنے گئی ہوئی ہیں اور میرا بھائی سورج کی دیکھ بھال کے لیے گیا ہے، اور یہ بتلانا کہ تمہارا آسمان پھٹ گیا ہے اور تمہارے دونوں برتن خشک ہوگئے ہیں، تو غلام اپنے آقا کے پاس آیا اور اس کو بتلایا، تو اس نے کہا: بہر حال اُس کا یہ کہنا کہ: میرے باپ دور کو قریب اور قریب کو دور کرنے کے لیے گئے ہوئے ہیں تو (اس کا مطلب ہے) کہ اس کے والد کسی قوم کا دوسری قوم سے معاہدہ کرنے گئے ہیں۔ اور بہر حال اس کا یہ کہنا کہ میری ماں ایک نفس کو دو کرنے گئی ہوئی ہیں تو اس کی ماں کسی نفاس والی عورت کے پاس دایہ بن کر گئی ہیں، اور بہر حال اس کا یہ کہنا کہ میرے بھائی سورج کی دیکھ ریکھ کے لیے گئے ہیں، تو مطلب یہ ہے کہ اس کا بھائی اپنی مویشیوں میں ہے انھیں چرا رہا ہے، اور وہ سورج کے غروب کا منتظر ہے تا کہ انھیں لے کر واپس ہو، اور اُس کا یہ کہنا کہ تمہارا آسمان پھٹ گیا ہے، تو مطلب یہ ہے کہ جو کپڑا میں نے بھیجا تھا وہ پھٹ گیا، اور اُس کا

یہ کہنا کہ تمہارے دونوں برتن خشک ہو گئے ہیں، تو مطلب یہ ہے کہ دونوں برتن کم ہو گئے ہیں۔ سو تو تم مجھے سچ سچ بتاؤ، تو اس نے کہا: اے میرے آقا! میں عربوں کے ایک چشمے کے پاس فروکش ہوا تو انھوں نے مجھ سے میرا نسب معلوم کیا تو میں نے انھیں بتلایا کہ میں آپ کا چچازاد بھائی ہوں۔ اور میں نے جوڑا کھولا اور اسے پہن لیا اور اس سے میں نے زینت حاصل کی، پھر وہ ایک کیکر کے درخت میں پھنس گیا اور پھٹ گیا۔ اور میں نے دونوں برتن کھولے اور ان میں سے پانی والوں کو کھلا دیا، تو اس نے کہا: تیرا برا ہو، (یہ تو نے کیا کر دیا؟) پھر وہ سو اونٹ کو ہانک کر نکلا اور اس کے ساتھ غلام بھی تھا تا کہ اونٹوں کو پانی پلائے، تو وہ عاجز رہ گیا، تو امرؤ القیس نے اس کی مدد کی، تو غلام نے اسے کنویں میں پھینک دیا۔ اور خود چل پڑا، یہاں تک کہ اونٹوں کو لے کر عورت کے پاس آیا، اور انھیں (اس کے گھر والوں کو) بتلایا کہ وہ اس عورت کا شوہر ہے، تو اس عورت سے کہا گیا: تمہارا شوہر آ گیا، تو اس نے کہا: بخدا مجھے نہیں معلوم کیا وہ میرا شوہر ہے یا نہیں؟ لیکن اس کے لیے ایک اونٹ ذبح کرو، اور اس کے اوجھ اور دم میں سے اسے کھلاؤ، چناں چہ انھوں نے ایسا ہی کیا، تو اس نے کھالیا، جو کچھ انھوں نے اسے کھلا دیا، اس عورت نے کہا: اسے کھٹا دودھ پلاؤ، تو لوگوں نے اسے پلایا تو اس نے پی لیا۔ پھر عورت نے کہا: گوبر اور خون کے پاس اس کا بستر بچھا دو، چناں چہ انھوں نے اس کے لیے بستر بچھا دیا اور وہ سو گیا، اور جب صبح ہوئی تو اُس عورت نے اس کے پاس پیغام بھیجا کہ میں تم سے تین چیزیں معلوم کرنا چاہتی ہوں، اس نے کہا: پوچھ لے جو تیرے سامنے ظاہر ہو، تو اس عورت نے کہا: تیرے دونوں ہونٹ حرکت کیوں کر رہے ہیں؟ اس نے کہا: تجھے بوسہ لینے کی خاطر، عورت نے کہا: تیری دونوں رانیں کیوں متحرک ہیں؟ اُس نے کہا: تجھ پر چڑھنے کی خاطر، اُس عورت نے کہا: تیرے دونوں پہلو مضطرب کیوں ہیں؟ اس نے کہا: تجھ سے چمٹنے کی خاطر، عورت نے کہا: غلام کو پکڑ لو اور اپنے ہاتھوں سے اسے مضبوط باندھ دو، چناں چہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔

راوی کا بیان ہے: اور کچھ لوگوں کا گذر (اس کنویں کے پاس سے) ہوا، تو ان لوگوں نے امرؤ القیس کو کنوئیں سے نکالا، پھر وہ لوٹ کر اپنے محلے آیا اور سو اونٹوں کو ہانک کر چلا، اور اپنی بیوی کے پاس آیا، تو اُس عورت سے کہا گیا: تیرا شوہر آ گیا، تو اُس نے کہا: بخدا میں نہیں جانتی کہ وہ میرا شوہر ہے یا نہیں؟ لیکن اُس کے لیے ایک اونٹ ذبح کرو اور اُس کو اُس کے اوجھ اور دُم میں سے کھلاؤ، چناں چہ انھوں نے ایسا ہی کیا، تو جب وہ لوگ اُسے لے کر اُس کے پاس آئے، تو اُس نے کہا: جگر، کوہان اور پشت کا گوشت کہاں ہے؟ اور اس نے کھانے سے انکار کر دیا، تو اس عورت نے کہا: اسے کھٹا دودھ پلاؤ، تو اسے لایا گیا، تو اس نے اسے پینے سے انکار کر دیا اور کہا: کہاں ہے تازہ دوہا ہوا دودھ اور دہی؟ پھر اس عورت نے کہا: اس کے لیے گوبر اور خون کے پاس بستر لگا دو، چناں چہ لوگوں نے اُس کے لیے بستر لگا دیئے، تو امرؤ القیس نے سونے سے انکار کر دیا اور کہا: میرے لیے سرخ ٹیلے کے اوپر بستر بچھا دو اور اس پر خیمہ لگا دو، پھر اس عورت نے پیغام بھیجا: میری وہ شرط پوری کرو جو تمہارے ذمے ہے، تین مسائل ہیں، تو امرؤ القیس نے اس کے پاس پیغام بھیجا، مجھ سے پوچھ لے جو تو چاہے،

تو اُس نے کہا: تیرے دونوں ہونٹ کیوں حرکت کر رہے ہیں؟ اُس نے کہا: پانی ملی شراب پینے کے لیے، اُس عورت نے کہا: تیرے دونوں پہلو کیوں ہل رہے ہیں؟ امرؤالقیس نے کہا: یمنی چادر اوڑھنے کے لیے، عورت نے کہا: تیری رانیں کیوں متحرک ہیں؟ اُس نے کہا: توانا اور فربہ گھوڑوں کو ایڑ لگانے کے لیے، عورت نے کہا: میری زندگی کی قسم یہ میرا شوہر ہے، سوتم اسے لازم پکڑلو اور غلام کو قتل کردو، تو لوگوں نے اسے قتل کر دیا اور امرؤالقیس اُس لڑکی سے ہم صحبت ہوا، ابن ہبیرہ نے کہا: تمہارے لیے یہی قصہ کافی ہے؛ کیوں کہ اے ابوعمرو! تمہاری کہانی نے کے بعد پوری رات کی گفتگو میں کوئی بھلائی نہیں ہے اور نہ ہی کوئی شخص ہمارے سامنے اِس سے زیادہ تعجب خیز واقعہ پیش کرسکتا ہے، پس ہم اٹھے اور لوٹ گئے اور ابن ہبیرہ نے میرے لیے انعام کا حکم دیا۔

لغات وترکیب

نُبذةٌ، ج، نُبَذٌ، نمونہ، گوشہ۔ سَمَرَ يَسْمُرُ سَمْراً (ن) رات میں قصہ گوئی کرنا۔ أحدُوثةٌ، ج، أحاديثُ، کہانی، افسانہ۔ آلٰی یولي ایلاءً (افعال) قسم کھانا۔ ألِيّةٌ، ج، ألايا، قسم۔ خَطَبَ يَخْطُبُ خَطْباً وخِطبةً (ن) منگنی کرنا، پیغامِ نکاح دینا۔ جَوْفٌ، ج، أجْوَافٌ، پست زمین۔ تَمَّ يَتِمُّ تَماً وتِمًّا (ض) پورا ہونا۔ أطْبَاءٌ، واحد، طِبْيٌ، تھن، گدھی، گھوڑی، اونٹنی اور مادہ درندوں کا۔ أخْلَافٌ، واحد، خِلْفٌ، اونٹنی کے تھن کا سرا۔ ثَدْيٌ، ج، ثُدِيٌّ، پستان۔ بَنٰی علٰی أهْلِهِ وَبِها يَبْنِي بِنَاءً (ض) پہلی رات میں بیوی کے پاس جانا۔ وصائفُ، واحد، وصيفةٌ، خادمہ۔ نِحيٌ، ج، أنحاءٌ، گھی کا برتن۔ سَمُرَةٌ، ج، سَمُرٌ وأسْمُرٌ، ببول کا درخت۔ خُلُوفٌ، واحد، خَلْفٌ، غائب۔ راعٰی يُراعي مراعاةً (مفاعلة) دیکھ بھال کرنا۔ وِعَاءٌ، (ج) أوعيةٌ، برتن۔ نَضَبَ يَنْضُبُ نَضْباً (ن) خشک ہونا۔ حَالَفَ يُحَالِفُ مُحَالَفَةً (مفاعلة) معاہدہ کرنا۔ اقبلت المرأة تقبلُ إقْبالاً (افعال) عورت کا دایہ گری کرنا۔ وَجَبَتِ الشَّمْسُ تَجِبُ وُجُوباً (ض) سورج کا غروب ہونا۔ رَاحَ يرُوحُ رَوَاحاً (ن) شام کے وقت جانا۔ بُرْدٌ، ج، أبرادٌ دھاری دار کپڑا۔ جَزُورٌ، ج، جُزُرٌ، اونٹ۔ كِرْشٌ، ج، كروشٌ، اوجھ۔ ذَنَبٌ، ج، أذْنَابٌ، دم۔ حَزُرَ يَحْزُرُ حَزراً (ک) کھٹا ہونا۔ فَرْثٌ، ج، فروثٌ، گوبر۔ اختلج يختلِجُ اخْتِلَاجاً (افتعال) مضطرب ہونا، حرکت کرنا۔ شَفَةٌ، ج، شِفَاهٌ، ہونٹ۔ فَخِذٌ، ج، أفخاذٌ، ران۔ تَوَرَّكَ يَتَوَرَّكُ تَوَرُّكاً (تفعل) سرین پر سہارا لینا۔ كَشْحٌ، كُشُوحٌ، پہلو۔ كَبِدٌ، ج، أكبادٌ، جگر۔ سَنَامٌ، ج، أسنمةٌ، کوہان۔ مَلْحَاءُ، کوہان کے نیچے کا گوشت۔ صَرِيفٌ، تازہ دودھ، صَرَفَ الشراب يَصْرِفُ صَرْفاً (ض) خالص شراب پینا۔ الرَّثِيئَةُ میٹھا ملا ہوا ترش دودھ، دہی۔ رَثَأ يرثأ رَثْأً (ف) دودھ کا دہی بنانا۔ تَلْعَةٌ، ج، تلَعَاتٌ، بلند زمین، ٹیلہ۔ خِبَاءٌ، ج، أخبيةٌ، خیمہ۔ مُشَعْشَعَاتٌ، واحد، مُشَعْشَعَةٌ، پانی ملی ہوئی شراب۔ شَعْشَعَ الشَّرَابَ شَعْشَعَةً (فعللة) پانی ملانا۔ حَبَرَاتٌ، واحد، حِبَرَةٌ، ایک قسم کی یمنی چادر۔ مُطَهَّمَاتٌ، واحد، مُطَهَّمَةٌ، فربہ اچھی نسل کا گھوڑا۔

أحديثُ الحقّ أم حديثُ الباطِلِ أي أبيِّنُ حَديثَ الحق الخ، فعل محذوف کامفعول بہ ہے۔ أنْ تسْألَهُ ليلة بنائها الخ، یہ جملہ بتاویل مفرد ہوکر "شرطت" کا مفعول واقع ہے۔ من تقبيلي إيَّاكَ، حرف جار "يَخْتَلِجُ"،فعلِ محذوف کے متعلق ہے۔ هَلُمَّ شريطتي، "هلمَّ" اسم فعل بمعنی امر حاضر۔ شَرِيطَتِي مفعول واقع ہے۔

تشریح عربوں کی ذہانت وفطانت بہت قدیم اور مشہور ہے۔ یہ جو کچھ بیان ہوا ایک ہلکا سا نمونہ ہے، ورنہ بے شمار مثالیں ہیں جن سے ان کی ذہانت کا پتہ چلتا ہے۔ ان کی ذہانت کا ایک واقعہ یہ ہے کہ: ایک شخص کو اس کے دشمنوں نے قتل کرنا چاہا تو اُس نے کہا: ٹھیک ہے مجھے قتل کردو، مگر یہ پرچہ میرے گھر پہنچا دینا، اور اُس نے اُس پرچے میں اپنی بیٹیوں کو اپنے قتل کی خبر دیتے ہوئے لکھ دیا "يا بنتاي قد قُتِلَ والدا كما" قتل کرنے کے بعد وہ دونوں قاتل اُس مقتول کا پیغام لے کر اُس کے گھر گئے، دستک دی تو اُس کی لڑکی باہر آئی، اُس نے وہ پرچہ لڑکی کو پیش کیا، لڑکی نے اُسے پڑھا، اور اپنی ذہانت وفطانت سے اُس میں دوسرا مصرع لگایا، اور پورا شعر اس طرح بنایا: "يا بنتاي قد قُتِلَ لديكما ـــ والقاتلان في هذا الوقت لديكما" پھر اندر گئی اور تلوار لاکر اپنے باپ کے قاتلوں کو وہیں فوراً تہ تیغ کردیا۔

العَدالةُ الفارُوقِيّةُ

جَبْلَةُ بْنُ الأَيْهم اخِرُ مُلوكِ غَسَّانَ وَكَان طُولُهُ اِثْني عَشَرَ شِبْراً، فَإذَا رَكِبَ مَسَحَ الْأَرضَ بِقَدَمَيْهِ، وَلَمّا أرَادَ أن يُسْلِمَ، كَتَبَ إلىٰ عُمَرَ يَسْتَأذِنُهُ فِي الْقُدُومِ عَلَيْهِ، فَسُرَّ بِذٰلِكَ، وَكَتَبَ إلَيْهِ أن اقْدَمْ فَلَكَ مَالَنَا، وَعَلَيْكَ مَا عَلَيْنَا، فَخَرَجَ فِي مِائَةِ فَارِسٍ مِنْ عكٍ وَجَفْنَةٍ، فَلَمَّا دَنىٰ إلَى الْمَدِيْنَةِ أَلْبَسَهُمْ ثِيَابَ الوَشْيِ، الْمَنْسُوجَةِ بِالذَّهَبِ الأصْفَرِ وَالْحَرِيْرِ الْأَحْمَرِ وَجَلَّلَ الْخيلَ بِجِلَالِ الدِّيْبَاجِ وَطَوَّقَهَا أطْوَاقَ الذَّهَبِ، وَالفِضَّةِ، وَلَبِسَ تَاجَه، وَفِيْهِ قُرْطُ مَارِيَةَ، فَلَمْ يَبْقَ فِي الْمَدِيْنَةِ إلّا مَنْ خَرَجَ إلَيْهِ وَفَرِحَ الْمُسْلِمُونَ بِقُدُومِه وَإسْلَامِهِ، ثُمَّ حَضَرَ الْمَوْسِمَ مَعَ عُمَرَ، فَبَيْنَمَا هُوَ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ إذْ وَطِئَ عَلىٰ إزَارِهِ رَجُلٌ مِنْ فَزارةَ فَحَلَّهُ فَالْتَفَتَ إلَيْهِ جبلَةُ مُغْضِباً، فَلَطَمَهُ، فَهَشَمَ أنْفَهُ، فَاسْتَعدَّ عَلَيْهِ الفَزَارِيّ عُمَرَ، فَقَالَ: مَا دَعَاكَ إلىٰ أنْ لَطَمْتَ أخَاكَ؟ فَقَالَ: إنَّهُ وَطِئَ إزَارِي، وَلَو لَا حُرْمَةُ هٰذَا الْبَيْتِ، لَاَخذْتُ الَّذِي فِيْهِ عَيْنَاهُ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: أمَّا أنْتَ فَقَدْ أقْرَرْتَ فَإمَّا أنْ تُرْضِيَه، وَإمَّا أنْ أُقِيْدَه مِنْكَ: قَالَ: أتُقِيْدُهُ مِنِّي؟ وَهُوَ رجلٌ سُوْقَةٌ قَالَ: قَدْ شَمَلَكَ وَإيَّاهُ الإسْلَامُ فما تَفْضُلُهُ إلّا بِالْعَاقِبَةِ، قَالَ: قَدْ رَجَوتُ أنْ أكُونَ فِي الْإسْلَام أعزَّ مِنِّي فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَقَالَ: دَعْ عَنْكَ هٰذَا، قَالَ: إذاً أتَنَصَّرَ، قَالَ: إنْ تَنَصَّرْتَ ضَرَبْتُ عُنُقَكَ، وَاجْتَمَعَ

وَفدُ فَزارة وَوَفدُ جبَلَة، وَكَادَتْ تَكُونُ فِتنَةٌ، فقَالَ جبَلَةُ: أنظِرْنِي إلَى غَدٍ يَا أمِيرَ الْمؤمِنِينَ! قَالَ: ذٰلِكَ إلَيْكَ، فلَمَّا كَانَ جُنحُ اللَّيْلِ خَرجَ فِي أصْحَابِهِ إلَى الْقُسْطُنْطِيْنِيَّةِ، فتَنصَّرَ، وَأعظَمَ هِرقْلُ قُدُومَهُ وَسُرَّ بِهِ، وَأقْطَعَ لَهُ الأمْوَالَ والرِّبَاعَ، فلَمَّا بعَثَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ رَسُولَه إلَى هِرقْلَ يَدْعُوهُ إلَى الإسْلَامِ فَأجَابَ إلَى المُصَالحَةِ، ثُمَّ قَالَ لِلرَّسُولِ: أرَأيْتَ ابنَ عمِّكَ الَّذِي أتَانَا رَاغِباً فِي دِيْنِنَا، يَعْنِي جَبلَةَ، قَالَ: لَا، قَالَ: اِلْقَه ثُمَّ ائتِنِي وَخُذِ الْجَوَابَ، فَذَهَبَ، فَوَجَدَ عَلٰى بَابِ جَبلَةَ مِنَ الْجَمْعِ وَالحُجَّابِ وَالْبَهْجَةِ مِثلَ مَا عَلٰى بَابِ قَيْصَرَ، قَالَ: فَتَلَطَّفْتُ فِي الإذْنِ حَتّٰى دَخَلْتُ عَلَيْهِ، فَرَأيْتُ رَجُلاً أصْهَبَ اللِّحْيَةِ، ذَا سِبَالٍ، وَكَانَ عَهْدِي بِهِ أسْوَدَ اللِّحْيَةِ، فَأنْكَرْتُهُ، فَإذَا هُوَ قَدْ دَعَا بِسُحَالَةِ الذَّهَبِ فَذرَّهَا عَلٰى لِحْيَتِهِ، حَتّٰى عَادَ أصْهَبَ، وَهُوَ قَاعِدٌ عَلٰى سَرِيْرٍ مِنْ قَوَارِيْرَ، فَلَمَّا عَرفَنِي رَفَعَنِي مَعَهُ عَلى السَّرِيْرِ وَجَعَلَ يُسائِلُنِي عَنِ الْمُسْلِمِيْنَ، فَقُلْتُ: قَد أضْعِفُوا أضْعَافاً عَلٰى مَا تَعْرِفُ، وَسَألَ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنه، فَقُلْتُ: بِخَيْرِ حَالٍ فَاغْتَمَّ بِسَلَامَةِ عُمَرَ، قَالَ: فَانْحَدرتُ عَنِ السَّرِيْرِ فَقَالَ: لِمَ تَابَى الْكَرَامَةَ؟ فَقُلْتُ: إنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ هٰذَا، قَالَ نَعَمْ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ولٰكِنْ نَقِّ قَلْبَكَ عَنِ الدَّنسِ وَلَا تُبَالِ عَلَامَ قَعَدْتَ، فَطَمِعْتُ فِيْهِ عِنْدَ صَلٰوتِهِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: وَيْحَكَ يَا جَبَلَةُ: ألَا تُسْلِمُ وَقَدْ عَرَفْتَ الإسْلَامَ وَفَضْلَهُ، قَالَ: ابَعْدَ كَانَ مِنِّي؟ قُلْتُ: نَعَمْ قَدْ فَعَلَ رَجُلٌ مِنْ فَزَارَةَ أكْثَرَ مِمَّا فَعَلْتَ إرْتَدَّ وَضَرَبَ أوْجُهَ الْمُسْلِمِيْنَ بِالسَّيْفِ، ثُمَّ أسْلَمَ وَقُبِلَ مِنْهُ، وَخَلَّفْتُهُ بِالْمَدِيْنَةِ مُسْلِماً، قَالَ: ذَرْنِي مِنْ هٰذَا إنْ كُنْتَ تَضْمَنُ لِي أن يُزَوِّجَنِي عُمَرُ اِبْنَتَهُ، وَيُوَلِّيَنِي الأمْرَ مِنْ بَعْدِهِ رَجَعْتُ إلَى الإسْلَامِ، فضَمِنْتُ لَهُ التَّزْوِيْجَ، وَلَمْ أضْمَنْ الْخِلَافَةَ، فَأوْمَأ إلٰى وَصِيْفٍ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَذَهَبَ مُسْرِعاً، فَإذَا مَوَائِدُ الذَّهَبِ قَدْ نُصِبَتْ بِصِحَافِ الْفِضَّةِ، فَقَالَ لِي: كُلْ فَقَبَضْتُ يَدَيَّ، وَقُلْتُ: إنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الأكْلِ فِي اٰنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، فَقَالَ: نَعَمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلٰكِنْ نَقِّ قَلْبَكَ وَكُلْ فِي مَا أحْبَبْتَ فَأكَلَ فِي الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَأكَلْتُ فِي الْخَلَنْجِ ثُمَّ جِيْ بِطَسْتٍ مِنَ الذَّهَبِ فَغَسَلَ فِيْهَا، وَغَسَلْتُ فِي الصُّفْرِ، ثُمَّ أوْمَأ إلٰى خَادِمٍ عَنْ يَمِيْنِهِ فَذَهَبَ مُسْرِعاً فَسَمِعْتُ حِسّاً، فَإذَا خَدَمٌ مَعَهُمْ كَرَاسِيُّ مُرَصَّعَةٌ بِالْجَوَاهِرِ، فَوُضِعَتْ عَشَرَةٌ عَنْ يَّمِيْنِهِ وَعَشَرَةٌ عَنْ يَسَارِهِ، وَإذَا عَشْرُ جَوَارٍ فِي الشُّعُورِ عَلَيْهِنَّ ثِيَابُ الْوَشْي

مُكَسَّرَاتٍ فِي الْحُلِيِّ، فَقَعَدْنَ عَنْ يَمِيْنِهِ، وَقَعَد مِثْلُهُنَّ عَنْ يَسَارِهِ، وَإِذَا بِجَارِيَةٍ قَدْ خَرَجَتْ كَالشَّمْسِ حُسْناً وَعَلٰى رَأْسِهَا تَاجٌ عَلَيْهِ طَائِرٌ، وَفِي يَدِهَا الْيُمْنٰى جَامَةٌ، وَفِيْهَا مِسْكٌ وَعَنْبَرٌ فَتِيْتٌ، وَفِي يَدِهَا الْيُسْرىٰ جَامَةٌ فِيْهَا مَاءُ الْوَرْدِ، فَصَفِرَتْ بِالطَّائِرِ، فَوَقَعَ فِي جَامَةِ مَاءِ الْوَرْدِ، فَاضْطَرَبَ فِيْهِ، ثُمَّ وَقَعَ فِي جَامَةِ الْمِسْكِ، فَتمرَّغَ فِيْهِ، ثُمَّ طَارَ، فَوَقَعَ عَلٰى صَلِيْبٍ فِي تَاجِ جَبَلَةَ، فَرَفْرَفَ حَتّٰى نَفَضَ مَا فِي رِيْشِهِ عَلَيْهِ، وَضَحِكَ جَبَلَةُ مِنْ شِدَّةِ السُّرُوْرِ، ثُمَّ قَالَ لِلْجَوَارِي اللَّاتِي عَنْ يَمِيْنِهِ: بِاللّٰهِ أَضْحِكْنَنَا، فَانْدَفَعْنَ يُغَنِّيْنَ، تَخْفِقُ عِيْدَانُهُنَّ، يَقُلْنَ ۔

فاروقی انصاف

جبلہ بن ایہم غسان کا آخری شہنشاہ ہے، جس کی لمبائی بارہ بالشت تھی، تو جب وہ (سواری پر) سوار ہوتا تھا، تو اس کے پاؤں زمین سے لگ جاتے تھے اور جب اس نے اسلام لانے کا ارادہ کیا، تو اس نے حضرت عمرؓ کے پاس مکتوب روانہ کیا تاکہ آپ کی خدمت میں حاضری کے سلسلے میں آپ سے اجازت طلب کرے، تو آپ کو اس سے خوشی ہوئی اور اس کے پاس لکھا کہ آجاؤ، کیوں کہ تمہارے لیے بھی وہ چیز فائدے مند ہے، جو ہمارے لیے مفید ہے، اور تمہارے حق میں بھی وہ چیز ضرررساں ہے، جو ہمارے حق میں نقصان دہ ہے، چناں چہ جبلہ ابن ایہم قبیلۂ عک اور جفنہ کے سوسہ سواروں کے ساتھ نکلا اور جب مدینہ کے قریب پہنچا تو اس نے انھیں زرد سونے اور سرخ ریشم سے بنے ہوئے منقش کپڑے پہنادیے اور گھوڑوں کو دیباج کے جھول پہنادیے اور ان کے گردنوں میں سونے اور چاندی کے طوق ڈال دیے، اور خود بھی اپنا تاج پہن لیا اور اس میں ماریہ کی بالیں تھیں، تو مدینے کا ہر فرد اس کی طرف نکل کر آگیا، اور مسلمان اس کی آمد اور اس کے اسلام لانے سے خوش ہوئے، پھر وہ موسم حج میں حضرت عمرؓ کے ساتھ (ادائیگی حج کے لیے) حاضر ہوا، تو جس وقت وہ بیت اللہ کا طواف کررہا تھا، اسی وقت فزارہ کے ایک شخص کا پاؤں اس کے تہ بند پر پڑ گیا، جس کی وجہ سے اس کا تہ بند کھل گیا، تو جبلہ بن ایہم غصے سے اس کی طرف متوجہ ہوا، اور اس کو طمانچہ مارا، جس کی وجہ سے اس کی ناک کٹ گئ، تو فزاری نے حضرت عمرؓ سے اس کے خلاف دادرسی چاہی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (جبلہ سے) فرمایا: تم نے اپنے بھائی کو طمانچہ کیوں مارا؟ اس نے کہا: انھوں نے میری لنگی پر پیر رکھ دیا، اور اگر بیت اللہ کی عظمت (پیش نظر) نہ ہوتی تو میں اس کا سر پکڑ لیتا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: جہاں تک تمہارا تعلق ہے، تو تم نے خود اقرار کرلیا ہے، سو یا تو تم اسے راضی کرو اور یا تو یہ کہ میں تم سے اُس کا قصاص لوں، اُس نے کہا: کیا آپ اس کا قصاص مجھ سے لیں گے؟ جب کہ وہ ایک معمولی شخص ہے، آپ نے فرمایا: اسلام تمہارے اندر بھی ہے، اور اس کے اندر بھی (اسلام کی نظر میں دونوں برابر ہو) سو تمہیں اس پر کوئی فوقیت

نہیں ہے، مگر عاقبت (خاتمہ بالخیر) کے ذریعے، اُس نے کہا: مجھے تو یہ امید تھی کہ میں اس سے زیادہ باعزت بن جاؤں گا، جتنا کہ زمانۂ جاہلیت میں تھا، تو آپ نے فرمایا: اِس طرح کی بات اپنے ذہن سے نکال دو، اُس نے کہا: تب تو میں نصرانی ہو جاؤں گا، آپ نے فرمایا: اگر تو نصرانی ہو گیا تو میں تیری گردن اڑا دوں گا، اور فزارہ اور جبلہ کے وفد جمع ہو گیے اور قریب تھا کہ فتنہ بر پا ہو جائے، تو جبلہ نے کہا: اے امیر المؤمنین! کل تک مجھے مہلت دید یجئے، آپ نے فرمایا: تجھے مہلت ہے، تو جب رات کا ایک حصہ گذر گیا تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ قسطنطنیہ چلا گیا اور نصرانی ہو گیا، ہرقل نے اس کی آمد کو بڑی عظمت دی اور اس سے بہت خوش ہوا اور بہت سے مال اور مکانات الاٹ کر دیئے، پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہرقل کے پاس اسے اسلام کی دعوت دینے کے لیے قاصد بھیجا تو اس نے مصالحت کا جواب دیا، پھر قاصد سے کہا: کیا تم نے اپنے اُس چچازاد بھائی کو دیکھا ہے، جو ہمارے پاس آیا ہے، اس حال میں کہ اسے ہمارے دین سے دل چسپی ہے، مراد لے رہا تھا وہ جبلہ کو، قاصد نے کہا: نہیں، ہرقل نے کہا: اس سے ملئے، پھر میرے پاس آیئے اور جواب لیجیے، چناں چہ قاصد گیا، تو اس نے جبلہ کے دروازے پر بھی قیصر کے دروازے کی طرح ازدحام، دربان اور رونق پایا۔

قاصد کا بیان ہے: تو میں نے اجازت کے سلسلے میں نرمی کا رویہ اختیار کیا تا آں کہ میں اس کے پاس اندر چلا گیا تو میں نے سفید داڑھی والے بڑی بڑی مونچھوں والے ایک شخص کو دیکھا جب کہ میرے زمانے اس کی داڑھی سیاہ تھی، تو میں نے اجنبی سمجھا، پھر اس نے فوراً ہی سونے کا برادہ منگایا اور اسے اپنی داڑھی پر چھڑک لیا یہاں تک کہ پھر وہ سرخ وسفید ہوگئی اور وہ شیشے کے تخت پر بیٹھا ہوا تھا، تو جب اس نے مجھے پہچان لیا تو اس نے مجھے اپنے ساتھ چار پائی کے اوپر بٹھالیا، اور مجھ سے مسلمانوں کے بارے میں دریافت کرنے لگا، تو میں نے کہا: وہ تو کئی گنا ہو گئے جیسا کہ تم جانتے ہو، اور اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق دریافت کیا، تو میں نے کہا: بعافیت ہیں، تو وہ حضرت عمرؓ کی سلامتی سے مغموم ہوا، راوی کا بان ہے: پھر میں چار پائی سے نیچے آ گیا تو اس نے کہا: اس اعزاز سے کیوں انکار کر رہے ہو؟ تو میں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے، اس نے کہا: جی ہاں صلی اللہ علیہ وسلم، لیکن اپنے دل کو گندگی سے پاک رکھو، اور کس چیز پر بیٹھے ہو اس کی پرواہ مت کرو، تو اس کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کے وقت مجھے اس کے سلسلے میں کچھ امید بندھی، تو میں نے کہا: جبلہ! افسوس ہے تم پر، کیا تم اسلام قبول نہیں کرو گے؟ جب کہ تم اسلام اور اس کی خوبی سے واقف ہو، اس نے کہا: کیا ان تمام حرکتوں کے باوجود بھی جو مجھ سے صادر ہوئیں؟ میں نے کہا: ہاں، فزارہ کے ایک شخص نے تو اس سے زیادہ حرکتیں کیں جو تم نے کیں، وہ مرتد ہو گیا اور تلوار سے مسلمانوں کے چہروں پر وار کیا، پھر اسلام قبول کیا اور اس کا اسلام قبول ہو گیا، اور میں اس کو مدینہ میں مسلمان ہی چھوڑ کر آیا ہوں، اس نے کہا: مجھے اس کے متعلق (آزاد) چھوڑ دو، اگر تم میرے لیے اس بات کی ضمانت لو کہ حضرت عمرؓ اپنی بیٹی کی شادی مجھ سے کر دیں اور اپنے بعد امور سلطنت میرے سپرد کر دیں تو میں دوبارہ اسلام لے آؤں، تو میں اس کے لیے شادی کا ضامن ہو گیا، مگر خلافت کا ضامن نہ ہوا، پھر اس نے

ایک خادم کی طرف اشارہ کیا جو اس کے سامنے تھا، چناں چہ وہ جلدی سے گیا، پھر فوراً سونے کے دسترخوان چاندی کی پلیٹوں کے ساتھ چن دیئے گئے، تو اس نے مجھ سے کہا: کھاؤ تو میں نے اپنا ہاتھ سمیٹ لیا اور کہا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانے سے منع فرمایا ہے، تو اس نے کہا: ٹھیک ہے صلی اللہ علیہ وسلم، لیکن اپنے دل کو صاف رکھو اور جس برتن میں چاہو کھاؤ، چناں چہ اس نے تو سونے اور چاندی میں کھایا اور میں نے خلنگ کے برتن میں کھایا، پھر سونے کا طشت لایا گیا، تو اس نے اس میں ہاتھ دھلے اور میں نے پیتل میں ہاتھ دھلا، پھر اس نے ایک خادم کی طرف اشارہ کیا، جو اس کے دائیں جانب تھا، تو وہ جلدی سے گیا، پھر میں نے ایک آہٹ سنی تو اچانک چند خدام آئے جن کے ساتھ جواہرات سے جڑی ہوئی کرسیاں تھیں، پس دس کرسیاں اس کے دائیں جانب اور دس کرسیاں اس کے بائیں جانب رکھ دی گئیں، اور فوراً دس کنیزیں آئیں جو بالوں میں چھپی ہوئی تھیں، ان پر منقش کپڑے تھے وہ زیورات میں چمک رہی تھیں، تو وہ سب اس کے دائیں بیٹھ گئیں اور اتنی ہی کنزیں اس کے بائیں جانب بیٹھ گئیں، پھر ایک کنیز نکلی جو حسن و جمال میں آفتاب کی طرح تھی، اس کے سر پر ایک تاج تھا، جس پر ایک پرندہ تھا، اور اس کے دائیں ہاتھ میں پیالہ تھا، اس میں مشک اور پسا ہوا عنبر تھا، اور اس کے بائیں ہاتھ میں ایک پیالہ تھا جس میں عرق گلاب تھا، پھر اس نے پرندے کو بلایا تو وہ عرق گلاب والے پیالے میں آ کر گرا اور اس میں پھڑ پھڑایا، پھر مشک کے پیالے میں گرا اور اس میں لوٹ پوٹ ہوا، پھر اڑ گیا اور اس صلیب پر جا بیٹھا جو جبلہ کے تاج میں تھا، پھر پھڑ پھڑایا یہاں تک کہ جو کچھ اس کے پروں میں تھا، اس کے تاج پر جھاڑ دیا، اور جبلہ فرط مسرت میں ہنسنے لگا، پھر ان کنیزوں سے کہا جو اس کے دائیں جانب تھیں، خدا کی قسم ہمیں ہنساؤ، چناں چہ وہ اپنی سارنگی بجا کر گانے لگیں، وہ کہہ رہی تھیں: ؎

لغات و ترکیب

شِبْرٌ، ج، **أَشْبَارٌ**، بالشت۔ **دَنَا يَدْنُو دُنُواً** (ن) قریب ہونا۔ **وَشَى الثَّوبَ يَشِي وَشْياً** (ض) منقش کرنا۔ **جَلَّلَ يُجَلِّلُ تَجْلِيلاً** (تفعیل) جھول پہنانا۔ **جِلَالٌ**، واحد، **جُلٌّ**، جھول۔ **طَوَّقَ يُطَوِّقُ تَطْوِيقاً** (تفعیل) طوق ڈالنا۔ **قُرْطٌ**، ج، **أَقْرَاطٌ**، بالی، کان کا زیور۔ **لَطَمَ يَلْطِمُ لَطْماً** (ض) طانچہ مارنا۔ **هَشَمَ يَهْشِمُ هَشْماً** (ض) توڑنا۔ **اِسْتَعْدَى يَسْتَعْدِي اِسْتِعْدَاءً** (استفعال) مدد طلب کرنا، فریاد کرنا۔ **أَقَادَ القَاتِلَ بالقتيل يُقِيْدُ إِقَادَةً** (افعال) مقتول کے بدلے میں قاتل کو قتل کرنا۔ **سُوقَةٌ**، معمولی لوگ، رعیت، (واحد، جمع، مذکر و مؤنث سب کے لیے ہے) **تنصَّرَ يتنصَّرُ تنصُّراً** (تفعل) نصرانی ہونا۔ **جُنْحٌ من الليل**، رات کا ایک حصہ۔ **رِبَاعٌ**، واحد، **رَبْعٌ**، گھر، منزل۔ **صَهِبَ يَصْهَبُ صَهَباً** (س) بالوں کا سرخ ہونا، یا سرخ سفید ہونا۔ **سِبَالٌ**، واحد، **سبلَةٌ**، مونچھ کے بال۔ **سُحَالَةٌ**، چاندی سونے کا برادہ۔ **ذَرَّ يَذُرُّ ذراً** (ن) اڑانا، منتشر کرنا۔ **قوارير**، واحد، **قارورةٌ**، شیشہ، شراب کا برتن۔ **اِغْتَمَّ يَغْتَمُّ اِغْتِمَاماً** (افتعال) غم زدہ ہونا۔ **اِنْحَدَرَ يَنْحَدِرُ انحداراً** (انفعال) نیچے اترنا۔ **نَقَّى يُنَقِّي تَنْقِيَةً**

(تفعیل) صاف کرنا۔ دَنَسٌ، ج، اَدْنَاسٌ، گندگی میل کچیل۔ وَصِیْفٌ، ج، وُصَفَاءُ خادم۔ مَوَائِدُ، واحد، مائدۃٌ، دسترخوان۔ صِحَافٌ، واحد، صَحْفَۃٌ، بڑا چوڑا پیالہ۔ خَلَنْج، خلنگ کا معرب ہے، خلنگ ایک درخت ہے، جس کی لکڑی بہت سخت ہوتی ہے۔ صُفْرٌ، پیتل۔ طَسْتٌ، ج، طُسُوتٌ ہاتھ دھونے کا تانبے کا برتن۔ اَوْمَأَ اِلٰی احدٍ یومي إِیْمَاءً (افعال) اشارہ کرنا۔ رَصَّعَ ترصیعاً (تفعیل) جڑنا۔ جَارِیَۃٌ، ج، جَوَارِي، کنیز۔ کَسَّرت المرآۃ النور تکسر تکسیراً (تفعیل) آئینے کا روشنی ڈالنا۔ جَام، وَجَامۃ، ج، جَامَاتٌ، پیالہ۔ فَتِیْتٌ، چورا کیا ہوا۔ فَتَّ یَفُتُّ فتاً (ن) انگلیوں سے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرنا۔ صَفَّرَ بالدابۃِ یُصَفِّرُ تَصْفِیراً (تفعیل) جانور کو پانی پینے کے لیے بلانا۔ تمرّغ یَتَمرّغ تمرُّغاً (تفعل) لوٹنا۔ رَفْرَفَ بالجناح یُرَفْرِفُ رَفْرَفَۃً (فعللۃ) پھڑ پھڑانا۔ نَفَضَ یَنْفُضُ نَفْضاً (ن) جھاڑنا۔ خفقَ یَخْفِقُ خَفْقاً (ض) آواز نکالنا۔ عِیْدانٌ، واحد، عودٌ، سارنگی۔

وَکَتَبَ إِلَیهِ أن اقدم، یہ "ان" تفسیریہ ہے۔ مُغْضباً "جبلۃ" سے حال واقع ہے، اتانا راغباً في دیننا "راغباً" أتٰی کی ضمیر سے حال واقع ہے اور "في دیننا" راغباً سے متعلق ہے، حتی عاد أصهب ای صار "عاد" صار کے معنی میں ہے۔ واذا عشر جوار فِي الشعور أي مستورات في الشعور.

لِلّٰــهِ درُّ عِصَــابَةٍ نَادَمْتُـهُـمْ ... یَوْماً بِجِلّقَ فِي الزَّمَانِ الْاَوَّلِ

یَسْقُونَ مَنْ وَرَدَ البَرِیْصَ عَلَیْهِمْ ... بُرْدیٰ یُصَفِّقُ بِالرَّحِیْقِ السَّلْسَلِ

أَوْلَادُ جَفْنَةَ حَوْلَ قَبْرِ أَبِیهِمْ ... قَبْرِ ابْنِ مَارِیَةَ الْکَرِیْمِ الْمُفْضِلِ

یُغْشَوْنَ حَتّٰی مَا تَهِرُّ کِلَابُهُمْ ... لَا یَسْأَلُونَ عَنِ السَّوَادِ الْمُقْبِلِ

بِیْضُ الْوُجُوهِ نَقِیَّةٌ أَحْسَابُهُمْ ... شُمُّ الأُنُوفِ مِنَ الطِّرَازِ الْاَوَّلِ

فَضَحِكَ ثُمَّ قَالَ: أَتَدْرِی؟ مَنْ قَائِلُ هٰذَا؟ قُلْتُ: لَا، قَالَ: حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ! شَاعِرُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ لِلَاتِي عَن یَسَارِهِ: بِاللّٰهِ أَبْکِیْنَنَا فَانْدَفَعْنَ بِعِیْدَانِهِنَّ یُغَنِّیْنَ ۔

لِمَنِ الدَّارُ أَقْفَرَتْ بِمُعَانِ ... بَیْنَ أَعْلَی الْیَرْمُوقِ والصَّمَّان

ذَاكَ مَغْنیً لِآلِ جَفْنَةَ فِي الدَّ ... هْرِ مَحَلًّا لِحَادِثَاتِ الزَّمَانَ

قَدْ أَرَانِي هُنَاكَ دَهْراً مَکِیْناً ... عِنْدَ ذِي التَّاجِ مَجْلِسِي وَمَکَانِي

ثَکِلَتْ اُمُّهُمْ وَقَدْ ثَکِلَتْهُمْ ... یَوْمَ حَلُّوا بِحَادِثِ الْجَوْلَانِ

وَدَنَا الْفِصْحُ فَالْوَلَائِدُ یَنْ ... ظِمْنَ سِرَاعاً أَکِلَّةَ الْمَرْجَانِ

فَبَکیٰ، حَتّٰی سَالَتِ الدُّمُوعُ عَلٰی لِحْیَتِهِ، ثُمَّ قَالَ لِي: وَهٰذَا لِحَسَّانَ أَیْضاً، ثُمَّ أَنْشَأَ یَقُولُ:

تَنَصَّرَتِ الْأَشْرَافُ مِنْ أَجْلِ لَطْمَةٍ وَمَا كَانَ فِيهَا لَوْ صَبرتُ لَهَا ضَرَرُ
تَكَنَّفَنِي فِيهَا لَجَاجٌ وَنَخْوَةٌ وَبِعْتُ بِهَا الْعَيْنَ الصَّحِيحَةَ بِالْعَوَرِ
فَيَالَيْتَ أُمِّي لَمْ تَلِدْنِي وَلَيْتَنِي رَجَعْتُ إِلَى الْأَمْرِ الَّذِي قَالَ لِي عُمَرُ
وَيَالَيْتَنِي أَرْعَى الْمَخَاضَ بِقَفْرَةٍ وَكُنْتُ أَسِيراً فِي رَبِيعَةَ أَوْ مُضَر
وَيَا لَيْتَ لِي بِالشَّامِ أَدْنٰى مَعِيشَةٍ أُجَالِسُ قَوْمِي ذَاهِبَ السَّمْعِ وَالْبَصَرِ

ثُمَّ سَأَلَنِي عَنْ حَسَّان، أَحَيٌّ هُوَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ ثُمَّ أَمَرَ بِمَالٍ وَكِسْوَةٍ وَنُوقٍ مَوْقُورَةٍ بُرّاً وَقَالَ: أَقْرِئْهُ سَلَامِي، وَادْفَعْ لَهُ هٰذَا، وَإِنْ وَجَدتَّه مَيِّتاً، فَادْفَعْهُ إِلٰى أَهْلِهِ، وَانْحَرِ الْجِمَالَ عَلٰى قَبْرِهِ، فَلَمَّا قَدِمْتُ عَلٰى عُمَرَ، وَأَخْبَرْتُه الْخَبَرَ، قَالَ: فَهَلَّا ضَمِنْتَ لَهُ الإِمْرَةَ، فَإِذَا أَسْلَمَ، قَضَى اللّٰهُ بِحُكْمِهِ، ثُمَّ بَعَثَ إِلٰى حَسَّان، فَأَقْبَلَ، وَقَدْ كُفَّ بَصَرُهُ، فَلَمَّا دَخَلَ، قَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! إِنِّي وَجَدتُّ رِيْحَ آلِ جَفْنَةَ، قَالَ نَعَمْ: هٰذَا رَجُلٌ أَقْبَلَ مِنْ عِنْدِهِ، قَالَ: هَاتِ يَا ابْنَ أَخِي! مَا بَعَثَ بِهِ إِلَيَّ مَعَكَ قُلْتُ: وَمَا عِلْمُكَ قَالَ: إِنَّه كَرِيْمٌ، مِنْ عُصْبَةِ رِجَالٍ كِرَامٍ مَدَحْتُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَحَلَفَ أَنْ لَا يَلْقٰى أَحَداً يَعْرِفُنِي إِلَّا أَهْدٰى إِلَيَّ مَعَهُ شَيْئاً، فَدَفَعْتُهُ إِلَيْهِ، وَأَخْبَرْتُهُ بِأَمْرِهِ فِي الْإِبِلِ، فَقَالَ: وَدِدْتُ أَنِّي كُنْتُ مَيِّتاً، فَنَحَرْتَ عَلٰى قَبْرِي. (العقد الفريد ۱/ ۳۰۱)

(۱) اللہ ہی کے لیے خوبی ہے، اُس جماعت کی جن کی گذشتہ زمانے میں مقام جلق میں میں نے ایک دن ہم نشینی اختیار کی۔
(۲) وہ لوگ اس شخص کو جو مقام بریص میں ان کے پاس وارد ہوتا شیریں شراب کے ساتھ ملا کر نہر بردی کا پانی پلاتے تھے۔
(۳) وہ جفنہ کی اولاد ہیں ان کے باپ کی قبر کے پاس ابن ماریہ کی قبر ہے جو دریادل اور صاحب فضل وکمال تھا۔
(۴) ان کے پاس لوگوں کی آمد ورفت رہتی ہے، یہاں تک کہ ان کے کتے بھی (بیگانوں کو دیکھنے کے عادی ہونے کی وجہ سے) نہیں بھونکتے اور وہ لوگ آنے والے لوگوں کے بارے میں سوال نہیں کرتے۔ (بل کہ سبھی کا پورا اکرام کرتے ہیں)
(۵) وہ لوگ خوب رو ہیں ان کا حسب ونسب پاکیزہ ہے، اونچی ناک والے ہیں اعلی درجے کے لوگوں میں سے ہیں۔

(جب جبلہ نے یہ اشعار سن لیے) تو ہنسا، پھر بولا: کیا تمھیں معلوم ہے ان اشعار کا کہنے والا کون ہے؟ میں نے کہا: نہیں، اُس نے کہا: شاعرِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان بن ثابت ہیں، پھر جبلہ نے ان کنیزوں سے کہا جو اس کے بائیں تھیں: ہمیں رلاؤ، تو انھوں نے اپنی سارنگی پر گانا شروع کیا۔

(۱) یرموق اور صمان کی بلندی کے درمیان مقام معان میں یہ غیر آباد گھر کس کا ہے؟
(۲) وہ آلِ جفنہ کا مکان ہے، جو اِس زمانے میں زمانے کے حوادثات کا ٹھکانہ بنا ہوا ہے۔

(۳) ایک زمانے میں میں نے اپنے آپ کو وہاں مقیم دیکھا ہے، میری نشست گاہ اور میری قیام گاہ صاحب تاج بادشاہ کے پاس تھی۔

(۴) ان کی ماں روئی اور وہ ان پر پہلے بھی رو چکی تھی، جس دن وہ گردشِ زمانہ کی مصیبت میں مبتلا ہوئے۔

(۵) عید قریب آ گئی ہے اس لیے نوخیز لڑکیاں مونگے کے تاجوں کو جلدی جلدی ترتیب دے رہی ہیں۔

تو جبلہ رو پڑا یہاں تک کہ آنسو اس کی داڑھی پر بہہ گئے، پھر مجھ سے کہا: یہ اشعار بھی حضرت حسان ہی کے ہیں، بعد ازاں مندرجہ ذیل اشعار پڑھنے شروع کیے۔

(۱) شرفاء ایک طمانچے کی وجہ سے نصرانی ہو گئے، حالاں کہ اگر میں صبر کر لیتا تو اس میں کوئی نقصان نہ تھا۔

(۲) مجھے اُس طمانچے کے سلسلے میں خصومت اور نخوت وتکبر نے گھیر لیا اور میں نے اس کی وجہ سے صحیح سالم آنکھ (اسلام) کو کانی آنکھ (نصرانیت) کے عوض فروخت کر دیا۔

(۳) تو اے کاش میری ماں نے مجھے جنا ہی نہ ہوتا اور اے کاش میں اُس فیصلے کی جانب لوٹ جاتا جو حضرت عمرؓ نے مجھ سے فرمایا تھا۔

(۴) اور اے کاش میں خالی زمین میں اونٹ چراتا اور قبیلۂ ربیعہ یا مضر کا قیدی ہوتا۔

(۵) اور اے کاش میرے لیے شام میں ادنیٰ درجے کی معیشت ہوتی اور بہرا اندھا ہو کر اپنی قوم کی ہم نشینی اختیار کر لیتا۔

اس کے بعد جبلہ نے مجھ سے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے متعلق دریافت کیا، کیا وہ زندہ ہیں؟ میں نے کہا: ہاں، پھر اس نے مال، لباس اور گیہوں سے لدی ہوئی اونٹنیوں کا حکم دیا، اور کہا: اُن کو میرا اسلام کہہ دینا اور یہ مال انھیں دے دینا، اور اگر تم انھیں مردہ پاؤ تو اسے ان کے گھر والوں کے حوالے کر دینا، اور اونٹ ان کی قبر پر ذبح کر دینا، تو جب میں حضرت عمرؓ کے پاس آیا تو انھیں سارا واقعہ بتلایا، آپ نے فرمایا: تو تم اس کے لیے خلافت کا ضامن کیوں نہ بنے؟ پس اگر وہ اسلام لے آتا تو اللہ رب العزت اپنا فیصلہ فرماتا، پھر حضرت حسانؓ کے پاس پیغام بھیجا، آپ تشریف لائے، دراں حالے آپ کی بینائی جا چکی تھی، جب آپ داخل ہوئے تو فرمایا: اے امیر المؤمنین میں آلِ جفنہ کی بو محسوس کر رہا ہوں، آپ نے فرمایا: ہاں، یہ شخص انھیں کے پاس سے آیا ہے، حضرت حسانؓ نے فرمایا: لاؤ بھتیجے جو کچھ انھوں نے تمہارے ہمراہ میرے پاس بھیجا ہے، میں نے کہا: اور آپ کو کیسے معلوم؟ آپ نے فرمایا: وہ سخی ہے، دریا دل لوگوں کی جماعت سے اس کا تعلق ہے، زمانۂ جاہلیت میں میں نے ان کی تعریف کی تھی تو انھوں نے قسم کھائی تھی کہ وہ میرے جس شناسا سے بھی ملاقات کریں گے اس کے ہمراہ میرے پاس ضرور کوئی چیز بطور ہدیہ بھیجیں گے، تو میں نے وہ مال آپ کے سپرد کیا، اور ان سے اونٹ کے بارے میں اس کا واقعہ بتلایا، آپ نے فرمایا: میری خواہش تھی کہ میں مردہ ہوتا اور وہ اونٹ میرے قبر پر ذبح کر دیا جاتا۔

لغات وترکیب

عِصَابَةٌ، ج، عَصَائِبُ، جماعت۔ نَادَمَ يُنَادِمُ مُنَادَمَةً (مفاعلة) ہم نشینی کرنا۔ صَفَّقَ الشَّرَابَ يُصَفِّقُ تَصْفِيقاً (تفعیل) صفائی کے لیے ایک برتن سے دوسرے برتن میں کرنا۔ رَحِيقٌ، شراب۔ سَلْسَلٌ، آب شیریں۔ غَشِيَ فُلَاناً يَغْشَى غَشْياً (س) اترنا، آنا۔ هَرَّ يَهِرُّ هَرِيْراً الكَلْبُ (ض) کتے کا بھونکنا۔ اَقْبَلَ يُقْبِلُ إِقْبَالاً (افعال) آنا۔ بِيْضٌ، واحد، أَبْيَضُ، سفید۔ بَاضَ يَبِيْضُ بَيَاضاً (ض) سفید ہونا۔ نَقِيَ يَنْقَى نَقَاوَةً (س) صاف ستھرا ہونا، پاکیزہ ہونا، خالص ہونا۔ أَحْسَابٌ، واحد، حَسَبٌ، حسب ونسب۔ شُمٌّ، واحد، أَشَمُّ، نک چڑھا، خوددار۔ شَمَّ الْأَنْفُ يَشَمُّ شَمَماً (س) اونچی ناک والا ہونا۔ طِرَازٌ، ج، طُرُزٌ، طور وطریق۔ أَبْكَى يُبْكِي إِبْكَاءً (افعال) رلانا۔ أَقْفَرَ المكانُ يُقْفِرُ إِقْفاراً (افعال) غیر آباد ہونا۔ گھاس، پانی اور آدمی سے خالی ہونا۔ غَنِيَ بِالْمَكَانِ يَغْنَى غِنىً (س) اقامت کرنا۔ ثَكِلَ يَثْكَلُ ثُكْلاً (س) ابنهٗ، گم کرنا۔ جَالَ يَجُولُ جَوْلَاناً (ن) گردش کرنا، چکر لگانا۔ فِصْحٌ، یہودیوں کے مصر سے نکلنے کی یادگار میں عید۔ ولَائِدُ، واحد، وَلِيْدَةٌ، خدمت گار لونڈی۔ أَكِلَّةٌ، واحد، إِكْلِيْلٌ، ج۔ تَكَنَّفَ يَتَكَنَّفُ تَكَنُّفاً (تفعل) احاطہ کرنا، گھیرنا۔ لَجَّ يَلَجُّ لَجَاجاً (س) سخت جھگڑا کرنا۔ نُخِيَ يُنْخَى نَخْوَةً (ن) تکبر کرنا، بڑا بننا۔ عَوِرَ يَعْوَرُ عَوَراً (س) کانا ہونا۔ كِسْوَةٌ، ج، كِسىً وكُسىً، لباس۔ نُوقٌ، واحد، نَاقَةٌ، اونٹنی۔ وَقَرَ يَقِرُ وَقْراً (ض) بوجھل ہونا۔ عُصْبَةٌ، ج، عُصَبٌ، جماعت۔ قَبْرٌ، ج، قُبُورٌ، قبر۔

لِلّٰهِ دَرُّ عِصَابَةٍ نَادَمْتُهُم، نَادَمْتُهُم "عصابة" کی صفت ہے۔ اور "هم" ضمیر عِصَابَةٌ کی طرف راجع ہے جس سے مراد افراد جماعت، یعنی شام کے غسانی بادشاہ ہیں۔ في الزّمان الأوّل، "نادمتُ" سے متعلق ہے۔ يسقون کی ضمیر بھی "عصابة" ہی کی طرف راجع ہے، مَنْ وَرَدَ مفعولِ اول ہے، اور "البريص" مفعولِ ثانی ہے۔ أَوْلَادُ جَفْنَةَ، مبتدا محذوف کی خبر ہے أي هم أولادُ جفنة، بِيضُ الوُجُوهِ أي هؤلاء الملوك بيض الوجوه، مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ قد أراني، أي قد أرىٰ نفسي۔ انشأ يَقُولُ میں "انشأ"، فعلِ مقارب ہے اور "يقول" اس کی خبر ہے۔ وَمَا كَانَ فِيهَا ضررٌ میں "ضررٌ" کان کا اسم موخر ہے اور "فيها" خبر مقدم ہے۔

تشریح درسِ مذکور میں جو کچھ بیان ہوا وہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عدل وانصاف پروری کی ادنیٰ سی جھلک ہے، کہ جبلہ بن ایہم کے ساتھ بھی کوئی نرمی نہیں کی اور بہت واضح لفظوں میں کہہ دیا کہ اسلام کی نظر میں بادشاہ وفقیر دونوں برابر ہیں، شریف وذلیل کی کچھ تمیز نہیں، یعنی آپ نے اس کی خاطر قانونِ انصاف کو نہیں بدلا۔

ایک مرتبہ حضرت عمرو بن عاص کے بیٹے عبداللہ نے ایک شخص کو بے وجہ مار دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص کے سامنے ان کو بلا کر مضروب کے ہاتھ سے کوڑے لگوائے اور باپ بیٹے دونوں عبرت کا تماشا دیکھا کیے، آپ کی حکومت کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ آئین حکومت میں شاہ وگدا، شریف ورذیل اور عزیز وبے گانہ سب کا ایک رتبہ تھا۔

السِّيرَةُ النَّبَوِيَّةُ المُحَمَّدِيَّةُ

نَسَبَهُ صلى الله عليه وسلم: أَمَّا مِنْ أَبِيهِ فَهُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بنِ هَاشِمِ بْنِ عَبْدِ مُنَافِ بْنِ قُصَيِّ بنِ كِلَابِ بْنِ مُرَّةَ بْنِ كَعْبِ بنِ لُؤَى ابْنِ غَالِبِ بْنِ فِهْرَ بْنِ مَالِكَ بْنِ النَّضْرِ بْنِ كِنَانَةَ بْنِ خُزَيْمَةَ بْنِ مُدْرِكَةَ بْنِ إِلْيَاسِ بْنِ مُضَرَبْنِ نزَارِ بْنِ مَعْدِ بْنِ عَدْنَان، وَأَمَّا مِنْ أُمِّه فَهُوَ ابْنُ امِنَةَ بِنْتِ وَهَبْ بنِ عَبْدِ مُنَافِ ابْنِ زُهْرَةَ بْنِ كِلَابِ، فَفِي كِلَابِ يَجْتَمِعُ نَسَبُهُ مِنَ الطَّرَفَيْنِ.

وَفَاةُ أَبِيهِ صلى الله عليه وسلم: تزوَّجَ أَبُوهُ عَبْدُ اللّٰهِ أُمَّهُ امِنَةَ، فَحَمَلَتْ بِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَاتَ عَنْهُ وَهُوَ فِي بَطْنِ أُمِّهِ، وَلَمْ يُورِثْ مَالاً وَلَا عَرَضاً إِلَّا خَمْسَ جِمَالٍ وَأُمَّ أَيْمَنَ وَقِطْعَةَ غَنَمٍ.

وِلَادَتُهُ صلى الله عليه وسلم: وُلِدَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ عَامَ الْفِيلِ يَومَ الْاِثْنَيْنِ لِاثْنَتَي عَشْرَةَ خَلَتْ مِنَ الرَّبِيعِ الْأَوَّلِ عَلَى الْأَصَحِّ مِنَ الأَقْوَالِ، وَكَانَتْ مَضَتْ عَلَى مِيلَادِ سَيِّدِنَا الْمَسِيحِ خَمْسُ مِائَةٍ وَإِحْدَىٰ وَسَبْعُونَ سَنَةً، وَبَيْنَهُ وَ بَيْنَ ادَمَ أَرْبَعَةُ الافِ وَسِتُّمِائَةِ سَنَةٍ، رُوِيَ أَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عِنْدَ وِلَادَتِهِ نَاظِراً بِبَصَرِهِ إِلَى السَّمَاءِ، وَمَا وَجَدَتْ أُمُّهُ ثِقَلَ حَمْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا تَجِدُ الْحَوَامِلُ.

رَضَاعَتُهُ صلى الله عليه وسلم: كَانَتْ نِسَاءُ قُرَيْشٍ لَايُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ فَأَرْضَعَتْه امِنَةُ أَيَّاماً قَلَائِلَ، ثُمَّ أَرْضَعَتْهُ ثُوَيبَةُ جَارِيَةُ أَبِي لَهَبٍ، ثُمَّ وَقَعَ هٰذَا الشَّرْفُ الْأَوْفَرُ وَالْحَظُّ الْأَكْبَرُ فِي أَوَّلِ سَنَةٍ مِنْ مَوْلِدِهِ لِحَلِيمَةَ بِنْتِ أَبِي كَبْشَةَ السَّعْدِيَّةِ، وَبَلَغَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفِطَامَ عِنْدَهَا، وَكَانَتْ أَرْضُهَا ذَاتَ جَدْبٍ وَقَحْطٍ، وَالسَّمَاءُ غَيْرُ مَاطِرَةٍ، وَالْأَنْعَامُ هَرْبَىٰ مِثْلُ أَرْبَابِهَا، فَعَادَتِ الْأَرْضُ كَأَنَّهَا رَوْضَةٌ خَضْرَاءُ، وَالصَّحَارِىٰ الْقَفْرُ كَأَنَّهَا ذُومَاءٍ، وَطَالَتِ الزُّرُوعُ، وَامْتَلَأَتِ الضُّرُوعُ.

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب:- بہرحال باپ کی جانب سے تو (اس طرح ہے) محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ اور بہرحال آپ کی والدہ کی جانب سے تو (اس طرح ہے)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب، تو کلاب پر آپؐ کا نسب طرفین سے جاملتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کا انتقال: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ کی شادی آپؐ کی والدہ محترمہ حضرت آمنہ سے ہوئی، تو بی بی آمنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حمل قرار پایا گیا۔ پھر آپؐ کے والد ماجد کا انتقال ہوگیا جب کہ آپ بطن مادر میں تھے، اور پانچ اونٹ، (باندی) ام ایمن اور چند بکریوں کے سوا وراثت میں نہ کوئی مال چھوڑا اور نہ سامان۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت صحیح ترین قول کے مطابق عام الفیل بارہ ربیع الاول بروز پیر شہر مکہ میں ہوئی، جب کہ سیدنا عیسیٰ مسیح علیہ السلام کی ولادت پر پانچ سو اکہتر سال گذر چکے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت آدم علیہ السلام کے درمیان چار ہزار چھ سو سال کا فصل ہے، مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بوقتِ ولادت اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تھے، آپ کی والدہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حمل کی تکلیف محسوس نہیں ہوئی، جیسا کہ حاملہ عورتیں محسوس کرتی ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شیر خوارگی: قریش کی عورتیں اپنے بچوں کو دودھ نہیں پلاتی تھیں، اسی وجہ سے حضرت آمنہ نے آپ کو چند ہی روز دودھ پلایا، پھر ابولہب کی باندی ثویبہ نے آپ کو دودھ پلایا، پھر یہ کامل ترین شرف اور بڑا حصہ آپ کی ولادت کے پہلے سال ہی حضرت حلیمہ بنت ابوکبشہ سعدیہ کو حاصل ہوا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں کے پاس دودھ چھڑانے کی مدت کو پہنچے، اور (اس وقت) ان کی زمین خشک اور قحط زدہ تھی، آسمان سے بارش نہیں ہو رہی تھی، چوپائے اپنے مالکوں کی طرح بھاگ نکلے تھے، تو (آپ کی برکت سے) زمین اس طرح ہوگئ جیسے سرسبز و شاداب باغ ہو، اور بے آب و گیاہ چٹیل میدان یوں محسوس ہونے لگے جیسے سمندر ہوں، کھیتیاں بڑھ گئیں اور (جانوروں کے) تھن لبریز ہوگئے۔

لغات وترکیب

حَمَلَتِ المرأةُ تَحمِلُ حَمْلاً (ض) حاملہ ہونا۔ **وَرَّثَ يُوَرِّثُ تَوْرِيثاً** (تفعیل) وارث بنانا۔ **حَوَامِلُ**، واحد، **حامِلةٌ**، حاملہ عورت۔ **قَلَائِلُ**، واحد، **قَلِيْلَةٌ**، کم۔ **رَضَعَ يَرْضِعُ رَضْعاً وَرِضَاعَةً** (س، ف) ماں کا دودھ پینا۔ **أرْضَعَ اِرْضَاعاً** (افعال) دودھ پلانا۔ **جَارِيَةٌ**، ج، **جَوَارِيُ**، باندی۔ **وَفَرَ يَفِرُ وُفُوراً** (ض) بکثرت ہونا۔ **حظٌّ**، ج، **حُظُوظٌ**، حصہ۔ **فَطَمَ يَفْطِمُ فَطْماً وَفِطَاماً** (ض) بچے سے دودھ چھڑانا۔ **جَدَبَ يَجْدُبُ جَدْباً** (ن، ض) بارش نہ ہونے کی وجہ سے خشک ہونا۔ **هَرْبیٰ**، واحد، **هَرِيْبٌ**، بھاگنے والا۔ **أقْفَرَ يُقْفِرُ اِقْفَاراً** (افعال) گھاس پانی اور آدمی سے خالی ہونا۔ **ضُرُوعٌ**، واحد، **ضَرْعٌ**، تھن۔

وَهُوَ في بطن امّه، یہ جملہ "مات" کی ضمیر سے حال واقع ہے۔ **عند ولادته ناظراً** "ناظراً" کان کی خبر ہوئے

کی وجہ سے منصوب ہے اور "عند ولادته" اس کا ظرف واقع ہے۔ کأنها روضة خضراء، کأنّ حرف مشبہ بہ فعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ ہوکر "عادت" فعل ناقص کی خبر واقع ہے۔

تشریح عام الفیل سے چند روز پیشتر آپؐ کے دادا عبدالمطلب نے اپنے بیٹے عبداللہ کی شادی قریش کے معزز گھرانے میں آمنہ بنت وہب سے کی، اُس وقت آپؐ کے والد ماجد کی عمر چوبیس سال تھی، اُسی موقعے پر خواجہ عبدالمطلب نے ہالہ بنت وہب سے جو حضرت آمنہ کی رشتہ دار تھیں اپنی شادی کی تھی، حضرت حمزہؓ انھیں کے بطن سے ہیں جو رشتے میں آپ کے چچا ہیں، شادی کے چند روز بعد عبدالمطلب نے عبداللہ کو ایک تجارتی قافلے کے ساتھ بغرضِ تجارت ملک شام کی طرف روانہ کیا، واپسی میں عبداللہ بیمار ہوکر مدینے میں اپنے رشتے داروں کے پاس ٹھہر گئے، اور اپنی بیماری کا حال باپ سے کہلا بھجوایا، مکہ میں جب عبداللہ کی بیماری کا حال عبدالمطلب کو معلوم ہوا تو انھوں نے اپنے بیٹے حارث کو عبداللہ کی خبر گیری اور مکے میں بہ حفاظت واپس لانے کے لیے بھیجا، حارث کے مدینہ پہنچنے سے پہلے ہی عبداللہ فوت ہوکر اپنے رشتے دار بنو نجار کے قبرستان میں مدفون ہو چکے تھے، اس وقت آپ کے والد ماجد کی عمر پچیس سال کی تھی، اور واقعۂ اصحاب الفیل کے باون یا پچپن روز کے بعد آپ پیدا ہوئے۔

ولادت باسعادت کی تاریخ میں مشہور قول تو یہ ہے کہ حضور پرنور ۱۲/ ربیع الاول کو پیدا ہوئے، لیکن جمہور محدثین اور مورخین کے نزدیک راجح اور مختار قول یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ۸/ ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن عباس اور جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہم سے بھی یہی منقول ہے۔

ولادت باسعادت کے بعد تین چار روز تک آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو دودھ پلایا، پھر آپ کے چچا ابولہب کی آزاد کردہ کنیز ثویبہ نے سات دن آپ کو دودھ پلایا، ثویبہ نے جب ابولہب کو آپؐ کے ولادت کی خوش خبری سنائی تو اسی وقت ابولہب نے خوشی میں انھیں آزاد کر دیا تھا۔ ثویبہ کے بعد حلیمہ سعدیہ بنت ابی ذویب نے دو برس دودھ پلایا، عرب میں دستور یہ تھا کہ شرفاء اپنے شیر خوار بچوں کی پرورش دیہات میں کرتے تھے، تاکہ وہاں عرب کے اصل تمدن، فصیح زبان اور صاف وشفاف آب وہوا میں بچے کا صحیح نشو ونما ہو، اسی دستور کے مطابق قبیلۂ بنی سعد میں حضرت حلیمہ سعدیہؓ نے آپ کی پرورش کی، دو سال کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر حضرت آمنہ کے پاس مکہ آئیں، اس وقت مکے میں وبا پھیلی ہوئی تھی؛ اس لیے حضرت حلیمہ پھر آپ کو لے کر بنی سعد واپس آگئیں، پھر تین برس پرورش کی ۵۷۱ء سے ۵۷۶ء تک پانچ برس آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حلیمہ کے گھر رہے اور اپنے رضاعی بھائیوں کے ساتھ بکریاں چرانے جانے لگے۔ اس دوران حضرت حلیمہ سعدیہؓ نے اپنے یہاں بے انتہا خیر وبرکت دیکھی۔

شَقُّ صَدْرِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:۔ وَفِي السَّنَةِ الرَّابِعَةِ، أَتَاهُ مَلَكَانِ فَأَضْجَعَه، وَشَقَّا صَدْرَهُ، وَأَخْرَجَا مِنْهُ عَلَقَةً سَوْدَاءَ ثُمَّ غَسَلَاه، ثُمَّ رَدَّاه كَمَا كَانَ، فَرَآهُ الصِّبْيَانُ الَّذِيْنَ

كَانُوا مَعَهُ، فَأَسْرَعُوا إِلٰى حَلِيْمَةَ السَّعْدِيَّةِ وَأَخْبَرُوْهَا بِمَا جَرىٰ عَلَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْرَعَتْ إِلَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنَّ خُطْوَةً تَقْذِفُهَا إِلٰى خُطْوَةٍ، فَوَجَدْتَهُ صَحِيْحاً، فَرَدَّتْهُ (فِي السَّنَةِ الْخَامِسَةِ مِنْ مَوْلِدِهٖ) إِلٰى عَبْدِ الْمُطَّلِبِ خَشْيَةً عَلَيْهِ مِنْ أَعْدَائِهٖ ثُمَّ قَدِمَتْ بَعْدَ النُّبُوَّةِ، وَأَسْلَمَتْ مَعَ زَوْجِهَا.

وَفَاةُ أُمِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَلَمَّا بَلَغَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّادِسَةَ مِنْ عُمُرِهٖ، زَارَتْ أُمُّهُ اٰمِنَةُ إِخْوَانَهَا، مِنْ بَنِي النَّجَّارِ فِي الْمَدِيْنَةِ، فَلَمَّا رَجَعَتْ وَهُوَمَعَهَا، وَبَلَغَتِ الْأَبْوَاءَ (قَرْيَةٌ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ) وَتُوُفِّيَتْ (وَنُعِيَ ذٰلِكَ إِلٰى أُمِّ أَيْمَنَ فَخَرَجَتْ إِلَيْهِ، وَقَدِمَتْ بِهٖ إِلٰى مَكَّةَ وَكَانَتْ مَوْلَاةً له قَدْ وَرِثَهَا مِنْ أَبِيْهِ) وَضَمَّهُ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ وَأَحَبَّه حُبّاً شَدِيْداً وَتَتَابَعَتْ عَلٰى قُرَيْشٍ سِنُونَ مُجْدِبَةٌ فَهَتَفَتْ إِمْرَأَةٌ مِنْ قَوْمِهٖ أَن يَسْتَشْفِعُوا بِهٰذَا النَّبِيِّ، فَقَامَ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ، وَاعْتَضَدَبِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَفَعَهُ عَلَى عَاتِقِهٖ فَاسْتَسْقٰى بِهٖ فَلَمْ يَلْبَثُوا إِذْ مُطِرُوا، وَصَارُوا فِي خِصْبٍ وَرِفَاهِيَّةِ عَيْشٍ.

وَفَاةُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ: وَكَفَلَهُ أَبُو طَالِبٍ بَعْدَ مَا كَفَلَهُ عَبْدُ المطَّلِبِ سَنَتَيْنِ، وَتُوُفِّيَ حِيْنَ مَضَتْ مِنْ عُمُرِهٖ مِائَةٌ وَأَرْبَعُونَ سَنَةً.

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شق صدر:- اور چوتھے سال آپ کے پاس دو فرشتے آئے، تو انھوں نے آپؐ کو لٹایا۔ اور آپؐ کے سینۂ مبارک کو چاک کیا، اور اس سے سیاہ لوتھڑا نکالا، پھر اسے صاف کیا اس کے بعد اسے پہلی حالت پر لوٹا دیا، تو اسے اُن بچوں نے دیکھ لیا، جو آپؐ کے ہمراہ تھے اور تیزی سے حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے پاس گئے اور انھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پیش آمدہ واقعے کی اطلاع دی، تو وہ آپؐ کے پاس دوڑتی ہوئی آئیں، یوں محسوس ہو رہا تھا، جیسے ایک قدم دوسرے قدم کی طرف دھکیل رہا ہو، تو انھوں نے آپؐ کو صحیح سالم پایا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ولادت کے پانچویں سال میں آپؐ پر آپ کے دشمنوں کے اندیشے سے خواجہ عبد المطلب کو واپس کر دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کی وفات:- جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چھ برس کی ہوئی تو آپ کی والدہ حضرت آمنہ مدینے میں بنونجار سے تعلق رکھنے والے اپنے بھائیوں سے ملنے گئیں۔ تو جب آپؐ کو اپنے ہمراہ لے کر واپس ہوئیں اور مقام ابواء (مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک گاؤں ہے) میں پہنچیں، تو ان کی وفات ہو گئی (اور اس انتقال کی خبر ام ایمن کو دی گئی تو وہ آپ کے پاس گئیں اور آپ کو لے کر مکہ آگئیں، ام ایمن آپؐ کی باندی تھیں، جو آپ کو اپنے والد

کی جانب سے وراثت میں ملی تھیں) اور آپ کو عبدالمطلب نے سینے سے لگایا اور آپ سے بے پایاں محبت کی، (ان ایام میں) قریش پر لگاتار قحط سالیوں کا دور گذر رہا تھا تو ان کی قوم کی ایک عورت نے آواز لگائی کہ اس نبی کے توسل سے شفاعت مانگو، تو خواجہ عبدالمطلب کھڑے ہوئے اور آپ کو بازو میں لیا اور آپ کو اپنے کندھے پر اٹھایا اور آپ کے واسطے سے پانی طلب کیا تو تھوڑی دیر میں بارش ہوگئی اور ان سب کو سرسبز وشادابی اور فراخی عیش نصیب ہوگئی۔

عبدالمطلب کی وفات:- خواجہ عبدالمطلب کی دو سال کفالت کے بعد آپ کی کفالت ابو طالب نے کی، اور ان کا انتقال ایک سو چالیس برس کی عمر میں ہوا۔

لغات وترکیب

شَقَّ يَشُقُّ شقاً (ن) پھاڑنا، چیرنا۔ **عَلَقَةٌ**، ج، **عَلَقٌ**، خون کا لوتھڑا۔ **قَذَفَ يَقْذِفُ قَذْفاً** (ض) پھینکنا۔ **خَطْوَةٌ**، ج، **خَطَواتٌ**، قدم، قدم کی ایک حرکت۔ **زَارَ يَزُورُ زِيَارَةً** (ن) ملاقات کرنا۔ **نَعٰى يَنْعٰى نَعْياً** (ن) موت کی خبر دینا۔ **سِنُونَ**، واحد، **سَنَةٌ**، سال، برس۔ **أَجْدَبَ المكانُ يُجدِبُ إجْدَاباً** (افعال) جگہ کا خشک ہونا۔ **هَتَفَ يَهْتِفُ هَتْفاً** (ض) آواز لگانا۔ **اِعْتَضَدَ يَعْتَضِدُ اِعْتِضَاداً** (افتعال) بازو میں لینا۔ **عاتِقٌ**، ج، **عواتق**، کندھا۔ **خَصِبَ المكانُ يَخْصَبُ خِصْباً** (س) سرسبز وشاداب ہونا۔ **كَفَلَ يَكْفُلُ كَفَالَةً** (ن) کفیل ہونا۔ نان ونفقے کا ذمے دار ہونا۔

خَشْيَةً عَلَيْهِ مِنْ أعدائه، "**خَشْيَةً**" مفعول لہ کی بنیاد پر منصوب ہے اور "**عليه ومن اعدائه**" دونوں جار مجرور "**خشية**" کے متعلق ہیں۔ "**وهو معها**" یہ جملہ "**رجعت**" کی ضمیر سے حال واقع ہے۔

تشریح سیرت ابن ہشام کی روایت کے موافق حلیمہ بنت ابی ذویب اس واقعے کو اس طرح بیان کرتی ہیں کہ ایک روز میرے دونوں بچے ڈرتے ہوئے میرے پاس آئے اور کہا کہ دو سفید پوش آدمی ہمارے قریشی بھائی کو پکڑ کر لے گئے اور ان کا سینہ چاک کر ڈالا، میں اور میرے شوہر (حارث بن عبدالعزی) دونوں اس مقام پر گئے، دیکھا کہ خوف کے مارے آپ کا رنگ فق ہے، میں نے دوڑ کر آپ کو گلے لگالیا اور حال دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ: دو سفید پوش آدمی میرے پاس آئے اور مجھ کو چت لٹا کر میرا سینہ چاک کیا، میرا دل نکالا پھر اس میں کوئی چیز نکال لی، حلیمہ نے دیکھا تو کسی زخم یا خون کا نشان نہ تھا، انھوں نے یہ سمجھ کر کہ اس لڑکے پر کسی جن وغیرہ کا کوئی اثر ہوگیا ہے، آپ کو دیر تک اپنے پاس رکھنا مناسب نہ سمجھا اور آپ کو آپ کی والدہ کے پاس مکے میں لا کر تمام کیفیت سنادی اور اپنا خیال ظاہر کیا کہ اس لڑکے پر کسی جن کا اثر ہوگیا ہے۔ حضرت آمنہ نے فرمایا: نہیں، فکر کی کوئی بات نہیں ہے، میرا یہ بیٹا دنیا میں عظیم الشان مرتبہ پانے اور غیر معمولی انسان بننے والا ہے۔ یہ ہر آفت اور ہر صدمے سے محفوظ رہے گا، اور خدا تعالیٰ اس کی حفاظت کرے گا، کیوں کہ جب یہ میرے پیٹ میں تھا، تو ایام حمل میں میں نے بہت سی بشارتیں خواب میں فرشتوں سے سنیں اور اس کی بہت سی کرامتیں دیکھی ہیں۔ (تاریخ اسلام ج ۱ ص: ۹۰-۹۱۔ از اکبر شاہ نجیب آبادی)

شق صدر کا واقعہ آپ کی زندگی میں چار مرتبہ پیش آیا، پہلی مرتبہ چار سال کی عمر میں جس کی تفصیل ابھی گذری، دوسری مرتبہ دس سال کی عمر میں، تیسری مرتبہ بعثت کے وقت اور چوتھی مرتبہ معراج کے وقت، اس بارے میں روایات مشہور ومتواتر ہیں، حکمت یہ ہے کہ پہلی بار معصیت کا مادہ سیاہ نقطہ نکال کر قلب مبارک کو صاف کر دیا گیا۔ دوسری بار لہو ولعب کے مادے سے پاک کیا گیا۔ تیسری بار اس لیے کہ قلب وحی الٰہی کا متحمل ہو جائے، چوتھی بار اس لیے کہ قلب عالم ملکوت اور تجلیات الٰہیہ کا تحمل کر سکے۔

شق صدر کی وجہ سے حضرت حلیمہ سعدیہ گھبرا کر قبیلۂ ہوازن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر مکہ معظمہ آئیں اور حضرت آمنہ کو سپرد کر کے گھر لوٹ گئیں، والدہ ماجدہ نے ایک برس چند ماہ کی تربیت کی، جب چھ برس کے ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نانیہالی رشتہ بنونجار میں آپ کو مدینہ لے کر گئیں، وہاں ایک مہینہ رہیں، وہیں ایک تالاب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرنا سیکھا، واپسی میں مقام ابواء میں حضرت آمنہ کا انتقال ہو گیا اور وہیں مدفون ہوئیں (ابواء مدینہ اور مکہ کے درمیان مدینے سے اسی یا سو میل پر اور جحفہ سے تیس میل پر ایک گاؤں ہے) ام ایمن آپ صلی اللہ علیہ کو مکہ لائیں اور عبدالمطلب کے سپرد کیا۔

دو برس تک عبدالمطلب کی سرپرستی ونگرانی میں پرورش پا کر آپ آٹھ سال کی عمر کو پہنچے تھے کہ عبدالمطلب کا بھی انتقال ہو گیا، اب عبدالمطلب کا جنازہ اُٹھا تو آپ چشم پُرآب جنازہ کے ساتھ تھے۔ عبدالمطلب نے مرنے سے پہلے آپؐ کے متعلق یہ انتظام کر دیا تھا کہ آپؐ کو اپنے بیٹے ابوطالب کی کفالت میں دے کر خاص طور پر وصیت کی تھی کہ اس لڑکے یعنی اپنے بھتیجے کی خبر گیری میں کوتاہی نہ کرنا، آپؐ کے اور بھی چچا یعنی عبدالمطلب کے بیٹے موجود تھے؛ لیکن عبدالمطلب نے جو بہت ہی ذی ہوش انسان تھے، آپ کو ابوطالب کے سپرد اس لیے کیا تھا کہ ابوطالب اور عبداللہ ایک ہی ماں سے پیدا ہوئے تھے۔ لہٰذا ابوطالب کو اپنے حقیقی بھائی عبداللہ کے بیٹے سے زیادہ محبت ہو سکتی تھی، عبدالمطلب کا یہ خیال بالکل درست ثابت ہوا اور ابوطالب نے باپ کی وصیت کو بڑی خوبی وجواں مردی کے ساتھ پورا کیا۔

ابوطالب کی کفالت:- ابوطالب آنحضرت صلعم کو اپنے بچوں سے بڑھ کر عزیز رکھتے اور کبھی آپ کو اپنی آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے دیتے تھے، حتی کہ رات کے وقت بھی اپنے پاس ہی سُلاتے تھے، آپؐ کی طفولیت کا زمانہ عرب کے دوسرے لڑکوں کی نسبت بہت ہی عجیب گذرا، آپ کو لڑکوں میں کھیلنے اور آوارہ پھرنے کا مطلق شوق نہ تھا؛ بل کہ آپؐ ان کی صحبت سے بیزار اور دور ونفور ہی رہتے تھے۔ اور خلوت کو زیادہ پسند کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر رذیل خصلت اور خسیس عادت سے محفوظ ومامون رکھا، ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپؐ چند نوجوانانِ قریش کے ساتھ کسی شادی کی مجلس میں جانے اور شریک ہونے کے لیے مجبور کیے گئے، جہاں رقص وسرور کا ہنگامہ بھی تھا، جوں ہی آپ مجلس میں داخل ہوئے آپؐ کو یکا یک نیند آ گئی، تمام رات اسی طرح سوتے رہے، یہاں تک کہ رات ختم ہونے پر مجلس برخاست ہوئی اور لوگ منتشر

ہو گئے تب کہیں آپ کی آنکھ کھلی اور اس طرح آپ مکروہات مجلس میں کوئی حصہ نہ لے سکے۔

رِحلَتُهُ الأولى إلَى الشَّامِ:— وَفِي الثَّالِثَةِ عَشَرَ تَهَيَّأَ أبو طَالِبٍ لِلْخُرُوجِ إلَى الشَّامِ فَأَخَذَ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زِمَامَ نَاقَتِهِ، وَقَالَ: يَا عَمِّ! إلَى مَنْ تَكِلُنِي؟ لا أبَ لِي وَلا أُمَّ، فَرَقَّ لَهُ فَخَرَجَ بِهِ، وَتَفَرَّسَ فِيْهِ أبُوطَالِبٍ مِنْ عَلائِمِ النُّبُوَّةِ مَالَمْ يَرَهُ مِنْ قَبْلُ، مِنْ إظْلالِ الْغَمَامَةِ، وَخَاتَمِ النُّبُوَّةِ، وَلَمْ يَمْضِ فِي هٰذَا السَّفَرِ إلَّا أيَّامٌ قَلائِلُ، حَتّٰى عَادَ سَرِيعاً إلَى مَكَّةَ بَعْدَ مَا فَرَغَ مِنْ تِجَارَتِهِ وَقَدْ رَبِحَ فِيْهَا رِبْحاً كَثِيْراً.

رِحلَتُهُ الثَّانِيَةُ إلَى الشَّامِ:— وَفِي السَّنَةِ الْخَامِسَةِ وَالْعِشْرِيْنَ خَرَجَ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إلَى الشَّامِ لِلتِّجَارَةِ لَمَّا بَعَثَتْهُ سَيِّدَتُنَا خَدِيْجَةُ الْكُبْرىٰ بِنْتُ خُوَيْلِدِ بْنِ أسَدِ بْنِ عَبْدِ الْعُزّٰى بْنِ قُصَيٍّ رَضِيَ اللّٰه تعالىٰ عَنْهَا، وَكَانَتْ مِنْ أهْلِ ثَرْوَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ، وَكَانَ مَعَهُ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُلامُهَا: مَيْسَرَةُ فَرَأىٰ مِنْهُ خَوَارِقَ، وَسَمِعَ مِنْ نَسطُورىٰ الرَّاهِبِ شَهَادَتَهُ بِالنُّبُوَّةِ، وَعَادَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأرْبَحِ تِجَارَةٍ.

ملک شام کی جانب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا سفر: تیرہ سال کی عمر میں ابوطالب نے ملک شام جانے کی تیاری کی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی اونٹنی کی نکیل پکڑ لی اور فرمایا: چچا جان! آپ مجھے کس کے حوالے کر رہے ہیں؟ نہ میرے باپ ہیں اور نہ ماں، تو ابوطالب کو آپ پر رحم آ گیا، چناں چہ آپ کو لے کر گئے، اور ابوطالب نے آپؐ کے اندر علامات نبوت میں سے وہ چیزیں محسوس کیں، جنھیں اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا، یعنی بادل کا سایہ ڈالنا اور مہر نبوت، اور اس سفر میں ابھی چند ہی دن گذرے تھے کہ آپ اپنی تجارت سے فارغ ہونے کے بعد جلدی سے مکہ واپس آ گئے اور تجارت میں آپ کو بہت کافی نفع ہوا۔

ملک شام کی جانب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا سفر: پچیس سال کی عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تجارت کے لیے (دوبارہ) ملک شام تشریف لے گئے جب حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزی بن قصی نے آپ کو بھیجا، حضرت خدیجہ قریش کے مالدار گھرانے کی خاتون تھیں، اور (اس سفر میں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حضرت خدیجہ کے غلام میسرہ بھی تھے، تو اس نے آپ کی جانب سے خلافِ عادت چیزیں دیکھیں، اور نسطوری راہب سے آپؐ کے نبوت کی شہادت سنی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کافی نفع کے ساتھ واپس ہوئے۔

لغات وترکیب

رِحْلَةٌ، ج، رِحْلَاتٌ، سفر۔ تَهَيَّأَ يتهيّأ تهيُّئاً (تفعل) تیار ہونا۔ زِمَامٌ، ج، أزِمَّةٌ، لگام،نکیل۔ وَكَلَ إلىٰ أحدٍ يَكِلُ وَكْلاً (ض) حوالے کرنا۔ رَقَّ لأحدٍ يَرِقُّ رِقَّةً (ض) کسی پر رحم آنا، کسی کے تئیں دل بھر آنا۔ تفرَّسَ يَتَفرَّسُ تفرُّساً (تفعل) بھانپنا،محسوس کرنا۔ عَلَائِمُ، واحد، علامةٌ. علامت،نشان۔ أظَلَّ يُظِلُّ إظْلَالاً (افعال) سایہ کرنا۔ غَمَامَةٌ،ج، غَمَامٌ، بادل۔ رَبِحَ يَرْبَحُ رِبْحاً(س) نفع اٹھانا۔ بَعَثَ يَبْعَثُ بَعْثاً (ف) بھیجنا۔ ثَرْوَةٌ، ج، ثَرَوَاتٌ، دولت، خَوَارِقُ، واحد، خارِقَةٌ، خلاف عادت چیز۔ رَاهِبٌ، ج، رُهْبَانٌ، گرجاؤں کا گوشہ نشین۔

يَا عَمِّ، اصل میں يا عمّي" تھا،مضاف الیہ(ي) کوتخفیفاً حذف کردیااور کسرہ کو باقی رکھا گیا۔ "مالم يره من قبل" میں "ما"موصولہ ہے،اور "لم يره من قبل"صلہ ہے۔ مِن إظلال الغمامة میں "من" بیانیہ ہے۔

تشریح پہلاسفرشام:- آپؐ کی عمر بارہ سال کی تھی کہ ابوطالب ایک تجارتی قافلہ کے ہمراہ کچھ مالِ تجارت لے کرشام کی طرف جانے لگےاور آپ کو مکہ ہی میں چھوڑنا چاہا۔ چوں کہ آپؐ ابوطالب کی کفالت میں آکر ہمہ وقت ان کے ساتھ رہتے تھے،اس جدائی کو برداشت نہ کرسکے،ابوطالب نے بھتیجے کی دل شکنی گوارانہ کی اور آپؐ کو بھی اپنے ہمراہ ملکِ شام کی طرف لے گئے،ملکِ شام کے جنوبی حصہ میں ایک مقام بُصری ہے۔جب قافلہ وہاں پہنچا تو ایک عیسائی راہب نے جو وہاں رہتا تھااور جس کا نام بحیرا تھا،آپؐ کو دیکھااور پہچان لیا کہ یہی نبی آخرالزماں ہے،بحیراابوطالب کے پاس آیااور کہا کہ: یہ تمہارا بھتیجا نبی معبوث ہونے والا ہے۔اس کے اندر وہ علامات موجود ہیں جو نبی آخرالزماں کی متعلق توریت وانجیل میں لکھی ہیں،لہٰذا مناسب یہ ہے کہ تم اس کو آگے نہ لے جاؤاور یہودیوں کے ملک میں داخل نہ ہو، مبادااس کو کوئی گزند پہنچے۔ابوطالب نے بحیراراہب کی یہ باتیں سن کر اپنا مال جلدی جلدی وہیں فروخت کردیااور آپؐ کو لے کرمکہ معظمہ کی طرف واپس چلے آئے۔ابوطالب کو باوجوداس کے کہ ملکِ شام کے شہروں میں داخل نہیں ہوئے،اس سفرمیں بہت منافع ہوا،ایک روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ ابوطالب نے بحیراراہب کی باتیں سن کرآپؐ کو وہیں سے مکہ کی طرف واپس بھجوادیااور خود قافلہ کے ہمراہ آگے چلے گیے۔

قبیلۂ بنواسد کی ایک معزز خاتون خدیجہؓ بنت خویلد قریش میں ایک مال دار عورت سمجھی جاتی تھیں۔وہ بیوہ تھیں اور اب تک دو خاوندوں سے شادی کر چکی تھیں۔اُن کے دوسرے خاوند نے بہت کچھ مال واسباب چھوڑا تھا۔خدیجہؓ اپنے کارندوں کے ہاتھ ہمیشہ شام،عراق اور یمن کی طرف مالِ تجارت روانہ کیا کرتی تھیں،آنحضرت صلعم کی دیانت وامانت کا شہرہ سن کرانھوں نے اپنے بھتیجے قطیمہ کی معرفت اس امر کی خواہش ظاہر کی کہ آنحضرت صلعم اُن کا مال تجارت لے کرشام کی طرف جائیں اور بطور کارندہ خدماتِ تجارت انجام دیں۔آپؐ نے اپنے چچا ابوطالب کے مشورہ کے بعد اس خواہش کو منظور کرلیااور خدیجہؓ نے آپؐ کے لیے معقول معاوضہ مقرر کردیا۔ چناں چہ آپ خدیجہؓ کے مہتمم مالِ تجارت ہوکرشام کی

طرف روانہ ہوئے، اس سفر میں خدیجہؓ کا غلام میسرہ اور خدیجہؓ کا ایک عزیز خزیمہ ابن حکیم بھی آنحضرتؐ کے ہمراہ تھے۔

شام کا دوسرا سفر:۔ یہ تجارتی قافلہ جس کے ہمراہ آپؐ خدیجہؓ کا مال لے کر روانہ ہوئے تھے، ملکِ شام میں داخل ہو کر ایک صومعہ کے قریب ٹھہرا۔ اُس صومعہ میں ایک راہب رہتا تھا، جس کا نام نسطورا تھا نسطورا نے آنحضرت صلعم کو دیکھا تو اپنے صومعہ سے بعض کتب ساویہ لے کر آیا۔ اُس نے آپؐ کے پاس آ کر آپؐ کے جسم اور چہرے کی دیکھ بھال شروع کی۔ کبھی آپ کو دیکھتا کبھی کتبِ ساویہ کو پڑھتا اور مقابلہ کرتا۔ اس عجیب کیفیت کو دیکھ کر خزیمہ کے دل میں شک پیدا ہوا اور اس نے بلند آواز سے ''یا آلِ غالب'' کہا یعنی آلِ غالب جلدی مدد کو پہنچو۔ یہ آواز سن کر قافلہ کے تمام قریش دوڑ پڑے، نسطورا اس طرح قریش کو آتے دیکھ کر وہاں سے بھاگا اور اپنے صومعہ کی چھت پر جا بیٹھا، وہاں سے قافلہ والوں کو بتایا کہ خطرہ کی کوئی بات نہیں تھی۔ میں اس شخص کا جو تمہارے ساتھ ہے کتبِ ساویہ کو دیکھ دیکھ کر معائنہ کر رہا تھا، نبی آخر الزماں کے جو جو علامات اور خط وخال ہماری کتابوں میں لکھے ہیں، وہ سب اس میں موجود ہیں، یہ سن کر سب کو اطمینان ہوا، اس سفر میں بھی قافلہ کا مال بہت منافع سے فروخت ہوا۔ اسی طرح آپ کئی مرتبہ خدیجہؓ کا مال لے کر بحرین، یمن اور شام کی طرف گئے۔ ہر مرتبہ تجارت میں خوب نفع ہوا۔ (تاریخ اسلام ج ا۔ص:۹۴-۹۵)

التزوّج بخديجة: وَلَمَّا سَرَدَ مَيْسَرَةُ عَلٰى خَدِيْجَةَ مَارَأى مِنْ خَوارِقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَاَتْ بَعْضَهَا، رَغِبَتْ فِي التَزَوُّجِ بِهٖ، فَتَزَوَّجَها فِي هٰذِهِ السَّنَةِ عَلٰى أرْبَعِ مِائَةِ دِيْنَارٍ وهِيَ بِنْتُ أرْبَعِيْنَ سَنَةً (وَقِيْلَ فِي سِنِّهَا غَيْرُ ذٰلِكَ) فَوَلَدتْ أوْلَادَهٗ كُلَّهاَ إلَّا إبْنَه إبْرَاهِيْمَ، وَلَمْ يَنْكِحْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَاَةً قَبْلَها وَلَا بَعْدَ نِكَاحِهَا فِي حَيٰوتِهَا حَتّٰى مَاتَتْ (وَكَانَتْ وَفَاتُهَا فِي شَوَّالٍ بَعْدَ بِعْثَتِهٖ بِثَلَاثِ سِنِيْنَ) وولَدَتْ لَهٗ زَيْنَبَ وَرُقَيَّةَ، وَأُمَّ كُلْثُومٍ وَفَاطِمَةَ وَالْقَاسِمَ وَالطَّاهِرَ والطَّيِّبَ وَمَاتُوا قَبْلَ دعْوَاهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النُّبُوَّةَ، وَاَدْرَكَت الإناثُ فَأسْلَمْنَ وَهَاجَرْنَ.

بِنَاءُ الْكَعْبَةِ: وَفِي سَنَةِ سِتٍّ وَّ ثَلَاثِيْنَ مِنْ مَوْلِدِهٖ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَنَتْ قُرَيْشُ الْكَعْبَةَ وَتَراضَتْ بِهٖ فَوَضَعَ الْحَجَرَ.

ابتداءُ الوحْي: وَلَمَّا تَمَّ لَهٗ اَرْبَعُونَ سَنَةً، أُوحِيَ إلَيْهِ بِحِراءَ ''بِاِقْرَأ بِاسْمِ رَبِّكَ'' وَعَلَّمَ الْوُضُوءَ وَالصَّلٰوةَ رَكْعَتَيْنِ فَعَادَ إلٰى خَدِيْجَةَ، وَأخبرَهَا بِمَا جرىٰ عَلَيْهِ فَاٰمَنَتْ بِهٖ، وَتوَضَّاَتْ، وَصَلَّتْ يَوْمَ الاِثْنَيْنِ عَشَرَ مِنَ الرَّبِيْعِ الأوَّلِ وامَنَ بِهٖ اَبُوبكرٍ.

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

جب میسرہ نے حضرت خدیجہؓ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ معجزات بیان کیے، جو اس نے (دورانِ سفر) دیکھے

اور حضرت خدیجہؓ نے بھی کچھ معجزات خود دیکھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کے سلسلے میں رغبت ہوئی، چناں چہ اسی سال چار سو دینار پر حضرت خدیجہؓ سے آپ کی شادی ہوئی، حضرت خدیجہؓ چالیس سال کی تھیں، (ان کی عمر کے سلسلے میں اور بھی اقوال ہیں) آپؐ کی تمام اولاد کا تولد انھیں کے بطن سے ہوا، سوائے آپؐ کے فرزند حضرت ابراہیم کے، (کہ وہ ماریہ قبطیہ کے بطن سے ہوئے) اور ان سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی عورت سے نکاح نہیں فرمایا، اور نہ ہی ان سے نکاح کے بعد ان کی زندگی میں کسی اور سے، تا آں کہ وہ دنیا سے رخصت ہوگئیں، ان کی وفات آپ کی بعثت کے تین سال بعد ماہ شوال میں ہوئی، حضرت خدیجہ کے بطن سے آپ کی صاحبزادیاں حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ، حضرت ام کلثومؓ اور حضرت فاطمہؓ ہیں اور صاحبزادے قاسم، طاہر، اور طیب ہیں، اور یہ سب صاحبزادے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت نبوت سے پہلے ہی اللہ کو پیارے ہوگئے اور صاحبزادیاں مدت بلوغ کو پہنچیں تو اسلام قبول کیا اور ہجرت کی۔

خانۂ کعبہ کی تعمیر: اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کے چھتیسویں سال قریش نے خانۂ کعبہ کی (از سرنو) تعمیر کی، اور سب نے آپ کو پسند کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کو (اس کی جگہ) رکھا۔

وحی کی ابتدا: اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پورے چالیس سال کے ہوگئے تو غار حرا میں آپ کے پاس "اِقْرأ باسم ربّك" کے ذریعہ وحی آئی، اور آپ کو وضو اور دو رکعت نماز کی تعلیم دی گئی۔ تو آپؐ حضرت خدیجہ کے پاس واپس آئے اور انھیں وہ سارا واقعہ بتلایا جو آپ کے ساتھ پیش آیا، تو حضرت خدیجہؓ آپ پر ایمان لے آئیں اور بارہ ربیع الاول بروز پیر کو وضو کر کے نماز ادا کی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی آپ پر ایمان لے آئے۔

لغات وترکیب

سَرَدَ يَسْرُدُ سَرْداً (ن، ض) اچھی طرح بیان کرنا۔ رَغِبَ في شئ يَرْغَبُ رَغْبَةً (س) کسی چیز کی خواہش کرنا، رغبت کرنا۔ اَدْرَكَ الْوَلَدُ يُدْرِكُ اِدْراكاً (افعال) لڑکے کا بالغ ہونا۔ أوحَى اللّٰه إلَيْهِ بكذا يُوحي إيحاءً (افعال) وحی بھیجنا۔

رغبت في التزوج به، یہ جملہ "لمّا" کا جواب واقع ہے۔ به "التزوج" مصدر سے متعلق ہے۔

تشریح

نکاح:- آپ کی دیانت، امانت، خوش اخلاقی، پاکبازی، شرافت، نجابت وغیرہ خدیجۃ الکبریٰؓ سے پوشیدہ نہ تھیں۔ اگرچہ مکہ کے شرفاء وأمراء میں سے ہر ایک خدیجۃ الکبریٰ سے نکاح کا آرزومند تھا، مگر انھوں نے خود نفیسہ نامی عورت کے ذریعہ اور بہ روایت دیگر عاتکہ بن عبد المطلب کے ذریعہ آنحضرت صلعم کی خدمت میں شادی کا پیغام بھیجا۔ آپؐ کے چچا ابو طالب نے بھی اس رشتہ کو منظور کرلیا، ابو طالب ہی نے خطبۂ نکاح پڑھا۔ اس مجلسِ نکاح میں عمر بن اسد اور ورقہ بن نوفل وغیرہ خدیجۃ الکبریٰؓ کے تمام قریبی رشتہ دار، اسی طرح آنحضرت صلعم کے رشتہ دار

سب موجود تھے۔ نکاح کے وقت آپ کی عمر پچیس سال کی اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی عمر چالیس سال کی تھی۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے بطن سے آپؐ کے تین بیٹے اور چار بیٹیاں پیدا ہوئیں۔

قبائل قریش میں آپ کا حاکم مقرر ہونا: خانۂ کعبہ میں کسی بداحتیاطی کے سبب آگ لگ گئی تھی، جس کے صدمہ سے دیواریں بھی جا بجا شق ہوگئی تھیں۔ قریش نے ارادہ کیا کہ اس عمارت کو منہدم کر کے پھر از سرِ نو تعمیر کیا جائے، اس رائے پر تو سب کا اتفاق ہوگیا؛ لیکن کھڑی ہوئی عمارت کو منہدم کرنے پر کوئی آمادہ نہ ہوتا تھا۔ اور سب ڈرتے تھے۔ آخر سردارانِ قریش میں سے ولید بن مغیرہ نے اس کام کو شروع کر دیا۔ پھر رفتہ رفتہ تمام قبائل اس انہدام کے کام میں شریک ہوگئے، اسی زمانہ میں بندرگاہِ جدہ کے قریب ایک جہاز ٹوٹ کر ناکارہ ہوگیا تھا۔ اُس کا حال معلوم ہوا تو قریش نے اپنے معتمد آدمیوں کو بھیج کر اس جہاز کی لکڑی خرید لی اور کارآمد لکڑیاں اونٹوں پر لاد کر مکہ میں لے آئے۔ یہ لکڑی خانۂ کعبہ کی چھت کے لیے خریدی گئی تھی۔

کعبہ کی دیواروں کو منہدم کرتے ہوئے جب تعمیرِ ابراہیمی کی بنیادوں تک پہنچے تو پھر تعمیر شروع کردی۔ چوں کہ چھت کے لیے پوری لکڑی نہ تھی، اس لیے خانۂ کعبہ کو ابراہیمی بنیادوں پر پورا تعمیر نہیں کیا؛ بلکہ ایک طرف تھوڑی جگہ چھوڑ دی، اب تعمیر بلند ہوتے ہوتے اُس مقام تک پہنچ گئی کہ حجرِ اسود رکھا جائے۔ قبائل قریش میں ایک سخت فساد اور جنگِ عظیم کے سامان پیدا ہوگئے۔ یہ جھگڑا اس بات پر ہوا کہ ہر ایک قبیلہ کا سردار یہ چاہتا تھا کہ حجرِ اسود کو میں اپنے ہاتھ سے رکھوں۔ قبائل میں ایک دوسرے کے خلاف ضد پیدا ہوگئی اور ہر طرف سے تلواریں کھنچ گئیں۔ بنو عبدالدار مرنے اور مارنے پر قسم کھا بیٹھے، اس جھگڑے میں پانچ روز تک تعمیر کا کام بند رہا۔ آخر قبائل قریش خانہ کعبہ میں جمع ہوئے اور ایک مجلس منعقد کی گئی۔ اس مجلس میں ابوامیہ بن مغیرہ نے تجویز پیش کی کہ جو شخص سب سے پہلے خانۂ کعبہ میں داخل ہوتا ہوا نظر آئے اسی کو حکم مقرر کیا جاوے۔ وہ جو فیصلہ کرے سب اُس پر رضامند ہوجائیں۔ لوگوں نے نگاہ اٹھا کر جو دیکھا تو آنحضرت صلعم داخل ہو رہے تھے۔ سب نے آپ کو دیکھتے ہی ''الامین، الامین'' پکارا اور کہا کہ آپ کے فیصلہ پر ہم رضامند ہیں۔ آپ اس مجلس میں داخل ہوئے تو سب نے معاملہ کو آپ کی طرف رجوع کیا اور کہا کہ: آپ جس کے حق میں چاہے فیصلہ کر دیں، ہم آپ کے فیصلہ پر رضامند ہیں۔ یہ ذرا سوچنے اور غور کرنے کا موقع ہے کہ جس عزت اور شرف کو ہر قبیلہ حاصل کرنا چاہتا تھا اور خون سے بھرے ہوئے پیالے میں انگلیاں ڈال ڈال کر اُس زمانے کی رسم کے موافق مرنے مارنے پر شدید وغلیظ قسمیں کھا چکے تھے، اُس عزت وشرف کے معاملہ کو آنحضرت صلعم کے سپرد کرنے میں سب مطمئن ہیں، جو دلیل اس امر کی ہے کہ آپ کی دیانت اور منصف مزاجی پر سب ایمان لائے ہوئے تھے، آپ نے معاملہ سے آگاہ ہو کر اُسی وقت ذرا سی دیر میں جھگڑے کو ختم کر دیا اور تمام .... بوڑھے اور تجربہ کار سردارانِ قریش آپ کی ذہانت، قوتِ فیصلہ اور منصف مزاجی کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اور سب نے بالاتفاق "اَحْسَنْتَ وَمَرْحَبًا" کی صدائیں بلند کی۔ آپ نے اس طرح فیصلہ کیا کہ ایک

چادر بچھائی اُس پر حجرِ اسود اپنے ہاتھ سے رکھ دیا، پھر ہر ایک قبیلہ کے سردار سے کہا کہ چادر کے کنارے کو پکڑ لو، چنانچہ تمام سردارانِ قریش نے مل کر اُس چادر کے کنارے چاروں طرف سے پکڑ کر پتھر کو اٹھایا۔ جب پتھر اس مقام پر پہنچ گیا جہاں اس کو نصب کرنا تھا، تو آپ نے چادر سے اُٹھا کر وہاں نصب کر دیا۔ کسی کو کوئی شکایت باقی نہ رہی اور سب آپس میں رضامند رہے۔ اس واقعہ میں عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس، اسود بن مطلب بن اسد بن عبد العزی، ابوحذیفہ بن مغیرہ بن عمر بن مخزوم، اور قیس بن عدی السہمی، چار شخص بہت پیش پیش تھے۔ اور کسی طرح دوسرے کے حق میں معاملہ کو چھوڑنا نہ چاہتے تھے، اس فیصلہ سے یہ چاروں بہت خوش اور مسرور رہے۔ اگر ملک عرب میں یہ جنگ چھڑ جاتی تو یقیناً یہ اُن تمام لڑائیوں سے زیادہ ہیبت ناک اور تباہ کن جنگ ثابت ہوتی، جو اب تک زمانہ جاہلیت میں ہو چکی تھیں۔ جس زمانہ میں آپؐ نے حجرِ اسود والے جھگڑے کا فیصلہ کیا ہے، آپؐ کی عمر ۳۵ سال کی تھی۔

ابتدائے وحی:۔ جب نبوت کا زمانہ قریب آیا تو کثرت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سچے خواب نظر آنے لگے، انبیائے کرام کو پہلے سچے خواب دکھائے جاتے ہیں، پھر جب دل مطمئن ہو جاتے ہیں، تو بیداری میں اُن پر وحی نازل ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا، پھر جب آپؐ چالیس برس کے ہوئے، تو دوشنبہ ۹/ ربیع الاول - ۹/ روری ۶۱۰ء کو غارِ حرا میں حضرت جبریل امین پہلی وحی "اقرأ باسم ربك الذي خلق" لے کر آئے، پھر تین برس وحی کا سلسلہ بند رہا، جو فترتِ وحی کا زمانہ ہے، اس کے بعد سورہ مدثر کی آیتیں نازل ہوئیں، پھر لگاتار وحی آنے لگی۔

پہلی وحی نازل ہونے کے دن ہی وضو اور نماز کا حکم ہوا، پہلے حضرت جبریل نے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا، حضرت جبریل نے نماز پڑھائی، صرف فجر وعصر کی دو دو رکعتیں فرض ہوئیں، دس برس بعد معراج میں پانچ وقت کی نمازیں فرض ہوئیں۔

الدعوة:— وَكَانَ يَدْعُو النَّاسَ سِرّاً ثَلٰثَ سِنِيْنَ، إِلٰى اَنْ نَزَلَتْ "فَاصْدَعْ بِمَا تُؤمَرُ" فِي السَّنَةِ الرَّابِعَةِ مِنْ نُبُوَّتِهٖ، فَاَظْهَرَ الدَّعْوَةَ وَلَبّٰى دَعْوَتَهٗ عَدِيْدٌ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ، وَلَمَّا سَمِعَ أهلُ مَكَّةَ مَا قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَنْ مَاتَ عَلَى الْكُفْرِ وَالشِّرْكِ مِنْ اٰبَائِهِمْ وَاَجْدَادِهِمْ وَفِي اَوْثَانِهِمْ اِشْتَدَّ غَيْظُ الْكُفَّارِ عَلَيْهِ، وَقَالُوا لِاَبِي طَالِبٍ: اَنْتَ كَبِيْرُنَا وَسَيِّدُنَا فَانْصِفْهُ مِنِ ابْنِ اَخِيْكَ، وَمُرْهُ اَنْ يَكُفَّ مِنْ شَتْمِ اٰلِهَتِنَا، وَذَمِّ آبَائِنَا، فَكَلَّمَهٗ اَبُوْ طَالِبٍ فَقَالَ: يَا عَمِّ! اَدْعُوْهُمْ إِلٰى كَلِمَةٍ تَدِيْنُ لَهُمُ الْعَرَبُ وَيَمْلِكُوْنَ بِهَا الْعَجَمَ، قَالَ اَبُوْجَهْلٍ: مَا هِيَ؟ وَاَبِيْكَ لَنُعْطِيَنَّهَا اِيَّاكَ وَعَشَرَةَ اَمْثَالِهَا قَالَ: قُوْلُوْا: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه، فَنَفَرُوْا وَغَضِبُوْا، فَقَالَ اَبُوْ طَالِبٍ: يَا ابْنَ اَخِي! اِنَّ قَوْمَكَ قَدْ اَجَاءُوْا بِي، وَقَالُوْا لِي: كَذَا وَكَذَا فَاَبْقِ عَلَيَّ وَعَلٰى نَفْسِكَ، فَظَنَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

أنّه ضَعُفَ عَنْ نُصْرَتِهِ، فَقَالَ: وَاللّٰهِ لا أتْرُكُ هٰذَا، ثُمَّ اسْتَعْبَرَ، وَبَكىٰ، وَوَلّٰى، فَنَادَاه وَقَالَ: يَاابْنَ أخِيْ! اِفْعَلْ مَا أحْبَبْتَ، وَقُلْ مَا شِئْتَ، فَغَضِبَ الْعَرَبُ حِيْنَئِذٍ، وَوَثَبَ كُلُّ قَبِيْلَةٍ عَلىٰ مَنْ فِيْهَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، وَعَذَّبُوهُمْ وَفَتَنُوهُمْ.

اَلْهِجْرَةُ إلَى الْحَبْشَةِ:- فَلَمَّا اِشْتَدَّ اَذَاهُمْ فِيْ مَنْ آمَنَ بِهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَاجَرَ قَوْمٌ إلَى الْحَبْشَةِ فِي السَّنَةِ الْخَامِسَةِ فَوَجَدُوهَا خَيْرَ دَارٍ، فَأرْسَلَ قُرَيْشٌ هَدَايَا إلَى النَّجَاشِيِّ وَوَشَوا إلَيْهِ بِأنَّهُمْ تَرَكُوا مَا كَانَ عَلَيْهِ اٰبَاؤُهُمْ، وَلَمْ يَدْخُلُوا فِي دِيْنِكَ وَلَا دِيْنِ الْيَهُوْدِ فَأرْسَلَ إلَيْهِمُ النَّجَاشِيُّ وَأخْبَرَهُمْ بِمَا قَالُوا، فَقَالَ جَعْفَرٌ: كُنَّا عَلىٰ مَا كَانُوا عَلَيْهِ، نَقْتُلُ الْبَنَاتِ وَنَطُوفُ عُرَاةً، وَنَعْبُدُ حِجَارَةً، وَذَكَرَ غَيْرَهَا مِنَ الأوْصَافِ الذَّمِيْمَةِ، فَبَعَثَ اللّٰهُ إلَيْنَا رَسُولاً، يَأمُرُنَا بِالْمَعْرُوْفِ، وَيَنْهَانَا عَنِ الرَّذَائِلِ،فَاتَّبَعْنَاه، فَاٰذُونَا فَخَرَجْنَا إلىٰ بَلَدِكَ مُلْتَجِئِيْنَ مِنْ إيْذَائِهِمْ، فَسَمِعَ النَّجَاشِيُّ مِنْهُ بعض أيٍ مِنْ سُوْرَةِ كٓهٰيٰعٓصٓ وَبَكىٰ وَبَكَتْ أسَاقِفَتُهُ وَقَالَ: هٰذَا وَمَا جَاءَ بِهِ مُوْسىٰ خَرَجَا مِنْ مِشْكٰوةٍ وَاحِدَةٍ، وَاٰمَنَ بِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَلَمَّا أسْلَمَ عُمَرُ حَمَلَهُمْ عَلَى الظُّهُوْرِ، فَخَرَجُوا، وَأمَامَهُمْ عُمَرُ يُنَادِي بِكَلِمَةِ التَّوْحِيْدِ، وَهُمْ أرْبَعُونَ رَجُلاً مَعَ عُمَرَ، وَأعْلَنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يوماً الدَّعْوَةَ عَلَى الصَّفَا، فَاجْتَمَعُوا يَسْتَمِعُونَ إلَيْهِ، فَشَجَّهُ أبُوجَهْلٍ اللَّعِيْنُ، وَتَبِعَهُ الْمُشْرِكُونَ بِالْحِجَارَةِ، فَهَبَطَ الْمَلَائِكَةُ يَعْرِضُوْنَ عَلَيْهِ أن يُهْلِكُوهُمْ فَقَالَ: رُوحِي وَرُوحُ أبِي وأمِّي فِدَاه ...... مَاسِحاً الدَّمَ عَنْ وَجْهِهِ: أنِّي بُعِثْتُ رَحْمَةً لَهُمْ لا عَذَاباً.

دعوتِ اسلام:- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تین سال تک راز دارانہ طور پر لوگوں کو (اسلام کی) دعوت دیتے رہے، تا آں کہ نبوت کے چوتھے سال آیت قرآنی "فَاصْدَعْ بِمَا تُؤمَرُ" نازل ہوئی، تو آپؐ نے کھلم کھلا دعوت وتبلیغ شروع کردی اور چند مردوں اور عورتوں نے آپؐ کی دعوت پر لبیک کہا، اور جب اہلِ مکہ نے وہ ساری باتیں سنیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفر وشرک پر مرنے والے ان کے آباء واجداد اور ان کے بتوں کے سلسلے میں کہیں، تو کفار کا غصہ آپؐ پر بھڑک اٹھا اور انھوں نے ابوطالب سے کہا: آپ ہمارے بڑے اور ہمارے سردار ہیں، تو آپ اپنے بھتیجے کی جانب سے اس کا انصاف فرمادیں اور انھیں یہ حکم دے دیں کہ وہ ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہنے اور ہمارے آباء واجداد کی مذمت کرنے سے باز آجائیں۔ چناں چہ ابوطالب نے آپ صلی اللہ سے گفتگو کی، آپؐ نے فرمایا: چچا جان! میں ان کو ایسے کلمے کی دعوت دیتا ہوں کہ پورا عرب ان کے سامنے جھک جائے گا اور اس کے ذریعے وہ عجم کے مالک ہوجائیں گے، ابوجہل نے کہا: وہ کون

سا کلمہ ہے؟ آپ کے والد بزرگوار کی قسم، ہم ضرور بالضرور آپ کی وہ بات بل کہ اُس جیسی دس باتیں مانیں گے۔ آپ نے فرمایا: ''لا الٰہ الا اللہ'' کہہ لو، تو وہ سب بھاگ گئے اور ناراض ہو گئے، تو ابو طالب نے کہا: بھتیجے! تمہاری قوم نے مجھ سے سہارا لیا ہے اور مجھے ایسا ایسا کہا ہے، سو تم میرے اور اپنے اوپر رحم کرو، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خیال کیا کہ چچا آپ کی مدد سے عاجز ہو گئے ہیں، تو آپؐ نے فرمایا: بخدا میں اس کام کو نہیں چھوڑ سکتا، پھر آپ کے آنسو نکل آیا اور رو پڑے اور رخ پھیر لیا، تو چچا نے آپ کو آواز دی، اور کہا: بھتیجے! جو بھی چاہو کرو اور جو جی میں آئے کہو، اُس وقت اہلِ عرب غصے میں آ گئے اور ہر قبیلہ اپنے قبیلے والے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا اور انھیں تکلیف پہنچائی اور آزمائش میں ڈالا۔

حبشہ کی طرف ہجرت:- تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں کے سلسلے میں ان کی ایذا رسانی بڑھ گئی تو کچھ لوگ پانچویں سال حبشہ کی طرف چلے گئے اور حبشہ کو بہتر گھر پایا (جب سنگ دل کافروں نے دیکھا کہ مسلمانوں کو اچھی پناہ گاہ مل گئی) تو قریش نے نجاشی (شاہِ حبشہ) کی خدمت میں تحفے بھیجے اور اس سے چغل خوری کی کہ یہ لوگ اُس دین کو چھوڑ بیٹھے ہیں جس پر ان کے آباء و اجداد قائم تھے، اور یہ نہ تو آپ کے دین میں داخل ہوئے ہیں اور نہ یہود کے دین میں، تو نجاشی نے ان کے پاس بلا بھیجا اور انھیں وہ ساری باتیں بتلائیں جو انھوں نے (سفیرانِ قریش نے) کہی تھیں، تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا (شاہِ حبشہ!) ہم انھیں کے دین پر تھے، لڑکیوں کو قتل کرتے، ننگے طواف کرتے اور پتھروں کو پوجتے تھے اور ان کے علاوہ دیگر برے اوصاف کا بھی تذکرہ کیا، تو اللہ رب العزت نے ہمارے پاس ایک رسول بھیجا جو ہمیں نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں، ہم نے ان کی اتباع کی تو انھوں نے ہمیں تکلیف پہنچائی، تو ہم ان کی ایذا رسانی کی وجہ سے پناہ گزیں ہو کر آپ کے ملک میں آ گئے ہیں (نجاشی یہ پُر اثر تقریر سن کر حیران رہ گیا اور کلام الٰہی سننے کی درخواست کی) چناں چہ نجاشی نے حضرت جعفرؓ سے سورہ کھیٰعصٓ کی کچھ آیات کی تلاوت سنی اور رو پڑا، اس کے ارکین سلطنت بھی رو پڑے اور نجاشی نے کہا: یہ کلام اور جو کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے ایک ہی منبعِ نور سے نکلے ہیں، اور وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا، پھر جب حضرت عمرؓ بھی مشرف بہ اسلام ہو گئے تو انھوں نے مسلمانوں کو کھلم کھلا دعوت پر آمادہ کیا، چناں چہ مسلمان نکلے اور ان کے آگے آگے حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے، بہ آوازِ بلند کلمۂ توحید پڑھ رہے تھے، اور (اس وقت) حضرت عمرؓ ... ان کی تعداد چالیس تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن صفا پہاڑی پر دعوت کا اعلان کیا، تو قریش آپ کی بات سننے کے لیے جمع ہو گئے، تو ابو جہل ملعون نے آپ کو زخمی کر دیا اور مشرکین نے بھی اس کے بعد آپؐ پر پتھر برسائے، تو ملائکہ اترے آپؐ سے یہ پیش کش کرنے کے لیے کہ انھیں ہلاک کر دیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم (میری جان اور میرے ماں باپ کی جان آپؐ پر قربان) نے اپنے چہرۂ انور سے آنسو پونچھتے ہوئے فرمایا: میں ان کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں نہ کہ باعثِ عذاب۔

لغات وترکیب

صَدَعَ بالحقِ يَصْدَعُ صَدْعاً (ف) حق بات کو کھلم کھلا بیان کرنا۔ لَبّٰى الدَّعْوَةَ يُلَبِّي تَلْبِيَةً (تفعیل) پکار پر لبیک کہنا۔ أوْثَانٌ، واحد، وَثَنٌ، بت۔ غَاظَ يَغِيظُ غَيْظاً (ض) ناراض ہونا۔غضب ناک ہونا۔ كَفَّ عَنِ الأمرِ يَكُفُّ كَفّاً (ن) کسی چیز سے باز رہنا۔ دَانَ لِاحدٍ يَدِينُ دِيناً (ض) کسی کے سامنے جھکنا۔ نَفَرَ يَنْفِرُ نَفراً (ض) بھاگنا، چلا جانا۔ أبْقٰى عَلٰى احدٍ يُبْقِي إبْقاءً (افعال) کسی پر رحم کرنا۔ اِسْتَعْبَرَ يَسْتَعْبِرُ اِسْتِعْباراً (استفعال) آنسو بہانا۔ وَشٰى إلٰى احدٍ يَشِي وَشْياً (ض) چغل خوری کرنا۔ عُرَاةٌ، واحد، عارٍ، ننگا، برہنہ بدن۔ عَرِيَ يَعْرىٰ عُرْياً (س) ننگا ہونا۔ رذائلُ، واحد، رَذِيْلَةٌ، گھٹیا، کمتر۔ اِلْتَجَأ يَلْتَجِأ اِلْتِجاءً (افتعال) پناہ لینا۔ أساقِفُ، واحد، أسْقُفٌ، پادری۔ شَجَّ يَشُجُّ شَجّاً (ن) زخمی کرنا۔

ولَمَّا سَمِعَ أهلُ مَكَّةَ مَا قَالَ النبيّ ، "ما" موصولہ ہے اور مابعد والا جملہ صلہ ہے اور صلے کی ضمیر محذوف ہے، أى ما قاله النبي. اور "اشتدّ غيظُ الكفّار"، لمّا کا جواب واقع ہے۔ اِفْعَلْ مَا أحْبَبْتَ أى ما أحْبَبْتَه، ما، موصولہ ہے۔ "ملتجئين" خَرَجْنَا کی ضمیر سے حال واقع ہے۔ يَعْرِضُونَ عَلَيْهِ "الملائكة" سے حال واقع ہے۔

تشریح

اعلانِ دعوت:- تین سال تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خفیہ اسلام کی دعوت دی، بہت سے لوگ اسلام لائے، تین سال بعد علانیہ دعوت کا حکم نازل ہوا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہِ صفا پر چڑھ کر قبائل کو پکارا، لوگ جمع ہوئے تو فرمایا: میں تمہارے واسطے دنیا وآخرت کی خیر لایا ہوں، تم "لا الٰہ الا اللہ" کہو کامیاب ہو جاؤ گے۔ آپؐ نے فرمایا: "میں تم کو خبر دیتا ہوں کہ اللہ کا عذاب قریب ہے اُس پر ایمان لے آؤ تا کہ عذابِ الٰہی سے بچ جاؤ" یہ سنتے ہی عام قریش ہنس پڑے، ابولہب نے کہا کہ: "تجھ پر ہلاکت ہو کیا تو نے اسی لیے ہم کو جمع کیا تھا" اس کے بعد مجمع منتشر ہو گیا اور اسی وقت سے آپؐ پر اور آپؐ کی قلیل جماعت پر عام مصائب کا نزول شروع ہو گیا، مگر آپ اپنی دعوت میں لگے رہے اور کفارِ مکہ کی تمام تر مخالفتوں کے باوجود لوگ حلقہ بگوشِ اسلام ہونے لگے، قریش اور کفار مکہ کے لیے یہ چیز نا قابلِ برداشت تھی، اس لیے قریش کا ایک وفد ابو طالب کی خدمت میں آیا، اس وفد سے پہلے بھی قریش عتبہ ابن ربیعہ کو اپنا پیغام دے کر ایک مرتبہ بھیج چکے تھے، مگر نا کام رہے، پھر دوبارہ وفد کی شکل میں پہنچے۔

ابو طالب کی خدمت میں قریش کا وفد:- جب عتبہ کی کوشش نا کام ثابت ہوئی تو عتبہ، شیبہ، ابوالبختری، اسود، ولید، ابوجہل وغیرہ اشخاص کا ایک وفد ابو طالب کی خدمت میں پہنچا اور شکایت کی کہ تمہارا بھتیجا ہمارے بتوں کو بُرا کہنے سے باز نہیں آنا چاہتا، تم اس کو سمجھاؤ اور اس حرکت سے باز رکھو۔ ابو طالب نے اس وفد کو معقول جواب دیئے اور ان کو توجہ دلائی کہ تم لوگ بھی ایذا رسانیوں میں حد سے بڑھے جاتے ہو۔ اُس روز تو یہ لوگ ابو طالب کے پاس سے اُٹھ کر چلے آئے؛ لیکن دوسرے روز مشورہ کر کے پھر پہنچے، اُن کے آنے پر ابو طالب نے آنحضرت صلعم کو اپنے مکان پر اُن کے

سامنے بلوایا اور آپ کے سامنے گفتگو شروع ہوگئی۔ قریش کے سرداروں نے وہی باتیں اس مجلس میں آپؐ کے سامنے پھر پیش کیں، جو اس سے پہلے عتبہ تنہا حاضر ہو کر پیش کر چکا تھا، انھوں نے کہا کہ اے محمد (صلعم) ہم نے آپ کو اس وقت بعض ضروری باتوں کے لیے بلوایا ہے، بخدا کوئی شخص اپنی قوم پر اتنی مشکلات نہیں لایا ہوگا، جس قدر مشکلات میں تم نے قوم کو مبتلا کر دیا ہے۔ اگر تم اپنے اس نئے دین کے ذریعہ مال و دولت جمع کرنا چاہتے ہو، تو ہم اتنا مال جمع کیے دیتے ہیں کہ کسی دوسرے کے پاس نہ نکلے۔ اگر شرف وعزت کی خواہش ہے تو ہم ابھی تم کو اپنا سردار تسلیم کیے لیتے ہیں۔ اگر حکومت وسلطنت کی خواہش ہے تو تم کو ملک عرب کا بادشاہ بنانے کے لیے تیار ہیں۔ اگر تم کو کوئی جن یا آسیب دکھائی دیتا ہے اور اُس کے اثر سے تم ایسی باتیں کرتے ہو تو ہم اپنے کاہنوں اور حکیموں کے ذریعہ علاج کرانے کو تیار ہیں۔ آپؐ نے یہ باتیں سن کر جواباً قرآن کریم کی چند آیات تلاوت فرمائیں اور کہا کہ: خدائے تعالیٰ نے مجھ کو تمہاری طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے۔ میں نے خدائے تعالیٰ کے احکام تم کو پہنچا دئے ہیں اگر تم میری تعلیمات کو قبول کرلو گے تو تمہارے لیے دین ودنیا کی بہتری کا موجب ہوگا۔ اگر انکار پر اصرار کرو گے تو میں خدائے تعالیٰ کے حکم کا انتظار کروں گا کہ تمہارے لیے کیا حکم صادر فرماتا ہے۔ یہ سن کر کفار نے کہا کہ اچھا اگر تم خدا کے رسول ہو تو ان پہاڑوں کو ملکِ عرب سے ہٹا دو اور ریگستان کو سرسبز بنا دو۔ ہمارے باپ دادا کو زندہ کر دو اور اُن میں قصی بن کلاب کو ضرور زندہ کرو۔ اگر قصی بن کلاب نے زندہ ہو کر تم کو سچا مان لیا اور تمہاری رسالت کو قبول کر لیا تو ہم بھی تم کو رسول تسلیم کر لیں گے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں ان کاموں کے لیے رسول نہیں بنایا گیا ہوں۔ میرا کام یہ ہے کہ تم کو خدائے تعالیٰ کے احکام پر جو مجھ پر نازل ہوتے ہیں، سنا دوں، اور اچھی طرح سمجھا دوں۔ میں اپنے اختیار سے خود کچھ نہیں کر سکتا۔ اس قسم کی باتیں ہونے کے بعد سردارانِ قریش ناراض اور برافروختہ ہو کر اُٹھے اور ابو طالب کو بھی مقابلہ اور مخالفت کے لیے چیلنج دے کر چل دئے۔ سردارانِ قریش کے چلے جانے پر ابو طالب نے آنحضرت صلعم سے کہا کہ بھتیجے میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور اپنے اندر قریش کے مقابلے کی طاقت نہیں پاتا۔ تم مجھے ایسی محنت میں مبتلا نہ کرو جو میری طاقت واستطاعت سے بڑھ کر ہو۔ مناسب یہ ہے کہ تم اپنے دین کا اعلان اور بتوں کی علانیہ برائیاں بیان کرنا ترک کر دو۔ آپؐ نے یہ سن کر فرمایا کہ چچا، اگر میرے داہنے ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دیں تب بھی میں اپنے کام سے باز نہیں رہ سکتا۔ ابو طالب کی باتوں سے آپ کو یہ شبہ گذرا کہ اب یہ میری حمایت سے دستبردار ہونا چاہتے ہیں۔ ابو طالب سردارانِ مکہ میں سب سے زیادہ عزت ووجاہت رکھتے اور قبیلۂ بنی ہاشم کے مسلمہ سردار سمجھے جاتے تھے۔ ان کی وجہ سے مخالفین حملہ کرتے ہوئے جھجکتے تھے اور ان کو خطرہ تھا کہ اگر بنو ہاشم سب کے سب آنحضرت صلعم کی امداد پر اٹھ کھڑے ہوئے تو معاملہ بہت ہی نازک ہو جائے گا، لہذا ابو طالب کی حمایت سے آنحضرت صلعم کو بہت کچھ تقویت حاصل تھی۔ اب یہ مایوسانہ باتیں سن کر آپ کا دل بھر آیا۔ پھر آپؐ یہ کہہ کر ابو طالب کے پاس سے چشم پر آب اُٹھے اور چل دئے کہ ''چچا! میں اپنے کام کو اُس وقت تک نہیں چھوڑوں گا

جب تک کہ خدا کا کام پورا نہ ہو جائے، یا یہی کام کرتے ہوئے میں ہلاک نہ ہو جاؤں۔'' ابو طالب پر اس کا بہت اثر ہوا اور انھوں نے آپ کو پھر واپس بلا کر کہا کہ اچھا تم ضرور اپنے کام میں مصروف رہو، جب تک میرے دم میں دم ہے، میں تمھاری حمایت سے باز نہ رہوں گا اور تم کو کبھی دشمنوں کے سپرد نہ کروں گا۔

حبشہ کی طرف ہجرت:- کفار قریش کو جب ان تمام کوششوں میں ناکامی ہوئی اور تبلیغ توحید کا سلسلہ برابر جاری رہا، تو ان کو اب فکر ہوئی، انھوں نے دیکھا کہ جس تحریک کو ہم بچوں کا کھیل سمجھ رہے تھے وہ اب نشو ونما پا کر اس قدر طاقتور ہوتی جاتی ہے کہ اس کا انسداد آسان کام نہیں رہا۔ انھوں نے اب متفقہ طور پر کمر باندھی۔ آنحضرت صلعم کو خانہ کعبہ کے اندر آنے سے روک دیا۔ شہر کے لڑکوں اور اوباشوں کو متعین کیا کہ جہاں کہیں آنحضرت صلعم یا مسلمانوں میں سے کسی کو دیکھیں تالیاں بجائیں، گالیاں دیں، راستوں اور گلی کوچوں میں چلنے پھرنے سے باز رکھیں۔ باہر سے آنے والے مسافروں کو آنحضرت صلعم سے نہ ملنے دیں اور جس طرح قابو چلے اور موقع ملے ستائیں۔ ضعیف مسلمانوں کو اب پورے جوش بڑے عزم وہمت کے ساتھ تنگ کرنا اور ستانا شروع کر دیا، یہاں تک کہ شہر مکہ کی سرزمین مسلمانوں کے لیے تنگ ہو گئی اور مسلمانوں کی زندگی وبال بن گئی۔ یہ حالت دیکھ کر آنحضرت صلعم نے مسلمانوں کو اجازت دی کہ ملکِ حبش میں (جہاں عیسائی حکومت تھی) چلے جاؤ، چنانچہ نبوت کے پانچویں سال رجب کے مہینہ میں گیارہ مرد اور چار عورتوں نے حبش کے ارادہ سے مکہ چھوڑا۔ یہ پندرہ آدمیوں کا مختصر قافلہ رات کے وقت چھپ کر مکہ سے نکلا۔ جدہ کی بندرگاہ پر اتفاقاً جہاز تیار مل گیا اور یہ لوگ جہاز میں سوار ہو کر ملکِ حبش میں پہنچ گئے۔ ان مہاجرین اولین میں قابلِ تذکرہ حضرات یہ تھے:

حضرت عثمان بن عفانؓ، ان کی بیوی رقیہ بنت رسول اللہ صلعم، حضرت حذیفہ بن عتبہؓ، حضرت عثمان بن مظعونؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ، حضرت زبیر بن العوامؓ، حضرت مصعب بن عمیرؓ، حضرت عامر بن ربیعہؓ، حضرت سہیل بن بیضاؓ۔

یہ لوگ عموماً قریش کے مشہور اور طاقتور قبائل سے تعلق رکھنے والے تھے، جو دلیل اس امر کی ہے کہ اب قریش کے مظالم صرف غلاموں اور ضعیفوں تک ہی محدود نہ تھے؛ بل کہ وہ ہر ایک مسلمان کو خواہ وہ کیسی ہی طاقتور قبیلہ کا آدمی کیوں نہ ہو نشانۂ مظالم بنانے میں متامل نہ تھے۔ نیز یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ کمزور اور بے کس لوگوں میں اتنی بھی استطاعت نہ تھی کہ سامان سفر ہی حاصل کر سکیں۔ کفار کو جب ان مسلمانوں کے ہجرت کرنے اور حبش کی طرف روانہ ہونے کا حال معلوم ہوا تو وہ تعاقب میں روانہ ہوئے؛ لیکن کفار کے پہنچنے سے پیشتر جہاز بندرگاہِ جدہ سے حبش کی طرف روانہ ہو چکا تھا، حبش میں پہنچ کر مسلمان اطمینان اور فراغت کے ساتھ رہنے لگے۔ ان کے بعد مسلمانوں نے یکے بعد دیگرے حبش کی طرف ہجرت کا سلسلہ جاری رکھا۔ حضرت جعفر بن ابو طالب بھی حبش میں اپنے مسلمان بھائیوں سے جا ملے۔ اب مسلمانوں کی تعداد ملکِ حبش میں تراسی تک پہنچ گئی تھی۔

مسلمانوں کو ملکِ حبش میں گئے ہوئے ابھی چند مہینے ہی گذرے تھے کہ وہاں انھوں نے یہ افواہ سُنی کہ قریشِ مکہ تمام مسلمان ہو گئے، یا اُن سے مصالحت ہو گئی۔ اور اب مسلمانوں کو مکہ میں کوئی خطرہ نہیں رہا ہے۔ اس خبر کو سن کر بعض مسلمان حبش سے مکہ کو واپس ہوئے اور بعض نے اس افواہ کی تصدیق اور قابلِ قبول ذریعہ سے خبر کے پہنچنے کا انتظار ضروری سمجھا۔ جو لوگ مکہ کو واپس آ گئے تھے انھوں نے مکہ کے قریب پہنچ کر سُنا کہ وہ افواہ غلط تھی۔ لہذا اُن میں سے بعض تو راستے ہی سے واپس حبش کی جانب چلے گئے اور بعض کسی بااثر اور طاقتور قریشی کی ضمانت حاصل کر کے مکہ میں واپس آ گئے۔ یہ لوگ مکہ میں آ کر اور مسلمانوں کو بھی اپنے ہمراہ۔ لے کر پھر حبش کی طرف روانہ ہو گئے۔ یہ حبش کی دوسری ہجرت کہلاتی ہے اب ملکِ حبش میں مسلمانوں کی تعداد ایک سو کے قریب پہنچ گئی۔

شاہِ حبش سے قریش کا مطالبہ:- کفار مکہ نے جب دیکھا کہ مکہ کے آدمی مسلمان ہو ہو کر حبش کی طرف چلے جاتے اور وہاں آرام سے زندگی بسر کرتے ہیں تو ان کو خطرہ پیدا ہوا کہ اس طرح تو ممکن کہ ہماری بڑی طاقت بتدریج اسلام میں تبدیل ہو کر باہر کسی مرکز میں جمع ہو اور ہم پر کوئی آفت باہر سے نازل ہو۔ لہذا انھوں نے مکہ میں آنحضرت صلعم اور ان کے ساتھیوں پر مظالم کو اور زیادہ کر دیا اور عمرو بن العاص وعبداللہ بن ربیعہ دو معزز شخصوں کو سفیر بنا کر نجاشی شاہ حبش کے دربار میں بھیجا۔ قریشِ مکہ اور نجاشی شاہِ حبش کے درمیان پہلے سے ایک تجارتی معاہدہ تھا اور اُسی کے موافق قریشِ مکہ کی ملک حبش کے ساتھ تجارت قائم تھی۔ ان دونوں سفیروں کو شاہِ حبش کے لیے نہایت گراں بہا تحفے اور ہدایا سپرد کئے گئے۔ نہ صرف شاہِ حبش بلکہ اُس کے درباریوں کے لیے بھی قیمتی تحفے دئے گئے۔ قریش کے اس وفد نے دربار حبش میں حاضر ہو کر یہ ہدایا پیش کئے، شاہِ حبش کے درباریوں کو اپنی طرف مائل ومتوجہ کیا۔ اور پھر یہ مطالبہ پیش کیا کہ ہمارے کچھ غلام باغی ہو کر آپ کے ملک میں آ گئے اور اپنا آبائی دین چھوڑ کر ایک نئے دین کے تابع ہو گئے ہیں، جو سب سے نرالا ہے۔ لہذا اُن غلاموں کو ہمارے حوالہ کیا جائے۔ بادشاہ نے اس درخواست کو سن کہا کہ میں پہلے تحقیق کر لوں پھر تمہاری درخواست پر غور کیا جائے گا۔ درباریوں نے بھی قریش کے ان سفیروں کی حمایت وتائید کی۔ مگر نجاشی نے مہاجر مسلمانوں کو اپنے دربار میں بلوایا اور کہا کہ وہ کون سا مذہب ہے، جو تم نے اختیار کیا ہے؟ مسلمانوں کی طرف سے حضرت جعفرؓ بن ابوطالب نے سب سے آگے بڑھ کر نجاشی کی خدمت میں اس طرح اپنی تقریر شروع کی:

جعفرؓ بن ابوطالب کی تقریر دل پذیر

''اے بادشاہ! ہم لوگ جاہل تھے، بُت پرست تھے، مردہ خور تھے، بدکار تھے، قطع رحمی اور پڑوسیوں سے بدمعاملگی کرتے تھے، ہم میں جو طاقتور ہوتا تھا وہ کمزور کا حق دبا لیتا تھا، یہاں تک کہ خدائے تعالیٰ نے ہم میں ایک رسول بھیجا جس کے حسب نسب اور صدق وامانت سے ہم سب واقف تھے۔ اُس نے ہم کو موحد بنا کر بت

پرستی سے روکا۔ راست گفتاری، امانت اور صلہ رحمی کا حکم دیا، ہمسایوں کے ساتھ نیک برتاؤ کی تعلیم دی۔ بدکاری، دروغ گوئی اور یتیموں کا مال کھانے سے منع کیا۔ قتل وغارت سے باز رکھا اور عبادتِ الٰہی کا حکم دیا۔ ہم اُس رسول پر ایمان لائے اور اس کی فرماں برداری کی۔ اس لیے ہماری قوم ہم سے ناراض ہوگئ۔ ہم کو انواع واقسام کی اذیتیں پہنچائیں۔ یہاں تک کہ ہم مجبور ہوکر اپنے وطن سے نکل آئے اور آپ کے ملک میں پناہ گزیں ہوئے۔ ہم کو یقین ہے کہ آپ کے ملک میں ہم کو ستایا نہ جائے گا۔"

نجاشی نے یہ تقریر سُن کر کہا کہ تمہارے رسول پر خدا کا جو کلام نازل ہوا ہے، اس میں سے کچھ سناؤ، چناں چہ حضرت جعفرؓ نے سورۂ مریم کی تلاوت شروع کی۔ قرآن کریم کی آیات سُن کر نجاشی اور تمام درباریوں کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ جب حضرت جعفرؓ سورۂ مریم کی ابتدائی آیات تلاوت فرما چکے تو نجاشی نے کہا: اس کلام میں وہی رنگ ہے، جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توریت میں ہے۔ یہ دونوں ایک سے ہی کلام معلوم ہوتے ہیں۔ قریش کے ایلچیوں نے کہا کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بھی مخالف ہیں۔ اس بات کے کہنے سے اُن کا یہ مدعا تھا کہ نجاشی شاہِ حبش جو عیسائی ہے، مسلمانوں سے ناراض ہوجائے گا۔ حضرت جعفر بن ابوطالب نے فوراً جواب دیا کہ ہرگز نہیں؛ بل کہ "هُوَ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ وَكَلِمَةٌ أَلْقَاهَا إِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِنْهُ" نجاشی نے کہا تمہارا یہ عقیدہ بالکل درست ہے۔ انجیل کا بھی یہی مفہوم ہے، نجاشی نے قریش کے ایلچیوں کو ناکام واپس کردیا اور کہہ دیا کہ میں ان لوگوں کو ہرگز تمہارے سپرد نہ کروں گا۔ ساتھ ہی نجاشی نے قریش کے تمام تحفے اور ہدایا واپس کردئے، جس سے اُن کی اور بھی تذلیل ہوئی۔ یہ واقعہ نبوت کے چھٹے سال کا ہے۔ قریش کو جب نجاشی کے دربار میں بھی ناکامی ہوئی تو اُن کی دشمنی مسلمانوں کے ساتھ اور بھی زیادہ بڑھ گئ۔

التَّقَاطُعُ فِي مَا بَيْنَ كُفَّارِ مَكَّةَ وَالْمُؤْمِنِيْنَ:— فَلَمَّا عَزَّ الإِسْلَامُ، وَقَوِيَ أَمْرُهُ وَعَرَفَتْ قُرَيْشٌ أَنْ لَا سَبِيْلَ إِلٰى مُحَمَّدٍ وَأَصْحَابِهِ تَعَاهَدُوْا بَعْدَ مَا كَتَبُوْا صَحِيْفَةَ الْعَهْدِ أَنْ لَا يُنَاكِحُوْا بَنِي هَاشِمٍ، وَلَا يُبَايِعُوْهُمْ وَعَلَّقُوا الصَّحِيْفَةَ عَلَى الْكَعْبَةِ، فَدَخَلَ أَبُوْطَالِبٍ وَبَنِي أَبِيْهِ وَمَنْ مَعَهُمُ الشِّعْبَ فَاٰذُوْهُمْ، وَقَطَعُوْا عَنْهُمُ الْمَارَّةَ مِنَ الْأَسْوَاقِ مَنَ الطَّعَامِ وَغَيْرِه فَبَقُوْا عَلٰى هٰذِهِ الْحَالَةِ ثَلَاثَ سِنِيْنَ، فَسَلَّطَ اللّٰهُ عَلَى الصَّحِيْفَةِ الْأَرْضَةَ، فَأَكَلَتْ كُلَّ اِسْمِ اللّٰهِ، وَبَقِيَ فِيْهَا الظُّلْمُ، وَأُوْحِيَ إِلَيْهِ بِذٰلِكَ، فَأَخْبَرَ بِهِ أَبَا طَالِبٍ فَأَخْبَرَهُمْ أَبُوْطَالِبٍ فَوَجَدُوْهَا كَذٰلِكَ، فَتَبَرَّأَ بَعْضُهُمْ مِنْهُ وَخَرَجُوْا مِنْ شِعْبِهِمْ.

مَوْتُ أَبِي طَالِبٍ وَخَدِيْجَةَ:— وَفِي السَّنَةِ الْعَاشِرَةِ مَاتَ أَبُوْطَالِبٍ عَلَى الْكُفْرِ، وَلَمَّا مَضٰى خَمْسَةُ أَشْهُرٍ، تُوُفِّيَتْ خَدِيْجَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، وَهِيَ بِنْتُ خَمْسٍ وَسِتِّيْنَ سَنَةً، فَاجْتَمَعَتْ عَلَيْهِ مُصِيْبَتَانِ، فَلَزِمَ بَيْتَه، وَنَالَ مِنْ قُرَيْشٍ، مَا لَمْ يَكُنْ يَنَالُ فَبَلَغَ أَبَا لَهَبٍ ذٰلِكَ،

فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! اِمْضِ لِمَا أَرَدْتَ، وَمَا كُنْتَ صَانِعاً، لَا يَصِلُونَ إِلَيْكَ، حَتّٰى أَمُوتَ، فَمَكَثَ أَيَّاماً، لَا يَتَعَرَّضُ لَهُ، فَقَالَ أَبُوجَهْلٍ يَزْعَمُ ابْنُ أَخِيْكَ أَنَّ عَبْدَ الْمُطَّلِبِ فِي النَّارِ فَقَالَ: وَاللّٰهِ! لَا بَرِحْتُ لَكَ عَدُوّاً فَاشْتَدَّ عَلَيْهِ هُوَ وَسَائِرُ قُرَيْشٍ.

اَلْإِسْرَاءُ وَالْبَيْعَةُ:— وَفِي الثَّانِيَةِ عَشْرَةَ تَشَرَّفَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْإِسْرَاءِ إِلَى السَّمٰوَاتِ الْعُلٰى، وَفِيْهَا كَانَتْ بَيْعَةُ الْعَقَبَةِ الْأُوْلٰى حَيْثُ قَدِمَ مِنَ الْأَنْصَارِ إِثْنَا عَشَرَ رَجُلاً، وَفِي الثَّالِثَةِ عَشَرَ كَانَتْ بَيْعَةُ الْعَقَبَةِ الثَّانِيَةِ فِي الْمَوْسِمِ، وَكَانَ سَبْعُونَ رَجُلاً وَامْرَأَتَانِ.

کفار مکہ اور مشرکین کے درمیان مقاطعہ

تو جب اسلام کا غلبہ ہوگیا اور اس کی حالت مضبوط ہوگئ اور قریش نے یہ جان لیا کہ محمد اور ان کے اصحاب کی جانب (عملِ دعوت کو روکنے کی) کوئی سبیل نہیں ہے، تو انھوں نے عہد نامہ تحریر کرنے کے بعد باہم معاہدہ کیا کہ نہ تو وہ بنوہاشم سے نکاح کریں گے اور نہ ہی اُن سے خرید وفروخت کا معاملہ کریں گے۔ اور اُس عہد نامے کو کعبہ (کی دیوار) پر آویزاں کردیا، تو ابوطالب، ان کا کنبہ اور اُن سے تعلق رکھنے والے سب گھاٹی میں داخل ہوگئے، تو کفار مکہ نے انھیں (وہاں بھی) تکلیف پہنچائی اور غلے وغیرہ کے سلسلے میں بازار کے تاجروں کو بھی ان سے قطع تعلق کردیا، چناں چہ وہ اسی حال پر تین سال رہے، پھر اللہ رب العزت نے اُس عہدنامے پر دیمک کو مسلط کردیا، چناں چہ اُس نے اللہ کے ہر نام کو (جو عہدنامے میں کسی بھی جگہ لکھے ہوئے تھے) کھالیا اور اس میں ظلم باقی رہا، اور اس سلسلے میں آپؐ کے پاس وحی بھی آگئ، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب کو اس کی اطلاع دی، تو لوگوں نے اسے اسی طرح پایا تو کچھ لوگ ابوطالب کے تئیں بری ہوگئے اور وہ سب کے سب اپنی گھاٹی سے نکل آئے۔

ابوطالب اور حضرت خدیجہ کی وفات

اور (نبوت کے) دسویں سال ابوطالب کفر پر دنیا سے رخصت ہوگئے، اور جب پانچ ماہ گذرے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا بھی پینسٹھ سال کی عمر میں انتقال ہوگیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر دو مصیبتیں آپڑیں جس کی وجہ سے آپؐ نے گھر کو لازم پکڑ لیا اور قریش کی جانب سے آپ کو وہ تکلیفیں پہنچیں جو اس سے پہلے نہیں پہنچی تھیں، پھر ابولہب کو اس کی اطلاع ہوئی تو اُس نے (قومی حمیت کا لحاظ رکھتے ہوئے) کہا: اے محمد! جو کچھ ارادہ ہو اور جو کچھ کرنا ہو کرو، میری زندگی تک وہ آپ کے پاس نہیں پہنچ سکتے؛ چناں چہ چند دن تک کسی نے آپ سے تعرض نہ کیا، پھر ابوجہل نے (ابولہب سے ایک دن) کہا، تیرے بھتیجے کا یہ دعویٰ ہے کہ عبدالمطلب جہنمی ہے، تو اس نے کہا: بخدا میں ہمیشہ کے لیے تمہارا دشمن ہوگیا، پھر ابوجہل اور تمام قریش نے آپؐ پر سختی کی۔

معراج اور بیعت

نبوت کے بارہویں سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلند وبالا آسمانوں پر تشریف لے جانے کا شرف حاصل ہوا اور اسی سال بیعتِ عقبہ اولیٰ ہوئی، جس وقت انصار کے بارہ افراد تشریف لائے اور تیرہویں سال موسم حج میں بیعتِ عقبہ ثانیہ ہوئی اور (اس بیعت میں) ستر مرد اور دو عورتیں تھیں۔

لغات وترکیب

تَقَاطَعَ یَتَقَاطَعُ تَقَاطُعاً (تفاعل) ایک دوسرے سے قطع تعلق کرنا۔ عَزَّ یَعِزُّ عِزّاً وَعِزَّةً (ض) غالب ہونا، قوی ہونا۔ نَاكَحَ یُنَاكِحُ مُنَاكَحَةً (مفاعلۃ) ایک دوسرے سے شادی کرنا۔ شِعْبٌ، ج، شِعَابٌ، گھاٹی۔ مَارَّةٌ، قافلہ۔ أَرَضَةٌ، ج. أَرَضٌ، دیمک۔ مضٰی یَمْضِی مُضِیّاً (ض) گذرنا۔ أَشْهُرٌ، واحد، شَهْرٌ، مہینہ۔ أَسْریٰ یُسْرِی إِسْرَاءً (افعال) رات میں چلنا۔

أن لا يناكحوا بنى هاشم۔ یہ جملہ بتاویلِ مصدر ہوکر "تعاهدوا" کا مفعول واقع ہے۔ ونال من قريش مالم يكن ينال میں "ما" موصولہ ہے اور مابعد والا جملہ صلہ ہے اور صلے کی ضمیر محذوف ہے۔ لا برحت فعل ناقص ہے۔ اور "عدوّا" خبر واقع ہے۔

تشریح قطع موالات:- حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسلمان ہونے سے قریش کو بڑا صدمہ پہنچا، ادھر مسلمان علانیہ خانۂ کعبہ میں نمازیں پڑھنے لگے۔ بہت سے مسلمان نجاشی کے ملک میں جا چکے تھے، جن پر قریش کا کوئی زور نہیں چلتا تھا۔ حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کی وجہ سے مکہ کے مسلمانوں پر بھی وہ بلا خطرہ ہاتھ نہیں ڈال سکتے تھے۔ ان حالات کو دیکھ کر نبوت کے ساتویں سال کی ابتدا یعنی ماہ محرم میں قریش نے ایک مجلس مشاورت منعقد کی۔ مسلمانوں کی روز افزوں جماعت کے خطرات سے قوم کو آگاہ کیا اور اس خطرہ واندیشہ سے محفوظ رہنے کی تدابیر پر غور کیا گیا۔ بالآخر یہ فیصلہ ہوا کہ بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب اگرچہ سب کے سب مسلمان نہیں ہوئے؛ لیکن وہ محمد (صلعم) کی حمایت اور رعایت سے باز نہیں آتے۔ لہٰذا اول ابوطالب سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ محمد (اپنے بھتیجے) کو ہمارے حوالہ کردیں۔ اگر وہ انکار کریں تو بنو ہاشم اور بنی عبد المطلب سے شادی بیاہ، میل ملاقات، سلام پیام سب ترک کردیا جائے۔ کوئی چیز ان کے ہاتھ فروخت نہ کی جائے۔ اور کھانے پینے کی کوئی چیز ان کے پاس نہ پہنچنے دی جائے اور اس سخت اذیت رساں مقاطعے کو اُس وقت تک جاری رکھا جائے جب تک کہ محمد (صلعم) کو ہمارے سپرد نہ کردیں۔

چناں چہ اس مقاطعے کے متعلق ایک عہد نامہ لکھا گیا، تمام رؤسائے قریش نے اس پر قسمیں کھائیں اور عہد نامہ پر دستخط کیے۔ یہ دستخط شدہ عہد نامہ خانۂ کعبہ میں لٹکا دیا گیا اور مقاطعہ شروع ہوگیا۔ ابوطالب تمام بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کو لے

کر مکے کے قریب ایک پہاڑی درّے میں جا کر محصور ہو گئے، جس قدر مسلمان تھے وہ بھی ان کے ساتھ اُسی درے میں جو شعبِ ابوطالب کے نام سے مشہور ہے چلے گئے۔ بنو ہاشم میں سے صرف ایک شخص ابولہب اس قید ونظر بندی سے آزاد رہا۔ وہ کفارِ قریش کے ساتھ تھا، غلہ وغیرہ جو کچھ بنو ہاشم اپنے ساتھ لے گئے تھے، وہ جلد ختم ہو گیا۔ اور اُن لوگوں کو کھانے پینے کی بڑی تکلیف ہونے لگی۔ درّے میں جانے کا صرف ایک تنگ راستہ تھا۔ کوئی شخص باہر نہیں نکل سکتا تھا۔

تین برس تک بنو ہاشم اور مکہ کے ان مسلمانوں نے بڑی بڑی تکلیفیں اور اذیتیں شعب ابوطالب میں برداشت کیں، جن کے تصور سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں، صرف ایامِ حج میں یہ محصور لوگ باہر نکلتے تھے اور عرب کے دستور کے موافق اُن ایام میں جوامنِ عام ہوتا تھا، اُس سے فائدہ اُٹھاتے اور اپنے کھانے پینے کا سامان خرید کر ذخیرہ کر لیتے تھے۔ انھیں ایام میں آنحضرت صلعم بھی باہر نکلتے اور باہر سے آئے ہوئے لوگوں میں تبلیغ اسلام کرتے تھے؛ لیکن قریش آپؐ کے ساتھ ساتھ لگے رہتے اور جہاں آپؐ جاتے لوگوں کو آپ کی باتیں سننے سے منع کرتے اور آپ کو دیوانہ اور جادوگر بتا کر آپؐ کی طرف کسی کو متوجہ نہ ہونے دیتے تھے۔ شعبِ ابوطالب کی سہ سالہ سختیوں کا تصور کرنے سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ قبیلوں کی حمیت اور خاندان ونسل کا پاس ولحاظ بھی ایک بڑی چیز ہے اور اسی نے بنو ہاشم کے اُن لوگوں کو جو مسلمان نہیں ہوئے تھے آنحضرت صلعم کا ساتھ دینے اور آپ کی مدد کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ ایک طرف بنی ہاشم کی حمیتِ خاندانی نے اُن کو آنحضرت صلعم کی حمایت پر مجبور کیا، دوسری طرف شعب ابوطالب کی قید ونظر بندی نے اُن کو آنحضرت صلعم کے اخلاق کا زیادہ مطالعہ کرنے زیادہ متاثر ہونے اور اسلام سے زیادہ واقف ہونے کا موقع دیا۔ اور اس نسلی امتیاز نے ان کو (بنی ہاشم کو) بجا طور پر مستحقِ تکریم بنا دیا۔ تین سال کی اس ظالمانہ قید اور بنی ہاشم کے مصائب نے بالآخر قریش کے بعض افراد کو متاثر کیا۔

بنی ہاشم کے چھوٹے چھوٹے بچوں کا بھوک کے مارے تڑپنا اور فاقہ زدہ والدین کے سامنے ان کی اولاد کا بلکنا ایسی چیزیں تھیں کہ قریشِ مکہ ان کا صحیح اندازہ کر سکتے تھے۔ زہیر بن امیہ بن مغیرہ نے بنی ہاشم کی مصیبت کو اس لیے سب سے پہلے محسوس کیا کہ ابوطالب اس کے ماموں تھے۔ زہیر نے اول مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف کو رشتہ داری کی طرف توجہ دلا کر عہد نامہ کے توڑنے پر آمادہ کیا۔ پھر ابوالبختری بن ہشام اور زمعہ بن الاسود کو اپنا ہم خیال بنا لیا۔ غرض مکہ میں کئی شخص جو بنو ہاشم سے .... قرابت داری رکھتے تھے۔ بنو ہاشم کو مظلوم سمجھ کر اس ظالمانہ عہد نامہ کی تنسیخ کے متعلق چرچا کرنے لگے، انھیں ایام میں آنحضرت صلعم نے ابوطالب سے کہا کہ: مجھ کو خدائے تعالیٰ کی طرف سے خبر دی گئی ہے کہ اُس عہد نامہ کی تمام تحریروں کو کیڑوں نے کھالیا، اس میں جہاں جہاں اللہ کا نام ہے، وہ بدستور لکھا ہوا ہے۔ لفظ اللہ کے سوا باقی تمام حروف غائب ہو چکے ہیں، یہ سن کر ابوطالب اپنی گھاٹی سے باہر نکلے، اور انھوں نے قریش سے کہا کہ مجھ کو محمد (صلعم) نے ایسی خبر دی ہے۔ تم عہد نامہ کو دیکھو، اگر یہ خبر صحیح ہے اور عہد نامہ کی تحریر معدوم ہو چکی ہے تو مقاطعہ ختم ہو جانا

چاہیے۔ چناں چہ اسی وقت قریش خانۂ کعبہ میں دوڑے ہوئے آئے، دیکھا تو دیمک نے تمام حروف چاٹ لیے تھے۔ جہاں جہاں لفظ اللہ لکھا ہوا تھا وہ البتہ بدستور موجود تھا۔ یہ دیکھ کر سب حیران و ششدر رہ گئے۔ اور اُسی وقت مقاطعے کے ختم ہونے کا اعلان کر دیا۔ بنو ہاشم اور تمام مسلمان شعب ابو طالب سے تین سال کے بعد نکلے اور مکہ میں آکر اپنے گھروں میں رہنے سہنے لگے۔ شعب ابو طالب میں مسلمانوں کو بھوک سے بیتاب ہو کر اکثر درختوں کے پتے کھانے پڑتے تھے، بعض بعض شخصوں کی حالت یہاں تک پہنچی کہ اگر کہیں سوکھا ہوا چمڑا مل گیا تو اُسی کو صاف اور نرم کر کے آگ پر رکھا اور بھون کر چبایا۔ حکیم بن حزام کبھی کبھی اپنے غلام کے ہاتھ اپنی پھوپھی حضرت خدیجہؓ کے لیے کچھ کھانا چھپا کر بھجوا دیا کرتے تھے، اس کا حال جب ایک مرتبہ ابوجہل کو معلوم ہوا تو اُس نے غلام سے کھانا چھین لیا اور زیادہ سختی سے نگرانی شروع کر دی۔

عام الحزن یعنی نبوت کا دسواں سال:- جب آنحضرت صلعم شعب ابی طالب سے نکلے ہیں تو نبوت کا دسواں سال شروع ہو چکا تھا، قیاس یہ چاہتا تھا کہ اب مسلمانوں کے ساتھ قریش کی طرف رعایت اور نرمی کا برتاؤ ہوگا۔ مگر نہیں مسلمانوں کی محنتیں اور آنحضرت صلعم کے مصائب اور بھی زیادہ بڑھ گئے اور جلد ہی ایسے حالات پیش آئے کہ اس سال کا نام ہی عام الحزن یعنی غموں کا سال مسلمانوں میں مشہور ہوا، رجب کے مہینے میں ابو طالب جن کی عمر اسی سال سے اوپر تھی بیمار ہو کر فوت ہوئے۔ ابو طالب کے فوت ہوتے ہی کفار مکہ یعنی دشمنانِ دین کی ہمتیں بڑھ گئیں۔ ابو طالب ہی ایک باا‌ثر اور بنی ہاشم کے ایسے سردار تھے جن کا سب لحاظ کرتے اور ڈرتے تھے۔ ان کے مرتے ہی بنی ہاشم کا رعب و اثر جو مکہ میں قائم تھا، باقی نہ رہا، قریش نے آنحضرت صلعم کو ستانے اور نقصان پہنچانے کے لیے میدان خالی پا کر آزادانہ اور بے باکانہ مظالم کا سلسلہ جاری کر دیا۔

ابو طالب کی وفات کے قریباً دو ماہ بعد رمضان ۱۰ھ نبوی میں حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا بھی انتقال ہو گیا۔ حضرت خدیجہؓ سے آپ کو بڑی محبت تھی۔ وہ آنحضرت صلعم کی تمام مصائب و تکلیف میں رفیق تھیں۔ سب سے پہلے وہی آپؐ پر ایمان لائی تھیں، انھوں نے ہمیشہ آپؐ کی ہمت بندھائی اور مصیبتوں میں آپ کو تسلی دی تھی۔ ابو طالب اور خدیجہؓ دونوں ایسے رفیق و ہمدرد تھے کہ ان کی وفات نے آنحضرت صلعم کو بہت ہی غمگین بنا دیا۔ اور ساتھ ہی قریش کی ایذا رسانیوں میں اضافہ ہونے لگا۔

معراج و اسرا

معراج کب ہوئی، اس میں دس اقوال ہیں، راجح یہ ہے کہ شب یکشنبہ ۲۷/ رجب ۱۱ھ نبوی ۹/ مارچ ۶۲۰ء میں ہوئی، اس شب میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ام ہانی بنت ابی طالب کے گھر آرام فرما رہے تھے، اچانک چھت شق ہوئی، جبرئیلؑ فرشتوں کے ساتھ آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حرم میں لے جا کر سینہ مبارک چاک کیا، ایمان و حکمت بھر کر پھر درست کیا، سفید براق پر سوار ہوئے، جبرئیل و میکائیلؑ ہمرکاب تھے، راستہ میں مدینہ طیبہ، وادی سینا، مدین اور بیت اللحم

جہاں حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوئے، چار جگہ نمازی پڑھی، پھر مسجد اقصیٰ میں دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھی، وہاں استقبال میں سارے انبیاء موجود تھے، سب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت میں نماز ادا کی، مسجد سے نکلے تو دودھ، شہد، پانی اور شراب کے پیالے پیش کئے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ لیا، جبرئیلؑ نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دینِ فطرت اختیار کیا۔ اگر شراب لیتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت گمراہ ہوجاتی، اگر پانی لیتے تو امت غرق ہوجاتی، یہ بھی مروی ہے کہ شہد سے بھی کچھ لیا، پھر آسمان پر تشریف لے گئے، پہلے آسمان پر حضرت آدمؑ سے ملاقات ہوئی، دوسرے پر حضرت یحیٰی وحضرت عیسیٰ سے، تیسرے پر حضرت یوسفؑ سے، چوتھے پر حضرت ادریسؑ سے، پانچویں پر حضرت ہارونؑ سے، چھٹے پر حضرت موسیٰ سے، اور ساتویں پر حضرت ابراہیمؑ سے جو بیت المعمور سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت المعمور میں نماز پڑھ کر سدرۃ المنتہیٰ پہنچے جو ساتویں آسمان پر ہے، وہاں بیری کا درخت ہے، وہیں جنت کی سیر کرائی گئی، پھر دوزخ دکھائی گئی، جبرئیل کو اصل صورت میں دیکھا، وہ آگے نہ بڑھ سکے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اوپر مقام صریف الاقلام پر پہنچے، فرشتوں کے لکھنے کی آوازیں سنیں، وہاں سے اوپر مقام دنا وحریم قرب میں پہنچے، خدا کا دیدار اور بلا واسطہ کلام کیا، پچاس نماز کا حکم ہوا، پھر تخفیف کر کے پانچ کردی گئیں، مگر ثواب میں پچاس کے برابر ہی رہیں، آسمان سے بیت المقدس میں اترے اور اسی براق سے مکہ میں آگئے، صبح کو معراج کا واقعہ بیان کیا، قریش نے تالیاں بجائیں، بیت المقدس کی علامتیں پوچھیں، خدا نے بیت المقدس سامنے کردیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری علامتیں بتادیں، راستہ کی علامت پوچھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک تجارتی قافلہ ملک شام سے آرہا ہے، اس کا ایک اونٹ گم ہوگیا تھا، قافلہ تین روز میں مکہ آئے گا۔ آگے خاکستری اونٹ ہوگا جس پر دو بورے لدے ہوں گے، ان سب علامتوں کے ساتھ قافلہ مکہ میں آیا، ولید بن مغیرہ نے کہا یہ جادو ہے، حضرت ابوبکرؓ نے سن کر فوراً تصدیق کی، اسی روز آپؓ کو صدیق کا لقب ملا۔

اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیداری میں اسی جسم اطہر کے ساتھ آسمانوں کی سیر کرائی، خدا کا دیدار قلب وبصر دونوں سے ہوا، یہی عقیدہ تمام صحابہؓ، تابعین اور سلفؒ کا ہے، بجز دو تین کے، سات صحابہؓ سے معراج کی روایتیں بخاری ومسلم میں ہیں، علامہ زرقانی نے ۴۵ صحابہؓ کے نام گنائے ہیں۔

بیعت عقبۂ اولیٰ:- ذوالحجہ ۱۲ نبوی، جون ۶۲۱ء میں اوس وخزرج کے بارہ آدمی حج کے لیے گئے، پانچ انھیں چھ میں سے سات ان کے علاوہ، ان بارہ نے اسی عقبہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہمراہ مصعب بن عمیرؓ اور عبداللہ بن ام مکتومؓ کو اسلام کی تعلیم کے لیے مدینہ بھیج دیا، حضرت مصعبؓ اسعد بن زرارہؓ رئیس مدینہ کے یہاں ٹھہرے جو مسلمانوں کو نماز پڑھاتے تھے، ان کی دعوت سے مدینہ کے ہر گھر میں اسلام پھیل گیا، حضرت مصعبؓ ہی کی تبلیغ سے اوس کے سردار اُسید بن حُضیرؓ اور سعد بن معاذؓ مسلمان ہوئے، اسی دن حضرت سعدؓ کی سعی سے قبیلہ بنو عبدالاشہل کے سارے مرد وعورت مسلمان ہوگئے۔

بیعت عقبۂ ثانیہ:- تیسرے سال ذوالحجہ ۱۳ نبوی، جون ۶۲۲ء میں حج کے لیے تہتر مرد دو عورتوں کا قافلہ لے کر مصعب بن عمیرؓ مکہ پہنچے، اہل مدینہ نے کہا تھا کہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ آنے کی دعوت دیں، یہ لوگ ۱۳/ ذوالحجہ ۱۳ نبوی کی شب میں منیٰ کی اسی گھاٹی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ بھی موجود تھے، انھوں نے کہا کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے ہیں، اگر تمہارے یہاں جائیں تو مرتے دم تک ان کی حفاظت کرسکو تو بہتر ورنہ ابھی جواب دے دو، انصارؓ نے منظور کرلیا، ابوالہیثم بن تیہان نے کہا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح ہو جائے، تو مکہ واپس نہ ہو جائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا: تم میرے میں تمہارا، پھر خوشی سے تہتر مرد اور دو عورتوں نے بیعت کی۔

اَلْهِجْرَةُ

وَفِي الرَّابِعَةِ عَشَرَ أَرَادَ أَبُو بَكْرٍ الْخُرُوجَ نَحْوَ الْحَبْشَةِ لِشِدَّةِ إِيْذَائِهِمْ حَتّٰى إِذَا بَلَغَ بَرْكَ الْغُمَادِ لَقِيَهُ ابْنُ الدَّغْنَةِ سَيِّدُ الْقَارَّةِ فَقَالَ: أَيْنَ تُرِيْدُ؟ قَالَ: أَخْرَجَنِي قَوْمِي، قَالَ: مِثْلُكَ لَا يُخْرِجُ، إِنَّكَ تَكْسِبُ الْمَعْدُومَ، فَأَنَا لَكَ، اِرْجِعْ، فَاعْبُدْ رَبَّكَ بِبَلَدِكَ، فَرَجَعَ فَطَافَ ابْنُ الدَّغْنَةِ فِي أَشْرَافِ قُرَيْشٍ طَالِبًا الأَمَانَ لَهُ، فَاشْتَرَطُوا أَن لَا يَسْتَعْلِنَ بِالْقُرانِ، فَإِنَّا نَخَافُ فِتْنَةَ نِسَائِنَا وَأَبْنَائِنَا، فَابْتَنٰى ابُو بَكْرٍ مَسْجِداً بِفِنَاءِ دَارِهِ وَكَانَ يَقْرأ، فَتَجْتَمِعُ عَلَيْهِ نِسَاؤهُمْ وَصِبْيَانُهُمْ يَعْجَبُونَ مِنْهُ، وَكَانَ بَكّاءًا إِذَا قَرأ، فَأَفْزَعَ رُؤَسَاءَ قُرَيْشٍ، فَقَالُوا لِابْنِ الدَّغْنَةِ: اِنَّ أَبَا بَكْرٍ خَالَفَ شَرْطَهُ فَمُرْهُ أَن يَمْضِيَ عَلَيْهِ أَوْ يَرُدَّ إِلَيْكَ ذِمَّتَكَ، فَبَلَّغَهُ ابْنُ الدُّغُنَّةِ قَوْلَهُمْ، فَقَالَ أَرُدُّ إِلَيْكَ جِوَارَكَ، وَأَرْضٰى بِجِوَارِ اللّٰهِ فَتَجَهَّزَ قِبَلَ الْمَدِيْنَةِ، فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلٰى رِسْلِكَ، فَإِنِّي أَرْجُو الإِذْنَ، فَحَبَسَ نَفْسَهُ وَعَلَفَ رَاحِلَتَيْنِ أَرْبَعَةَ اشْهُرٍ، فَلَمَّا رَاتْ قُرَيْشٌ أَنَّهُ صَارَتْ لَهُ شِيْعَةٌ وَأَصْحَابٌ بِغَيْرِ بَلَدِهِمْ وَأَصَابُوا مَنْعَةً، حَذِرُوا خُرُوجَهُ، وَعَرَفُوا عَزْمَهُ اللُّحُوقَ بِهِمْ، فَاجْتَمَعُوا فِي دَارِ النَّدْوَةِ يَتَشَاوَرُونَ فِي أَمْرِهِ، وَاجْتَمَعَ إِبْلِيْسُ فِي صُوْرَةِ شَيْخٍ نَجْدِيٍّ مَعَهُمْ، فَقَالَ بَعْضٌ مِنْهُمْ: قَدْ صَارَ مِنْ أَمْرِهِ مَا صَارَ، وَأَنَا لَا نَامَنُه إِلَّا أَن يَثِبَ عَلَيْنَا بِمَنْ قَدْ تَبِعَهُ، فَاحْبِسُوهُ فِي الْحَدِيْدِ وَتَرَبَّصُوا مَوْتَهُ، فَقَالَ الشَّيْخُ النَّجْدِيُّ: مَا هٰذَا بِرَأيٍ، فَإِنَّكُم إِنْ حَبَسْتُمُوهُ يَثِبُ أَصْحَابُهُ عَلَيْكُمْ وَيَنْتَزِعُونَ مِنْ أَيْدِيْكُمْ، فَقِيْلَ: نُخْرِجُهُ مِنْ بَلَدِنَا، وَنَنْفِيْهِ مِنْهُ، فَقَالَ النَّجْدِيُّ: أَلَمْ تَرَوْا حُسْنَ حَدِيْثِهِ وَغَلَبَتِهِ بِهِ عَلَى الْقُلُوبِ؟ فَإِنْ نَفَيْتُمْ يَحِلُّ عَلٰى حَيٍّ مِنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ، ثُمَّ يَسِيْرُ بِهِ عَلَيْكُمْ

حتّٰی یطأکُم، فقال أبو جهلٍ: نأخذُ من کلِّ قبیلةٍ رجُلاً فیقتلُونهُ ضربةَ رجُلٍ واحدٍ فیتفرّقُ دمُهُ فِي القبائلِ کُلِّها فلم یقدر بنُو عبدِ مُنافٍ علٰی حربِ قومِهم جمیعاً، فقال النَّجدِيُّ: القولُ ما قالَ هٰذا. فأُوحِي إلیهِ أن لا یبیتَ اللّیلةَ علٰی فِراشِهِ، فقال لِعلِيٍّ نم علٰی فِراشِي، واتَّشِح ببُردَتِي، فاجتمعُوا علٰی بابِهِ بالعتمةِ، فخرج صلَّی اللّٰهُ علیهِ وسلَّم وأخذ بحفنةٍ من تُرابٍ، ونثر علٰی رُؤسِهِم وهُو یقرأ "یٰسٓ (إلٰی) وجعلنا من بینِ أیدِیهِم" وانصرف حتّٰی لحِق بغارِ الثّورِ ولم یشعُرُوا حتّٰی أتاهُم آتٍ وقال: ما تنتظِرُون، فإنَّ مُحمَّداً قد خرج، وانطلق. فاطّلعُوا فرأوا علِیّاً علٰی فِراشِهِ فقالُوا: هٰذا مُحمَّدٌ نائمٌ، فلم یبرحُوا کذٰلِك، حتّٰی أصبحُوا، فقام علِيٌّ عنِ الفِراشِ، فضربُوه، وحبسُوهُ ساعةً ثُمّ ترکُوه، واقتصُّوا إثره، وکان ذٰلِك الخُرُوجُ لیلةَ الإثنینِ لِأربعٍ خلونَ من الرَّبیعِ الأوّلِ، ولحِقا (النّبِيُّ صلَّی اللّٰه علیهِ وسلَّم وأبو بکرٍ) بالغارِ. فلحِقهُما الکُفّارُ، ورأوا نسجَ العنکبُوتِ وبیضَ الحمامةِ علٰی فمِ الغارِ، فانصرفُوا فکانا فِیهِ ثلاثةَ أیّامٍ حتّٰی سکنَ النّاسُ ثُمّ قدِما إلی المدِینةِ، فتلقّاهُ النّاسُ، وتنازعُوا فِیمن ینزِلُ علیهِ، فقال أنزِلُ اللّیلةَ علٰی بنِي النّجّارِ أخوالِ بنِي عبدِ المُطّلِبِ لِأُکرِمَ بِهِ، فلمّا أصبح رکِب ناقتهُ، وأرخٰی لها الزِّمام فجعلت لا تمُرُّ بدارٍ من دُورِ الأنصارِ إلّا قالُوا: هلُمَّ یا رسُولَ اللّٰهِ! إلی العددِ والعُددِ، فیقُولُ: خلُّوا زِمامها فإنَّها مأمُورةٌ، حتّٰی انتهٰی إلٰی موضِعِ مسجِدِ الیومَ، فبرکت علٰی بابِهِ، وهُو یومئذٍ مِربدٌ لِغُلامینِ، فلم ینزِل عنها النّبِيُّ صلَّی اللّٰهُ علیهِ وسلَّم فوثبت، فسارت غیرَ بعِیدٍ ثُمَّ التفت خلفها ثُمّ رجعت إلٰی مبرکِها الأوّلِ فبرکت فِیهِ، ووضعت جِرانها، فنزل صلَّی اللّٰهُ علیهِ وسلَّم فاحتمل أبو أیُّوب رحلهُ، فوضعهُ فِي بیتِهِ، فأقام عِند أبِي أیُّوب حتّٰی ابتاع المِربد، فبنٰی مسجِداً ومساکِنهُ، فأقام فِي المدِینةِ إحدٰی عشرَ شهراً مُتهیِّأً لِلحرب.

ہجرت

۱۴ نبوی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کافروں کی سخت ایذا رسانی کی وجہ سے حبشہ کی جانب ہجرت کا ارادہ کیا، یہاں تک کہ جب مقام برک الغماد پر پہنچے تو قبیلۂ قارہ کے سردار ابن الدغنہ سے آپ کی ملاقات ہوئی، تو اس نے کہا: کہاں کا ارادہ ہے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری قوم نے مجھے نکال دیا ہے، اُس نے کہا: آپ جیسا شخص نہیں نکالا جاتا ہے، آپ نادار کی ضرورت پوری کرتے ہیں، میں آپ کا ضامن ہوں، آپ واپس چلیے اور اپنے شہر میں

پنے پروردگار کی عبادت کیجیے، تو حضرت صدیق اکبر لوٹ آئے، اور ابن الدغنہ نے حضرت ابوبکر صدیق کے لیے امان طلب کرنے کے لیے قریش کے شرفاء میں گشت کیا، تو انھوں نے شرط لگائی کہ ابوبکر بلند آواز سے قرآن نہ پڑھیں، کیوں کہ ہمیں اپنی عورتوں اور بچوں کے فتنے میں پڑنے کا اندیشہ ہے، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنائی، اور (وہیں آپ) قرآن کی تلاوت کرتے تھے، تو قریش کی عورتیں اور ان کے بچے جمع ہوجاتے، انھیں آپ کی تلاوت اچھی لگتی تھی۔ اور جب آپ تلاوت کرتے تو بہت روتے، تو اشراف قریش اس سے گھبرا گئے، اور انھوں نے ابن الدغنہ سے کہا کہ: ابوبکر آپ کے شرط کی مخالفت کررہے ہیں، تو آپ انھیں یہ حکم دے دیں کہ وہ اسی شرط پر قائم رہیں، یا آپ کو آپ کا عہد واپس کردیں تو ابن الدغنہ نے ان کی بات آپ تک پہنچادی، تو آپ نے فرمایا: میں تم کو تمہارا ذمہ واپس کرتا ہوں اور اللہ کی پناہ کو پسند کرتا ہوں، پھر حضرت صدیق اکبر نے مدینے کی طرف (جانے) کی تیاری کی، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: توقف کرو، کیوں کہ مجھے بھی اجازت کی امید ہے، چناں چہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رک گئے اور دو اونٹنیوں کو چار مہینہ چارہ کھلایا، تو جب قریش نے دیکھا کہ دوسرے شہر میں ان کا گروہ اور ان کے رفقاء ہوگئے ہیں اور انھیں طاقت حاصل ہوگئی ہے۔ تو انھیں ان کے نکلنے کا اندیشہ ہوا، اور انھوں نے اُن رفقا سے جاملنے کے آپ کے ارادے کو جان لیا۔ چناں چہ وہ لوگ آپ کے معاملے میں مشورہ کرنے کے لیے دارالندوہ میں جمع ہوئے اور ابلیس بھی ان کے ساتھ ایک نجدی شیخ کی صورت میں آگیا، تو اُن میں سے ایک شخص نے کہا کہ: محمدؐ کا معاملہ جو کچھ ہوا بہت ہوگیا، اور ہم اُس سے مامون نہیں ہیں کہ وہ اپنے متبعین کے ساتھ ہم پر حملہ آور ہوجائے اس لیے اسے لوہے میں جکڑ دو اور اس کی موت کا انتظار کرو، تو نجدی شیخ نے کہا: یہ کوئی درست رائے نہیں؛ کیوں کہ اگر تم اسے قید کردو گے، تو اس کے ساتھی تم پر کود پڑیں گے اور اس کو تمہارے ہاتھ سے چھڑالیں گے۔ تو کہا گیا: ہم اس کو اپنے شہر سے نکال دیں گے اور اسے شہر سے جلاوطن کردیں گے، تو نجدی نے کہا: کیا تم نے اس کی شیریں زبانی اور اس کے ذریعہ قلوب پر غلبہ یابی کو نہیں دیکھا؟ تو اگر تم اسے جلاوطن کردو گے تو عرب کے کسی نہ کسی محلے میں قیام پذیر ہوگا، پھر وہ اُس قبیلے کے ساتھ تم پر حملہ آور ہوگا یہاں تک کہ تمہیں پیس ڈالے گا، تو ابوجہل نے کہا: ہم ہر قبیلے سے ایک شخص کو لیں گے، تو وہ سب مل کر اسے ایک شخص پر وار کرنے کی طرح مار ڈالیں گے، جس کے نتیجے میں اس کا خون تمام قبیلوں میں متفرق ہوجائے گا اور بنو عبد مناف تمام قبیلوں پر چڑھائی کرنے کی طاقت نہیں رکھیں گے، تو نجدی نے کہا: صحیح بات وہ ہے جو انھوں نے کہی (یہی رائے معتبر مانی گئی اور آپؐ کے قتل کا منصوبہ تیار ہوگیا) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آگئی کہ آپ اپنے بستر پر رات نہ گذاریں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: آپ میرے بستر پر سوجائیں اور میری چادر اوڑھ لیں، اور کفار مکہ شام ہی سے آپ کے دروازے پر جمع ہوگئے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ یسین کی آیات ''وجعلنا من بين أيديهم الخ'' تک پڑھتے ہوئے اور ایک مٹھی مٹی لے کر ان کے سروں پر پھینکتے ہوئے نکل گئے، اور چلتے رہے یہاں تک کہ غار ثور تک جا پہنچے، اور انھیں احساس تک

نہ ہوا، یہاں تک کہ ایک آنے والا ان کے پاس آیا اور کہا: تم کس کا انتظار کر رہے ہو؟ محمدؐ تو نکل کر چلے گئے، تو وہ (بستر کی جانب) متوجہ ہوئے، پھر انھوں نے آپؐ کے بستر پر حضرت علی کو دیکھا تو کہا: یہ محمدؐ سو رہے ہیں، تو وہ اسی طرح رہے، یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بستر سے اٹھے تو کافروں نے انھیں مارا، تھوڑی دیر انھیں قید رکھا پھر چھوڑ دیا، اور آپؐ کے نشانِ قدم پر آپؐ کی تلاش میں چلے، اور یہ نکلنا پیر کی رات ۴/ ربیع الاول کو ہوا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غار پر پہنچ گئے تو کفار بھی (نشاناتِ قدم پر تلاش کرتے ہوئے) ان دونوں تک پہنچ گئے (مگر ان کی نگاہ دونوں میں سے کسی پر نہ پڑسکی) اور انھوں نے غار کے منہ پر مکڑی کا جالا اور کبوتر کے انڈے کو دیکھا تو وہ لوٹ گئے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تین دن تک اسی غار میں رہے، یہاں تک کہ لوگ ٹھنڈے پڑ گئے، پھر دونوں حضرات مدینے آگئے تو لوگوں نے آپ سے ملاقات کی اور باہم اختلاف کرنے لگے کہ کس کے یہاں آپ قیام فرمائیں گے۔ تو آپؐ نے فرمایا: آج رات میں بنو عبد المطلب کے ماموں بنو نجار کے یہاں قیام کروں گا۔ (بنو نجار سے آپ کا ننھیالی تعلق تھا) تاکہ میں ان کی تعظیم کروں، پھر جب صبح ہوئی تو آپؐ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور اس کی باگ ڈھیلی کردی، تو وہ اونٹنی انصار کے گھروں کے پاس سے گذرتی تو وہ یہی کہتے تشریف لایئے اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! افراد اور ساز وسامان سب کچھ مہیا ہے، تو آپ فرماتے: اس کی نکیل چھوڑ دو، کیوں کہ یہ مامور ہے، یہاں تک کہ آپ اس جگہ پہنچ گئے جہاں آج مسجد ہے، تو وہ اونٹنی مسجد کے دروازے (کی جگہ) پر بیٹھ گئی اور وہ جگہ ان دنوں دو بچوں کے جانور باندھنے کی جگہ تھی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں اونٹنی سے نہیں اترے، تو وہ اونٹنی اٹھی اور تھوڑی دور چلی، پھر اپنے پیچھے مڑی اور اپنے پہلے بیٹھنے کی جگہ واپس آگئی اور وہیں بیٹھ گئی اور اپنی گردن (زمین پر) رکھ دی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اترے، اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے آپ کا کجاوہ اتار کر اپنے گھر میں رکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوایوبؓ کے یہاں قیام پذیر رہے، یہاں تک کہ آپؐ نے اُس مربد کو خریدا اور مسجد اور اپنے گھر کی تعمیر کی، پھر آپؐ مدینے میں جنگ کی تیاری کرتے ہوئے گیارہ مہینے مقیم رہے۔

لغات وترکیب

بَرك الغِماد ایک مقام ہے، **قَارَةٌ**، ایک قبیلہ تھا جس کا ہر فرد تیر انداز تھا۔ **كَسَبَ يَكْسِبُ كَسْباً** (ض) مال حاصل کرنا، کمائی کرنا۔ **مَعْدُومٌ**، نادار، جس کے پاس کچھ نہ ہو، **عَدِمَ يَعْدَمُ عَدَماً** (س) معدوم ہونا، ناپید ہونا۔ **اِسْتَعْلَنَ يَسْتَعْلِنُ اِسْتِعْلَاناً** (استفعال) ظاہر کرنے کے درپے ہونا۔ **أَفْزَعَ يُفْزِعُ إِفْزَاعاً** (افعال) گھبراہٹ میں مبتلا کرنا۔ **ذِمَّةٌ**، ج، **ذِمَمٌ**، امان، عہد، ذمے داری۔ **تَجَهَّزَ يَتَجَهَّزُ تَجَهُّزاً** (تفعل) تیار ہونا۔ **مَنْعَةٌ**، طاقت قوت۔ **عَلَفَ الدَّابَّةَ يَعْلِفُ عَلْفاً** (ض) چوپایوں کو چارہ دینا۔ **شِيعَةٌ**، ج، **شِيَعٌ**، جماعت، گروہ، پیروکار۔ **تَرَبَّصَ يَتَرَبَّصُ تَرَبُّصاً** (تفعل) انتظار کرنا۔ **نَفَى يَنْفِي نَفْياً** (ض) جلاوطن کرنا۔ **حَلَّ عَلَى أَحَدٍ يَحِلُّ حُلُولاً** (ض) کسی

کے پاس اترنا، آنا۔ ٹھہرنا۔ حيٌّ، ج، أحياء، قبیلہ۔ اتَّشحَ بالثَّوبِ يَتَّشِحُ اِتِّشاحاً (افتعال) کپڑا پہننا۔ بُرْدَةٌ، ج، بُرَدٌ، دھاری دار کپڑا۔ عَتَمَةٌ، رات کی پہلی تہائی، رات کی تاریکی۔ اِقْتَصَّ الاثَرَ يَقْتَصُّ اِقْتِصاصاً (افتعال) نقش قدم پر چلنا، تابعداری کرنا۔ نَسَجَ العَنْكَبُوتُ يَنْسُجُ نَسْجاً (ن) مکڑی کا جالا تننا۔ عَنْكَبُوتٌ، ج، عناكبُ وعَنْكَبُوتاتٌ، مکڑی، ارخى الحبلَ يُرخي إرخاءً (افعال) رسی ڈھیلی کرنا۔ بَرَكَ البعيرُ يَبْرُكُ بُروكاً (ن) بیٹھنا۔ مِرْبَدٌ، ج، مَرابِدُ، اونٹ وغیرہ کا باڑہ۔ جِرانٌ، ج، جُرُنٌ و أَجْرِنَةٌ، اونٹ کی گردن کا اگلا حصہ۔

أنا لَكَ أی أنا كفيلٌ لكَ، "لَكَ" كفيلٌ سے متعلق ہوکر "أنا" مبتدا کی خبر ہے۔ طَلَبا للأمان، مفعول لہ کی وجہ سے منصوب ہے۔ يَتَشاوَرُونَ فِي أمرِهِ، جملہ "اجتمعوا" کی ضمیر سے حال واقع ہے۔ ما هٰذا برأيٍ، ما مشابہ بلیس، هٰذا اس کا اسم ہے اور "برأي" خبر واقع ہے۔ يحِلُّ عَلٰى حيّ مِنْ أحْيَاءِ العرب، یہ جملہ "اِن نفيتم" کی جزا واقع ہے۔ وَهُوَ يَقرأ يس، یہ جملہ "خرج" کی ضمیر سے حال ہے۔

تشریح **مدینہ کی طرف ہجرت کا اذن عام:-** عقبۂ ثانیہ کی بیعت کے بعد قریش کے مظالم نے مسلمانوں کے لیے مکہ کی رہائش غیر ممکن بنادی تھی، جس کا اندازہ کرنے کے لیے ذیل کا واقعہ کافی ہے۔ آنحضرت صلعم نے مظالم قریش کو حد سے متجاوز دیکھ کر تمام مسلمانوں کو جو مکہ میں موجود تھے، اجازت دے دی کہ اپنی جان بچانے کے لیے مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ چلے جائیں، لوگ یہ حکم پاتے ہی اپنے گھروں کو خالی چھوڑ چھوڑ کر عزیزوں، رشتہ داروں سے جدا ہو کر مدینہ کی طرف جانے لگے۔

اسی سال حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی مظالم قریش سے تنگ آ کر ہجرت کا ارادہ کیا۔ اور مکہ سے نکلے، راستہ میں چار منزل کے فاصلہ پر برک الغماد کے پاس قبیلۂ قارہ کے سردار ابن الدغنہ سے اُن کی ملاقات ہوئی، ابن الدغنہ نے پوچھا کہاں جاتے ہو؟ حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ مجھے میری قوم نے اس قدر ستایا ہے کہ میں نے اب ارادہ کیا ہے کہ مکہ سے نکل کر کسی دوسری جگہ جا کر رہوں اور اپنے رب کی عبادت کروں۔ ابن الدغنہ نے کہا کہ آپ تو ایسے شخص ہیں نہ آپ کو خود مکہ سے نکلنا چاہئے نہ آپ کی قوم کو یہ گوارا ہونا چاہیے کہ آپ مکہ سے نکلیں۔ میں آپ کو پناہ میں لیتا ہوں۔ آپ واپس چلئے اور مکہ ہی میں اپنے رب کی عبادت کیجئے۔ چناں چہ حضرت ابوبکر صدیقؓ مکہ میں واپس آئے۔ ابن الدغنہ نے رؤسائے قریش کو جمع کر کے بہت شرمندہ کیا اور کہا کہ تم ایسی نیک صفات والے شخص کو نکالتے ہو جس کا وجود کسی قوم کے لیے موجب فخر ہوسکتا ہے، حضرت ابوبکرؓ نے اپنے مکان کے آنگن میں ایک چھوٹا سا چبوترہ بطور مسجد بنالیا۔ وہیں قرآن شریف پڑھا کرتے اور عبادتِ الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ اُن کی قرآن خوانی کی آواز کا اثر محلہ کی عورتوں اور بچوں پر بہت ہوتا تھا۔ قریش کو یہ بھی گوارا نہ ہوا اور ابن الدغنہ نے منع کیا تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: میں تمہاری پناہ سے نکلتا ہوں اور اپنے خدا کی پناہ کو کافی سمجھتا ہوں، مگر قرآن خوانی کو ترک نہیں کرسکتا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کو اپنا

رفیق سفر بنانے کے لیے روک لیا۔ کیوں کہ آپؐ اس وقت تک ہجرت کے سلسلے میں حکمِ خداوندی کے منتظر تھے، اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی آپ کے حکم اور اجازت کی بنا پر رکے ہوئے تھے، اِن کے علاوہ دیگر بہت سے مسلمان ہجرت کر کے مدینہ جا چکے تھے۔

دار الندوہ میں قبائل قریش کا جلسۂ مشورہ:- قریش نے جب دیکھا کہ مسلمان ایک ایک کر کے سب نکل گئے اور مدینہ میں معقول تعداد مسلمانوں کی فراہم ومہیا ہو چکی تھی، جس کی طاقت اور خطرہ سے انکار نہیں کیا جا سکتا، تو ان کو اپنے مستقبل کی فکر پیدا ہوئی اور اُن کو نمایاں طور پر نظر آنے لگا کہ ہماری عزت اور حیات کی حفاظت اسی پر منحصر ہے کہ اسلام کا استیصال کلی طور پر کر دیا جائے، چوں کہ مکہ سے آنحضرت صلعم کی جماعت کے قریباً سب لوگ جا چکے تھے اور آپ تنہا رہ گئے تھے، لہٰذا ان کے لیے اس فیصلہ پر پہنچنا بہت ہی آسان تھا کہ اس سے دین کے بانی کا خاتمہ کر دینا نہایت ضروری ہے اور اس کام میں غفلت کرنا خطرے سے خالی نہیں؛ کیوں کہ اگر محمد صلعم بھی مکہ سے نکل گئے اور مدینہ میں اپنی جماعت سے جا ملے تو پھر اس نئے مذہب کے خطرہ کا مقابلہ کرنا بہت دشوار ہوگا۔ یہ خیالات قریش کے ہر شخص کی زبان سے اور ہر شخص کے دماغ میں پیدا ہوتے تھے۔ حتیٰ کہ مکہ کی فضا میں ان خونی خیالات نے تمام قبائل کا احاطہ کر لیا۔ اور بالآخر ماہِ صفر کی آخری تاریخوں میں نبوت کے چودہویں سال بنو ہاشم کے سوا تمام قبائل قریش کے بڑے بڑے سردار دار الندوہ میں اسی مسئلہ پر غور وخوض کے لیے جمع ہوئے۔ اس اجلاس میں قریش کے مشہور اور قابلِ تذکرہ سردار یہ تھے:

ابو جہل بن ہشام (قبیلہ بنو مخزوم سے) بیہ ومنبیہ پسران حجاج (قبیلہ بنو سہم سے) امیہ بن خلف (بنو جمح سے) ابو البختری بن ہشام، زمعہ بن اسود، حکیم بن حزام (قبیلہ بنو الاسد سے) نضر بن حارث (قبیلہ بنو عبد الدار سے) عقبہ، شیبہ پسران ربیعہ، ابو سفیان بن حرب (قبیلۂ بنو امیہ سے) طعیمہ بن عدی، جبیر بن مطعم، حارث بن عامر (قبیلہ بنو نوفل سے) ان قابلِ تذکرہ لوگوں کے علاوہ اور بھی بہت سے سردار اس مجلس میں شریک تھے، ایک بہت تجربہ کار بوڑھا شیطان نجد کا باشندہ بھی اس اجلاس میں شریک ہوا۔ یہی شیخ نجد اس اجلاس کا پریسیڈنٹ بھی تھا۔ اس پر تو سب کا اتفاق تھا کہ آنحضرت صلعم کی ذات مبارک ہی تمام خطرات پیش آئندہ کا مرکز ومنبع ہے، لہٰذا زیر بحث مسئلہ یہ تھا کہ آپ کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے۔ ایک شخص نے کہا: محمدؐ کو پکڑ کر زنجیروں سے جکڑ دو اور ایک کوٹھری میں بند کر دو۔ کہ وہیں جسمانی اذیت اور بھوک پیاس کی تکلیف سے ہلاک ہو جائے۔ شیخ نجدی نے کہا: یہ رائے اچھی نہیں؛ کیوں کہ اس کے رشتہ دار اور پیرو سن کر اُس کے چھڑانے کی کوشش کریں گے اور فساد بڑھ جائے گا۔ دوسرے شخص نے اپنی رائے اس طرح بیان کی کہ محمد کو مکہ سے جلا وطن کر دو اور پھر مکہ میں داخل نہ ہونے دو۔ اس رائے کو بھی شیخ نجدی نے بہ دلائل رد کر دیا۔ غرض اسی طرح جلسہ میں تھوڑی دیر تک بھانت بھانت کے جانور بولتے رہے اور شیخ نجدی ہر ایک رائے کا غلط اور نامناسب ہونا ثابت کرتا رہا، بالآخر ابو جہل بولا، میری رائے یہ ہے کہ ہر ایک قبیلہ سے ایک ایک شمشیر زن انتخاب کیا جائے، یہ تمام لوگ بیک وقت چاروں طرف سے محمد (صلعم) کو گھیر

کرایک ساتھ وار کریں۔ اس طرح قتل کا فعل انجام پذیر ہوگا تو محمد (صلعم) کا خون تمام قبائل پر تقسیم ہو جائے گا۔ بنو ہاشم تمام قبائل قریش کا مقابلہ نہیں کر سکتے، لہذا وہ بجائے قصاص دیت قبول کریں گے اور دیت بڑی آسانی سے سب مل کر ادا کر دیں گے۔ ابو جہل کی اس رائے کو شیخ نجدی نے بہت پسند کیا اور تمام جلسہ نے اتفاق رائے سے اس ریزولیشن کو پاس کیا اِدھر دار الندوہ میں یہ مشورہ ہو رہا تھا۔ اُدھر آنحضرت صلعم کو خدائے تعالیٰ نے بذریعہ وحی کفار کے تمام مشوروں کی اطلاع دی، اور ہجرت کا حکم نازل فرمایا۔

تہیہ سفر:- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدائے تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کا حکم مل گیا تو آپ ٹھیک دوپہر کے وقت جب کہ سب لوگ اپنے اپنے گھروں میں موسم گرما کی دھوپ اور لو سے پناہ لینے کے لیے پوشیدہ ہوتے اور راستے آنے جانے والوں سے خالی ہوتے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ کے مکان پر پہنچے۔ چوں کہ خلافِ معمول دوپہر کے وقت تشریف لے گئے، لہٰذا حضرت ابو بکر صدیقؓ کو فوراً شبہ ہوا کہ ضرور ہجرت کا حکم نازل ہو گیا ہے۔ آپؐ نے اول یہ دریافت فرمایا کہ گھر میں کوئی غیر آدمی تو نہیں ہے۔ جب اطمینان ہوا کہ حضرت ابو بکرؓ اور ان کی دونوں بیٹیوں اسماءؓ و عائشہؓ کے سوا اور کوئی نہیں ہے، تو آپؐ نے فرمایا کہ یثرب (مدینہ) کی طرف ہجرت کا حکم نازل ہو گیا ہے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے دریافت کیا کہ رفیق سفر کون ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا کہ تم میرے رفیق سفر ہو گے۔ یہ سن کر جوشِ مسرت سے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے۔ انھوں نے فرمایا کہ یا رسول اللہ! میں نے اونٹنیاں پہلے ہی خرید کر اور خوب کھلا پلا کر موٹی تازی کر رکھی ہیں، ان میں سے ایک آپ کی نذر کرتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: میں اس اونٹنی کو قیمتاً لوں گا۔ چناں چہ آپؐ نے اس کی قیمت ادا فرمائی اور حضرت ابو بکرؓ کو وہ قیمت لینی پڑی، اُسی وقت سے ہجرت کی تیاری شروع ہوگئی، حضرت اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ عنہا نے ستو کے تھیلے اور کھانے وغیرہ کا سامان درست کیا۔ حضرت عائشہؓ کی عمر اس وقت چھوٹی تھی۔ آپؐ اُسی وقت حضرت ابو بکرؓ کو اطلاع دے کر اپنے مکان پر واپس تشریف لے آئے، اب جو آنے والی رات تھی، اُسی رات میں مشرکوں کا ارادہ تھا کہ آپؐ کو گزشتہ شب کی قرارداد کے موافق قتل کیا جائے، چناں چہ انھوں نے شام ہی سے آکر آپؐ کے مکان کا محاصرہ کر لیا اور اس انتظار میں رہے کہ جب آپؐ رات کے وقت نماز پڑھنے کے ارادہ سے باہر نکلیں تو آپؐ پر یک لخت حملہ آور ہوں گے۔ آپؐ نے وحی الٰہی کے موافق حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنے بستر پر سلا دیا۔ اور اپنی چادر اُن پر ڈال دی۔ امانتیں جو اہل مکہ کی آپؐ کے پاس تھیں، وہ بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سپرد کر کے سمجھا دیا کہ صبح اُٹھ کر یہ امانتیں ان کے مالکوں کے پاس پہنچا دینا۔ اس کے بعد تم بھی، طرف آجانا۔ یہ سب کام کر کے رات کی تاریکی میں آپ گھر سے نکلے، اول آپ نے سورہ یٰسین کی ابتدائی آیات فَهُم لَا يُبْصِرُونَ تک پڑھ کر ایک مٹھی خاک پر دم کر کے اُن کفار کی طرف پھینک دی اور صاف نکلے ہوئے چلے آئے، کفار میں سے کسی کو بھی نظر نہ آئے: وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللّٰه

وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ. حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دونوں اونٹنیاں عبداللہ بن اریقط کو جو کافر مگر بھروسہ کا آدمی تھا، سپرد کردی تھیں۔ اور معقول اجرت بھی مدینہ بھر کی رہبری کے لیے ٹھہرائی تھی۔

آنحضرت صلعم اپنے مکان سے نکل کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر تشریف لائے، حضرت ابوبکرؓ آپؐ کے منتظر تھے، اُسی وقت دونوں روانہ ہوگئے اور مکہ کی نشیبی سمت چار میل کے فاصلہ پر کوہ ثور کے ایک غار میں جو غارِ ثور کے نام سے مشہور ہے، چھپ کر بیٹھ رہے۔ ادھر مکہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ رات بھر آپؐ کے بستر پر استراحت فرماتے رہے۔ کفار مکہ بھی رات بھر مکان کا محاصرہ کیے ہوئے کھڑے رہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بستر پر سوتا ہوا دیکھ کر آپ کا گمان کرتے اور آپؐ کے اُٹھ کر باہر تشریف لانے کا انتظار کرتے رہے۔ جب نمازِ فجر کے لیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ خواب سے بیدار ہو کر اُٹھے تو کفار نے پوچھا کہ محمد کہاں ہیں؟ حضرت علیؓ نے کہا کہ مجھ کو کیا خبر؟ خبر تو تم کو ہونی چاہیے کہ تم پہرے پر تھے، میں تو رات بھر سوتا رہا ہوں۔ کفار نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پکڑ لیا۔ ان کو مارا اور تھوڑی دیر تک گرفتار رکھا پھر چھوڑ دیا۔ حضرت علیؓ نے اطمینان سے تمام امانتیں اُن کے مالکوں کو پہنچائیں۔

اس جگہ یہ بات خاص طور پر توجہ کے قابل ہے کہ کفار آپ کی جان کے درپے تھے، مگر آپ کی دیانت وامانت پر ان کو اس قدر اعتماد تھا کہ اپنی قیمتی چیزیں، زیورات، چاندی، سونا، سب آپؐ ہی کے پاس امانت رکھ جاتے تھے۔ آپ نے مکہ سے رخصت ہوتے وقت بھی امانت داری کو اس احتیاط سے ملحوظ رکھا کہ اپنے چچازاد بھائی کو جو بیٹے کی طرح آپؐ ہی کے پاس رہتے تھے، صرف اس لیے چھوڑ گئے کہ امانتیں اُن کے مالکوں کے پاس بہ احتیاط تمام پہنچ جائیں۔

کفار حضرت علیؓ کو چھوڑ کر سیدھے حضرت ابوبکرؓ کے گھر پہنچے۔ دروازے پر آواز دی۔ حضرت اسماءؓ بنت ابی بکرؓ باہر نکلیں۔ ابوجہل نے پوچھا: لڑکی! تیرا باپ کہاں ہے؟ بولیں، مجھے خبر نہیں۔ یہ سن کر اُس نے اس زور سے طمانچہ مارا کہ آپ کے کان کی بالی نیچے گر گئی۔ اس کے بعد کفار تمام مکہ اور اُس کے اطراف میں آپ کی تلاش وجستجو میں دوڑے پھرنے لگے۔ کہیں کوئی پتہ نہ چلا، بالآخر انھوں نے اعلان کیا کہ جو کوئی محمد کو زندہ یا مردہ گرفتار کر کے لائے گا اُس کو سو اونٹ انعام دیئے جائیں گے۔ اس انعامی اشتہار کو سن کر بہت سے لوگ مکہ کے چاروں طرف دُور دُور تک نکل پڑے۔

آفتاب وماہتاب غارِ ثور میں:- رات کی تاریکی میں دونوں محب ومحبوب غار ثور کے قریب پہنچ گئے، تو آنحضرت صلعم کو باہر چھوڑ کر پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ اس غار میں داخل ہوئے، اس کو اندر سے صاف کیا، اس کے اندر جہاں جہاں سوراخ تھے ان کو ٹٹول ٹٹول کر اُن میں اپنے بدن کے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر رکھے۔ اس طرح تمام روزن بند کر کے پھر آنحضرت صلعم کو اندر لے گئے۔ یہ دونوں آفتاب وماہتاب کامل تین دن اور تین رات غار میں چھپے رہے۔ قریش کے بڑے بڑے سردار انعامی اشتہار مشتہر کر کے خود بھی سراغ رسانوں کو ہمراہ لے کر نقشِ قدم کا سراغ لیتے ہوئے غار ثور کے منھ تک پہنچ گئے۔ اُن کے ہمراہی سراغ رسانوں نے کہا کہ بس اس سے آگے سراغ نہیں چلتا۔ یا محمد یہیں کسی جگہ پوشیدہ

ہے یا یہاں سے آسمان پر اُڑ گیا ہے۔ کسی نے کہا کہ: اس غار کے اندر بھی تو جا کر دیکھو۔ دوسرا بولا: ایسے تاریک اور خطرناک غار میں انسان داخل نہیں ہوسکتا۔ ہم اسے مدت سے اسی طرح دیکھتے آئے ہیں۔ تیسرے نے کہا: دیکھو، اس کے منہ پر مکڑی کا جالا تنا ہوا ہے۔ اگر کوئی شخص اس کے اندر داخل ہوتا تو یہ جالا سلامت نہیں رہ سکتا تھا۔ چوتھے نے کہا: وہ دیکھو کبوتر اُڑا ہے اور انڈے نظر آرہے ہیں جن کو بیٹھا ہوا سے رہا تھا۔ اس کے بعد سب کا اطمینان ہوگیا۔ اور کوئی اس غار کی طرف نہ بڑھا۔

یہ کفار غار کے اس قدر قریب پہنچ گئے تھے کہ اندر سے اُن کے پاؤں آنحضرت صلعم اور ابوبکرؓ کو نظر آرہے تھے اور ان کی باتیں کرنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ ایسی خطرناک حالت میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا کہ حضور! کفار تو یہ پہنچ گئے۔ آپ نے فرمایا: **لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا** (مطلق خوف نہ کر اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے) پھر فرمایا: **وَمَا ظَنُّكَ بِاثْنَيْنِ اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا** (تو نے ان دونوں کو کیا سمجھا ہے جن کے ساتھ تیسرا خدا ہے) کفار اپنی تلاش وجستجو میں خائب وخاسر اور نامراد ہو کر واپس چلے گئے۔ رفتہ رفتہ تین دن کے بعد تھک کر اور مایوس ہو کر بیٹھ رہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ بن ابی بکرؓ کو پہلے ہی سے ہدایت کردی تھی کہ کفار کے تمام حالات اور دن بھر کی تمام کارروائیوں سے رات کے وقت آکر مطلع کردیا کریں۔ اسی طرح اپنے غلام عامر بن فہیرہؓ کو حکم دے دیا تھا کہ بکریوں کا ریوڑ دن بھر ادھر ادھر چراتے پھرا کریں اور رات کے وقت اس ریوڑ کو غار ثور کے قریب چراتے ہوئے لے آیا کریں۔ اسماء بنت ابی بکرؓ کے سپرد یہ خدمت تھی کہ کھانا تیار کر کے رات کے وقت احتیاط کے ساتھ غار نشینوں کو پہنچا دیا کریں۔ عبداللہؓ اور اسماءؓ دونوں بھائی بہن اپنے اپنے فرائض انجام دے کر واپس چلے جاتے تو عامر بن فہیرہؓ بکریوں کا دودھ دُوہ کر اور غار نشینوں کو پلا کر بکریوں کا ریوڑ کچھ رات گئے لے کر مکہ میں داخل ہوتے اور اس طرح عبداللہ اور اسماءؓ کے قدموں کے نشان ریوڑ سے مٹ جاتے۔ جب یہ معلوم ہوگیا کہ مکہ والوں کا جوش وخروش سرد پڑ گیا تو عبداللہ بن اریقط کے پاس خبر بھیجی کہ حسب وعدہ اونٹنیاں لے کر کوہ ثور کے دامن میں آجاؤ۔ اس جگہ عبداللہ بن ابی بکرؓ، اسماء بنت ابی بکرؓ، عامر بن فہیرہؓ کی انتہائی رازداری کی چاہے داد نہ دو۔ کیوں کہ ان سب کے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے نہایت قوی اور قریبی تعلقات تھے؛ لیکن عبداللہ بن اریقط مسلمان بھی نہ تھا۔ محض ایک اجیر تھا۔ اس شخص کی رازداری ضبط وتحمل اور پاس عہد کا تصور کرنے سے اہلِ عرب کی حمیت اور قومی شرافت کی بے اختیار داد دینی پڑتی ہے۔ عبداللہ بن اریقط دونوں اونٹنیاں اور ایک اپنا اونٹ لے کر غارِ ثور کے نزدیک دامنِ ثور میں رات کے وقت یہ ماہِ ربیع الاول کی چاندنی رات تھی آپہنچا۔ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ بھی سفر کے لیے ستو اور کھانا وغیرہ لے کر آگئیں۔

حضرت ابوبکر صدیق اور آنحضرت صلعم غار ثور سے نکلے۔ ایک اونٹنی پر آنحضرت صلعم سوار ہوئے۔ اس اونٹنی کا نام القصواء تھا۔ دوسری پر حضرت ابوبکر صدیقؓ اور ان کے خادم عامر بن فہیرہؓ دونوں سوار ہوئے۔ عبداللہ بن اریقط جو دلیل راہ تھا اپنے اونٹ پر سوار ہوا۔ اور یہ چار آدمیوں کا مختصر قافلہ مدینہ کی طرف عام راستے سے بچتا ہوا روانہ ہوا؛ کیوں کہ ابھی تک

تعاقب کا اندیشہ باقی تھا، روانگی کے قبل ایک قابل تذکرہ واقعہ یہ پیش آیا کہ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ جو گھر سے ستو کا تھیلا لائیں، اس کے اٹکانے کا تسمہ بھول آئیں۔ جب یہ تھیلا اونٹ کے کجاوے سے باندھ کر لٹکانا چاہا تو کوئی تسمہ یا ڈوری اس وقت موجود نہ تھی۔ حضرت اسماء نے فوراً اپنا نطاق (کمر سے باندھنے کی ڈوری یا کمر بند) نکال کر آدھا تو اپنی کمر سے باندھا اور آدھا کاٹ کر اس سے ستو کا تھیلا لٹکایا، اس بروقت و بامحل تدبیر کو دیکھ کر آپ بہت خوش ہوئے۔ اور اُن کو ذات النطاقین کہا۔ چناں چہ بعد میں حضرت اسماء ذات النطاقین کے لقب سے مشہور ہوئیں۔ یہی حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ ہیں جن کے بیٹے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ تھے۔

ایک یہ بات بھی قابلِ تذکرہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ روانگی کے وقت اپنا تمام زر نقد جو پانچ چھ ہزار درہم تھے لے کر روانہ ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے باپ ابوقحافہ جو ابھی تک کفر کی حالت میں تھے اور نابینا تھے گھر میں آئے اور اپنی دونوں پوتیوں سے کہا کہ: ابوبکرؓ خود بھی چلا گیا اور سارا مال و زر بھی لے گیا۔ حضرت اسماءؓ بولیں: دادا جان! وہ ہمارے لیے بہت روپیہ چھوڑ گئے۔ یہ کہہ کر انھوں نے ایک کپڑے میں بہت سے سنگریزے لپیٹ کر اُس جگہ لے جا رکھے جہاں روپیہ کی تھیلی رکھی رہتی تھی اور دادا کا ہاتھ پکڑ کر لے گئیں۔ انھوں نے ہاتھ سے ٹٹول کر دیکھ لیا اور سمجھا کہ روپیہ موجود ہے، پوتیوں سے کہا کہ اب ابوبکرؓ کے جانے کا کوئی غم نہیں ہے۔

سفرِ ہجرت:- آنحضرت صلعم نے القصوا پر سوار ہو کر روانگی سے پیشتر مکہ کی طرف دیکھا اور حسرت کے ساتھ فرمایا کہ: ''مکہ، تو مجھے تمام شہروں سے زیادہ عزیز ہے، مگر تیرے رہنے والوں نے مجھے یہاں رہنے نہیں دیا۔'' حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ ان لوگوں نے اپنے نبی کو نکالا ہے، اب یہ لوگ ہلاک ہو جائیں گے۔ اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی: اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرٌ۔ اس جگہ غور کرنے کا مقام ہے کہ اب تک جس قدر مسلمان ہوئے ہیں وہ کن حالات میں اور کس طرح اسلام کی صداقت سے متاثر ہو کر انھوں نے کیسی کیسی روح فرسا اور کوہ شکن مصیبتوں کا مقابلہ کیا ہے۔ کیا مسلمانوں کی نسبت یہ گمان کیا جا سکتا ہے کہ یہ لالچ یا خوف کے ذریعہ مسلمان کیے گئے تھے؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ اب اس آیت کے نازل ہونے کے بعد وہ زمانہ شروع ہوتا ہے، جب کہ شریروں اور کلمۂ حق کی اشاعت کو روکنے کے لیے قتل و غارت سے باز نہ آنے والوں کو سزا دینے اور اشاعت حق کی راہ سے رکاوٹ کے دور کرنے کی اجازت مل گئی ہے۔ اب آئندہ بھی غور کرتے جاؤ اور اس بات کو ذہن نشین رکھو کہ کس طرح لوگ اسلام میں داخل ہوتے ہیں۔

یہ مختصر قافلہ رات کے پہلے ہی حصہ میں روانہ ہو گیا۔ اور اگلے دن یکم ربیع الاول ۱۴ نبوی کے سہ پہر تک گرم سفر رہا۔ سہ پہر کے قریب خیمۂ اُم معبد پر پہنچے۔ یہ بوڑھی عورت قوم خزاعہ سے تھی۔ اور مسافروں کو پانی وغیرہ پلا دیتی تھی۔ یہاں آپؐ نے بکری کا دودھ پی کر اور تھوڑی دیر آرام فرما کر پھر روانگی کا حکم دیا۔ یہاں سے تھوڑی دُور چلے ہوں گے کہ پیچھے سے سراقہ بن مالک آپ کا تعاقب کرتا ہوا آ پہنچا۔ سراقہ بن مالک بن جعشم قریش مکہ میں ایک مشہور بہادر جنگ جو شخص تھا۔

سراقہ کا قصہ اس طرح ہے کہ سراقہ چند شخصوں کے ساتھ مکہ میں بیٹھا تھا۔علی الصبح کسی شخص نے اس مجمع میں آکر کہا کہ میں نے تین شتر سواروں کو جاتے ہوئے دیکھا ہے وہ فلاں سمت کو جا رہے تھے۔میرا خیال ہے کہ وہ محمد (صلعم) اور ان کے رفقاء تھے۔سراقہ یہ سنتے ہی اس شخص کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور کہا کہ میں جانتا ہوں وہ فلاں شخص تھے۔جو آج شب کو روانہ ہوئے ہیں۔مدعا سراقہ کا یہ تھا کہ میں گرفتار کروں کوئی دوسرا شخص ان لوگوں میں سے نہ اُٹھ کھڑا ہو۔ورنہ سو اونٹ کا انعام مجھ کو نہ مل سکے گا۔تھوڑی دیر بعد سراقہ اٹھا اور اپنے گھر آیا۔اپنا گھوڑا اور ہتھیار چپکے سے شہر کے باہر بھجوا دیا۔اور خود بھی لوگوں کی نگاہ سے بچتا ہوا باہر پہنچا۔مسلح ہو کر گھوڑے پر سوار ہوا اور اونٹوں کے نقشِ قدم پر نہایت تیز رفتاری سے روانہ ہوا۔چند ہی قدم چلنے پایا تھا کہ گھوڑے نے سکندری کھائی اور سراقہ نیچے گر پڑا۔پھر سوار ہوا اور چل دیا۔اس کو توقع تھی کہ میں محمد کو گرفتار یا قتل کر کے سو اونٹ انعام میں حاصل کر سکوں گا۔جب آنحضرت صلعم اور آپؐ کے رفقاء کے اونٹ سامنے نظر آنے لگے تو اس کے گھوڑے نے پھر ٹھوکر کھائی اور اس کے اگلے پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے۔سراقہ پشتِ زین سے زمین پر گرا اور اُٹھ کر پھر سوار ہوا۔اور چلا۔آنحضرت صلعم کی سواری کے بالکل قریب پہنچ کر اس کا گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنس گیا،اور سراقہ پھر زمین پر آرہا۔یہ حالت دیکھ کر وہ خوف زدہ ہوا اور سمجھا کہ میں ان پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا۔چناں چہ اس نے خود آواز دے کر آنحضرت صلعم سے ذرا ٹھہرنے اور ایک بات سُن لینے کی درخواست کی۔آپؐ نے سواری کو روک دیا۔سراقہ نے کہا کہ میں آپ کو گرفتار کرنے آیا تھا؛لیکن اب میں واپس جاتا ہوں اور آپؐ سے معافی مانگتا ہوں۔مجھ کو ایک امان نامہ لکھ دیجئے اور معاف کر دیجئے،میں واپسی میں دوسرے لوگوں کو بھی جو میرے پیچھے اسی غرض سے آرہے ہوں گے واپس لے جاؤں گا۔چناں چہ آپؐ کے حکم سے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے یا ان کے خادم عامر بن فہیرہؓ نے اونٹ پر بیٹھے بیٹھے ہی ایک تحریر لکھ کر اس کی طرف ڈال دی۔اور وہ اس تحریر کو لے کر مکہ کی طرف واپس ہوا۔راستہ میں اس کو اور بھی لوگ آنحضرت صلعم کے تعاقب میں آتے ہوئے ملے۔وہ سب کو یہ کہہ کر ''اس طرف کہیں سراغ نہیں چلا'' واپس لے گیا،سراقہ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہو گیا اور اسی تحریر کو اس نے فتح مکہ کے روز اپنے لیے دستاویزِ امان بنایا۔

غارِ ثور یعنی نشیبی مکہ سے روانہ ہو کر عبداللہ بن اریقط آپؐ کو ساحلِ سمندر کی جانب لے کر چلا۔مقام عسفان سے ادھر تھوڑی دُور عام راستہ طے کر کے مقام اُمج کے زیریں جانب مقام قدید تک سفر کرتا رہا۔پھر شارعِ عام کو کاٹ کر خزار کے میدان میں قطع مسافت کرتا رہا۔مثنۃ المرہ،لفت،مدلجہ،مجاج وغیرہ مقامات میں ہوتا ہوا ذوالعضوین کے علاقہ کو طے کر کے ذی سلم کے صحرا میں ہوتا ہوا العبابید،العرج کے مقامات سے گزرا۔العرج کی نشیبی وادی میں آپؐ کے اس قافلہ کا ایک اونٹ چلتے چلتے تھک گیا۔وہاں قبیلہ اسلم کے ایک شخص اوس بن حجر سے اونٹ لیا۔اوس بن حجر نے اپنا ایک غلام بھی آپؐ کے ساتھ کر دیا۔وہاں سے یہ قافلہ مثنۃ الغائر کا راستہ طے کرتا ہوا وادی ریم میں پہنچا۔وادیٔ ریم سے چل کر دو پہر کے وقت قبا کے قریب پہنچ گئے۔

سراقہ بن مالک کے واپس ہونے کے بعد تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ حضرت زبیر بن عوامؓ شام کے سفر سے تجارتی قافلہ لیے ہوئے مکہ کو واپس آتے ہوئے ملے۔ زبیر بن عوامؓ نے آپ کی خدمت میں کپڑے یعنی لباس پیش کیا۔ کہ میں بھی مکہ پہنچ کر جلد مدینہ پہنچتا ہوں۔ اس سفر میں جہاں جہاں لوگ ملتے تھے، حضرت ابوبکر صدیقؓ کو پہچان لیتے تھے کیوں کہ تجارت پیشہ ہونے کے سبب اکثر آتے جاتے رہتے تھے؛ لیکن آنحضرت صلعم سے لوگ واقف نہ تھے۔ اس لیے وہ حضرت ابوبکرؓ سے دریافت کرتے تھے کہ یہ کون ہیں جو تمہارے آگے آگے جا رہے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ ان کو جواب دیتے کہ هٰذا يَهْدِيْنِي السَّبِيْلَ (یہ میرا رہبر وہادی طریق ہے)۔

اختتامِ سفر:- آٹھ روز کے سفر کے بعد آنحضرت صلعم ۸/ ربیع الاول ۱۴ھ کو دوپہر کے وقت قبا کے قریب پہنچے۔ قبا مدینہ سے چند میل کے فاصلہ پر ہے اور وہ مدینہ کا ایک محلّہ ہی سمجھا جاتا تھا۔ وہاں قبیلۂ بنی عمرو بن عوف کے لوگ بکثرت آباد تھے۔ اور روشنیٔ اسلام سے منور ہو چکے تھے۔ مکہ سے آپ کی روانگی کی خبر کئی روز پہلے مدینہ میں پہنچ چکی تھی۔ اس لیے انصار مدینہ روزانہ صبح سے دوپہر تک بستی سے باہر نکل کر آپؐ کے انتظار میں کھڑے رہتے تھے کہ آپؐ دور سے تشریف لاتے ہوئے نظر آئیں گے۔ جب دھوپ خوب تیز اور ناقابلِ برداشت ہوجاتی تو واپس اپنے گھروں میں آجاتے۔ آنحضرت صلعم چوں کہ قبا کے نزدیک دوپہر کے وقت پہنچے۔ لہذا قبا والے مشتاقین اُسی وقت انتظار کرتے کرتے اپنے گھروں میں واپس گئے تھے۔

ایک یہودی جو روزانہ مسلمانوں کے جم غفیر کو اس طرح بستی سے باہر انتظار کرتے ہوئے دیکھتا اور جانتا تھا کہ آنحضرتؐ مکہ سے آنے والے ہیں، جن کا ان لوگوں کو انتظار ہے، وہ اتفاقاً اس وقت اپنی گڑھی یا مکان کی چھت پر چڑھا ہوا تھا، اس نے دُور سے آنحضرت صلعم کے اس مختصر قافلہ کو آتے ہوئے دیکھ کر گمان کیا کہ یہی وہ قافلہ ہے، جس میں آنحضرت صلعم تشریف لارہے ہیں، چناں چہ اس نے زور سے آواز دی کہ: يَا مَعْشَرَ الْعَرَبِ يَا بَنِي قَيْلَةَ هٰذَا جَدُّكُمْ قَدْ جَاءَ (اے گروہِ عرب، اے دوپہر کو آرام کرنے والو! تمہارا مطلوب یا تمہاری خوش نصیبی کا سامان تو یہ آپہنچا ہے) آواز سنتے ہی لوگ اپنے گھروں سے نکل پڑے اور تمام قبا میں جوشِ مسرت کا ایک شور مچ گیا۔ انصار نے دیکھا کہ آپؐ کھجوروں کے ایک باغ کی طرف سے آرہے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے یہ خیال فرما کر کہ لوگوں کو رسول اللہ کے پہچاننے میں شبہ نہ ہو کہ رسول اللہ کون سے ہیں۔ فوراً آپؐ کے پیچھے آکر اپنی چادر سے آپؐ کے اوپر سایہ کیا جس سے آقا اور خادم کی تمیز بآسانی ہونے لگی۔

آپؐ قبا میں داخل ہوئے۔ انصار کی چھوٹی چھوٹی لڑکیاں آپؐ کے داخل ہونے کے وقت جوشِ مسرت میں یہ پڑھ رہی تھیں۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعٍ
أَيُّهَا الْمَبْعُوثُ فِيْنَا جِئْتَ بِالْأَمْرِ الْمُطَاعِ

(ہم پر بدر ثنیات الوداع سے طلوع ہوا، جب تک کوئی دعا کرنے والا ہے۔ ہم پر شکر کرنا واجب ہے۔ اے ہم میں مبعوث ہونے والے نبی! آپ ایسا حکم لے کر آئے ہیں کہ اس کی اطاعت ضروری ہے)۔

آپ قبا میں دوشنبہ کے روز داخل ہوئے اور جمعہ تک یہیں مقیم رہے۔ آنحضرت صلعم کلثومؓ بن ہدم کے مکان میں اور حضرت ابوبکر صدیقؓ حبیبؓ بن اساف کے مکان میں فروکش ہوئے۔ سعدؓ بن خیثمہؓ کے مکان میں آپ مجلس فرماتے۔ یعنی سعد بن خیثمہؓ کے مکان میں لوگ آ آ کر آپ کی زیارت کرتے اور آپؐ کے گرد مجتمع رہتے تھے۔ قبا میں آپؐ نے انھیں چند ایام کے اندر ایک مسجد کی بنیاد رکھی۔ اور یہ سب سے پہلی مسجد تھی جو اسلام میں بنائی گئی۔ اس کے بعد ۱۲/ ربیع الاول جمعہ کے روز آپ قبا سے روانہ ہو کر مدینہ میں داخل ہوئے۔ ابھی آپ قبا ہی میں فروکش تھے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی آپ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہ سفر مکہ سے مدینہ تک پیدل طے کیا۔ آپؐ جب تک غار ثور میں رہے۔ حضرت علیؓ مکہ میں مقیم رہ کر امانتیں لوگوں کے سپرد کرتے رہے۔ عجیب اتفاق ہے کہ جس روز آنحضرت صلعم غار ثور سے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے اُسی روز حضرت علیؓ بھی مکہ سے مدینہ کی طرف چلے۔ مگر حضرت علیؓ چوں کہ تنہا روانہ ہوئے اس لیے آپ رات بھر تو راستہ چلتے اور دن کے وقت کہیں چھپ کر پڑے رہتے۔ آنحضرت صلعم معروف راستے سے بچ کر تشریف لائے اور آٹھ دن میں قبا پہنچے۔ حضرت علیؓ معروف راستہ پر آئے۔ مگر چوں کہ پیدل تھے، اس لیے آپؐ سے تین چار دن بعد قبا پہنچے۔

شہر مدینہ میں داخلہ:- جمعہ کے دن آپ قبا اور بنی عمر بن عوف یعنی قبا والوں سے رخصت ہو کر شہر مدینہ میں قیام کے ارادے سے چلے۔ مدینہ کے ہر محلہ میں ہر ایک خاندان اس امر کا خواہاں تھا کہ آنحضرت صلعم ہم میں مقیم ہوں۔ آپؐ بنو سالم بن عوف کے محلہ میں تھے کہ نماز جمعہ کا وقت آ گیا۔ آپؐ نے وہیں ایک میدان میں سو آدمیوں کے ساتھ نماز جمعہ ادا فرمائی۔ یہ مدینہ میں آپ کا پہلا جمعہ اور پہلا خطبہ تھا۔ اس جگہ بھی بعد میں ایک مسجد تیار ہو گئی۔

نمازِ جمعہ ادا فرما کر آپؐ اپنی اونٹنی پر سوار ہو گئے۔ قبیلۂ بنو سالم بن عوف کے لوگوں نے آ کر آپ کی اونٹنی کی مہار پکڑ لی اور آپ کو اپنے یہاں ٹھہرانا چاہا۔ دوسرے قبیلوں اور دوسرے محلوں کے لوگوں نے اپنے اپنے یہاں جانے کا اصرار کیا۔ اور اس طرح بحث و تکرار شروع ہوئی۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا: میرے ناقہ کو نہ روکو، اس کی مہار چھوڑ دو۔ اس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے حکم مل چکا ہے۔ جہاں میری ناقہ بیٹھ جائے گی میں وہیں ٹھہروں گا۔ چناں چہ ناقہ چلنے لگی، تمام انصار و مہاجرین ناقہ کے آگے پیچھے، داہنے بائیں، ساتھ ساتھ چلے۔ آپؐ نے مہار بالکل ڈھیلی چھوڑ دی اور ناقہ اپنی خوشی سے آہستہ آہستہ چلتی رہی۔ سب کی نگاہیں ناقہ کی طرف تھیں کہ دیکھیں کہاں بیٹھتی ہے، چلتے چلتے ناقہ جب قبیلۂ بنو بیاضہ کے محلہ میں پہنچی تو اس قبیلہ کے سردار زیاد بن لبید اور عروہ نے آگے بڑھ کر ناقہ کی مہار پکڑنی چاہی آپ نے فرمایا: دَعُوهَا فَاِنَّهَا مَامُورَةٌ (اسے چھوڑ دو اس کو حکم ملا ہے) اس کے بعد ناقہ بنو ساعدہ کے محلہ میں پہنچی۔ قبیلہ بنو ساعدہ کے سردار سعد بن عبادہ اور منذر بن عمرو نے روکنا

چاہا تو آپؐ نے وہی الفاظ فرمائے کہ: دَعُوهَا فَإِنَّهَا مَأْمُورَةٌ. اس کے بعد اونٹنی قبیلہ بنو الحارث بن الخزرج کے محلہ میں پہنچی۔ یہاں سعد بن الربیع، خارجہ بن زید، عبداللہ بن رواحہ نے روکنا چاہا، اُن کو بھی وہی حکم ملا۔ وہاں سے روانہ ہو کر ناقہ بنو عدی بن النجار کے محلّہ میں پہنچی۔ ان لوگوں میں چوں کہ عبدالمطلب کی نھیال تھی اس لیے ان کو بڑا دعویٰ تھا کہ عبدالمطلب کی ماں سلمٰی بنت عمرو ہمارے قبیلہ کی لڑکی تھی، لہذا آنحضرت صلعم ہم میں قیام فرمائیں گے۔ چناں چہ سلیط بن قیسؓ اور اسیرۃ بن ابی خارجہؓ سرداران بنو عدی نے آگے بڑھ کر ناقہ کی مہار پکڑی۔ ان کو وہی جواب ملا کہ ناقہ کا راستہ چھوڑ دو۔ اس کو خدائے تعالیٰ کا حکم ملا ہوا ہے۔ یہاں تک کہ ناقہ بنو مالک بن النجار کے محلہ میں جا کر ایک غیر آباد افتادہ زمین میں بیٹھ گئی۔ اور فوراً پھر کھڑی ہو گئی۔ کھڑی ہو کر پھر کچھ دور تک چلی۔ چل کر خود بخود پھر لوٹی اور ٹھیک اسی جگہ جہاں پہلے بیٹھی تھی واپس آئی اور بیٹھ گئی۔ اب کی مرتبہ اونٹنی بیٹھ کر جھرجھری لی۔ گردن نیچے ڈال دی اور دُم ہلانے لگی۔ آپؐ اس پر سے اُتر آئے۔

اس افتادہ زمین کے قریب حضرت ابو ایوب خالد بن زید انصاریؓ کا مکان تھا۔ وہ خوشی خوشی آنحضرت صلعم کا اسباب اُٹھا کر اپنے مکان میں لے گئے، اور آپؐ نے انھیں کے یہاں قیام فرمایا۔ یہ افتادہ زمین سہلؓ و سہیلؓ دو یتیم لڑکوں کی ملکیت تھی، جس میں چند درخت کھجور کے کھڑے تھے۔ اور چند قبریں مشرکین کی تھیں اور چار پایوں کا ریوڑ بھی اس جگہ آ کر بیٹھا کرتا تھا۔ آپؐ نے دریافت فرمایا: یہ جگہ کس کی ملکیت ہے، معاذ بن عفراء نے عرض کیا کے میرے رشتہ دار دو یتیم لڑکے اس زمین کے مالک ہیں اور میرے ہی پاس پرورش پا رہے ہیں، میں اُن کو رضامند کر لوں گا۔ آپؐ یہاں شوق سے مسجد بنائیں، آپؐ نے فرمایا کہ ہم اس کو قیمتاً خریدنا چاہتے ہیں۔ بلا قیمت نہ لیں گے، چناں چہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اسی وقت زمین کی قیمت ادا کر دی۔ اور آنحضرت صلعم کے حکم کے موافق کھجور کے درخت کاٹ دئے گئے، قبریں مشرکین کی ہموار کر دی گئیں اور مسجد کی تعمیر کا کام شروع ہو گیا۔ آنحضرت صلعم بہ نفس نفیس خود مسجد کی تعمیر کے کام میں مصروف ہوتے تھے۔ مہاجرین و انصار بڑی خوشی اور جوش و شوق کے ساتھ اس کام میں لگے رہتے تھے۔ مسجد کی دیواریں پتھر اور گارے سے بنائی گئیں۔ چھت کھجور کی لکڑی اور کھجور کے پتوں سے بنائی گئی۔ جب تک مسجد اور اس کے قریب آنحضرت صلعم کے لیے مکان تیار ہوا اُس وقت تک آنحضرت صلعم ابو ایوبؓ انصاری کے مکان میں فروکش اور انھیں کے مہمان رہے۔ یہ وہی ابو ایوب انصاری ہیں جن کی قبر قسطنطنیہ میں موجود ہے۔ یہ ۴۸ھ میں امیر معاویہؓ کے عہد خلافت میں محاصرۂ قسطنطنیہ کے وقت شہید ہوئے تھے۔

آنحضرت صلعم گیارہ مہینے اور چند روز ابو ایوبؓ کے مکان میں رہے۔ آنحضرت صلعم کے زمانہ کی بنی ہوئی یہ مسجد حضرت عمرؓ کے عہد خلافت تک اُسی حالت میں رہی۔ حضرت عمرؓ نے اس کو وسیع کیا۔ حضرت عثمانؓ نے اپنے عہد خلافت میں اس کی دیواروں کو پختہ بنایا۔ اس کے بعد ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں یہ اور زیادہ وسیع کی گئی۔ اور ازواج مطہرات نبوی کے مکانات بھی اُس میں داخل کیے گئے۔ مامون الرشید عباسی نے اس کو خوب آراستہ و پیراستہ کیا۔ آنحضرت صلعم ابھی حضرت ابو ایوبؓ ہی کے مکان میں تشریف فرما تھے کہ آپؐ نے زید بن حارث اور ابو رافع کو بھیج کر حضرت فاطمہؓ، حضرت ام کلثومؓ،

حضرت سودہ بنت زمعہؓ، حضرت اُسامہ بن زیدؓ، ان کی والدہ ایمنؓ کو بلوایا۔ انھیں کے ہمراہ عبداللہ بن ابی بکرؓ بھی اپنے عزیزوں سمیت چلے۔ طلحہؓ بن عبیداللہ بھی انھیں کے ہمراہ تشریف لے آئے۔ ان سب کے آنے پر آنحضرت صلعم اپنے نو تعمیر مکان میں تشریف لے آئے۔ (تاریخ اسلام از اکبر شاہ نجیب آبادی ج ا ص: ۱۳۰-۱۴۱)

الغزوات والسرايا:- وَفِي مُدَّةِ إِقَامَتِهِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَقَعَتْ غَزَوَاتٌ وَسَرَايَا عَدِيْدَةٌ مِنْهَا: غَزْوَةُ بَدْرِ الْكُبْرىٰ صَبِيْحَةَ سَبْعَةَ عَشَرَ مِنْ رَمَضَانَ، وَذٰلِكَ أَنَّهُ سَمِعَ بِأَبِي سُفْيَانَ مُقْبِلاً مِنَ الشَّامِ بِعِيْرٍ فِيْهَا أَمْوَالُهُمْ، فَنَدَبَ الْمُسْلِمِيْنَ إِلَيْهَا، فَخَفَّ بَعْضٌ وَثَقُلَ آخَرُوْنَ ظَنُّوا أن لا يَلْقىٰ حَرْباً، وَلَمَّا سَمِعَ أَبُوسُفْيَان بِخُرُوجِهِ أَرْسَلَ إِلىٰ مَكَّةَ لِيَسْتَنْفِرَهم إِلىٰ أَمْوَالِهِمْ، فَخَرَجُوا مُسْرِعِيْنَ، وَنَزَلَ "وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ".

فَخَرَجَ يَوْمَ السَّبْتِ لِإِثْنَي عَشَرَ مِنْ رَمَضَانَ وَاسْتَخْلَفَ عَلَى الْمَدِيْنَةِ عَمْروبْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ، وَكَانَ الْإِبِلُ مَعَهُ سَبْعِيْنَ وَالْخَيْلُ فَرَسَيْنِ، وَالدُّرُوعُ سِتَّةً، وَالسَّيْفُ ثَمَانِيَةً، وَالْمُسْلِمُونَ ثَلٰثَ مِائَةٍ وَثَلٰثَ عَشْرَةَ (مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ سَبْعَةٌ وَسَبْعُونَ، وَمِنَ الْأَنْصَارِ مِائَتَان وَسِتَّةٌ وَثَلٰثُونَ) وَالْمُشْرِكُونَ تِسْعُ مِائَةٍ وَخَمْسُونَ مُقَاتِلاً، وَكَان خَيْلُهُم مِائَةً، فَدَخَلَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ الصِّدِّيْقِ الْعَرِيْشَ، وَاسْتَنْصَرَ رَبَّهُ فَبَشَّرَهُ رَبُّه بِالْوَحْيِ، فَخَرَجَ وَحَرَّضَ عَلَى الْقِتَالِ، وَأَخَذَ حُفْنَةً مِنَ الْحَصْبَاءِ فَاسْتَقْبَلَ بِهَا قُرَيْشاً وَقَالَ: شَاهَتِ الْوُجُوهُ، وَقَالَ: شُدُّوا، فَانْهَزَمُوا فَقُتِلَ مِنْهُمْ سَبْعُونَ، وَأُسِرَ سَبْعُونَ، وَاسْتُشْهِدَ مِنَ الْأَنْصَارِ ثَمَانِيَةٌ، وَمِنْ غَيْرِهِمْ خَمْسَةٌ.

مِنْهَا غَزْوَةُ أُحُدٍ لِسَابِعِ شَوَّالٍ سَنَةَ ثَلٰثٍ مِنَ الْهِجْرَةِ خَرَجَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَلَاثَةِ آلَافٍ فِيْهِمْ سَبْعُ مِائَةِ دَارِعٍ، وَمِائَتَا فَارِسٍ، وَثَلَاثَةُ آلَافِ بَعِيرٍ، وَنَزَلُوا ذَا الْحُلَيْفَةِ فَأَقَامُوا يَوْمَ الْأَرْبَعَاءِ وَالْخَمِيْسِ، فَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَعَمَّمَ وَلَبِسَ لَامَتَهُ، وَظَهَّرَ الدِّرْعَ، وَحَزَمَ بِمِنْطَقَتِهِ مِنْ أُدُمٍ وَتَقَلَّدَ السَّيْفَ وَأَلْقَى التُّرْسَ فِي ظَهْرِهِ وَرَكِبَ فَرَسَه وَتَقَلَّدَ الْقَوْسَ، وَأَخَذَ قَنَاةً بِيَدِه، وَبَاتَ بِالشَّيْخَيْنِ، فَصَلَّى الصُّبْحَ، وَجَعَلَ عَلىٰ جَبَلٍ قَنَاةٍ خَمْسِيْنَ رُمَاةً، فَشَدَّ الْمُسْلِمُونَ فَانْهَزَمَ الْمُشْرِكُونَ وَنِسَاؤُهُم يَدْعُونَ بِالْوَيْلِ، وَتَبِعَهُمُ الْمُسْلِمُونَ، فَلَمَّا رَأَى الرُّمَاةُ النُّصْرَةَ وَالْإِنْتِهَابَ تَجَاوَزُوا وَعَصَوا مَا أُمِرُوا بِه، فَانْقَلَبَ الْأَمْرُ وَانْهَزَمُوا وَبَقِيَ مَعَهُ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعَةَ عَشَرَةَ، فَأُصِيْبَ رُبَاعِيَّتُهُ وَطُعِنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَرْبَةِ أَبِي بْنِ خَلَفٍ، فَخَرَّ صَرِيْعاً، وَقُتِلَ سَبْعُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَار.

غزوات اور سریے

آپؐ کے مدینے میں اقامت کی مدت کے دوران متعدد غزوات اور سرایا کا وقوع ہوا، انھیں میں سے غزوۂ بدرِ کبریٰ ہے، جس کا وقوع ماہِ رمضان کی سترہ تاریخ کی صبح ہوا۔ اور اس کا واقعہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کے متعلق سنا کہ وہ ملکِ شام سے ایسے قافلے کے ساتھ آرہا ہے، جس پر ان کے مال ہیں، تو آپؐ نے مسلمانوں کو اس قافلہ کی طرف بلایا، تو کچھ لوگ ہلکے اور کچھ بوجھل ہو گئے۔ یہ خیال کر کے کہ سفیان بن حرب سے ملاقات نہ ہو پائے گی۔ اور ابوسفیان نے جب آپؐ کے نکلنے کی خبر سنی تو اس نے مکے میں اطلاع بھیج دی تاکہ اُن سے اُن کے اموال (کی حفاظت) کے سلسلے میں مدد طلب کرے، چناں چہ وہ لوگ تیزی سے نکل پڑے اور آیت کریمہ "**اذ یعدکم اللّٰہ احدی الطائفتین أنها لکم**" نازل ہوئی۔

تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲/ رمضان المبارک بروز سنیچر نکلے، اور مدینے میں عمرو بن ام مکتوم کو اپنا جانشین بنایا، آپؐ کے ہمراہ ستر اونٹ، دو گھوڑے، چھ زرہیں اور آٹھ تلواریں تھیں، اور مسلمان تین سو تیرہ تھے۔ (ستتر مہاجرین میں سے اور دو سو چھتیس انصار میں سے) اور مشرکین ساڑھے نو سو جنگ جو تھے، ان کے پاس سو گھوڑے تھے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ جھونپڑی میں داخل ہوئے اور اپنے پروردگار سے مدد طلب کی تو پروردگار عالم نے وحی کے ذریعہ آپ کو بشارت دی، تو آپؐ نکلے اور لوگوں کو قتال پر ابھارا، ایک مٹھی کنکری لی اور انھیں لے کر قریش کا رخ کیا۔ اور فرمایا "شاهت الوجوه" (چہرے بدصورت ہو جائیں) اور فرمایا: حملہ آور ہو جاؤ، نتیجتاً قریش شکست کھا گئے، ان کے ستر آدمی مارے گئے۔ ستر قید کیے گئے۔ اور انصار میں سے آٹھ شہید ہوئے اور پانچ ان کے علاوہ میں سے۔

انھیں غزوات میں سے غزوۂ احد بھی ہے، جو ۷/ شوال ۳ھ میں واقع ہوا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم تین ہزار افراد کے ساتھ نکلے جن میں سات سو زرہ پوش، دو سو گھوڑے اور تین ہزار اونٹ تھے، مقام ذوالحلیفہ میں فروکش ہوئے اور چہار شنبہ و پنجشنبہ کو قیام فرمایا، پھر جمعہ کے دن آپؐ نے عصر کی نماز پڑھی، عمامہ باندھا، اپنی زرہ پہنی اور دو زرہیں اوپر نیچے پہنیں، چمڑے کی پٹی سے کمر کس لی، تلوار لٹکالی، اپنی کمر پر ڈھال ڈالی، اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے، کمان لٹکالی، اپنے ہاتھ میں نیزہ لیا اور مقام شیخین میں رات گذاری، پھر صبح کی نماز ادا کی اور جبل قنات پر پچاس تیر اندازوں کو مقرر کیا، پھر مسلمانوں نے حملہ کیا تو مشرکین شکست کھا گئے، ان کی عورتیں واویلا کرنے لگیں، مسلمانوں نے اُن کا (مشرکین) کا پیچھا کیا، تو جب تیر اندازوں نے فتح یابی اور حصولِ مال کو دیکھا تو اپنی جگہ سے ہٹ گئے اور اُس حکم کی خلاف ورزی کی جس پر وہ مامور تھے تو معاملہ پلٹ گیا، مسلمان شکست کھا گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ چودہ افراد رہ گئے، آپ کا رباعی دانت بھی زخمی ہو گیا، اور ابی بن خلف کے نیزے سے آپ کو چوٹ آئی جس کی بنا پر آپؐ پیچھے گر گئے اور مہاجرین و انصار میں سے ستر آدمی شہید ہوئے۔

لغات وترکیب

غَزْوَاتٌ، واحد، غَزْوَةٌ، وہ معرکہ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود شرکت فرمائی ہو، سرایا، واحد، سریّۃ، لشکر۔ عِيرٌ، ج، عِيرَاتٌ، قبیلہ۔ نَدَبَ إلى الأمر يَنْدُبُ نَدْباً (ن) بلانا۔ استنفر القوم يَسْتَنْفِرُ اسْتِنْفَاراً (استفعال) مدد طلب کرنا۔ دِرْعٌ، ج، دُرُوعٌ، زرہ۔ عَرِيْشٌ، ج، عُرُشٌ، جھونپڑی۔ حَفْنَةٌ وَحُفْنَةٌ، ج، حُفَنٌ، مٹھی بھر۔ شَاهَ يَشِيْهُ شَيْهاً (ض) نظر بد لگانا۔ شَدَّ يَشُدُّ شَدّاً (ن) حملہ کرنا۔ أَسَرَ يَأْسِرُ أَسْراً (ض) قید کرنا۔ لَامَةٌ، ج، لَامٌ، زرہ۔ ظَاهَرَ الثَّوب يُظَاهِرُ مُظَاهَرَةً (مفاعلۃ) اوپر نیچے کپڑا پہننا۔ حَزَمَ يَحْزِمُ حَزْماً (ض) باندھنا۔ مِنْطَقَةٌ، ج، مَنَاطِقُ پٹکا جو کمر پر باندھا جائے۔ تُرْسٌ، ج، أَتْرَاسٌ، ڈھال۔ قَنَاةٌ، ج، قَنَا، نیزہ، یا نیزے کی لکڑی۔ قَوْسٌ، ج، أَقْوَاسٌ، کمان۔ رُبَاعِيَّةٌ، ج، رُبَاعِيَاتٌ، سامنے کے چار دانتوں اور کچلیوں کے درمیان والا دانت۔

صبیحۃ، ظرفیت کی بنیاد پر منصوب ہے، وقعت فعلِ محذوف کا ظرف ہے۔ "مقبلاً من الشام" أبي سفيان سے حال واقع ہے۔ "من الشام" اور "بعیر" دونوں "مقبلاً" سے متعلق ہیں۔ "صَرِيعاً" خرَّ کی ضمیر سے حال واقع ہے۔

تشریح جس جہاد میں آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم شریک تھے وہ غزوہ ہے اور جس میں شریک نہ تھے اور لشکر بڑا ہو تو جیش ہے اور چھوٹا ہو تو سریہ اور بعث ہے، بقول بعض چار ہزار کا لشکر جیش ہے اور چار سو یا اس سے کم سریہ ہے۔ راجح قول کے مطابق غزوات کی تعداد ستائیس ہے، صرف نو غزوے میں جنگ ہوئی، سرایا کی تعداد پینتیس سے چھپن تک منقول ہے۔

غزوۂ بدر کبریٰ

سامانِ جنگ کی تیاری کے لیے قریش کا ایک زبردست قافلۂ تجارت ملک شام گیا، جس میں ایک ہزار اونٹ اور پچاس ہزار دینار کا سامانِ تجارت تھا، اس میں مکہ کے تمام مردوں اور عورتوں نے مالی تعاون دیا تھا، حالاتِ جنگ میں دشمن کو نقصان پہنچانا قابلِ طعن نہیں لائقِ تحسین ہے، قافلہ پر حملہ جارحانہ نہیں؛ بل کہ دفاعی اقدام تھا۔

ابتداء رمضان میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ سردارِ قافلہ ابوسفیان سامان سے لدا ہوا قافلہ ملک شام سے لا رہا ہے، ساتھ میں تیس چالیس آدمی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحابؓ سے فرمایا کہ قریش نے تم کو تمہارے گھروں سے نکال دیا۔ تمہارے اموال پر ناجائز قبضہ کرلیا ہے، اس لیے اس کے قافلہ کی طرف خروج کرو، عجب نہیں کہ خدا تم کو مال غنیمت عطا فرمائے۔

روانگی:- ۸/ رمضان اور اکثر کے نزدیک ۱۲/ رمضان ۲ھ ۸/ مارچ ۶۲۴ء کو لشکرِ طالوت کی تعداد تین سو تیرہ (۳۱۳) اصحابؓ کو لے کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے نکلے، ساٹھ سے زائد مہاجرین اور دو سو چالیس (۲۴۰) سے

زائد انصارؓ تھے، جنگ کا گمان نہ تھا، ساتھ میں صرف دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے، حفیظ نے کہا ہے:

تھے ان کے پاس دو گھوڑے چھ زرہیں آٹھ شمشیریں

جب مقام صفراء میں پہنچے تو آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قافلہ کے تجسس کے لیے بسبسہ بن عمرو جہنی اور عدی بن ابی الزغباء جہنی کو بدر کی طرف بھیجا، ان لوگوں نے بدر میں ایک عورت سے سنا کہ دو تین دن میں قافلہ یہاں آجائے گا، اس کی تصدیق مُجدی بن عمرو جہنی حلیف بنی نجار نے بھی کردی جو اتفاق سے وہاں موجود تھا، بسبسہ اور عدی نے آکر آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع کردی۔

ابوسفیان کا انتظام:- ابوسفیان کے مخبر بھی لگے تھے، جوں ہی مسلمانوں کے خروج کی خبر ملی، ابوسفیان نے ضمضم بن عمرو غفاری کو مکہ بھیج دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے قافلہ کا راستہ روکا ہے، اس کو جلدی بچاؤ، خود ابوسفیان نے بدر میں جاکر مُجدی بن عمرو سے دریافت کیا، اس نے بتایا کہ یہاں دو سوار آئے اپنا اونٹ بٹھایا، پانی لیا اور چل دیئے، ابوسفیان نے اونٹ کی مینگنی توڑ کر دیکھا اس میں مدینہ کی کھجور کی گھٹلی ملی، یقین ہوگیا کہ مسلمان قافلہ کی تلاش میں ادھر آئے ہیں، ابوسفیان جلدی سے قافلہ میں گیا، بدر سے اس کا راستہ موڑ کر ساحلِ سمندر کے راستہ سے سلامتی کے ساتھ بچا کر نکل گیا، مسلمانوں کو راستہ بدلنے کا علم نہ ہوا۔

قریش کا جوش:- مسلمانوں کے خروج کی خبر سے مکہ میں ہلچل مچ گئی؛ کیوں کہ قریش کے ہر مرد وعورت کا سرمایہ قافلۂ تجارت میں شامل تھا، نیز نخلہ میں عمرو بن الحضرمی کے قتل کا واقعہ بھی تازہ تھا، اس لیے پورے مکہ میں جوش پھیل گیا، ایک ہزار جنگ جو پورے سامان اور ہتھیار سے مسلح تمام سردارانِ قریش کے ساتھ نکل پڑے اور آٹھ دن میں بدر تک آگئے، ایک سو گھوڑے اور سات سو اونٹ لشکر کے ساتھ تھے، لشکر کے لیے روزانہ دس اونٹ کبھی نو اونٹ ذبح کیے جاتے تھے۔

لشکر کی خبر اور مشورہ:- جب آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مقام صفراء سے روانہ ہوکر اس کے قریب وادی زفران میں پہنچے تو خبر ملی کہ قافلہ کی حفاظت کے لیے قریش کا زبردست لشکر مکہ سے روانہ ہوچکا ہے۔ چونکہ مسلمان جنگ کے ارادہ سے نہیں نکلے تھے، اس لیے آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورہ کیا، مہاجرین میں سے حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ نے پوری جاں نثاری کا اظہار کیا، پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار مشورہ طلب فرمایا، تو انصار میں سے حضرت سعدؓ بن معاذ اور مقداد بن اسودؓ نے کہا کہ: اگر روئے سخن ہماری طرف ہے، تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے سمندر میں کود پڑیں گے۔ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں، دائیں بائیں، آگے پیچھے ہر طرف سے لڑیں گے، اس وقت مسرت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور چمک اٹھا اور فرمایا کہ خدا کا وعدہ فتح عطا کرنے کا ہے، مجھے کفار کے پچھاڑے جانے کی جگہیں دکھادی گئی ہیں، پھر زفران سے روانہ ہوکر بدر میں نزول فرمایا۔

قریش کو ابوسفیان کا خط:- ابوسفیان نے قافلہ بچ نکلنے پر قریش کو خط بھیجا کہ تم لوگ قافلہ بچانے کے لیے نکلے

تھے، وہ بچ گیا اس لیے تم لوگ مکہ واپس ہو جاؤ، جحفہ میں خط ملا، قریش نے لوٹنے کا ارادہ کیا، ابو جہل نے قسم کھالی کہ ہم بدر تک جائیں گے، وہاں جشن منا کر لوٹیں گے تا کہ ہمارا رعب چھا جائے، سردار بنی زہرہ اخنس بن شریق نے لوٹنے کا مشورہ دیا، مگر کسی نے توجہ نہ کی تو وہ بنی زہرہ کے سب آدمیوں کو لے کر لوٹ گیا، اور کہا کہ: جب ہمارا مال بچ گیا تو ہلاکت میں پڑنے کی ضرورت نہیں، بنی ہاشم بھی لوٹنا چاہتے تھے، مگر ابو جہل نے روک دیا، پھر بھی کچھ واپس ہو گئے، ابو جہل نے کسی کی نہ مانی اور بدر کی طرف روانہ ہوا۔

فریقین بدر میں:- بدر میں پہلے لشکر قریش پہنچا اور پانی والی عمدہ جگہ منتخب کر لی، مسلمان بعد میں پہنچے ان کو نشیبی، ریتلی زمین ملی، ریت میں پاؤں دھنس جاتے، پانی کی بھی کمی تھی، اللہ نے بارش نازل کر دی جس سے ریت جم گئ، مسلمانوں نے حوض بنا کر پانی جمع کر لیا، قریش کی طرف کیچڑ اور دلدل ہوگئ، وہ عقنقل والے جنوبی ٹیلہ کے پاس تھے، آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حباب بن منذر کے مشورے سے قریش کے قریب اونچی جگہ اختیار کر لی جہاں ایک بڑا چشمہ تھا، مسلمانوں نے ایک بڑا حوض بنا کر چشمہ کا پانی اس میں بھر لیا۔

لشکرِ قریش کی خبر:- آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ وغیرہ کو لشکرِ کفار کا پتہ لگانے کے لیے بھیجا، قریش کے دو غلام مل گئے، ان کو پکڑ لائے، آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: قریش کہاں ہیں؟ غلاموں نے کہا: اسی عقنقل ٹیلہ کے پیچھے، پوچھا کتنے ہیں؟ بتایا بہت ہیں، تعداد نہیں معلوم پوچھا روز کتنے اونٹ ذبح ہوتے ہیں؟ بتایا ایک دن نو ایک دن دس، آپ صلی اللہ نے فرمایا نو سو اور ایک ہزار کے درمیان ہیں، پوچھا سردار کون کون ہیں؟ عتبہ، شیبہ، امیہ، ابو جہل وغیرہ پندرہ سرداروں کا نام بتا دیا، آں حضور صلی اللہ علیہ نے صحابہؓ سے فرمایا، مکہ نے اپنے جگر پاروں کو تمہاری طرف ڈال دیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح قریش کا حال معلوم کر لیا۔

صف بندی:- ۱۷/ رمضان ۲ھ ۱۳/ مارچ ۶۲۴ء یوم جمعہ (باعتبار تقویم سہ شنبہ) صبح کو لشکرِ قریش نے صف بندی کی، آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صحابہؓ کی صفیں تیر سے سیدھی کیں، پھر چھپر میں تشریف لے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ٹیلہ پر چھپر بنایا گیا تھا، جہاں سے پورا میدانِ جنگ نظر آتا تھا، اس میں صدیق اکبرؓ بھی ہوتے، باہر سعد بن معاذؓ ننگی تلوار لیے پہرہ دیتے تھے، صف بندی کے بعد قریش نے عمیر جمحی کو مسلمانوں کی تعداد معلوم کرنے کے لیے بھیجا، اس نے گھوڑے پر چکر لگا کر بتایا کہ کم وبیش تین سو ہیں، دوبارہ دور تک چکر لگا کر کہا کہ بس یہی ہیں؛ لیکن وہ جب تک تم کو مار نہیں لیں گے، مارے نہیں جائیں گے، اس لیے خوب سوچ لو، حکیم بن حزام نے کہا بالکل سچ ہے اور جا کے عتبہ سے کہا کہ: جنگ روک دو، اور اپنے حلیف عمرو بن الحضرمی کا خوں بہا اپنے ذمہ لے لو، عتبہ نے کہا، میں خوں بہا کا ذمہ دار ہوں، ابو جہل سے بھی مشورہ کر لو اور ایک تقریر کی، اے قریش! تم کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑنے میں فائدہ نہ ہوگا، لڑائی میں اپنے باپ، بیٹے اور بھائی کو اپنے ہاتھوں سے مقتول دیکھو گے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور عرب کو چھوڑ دو، اگر عرب نے محمد

صلی اللہ علیہ وسلم کو ختم کر دیا تو تمہاری مراد پوری ہوئی، اور اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم غالب ہوئے تو ان کا غلبہ تمہارا غلبہ ہوگا، وہ تمہاری ہی قوم کے ہیں، دیکھو میری نصیحت رد نہ کرو۔

ابوجہل کی فتنہ انگیزی:- حکیم بن حزام نے عتبہ کا پیغام ابوجہل کو جا کے سنایا، وہ غصہ میں بولا کہ عتبہ اس لیے بزدلی کرتا ہے کہ اس کا لڑکا ابوحذیفہ مسلمانوں کے ساتھ ہے، اس پر آنچ نہ آئے، بخدا ہم نہیں لوٹیں گے، جب تک ہمارے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان فیصلہ نہ ہو جائے اور عمرو بن الحضرمی کے بھائی عامر سے کہا کہ تیرا حلیف عتبہ لوگوں کو لوٹانا چاہتا ہے، جب کہ تیرے بھائی کا خون نظر کے سامنے ہے، تم اس کے خون کا بدلہ طلب کرو، عامر نے ہائے عمرو کا نعرہ شروع کیا، تمام لشکر میں جوش پھیل گیا، سب لڑنے کو تیار ہو گئے، حکیم اور عتبہ کی تمام کوشش ناکام ہوگئ۔

آغاز جنگ

ابوجہل کا طعنۂ بزدلی دور کرنے کے لیے سب سے پہلے عتبہ اپنے بھائی شیبہ اور اپنے بیٹے ولید کو لے کر میدانِ جنگ میں نکلا، ان کے مقابلہ کے لیے عوفؓ، معوذؓ پسران حارث اور عبداللہ بن رواحہؓ انصاری نکلے، عتبہ نے چلا کر کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! انصار سے نہیں، ہماری قوم سے ہمارا جوڑا بھیجئے؟ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خاندان سے حضرت حمزہؓ، حضرت علیؓ اور عبیدہ بن حارثؓ کو بھیجا، حمزہؓ وعلیؓ نے ایک ایک وار میں اپنے مقابل کو قتل کر دیا، عبیدہؓ زخمی ہو گئے تو ان کے مقابل عتبہ یا شیبہ کو حمزہؓ وعلیؓ نے قتل کیا اور عبیدہؓ کو اٹھا کر حضرت علیؓ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں تو شہید ہے، پھر قریش کی طرف سے عبیدہ بن سعید بن عاص لوہے میں ڈوبا ہوا نکلا، صرف آنکھیں کھلی تھیں، حضرت زبیرؓ نے آنکھ میں ایسا برچھا مارا کہ وہ گرا اور مر گیا، پھر میدان کارزار گرم ہو گیا، آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر صفیں درست کیں اور حضرت ابوبکرؓ کو لے کر چھپر میں چلے گئے۔

آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعائیں:- آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز پڑھ کر نہایت الحاح وزاری سے دعاء کی، یہ عالم تھا کہ دوش مبارک سے چادر گر گر پڑتی، حضرت ابوبکرؓ چادر ٹھیک کر دیتے، دعا کا یہ انداز کہ اے خدا! اپنا وعدہ پورا فرما، اگر یہ جماعت ہلاک ہوگئ تو زمین میں تیری عبادت نہ ہوگی، پھر **سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُر** پڑھتے ہوئے چھپر سے نکلے، جب جنگ کی شدت ہوئی تو: **شَاهَتِ الْوُجُوْهُ** پڑھ کر ایک مشت مٹی کفار کی طرف پھینکی جو ہر کافر کی آنکھ میں پڑی اس کو اللہ نے فرمایا: **وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى**، کفار آنکھیں ملنے لگے، مسلمان ان کو قتل اور گرفتار کرنے لگے، عفراءؓ کے لڑکے معاذؓ ومعوذؓ انصاری نے دوڑ کر ابوجہل کو قتل کر دیا، پھر عبداللہ بن مسعودؓ نے اس کی گردن جدا کر دی، عکرمہ نے اپنے باپ ابوجہل کی حمایت میں معاذؓ کے شانہ پر تلوار ماری، ہاتھ لٹکنے لگا، معاذؓ نے پیر سے دبا کر وہ ہاتھ الگ کر دیا، پھر لڑنے لگے، عکاشہ بن محصنؓ کی تلوار ٹوٹ گئ، آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک ٹہنی دی

کہ اس سے لڑو، وہ لکڑی ان کے ہاتھ میں ایک عمدہ تلوار بن گئی جس سے اور غزوات میں بھی لڑتے رہے۔

نتیجۂ جنگ:- اس جنگ میں ستر کفارِ قریش قتل ہوئے ان میں ابوجہل، عتبہ، شیبہ، امیہ، زمعہ، ابوالبختری، نبیہ، نبہ وغیرہ سردار تھے، اور ستر کفار قید ہوئے، صرف چودہ (۱۴) مسلمان شہید ہوئے، چھ مہاجر آٹھ انصار۔

فتح کی بشارت:- آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح کی خوش خبری سنانے کے لیے مدینہ میں اہل عالیہ کی طرف عبداللہ بن رواحہؓ کو اور اہل قافلہ کی طرف زید بن حارثؓ کو بھیجا، حضرت زید جب پہنچے تو لوگ حضرت رقیہؓ کو دفن کرر ہے تھے، لوگوں نے ان کو گھیر لیا وہ کہنے لگے عتبہ، شیبہ امیہ، ابوجہل وغیرہ سب مارے گئے، حضرت رقیہؓ کی بیماری کی وجہ سے ان کے شوہر حضرت عثمانؓ کو آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روک دیا تھا، وہ بدر میں شریک نہیں ہوئے پھر بھی حکماً بدری ہیں، غنیمت میں ان کو حصہ بھی ملا۔

مراجعت:- آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فتح کے بعد تین روز بدر میں رہے، پھر مالِ غنیمت اور اسیرانِ بدر کے ساتھ مظفر و منصور مدینہ لوٹے، مقامِ صفراء میں غنیمت تقسیم کی، ہر طرف مسلمانوں کا رعب چھا گیا، اطراف کے دشمن ڈرنے لگے، مدینہ کے بہت سے لوگ مسلمان ہوگئے، منافقوں کے سردار عبداللہ بن اُبی بھی اپنے ساتھیوں سمیت ظاہراً اسلام لے آیا۔

اسیران بدر:- قیدیوں کو مسلمانوں پر تقسیم کیا اور ان کو حسنِ سلوک کی تاکید کی گئی، مصعب بن عمیر کے عینی بھائی ابوعزیز کہتے ہیں، میں جس انصاری کے گھر تھا وہ روٹی مجھے کھلاتے خود کھجوریں کھالیتے، میں اصرار کرتا کہ روٹی آپ کھائیں، وہ نہ مانتے اور کہتے کہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیا ہے، قیدی حسبِ حیثیت فدیہ پر رہا کیے گئے، کم سے کم فدیہ ایک ہزار درہم، زیادہ سے زیادہ چار ہزار درہم، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ کا فدیہ سب سے زیادہ تھا، جو نادار تھے بلا فدیہ رہا ہوئے، جو لکھنا جانتے تھے ان سے کہا گیا کہ انصار کے دس دس بچوں کو لکھنا سکھادو، یہی ان کا فدیہ تھا۔

مکہ میں شکست کا اثر:- سب سے پہلے ضیمان خزاعی نے مکہ جاکر شکست کی خبر دی، جس سے تہلکہ مچ گیا، گھر گھر ماتم و نوحہ ہونے لگا، ایک ماہ تک گریہ وزاری ہوتی رہی، قریش نے منادی کرائی کوئی نوحہ نہ کرے، مسلمان سنیں گے تو بہت خوش ہوں گے، اور کوئی قیدیوں کا فدیہ نہ دے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہیں فدیے کی تعداد نہ بڑھادیں، اس کے باوجود لوگ فدیہ بھیج کر قیدیوں کو چھڑانے لگے۔ (سیرت الرسول ص:۵۲-۵۹)

نوٹ:- غزوۂ احد کی تفصیل "یوم احد" کے عنوان تحت گذر چکی۔

غَزْوَةُ الْحُدَيْبِيَةِ وَإِرْسَالُ الرُّسُلِ

وَفِي السَّادِسَةِ الْهِجْرِيَّةِ وَقَعَتْ غَزْوَةُ الْحُدَيْبِيَةِ وَبَعْثُ الرُّسُلِ إِلَى الْمُلُوْكِ وَفِيهَا مَاتَتْ أُمُّ

رُومَانَ أُمُّ عَائِشَةَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَعَنْهُمْ، وَأَسْلَمَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ قَدِمَ مَعَ الدُّوسِيِّيْنَ المدِيْنَةَ وَهُوَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَيْبَرَ، فَشَهِدَهَا وَاسْمُهُ عَبْدُ شَمْسٍ أَوْ غَيْرُهُ مَاتَ سَنَةَ سَبْعٍ وَّخَمْسِيْنَ.

وَفَاتُه صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:— مَرِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْمَدِيْنَةِ بِصُدَاعِ الرَّأْسِ وَاشْتَدَّ مَرَضُهُ حِيْناً فَحِيْناً، فَلَمَّا أَصْبَحَ يَوْمَ الاِثْنَيْنِ خَرَجَ إِلَى النَّاسِ، فَرَاهُمْ يُصَلُّوْنَ الصُّبْحَ، فَتَبَسَّمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُرُوراً بِمَا رَأى مِنْ إِقَامَتِهِمُ الصَّلٰوةَ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى بَيْتِهِ، فَانْصَرَفَ النَّاسُ، وَهُمْ يَرَوْنَ أَنَّهُ أَفَاقَ مِنْ وَجْعِهِ، وَرَجَعَ ابُوبَكْرٍ إِلٰى أَهْلِهِ بِالسنحِ فَتُوفِّيَ فِي نِصْفِ نَهَارِهِ وَقِيْلَ: ضُحَاهُ اِثْنَي عَشَرَ مِنَ الرَّبِيْعِ الْأَوَّلِ سَنَةَ إِحْدىٰ عَشَرَ مِنْ هِجْرَتِهِ، وَكَانَ مُدَّةُ مَرَضِهِ اِثْنَيْ عَشَرَ او أَرْبَعَةَ عَشَرَ يَوْماً، فَشَاوَرُوا فِي أَمْرِ الخِلَافَةِ كُلَّ الْيَوْمِ وَغَسَلُوه يَوْمَ الثُّلَاثَاءِ، وَصَلُّوا عَلَيْهِ فُرَادىٰ إِلَى اللَّيْلِ، فَدَفَنُوه لَيْلَةَ الأَرْبعَاءِ، وَكَانَ عُمْره ثَلَاثٌ وَسِتُّوْنَ.

غزوۂ حدیبیہ اور قاصدوں کی روانگی

۶ھ میں غزوۂ حدیبیہ ہوا، اور اطراف عالم میں قاصد بھیجے گئے، اور اسی سال حضرت عائشہ اور عبدالرحمن رضی اللہ عنہما کی والدہ ام رومان کا انتقال ہوا اور حضرت ابو ہریرہ مسلمان ہوئے، آپ دوسیوں کے ساتھ مدینہ آئے، جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں تھے، تو آپ وہیں حاضر ہوئے، آپ کا نام عبد شمس یا کچھ اور تھا، آپ کی وفات ۵۷ھ میں ہوئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینے میں دردِ سر کی بیماری میں مبتلا ہوئے اور آپ کا مرض رفتہ رفتہ بڑھتا گیا، تو جب پیر کی صبح ہوئی تو آپ لوگوں کے پاس تشریف لائے، تو انھیں صبح کی نماز میں مشغول دیکھا، تو آپ ﷺ لوگوں کو نماز قائم کرتے دیکھ کر خوشی کی وجہ سے مسکرائے، پھر آپ اپنے گھر واپس تشریف لائے اور لوگ بھی لوٹ گئے، لوگوں کا یہ خیال تھا کہ آپ کو تکلیف سے افاقہ ہو گیا ہے، اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی اپنے گھر والوں کے پاس مقام سنح میں واپس چلے گئے، تو ۱۲/ ربیع الاول ۱۱ھ کو نصف النہار کے وقت اور بقول بعض چاشت کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا، آپ کی بیماری کی مدت بارہ یا چودہ دن تھی۔ تو لوگ پورے دن خلافت کے بارے میں مشورہ کرتے رہے اور منگل کے دن آپ کو غسل دیا، اور رات تک آپ پر تنہا تنہا نماز جنازہ پڑھی اور چہار شنبہ کی شب میں آپ ﷺ کو سپرد خاک کیا،

(اس وقت) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر تریسٹھ سال کی تھی۔

لغات وترکیب

رُسُلٌ، واحد، رَسُولٌ، قاصد۔ آفاقٌ، واحد، افُقٌ، اطراف عالم۔ صُدَاعٌ، درد سر۔ سُنْحٌ، عوالی مدینہ میں ایک مقام ہے، جہاں بنوحارث اور بنوخزرج کے مکانات تھے، أفَاقَ من المرض يُفِيقُ إفَاقَةً، (افعال) بیماری سے شفا پانا۔ شَاوَرَ يُشَاوِرُ مُشَاوَرَةً (مفاعلۃ) مشورہ کرنا۔

وَهُوَ بِالمدينة "مرض" کی ضمیر سے حال واقع ہے۔ حيناً فحِيناً "اشتد" کا ظرف ہے۔ سُروراً "تبسم" کا مفعول لہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

صلح حدیبیہ

آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا کہ امن کے ساتھ مکہ میں اپنے اصحابؓ کے ساتھ جا کر عمرہ ادا کیا، خواب میں ماہ اور سال کی تعیین نہ تھی، عمرہ کے لیے دوشنبہ یکم ذوالقعدہ ۶ھ ۱۳/ مارچ ۶۲۸ء کو مدینہ سے روانہ ہوئے، بقول راجح چودہ سو اصحابؓ ساتھ تھے، ام المؤمنین حضرت ام سلمہ بھی تھیں، قربانی کے ستر اونٹ بھی ساتھ میں تھے، مسلمانوں کے پاس تیر اور تلوار کے علاوہ کوئی سامانِ جنگ نہ تھا، تاکہ قریش کو یقین ہوجائے کہ صرف عمرہ کرنا ہے، لڑائی کا ارادہ نہیں۔

قریش کی مزاحمت:- آں حضور ﷺ جب مقام عسفان میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ قریش عہد کر چکے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے اور مکہ کے قریب ذوطویٰ میں اپنا لشکر بٹھا رکھا ہے، خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابی جہل دو سو سواروں کے ساتھ کراع الغمیم تک آگئے، جو عسفان سے آٹھ میل جانبِ مکہ ہے، احابیش یعنی مختلف قبائل کو بلالیا ہے، آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قریش کو لڑائی کھا گئ، بخدا جس کام کے لیے خدا نے مجھے بھیجا ہے، برابر جہاد کرتا رہوں گا یا میرا غلبہ ہو یا میرا خاتمہ، قریش جس راستہ پر بیٹھے تھے، اس کے علاوہ راستہ سے حدیبیہ پہنچ گئے۔

حدیبیہ ایک کنواں ہے، اسی کے نام پر حدیبیہ نام پڑا، آج اس کا نام شمیسی ہے، مکہ سے بائیس کیلومیٹر، یہیں حرم کی سرحد ہے، یہاں سب لوگ ٹھہر گئے، حدیبیہ کے کنویں کا پانی ختم ہوگیا، آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک تیر دیا کہ کنویں میں ڈال دو، تیر ڈالتے ہی پانی جوش مارنے لگا، چودہ سو اصحاب اور اونٹوں کے لیے کافی ہوگیا، پھر پانی کی کمی نہ ہوئی۔

قریش نے جائزہ لینے کے لیے عروہ بن مسعود ثقفی کو جو بہت ذہین تھا آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا، عروہ نے کہا کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم مختلف قسم کے لوگوں کو لے کر اپنے اہل وقبیلہ کی طاقت توڑنے آگئے ہیں، ادھر سارے قریش عہد کر کے نکلے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے، اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی واللہ کل آپ کا ساتھ چھوڑ دیں گے، اس پر حضرت ابوبکرؓ بے تاب ہو کر بولے کہ جاؤلات کی شرمگاہ چوسو، کیا ہم لوگ آں حضور ﷺ

کا ساتھ چھوڑ دیں گے؟ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ: ہم عمرہ کے لیے آئے ہیں لڑائی کے لیے نہیں، عروہ نے دیر تک رہ کر پورا جائزہ لیا، پھر جا کر قریش سے کہا کہ میں کسریٰ، قیصر اور نجاشی کے دربار میں جا چکا ہوں میں نے کسی بادشاہ کو محمدؐ جیسا اپنی قوم میں نہیں دیکھا، ان کے وضو کا پانی اور تھوک ان کے اصحابؓ ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں، زمین پر نہیں گرنے نہیں دیتے، میں نے دیکھ لیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ کوئی نہیں چھوڑ سکتا، اب تم کوئی رائے قائم کرو۔

آں حضور ﷺ کے قاصد:- عروہ کی گفتگو کوئی نتیجہ خیز نہ رہی تو آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خراش بن امیہ خزاعی کو قریش کے پاس بھیجا، قریش نے ان کا اونٹ ہلاک کر ڈالا، خراش کو بھی قتل کرنا چاہا کہ احابیش نے ان کی جان بچائی، خراش نے واپس آ کر آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ماجرا سنا دیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن عفانؓ کو روانہ کیا کہ قریش کو سمجھا دیں کہ ہمارا مقصد صرف بیت اللہ کی زیارت ہے، جنگ نہیں، حضرت عثمانؓ نے قریش کو آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام سنایا، قریش نے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو طواف کر لیں، حضرت عثمانؓ بولے کہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر میں طواف نہیں کر سکتا، پھر قریش نے ان کو قید کر لیا، مسلمانوں میں مشہور ہو گیا کہ حضرت عثمانؓ شہید کر دیئے گئے۔

بیعت رضوان

آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ببول کے درخت کے سایہ میں تشریف فرما تھے، قتل عثمانؓ کی خبر سن کر فرمایا کہ اس کا بدلہ لئے بغیر نہیں ٹلیں گے، اسی درخت کے سایہ میں صحابہؓ سے بیعت لی کہ مر جائیں گے، مگر جہاد سے نہ بھاگیں گے، سب نے بیعت کی، آخر میں حضرت عثمانؓ کی طرف سے بیعت کی، اپنا بایاں ہاتھ، ان کا ہاتھ تسلیم کر کے ایک دوسرے پر مارا اس بیعت کی خبر سن کر قریش ڈر گئے اور مصالحت کے لیے تیار ہو گئے۔

ہدنہ

ہدنہ بمعنی صلح اور صلح کی وجہ سے اطمینان وسکون، اب قریش نے صلح کی گفتگو کے لیے سہیل بن عمرو کو آں حضور ﷺ کے پاس بھیجا، مصالحت میں درج ذیل باتیں طے ہوئیں:

- دس سال تک لڑائی موقوف رہے گی۔
- مسلمان اس سال لوٹ جائیں اگلے سال صرف تلوار غلاف میں لے کر آئیں، طواف وزیارت کے لیے مکہ میں صرف تین دن رہیں۔
- قریش کا آدمی اگر مدینہ چلا جائے تو اسے قریش کی طلب پر واپس کرنا ہوگا اور اگر کوئی مسلمان قریش کے پاس آ جائے تو واپس نہ کیا جائے گا۔
- فریقین بدعہدی وخیانت نہ کریں، دلوں کا کینہ وکدورت چھپائے رکھیں۔

- قبائل کو اختیار ہوگا، جس فریق کا وہ حلیف وطرف دار چاہیں بن جائیں.........اسی وقت خزاعہ آں حضور ﷺ کے حلیف وطرف دار بن گئے اور بنو بکر قریش کے حلیف ہو گئے۔

ابو جندل کا معاملہ:- صلح نامہ لکھا جارہا تھا کہ سہیل بن عمرو کے لڑکے ابو جندلؓ بیڑیوں میں گھسٹتے ہوئے آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئے، ان کو اسلام لانے کی وجہ سے بیڑی پہنا کر قید کر دیا گیا تھا، قسم قسم کی ایذائیں دی جاتی تھیں، سہیل نے دیکھتے ہی ابو جندلؓ کے چہرے پر مارنا اور گریبان پکڑ کر گھسیٹنا شروع کیا، آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل سے بہت اصرار کیا کہ ابو جندل کو میرے حوالہ کرو، مگر سہیل راضی نہ ہوا، ابو جندل نے چیخ کر فریاد کی کہ کیا میں پھر مشرکین کی ایذائیں جھیلنے واپس جاؤں؟ یہ منظر مسلمانوں کے لیے ناقابل برداشت ہو گیا، آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبر کرو، اللہ تمہارے لیے اور کمزور مسلمانوں کے لیے بھی کوئی راستہ نکالیں گے، ہم نے قوم سے جو صلح کی ہے، اس کو توڑ نہیں سکتے، حضرت عمرؓ بے تاب ہو کر بولے کہ دب کر صلح کرنا، دین میں یہ ذلت گوارا نہیں حضرت عمرؓ اس تلخ کلامی کے کفارہ میں برابر غلام آزاد کرتے، صدقات، نماز اور روزے رکھتے رہے۔

قربانی اور احرام اتارنا:- تکمیل صلح کے بعد آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو حکم دیا کہ قربانی کر کے سر مُنڈ والو، یعنی احرام اتار دو، تین بار فرمانے پر بھی کوئی جگہ سے نہ اٹھا، آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ کے پاس جا کر صورتِ حال بیان کی، انھوں نے کہا کہ بظاہر دب کر صلح ہونے سے صحابہؓ کو عظیم صدمہ ہے، ان کا خیال تھا کہ مکہ فتح ہوگا، ہم عمرہ ادا کریں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے قربانی کریں، سر منڈائیں، دیکھ کر صحابہ بھی کریں گے، پھر سب نے قربانی شروع کر دی، احرام اتار دیا اور ایک دوسرے کا حلق وقصر کرنے لگے۔

فتح مبین

حدیبیہ میں قریب دو ہفتے ٹھہر کر آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوئے، مدینہ اور مکہ کے درمیان پہنچے تو "اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحاً مُّبِيْناً" نازل ہوئی، صحابہؓ کو سورۂ فتح سنائی، صحابہؓ صلح سے شکستہ خاطر تھے، تعجب سے پوچھا یہ فتح ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک فتح عظیم ہے، امام زہریؒ کہتے ہیں کہ یہ ایسی فتح عظیم ہے کہ اس صلح کے بعد فتح مکہ تک صرف دو برس میں اس کثرت سے لوگ مسلمان ہوئے کہ اتنے انیس برس میں نہیں ہوئے تھے، دلیل یہ ہے کہ صلح حدیبیہ میں کل چودہ سو مسلمان ساتھ تھے، اور فتح مکہ میں دس ہزار، وجہ یہ ہوئی کہ ہدنہ کے زمانہ میں کفار مسلمان باہم ملتے، مکہ اور مدینہ آزادی سے آتے جاتے، مسلمانوں کے اخلاق اور اسلام کی خوبیوں سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیتے، یہی صلح فتح مکہ کا باعث اور اشاعت اسلام کا ذریعہ بنی، جو اسلامی طاقت قریش کی جنگ میں الجھی ہوئی تھی، اب وہ سلاطین عالم کو دعوتِ اسلام دینے کی طرف مائل ہوئی۔

مکہ کے مظلوم مسلمان:- آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ سے مدینہ تشریف لائے تو ابو بصیرؓ بن اسیدؓ جو مکہ میں

اسلام لانے کی وجہ سے ستائے جارہے تھے، مدینہ آگئے، شرط کے مطابق ان کو واپس لے جانے کے لیے قریش نے ایک عامری اور ایک غلام کو بھیجا، آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس کردیا اور ابوبصیرؓ سے فرمایا کہ: ہم بدعہدی نہیں کریں گے، اللہ تعالیٰ مظلوم مسلمانوں کے لیے کوئی راستہ نکالیں گے، یہ لوگ ذوالحلیفہ پہنچے تو ابوبصیرؓ نے عامری سے کہا، تمہاری تلوار تیز ہے؟ ذرا دیکھوں، عامری نے دکھایا، ابوبصیرؓ نے تلوار لیتے ہی ایک ہی وار میں عامری کو ٹھنڈا کردیا، غلام ڈر کر دربار نبویؐ میں بھاگا، پیچھے سے ابوبصیرؓ بھی پہنچے اور کہا اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد پورا کیا، مجھے قریش کے حوالہ کردیا، میں نے اپنا بچاؤ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تیرے ساتھ آدمی ہوں تو لڑائی بھڑکا دے گا، ابوبصیرؓ وہاں سے مقام عیص میں جا ٹھہرے، ذوالمروہ کے پاس ساحلِ سمندر پر جو قریش کا راستہ ملک شام جانے کا ہے، خبر پاکر مکہ کے ستر محبوس مسلمان وہاں پہنچ گئے اور عیص میں اپنا مرکز بنا کر قریش کا راستہ تنگ کردیا، قافلۂ قریش کا سامان چھینتے اور اسی مال غنیمت پر گذارا کرتے، ابوجندلؓ بھی یہاں آگئے، قریش نے مجبور ہوکر آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھا کہ ابوبصیرؓ وغیرہ کو مدینہ بلا لیجیے، آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مدینہ بلالیا، قریش نے خود یہ شرط ختم کردی، یہ بھی مروی ہے کہ عیص میں تین سو مسلمان جمع ہوگئے تھے، آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خط جب ابوبصیرؓ کو ملا تو وہ بسترِ مرگ پر تھے، بہت خوش ہوئے مکتوب گرامی سینہ پر رکھا اور روح پرواز کرگئی، ابوجندلؓ نے وہیں دفن کیا، اس کے قریب ایک مسجد بنائی، پھر تمام رفقاء کے ساتھ مدینہ پہنچے۔

سلاطین عالم کو دعوتِ اسلام کے خطوط

صلح حدیبیہ کی وجہ سے قریش سے اطمینان نصیب ہوا تو عالم کی ہدایت کی طرف متوجہ ہوئے، ذوالحجہ ۶ ھ مارچ ۶۲۸ء میں شاہانِ عالم کے پاس دعوتِ حق کے خطوط بھیجے، انھیں آگاہ کیا کہ رعایا کی گمراہی کی ذمہ داری تمہارے اوپر عائد ہوتی ہے؛ کیوں کہ الناس علی دین ملوکھم، محرم ۷ھ میں ایک دن میں چھ خط روانہ کئے، چوں کہ سلاطین بغیر مہر کے خط کا اعتبار نہیں کرتے، اس لیے چاندی کی ایک انگوٹھی مہر کے لیے بنوائی جس پر ''محمد رسول اللہ'' کندہ تھا، نیچے محمد اوپر رسول اور سب سے اوپر اللہ لکھا تھا۔

۱:- ہرقل قیصر روم کے نام حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبیؓ سے مکتوب گرامی بھیجا، ہرقل نے حضرت دحیہؓ سے کہا کہ میں خوب جانتا ہوں کہ وہ نبی مرسل ہیں؛ لیکن اندیشہ ہے کہ میں اتباع کروں تو میری حکومت جاتی رہے گی اور اہل روم مجھے قتل کردیں گے۔

۲:- خسرو پرویز کسریٰ کے پاس محرم ۷ھ مئی ۶۲۸ء میں حضرت عبداللہ بن حذافہؓ نامۂ مبارک لے گئے، خسرو نے والا نامہ چاک کردیا، آں حضور صلی اللہ نے فرمایا کہ اسی طرح اس کی حکومت کے بھی پرزے ہوجائیں گے، چناں چہ صرف نو برس کے اندر حکومتِ کسریٰ کے ایسے پُرزے اڑے کہ ایران سے آلِ ساسان کی حکومت ہمیشہ کے لیے ختم ہوگئی۔

۳:- محرم ۷ھ میں نجاشی شاہ حبشہ کے پاس جس کا نام اصحمہ بن ابجز ہے حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ نامۂ مبارک لے گئے، نجاشی نے والا نامہ آنکھوں سے لگایا، تخت سے اتر کر زمین پر بیٹھ گیا اور اسلام قبول کرلیا، رجب ۹ھ میں نجاشی کی وفات ہوئی۔

۴:- مقوقس شاہِ مصر کے پاس حضرت حاطب بن ابی بلتعہ مکتوب گرامی لے گئے، اس نے خط کو ہاتھی دانت کے ڈبہ میں حفاظت سے رکھ دیا، آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو کنیزیں ماریہ قبطیہؓ، سیرینؓ اور دُلدُل نامی خچر وغیرہ ہدیہ میں بھیجا اور اس اعتراف کے باوجود کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی آخر الزماں ہیں سلطنت کے حرص میں اسلام قبول نہیں کیا۔

۵:- ۸ھ میں حاکم بحرین منذر بن ساوی مجوسی کے پاس حضرت علاء بن حضرمیؓ سے مکتوب گرامی بھیجا، اس نے اسلام قبول کرلیا، اس کے ساتھ بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے۔

۶:- شاہ عمان جلندیٰ کے دونوں لڑکے جیفر اور عبد کے نام ذوالقعدہ ۸ھ میں حضرت عمرو بن العاصؓ سے مکتوب گرامی بھیجا، جلندیٰ، اس کے دونوں لڑکے جیفر اور عبد اور ان کے ساتھ بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کرلیا۔

۷:- حاکم یمامہ ہوذہ بن علی نصرانی کے پاس محرم ۷ھ میں حضرت سلیط بن عمرو عامری سے گرامی نامہ بھیجا، اس نے اسلام قبول نہیں کیا۔

۸:- بلقا کے رئیس اعظم حارث بن ابی شمر غسانی کے نام محرم ۷ھ میں حضرت شجاع بن وہب اسدیؓ سے گرامی نامہ بھیجا، اس نے غصہ میں خط پھینک دیا اور حملہ کی تیاری شروع کردی، اور حملہ کی اجازت قیصر روم سے طلب کی، قیصر نے منع کردیا تو حارث نے حضرت شجاع کو ہدیہ میں سو مثقال سونا دے کر رخصت کیا، آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا ملک ہلاک ہوگیا، پھر حارث ۸ھ میں مرگیا۔

۹:- حاکم بصریٰ شرحبیل بن عمرو غسانی کے پاس حضرت حارث بن عمیر ازدیؓ سے مکتوب گرامی روانہ کیا اس نے حضرت حارثؓ کو موتہ میں شہید کرادیا، اسی وجہ سے ۸ھ میں جنگ موتہ واقع ہوئی۔

مختلف دعوت نامے:- (۱۰) مہاجر بن ابی امیہ مخزومیؓ کو حارث بن عبد کلال کے پاس یمن بھیجا، اس نے اسلام قبول کرلیا۔ (۱۱) (۱۲) حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن بھیجا، وہاں کے اکثر لوگ بخوشی مسلمان ہو گئے۔

(۱۳) ملوکِ یمن ذوالکلاع حمیری اور ذوعمر کی طرف جریر بن عبداللہ بجلیؓ کو بھیجا، ذوالکلاع اور ذوعمر دونوں مسلمان ہو گئے۔

(۱۴) (۱۵) عمرو بن امیہ ضمریؓ کو مسیلمہ کذاب کے پاس یمامہ بھیجا، دوسرا خط سائب بن العوامؓ سے بھیجا مگر وہ اسلام نہ لایا۔

(۱۶) معن کے حاکم و گورنر فروہ بن عمرو جذامی کے پاس حضرت مسعود بن اسدؓ سے ایک مکتوب بھیجا وہ مشرف باسلام ہوا۔

(۱۷) عیاش بن ابی ربیعہ مخزومیؓ کو حارث، مسروح اور نعیم بن عبد کلال کی طرف بھیجا۔

(۱۸) رئیس بحرین ہلال بن امیہ کے نام۔

(۱۹) اکیدر حاکم دومۃ الجندل کے نام۔
(۲۰) بنی کلب اور اس کے سردار اصبغ بن عمرو کے پاس۔
(۲۱) ملوکِ حمیر اور ان کے خاندان کے پاس۔
(۲۲) سرداران حضرموت کے پاس۔
(۲۳) سردار ازد کے نام۔
(۲۴) سردار حجر کے نام۔
(۲۵) بنی حارثہ کے پاس۔
(۲۶) بنی عذرہ کے پاس۔
(۲۷) شاہ سماوہ کے نام۔
(۲۸) امرائے بنی وائل کے پاس۔
(۲۹) بنی زہیر کے پاس۔
(۳۰) پچاس کے قریب مختلف سرداران عرب کے نام۔

(سیرت الرسول ص: ۸۵-۹۱)

آغازِ علالت

چہار شنبہ ۲۹/ صفر ۱۱ھ ۲۷/ مئی ۶۳۲ء حضرت میمونہؓ کی باری کا دن تھا، شب میں اپنے غلام ابو مویہبہؓ کو جگا کر فرمایا، مجھے حکم ہوا ہے کہ اہلِ بقیع کے لیے استغفار کروں، جب جنت البقیع سے لوٹے تو دفعۃً سر میں درد اور بخار شروع ہو گیا، اسی حال میں باری باری ازواج مطہرات کے یہاں رہے، دوشنبہ ۵/ ربیع الاول کو مرض بڑھ گیا، ازواج مطہرات سے اجازت لے کر حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں تشریف لائے، اگلے دوشنبہ کو اسی حجرہ میں رحلت فرمائی، تیرہ روز علیل رہے، آخری ہفتہ کی تیمار داری حضرت عائشہؓ نے کی، ان کے حجرہ میں حضرت علی وفضل بن عباسؓ کے سہارے تشریف لائے، قدم زمین پر گھسٹ رہے تھے اور سر پر پٹی بندھی تھی۔

زہر کا اثر:- آں حضور صلی اللہ علیہ سلم مرضِ وفات میں فرماتے تھے کہ خیبر میں زینب نے جو زہر کھلایا اس کا اثر محسوس کرتا ہوں، اس زہر سے میری رگِ ابہر کٹ رہی ہے، اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم شہید فوت ہوئے، جب آپ ﷺ بیمار ہوتے تو سورہ اخلاص، سورہ فلق، سورہ ناس پڑھ کر اپنے اوپر دم کرتے اور پورے جسم پر ہاتھ پھیرتے آخری علالت میں حضرت عائشہؓ یہ عمل کرتیں۔

آخری خطبہ:- آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بخار اتنا شدید تھا کہ موٹی چادر کے اوپر سے گرمی محسوس ہوتی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انبیاء علیہم السلام پر بلائیں شدید آتی ہیں، اجر بھی زیادہ ملتا ہے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ شدید مرض کسی کا نہیں دیکھا، پنج شنبہ ۸/ ربیع الاول کو آپ ﷺ کے حکم سے سات مشک پانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہایا گیا، جس سے تھوڑا سکون ہوا، حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کے سہارے مسجد میں تشریف لے گئے، نمازِ ظہر پڑھائی، پھر اپنی زندگی کا آخری خطبہ دیا، حمد وثنا کے بعد اصحابِ احد کے لیے دعائے مغفرت کی اور فرمایا، لوگو! خدا نے اپنے ایک بندہ کو اختیار دیا ہے کہ وہ دنیا کی نعمتوں کو اختیار کرے یا آخرت کی، اس نے آخرت کو اختیار کرلیا، حضرت ابوبکرؓ رونے لگے کہ اس سے مراد آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ابوبکرؓ قرار پکڑو، پھر فرمایا: مسجد کی طرف کے سب دروازے بند کردئے جائیں، سوائے ابوبکرؓ کے، ان سے بڑھ کر میرا کوئی محسن نہیں، میں نے سب کے احسان کا بدلہ دے دیا سوائے ابوبکرؓ کے، ان کو اللہ ہی بدلہ دے گا، اگر میں خدا کے سوا کسی کو دوست بناتا تو ابوبکرؓ کو بناتا؛ لیکن اسلامی اخوت ومودت میں وہ سب سے برتر ہیں، کوئی ان کا ہمسر نہیں، اور فرمایا: جیش اسامہؓ کو جلد روانہ کرو، یہ بھی فرمایا: کہ یہود ونصاریٰ پر لعنت ہو جنھوں نے پیغمبروں کی قبور کو سجدہ گاہ بنایا، اس میں اشارہ ہے کہ میری قبر کو سجدہ گاہ نہ بنانا، تم لوگ اپنے نبی ﷺ کی موت سے خوف زدہ ہو؟ کیا کوئی نبی ہمیشہ رہا، سن لو! میں خدا سے ملنے والا ہوں اور تم بھی ملنے والے ہو، میں تم سے پہلے جارہا ہوں، تم آکر حوض کوثر پر ملوگے، میں سب کو وصیت کرتا ہوں کہ مہاجرین اولین کے ساتھ خیر کا معاملہ کریں، اور مہاجرین تقویٰ اور عملِ صالح پر قائم رہیں، اے مسلمانو! انصار کے ساتھ حسنِ سلوک اور خیر کا معاملہ کرنا، انصار نے اسلام کو ٹھکانا دیا، مکانات، باغات، پھلوں اور زمینوں میں تم کو شریک بنایا، باوجود فقر وفاقہ اپنے اوپر تم کو ترجیح دی۔ پھر منبر سے اتر کر حجرۂ مبارکہ میں تشریف لے گئے۔

غالباً دس ربیع الاول شنبہ کو کچھ آرام تھا، حضرت عباسؓ وحضرت علیؓ کے سہارے مسجد میں تشریف لائے، نماز ظہر حضرت ابوبکرؓ پڑھا رہے تھے، پیچھے ہٹنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارے سے روکا اور ان کے بائیں بیٹھ کر نماز پڑھائی، حضرت ابوبکرؓ مقتدی ہوکر بلند آواز سے تکبیریں کہتے رہے، اس کے بعد آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں نہ جاسکے۔

دنیا سے کنارہ کشی:- یک شنبہ ۱۱/ ربیع الاول کو اپنے سب غلام آزاد کردیئے جو چالیس سال تک تھے، سات دینار بچے تھے ان کو تقسیم کردیا، سارے اسلحہ مسلمانوں کو ہبہ کردیئے۔

یوم وفات:- دوشنبہ ۱۲/ ربیع الاول کی صبح کو آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرے کا پردہ اٹھایا، لوگ نمازِ فجر پڑھ رہے تھے، دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسرور ہوئے، رخِ انور ورقِ مصحف جیسا سفید تھا، صحابہؓ کی خوشی کا حال یہ تھا کہ نماز نہ توڑ دیں، صدیق اکبرؓ نے پیچھے ہٹنا چاہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا کہ نماز پوری کرو، ناتوانی کی وجہ سے زیادہ کھڑے نہ رہ سکے، پردہ گرا کر اندر تشریف لے گئے، یہ آخری زیارت تھی۔

غالباً اسی روز حضرت فاطمہؓ کے کان میں کہا: میں دنیا چھوڑ رہا ہوں، وہ رونے لگیں، پھر فرمایا تم سب سے پہلے مجھ سے ملوگی، تو ہنس پڑیں، چناں چہ چھ ماہ میں ۳/ رمضان المبارک ۱۱ھ کو وہ رحلت کر گئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: تم جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہوگی، حضرت حسن وحسین کو بوسہ دیا اور ان کے احترام کی بھی وصیت کی، ازواجِ مطہرات کو نصیحتیں کیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی نصیحت کی، انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سرِ مبارک گود میں رکھ لیا، حالتِ نزع میں حضرت عائشہؓ کی آغوش میں سر رکھ کر لیٹ گئے، اتنے میں حضرت عائشہؓ کے بھائی حضرت عبدالرحمٰنؓ پیلو کی تازی مسواک لیے آگئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نظر ڈالی، حضرت عائشہؓ سمجھ گئیں، دانتوں سے اس کو نرم کیا، پھر آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک کی، قریب ہی پانی رکھا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم شدتِ درد سے پانی میں ہاتھ ڈالتے اور منہ پر پھیرتے اور فرماتے اللّٰھمّ فی الرّفیق الاعلٰی پھر دستِ مبارک لٹک گیا اور روح مبارک پرواز کر گئی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ موت کے وقت آخری وصیت یہ تھی کہ نماز اور اپنے غلاموں کا خیال رکھنا، حضرت عائشہؓ فخر سے کہا کرتی تھیں کہ آخری وقت میں میرا آبِ دہن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے ملا، میرے حجرہ میں میری نوبت میں اور میرے گلے اور سینہ کے درمیان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی۔

تاریخ رحلت:- اس پر سب کا اتفاق ہے کہ رحلت کا دن دوشنبہ اور مہینہ ربیع الاول ہے، اختلاف وقت میں ہے، مغازی ابن اسحاق میں چاشت کا وقت اور مغازی موسیٰ بن عقبہ میں زوال کا وقت مذکور ہے اور یہی صحیح ہے، پھر چاشت اور زوال میں کوئی زیادہ فرق نہیں، دوسرا شدید اختلاف تاریخ میں ہے، امام السیر محمد بن اسحاق اور جمہور کا مشہور قول ۱۲/ ربیع الاول ۱۱ھ ہے، موسیٰ بن عقبہ، لیث بن سعد اور خوارزمی وغیرہ کے نزدیک یکم ربیع الاول، اور کلبی، ابومخنف وغیرہ کے نزدیک دوم ربیع الاول ہے، یہی علامہ سہیلیؒ اور حافظ عسقلانی کے نزدیک راجح ہے، ۱۳/۱۴/۱۵ کا قول بھی ہے اور بعض نے سکوت کیا ہے، اختلاف کی بنیاد یہ ہے کہ حجۃ الوداع میں ۹/ ذی الحجہ جمعہ کا دن متعین ہے تو ذوالحجہ کی پہلی کو پنج شنبہ کا دن ہوا اور ذوالحجہ، محرم، صفر تینوں مہینے تیس کے یا تینوں انتیس کے یا بعض انتیس بعض تیس کے ہوں، کسی طرح بارہ ربیع کو دوشنبہ کا دن نہیں پڑتا، اس لیے شدید اختلاف ہوا، یہ اختلاف یوں دور ہوسکتا ہے کہ اختلاف مطالع سے فرق پڑتا ہے، مکہ میں پہلی ذوالحجہ پنج شنبہ، اور مدینہ میں جمعہ کو ہوگی۔ اور حجۃ الوداع مکہ کی رویت سے ہوا، مدینہ کی رویت سے یکم ذوالحجہ جمعہ، یکم محرم یک شنبہ، یکم صفر سہ شنبہ اور یکم ربیع الاول پنج شنبہ ماننے سے بارہ ربیع الاول دوشنبہ کا دن پڑتا ہے، قواعد تقویم کے اعتبار سے متواتر چار مہینے تیس کے اور مسلسل چار مہینے انتیس دن کے ہوسکتے ہیں، یہاں متواتر صرف تین مہینے تیس دن کے ماننے پڑتے ہیں، اس حساب سے جمہور کا قول کہ تاریخ وفات ۱۲/ ربیع الاول ۱۱ھ بروز دوشنبہ ہے صحیح ہوجاتا ہے۔

عمر مبارک:- بقول جمہور آں حضور صلی اللہ علیہ کی عمر شریف تریسٹھ (۶۳) سال تھی، یہی صحیح ہے، بعض ساٹھ اور پینسٹھ بھی کہتے ہیں۔ (سیرت الرسول ص: ۱۲۸-۱۳۳)

حُلْيَتُهُ الْمُبَارَكَةُ

كَانَ صَلَّى اللّٰهُ يَتلألأ وجهُهُ تلألُؤَ القمرِ ليلةَ البدرِ، وفيه تدويرٌ، عظيمُ الهامةِ، رَجِلُ الشَّعْرِ، لَيسَ بِجَعْدٍ ولا سَبْطٍ، وَاسِعُ الْجَبِيْنِ، أَدْعَجُ الْعَيْنَيْنِ، أَقْنَى الْعِرْنِيْنِ، لَهُ نُورٌ يَعْلُوْهُ، سَهْلُ الْخَدَّيْنِ، أَزْهَرُ اللَّوْنِ، كَثُّ اللِّحْيَةِ، وَكَأَنَّ عُنُقَهُ جِيْدُ دُمْيَةٍ، طَوِيْلُ الزَّنْدَيْنِ، رَحْبُ الرَّاحَةِ، شَثْنُ الْكَفَّيْنِ، وَالْقَدَمَيْنِ ذُوْ مَسْرُبَةٍ، سَوَاءُ الْبَطْنِ وَالصَّدْرِ، بَيْنَ كَتِفَيْهِ خَاتَمُ النُّبُوَّةِ، أَجْرَدُ إِذَا مَشَى كَأَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ، أَجْوَدُ النَّاسِ صَدْراً، وأَصْدَقُ النَّاسِ لَهْجَةً، وَأَلْيَنُهُمْ عَرِيْكَةً، وأَكْرَمُهُمْ عَشِيْرَةً، مَنْ رَآهُ بَدَاهَةً هَابَهُ، وَمَنْ خَالَطَهُ مَعْرِفَةً أَحَبَّهُ، يَبْدَأُ مَنْ لَقِيَ بِالسَّلَامِ:

أَخِلَّايَ إِنْ شَطَّ الْحَبِيْبُ وَدَارُهُ ۔۔۔ وعزَّ تلاقيه وناءتْ منازلُهُ

وَفَاتَكُم أَن تُبْصِرُوْهُ بِعَيْنِكُمْ ۔۔۔ فَمَا فاتكُم منهُ فهٰذي شمائلُهُ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیۂ مبارک

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور چودھویں رات کے چاند کے چمکنے کی طرح چمکتا تھا، چہرۂ انور میں کچھ گولائی تھی، آپ کا سر مبارک بڑا تھا، آپؐ کے بال قدرے گھنگھریالے تھے، نہ تو بالکل پیچیدہ تھے اور نہ سیدھے تھے، آپؐ کی پیشانی کشادہ تھی، آپؐ کی آنکھیں بڑی اور سیاہ تھیں، آپؐ کی ناک بلند تھی اُس کے اوپر ایک روشنی تھی، آپؐ کے رخسار نرم تھے، رنگ آپؐ کا نکھرا ہوا تھا، ڈاڑھی گھنی تھی، آپؐ کی گردن یوں معلوم ہوتی تھی جیسے کسی گڑیے کی گردن ہو، آپؐ کے دونوں گٹے لمبے تھے، ہتھیلی کشادہ تھی، دونوں ہتھیلیاں اور پیر پُر گوشت تھے، بالوں کی لکیر والے تھے (آپؐ کے سینے سے ناف تک بالوں کی ایک لکیر تھی) آپؐ کا پیٹ اور سینہ برابر تھا، آپؐ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی، آپؐ کے بدنِ مبارک پر بال نہ تھے، جب آپؐ چلتے تھے تو یوں محسوس ہوتا تھا، جیسے پست زمین سے اتر رہے ہوں، آپؐ لوگوں میں دل کے اعتبار سے بڑے سخی، لوگوں میں گفتگو کے اعتبار سے سب سے زیادہ راست گو، طبیعت کے اعتبار سے بڑے نرم اور خاندانی اعتبار سے سب سے زیادہ معزز تھے، جو شخص آپؐ کو اچانک دیکھتا ہیبت زدہ رہ جاتا، اور جو شناسائی سے آپ کی مصاحبت اختیار کرتا آپؐ سے محبت کرنے لگتا، آپ جس سے بھی ملتے پہلے سلام کرتے۔

اے میرے دوستو! اگر دوست اور اس کا مکان دور ہو گیا ہے، اور اس کا ملنا دشوار ہو گیا ہے اور اس کی منزلیں بعید ہو گئی ہیں۔

اور اپنی آنکھوں سے اسے دیکھنا فوت ہو گیا ہے، تو وہ تم سے فوت نہیں ہوا ہے سو یہ ہیں اس کے اخلاق وعادات۔

لغات وترکیب

تلألأ يتلألأ تلألأ (تفاعل) چمکنا۔ هامةٌ، ج، هامٌ، سر، ہر چیز کا کنارہ۔ رجِلُ الشعر، ج، أرْجال ورجالى، کم گھنگھریالے بال والا۔ رجِلَ الشَّعْرُ يرْجلُ رجلا (س) بال کچھ گھنگھریالے ہونا۔ جَعُدَ يجْعُدُ جعادة (ک) گھنگھریالا ہونا۔ سبُطَ الشَّعْرُ يَسْبُطُ سُبُوطةً (ک) بالوں کا سیدھا ہونا۔ جَبِيْنٌ، ج، أجْبُنٌ، پیشانی۔ دَعِجَ العَيْنُ يَدْعَجُ دَعجاً (س) آنکھ کا بہت سیاہ اور بڑی ہونا۔ أقنى، مونث، قنواء الأقنى من الألف، بلند ناک والا۔ عِرْنِينٌ، ج، عرانين، ناک۔ خدٌّ، ج خُدُودٌ، رخسار۔ زَهِرَ الرجل يَزْهَرُ زهراً (س) خوب صورت وبارونق ہونا۔ كثَّ الشَّعْرُ يكِثُّ كثاثةً (ض) بالوں کا گھنا ہونا۔ عُنُقٌ، ج، أعْنَاقٌ، گردن۔ جِيْدٌ، ج، أجْيَادٌ، وَجُيُودٌ، گردن۔ دُمْيَةٌ، ج، دُمىً، گڑیا۔ زَنْدٌ، ج، زِنَادٌ، ہاتھ کا گٹا، رَاحَةٌ، ج، رَاحَاتٌ، ہتھیلی، شَثُنَ يَشْثُنُ شُثُوناً (ک) موٹا ہونا۔ مَسْرُبَةٌ، ج، مَسَارِبُ، سینے کے درمیان میں پیٹ تک کے بال۔ جرَدَ يَجْرُدُ جرْداً الجلد (ن) بال اتارنا۔ شَبَبٌ، ج، أشْبَابٌ، نشیبی زمین، عَرِيكَةٌ، ج، عَرائكُ، عادت۔ هَابَ يَهَابُ هَيْبَةً (س) خوف کھانا، بچنا۔ خلِيلٌ، ج، أخلّاء، دوست۔ شَطَّ يَشُطُّ شطّاً (ن) دور ہونا۔ عَزَّ يَعِزُّ عِزّاً (ض) دور ہونا۔ نَاءَ يَنُوءُ نوءاً (ن) دور ہونا۔ شمائل، واحد، شميلةٌ، عادت۔

تَلا لؤ القمر۔ مفعولِ مطلق نوعی کی وجہ سے منصوب ہے۔ صدراً، لهجةً، عريكةً وغیرہ تمیز کی بنیاد پر منصوب ہیں۔ "أن تبصروه" فاتَ کا فاعل ہے۔ "بعينكم" تبصرو سے متعلق ہے۔

اَلْعَشَرَةُ الْمُبَشَّرَةُ

السّيرة الصّدّيقيّة:— أبُوبَكْرٍ، هُوَ عَبْدُ اللّهِ بنُ عُثْمَانُ أبِي قُحَافَةَ بْنِ عَامِرٍ، وَكَانَ اسْمُهُ عَبْدَ رَبِّ الْكَعْبَةِ، فَسَمَّاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ اللّهِ، وَأُمُّهُ أُمُّ الْخَيْرِ بِنْتُ صَخْرِ بْنِ عَامِرٍ، وَمَاتَتْ هِيَ وَأبُوْهُ مُسْلِمِيْنِ، وَلِأَبَوَيْهِ وَوَلَدِ وَوَلَدِه وَلَدِه صُحْبَةٌ، وَلَمْ يَجْتَمِعْ لِأحَدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ، خُلِّفَ يَوْمَ الثُّلاثَاءِ ثَانِي يَوْمِ مَوْتِهِ صَلَّى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَاتَ لِثَمَانٍ بَقِيْنَ مِن جَمَادَى الأخِرَة سَنَة ثَلاثَ عَشْرَةَ مِنَ الْهِجْرَةِ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ وَلَهُ ثَلاثٌ وَسِتُّوْنَ، غَسَلَتْهُ امْرَأتُهُ بِوَصِيَّتِهِ.

السيرة الفاروقيّة:— هُوَ أبُوحَفْصٍ عُمَرُبْنُ الْخَطَّابِ بْنِ نُفَيْلٍ أسْلَمَ سَنَةَ سِتٍّ أوْخَمْسٍ قَبْلَ الْهِجْرَةِ بَعْدَ أرْبَعِيْنَ رَجُلاً، مَاتَ لِطَعْنِ أبِي لُؤلُؤَةَ غُلامِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ لِأرْبَعٍ بَقِيْنَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ سَنَةَ ثَلاثٍ وَّعِشْرِيْنَ وَدُفِنَ غُرَّةَ الْمُحَرَّمِ وَلَهُ ثَلثٌ وَّسِتُّوْنَ وَمُدَّةُ خِلافَتِهِ عَشْرُ سِنِيْنَ وَنِصْفٌ.

السيرة العُثمانية:— عُثمانُ، هُوَ أبو عبدِ اللهِ بْنُ عَفَّانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ العَاصِ بْنِ أُمَيَّةَ، أَسْلَمَ قديماً قَبْلَ دُخُولِهِ دارَ الأَرْقَمِ، وَهَاجَرَ إِلى الحَبْشَةِ مَرَّتَيْنِ، سُمِّيَ ذَا النُّورَيْنِ لِجَمْعِهِ بَيْنَ بِنْتَي النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم رُقَيَّةَ وأُمِّ كُلْثُومٍ، اُسْتُخْلِفَ غُرَّةَ المُحرَّم سنة أَرْبَعٍ وَّعِشْرِيْنَ، وقُتِلَ لِثانِي عشرَ مِنْ ذِى الحِجَّةِ سنة خَمْسٍ وثلاثِيْنَ، ولَهُ اِثْنانِ وثمانُونَ سَنَةً، وَصَلّى بالنَّاسِ عَلَيْهِ حَكِيْمُ بْنُ حِزَامٍ، وَمُدَّةُ خِلافَتِهِ اِثْنا عَشَرَ سَنَةً.

السِّيْرَةُ العَلَوِيَّةُ:— عَلِيٌّ، هُوَ ابْنُ أَبِي طَالِبٍ أبوالْحَسَنِ وَأبو تُرَابٍ، وأُمُّهُ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَسَدٍ، أَسْلَمَ وَلَهُ خَمْسٌ مَعَ الْعَشْرِ، ضَرَبَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ مُلجمٍ لِسَبْعِ عَشَرَ مِنْ رَمَضَانَ سَنَةَ أَرْبَعِيْنَ، وَمَاتَ بَعْدَ ثَلاثٍ وَلَهُ ثَلاثٌ وَستُّونَ سَنَةً أَوْ غَيْرُهُ، وَمُدَّةُ خِلافَتِهِ أَرْبَعُ سِنِيْنَ وَشُهُورٌ.

طَلْحَةُ:— هُوَ أَبُو مُحَمَّدِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، أَسْلَمَ قَدِيْماً قُتِلَ فِي وَقْعَةِ الْجَمَلِ لِعِشْرِيْنَ مِنْ جُمَادَى الأخرىٰ سَنَةَ ثَلاثٍ وَّثَلاثِيْنَ، وَلَهُ أَرْبَعٌ و ستُّونَ سَنَةً.

الزبير:— هُوَ أَبُو عَبْدِ اللهِ بْنُ الْعَوَامِ، وأُمُّهُ صَفِيَّةُ عَمَّةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَسْلَمَ قَدِيْماً قُتِلَ سَنَةَ سِتٍّ وَّ ثَلاثِيْنَ وَلَهُ أَرْبَعٌ وَّ ستُّونَ أو غَيْرُ ذٰلِكَ.

سعد:— هُوَ أَبُو اِسْحٰق بن أَبِي وَقَّاصٍ أَسْلَمَ قَدِيْماً مَاتَ سَنَةَ خَمْسٍ وَّخَمْسِيْنَ.

سعيد:— هُوَ أَبُو الْأَعْوبنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَسْلَمَ قِدِيْماً مَاتَ سَنَةَ إِحْدىٰ وَخَمْسِيْنَ.

عبد الرحمٰن:— هُوَ ابُو مُحَمَّدِ بْنُ عَوْفٍ مَاتَ سَنَةَ اثْنَيْنِ وَثَلاثِيْنَ.

أبوعبيدة:— هُوَ عَامِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنُ الْجَرَّاحِ مَاتَ سَنَةَ ثَمَانِيَ عَشَرَ.

عشرۂ مبشرہ

(وہ دس افراد جنھیں جنت کی بشارت ملی)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سیرت:- ابوبکر، ان کا نام عبداللہ بن عثمان ابوقحافہ بن عامر ہے، آپ کا نام عبدرب کعبہ تھا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام عبداللہ رکھ دیا، آپ کی والدہ صخر بن عامر کی صاحبزادی ام خیر ہیں، وہ (والدہ) اور آپ کے والد دونوں کا انتقال حالتِ اسلام میں ہوا، آپ کے والدین، آپ کی اولاد اور آپ کے پوتوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل تھی، اور یہ خوبی کسی اور صحابی کو نہ ملی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرماجانے کے دوسرے دن آپ کو خلیفہ بنایا گیا، ۲۲/ جمادی الاخریٰ کو مغرب اور عشاء کے درمیان آپ کی وفات ہوئی،

آپ کی عمر ۶۳ سال کی تھی، آپ کی اہلیہ نے آپ کی وصیت کے مطابق آپ کو غسل دیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سیرت:- حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، وہ ابوحفص عمر بن خطاب بن نفیل ہیں، ہجرت سے پانچ یا چھ سال پہلے چالیس افراد کے بعد آپ نے اسلام قبول کیا، آپ کی وفات ۲۶/ ذی الحجہ ۲۳ھ کو مغیرہ بن شعبہ کے غلام ابولؤلؤہ کے نیزہ مارنے کی وجہ سے ہوئی اور یکم محرم الحرام کو سپرد خاک کیے گئے جب کہ آپ کی عمر ۶۳/ سال تھی اور آپ کے خلافت کی مدت ساڑھے دس سال ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی سیرت:- حضرت عثمانؓ، وہ ابوعبداللہ بن عفان بن عبداللہ بن عاص بن امیہ ہیں، آپ دارارقم میں داخل ہونے بہت پہلے ہی مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے، حبشہ کی جانب دومرتبہ ہجرت کی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دوصاحبزادی حضرت رقیہ وام کلثوم کے (نکاح میں) جمع کرنے کی وجہ سے آپ کو ذوالنورین کے نام سے موسوم کیا گیا، یکم محرم الحرام ۲۴ھ کو آپ خلیفہ بنائے گئے، ۱۲/ ذی الحجہ ۳۵ھ کو بیاسی سال کی عمر میں شہید کیے گئے، حضرت حکیم بن حزام نے لوگوں کو آپ کی نماز جنازہ پڑھائی، آپ کے خلافت کی مدت ساڑھے دس سال ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سیرت:- حضرت علی، وہ ابن ابی طالب ابوالحسن اور ابوتراب ہیں، آپ کی والدہ فاطمہ بنت اسد ہیں، پندرہ سال کی عمر میں آپ اسلام لائے، عبدالرحمٰن بن ملجم نے ۱۷/ رمضان ۴۰ھ کو آپ کو نیزہ مارا، اور تین روز کے بعد آپ کا انتقال ہو گیا، آپ کی عمر تریسٹھ سال یا اس کے علاوہ تھی، آپ کے خلافت کی مدت چار سال اور کچھ مہینے ہے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ:- وہ ابومحمد بن عبداللہ بن عمرو ہیں، آپ بہت پہلے اسلام لا چکے تھے، جنگ جمل میں ۲۰/ جمادی الاخریٰ ۳۶ھ کو آپ شہید ہوئے جب کہ آپ کی عمر ۶۴ سال تھی۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ:- وہ ابوعبداللہ بن العوام ہیں، آپ کی والدہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ ہیں، آپ شروع ہی میں مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے، ۳۶ھ میں آپ شہید کئے گئے جب کہ آپ کی عمر ۶۴ سال یا کچھ اور تھی۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ:- وہ ابواسحاق بن ابی وقاص ہیں، شروع ہی میں آپ اسلام لا چکے تھے ۵۵ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ:- وہ ابوالاعور بن عبدالرحمٰن ہیں، شروع ہی میں آپ حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے، آپ کی وفات ۵۱ھ میں ہوئی۔

حضرت ابوعبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ:- وہ ابومحمد بن عوف ہیں، آپ کی وفات ۳۲ھ میں ہوئی۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ:- وہ عامر بن عبداللہ بن الجراح ہیں، ۱۸ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

لغات وترکیب

خَلَّفَ يُخَلِّفُ تَخْلِيفاً (تفعیل) خلیفہ بنانا، جانشین مقرر کرنا۔ طَعَنَ يَطْعَنُ طَعْناً، (ف) نیزہ مارنا۔ وَقْعَةٌ، ج، وَقَعَاتٌ، لڑائی۔ عَمَّةٌ، ج، عَمَّاتٌ، پھوپی۔

فسمّاه النبيُّ عبدالله، "ہٗ" ضمیر مفعول اول ہے اور "عبدالله" مفعول ثانی ہے۔ أسْلَمَ قديماً أي زمناً قديماً ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہے۔ "غُرَّةَ المحرم" بھی "استخلف" کا ظرف واقع ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نام ونسب:- آپ کا نام عبداللہ بن ابوقحافہ بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ ہے۔ مرہ پر آپ آنحضرت صلعم سے نسب پر مل جاتے ہیں اور باعتبار مراتب آباء ایک ہی درجہ میں ہیں؛ کیوں کہ دونوں میں مرہ تک چھ چھ پشتوں کا فاصلہ ہے، آپ کی والدہ کا نام سلمیٰ بنت صخر بن کعب بن سعد ہے۔ یہ ابوقحافہ کی چچازاد بہن تھیں اور ام الخیر کے نام سے مشہور تھیں، آپ کے والد ابوقحافہ کا نام عثمان ہے، آپ کو زمانۂ جاہلیت میں عبدالکعبہ کہا جاتا تھا، آں حضرت صلعم نے آپ کا نام عبداللہ رکھا، آپ کا نام عتیق بھی تھا، مگر جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تاریخ الخلفاء میں لکھتے ہیں کہ جمہور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ عتیق آپ کا نام نہ تھا؛ بل کہ لقب تھا۔ اس لیے کہ حدیث شریف کے موافق نار دوزخ سے عتیق یا آزاد تھے۔ بعض نے کہا کہ حسن وجمال کے سبب آپ کا نام عتیق مشہور ہوا۔ بعض کا قول ہے کہ چوں کہ آپ کے نسب میں کوئی بھی ایسی بات نہیں جو عیب سمجھی جاسکے پس سلسلۂ نسب کے بے عیب ہونے کے سبب آپ کا نام عتیق مشہور ہوا۔

تمام امت محمدی کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ کا لقب صدیق ہے؛ کیوں کہ آپ نے بے خوف ہوکر آنحضرت صلعم کی بلاتامل تصدیق فرمائی اور صدق کو اپنے اوپر لازم کرلیا۔ معراج کے متعلق بھی آپ نے کفار کے مقابلے میں ثابت قدمی دکھلائی اور آنحضرت صلعم کے اقوال کی تصدیق فرمائی۔ آپ آنحضرت صلعم سے دو سال دو مہینے چھوٹے تھے۔ لیکن بعض لوگوں نے کہا ہے کہ آپ آنحضرت صلعم سے بڑے تھے۔ آپ مکہ میں پیدا ہوئے وہیں پرورش پائی۔ تجارت کی غرض سے آپ باہر سفر میں بھی جایا کرتے تھے۔ آنحضرت صلعم کے ساتھ آپ نے مکہ سے مدینے کی طرف ہجرت فرمائی۔ اور مدینہ میں ہی داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

عہد جاہلیت:- زمانہ جاہلیت میں قریش کی شرافت وحکومت دس خاندانوں میں منحصر ومنقسم تھی۔ ان معزز سردار خاندانوں کے نام یہ ہیں:

"(۱) ہاشم (۲) امیہ (۳) نوفل (۴) عبدالدار (۵) اسد (۶) تیم (۷) مخزوم (۸) عدی (۹) جمح (۱۰) سہم۔" ان میں

بنو ہاشم کے متعلق سقایت یعنی حاجیوں کو پانی پلانا۔ بنو نوفل کے متعلق بے زاد حاجیوں کو توشہ دینا اور زادِ سفر دینا تھا۔ بنو عبد الدار کے پاس خانہ کعبہ کی کنجی اور دربانی تھی۔ بنو اسد کے متعلق مشورہ اور دار الندوہ کا اہتمام تھا۔ بنو تیم کے متعلق خوں بہا اور تاوان کا فیصلہ تھا، بنو عدی کے متعلق سفارت اور قومی مفاخرت کا کام تھا، بنو جمح کے پاس شگون کے تیر تھے۔ موسم کے متعلق بتوں کا چڑھاوا رہتا تھا۔ بنو تیم میں حضرت ابوبکر صدیقؓ خوں بہا اور تاوان کا فیصلہ کرتے تھے۔ جس کو ابوبکر صدیق مان لیتے۔ تمام قریش اس کو تسلیم کرتے اگر کوئی دوسرا اقرار کرتا تو کوئی بھی اس کا ساتھ نہ دیتا تھا۔ اسی طرح بنو عدی میں حضرت عمر بن الخطابؓ سفارت کی خدمت انجام دیتے تھے اور میدان جنگ میں بھی سفیر بن کر جاتے اور مقابلہ میں قومی مفاخر بیان کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق علاوہ اس شرف وفضیلت کے کہ وہ اپنے قبیلہ کے سردار اور من جملہ دس سرداران قریش کے ایک سردار تھے مال ودولت کے اعتبار سے بھی بڑے متمول اور صاحب اثر تھے۔ آپ قریش میں بڑے بامروت اور لوگوں پر احسان کرنے والے تھے، مصائب کے وقت صبر واستقامت سے کام لیتے اور مہمانوں کی خوب مدارات وتواضع بجالاتے۔ لوگ اپنے معاملات میں آپ سے آکر مشورہ لیا کرتے اور آپ کو اعلیٰ درجے کا صائب الرائے سمجھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ابن الدغنہ آپ کو راستے سے جب کہ آپ مکہ سے رخصت ہو چکے تھے واپس لے آیا تھا، جس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ آپ انساب اور اخبار عرب کے بڑے ماہر تھے۔ آپ طبعاً برائیوں اور کمینہ خصلتوں سے محترز رہتے تھے۔ آپ نے جاہلیت ہی میں اپنے اوپر شراب حرام کر لی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے کبھی شراب پی ہے آپ نے فرمایا نعوذ باللہ کبھی نہیں۔ اس نے پوچھا کیوں؟ آپ نے فرمایا میں نہیں چاہتا تھا کہ میرے بدن میں سے بو آئے اور مروت زائل ہو جائے۔ یہ گفتگو آنحضرت کی مجلس میں روایت ہوئی تو آپ نے دو مرتبہ فرمایا کہ ابوبکرؓ سچ کہتے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیر مجسم، بے عیب، سلیم الطبع اور حق پسند وحق پرور تھے۔ یہی سبب تھا کہ جب آنحضرت صلعم نے آپ کو دعوت اسلام پیش کی تو آپ نے کچھ بھی پس وپیش نہ کیا، فوراً قبول کر لیا اور نصرت وامداد کا وعدہ فرمایا۔ پھر وعدہ کو نہایت خوبی کے ساتھ پورا کر دکھایا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ بجز ابوبکر صدیق کے جس کو میں نے اسلام کی دعوت دی اس نے کچھ نہ کچھ پس وپیش کیا۔ ایک مرتبہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ بجز نبی کے اور کسی پر جو ابوبکرؓ سے بہتر ہو آفتاب طلوع نہ ہوا۔ چوں کہ آپ قریش میں ہر دل عزیز تھے اس لیے بہت سے لوگ آپ کے سمجھانے سے ایمان لے آئے۔ جن میں عثمان بن عفانؓ، طلحہ بن عبد اللہؓ اور سعد بن وقاصؓ جیسے حضرات شامل تھے۔

عہد اسلام:- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے پہلے آنحضرت صلعم پر ایمان لائے۔ جس شخص نے سب سے پہلے آنحضرت صلعم کے ساتھ نماز پڑھی وہ ابوبکر صدیق تھے۔ میمون بن مہران سے کسی نے پوچھا کہ آپ کے نزدیک علی کرم اللہ وجہہ افضل ہیں یا ابوبکر صدیق۔ انھوں نے یہ سن کر سخت غصہ کیا اور فرمانے لگے: مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ میں ان دونوں میں موازنہ کیے جانے کے وقت تک زندہ رہوں گا۔ ارے یہ دونوں اسلام کے لیے بمنزلہ سر کے تھے۔ مردوں میں

سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق ایمان لائے اور لڑکوں میں سب سے پہلے علی کرم اللہ وجہہ ایمان لائے۔ عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ ایمان لائی تھیں۔

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ آنحضرت صلعم کی اجازت کے بغیر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کبھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہیں چھوڑا، آپ نے اپنے اہل وعیال کو چھوڑ کر خدا اور رسول کی محبت میں ہجرت کی، غار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا، لڑائی میں آپ کے ساتھ رہے، جنگ بدر میں آنحضرت صلعم نے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ تم میں سے ایک کے ساتھ جبرائیل ہیں اور دوسرے کے ساتھ میکائل، جنگ بدر میں عبدالرحمن بن ابوبکرؓ مشرکین کے لشکر میں شامل تھے۔ جب وہ مسلمان ہوگئے، تو انھوں نے اپنے والد ماجد یعنی ابوبکر صدیق سے کہا کہ بدر کے روز آپ کئی مرتبہ میرے تیر کی زد میں آئے مگر میں نے اپنا ہاتھ روک لیا۔ آپ نے فرمایا: اگر مجھے ایسا موقع ملتا تو میں تجھے بغیر نشانہ بنائے نہ رہتا۔

شجاعت:- حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک مرتبہ لوگوں سے سوال کیا کہ تمہارے نزدیک شجاع ترین کون شخص ہے، سب نے عرض کیا: آپ، آپ نے فرمایا میں ہمیشہ اپنے برابر کے جوڑے سے لڑتا ہوں۔ یہ کوئی شجاعت نہیں، تم شجاع ترین شخص کا نام لو، سب نے کہا ہمیں معلوم نہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ شجاع ترین حضرت **ابوبکر صدیق** ہیں۔ یوم بدر میں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک سائبان بنایا تھا۔ ہم نے پوچھا کہ آنحضرت **صلعم** کے پاس کون رہے گا کہ مشرکین کو آپ پر حملہ کرنے سے باز رکھے۔ قسم خدا کی ہم میں سے کسی شخص کی ہمت نہ پڑی۔ **مگر** ابوبکر صدیقؓ ننگی تلوار لیے کھڑے ہوگئے اور کسی کو پاس نہ پھٹکنے دیا اور جس شخص نے آپ پر حملہ کیا ابوبکر صدیقؓ اس پر حملہ آور ہوئے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

نسب وولادت:- آپ اشراف قریش میں سے تھے، زمانۂ جاہلیت میں آپ کے خاندان سے سفارت مخصوص ومتعلق تھی، یعنی جب قریش کی کسی دوسرے قبیلے سے لڑائی ہوتی تھی، تو آپ کے بزرگوں کو سفیر بنا کر بھیجا جاتا تھا، یا جب کبھی تفاخر نسب کے اظہار کی ضرورت پیش آتی، تو اس کام کے لیے آپ ہی کے بزرگ آگے نکلتے تھے، آپ کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے۔ عمر بن خطابؓ بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن رباح بن عبداللہ بن زراح بن عدی بن کعب بن لوئی۔ کعب کے دو بیٹے تھے، ایک عدی دوسرے مرہ۔ مرہ آنحضرت صلعم کے اجداد میں ہیں۔ یعنی آٹھویں پشت میں حضرت عمرؓ کا سلسلۂ نسب آنحضرت صلعم کے سلسلۂ نسب میں مل کر ایک ہوجاتا ہے۔ عمر فاروقؓ کی کنیت ابوحفص تھی۔ آنحضرت صلعم نے آپ کو فاروق کے لقب سے ملقب فرمایا تھا، آپ ہجرت نبوی سے چالیس سال پہلے پیدا ہوئے۔ لڑکپن میں اونٹوں کے چرانے کا شغل تھا۔ جوان ہونے کے بعد عرب کے دستور کے موافق نسب دانی، سپہ گری، شہسواری اور پہلوانی کی تعلیم حاصل کی، عہد

جاہلیت میں بھی اور مسلمان ہونے کے بعد بھی تجارت کا پیشہ کرتے تھے۔

بعض خصوصی فضائل:- فاروق اعظمؓ اسلام لانے سے پیشتر بازار عکاظ میں جہاں سالانہ اہل فن کا اجتماع ہوتا تھا۔ اور بہت بڑا میلہ لگتا تھا، اکثر دنگل میں کشتی لڑا کرتے تھے۔ اور ملک عرب کے نامی پہلوانوں میں سمجھے جاتے تھے۔ شہسواری میں یہ کمال حاصل تھا کہ گھوڑے پر اچھل کر سوار ہوتے اور اس طرح جم کر بیٹھتے کہ بدن کو حرکت نہ ہوتی تھی۔ آنحضرت صلعم کی بعثت کے وقت فتوح البلدان کی روایت کے موافق قریش میں صرف سترہ آدمی ایسے تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ ان میں ایک عمر بن الخطابؓ بھی تھے۔ آپ چالیس مسلمان مردوں اور گیارہ عورتوں کے بعد اسلام لائے۔ بقول بعض انتالیس مردوں اور تیئیس عورتوں کے بعد اور بقول دیگر ۴۵ مردوں اور گیارہ عورتوں کے بعد اسلام میں داخل ہوئے۔ آپ سابقین اور عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں۔ آپ آنحضرت صلعم کے خسر ہیں۔ آپ کا شمار علماء اور زہاد صحابہ میں ہے۔ ۵۳۹ حدیثیں آپ سے مروی ہیں۔ جن کو حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، طلحہؓ، سعدؓ، ابن مسعودؓ، ابوذرؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، انسؓ، ابوہریرہؓ، عمرو بن عاصؓ، ابوموسی اشعریؓ، براء بن عازبؓ، ابوسعیدؓ، خدریؓ اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے روایت کیا ہے۔

ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ جس روز حضرت عمر فاروقؓ ایمان لائے، اُس روز مشرکین نے کہا کہ: آج مسلمانوں نے ہم سے سارا بدلہ لے لیا۔ اور اُسی روز آیت "يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ" نازل ہوئی ابن مسعودؓ کی روایت ہے کہ جس روز حضرت عمر فاروق ایمان لائے۔ اُس روز سے اسلام عزت ہی پاتا گیا، آپ کا اسلام گویا فتح اسلام تھی۔ اور آپ کی ہجرت گویا نصرت تھی۔ اور آپ کی امامت رحمت تھی۔ ہماری مجال نہ تھی کہ ہم کعبہ شریف میں نماز پڑھ سکیں، لیکن جب عمرؓ فاروق ایمان لائے تو آپ نے مشرکین سے اس قدر جدال و معرکہ آرائی کی کہ مجبوراً اُن کو ہمیں نماز پڑھنے کی اجازت دینی پڑی۔ حضرت حذیفہ فرماتے ہیں کہ جب سے عمر فاروقؓ ایمان لائے، اسلام بمنزلۂ ایک اقبال مند آدمی کے ہوگیا تھا کہ ہر قدم پر ترقی کرتا تھا اور جب سے آپ نے شہادت پائی اسلام کے اقبال میں کمی آگئی کہ ہر قدم پیچھے ہی پڑتا ہے۔

ابن سعدؓ کہتے ہیں کہ جب سے حضرت عمرؓ ایمان لائے اسلام ظاہر ہوا۔ ہم کعبہ کے گرد بیٹھنے، طواف کرنے، مشرکین سے بدلہ لینے اور ان کو جواب دینے لگے۔ ابن عساکر نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے کہ ہر شخص نے خفیہ طور پر ہجرت کی ہے؛ لیکن جب حضرت عمرؓ نے ہجرت کا قصد کیا، تو ایک ہاتھ میں برہنہ تلوار لی، دوسرے میں تیر اور پشت پر کمان کو لگا کر خانہ کعبہ میں تشریف لائے، سات مرتبہ طواف کیا اور دو رکعتیں مقام ابراہیم کے پاس کھڑے ہوکر پڑھیں، پھر سرداران قریش کے حلقہ میں تشریف لائے اور ایک ایک سے کہا کہ تمہارے منہ کالے ہوں۔ جو شخص اپنی ماں کو بے فرزند اور بیوی کو بیوہ کرنا چاہتا ہو، وہ آکر مجھ سے مقابل ہو، کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ آپ کو روکتا۔

امام نووی کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ ہر ایک جنگ میں رسول اللہ صلعم کے ساتھ رہے اور یوم احد میں ثابت قدم رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں نے بحالتِ خواب جنت میں دیکھا کہ ایک عورت ایک قصر کے پہلو میں بیٹھی ہوئی وضو کر رہی ہے۔ میں نے پوچھا کہ یہ قصر کس کا ہے؟ معلوم ہوا کہ عمرؓ کا ہے، پھر آپ نے حضرت عمرؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ مجھ کو تمہاری غیرت یاد آ گئی اور میں وہیں سے لوٹ آیا، حضرت عمرؓ رو پڑے۔ اور فرمایا کہ میں اور آپ سے غیرت کروں۔ آنحضرت صلعم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے دودھ پیا ہے اور اس کی تازگی میرے ناخنوں تک پہنچ گئی ہے، پھر میں نے وہ دودھ عمرؓ کو دے دیا، لوگوں نے پوچھا کہ حضورؐ اس کی تعبیر کیا ہے، آپ نے فرمایا: کہ دودھ سے مراد علم ہے، ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ لوگوں کو میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور وہ قمیص پہنے ہوئے ہیں، بعض کے قمیص سینے تک ہیں، بعض کے اس سے زیادہ، مگر عمرؓ کا قمیص زمین میں گھسٹتا جاتا ہے، لوگوں نے پوچھا کہ قمیص سے مراد کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ دین۔ ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ واللہ جس راستے سے تم جاؤ گے، اس راستے پر شیطان کبھی نہ چلنے پائے گا؛ بل کہ وہ دوسرا راستہ اختیار کرے گا۔ ایک مرتبہ آپؐ نے فرمایا کہ میرے بعد اگر کوئی نبی ہونے والا ہوتا، تو وہ عمرؓ ہی ہوتے۔ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ عمر فاروقؓ چراغ اہلِ جنت ہیں۔ ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جب تک عمرؓ تمہارے درمیان رہے گا، فضول کا دروازہ بند رہے گا۔ ایک مرتبہ آپؐ نے فرمایا کہ آسمان کا ہر فرشتہ عمرؓ کا وقار کرتا ہے، اور زمین کا ہر شیطان اُن سے ڈرتا ہے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ کی حدیث میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جتنے نبی مبعوث ہوئے ہیں اُن کی امت میں ایک محدث ضرور ہوا ہے، اگر میری امت میں بھی کوئی محدث ہو سکتا ہے تو وہ عمرؓ ہیں۔ لوگوں نے پوچھا کہ محدث کسے کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ جس کی زبان سے ملائکہ باتیں کریں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا ہے کہ روئے زمین پر کوئی شخص عمرؓ سے زیادہ مجھ کو عزیز نہیں ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد ہم نے عمرؓ کو سب سے زیادہ ذہین پایا۔ ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ: اگر دنیا بھر کا علم ترازو کے ایک پلڑے میں اور حضرت عمرؓ کا علم دوسرے پلڑے میں رکھ کر تولا جائے، تو حضرت عمرؓ کا پلڑا بھاری رہے گا۔ حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ دنیا بھر کا علم حضرت عمرؓ کی گود میں پڑا ہوا ہے، نیز یہ کہ کوئی شخص سوائے حضرت عمرؓ کے ایسا نہیں ہے، جس نے جرأت کے ساتھ راہِ خدا میں ملامت سنی ہو، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت عمرؓ کو کپڑا اوڑھے دیکھ کر فرمایا: کہ اس کپڑا اوڑھے شخص سے زیادہ مجھے کوئی عزیز نہیں ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کسی نے پوچھا: تو آپ نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ ارادہ کی پختگی اور ہوش مندی و دلیری سے پُر ہیں۔

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ کی فضیلت ان چار باتوں سے معلوم ہوتی ہے: اول اسیران جنگ بدر کے قتل کا حکم دیا، اور اُس کے بعد آیت "لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ" نازل ہوئی، دوم آپ نے امہات المؤمنین کو پردہ کرنے کے لیے

کہا اور پھر آیت پردہ نازل ہوئی۔ اُسی پر آپ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ: وحی تو ہمارے گھر میں اُترتی ہے اور تم کو پہلے ہی القا ہو جاتا ہے۔ سوم رسول اللہ صلعم کا دُعا کرنا کہ الٰہی عمرؓ کو مسلمان کرکے اسلام کی مدد فرما۔ چہارم آپ کا اول ہی حضرت ابو بکر صدیقؓ سے بیعت کر لینا، مجاہد فرماتے ہیں کہ ہم اکثر یہ ذکر کیا کرتے تھے کہ حضرت عمرؓ کی خلافت میں شیطان قید میں رہے اور آپ کے انتقال کے بعد آزاد ہو گئے۔ ابو اُسامہؓ نے کہا کہ تم جانتے بھی ہو کہ ابو بکرؓ و عمرؓ کون تھے؟ وہ اسلام کے لیے بمنزلہ ماں اور باپ کے تھے۔ حضرت جعفر صادقؒ کا قول ہے کہ میں اُس شخص سے بیزار ہوں جو ابو بکرؓ و عمرؓ کو بھلائی سے نہ یاد کرے۔

حلیۂ فاروقی:- فاروق اعظمؓ کی رنگت سفید تھی؛ لیکن سُرخی اُس پر غالب تھی۔ قد نہایت لمبا تھا پیادہ پا چلنے میں معلوم ہوتا تھا۔ کہ سوار جا رہے ہیں، رخساروں پر گوشت کم تھا، داڑھی گھنی، مونچھیں بڑی، سر کے بال سامنے سے اُڑ گئے تھے، ابن عساکر نے روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ دراز قد موٹے تازے تھے، رنگت میں سرخی غالب تھی۔ گال پچکے ہوئے، مونچھیں بڑی تھیں اور ان کے اطراف میں سرخی تھی۔ آپ کی والدہ شریفہ ابوجہل کی بہن تھیں، اس رشتے سے آپ ابوجہل کو ماموں کہا کرتے تھے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

نام ونسب:- عثمان بن عفان بن ابو العاص بن اُمیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب آپ کی کنیت ابوعمرو ابوعبداللہ تھی۔ زمانہ جاہلیت میں آپ کی کنیت ابوعمرو تھی۔ مسلمان ہونے کے بعد حضرت رقیہؓ سے آپ کے یہاں حضرت عبداللہ پیدا ہوئے، تو آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہوگئی۔ حضرت عثمانؓ کی نانی آنحضرت صلعم کے والد عبداللہ بن عبد المطلب کی حقیقی بہن تھیں۔ جو حضرت عبداللہ کے ساتھ توام پیدا ہوئی تھیں۔ اس طرح حضرت عثمانؓ آنحضرت صلعم کی پھوپھی زاد بہن کے بیٹے تھے۔

فضائل:- آپ خلقِ حیا میں خاص طور پر ممتاز تھے، حضرت زید بن ثابتؓ کا قول ہے کہ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا ہے کہ: عثمانؓ میرے پاس سے گذرے تو مجھ سے ایک فرشتے نے کہا: کہ مجھے ان سے شرم آتی ہے، کیوں کہ قوم ان کو قتل کردے گی، آں حضرت صلعم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس طرح عثمان خدا اور اُس کے رسول سے حیا کرتے ہیں، فرشتے اُن سے حیا کرتے ہیں، حضرت امام حسنؓ سے حضرت عثمان غنی کی حیا کا ذکر آیا، تو انھوں نے فرمایا کہ اگر کبھی حضرت عثمانؓ نہانا چاہتے تو دروازہ کو بند کرکے کپڑے اتارنے میں اس قدر شرماتے کہ پشت سیدھی نہ کرسکتے تھے، آپ ذو ہجرتین تھے، یعنی آپ نے حبش کی ہجرت بھی کی اور مدینہ کی طرف بھی۔ آپ شکل وشمائل میں آنحضرت صلعم سے بہت مشابہ تھے۔ آنحضرت صلعم نے قبل از بعثت اپنی بیٹی رقیہؓ کی شادی حضرت عثمانؓ سے کردی تھی۔ جب جنگ بدر کے روز وہ فوت ہوگئیں۔ تو آنحضرت صلعم نے اپنی دوسری بیٹی حضرت ام کلثومؓ کی شادی آپ سے کردی، اسی لیے آپ ذی النورین کے خطاب سے مشہور ہیں۔ ام کلثومؓ بھی ۹ھ میں فوت ہوگئیں۔ سوائے حضرت عثمان غنیؓ اور کوئی شخص دنیا میں ایسا نہیں گذرا

جس کے نکاح میں کسی نبی کی دو بیٹیاں رہی ہوں۔ مناسک حج سب سے بہتر حضرت عثمانؓ جانتے تھے۔ آپ کے بعد حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عثمان غنیؓ چوتھے مسلمان تھے۔ یعنی آپ سے پیشتر صرف تین شخص ایمان لاچکے تھے۔

آپ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تحریک سے مسلمان ہوئے تھے۔ آپ صحابۂ کرام میں بہت مال دار تھے۔ اور اسی طرح سب سے زیادہ سخی اور خدا کی راہ میں خرچ کرنے والے تھے۔ آپ حضرت رقیہؓ کی سخت علالت کے سبب جنگ بدر میں شریک نہیں ہوسکے تھے۔ اور آنحضرت صلعم کی اجازت وحکم کے موافق مدینہ منورہ میں رہے تھے، لیکن جنگ بدر کے مال غنیمت میں سے آپ کو اسی قدر حصہ ملا۔ جس قدر شرکاء جنگ کو ملا، اور آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ: عثمان کو اصحاب بدر میں شامل سمجھنا چاہئے۔ چناں چہ اصحاب بدر میں آپ کا شمار کیا جاتا ہے۔ آپ صحابہؓ کرام میں کثرت عبادت کے لیے خصوصی شہرت رکھتے تھے۔ رات بھر کھڑے ہوکر نماز پڑھا کرتے۔ اور برسوں روزے رکھا کرتے تھے۔ مسجد نبویؐ کی بغل میں ازواج مطہرات کے لیے کچھ زمین آپ نے اپنے خرچ سے خریدی تھی۔

ایک سال مدینہ میں قحط پڑا تو آپ نے تمام محتاجوں کو غلہ دیا۔ مسلمان جب مدینہ میں آئے تو پانی کی وہاں سخت تکلیف تھی۔ ایک یہودی کا کنواں تھا۔ وہ پانی نہایت گراں فروخت کرتا تھا۔ آپ نے وہ کنواں اس یہودی سے ۳۵ ہزار درہم کو خرید کر وقف کردیا۔ آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ مسلمان ہونے کے بعد ہر ہفتے ایک غلام خرید کر آزاد کردیا کرتے تھے۔ آپ نے کبھی اپنے مال دار ہونے پر فخر نہیں کیا۔ اور زمانہ جاہلیت میں کبھی شراب نہیں پی۔ آپ حدیث نبویؐ کو نہایت عمدگی اور احتیاط سے روایت کیا کرتے تھے۔ آپ نے جنگ تبوک کے واسطے ساڑھے چھ سو اونٹ اور پچاس گھوڑے راہِ خدا میں پیش کئے۔ عہد جاہلیت میں آپ امرائے مکہ میں شمار ہوتے تھے۔

حلیۂ مبارک:- آپ میانہ قد چیچک زدہ خوبصورت شخص تھے۔ داڑھی گھنی تھی۔ اُس کو حنا سے رنگین رکھتے تھے۔ آپ کی ہڈی چوڑی تھی، رنگت میں سرخی جھلکتی تھی، پنڈلیاں بھری بھری تھیں۔ ہاتھ لمبے لمبے تھے۔ سر کے بال گھونگروالے تھے۔ دونوں شانوں میں زیادہ فاصلہ تھا۔ دانت بہت خوبصورت تھے۔ کنپٹی کے بال بہت نیچے تک آئے ہوئے تھے۔ حضرت عبداللہ بن حزم کا قول ہے۔ کہ میں نے حضرت عثمانؓ سے زیادہ خوبصورت کسی مرد یا عورت کو نہیں دیکھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ

نام ونسب:- علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب۔

آنحضرتؐ نے آپؓ کو ابوالحسن اور ابوتراب کی کنیت سے مخاطب فرمایا۔ آپؓ کی والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم تھا۔ آپ پہلی ہاشمیہ تھیں کہ خاندانِ ہاشمیہ میں منسوب ہوئیں، اسلام لائیں اور ہجرت فرمائی، حضرت علی کرم اللہ

وجہہ آنحضرت صلعم کے چچازاد بھائی تھے اور داماد بھی۔ یعنی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت آنحضرت صلعم کے شوہر تھے۔ آپؓ میانہ قد، مائل بہ پستی تھے۔ دوہرا بدن، سر کے بال کسی قدر اڑے ہوئے، باقی تمام جسم پر بال اور لمبی گھنی داڑھی گندم گوں تھے۔

آپؓ کی خصوصیات:- حضرت علی کرم اللہ وجہہ سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں سے تھے، آپؓ ان لوگوں میں ہیں جنھوں نے قرآن مجید کو جمع کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ آپؓ بنی ہاشم میں سب سے پہلے خلیفہ تھے۔ آپؓ نے ابتدائے عمر سے کبھی بتوں کی پرستش نہیں کی۔ آنحضرت صلعم نے جب مکہ سے مدینہ کو ہجرت کی تو آپؓ کو مکہ میں اس لیے چھوڑ گئے کہ تمام امانتیں لوگوں کو پہنچا دیں، آنحضرتؐ کے اس حکم کی تعمیل کرنے کے بعد آپؓ بھی ہجرت کر کے مدینہ میں پہنچ گئے۔ سوائے ایک جنگ تبوک کے اور تمام لڑائیوں میں آپؓ آنحضرت صلعم کے ساتھ شریک ہوئے۔ جنگ تبوک کو جاتے وقت آپؓ کو آنحضرت صلعم مدینہ کا عامل یعنی قائم مقام بنا گئے تھے۔ جنگ اُحد میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے جسم مبارک پر سولہ زخم آئے تھے، جنگ خیبر میں آنحضرتؐ نے جھنڈا آپ کے ہاتھ میں دیا تھا اور پہلے سے فرمادیا تھا کہ: خیبر آپؓ کے ہاتھ پر فتح ہو گیا۔ آپؓ نے خیبر کا دروازہ اپنی پشت پر اُٹھالیا تھا۔ یہ دروازہ جب بعد میں لوگوں نے اُٹھانا چاہا تو بہت سے آدمیوں کا زور لگے بغیر اپنی جگہ سے نہ ہلا، آپؓ کو اپنا نام ابوتراب بہت پسند تھا۔ جب کوئی شخص آپؓ کو اس نام سے پکارتا تو آپؓ بہت خوش ہوتے تھے۔ اس نام کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ایک روز آپؓ گھر سے نکل کر مسجد میں آئے اور وہیں پڑ کر سور ہے۔ آنحضرت صلعم مسجد میں تشریف لائے اور حضرت علیؓ کو اُٹھایا تو ان کے جسم سے مٹی پونچھتے جاتے اور فرماتے جاتے تھے کہ ابوتراب اُٹھو۔

آپؓ کے فضائل:- حضرت سعد بن وقاصؓ فرماتے ہیں کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر جب آنحضرت صلعم نے حضرت علیؓ کو مدینہ میں رہنے کا حکم دیا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ: آپؐ مجھ کو عورتوں اور بچوں پر خلیفہ بنا کر چھوڑے جاتے ہیں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہوتے کہ میں تم کو اسی طرح چھوڑ جاتا ہوں، جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون کو چھوڑا تھا۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ جنگِ خیبر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ایسے شخص کو علم دوں گا جس کے ہاتھ پر قلعہ فتح ہوگا۔ اور جس نے خدا اور رسولؐ کو خوش کر لیا ہے۔ اگلے روز صبح کو تمام صحابہ منتظر تھے کہ دیکھیں وہ کون سا خوش قسمت شخص ہے۔ آنحضرت صلعم نے حضرت علیؓ کو بلوایا اور جھنڈا سپرد کیا اور قلعہ فتح ہوا، جب آیتِ مباہلہ نازل ہوئی تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ، فاطمہؓ، حسنؓ اور حسینؓ کو طلب فرمایا اور کہا کہ الٰہی! یہ میرے کنبہ کے لوگ ہیں۔ ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ: جس کا میں دوست ہوں، اس کے علیؓ بھی دوست ہیں۔ پھر فرمایا کہ الٰہی جو شخص علیؓ سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت رکھ اور جو علیؓ سے دشمنی رکھے تو بھی اس سے دشمنی رکھ۔

ثَمَرَةُ الْعِلْمِ

لَقِيَ هَارُونُ الرَّشِيْدُ الكِسَائِيَّ فِي بَعْضِ طُرُقِهِ، فَوَقَفَ عَلَيْهِ، وَتَحَفّٰى بِسُؤَالِهِ عَنْ حَالِهِ فَقَالَ: أَنَا بِخَيْرٍ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! وَلَوْ لَمْ أَجِدْ مِنْ ثَمَرَةِ الأَدَبِ إِلَّا مَا وَهَبَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِي مِنْ وُقُوفِ أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيَّ لَكَانَ ذٰلِكَ كَافِياً.

وَدَخَلَ أَبُوْيُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَهُمَا فِي مُذَاكَرَةٍ وَمُمَازَحَةٍ فَقَالَ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! إِنَّ هٰذَا الْكُوفِيَّ قَدْ غَلَبَ عَلَيْكَ، فَقَالَ: يَا أَبَا يُوسُفَ! إِنَّهُ لَيَأْتِيْنِي بِأَشْيَاءٍ يَشْتَمِلُ عَلَيْهَا قَلْبِي وَتَأْخُذُ بِمُجَامِعِهِ، فَقَالَ الْكِسَائِي: يَا أَبَا يُوسُفَ! هَلْ لَكَ فِي مَسْئَلَةٍ؟ فَقَالَ: فِي نَحْوٍ أَوْ فِي فِقْهٍ؟ فَقَالَ: بَلْ فِي فِقْهٍ، فَضَحِكَ هَارُونُ حَتّٰى فَحَصَ بِرِجْلَيْهِ، فَقَالَ: تُلْقِي عَلٰى أَبِي يُوسُفَ الفِقْهَ؟ فَقَالَ: نَعَمْ، ثُمَّ قَالَ: يَا أَبَا يُوسُفَ! فَمَا تَقُولُ فِي رَجُلٍ قَالَ لِزَوْجَتِهِ: أَنْتِ طَالِقٌ إِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ، قَالَ إِنْ دَخَلَتِ الدَّارَ طُلِّقَتْ، قَالَ أَخْطَأْتَ يَا أَبَا يُوسُفَ! فَضَحِكَ الرَّشِيْدُ، ثُمَّ قَالَ: فَكَيْفَ الصَّوَابُ؟ قَالَ: إِذَا قَالَ: "أَنْ" (بالفتح) وَجَبَ الْفِعْلُ دَخَلَتْ بَعْدُ أَوْ لَمْ تَدْخُلْ، وَإِذَا قَالَ: إِنْ (بِالْكَسْرِ) لَمْ يَجِبْ، وَلَمْ يَقَعِ الطَّلَاقُ.

علم کا پھل

ایک راستے میں ہارون رشید کی امام کسائی سے ملاقات ہوگئ، تو ہارون رشید ان کے سامنے کھڑا ہوگیا، اور بہت اچھے طریقے سے ان کی حالت دریافت کی، تو امام کسائی نے جواب دیا، یا امیر المؤمنین! میں بخیر ہوں، اور اگر میں علم ادب کے پھل میں بجز اس کے کچھ اور نہ پاتا جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کیا یعنی امیر المؤمنین کا میرے سامنے رک جانا تو یہی میرے لیے کافی تھا۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ (ایک مرتبہ) تشریف لائے اس حال میں کہ وہ دونوں گفتگو اور ہنسی مذاق میں مشغول تھے، تو فرمایا: اے امیر المؤمنین! یہ کوفی آپ پر غالب آچکا ہے، تو ہارون رشید نے کہا: اے ابو یوسف! یہ کچھ چیزیں بیان کرتے ہیں جو میرے دل کو بھاتی ہیں اور دل پر چھا جاتی ہیں، پھر کسائی نے کہا: کیا آپ کے پاس ایک مسئلے میں کوئی جواب ہے؟ تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا: نحو میں ہے یا فقہ میں، تو امام کسائی نے فرمایا: (نحو میں نہیں) بل کہ فقہ میں ہے، تو ہارون رشید ہنس پڑا، یہاں تک کہ اپنے پیر سے زمین کریدنے لگا اور کہا: تم ابو یوسف کے سامنے فقہ کا مسئلہ پیش کرتے ہو؟ تو امام کسائی نے فرمایا: ہاں، پھر کہا: اے ابو یوسف! تمہارا کیا خیال ہے، اس شخص کے بارے میں جو اپنی بیوی سے کہے: "أنت طالق إن دخلتِ الدار" امام ابو یوسفؒ نے فرمایا: اگر گھر میں داخل ہوگئ تو مطلقہ ہو جائے گی، امام کسائی نے فرمایا: ابو یوسف! آپ

نے غلط کہا، تو ہارون رشید ہنس پڑا اور بولا، تو پھر صحیح کیا ہے؟ کسائی نے جواب دیا: اگر اس نے "أن" (بالفتح) کہا ہے تو فعل واجب ہو گیا، اس کے بعد داخل ہو یا نہ ہو، اور اگر اس نے إن (بالکسر) کہا تو فعل واجب نہیں ہوا اور طلاق واقع نہیں ہوئی۔

لغات وترکیب

تحفّى في شيء يتحفّى تحفياً (تفعل) کسی چیز میں کوشش کرنا۔ **ذَاكَرَ يُذَاكِرُ مُذَاكَرَةً** (مفاعلۃ) باہم گفتگو کرنا۔ **مَازَحَ يُمَازِحُ مُمَازَحَةً** (مفاعلۃ) باہم ہنسی مذاق کرنا۔ **فَحَصَ بالرِّجْلِ يَفْحَصُ فَحْصاً** (ف) کریدنا۔ **طَلَّقَ يُطَلِّقُ تَطْلِيقاً وَطَلَاقاً** (تفعیل) طلاق دینا۔

من وقوف امير المؤمنين میں "من" بیانیہ ہے، **مَا وَهَبَ اللّٰه** میں "ما" کا۔ **رجلٍ قَالَ لزَوجته** میں "رجلٍ" موصوف ہے اور مابعد والا جملہ صفت واقع ہے۔

تشریح علم سے انسان مہذب شائستہ اور شریف ہو جاتا ہے، درسِ مذکور میں علم کے نتیجے اور پھل کو بیان کیا گیا ہے کہ علم سے انسان کو گفتگو کا سلیقہ آجاتا ہے اور ہر آدمی کے مرتبے کے لحاظ سے بات چیت کرتا ہے، خلیفہ ہارون رشید نے رک کر امام کسائی کی حالت دریافت کی، ظاہر ہے کہ یہ لحاظ کسائی کے علم کی وجہ سے ہی کیا، اور امام کسائی نے بھی فرمایا کہ: میرے علم کا یہی پھل میرے لیے کچھ کم نہیں کہ امیر المؤمنین میرے سامنے رک گئے۔

علم کی وجہ سے آدمی لطیف پیرائے میں عمدہ طریقے سے گفتگو کرتا ہے، امام کسائی اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے درمیان فقہی مسئلے کے بارے میں جو گفتگو ہوئی اسے محض نحوی لطیفہ ہی کہا جا سکتا ہے، اس لیے کہ "إن" اور "أن" کی وجہ سے جو فرق ہوا، اُس سے امام ابو یوسف علیہ الرحمہ بھی بخوبی واقف تھے، مگر چوں کہ سوال "إن" ہی کے ذریعہ تھا اس لیے اُسی طرح جواب دیا، اور مسئلہ بالکل صحیح ہے، مگر اس طریقے کی لطیفانہ گفتگو بھی انسان علم ہی کے ذریعے کر سکتا ہے، معلوم ہوا کہ علم سے انسان کی عزت بھی ہوتی ہے اور علم سے انسان باحیثیت بھی ہو جاتا ہے۔

إِكْرَامُ الشَّيْبِ

حَدَّثَ مُحَمَّدُ بْنُ الخَوَّاصِ الرَّجُلُ الصَّالِحُ، قَالَ: رَأَيْتُ يَحْيَى بْنَ أَكْثَمَ القَاضِي فِي الْمَنَامِ فَقُلْتُ لَهُ: مَا فَعَلَ اللّٰهُ بِكَ؟ قَالَ: أَوْقَفَنِي بَيْنَ يَدَيْهِ، وَقَالَ: يَا شَيْخَ السُّوءِ! لَوْلَا شَيْبَتُكَ لَأَحْرَقْتُكَ بِالنَّارِ، فَأَخَذَنِي، مَا يَأْخُذُ العَبْدَ بَيْنَ يَدَيْ مَوْلَاهُ، فَلَمَّا أَفَقْتُ قَالَهَا ثَانِيَةً وَثَالِثَةً، فَلَمَّا أَفَقْتُ قُلْتُ: يَا رَبِّ! مَا هٰكَذَا حُدِّثْتُ عَنْكَ، فَقَالَ تَعَالَى: مَا حُدِّثْتَ عَنِّي؟ قُلْتُ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ حَدَّثَنِي مَعْمَرُ بْنُ رَاشِدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ جِبْرِيْلَ، عَنْكَ يَا عَظِيْمُ! إِنَّكَ قُلْتَ، مَا شَابَ لِي عَبْدٌ فِي الإِسْلَامِ شَيْبَةً إِلَّا اسْتَحْيَيْتُ مِنْهُ أَنْ أُعَذِّبَهُ بِالنَّارِ، فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: صَدَقَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ، وَصَدَقَ مَعْمَرٌ وَصَدَقَ الزُّهْرِيُّ وَصَدَقَ أَنَسٌ وَصَدَقَ نَبِيٌّ وَصَدَقَ جِبْرَئِيْلُ أَنَا قُلْتُ: ذٰلِكَ! اِنْطَلِقُوْ بِهٖ إِلَى الْجَنَّةِ.

بڑھاپے کی قدر

نیک شخص محمد بن خواص نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ: میں نے یحییٰ بن اکثم کو خواب میں دیکھا تو میں نے ان سے دریافت کیا: اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ فرمایا: اللہ نے مجھے اپنے سامنے کھڑا کیا اور فرمایا: اے بُرے بوڑھے! اگر تیرا بڑھاپا نہ ہوتا تو میں تجھے آگ میں جلا دیتا، تو مجھے اس چیز نے پکڑ لیا جو غلام کو اس کے آقا کے سامنے پکڑ لیتی ہے، (بے ہوشی) تو جب مجھے افاقہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے دوسری اور تیسری مرتبہ یہی فرمایا، پھر جب مجھے ہوش آیا تو میں نے عرض کیا: پروردگار! تیرے بارے میں مجھ سے اس طرح حدیث نہیں بیان کی گئ، تو حق تعالیٰ نے فرمایا: میرے متعلق تجھ سے کیسی حدیث بیان کی گئ؟ تو میں نے عرض کیا: مجھ سے عبدالرزاق نے حدیث بیان کی، وہ فرماتے ہیں مجھ سے حدیث بیان کی معمر بن راشد نے، اُن سے ابن شہاب زہری نے، اُن سے انس بن مالک نے، اُن سے آپ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے، آپؐ سے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اور اُن سے آپ نے، اے عظمت والے! تو نے فرمایا ہے: میرا کوئی بندہ اسلام میں بوڑھا نہیں ہوتا مگر میں اس سے شرماتا ہوں کہ اسے آگ میں عذاب دوں۔ تو اللہ عز وجل نے فرمایا: عبدالرزاق نے بھی سچ کہا، معمر نے بھی، زہری نے بھی، حضرت انسؓ نے بھی، میرے نبی نے بھی اور حضرت جبریل نے بھی سچ فرمایا، میں نے یہ کہا ہے، اسے جنت میں لے جاؤ۔

لغات وترکیب

شَابَ يَشِيْبُ شَيْباً وَشَيْبَةً (ض) بوڑھا ہونا۔ أَفَاقَ يُفِيْقُ إِفَاقَةً (افعال) ہوش میں آنا۔ اِنْطَلَقَ بِأَحَدٍ يَنْطَلِقُ انطلاقاً (انفعال) کسی کو لے کر چلنا۔

لَأَحْرَقْتُكَ بالنّار، یہ جملہ "لو لاشيبتك" کا جواب ہے۔ أن أعذبه بالنار، یہ جملہ بتاویل مصدر ہوکر "استحييتُ" کا مفعول واقع ہے۔

تشریح بڑوں اور بوڑھوں کی قدر کرنا بھی اسلام کی تعلیمات میں سے ہے ایک روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ما أكرم شابٌ شيخاً من أجل سنّة إلّا قيّض اللّٰه له عند سنّه من يكرمه" (ترمذی، ج ۲، ص ۲۳) (کہ کسی جوان نے کسی بوڑھے کی اس کی عمر کی بنا پر عزت نہیں کی مگر اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس کے بڑھاپے میں ایسے اشخاص کو مقرر فرمادے گا، جو اس کی عزت کریں گے)۔ یعنی جو شخص اپنے بڑوں کی تعظیم وتکریم کرے گا،

اس کی بھی تعظیم وتکریم کی جائے گی۔ خود اللہ رب العزت کو بھی بڑے بوڑھوں کو عذاب دینے سے شرم آتی ہے، جیسا کہ درس مذکور سے معلوم ہوا۔

مَنْ أَطَاعَ اللّٰهَ أَطَاعَهُ كُلُّ شَيْءٍ

اُفْتُتِحَتْ مِصْرُ كُلُّهَا فِي خِلَافَةِ عُمَرَ بْنِ الخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَلٰى يَدِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ بْنِ وَائِلِ السَّهْمِي، وَلَمَّا افْتُتِحَتْ أَتٰى أَهْلُهَا إِلٰى عَمْرٍو، فَقَالُوا لَهُ، أَيُّهَا الْأَمِيْرُ! إِنَّ لِنِيْلِنَا هٰذَا سُنَّةً لَا يَجْرِي إِلَّا بِهَا، فَقَالَ لَهُمْ: مَا ذٰلِكَ؟ فَقَالُوا لَهُ: إِذَا كَانَ اِثْنَتَا عَشْرَةَ لَيْلَةً تَخْلُو مِنْ بُونَةَ (وَهِيَ مِنْ أَشْهُرِ الْعَجَمِ) عَمَدْنَا إِلٰى جَارِيَةٍ، بِكْرٍ بَيْنَ أَبَوَيْهَا، فَأَرْضَيْنَا أَبَوَيْهَا، وَحَمَلْنَا مِنَ الْحُلِيِّ وَالْحُلَلِ أَفْضَلَ مَا يَكُوْنُ، ثُمَّ أَلْقَيْنَاهَا فِي النِّيلِ، فَقَالَ لَهُمْ عَمْرٌو: إِنَّ هٰذَا لَا يَكُوْنُ فِي الإِسْلَامِ، وَ الإِسْلَامُ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ، فَأَقَامُوا بُونَةَ وَأَبِيْب، وَمسرىٰ، (وَهِيَ أَسْمَاءُ ثَلَاثَةِ أَشْهُرِ الْقِبْطِ) لَا يَجْرِي النِّيْلُ فِيْهَا قَلِيْلًا وَلَا كَثِيْراً، حَتّٰى هَمُّوا بِالجَلَاءِ مِنْهَا.

فَلَمَّا رَأىٰ ذٰلِكَ عَمْرُوبْنُ العَاصِ كَتَبَ بِذٰلِكَ إِلٰى عُمَرَ بْنِ الخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَكَتَبَ عُمَرُ بِطَاقَةً، وَكَتَبَ إِلٰى عَمْرٍو: إِنِّي بَعَثْتُ إِلَيْكَ بِطَاقَةً، فَأَلْقِهَا فِي النِّيْلِ، فَأَخَذَ عَمْرٌو الْبِطَاقَةَ، فَإِذَا فِيْهَا: مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ عُمَر أَمِيْرَ الْمُؤمِنِنَ، إِلٰى نِيْلِ مِصْرَ، أَمَّا بَعْدُ! فَإِنْ كُنْتَ إِنَّمَا تَجْرِي مِنْ قِبَلِكَ فَلَا تَجْرِ، وَإِنْ كَانَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ هُوَ الَّذِي يُجْرِيْكَ، فَنَسْأَلُ اللّٰهَ الْوَاحِدَ الْقَهَّارَ أَن يُجْرِيَكَ، فَأَلْقِي البِطَاقَةَ فِي النِّيْلِ قَبْلَ يَوْمِ الصَّلِيْبِ بِيَوْمٍ، وَقَدْ تَهَيَّأَ أَهْلُ مِصْرَ لِلْجَلَاءِ، فَلَمَّا أُلْقِي الْبِطَاقَةَ فِي النِّيْلِ أَصْبَحُوا يَوْمَ الصَّلِيْبِ وَقَدْ أَجْرَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى سِتَّةَ عَشَرَ ذِرَاعاً فِي لَيْلَةٍ وَاحِدَةٍ، فَقَطَعَ اللّٰهُ تَعَالٰى تِلْكَ السُّنَةَ السُّوءَ مِنْ أَهْلِ مِصْرَ.

جو شخص اللہ رب العزت کی اطاعت کرتا ہے ہر چیز اس کی مطیع ہو جاتی ہے

پورا مصر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں حضرت عمرو بن عاص بن وائل سہمی کے ہاتھوں فتح ہوا، اور جب مصر فتح ہوگیا تو باشندگانِ مصر حضرت عمرو بن عاصؓ کے پاس آئے اور عرض کیا: امیر محترم! ہمارے اس دریائے نیل کا ایک معمول ہے، جس پر وہ برابر جاری رہتا ہے، تو آپؓ نے ان سے فرمایا: وہ کیا ہے، انھوں نے آپؓ سے کہا: جب ماہ بونہ (عجم کے ایک مہینے کا نام ہے) کی بارہ تاریخ ہوتی ہے، تو ہم ایک باکرہ لڑکی کا قصد کرتے ہیں جو اپنے والدین کے

درمیان پلی بڑھی ہو، اور اس کے والدین کو (کچھ دے کر) راضی کر لیتے ہیں اور اس کو اُس سے بہتر زیورات اور جوڑے پہناتے ہیں، جو (اس کے جسم پر پہلے سے) رہتا ہے، پھر ہم اسے دریائے نیل میں ڈال دیتے ہیں، تو حضرت عمرو بن عاص نے ان سے فرمایا: یہ اسلام میں نہیں ہوسکتا اور اسلام اپنے پہلے کی چیزوں کو ختم کر دیتا ہے، چناں چہ وہ ماہ بونہ، ابیب اور مسریٰ (یہ قبطی جماعت میں تین مہینوں کے نام ہیں) میں ٹھہرے رہے، دریائے نیل ان تین مہینوں میں نہ کم بہتا تھا اور نہ زیادہ، یہاں تک کہ انھوں نے جلاوطن ہونے کا ارادہ کرلیا۔

تو جب حضرت عمرو بن عاص نے یہ صورتِ حال دیکھی تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مکتوب روانہ کیا، تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک پرچہ لکھا، اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس لکھ کر روانہ کر دیا کہ میں نے آپ کے پاس ایک پرچہ روانہ کیا ہے، سو اسے دریائے نیل میں ڈال دو، تو حضرت عمرو بن عاص نے وہ پرچہ لیا تو اس میں لکھا تھا: اللہ کے بندے امیر المؤمنین عمر کی جانب سے مصر کے دریائے نیل کے نام، اما بعد! اگر تو اپنی جانب سے بہتا ہے، تو مت جاری رہ، اور اگر اللہ واحد قہار نے تجھے جاری کر رکھا ہے، تو میں اللہ واحد قہار سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تجھے جاری کر دے، چناں چہ آپؓ نے وہ پرچہ نیل میں صلیب سے ایک دن پہلے ڈال دیا، جب کہ اہلِ مصر جلاوطن ہونے کی تیاری کر چکے تھے، تو جب انھوں نے اُس پرچے کو دریائے نیل میں ڈال دیا، تو صلیب کے دن اُن کی صبح اس حال میں ہوئی کہ اللہ رب العزت نے ایک ہی رات میں اسے سولہ گز جاری کر دیا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے اس برے طریقے کو اہلِ مصر سے ختم کر دیا۔

(نوٹ) اس سبق کے لغات وترکیب اور تشریح وغیرہ کی تفصیل عنوان "إن الحکم إلا للہ" کے تحت گذر چکی۔

اِعْتِوَارُ الإِعْرَابِ

تَعَذَّرَ عَلٰی رَجُلٍ لِقَاءُ المَأمُونِ فِي ظَلَامَةٍ، فَصَاحَ عَلٰی بَابِهٖ: أَنَا أَحْمَدُ النَّبِيُّ المَبْعُوثُ، فَأُدْخِلَ إِلَيْهِ، وَأُعْلِمَ أَنَّهُ تَنَبَّأَ، فَقَالَ لَهُ: مَا تَقُولُ؟ فَذَكَرَ ظَلَامَتَهُ، فَقَالَ لَهُ، مَا تَقُولُ فِيمَا حُكِيَ عَنْكَ؟ فَقَالَ: وَمَا هُوَ؟ قَالَ: ذَكَرُوا أَنَّكَ نَبِيٌّ، فَقَالَ: مَعَاذَ اللّٰهِ، إِنَّمَا قُلْتُ: أَحْمَدُ النَّبِيَّ الْمَبْعُوثَ أَفَأَنْتَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! مِمَّنْ لَا يَحْمَدُه فَاسْتَظْرَفَهُ، وَأَمَرَ بِإِنْصَافِهٖ.

یکے بعد دیگرے ترکیب بدلنا

ایک شخص کے لیے ایک ظلم کے سلسلے میں مامون سے ملاقات مشکل ہوگئی، تو اس نے مامون کے دروازے پر آواز لگائی "أنا أحمد النبيّ المبعوث" تو اسے مامون کے پاس لے جایا گیا اور بتلایا گیا کہ، اس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، تو مامون نے اُس سے کہا: تم کیا کہہ رہے ہو؟ تو اس نے اپنے ظلم کا تذکرہ کیا، تو مامون نے اس سے کہا: تم اس بارے میں کیا

کہتے ہو جو تمہارے متعلق نقل کی جارہی ہے؟ تو اس نے کہا: وہ کیا ہے؟ مامون نے کہا: لوگوں نے بیان کیا ہے کہ تو نبی ہے، تو اس نے کہا: خدا کی پناہ، میں نے تو "أحمد النبيَّ المبعوث" - میں نبی مبعوث صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کرتا ہوں- کہا ہے، سوائے امیر المؤمنین! کیا آپ ان لوگوں میں سے نہیں ہیں، جو آپؐ کے مداح ہیں؟ تو مامون نے اسے ظریف الطبع سمجھا اور اُس کا حق دیئے جانے کا حکم دیا۔

لغات وترکیب

اعتوَرَ یَعتورُ اعتواراً (افتعال) ہاتھ در ہاتھ لینا۔ ظَلامةٌ، ج، مَظَالمُ، ظلم جو تم برداشت کرو، تنبأ یتنبأ تنبُّناً (تفعل) نبوت کا دعویٰ کرنا۔ اِستَظرَفَ یَستَظرِفُ استِظرافاً (استفعال) ظریف الطبع سمجھنا۔

أنا أحمد النبيُّ المَبعُوثُ. رفع کے ساتھ پڑھنے کی صورت میں خبر واقع ہوگا، اور "أحمدُ" اسم ہوگا، اور نصب کی صورت میں "أحمدُ" فعل ہوگا اور "النبيَّ المبعوث" مفعول واقع ہوگا۔ مَعاذَ اللّٰهِ ای أعوذُ معاذَ اللّٰه مفعول مطلق کی بنیاد پر منصوب ہے اور فعل محذوف ہے۔

تشریح مطلب یہ ہے کہ حرکت کی تبدیلی سے ترکیب بدل جاتی ہے اور مطلب بھی بدل جاتا ہے، چناں چہ رفع کی صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ میں نبی مبعوث احمد ہوں، اس صورت میں گویا وہ اپنے آپ کو نبی بتلا رہا ہے، اور نصب کی صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ میں نبی مبعوث کی تعریف کرتا ہوں، اس صورت میں مطلب بالکل صحیح ہے، مامون نے جب اس سے دریافت کیا تو اس نے اعراب بدل دیا اور کہا کہ: میں تو نبی مبعوث کی تعریف کرتا ہوں۔

صَونُ اللّسَانِ عَمّا یؤولُ إلَیهِ

خَرَجَ شُرَیحٌ القَاضِي من عِندِزیادٍ، وَتَرَکَهُ یَجودُ بنَفسِهِ، فَسأَلَهُ النّاسُ عَن حَالِهِ ، فَقَالَ: تَرَکتُهُ یَأمُرُ وَیَنهٰی، فَجزِعُوا لَسَلامَتِهِ، فَمَا رَاعَهُم إلّا صِیَاحُ النَّائِحَاتِ عَلَیهِ فَسُئِلَ شُرَیحٌ عَن قَولِهِ، فَقَالَ: تَرَکتُه یَأمُرُ بالوَصِیَّةِ، وَیَنهٰی عَنِ البُکَاءِ عَلَیهِ.

اُس چیز سے زبان کی حفاظت جس کا وبال اسی پر آئے

قاضی شریح زیاد کے پاس سے باہر نکلے اس حال میں کہ اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کرنے والی تھی، تو لوگوں نے آپ سے اس کی حالت دریافت کی، تو آپ نے فرمایا: میں اس کو امر ونہی کرتا چھوڑ آیا ہوں، تو لوگ اس کی سلامتی کے تئیں گھبرائے، پھر اُس پر نوحہ کرنے والی عورتوں کی چیخ وپکار نے انھیں گھبراہٹ میں ڈال دیا (تھوڑی دیر کے بعد اس کا انتقال ہوگیا) تو قاضی شریح سے ان کے قول کے متعلق دریافت کیا گیا، تو فرمایا: میں نے اسے وصیت کرتا ہوا اور اپنے اوپر رونے سے منع کرتا ہوا چھوڑا تھا۔

لغات وترکیب

صَانَ يَصُونُ صَوْناً (ن) بچانا، حفاظت کرنا۔ آلَ إلىٰ شيء يَؤُلُ أَوْلاً (ن) لوٹنا۔ جادَ بنفسه يَجُودُ جُوداً (ن) جان دینا۔ رَدَعَ يَرْدَعُ رَدْعاً (ن) گھبراہٹ میں ڈالنا۔ جَزِعَ عليه يَجْزَعُ جزعاً (س) ڈرنا۔ ناحَ يَنُوحُ نَوْحاً (ن) نوحہ کرنا۔

يَجُودُ بنفسه، یہ جملہ "تركهٗ" کی ضمیر منصوب سے حال واقع ہے، صياحُ النّائحات عليه "صياحُ" رَاعَ کا فاعل ہے اور "عليه" النّائحات سے متعلق ہے۔

تشریح صون اللسان عمّا يؤول إليه:- مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنی زبان سے وہی بات کہے، جوحق اور مناسب ہو، ناحق اور نا مناسب بات زبان سے نکالنا بالکل ٹھیک نہیں؛ کیوں کہ اس کا وبال خود اسی پر آتا ہے، اس لیے انسان کو اپنی زبان محفوظ رکھنی چاہیے، حضرت قاضی شریح نے بھی اپنی زبان کو بہت محتاط انداز میں کھولا کہ "يامر وينهى" کا مطلب یہ ہے کہ میں اسے اس حال میں چھوڑ کر آیا کہ وہ وصیت کر رہا ہے، اور لوگوں کو منع کر رہا ہے کہ مرنے کے بعد میرے اوپر مت رونا۔ اور ظاہر ہے کہ وصیت امر ہے اور منع کرنا نہی ہے۔

حدیث شریف میں بھی زبان کی حفاظت کی تاکید آئی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "من يضمن لي ما بين لحييه وما بَيْنَ شفتيه أضمن له الجنة" (بخاری شریف ج ۲، ص:۹۵۹) ما بين لحييه سے مراد زبان اور منہ ہے، یعنی جو شخص زبان و منہ اور شرم گاہ کی حفاظت کرے تو میں اس کے لیے جنت کا ذمے دار ہوں، ایک اور حدیث میں فرمایا گیا "مَنْ صمَتَ نَجا" (ترمذی ج ۲، ص ۷۲) جس نے خاموشی اختیار کی وہ نجات پا گیا۔

مَا الْحِيلَةُ لِمَنْ خُلِقَ قَبِيحَ الْوَجْهِ؟

قَالَ الأَصْمَعِي رَحِمَهُ اللّٰهُ: دَخَلْتُ يَوْماً عَلىٰ جَعْفَرِ بْنِ يَحْيىٰ، فَقَالَ لِي: هَلْ لَكَ يَا أَصْمَعِيُّ! مِنْ زَوجَةٍ؟ قُلْتُ: لَا، قَالَ: فَجارِيَةٍ؟ قُلْتُ لِلْمِهْنَةِ، قَالَ: فَهَلْ لَكَ أنْ أهَبَ لَكَ جارِيَةً نَظِيْفَةً: قُلْتُ: إنّي لَمُحْتَاجٌ إلىٰ تِلْكَ، فأمَرَ بِجارِيَةٍ، فَأُخْرِجَتْ، وَهِيَ فِي غَايَةِ الْحُسْنِ وَالْجَمالِ، وَالْهَيْئَةِ، وَالظَّرْفِ، فَقَالَ لَهَا: قَدْ وَهَبْتُكِ لِهٰذَا، وَقَالَ لِي: خُذْ هٰذِهِ، فَشَكَرْتُهُ، وَبَكَتِ الْجارِيَةُ وَقَالَتْ: يَا سَيِّدِي! أتَدْفَعُنِي لِهٰذَا الشَّيْخِ؟ مَعَ ما أرىٰ مِنْ سَماجَتِهِ وَقُبْحِ مَنْظَرِهِ وَجَزِعَتْ جَزَعاً شَدِيْداً، فَقَالَ لِي: يَا أصْمَعِيُّ! هَلْ لَكَ أنْ أُعَوِّضَكَ مِنْهَا أَلْفَ دِيْنارٍ؟ فَقُلْتُ ما أكْرَهُ ذٰلِكَ، فَأمَرَ لِي بِهَا، وَدَخَلَتِ الْجَارِيَةُ، فَقَالَ لِي: يَا أصْمَعِيُّ! أنْكَرْتُ عَلَيْهَا شَيْئاً فَأرَدْتُ عُقُوبَتَهَا بِكَ، ثُمَّ

رَحِمْتُهَا مِنْكَ، فَقُلْتُ: يَا أَيُّهَا الْأَمِيرُ! أَفَلَا أَعْلَمْتَنِي قَبْلَ ذٰلِكَ، فَإِنِّي لَمْ آتِكَ حَتّٰى سَرَّحْتُ لِحْيَتِي، وَأَصْلَحْتُ وَجْهِي وَعِمَّتِي، فَلَوْ عَرَفْتُ الْخَبَرَ لَسِرْتُ عَلٰى هَيْئَتِي، وَخُلُقِي، فَوَ اللّٰهِ لَوْ رَأَتْنِي كَذٰلِكَ لَمَا عَاوَدَتْ شَيْئاً تُنْكِرُهُ أَبَداً.

اِعْلَمْ (هَدَاكَ اللّٰهُ) مَا ذَكَرْتُ مِنْ قُبْحِ وَجْهِهٖ مَعَ عِلْمِهِ الَّذِي زَيَّنَهُ اللّٰهُ بِهٖ، وَاشْتُهِرَ شَرْقاً وَغَرْباً، وَكَذَا يَنْبَغِي لِمَنْ خُلِقَ قَبِيحَ الصُّورَةِ أَنْ يَدَّخِرَ لَهَا الْأَخْلَاقَ الْحَسَّانَ وَالْأَفْعَالَ الْمَمْدُوحَ عَلَيْهَا لِئَلَّا يَكُونَ جَامِعاً بَيْنَ قُبْحَيْنِ.

وَكَانَ الْأُوَيْقِصُ الْمَخْزُومِيُّ أَقْبَحَ النَّاسِ خِلْقَةً وَمَا رُوِيَ مِثْلُهُ فِي الْعَفَافِ وَ الزُّهْدِ، وَكَانَ قَاضِيَ مَكَّةَ فَقَالَ يَوْماً لِجُلَسَائِهٖ: قَالَتْ لِي أُمِّي: يَا بُنَيَّ إِنَّكَ خُلِقْتَ خِلْقَةً لَا تَصْلُحُ مَعَهَا لِمُجَالَسَةِ الْفِتْيَانِ فِي بُيُوتِ الْقِيَانِ، فَعَلَيْكَ بِالدِّيْنِ فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَرْفَعُ بِهِ الْخَسِيْسَةَ وَيُتِمُّ بِهِ النَّقِيْصَةَ، فَنَفَعَنِيَ اللّٰهُ بِكَلَامِهَا، فَوُلِّيْتُ الْقَضَاءَ.

وَرُوِيَ أَنَّ أُمَّ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ أَوْصَتْهُ بِمِثْلِ هٰذِهِ الْوَصِيَّةِ حِيْنَ أَرَادَ أَنْ يَتَعَلَّمَ الْغِنَاءَ فِي حَدَاثَتِهٖ فَتَرَكَهُ، وَتَعَلَّمَ الْعِلْمَ، فَذَهَبَ بِهٖ حَيْثُ بَلَغَ.

وَكَانَ عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ أَعْوَرَ، أَسْوَدَ، أَفْطَسَ، أَشَلَّ، أَعْرَجَ، ثُمَّ عَمِيَ، وَأُمُّهُ سَوْدَاءُ، تُسَمّٰى بَرَكَةَ، وَقِيْلَ لِأَهْلِ مَكَّةَ بَعْدَ مَوْتِهٖ: كَيْفَ كَانَ عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ فِيْكُمْ؟ قَالُوا: كَانَ مِثْلَ الْعَافِيَةِ الَّتِي لَا يُعْرَفُ فَضْلُهَا حَتّٰى تُفْقَدَ.

اس شخص کے لیے کیا تدبیر ہے جو بدصورت پیدا ہوا

اصمعی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے: ایک دن میں جعفر بن یحییٰ کے پاس گیا، تو انھوں نے مجھ سے کہا: کیا آپ کی بیوی ہے؟ میں نے کہا: نہیں، فرمایا: تو کیا باندی ہے؟ میں نے کہا: کام کاج کے لیے، فرمایا: تو کیا تیری یہ خواہش ہے کہ میں تجھے ایک پاکیزہ باندی ہبہ کروں؟ میں نے کہا: مجھے اس کی ضرورت ہے، چناں چہ اس نے ایک باندی کا حکم دیا، تو وہ لائی گئی، اس حال میں کہ وہ انتہائی حسین وجمیل، خوش ہیئت اور خوش وضع تھی، تو جعفر بن یحییٰ نے اُس باندی سے کہا: میں نے تجھے انھیں ہبہ کردیا، اور مجھ سے کہا: اسے لے لو، تو میں نے اُس کا شکریہ ادا کیا، باندی رو پڑی اور بولی: اے میرے آقا! کیا آپ مجھے اس شیخ کو دے رہے ہیں، باوجودیکہ میں آپ کی سخاوت اور اس کی بدصورتی دیکھ رہی ہوں، اور بہت زیادہ گھبرا گئی، تو جعفر بن یحییٰ نے مجھ سے کہا: کیا تجھے اس بات کی رغبت ہے کہ میں تجھے اس کے بدلے ایک ہزار دینار دے دوں؟ تو میں نے

کہا: مجھے یہ بھی پسند ہے، چناں چہ میرے لیے ایک ہزار دینار کا حکم دے دیا، اور وہ باندی اندر چلی گئ، تو جعفر بن یحیٰ نے مجھ سے کہا: اے اصمعی! مجھے اس کی ایک چیز بری معلوم ہوئی، میں نے آپ ہی کے ذریعے اس کی سزا کا ارادہ کرلیا تھا، پھر میں نے آپ ہی کی وجہ سے اس پر رحم کیا، میں نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ نے مجھے پہلے کیوں نہ بتایا، میں تو آپ کے پاس اپنی داڑھی میں کنگھا کر کے اور اپنے چہرے اور عمامے کو درست کر کے آیا ہوں، تو اگر وہ بات مجھے پہلے معلوم ہو جاتی تو میں اپنی ہیئت اور اصلی شکل وصورت پر آتا، تو بخدا اگر وہ مجھے اس طرح دیکھ لیتی تو کبھی ایسی حرکت نہ کرتی جو آپ کے لیے ناگوار خاطر ہو۔

تم جان لو (اللہ تمہیں ہدایت دے) اصمعی کی بدصورتی کو جو میں نے بیان کیا، اُس علم کے ساتھ جس سے اللہ رب العزت نے انھیں مزین کر رکھا تھا اور مشرق ومغرب میں مشہور ہوئے، اسی طرح اُس شخص کے لیے مناسب ہے جو بدصورت پیدا ہوا ہو کہ اخلاقِ حسنہ اور قابل ستائش اعمال کا جامع ہو، تاکہ دو بدصورتی کے درمیان جامع نہ ہو اور اس موقع کے مناسب وہ واقعہ ہے جو منقول ہے کہ اوبقص مخزومی خلقتاً لوگوں میں بڑے بدصورت تھے، مگر پاک دامنی اور تقویٰ میں ان کی نظیر نہیں تھی، وہ مکہ کے قاضی تھے، ایک دن انھوں نے اپنے ہم نشینوں سے فرمایا: ایک دن میری والدہ نے مجھ سے کہا: بیٹے! تم ایسی صورت پر پیدا کئے گئے جس کے ہوتے ہوئے تم مغنیوں کے گھروں میں جوانوں کی ہم نشینی کے قابل نہیں ہو، لہٰذا تم دین کو لازم پکڑلو، کیوں کہ اللہ رب العزت دین کے ذریعے ذلت کو ختم کر دیتا ہے اور اس کے ذریعے نقص کو پورا فرما دیتا ہے، چناں چہ اللہ رب العزت نے والدہ کی بات سے مجھے نفع پہنچایا اور میں منصبِ قضا پر فائز ہو گیا۔

اور منقول ہے کہ حضرت مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ نے بھی انھیں اسی جیسی نصیحت کی تھی، جس وقت کہ انھوں نے اپنے بچپن میں گانا بجانا سیکھنے کا ارادہ کیا تھا، تو انھوں نے اسے چھوڑ دیا، اور علم حاصل کیا اور اس کی بدولت بلند مقام پر پہنچے۔

اور حضرت عطا بن ابی رباح، آنکھ کے کانے، کالے، چپٹی ناک والے، ہاتھ شل اور لنگڑے تھے، پھر اندھے بھی ہو گئے تھے، ان کی والدہ بھی سیاہ فام تھیں، ان کا نام برکہ تھا، ان کے انتقال کے بعد اہلِ مکہ سے دریافت کیا گیا: تمہارے درمیان عطا بن ابی رباح کیسے تھے؟ لوگوں نے جواب دیا: اُس سلامتی کی طرح تھے جس کی قدر اس کے ختم ہونے کے بعد ہی معلوم ہوتی ہے۔

لغات وترکیب

حِيلَةٌ، ج، حِيَلٌ. تدبیر۔ جَارِيَةٌ، جواری، باندی۔ جَزِعَ يَجْزَعُ جَزَعاً (س) گھبرانا، بے صبری میں مبتلا ہونا۔ عَوَّضَ شيئاً يُعَوِّضُ تَعْوِيضاً (تفعیل) کوئی چیز بدلے میں دینا۔ سَرَّحَ الشَّعْرَ يُسَرِّحُ تَسْرِيحاً (تفعیل) کنگھا کرنا۔ عِمَّةٌ، عمامہ باندھنے کی ہیئت۔ اذَّخَرَ وادَّخَرَ يذَّخِرُ ويَدَّخِرُ اِذِّخاراً وادِّخاراً (افتعال) وقت ضرورت

سے لیے پوشیدہ رکھنا۔ عَفَّ يَعِفُّ عَفَافاً (ض) حرام یا غیر مستحسن سے رکنا۔ زَهَدَ يَزْهُدُ زُهداً (س،ک) کنارہ کش ہونا۔ قِيَانٌ، واحد، قَيْنَةٌ، گانے والی۔نقيصةٌ، ج، نقائصُ، نقص، عیب۔ حَدَاثَةُ السِّنِ،نوعمری، کم عمری۔ عَوِرَ يَعْوَرُ عَوَراً (س) کانا ہونا۔ فَطِسَ يَفْطَسُ فَطَساً (س) چپٹی ناک والا ہونا۔ شَلَّ يَشَلُّ شَلّاً و شَلَلاً (س) يدُهُ، لنجا ہونا۔ عَرِجَ يَعْرَجُ عَرَجاً (س) لنگڑا ہونا۔ عَمِيَ يَعْمٰى عَمىً (س) اندھا ہونا۔

وهي في غاية الحسن و الجمال، یہ جملہ "أخرجت" کی ضمیر سے حال واقع ہے۔ لسرت على هيئتي، یہ جملہ لو کا جواب واقع ہے۔ أقبح النّاسِ خلقةً، اقبحَ کا نصب "کان" کی خبر ہونے کی وجہ سے ہے اور "خَلقةً" تمیز کی بنا پر منصوب ہے۔ أعورَ، أسوَدَ، أفطسَ سب یکے بعد دیگرے "کانَ" کی خبر واقع ہیں۔

تشریح کہا جاتا ہے کہ جو لوگ کسی سے دلی محبت کرتے ہیں، تو اس کے بڑے اسباب تین ہوتے ہیں، (۱) احسان، (۲) کمال، (۳) جمال۔ محبت کا پہلا سبب احسان ہے، انسان کی فطرت ہے کہ وہ اپنے محسن سے محبت کرتا ہے، محبت کا دوسرا سبب کمال ہے، بسا اوقات ایک انسان دوسرے انسان سے محبت کرتا ہے اُس کی خوبی اور کمال کی وجہ سے، خواہ وہ باکمال انسان شکل وصورت کے اعتبار سے اچھا نہ ہو، مگر پھر بھی لوگ اس سے محبت کرتے ہیں۔ اور محبت کا تیسرا سبب جمال ہے، چناں چہ بعض لوگ کسی سے اس کے حسن و جمال کی وجہ سے محبت کرتے ہیں، اگر چہ حسن و جمال محبت کا حقیقی اور دائمی معیار نہیں ہے، تاہم ایسے افراد کی کمی نہیں، جو حسن و جمال سے متاثر اور مرعوب ہوتے ہیں۔ درسِ مذکور میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص شکل وصورت کے اعتبار سے اچھا نہ ہو تو اسے چاہیے کہ اپنے اندر کمال پیدا کرے، اُس کی ساری بدصورتی اس کے کمال کے سامنے ماند پڑ جائے گی اور لوگ اُس سے محبت کرنے لگیں گے اور اگر یہ کمال دین میں ہو تو پھر سونے پر سہاگہ ہو جائے گا۔ اور جیسا کہ درسِ مذکور میں گذرا کہ ایسے باکمال افراد کی کمی نہیں، جنھوں نے اپنے اندر کمال پیدا کیا، دنیا اُن کی بدصورتی سے تو ناواقف ہے مگر اُن کے کمال کا آج بھی چرچا ہے۔

التفكر في القضاء

مِنْ عَجَائِبِ حِكَمِ سُلَيْمَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا رَواه مُسْلِمٌ مِنْ حَدِيْثِ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: بَيْنَمَا امْرَأَتَانِ مَعَهُمَا ابْنَاهُمَا إذْ جَاءَ الذِّئْبُ فَذَهَبَ بِابْنِ إِحْدَاهُمَا فَقَالَتْ هٰذِهِ لِصَاحِبَتِهَا: إنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ، وَقَالَتِ الْأُخْرىٰ: إنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ فَتَحَاكَمَتَا إِلَى دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَضٰى بِهِ لِلْكُبْرىٰ فَخَرَجَتَا عَلَى سُلَيْمَانَ فَأَخْبَرَتَاه فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: ائْتُوْنِي بِالسِّكِّيْنِ أَشُقُّهُ بَيْنَكُمَا فَقَالَتِ الصُّغْرىٰ: لَا وَيَرْحَمُكَ اللّٰهُ هُوَ ابْنُها فَقَضٰى بِهِ لِلصُّغْرىٰ قَالَ أَبُوهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ: إنْ سَمِعْتُ بِالسِّكِّيْنِ قَطُّ قَبْلَ يَوْمَئِذٍ، مَاكُنَّا نَقُوْلُ إِلَّا الْمُدْيَةَ.

فیصلے میں غور وفکر

حضرت سلیمان علیہ السلام کی عجیب وغریب حکمتوں میں سے وہ واقعہ ہے جو امام مسلم علیہ الرحمہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے نقل کیا ہے، انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے کہ اسی وقت جب کہ دو عورتیں اپنے اپنے بچوں کے ساتھ تھیں بھیڑیا آ گیا، تو اُن میں سے ایک کے بچے کو لے کر چلا گیا، تو ایک نے اپنی ساتھی سے کہا: بھیڑیا تیرے بچے کو لے گیا، اور دوسری نے کہا: تیرے بیٹے کو لے گیا ہے، پھر وہ دونوں اپنا مقدمہ حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس لے گئیں، تو انھوں نے بڑی عورت کے لیے اس بچے کا فیصلہ کر دیا، پھر وہ دونوں حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس گئیں تو اُن سے بھی واقعہ بیان کیا، تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: میرے پاس چھری لے کر آؤ میں اسے ٹکڑے کر کے تم دونوں کے درمیان تقسیم کر دوں، تو چھوٹی عورت نے کہا: نہیں، اللہ آپ پر رحم فرمائے وہ اُسی کا بیٹا ہے، تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے چھوٹی عورت کے لیے اُس بچے کا فیصلہ فرما دیا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: اس دن سے پہلے ہم نے (چھری کے لیے) لفظ سکین نہیں سنا تھا، ہم تو مدیہ ہی کہتے تھے۔

لغات وترکیب

عجائب، واحد، **عَجِيبَةٌ**، حیرت انگیز چیز۔ **حِكَمٌ**، واحد، **حِكْمَةٌ**، دانائی، عقل۔ **ذِئبٌ**، ج، **ذِئَابٌ**، بھیڑیا۔ **اِخْتَصَمَ إِلَى أَحدٍ يَخْتَصِمُ اختصاماً** (افتعال) کسی کے پاس مقدمہ لے جانا۔ **سِكِّينٌ**، ج، **سَكَاكِينُ**، چھری۔ **مُدْيَةٌ**، ج، **مُدىً**، بڑی چھری۔

من عجائب حكم سليمان، جار مجرور محذوف سے متعلق ہو کر خبر مقدم ہے، اور "**ما رواه مسلم الخ**" مبتدا مؤخر ہے۔ **لا، ويرحمك الله**، **لا** ایک مستقل جملہ ہے، جو "**ليس هو ابني**" کے معنی میں ہے

تشریح **التفكر في القضاء**:- مطلب یہ ہے کہ انسان جب بھی کسی مسئلے میں کوئی فیصلہ سنائے تو پہلے غور وفکر کر لے، تا کہ بعد میں کوئی دشواری پیش نہ آئے اور نہ ہی اسے ندامت وشرمندگی کا سامنا کرنا پڑے۔

واقعۂ مذکور کے متعلق علما نے بیان کیا ہے کہ ممکن ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے سن رسیدہ عورت کے حق میں فیصلا اس لیے کیا ہو کہ بچہ اس کے ہم شکل ہو، یا یہ کہ آپ کی شریعت میں کبر سنی کو ترجیح تھی، یا اس لیے کہ بچہ اس کی گود میں تھا اور آپ کی شریعت میں صاحبِ ید کا قبضہ باعثِ ترجیح تھا اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے بالغ نظری اور لطیف حکمت سے کام لیا اور واقعے کی تہ تک پہنچنے کی تدبیر اختیار کرتے ہوئے کہا کہ: بچے کے دو ٹکڑے کیے جائیں، جس سے آپ کا مقصد یہ تھا کہ شفقتِ مادری معلوم کر کے اس سے استدلال کریں۔ چناں چہ جب صغیر عورت بچے کو ٹکڑے کرنے کے فیصلے کو سن کر بے

چین ہوگئی اور کبیر السن عورت اس پر آمادہ ہوگئی تو یہ بات ظاہر ہوگئی کہ بچہ صغیر السن عورت ہی کا ہے، اس لیے اُسی کے حق میں فیصلہ کر دیا۔

كَيْفَ النَّجَاةُ مِنَ الْأَلْسِنَةِ الطَّامِعَةِ؟

وَكَانَ لِأَبِي دُلَامَةَ بِرْذَوْنٌ أَعْجَفُ حَطِمٌ هَرِمٌ، فَدَخَلَ عَلَى الْمَهْدِيِّ يَوْماً وَبَيْنَ يَدَيْهِ مُسْلِمَةُ الْوَصِيْفُ، فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! إِنِّيْ جَلَبْتُ بِبَابِكَ مُهْراً لَيْسَ لِأَحَدٍ مِثْلُهُ، وَأَحْبَبْتُ أَنْ أُهْدِيَهُ لَكَ، فَإِنْ أَحْبَبْتَ أَنْ تُشَرِّفَنِي بِقَبُوْلِهِ، فَأْمُرْ بِإِدْخَالِهِ، فَخَرَجَ وَأَدْخَلَ بِرْذَوْنَهُ، فَقَالَ لَهُ الْمَهْدِيُّ: أَيُّ شَيْءٍ هٰذَا؟ وَيْلَكَ، أَلَمْ تَزْعُمْ أَنَّهُ مُهْرٌ؟ فَقَالَ لَهُ أَبُوْ دُلَامَةَ: أَوَلَيْسَ هٰذَا مُسْلِمَةُ الْوَصِيْفُ قَائِماً بَيْنَ يَدَيْكَ؟ تُسَمِّيْهِ الْوَصِيْفَ وَلَهُ ثَمَانُوْنَ سَنَةً، فَإِنْ كَانَ مُسْلِمَةُ وَصِيْفاً، فَهٰذَا مُهْرٌ، فَجَعَلَ الْمَهْدِيُّ يَضْحَكُ وَمُسْلِمَةُ يَشْتِمُهُ، فَقَالَ لَهُ الْمَهْدِيُّ: وَيْلَكَ إِنَّ لِهٰذَا أَخَوَاتٍ وَاللّٰهِ لَيُضْحِكُنَّ بِكَ فِي الْمَحَافِلِ، فَقَالَ: وَاللّٰهِ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! لَأَفْضَحَنَّهُ فَلَيْسَ فِي مَوَالِيْكَ أَحَدٌ إِلَّا وَقَدْ وَصَلَنِيْ غَيْرُهُ، فَمَا شَرِبْتُ الْمَاءَ لَهُ قَطُّ، فَحَكَمَ عَلَيْهِ الْمَهْدِيُّ أَنْ يَشْتَرِيَ نَفْسَهُ بِثَلَاثَةِ آلَافِ دِرْهَمٍ، فَقَالَ لَهُ مُسْلِمَةُ: عَلٰى أَنْ لَا تُعَاوِدَ فَقَالَ أَبُوْ دُلَامَةَ: أَفْعَلُ، فَحَمَلَهَا إِلَيْهِ.

لالچی زبانوں سے نجات کی کیا سبیل ہو؟

ابودلامہ کے پاس ایک ایسا ترکی گھوڑا تھا جو بہت کمزور، شکستہ جسم اور بہت بوڑھا تھا، ایک دن ابودلامہ مہدی کے پاس آیا، اس حال میں کہ اس کے سامنے خادم مسلمہ تھا، تو ابودلامہ نے کہا: اے امیر المؤمنین! میں آپ کے در دولت پر ایک ایسا بچھڑا لایا ہوں، جس جیسا کسی کے پاس بھی نہیں ہے، میں چاہتا ہوں کہ آپ کی خدمت میں اُسے بطور ہدیہ پیش کروں، تو اگر آپ مجھے اس کی قبولیت سے شرف بخشیں تو اسے اندر لائے جانے کا حکم دیں، چناں چہ ابودلامہ باہر نکلا اور اپنے ترکی گھوڑے کو اندر لایا، تو مہدی نے اس سے کہا: تیرا برا ہو یہ کیا چیز ہے؟ کیا تو یہ نہیں کہہ رہا تھا کہ وہ بچھڑا (بچہ) ہے، تو ابودلامہ نے اس سے کہا: کیا یہ مسلمہ خادم جو تیرے سامنے کھڑا ہے، تم اسے خادم نہیں کہتے، جب کہ اس کی عمر اسی سال ہے، تو اگر مسلمہ خادم ہوسکتا ہے، تو یہ بچھڑا بھی ہوسکتا ہے، تو مہدی ہنسنے لگا اور مسلمہ اسے برا بھلا کہنے لگا، تو مہدی نے اس سے کہا: تیرا برا ہو اس کی چند بہنیں ہیں بخدا وہ مجلسوں میں تجھے ہنسائیں گی۔ تو ابودلامہ نے کہا: بخدا اے امیر المؤمنین! میں اسے ضرور بالضرور رسوا کروں گا؛ کیوں آپ کے غلاموں میں کوئی نہیں ہے جس نے مجھے نہ دیا ہو سوائے اس کے، میں نے تو اس

کے یہاں کبھی پانی بھی نہیں پیا، تو مہدی نے مسلمہ کے خلاف یہ فیصلہ کیا کہ وہ اپنے آپ کو تین ہزار درہم میں خرید لے، تو مسلمہ نے اُس سے کہا: اس شرط پر کہ تو دوبارہ کچھ نہ کہے، تو ابودلامہ نے کہا: میں ایسا ہی کروں گا تو مسلمہ نے تین ہزار درہم اس کے حوالے کر دیا۔

لغات وترکیب

نَجا يَنْجُو نَجاةً (ن) نجات پانا۔ أَلْسِنَةٌ، واحد، لِسَانٌ، زبان۔ طَمِعَ يَطْمَعُ طَمَعاً (س) لالچ کرنا۔ بِرذونٌ، ج، براذِينُ، ترکی گھوڑا۔ عَجُفَ يَعْجُفُ عَجفاً (س،ک) کمزور ہونا، دبلا ہونا۔ حَطَمَ يَحْطِمُ حَطْماً (ض) توڑنا۔ هَرِمَ يَهْرَمُ هَرَماً (س) بوڑھا ہونا۔ جَلَبَ يَجْلُبُ جَلْباً (ن،ض) ہانک کر لانا۔ مُهْرٌ، ج، مِهارٌ، بچھرا، گھوڑی گدھی کا پہلا بچہ۔ وَصِيفٌ، ج، وُصَفاء، وہ لڑکا جو خدمت کے قابل ہو گیا ہو، فَضَحَ يَفْضَحُ فَضْحاً (ف) رسوا کرنا۔ موالي واحد، مولٰی، غلام۔ وَصَلَ يَصِلُ صِلَةً (ض) دینا، عطا کرنا۔

ليس لأحدٍ مثلُهُ، مثلُه "ليس" کا اسم ہے اور "لأحدٍ" محذوف کے متعلق ہو کر خبر ہے، پھر پورا جملہ "مُهْراً" کی صفت ہے، ويلك کی تفصیل ماقبل میں گذر چکی۔ علٰی أن لا تعادو، جار مجرور "أشتري" محذوف کے متعلق ہے۔

تشریح لالچ ایک بری خصلت ہے، انسان کو چاہیے کہ اس بری خصلت سے اپنے آپ کو دور رکھے، اور ہر وہ لالچی انسان جو کسی کے پیچھے پڑ جائے اور اُس کا جان چھڑانا اُس سے مشکل ہو جائے، تو اُسے چاہیے کہ حسن تدبیر سے اُسے اپنے سے دور کر دے، خواہ خود ہی کچھ نقصان اٹھانا پڑے، اس نقصان کی پرواہ نہ کرے۔

الفرَحُ عَلَى الْعِلْمِ

رَأَيتُ فِي بَعْضِ الْفَرَائِدِ أَنَّ الحَجَّاجَ قَالَ لِأَبِي عَمْرٍو: مَا وَجْهُ قِرَاءَتِكَ إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غَرْفَةً بِفَتْحِ الْغَيْنِ؟ فَقَالَ: أَبْلِغْنِي رِيْقِي، فَقَالَ: قَدْ أَبْلَغْتُكَ الفُرَاتَ وَقَالَ: قَاتَلَ اللّٰهُ ابْنَ أُمِّ الْحَجَّاجِ لَئِنْ لَمْ تَأْتِنِي بِالْجَوَابِ إِلٰى خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْماً لَأَقْتُلَنَّكَ شَرَّ قِتْلَةٍ، وَوَكَّلَ بِهِ مُوَكِّلِيْنَ، فَخَرَجَ أَبُوْ عَمْرٍو يَطُوفُ فِي أَحْيَاءِ الْعَرَبِ، فَلَمْ يَجِدْ لَهُ حُجَّةً إِلٰى يَوْمِ وَعْدِهِ، فَجَرَّهُ الْمُوَكِّلُونَ بِهِ لِيُرْجِعُوْهُ إِلَى الحَجَّاجِ، فَسَمِعَ رَاعِياً يُنْشِدُ:

رُبَّمَا تَجْزَعُ النُّفُوسُ عَنِ الْأَمْرِ ÷ لَـهُ فَـرْجَـةٌ كَـحَـلِّ الْعِـقَالِ

فَقَالَ لَهُ أَبُو عَمْرٍو: كَيْفَ تُنْشِدُ هٰذَا الْبَيْتَ؟ لَهُ فَرْجَةٌ أَوْ فُرْجَةٌ؟ فَقَالَ فُرْجَةٌ وَفَرْجَةٌ، وَكَذٰلِكَ كُلُّ مَا جَاءَ عَلٰى فَعْلَةٍ فَلَنَا فِيهِ ثَلَاثُ لُغَاتٍ، فَقَالَ لَهُ أَبُو عَمْرٍو، فَمَا سَبَبُ إِنْشَادِكَ هٰذَا

الْبَيْتَ فِي هٰذَا الْوَقْتِ؟ فَقَالَ إِنَّا كُنَّا خَائِفِيْن من الْحجّاج وقدْ بلغنا نعْيه قال: وَاللّٰهِ لا أدْرِي، بِأَيِّهِمَا كُنْتُ أشَدَّ فَرَحاً بِوِجْدَانِي الْجَوَابَ وَالْحُجَّةَ لِقَوْلِي وَاخْتِيَارِي أَمْ بِمَوْتِ الْحَجَّاجِ.

علم پر شادمانی

میں نے بعض نوادرات میں دیکھا ہے کہ حجاج نے ابوعمرو سے کہا: تمہارے "إلّا من اغترف غَرفةً" (بفتح الغین) پڑھنے کی وجہ کیا ہے، تو ابوعمرو نے کہا: مجھے تھوک نگلنے کی مہلت دے دو، تو اس نے کہا: میں نے تمہیں نہر فرات نگلنے کی مہلت دے دی اور کہا: اللہ تعالیٰ حجاج کی ماں کے بیٹے کو ہلاک کرے، اگر تو نے پندرہ دن تک جواب نہ دیا تو میں ضرور بالضرور تجھے بری طرح قتل کردوں گا اور اُس نے کچھ دیکھ بھال کرنے والے لوگوں کو آپ پر مقرر کردیا، پھر ابوعمرو عرب کے قبائل میں چکر لگاتے ہوئے نکلے تو انھیں حجاج کے وعدے کے دن تک کوئی دلیل نہ ملی، تو آپ کی دیکھ بھال کرنے والوں نے آپ کو گھسیٹا تا کہ آپ کو لے کر حجاج کے پاس آئیں، تو (راستے میں) ایک چرواہے کو یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا:

بسا اوقات طبیعتیں بعض چیز سے گھبرا جاتی ہیں حالاں کہ اس کے لیے اونٹ کے گھٹنے سے رسی کھولنے کی طرح کشادگی ہوتی ہے۔

تو اس سے ابوعمرو نے دریافت کیا: تم یہ شعر کس طرح پڑھ رہے ہو، "لهُ فَرجةٌ" یا "فُرجةٌ"؟ تو چرواہے نے کہا: "فُرجةٌ وفَرجةٌ" (دونوں طرح) اور اسی طریقے سے ہر وہ لفظ جو "فعلة" کے وزن پر آئے تو اس میں ہمارے یہاں تین لغتیں ہیں، تو ابوعمرو نے اُس سے کہا: اس وقت تمہارے اس شعر کو پڑھنے کی وجہ کیا ہے؟ تو اس نے کہا: ہم حجاج سے خوف زدہ تھے اور ابھی ہمیں اس کے موت کی خبر ملی ہے، ابوعمرو کا بیان ہے: بخدا میں نہیں جان پا رہا تھا کہ اُن دونوں میں سے کس سے مجھے زیادہ خوشی ہوئی: آیا میرے جواب یا اپنے قول کی دلیل پانے کی وجہ سے یا حجاج کے موت کی وجہ سے۔

لغات وترکیب

فَرَائِد، واحد، فَرِيدةٌ، نادر چیز۔ أَبْلَعَ وَبَلَّعَ اِبْلَاعاً وَتبليعاً (افعال وتفعیل) نگلنے کی مہلت دینا۔ اغْتَرَفَ يغترِفُ اغترافاً (افتعال) چلو سے پینا۔ رِيقٌ، ج، اَرْيَاقٌ تھوک۔ وَكَّلَ يُوَكِّلُ تَوْكِيلاً (تفعیل) وکیل بنانا، سپرد کرنا۔ فُرجَةٌ، ج، فُرَجٌ، دو چیزوں کے درمیان کشادگی۔ نعَى يَنْعَى نَعْياً (ف) موت کی اطلاع دینا۔ حُجَّةٌ، ج، حُجَجٌ، دلیل۔

لاقتلنَّكَ شرَّ قتْلةٍ، یہ جملہ "لئن لم تأتني" کا جواب ہے اور "شرَّ قتلةٍ" مفعول مطلق کی وجہ سے منصوب ہے، يطوف في أحياء العرب، جملہ "أبو عمرو" سے حال واقع ہے۔ هٰذَا البَيْتَ، اسم اشارہ اپنے مشار الیہ سے مل کر "انشادكَ" میں "انشاد" کا مفعول واقع ہے۔ اسی طریقے سے "الجواب" بھی "وجدان" مصدر کا مفعول ہے۔

تشریح درس میں مذکور واقعہ طلبۂ عزیز کے لیے باعثِ عبرت ہے کہ ابوعمرو جن کا شمار قراء سبعہ میں ہوتا ہے اور لغت وعربیت میں بھی جنھیں مقامِ بلند حاصل ہے، وہ ایک لفظ کی تحقیق ہوجانے پر فیصلہ نہیں کر پا رہے کہ خوشی آیا اپنے قول کی دلیل مل جانے کی وجہ سے ہے یا حجاج کی موت کی خبر سن کر۔ حقیقت یہ ہے کہ جو علم کے شیدائی ہوتے ہیں اُن کا یہی حال ہوتا ہے کہ انھیں جتنی خوشی اپنے مقصد کے حصول سے ہوتی ہے کسی اور چیز سے نہیں ہوتی۔

جَزاءُ الطَّمَعِ

كَانَ ابْنُ الْمَغازِلِ رَجُلاً يَتكَلَّمُ بِبَغدَادَ عَلَى الطُّرُقِ بأخْبارٍ وَنوادِرَ مُتَنوِّعَةٍ وَكَانَ نِهايَةً فِي الْحذْقِ، لَا يَسْتَطِيعُ مَنْ سَمِعَهُ أن لَا يَضْحَكَ، قَالَ: وَقَفْتُ يَوماً عَلى بَابِ الْخَاصَّةِ أُضحِكُ النَّاسَ وأتَنَادَرُ فَحضَرَ خَلْفِي بَعْضُ خُدَّامِ الْمُعْتَضِدِ، فَأخَذْتُ فِي نَوادِرِ الخَدَمِ فأُعجِبَ بِذٰلِكَ فَانْصرفَ ثُمَّ عادَ،فَأخذَ بِيَدِي وَقَالَ: دَخلْتُ، فَوَقَفتُ بَيْنَ سَيِّدِي فَتَذكَّرتُ حِكَايَتَكَ فَضَحِكْتُ، فَأنْكَرَ عَلَيَّ، وَقَالَ:مَالَكَ؟ وَيْلكَ، فَقُلْتُ: عَلَى الْبَابِ رَجُلٌ يُعرَفُ بِابْنِ الْمَغازِلِ، يَتكَلَّمُ بِحكَايَاتٍ وَنوَادِرَ تُضحِكُ الثَّكُولَ فَأمَرَ بإحْضَارِكَ وَلِي نِصْفُ جَائزَتِكَ فَطَمِعْتُ فِي الْجَائزَةِ، وَقُلْتُ يَاسَيِّدِي! أنَا ضَعِيفٌ، وَعَلَيَّ عَيْلَةٌ، فَلَوْ أخَذْتَ سُدُسَهَا أو رُبْعَهَا، فَأبٰى، وَأدْخَلَنِي، فَسَلَّمْتُ فَرَدَّ السَّلَامَ، وَهُوَ يَنْظُرُ فِي كِتَابٍ فَنظَرَ فِي أكْثَرِهٖ، وَأنَا وَاقِفٌ ثُمَّ أطْبَقَهُ وَرفَعَ رَاسَهُ إلَيَّ وَقَالَ: أنْتَ ابْنُ الْمَغازِلِ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، يَا مَولَايَ! قَالَ: إنَّكَ تَحْكِي وَتُضحِكُ بنَوادِرَ عَجِيبَةٍ، فَقُلْتُ: يَا أمِيرَ الْمُؤمِنِيْنَ! الْحَاجَةُ تَفتُقُ الْحِيلَةَ، أجْمَعُ لِلنَّاسِ حِكَايَاتٍ أتَقَرَّبُ بِهَا إلٰى قُلُوبِهِمْ، فَألْتَمِسُ بِرَّهُمْ، فَقَالَ: هَاتِ مَا عِنْدَكَ فَإنْ أضْحَكْتَنِي أجزْتُكَ بِخَمْسِ مِائَةِ دِرْهَمٍ، وَ إنْ أنَا لَمْ أضْحَكْ فَمَالِي عَلَيْكَ، فَقُلْتُ لِلْحِينِ: مَا مَعِي إلَّا قَفَايَ: فَاسْألْ مَا أحْبَبْتَ قَالَ: أنْصفْتَ إنْ لَمْ تُضْحِكْنِي أصْفعُكَ بِذٰلِكَ الْجِرَابِ عَشَرَ صَفعَاتٍ فَقُلْتُ: مَا أخْطأَ ظَنِّي، عَسٰى فِيهِ رِيحٌ إنْ أضْحَكْتُهُ رَبِحتُ وَأخَذْتُ الْجَائزَةَ وَإلَّا فَعشرَ صفعَاتٍ بِـجرَابٍ مَنفُوخٍ شَيءٌ هَيِّنٌ، ثُمَّ أخَذْتُ فِي النَّوادِرِ وَالْحِكَايَاتِ وَ النعاشة والْعِبَارَةِ، فَلَمْ ادَعْ حِكَايَةَ أعْرابِي وَلَا نَحْوِيّ وَلَا مُخَنَّثٍ وَلَا قَاضٍ وَلَا نَبطِيّ وَلَا سِنْدِيّ وَلَا زَنْجِيّ وَلَا خَادِمٍ، وَلَا تُرْكِيّ وَلَا شَاطِرٍ وَلَا عَيَّارٍ وَلَا نَادِرَةٍ وَلَا حِكَايَةٍ إلَّا وَأحضرْتُهَا حَتّٰى نَفِدَ كُلُّ مَا عِنْدِي، وَتَصدَّعَ رَأسِي، وَفتَرتُ وَبَرَدْتُ وَلَمْ يَبْقَ وَرائِي خَادِمٌ وَلَا غُلَامٌ إلَّا وَقَدْ مَاتُوا مِنَ الضِّحكِ وَهُوَ مُقَطِّبٌ لَا يَتبَسَّمُ فَقُلْتُ: قَدْ نَفِدَ مَا عِنْدِي، وَوَ

اللّٰهِ مَا رَأَيْتُ مِثْلَكَ قَطّ، فَقَالَ لِي: هِيهِ مَا عِنْدَكَ، فَقُلْتُ: مَا بَقِيَ لِي سِوَىٰ نَادِرَةٍ وَاحِدَةٍ، قَالَ: هَاتِهَا، قُلْتُ: وَعَدَتنِي أَنْ تَجْعَلَ جَائِزَتِي عَشَرَ صَفعَاتٍ وَأَسْأَلُكَ أَنْ تُضْعِفَهَا لِي، وَتُضِيفَ إِلَيْهَا عَشَرَ صَفعَاتٍ أُخرىٰ فَأَرَادَ أَن يَضْحَكَ، ثُمَّ تَمَاسَكَ وَقَالَ: تفعلُ يَا غُلَامُ! خُذْ بِيَدِهِ، ثُمَّ مَدَدْتُ قَفَاي، فَصَفَعْتُ بِالجِرَابِ صَفْعَةً كَأَنَّهَا سَقَطَتْ عَلىٰ قَفَاي قِطْعَةٌ مِنْ جَبَلٍ، وَإِذَا هُوَ مَمْلُوءٌ حَصاً مُدَوَّراً، فَكَادَتْ أَنْ تَنفَصِلَ رَقَبَتِي، وَطَنَّتْ أُذنَايَ، وَانْقَدَحَ الشُّعَاعُ مِنْ عَيْنِي فَصِحْتُ يَا سَيِّدِي! نَصِيحَةٌ فَرَفَعَ الصَّفعَ بَعْدَ أَنْ عَزَمَ عَلَيَّ العِشْرِينَ، فَقَالَ: قُلْ نَصِيحَتَكَ، فَقُلْتُ: يَا سَيِّدِي! إِنَّهُ لَيْسَ فِي الدُّنْيَا أَحْسَنُ مِنَ الْأَمَانَةِ، وَأَقْبَحُ مِنَ الْخِيَانَةِ، وَقَدْ ضَمِنْتُ لِلْخَادِمِ الَّذِي أَدْخَلَنِي نِصْفَ الْجَائِزَةِ عَلىٰ قُلِّهَا وَكُثْرِهَا، وَأَمِيرُ الْمُؤْمِنِيْنَ بِفَضْلِهِ وَكَرَمِهِ قَدْ أَضْعَفَهَا وَقَدِ اسْتَوفَيْتُ نِصْفِي، وَبَقِيَ نِصْفُه، فَضَحِكَ حَتّٰى اسْتَلْقىٰ، وَاسْتَفَزَّهُ مَا كَانَ سَمِعَ فَتَحَامَلَ لَه، فَمَا زَالَ يَضْرِبُ بِيَدِهِ الْأَرْضَ وَيَفْحَصُ بِرِجْلَيْهِ، وَيُمْسِكُ بِمُرَاقِ بَطْنِهِ، حَتّٰى إِذَا سَكَنَ قَالَ: عَلَيَّ بِهِ، فَأُتِيَ بِهِ، وَأَمَرَ بِصَفْعِهِ، وَكَانَ طَوِيْلاً، فَقَالَ: وَأَيْشٍ جِنَايَتِي؟ فَقُلْتُ لَهُ، هٰذِهِ جَائِزَتِي، وَأَنْتَ شَرِيْكِي فِيْهَا، وَقَدِ اسْتَوفَيْتُ نَصِيْبِي مِنْهَا، وَبَقِيَ نَصِيْبُكَ، فَلَمَّا أَخَذَهُ الصَّفعُ وَطَرَّقَ قَفَاهُ الوَقْعُ أَقْبَلْتُ أَلُومُهُ، وَأَقُولُ لَهُ: قُلْتُ لَكَ: إِنِّي ضَعِيْفٌ مُعَيَّلٌ وَشَكَوْتُ إِلَيْكَ الْحَاجَةَ وَالْمَسْكَنَةَ وَأَقُولُ لَكَ: خُذْ رُبْعَهَا أَو سُدُسَهَا، وَأَنْتَ تَقُولُ: لَا آخُذُ إِلَّا نِصْفَهَا، وَلَو عَلِمْتُ أَنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَطَالَ اللّٰهُ بَقَاءَهُ، جَائِزَتُهُ الصَّفعُ وَهَبْتُهَا لَكَ كُلَّهَا، فَعَادَ إِلَى الضِّحْكِ مِنْ عِتَابِي لِلْخَادِمِ، فَلَمَّا اسْتَوْفىٰ نَصِيبَه، أَخْرَجَ صُرَّةً فِيهَا خَمْسُ مِائَةِ دِرْهَمٍ، وَقَالَ: هٰذِهِ كُنْتُ أَعْدَتُهَا لَكَ، فَلَمْ يَدَعْكَ فُضُولُكَ حَتّٰى أَحْضَرْتَ شَرِيْكاً لَكَ فَقُلْتُ: وَأَيْنَ الأَمَانَةُ؟ فَقَسَمَهَا بَيْنَنَا، وَانْصَرَفْتُ.

لالچ کا بدلہ

ابن المغازل ایک شخص تھا، جو بغداد میں راستوں پر کہانیاں اور مختلف قسم کے نادر قصے بیان کرتا تھا، وہ بڑا ماہر شخص تھا، جو بھی اسے سنتا ہنسے بغیر نہ رہتا، اُس کا بیان ہے: ایک دن میں باب الخاصہ پر کھڑے ہوکر لوگوں کو ہنسا رہا تھا اور انوکھی باتیں سنا رہا تھا، پھر میرے پیچھے معتضد کا ایک خادم آپہنچا، میں خادموں کے نادر واقعات میں لگ گیا تو اسے پسند آیا، اور چلا گیا، پھر واپس آیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر کہا: میں گیا اور اپنے آقا کے سامنے کھڑا ہوگیا، پھر مجھے تیرا قصہ یاد آیا اور میں ہنس پڑا تو آقا نے میرے اوپر نکیر کی اور بولا: تجھے کیا ہوگیا، تیرا ناس ہو، تو میں نے کہا: دروازے پر ایک شخص ہے جو ابن المغازل کے نام

سے معروف ہے، وہ کہانیاں اور ایسے نادر قصے بیان کرتا ہے جس سے اُس عورت کو بھی ہنسی آجاتی ہے جس کا بچہ گم ہو گیا ہو، تو اُس نے تجھے حاضر کیے جانے کا حکم دیا ہے اور میرے لیے تیرے انعام کا نصف ہوگا، تو میں نے انعام میں لالچ کی، اور کہا: حضور والا! میں کمزور شخص ہوں اور محتاج ہوں، تو اگر اُس کا چھٹا یا چوتھائی لے لو (تو بہتر ہوگا) تو اس نے انکار کیا اور مجھے اندر لے گیا، تو میں نے سلام کیا اور اس نے سلام کا جواب دیا، اس حال میں کہ وہ کتاب دیکھ رہا تھا، تو اس نے کتاب کا اکثر حصہ دیکھ ڈالا اور میں کھڑا رہا، پھر اُس نے کتاب بند کیا اور میری طرف اپنا سر اٹھایا اور بولا: تم ابن المغازل ہو؟ میں نے کہا: ہاں، میرے آقا! اُس نے کہا: مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ تم قصے بیان کرتے ہو اور عجیب وغریب نادر کہانیوں سے ہنساتے ہو، تو میں نے کہا: اے امیر المؤمنین! ضرورت حیلے کا دروازہ کھول دیتی ہے، میں نے لوگوں کے لیے کچھ کہانیاں جمع کرلی ہیں جن کے ذریعہ میں لوگوں کے قلوب کی قربت حاصل کرتا ہوں اور ان کا احسان تلاش کرتا ہوں، تو اُس نے کہا: جو واقعات تمہارے پاس ہیں بیان کرو، تو اگر تو نے مجھے ہنسا دیا تو میں تجھے پانچ سو درہم بطور انعام دوں گا، اور اگر میں نہیں ہنسا تو (تم بتاؤ) میرے لیے تمہارے ذمے کیا ہوگا؟ تو میں نے فوراً کہا: میرے پاس تو صرف میری گدی ہے، سو جو آپ کی طبیعت چاہے دریافت کرلیجیے، اُس نے کہا: تو نے انصاف کی بات کہی، اگر تو نے مجھے نہ ہنسایا تو اِس تھیلے سے تجھے دس چپت لگاؤں گا، تو میں نے کہا: میرا گمان غلط نہیں ہے ہوسکتا ہے اس میں ہوا ہو، اگر میں نے اُسے ہنسا دیا تو میں فائدہ اٹھاؤں گا، اور انعام حاصل کروں گا ورنہ ہوا بھرے تھیلے سے دس چپت ایک آسان چیز ہے، پھر میں نادر واقعات، افسانوں، نشاط اور عبارت خوانی میں لگ گیا، چناں چہ میں نے دیہاتی، نحوی، مخنث، قاضی، نبطی، سندی، حبشی، خادم، ترکی، بدمعاش، عیار کسی کا واقعہ نہیں چھوڑا اور نہ ہی کوئی نادر قصہ اور کہانی، مگر یہ کہ ان تمام کو میں نے بیان کردیا یہاں تک کہ وہ سارے واقعات ختم ہو گئے جو میرے پاس تھے، میرے سر میں درد ہو گیا اور میں ست اور ٹھنڈا پڑ گیا اور میرے پیچھے جتنے خادم اور غلام تھے سب ہنستے ہنستے مر گئے اور معتضد منہ چڑھا ہی رہا، مسکرا بھی نہیں رہا تھا، تو میں نے کہا: جو کچھ میرے پاس تھا ختم ہو گیا اور بخدا میں نے تجھ جیسا کبھی نہیں دیکھا، تو اُس نے مجھ سے کہا: اور بیان کر جو کچھ تیرے پاس ہو، تو میں نے کہا: ایک نادر واقعے کے علاوہ کچھ اور باقی نہیں رہا، اُس نے کہا: وہ بھی سنا دے، میں نے کہا: تو نے یہ وعدہ کیا تھا کہ تو نے میرا انعام دس چپت مقرر کر رکھا ہے اور میں تجھ سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ اسے میرے لیے دو چند کردے اور ان میں دس چپت اور بھی شامل کردے، تو اس نے ہنسنا چاہا پھر رک گیا اور بولا: ایسا ہی کروں گا، اے غلام! اِس کا ہاتھ پکڑ لے، پھر میں نے اپنی گدی آگے کردی، تو اُس پر تھیلے سے ایک زوردار چپت لگایا گیا، تو یوں محسوس ہوا جیسے میری گدی پر کوئی پہاڑ کا ٹکڑا گر پڑا ہو، اور معلوم ہوا کہ وہ تھیلا گول گول کنکریوں سے بھرا ہوا تھا، پھر دس چپت پورے کیے گئے، تو قریب تھا کہ میری گردن جدا ہو جائے، میرے کان جھنجھنا اٹھے، اور میرے آنکھ سے شعاع نکل گئی، میں چیخا، اے میرے آقا! صرف ایک نصیحت ہے، تو اُس نے چپت مارنا بند کردیا، جب کہ اُس نے میرے اوپر بیس کا ارادہ کر چکا تھا، تو اُس نے کہا: اپنی نصیحت

کہہ، تو میں نے کہا: اے میرے آقا! دیانت میں امانت سے بہتر اور خیانت سے بدتر کوئی چیز نہیں ہے، اور میں اُس خادم کے لیے جو مجھے لے کر آیا ہے، نصف انعام کا ضامن ہو چکا ہوں، انعام کی قلت وکثرت کے ساتھ، اور امیر المؤمنین نے اپنے فضل وکرم سے اُسے دوگنا کر دیا ہے، اور میں اپنا نصف حصہ پورا کر چکا ہوں اور غلام کا نصف باقی رہ گیا ہے، تو وہ ہنسنے لگا، یہاں تک کہ چت لیٹ گیا اور اس بات کو سن کر وہ حیرت میں پڑ گیا، پھر اس نے اسے برداشت کیا، پھر بھی وہ اپنے ہاتھ کو زمین پر مارتا رہا اور اپنے پیر زمین پر مارتا رہا، اور اپنے پیٹ کے نرم حصے کو تھامے رہا، یہاں تک کہ جب اُس کو سکون ہو گیا تو بولا: اُس کو میرے پاس لے کر آؤ، تو اسے لایا گیا، اور اسے چپت لگانے کا حکم دیا، اور وہ بہت لمبا تھا، تو اُس نے کہا: میرا کیا جرم ہے؟ تو میں نے اُس سے کہا: یہ میرا انعام ہے اور تو اُس میں میرا شریک ہے، اور میں اُس میں اپنا حق وصول کر چکا ہوں، اور تمہارا حصہ رہ گیا ہے، تو جب اُسے چپت لگا اور کنکری نے اُس کی گدی پر مارا، تو میں اسے ملامت کرنے لگا اور اُس سے کہنے لگا: میں نے تجھ سے کہا تھا کہ: میں کمزور اور محتاج ہوں اور تجھ سے ضرورت اور فقر ومسکنت کا شکوہ کیا تھا اور تجھ سے کہہ رہا تھا کہ: تو انعام کے چوتھائی یا چھٹے حصے کو لے لے اور تو کہہ رہا تھا کہ: میں اس کا نصف ہی لوں گا، اور اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ امیر المؤمنین...... اللہ ان کی عمر دراز فرمائے...... کا انعام چپت ہے تو میں سارا انعام تجھے ہبہ کر دیتا، تو خادم کو میرے عتاب کرنے کی وجہ سے وہ پھر ہنسنے لگا، تو جب خادم نے بھی اپنا حصہ وصول کر لیا، تو معتضد نے ایک تھیلا نکالا، جس میں پانچ سو درہم تھے، اور کہا یہ تھیلی میں نے تیرے لیے تیار کر رکھی تھی، پس تجھ کو تیری فضول گوئی نے نہیں چھوڑا، یہاں تک کہ تو نے اپنے شریک کو بھی شامل کر لیا، تو میں نے کہا: اور امانت کہاں ہے؟ تو اس نے اُسے ہمارے درمیان تقسیم کر دیا اور میں واپس لوٹ گیا۔

لغات وترکیب

نَوَادِرُ، واحد، نادِرَةٌ، نایاب چیز۔ حَذَقَ يَحْذِقُ حِذْقاً وَحَذْقاً (س،ض) ماہر ہونا۔ تَنَادَرَ يَتَنَادَرُ تَنَادُراً (تفاعل) عجائبات بیان کرنا۔ خَدَمٌ، واحد، خَادِمٌ، خادم۔ ثَكُولٌ، بچے کو گم کرنے والی عورت۔ ثكِلَ يثكَلُ ثَكَلاً (س) بیٹے کو گم کرنا۔ جَائِزَةٌ، ج، جوائزُ، انعام۔ عَالَ يَعِيلُ عَيْلَةً (ض) محتاج ہونا۔ أَطْبَقَ يُطْبِقُ إِطْبَاقاً (افعال) بند کرنا۔ فَتَقَ يَفْتِقُ فَتْقاً (ض) پھاڑنا۔ قَفَا، واحد، قَفَاةٌ، گدی۔ صَفَعَاتٌ، واحد، صَفْعَةٌ، چپت، طمانچہ۔ صَفَعَ يَصْفَعُ صَفْعاً (ف) طمانچہ مارنا۔ نبطِيٌّ، نَبَطٌ کی منسوب ہے، نبط ایک پہاڑ کا نام ہے، جس کی طرف ایک عجمی قوم منسوب ہے جو عراقین کے مابین آباد ہوئی تھی۔ شَاطِرٌ، ج، شَاطِرُونَ وشُطَّارٌ، بدمعاش۔ عيَّارٌ، آوارہ گردہ۔ نَفِدَ يَنْفَدُ نَفَاداً (س) ختم ہونا۔ تَصَدَّعَ الرَّأس يتصدَّعُ تَصَدُّعاً (تفعل) سر چکرانا، درد سر ہونا۔ فَتَرَ يَفْتُرُ فُتُوراً (ن) تیزی کے بعد ساکن ہونا، سختی کے بعد نرم پڑنا۔ قَطَبَ يَقْطِبُ قَطْباً (ض) ترش روئی کرنا۔ انقدَحَ يَنْقَدِحُ انقداحاً (انفعال) آگ نکلنا۔ شُعَاعٌ، ج، أشِعَّةٌ، شعاع۔ تَحَامَلَ يَتَحَامَلُ تَحَامُلاً (تفاعل) برداشت کرنا۔

وقعٌ، واحد، وَقعةٌ، چھوٹی کنکریاں۔ طَرَقَ يَطرُقُ طَرقاً (ن) ہتھوڑا مارنا۔ صُرَّةٌ، ج، صُرَرٌ، تھیلا۔ عاتَبَ يُعاتِبُ مُعاتَبَةً وعِتاباً (مفاعلة) سرزنش کرنا۔

هيه ما عندكَ، "هيه" اسم فعل بمعنی امر حاضر ہے أي: بيِّنْ. "ما عندكَ" موصول باصلہ مفعول واقع ہے۔ حصاً مدوّراً، موصوف باصفت بربنائے تمیز منصوب ہے، عليَّ به أي ائتوني به، "عليّ" بھی اسم فعل بمعنی امر حاضر معروف ہے۔ "أيش جنايتي" أيش، أيُّ شيءٍ کا مخفف ہے۔

تشریح حرص وطمع ایک بری خصلت ہے، جو آدمی حریص ہوتا ہے، اُس کا پیٹ کبھی نہیں بھرتا، اُس کی ہر وقت یہ خواہش رہتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ مال اس کے ہاتھ آجائے اور اُسے کتنا بھی مل جائے، اُس کے لیے کم ہی رہتا ہے، ایسا شخص لوگوں میں بھی ذلیل رہتا ہے اور بسا اوقات اپنی اس حریصانہ طبیعت اور فطرت کی وجہ سے نقصان میں بھی مبتلا ہو جاتا ہے، طمع کے بالمقابل قناعت ایک اچھی صفت ہے اور قانع شخص ہمیشہ خوش رہتا ہے، اُس کا اعتماد اللہ کی ذات پر رہتا ہے۔

سَتْرُ العُيُوبِ وَالمُجَامَلَةُ مَعَ مَن يُؤذِيهِ

أرادَ مولى لُقمانَ بَيعَهُ، فقالَ: يا مَولايَ! إنَّ لِي عَلَيكَ حقّاً، فَلا تَبعْنِي إلّا مِمَّن أُحِبُّ قَالَ: لَكَ ذٰلِكَ، فَكانَ الرَّجُلُ إذَا جاءَ يَستامُهُ، قَالَ لِأيِّ شَيءٍ تُرِيدُنِي؟ فَقالَ أحدُهُم تحفظُ عَلَيَّ بَابِي، قَالَ: اِشتَرِنِي، فَلَمَّا جَنَّهُ اللَّيلُ أغلَقَ البَابَ، وَقَامَ يُصَلِّي فِي الدِّهلِيزِ، وَكانَ لِبَناتِ الرَّجُلِ أخِلّاءُ، فَجاؤُا فَضرَبُوا البَابَ، فَقُلنَ: يَا لُقمانُ! اِفتَحِ البَابَ فَقالَ: بِأبِي أنتُنَّ وَأمِّي، لَيسَ لِهٰذَا اشتَرانِي أبُوكُنَّ، فَضرَبنَهُ ضَرباً كِدنَ أن يَأتِينَ مِنهُ عَلَى نَفسِهِ، فَلَمَّا أصبَحَ لَم يُخبِرْ أباهُنَّ، فَلَمَّا كَانَتِ اللَّيلَةُ الثَّانِيَةُ عَاوَدنَهُ بِمِثلِ ذٰلِكَ، فَلَمَّا أصبَحَ لَم يُخبِرْ أباهُنَّ، فَلَمَّا كَانَتِ اللَّيلَةُ الثَّالِثَةُ عَاوَدنَهُ بِمِثلِ ذٰلِكَ، فَلَمَّا أصبَحَ لَم يُخبِرْ أباهُنَّ، فَأقبَلَ بَعضُهُنَّ عَلَى بَعضٍ، فَقُلنَ: مَا جعلَ اللّٰهُ هٰذا العَبدَ الأسوَدَ أولَى بِهٰذا الخَيرِ مِنَّا، قَالَ (الرَّاوِي): فَنَسَكنَ نَسكاً لَم يَكُن فِي بَنِي إسرائِيلَ أفضَلَ مِنهُنَّ.

عیب پوشی اور اذیت رساں کے ساتھ اچھا سلوک

حضرت لقمان کے آقا نے ان کو فروخت کرنے کا ارادہ تو فرمایا: آقا! میرا آپ پر ایک حق ہے، سو آپ مجھے فروخت مت کریں مگر اُسی کے ہاتھ جسے میں چاہوں، آقا نے کہا: تجھے اس کا اختیار ہے، تو کوئی شخص جب آپ سے بھاؤ تاؤ کرنے کے لیے آتا تو معلوم کرتے: کس چیز کے لیے مجھے خریدنا چاہتے ہو؟ تو اُن میں سے ایک شخص نے کہا: تو میرے یہاں

میرے دروازے کی حفاظت کرے گا، آپ نے فرمایا: تو مجھے خرید لے، تو جب رات کی تاریکی ہوئی، تو دروازہ بند کر دیا اور دہلیز پر نماز پڑھنی شروع کر دی، اُس شخص کی لڑکیوں کے کچھ یار تھے، تو وہ آئے اور انھوں نے دروازے کو بجایا، تو لڑکیوں نے کہا: لقمان! دروازہ کھول دو، تو فرمایا: میرے ماں باپ تم پر قربان، تمہارے والد نے مجھے اس لیے نہیں خریدا ہے، تو لڑکیوں نے انھیں اتنا مارا کہ قریب تھا کہ ان کی جان کے درپے ہو جائیں، تو جب صبح ہوئی تو انھوں نے اُن لڑکیوں کے والد کو خبر نہیں کی (عیب پوشی فرمائی) پھر جب دوسری رات ہوئی تو ان لڑکیوں نے ان کے ساتھ اُسی جیسا کیا، پھر جب صبح ہوئی تب بھی ان کے والد کو خبر نہیں کیا، پھر جب تیسری رات ہوئی تو ان لڑکیوں نے اُن کے ساتھ ایسا ہی کیا، پھر جب صبح ہوئی تو ان کے والد کو خبر نہیں کیا، تو بعض بعض کی جانب متوجہ ہوئی اور بولیں: اللہ تعالیٰ نے اِس غلام کو اِس خیر کے متعلق ہم سے زیادہ مستحق (کسی کو) نہیں بنایا: راوی کا بیان ہے: تو وہ ایسی پارسا ہو گئیں کہ بنی اسرائیل میں اُن سے بہتر عورتیں نہیں ہوئیں۔

لغات وترکیب

جَامَلَ يُجَامِلُ مُجَامَلَةً (مفاعلة) اچھا برتاؤ کرنا۔ اِسْتَامَ يَسْتَامُ اِسْتِيَاماً (افتعال) بھاؤ لگانا۔ أخِلَّاءُ، واحد، خلِيْلٌ، یار، دوست۔ نَسَكَ يَنْسُكُ نَسْكاً (ن) پارسا ہونا۔

وَكَانَ لبنات الرّجل أخلّاءُ. "أخلّاءُ" كَانَ کا اسم موخر ہے اور "لبنات الرجل" خبر مقدم ہے۔

تشریح نیکی کے ابواب میں سے ایک باب سترِ عورت یعنی عیب کی پردہ پوشی بھی ہے، ایک حدیث میں آپؐ نے فرمایا: "من رأى عورةً فسترها كان كمن أحيى موؤودة" (ابوداؤد، ج۲، ص۲۳۱)۔ جس شخص نے کسی کا کوئی عیب دیکھا پھر اس کو چھپالیا تو وہ اُس شخص کی طرح ہے، جس نے کسی زندہ دفن کی جانے والی بچی کو بچالیا۔ مطلب یہ ہے کہ ستر پوشی کرنے والے شخص کا عمل اتنا عظیم ہے کہ اُس شخص کا سا ثواب ملے گا، جس نے کسی زندہ دفن کی جانے والی بچی کو دفن سے بچالیا۔ اور اس تشبیہ کا مطلب علما نے یہ لکھا ہے کہ: جس کا کوئی عیب ظاہر ہو جاتا ہے، تو بسا اوقات ذلت ورسوائی سے بچنے کے لیے اپنی زندگی پر موت کو ترجیح دینے لگتا ہے، اس لیے کسی کے عیب کو ظاہر نہ کرنا گویا اسے موت سے بچا کر زندگی عطا کرتا ہے، ستر پوشی کا ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ چوں کہ اُس کا عمل دیکھنے والے کے سامنے ظاہر ہو چکا ہے، اس لیے اُسے خود ندامت ہوتی ہے اور وہ بہت جلد تائب ہو جاتا ہے، تاکہ کوئی اور اُس پر متنبہ نہ ہونے پائے۔

الدَّنَاءَةُ

مَرَّ بِالْحُطَيْئَةِ ابنُ حَمَامَةَ، وَهُوَ جَالِسٌ بِفِنَاءِ بَيْتِهِ، فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، فَقَالَ: قَدْ قُلْتَ مَا لَا يُنْكَرُ، قَالَ: خَرَجْتُ مِنْ أَهْلِي بِغَيْرِ زَادٍ، قَالَ: مَا ضَمِنْتُ لِأَهْلِكَ قِرَاكَ، قَالَ: أَفَتَأْذَنُ لِي أَنْ آتِيَ ظِلَّ بَيْتِكَ، قَالَ: دُونَكَ الْجَبَلَ يَفِيْءُ عَلَيْكَ، قَالَ: أَنَا ابنُ حَمَامَةَ، قَالَ: اِنْصَرِفْ، وَكُنْ ابْنَ أَيِّ طَائِرٍ شِئْتَ.

کمینگی

ابن حمامہ کا حطیئہ شاعر کے پاس سے گذر ہوا اس حال میں کہ وہ اپنے گھر کے صحن میں بیٹھا ہوا تھا، تو ابن حمام نے کہا: السلام علیکم، تو اس نے کہا: تو نے ایسی بات کہہ دی جس کا انکار ہی نہیں کیا جا سکتا، ابن حمامہ نے کہا: میں اپنے گھر والوں کے پاس سے بلا توشہ نکل آیا ہوں، اُس نے کہا: میں تیرے گھر والوں کو لیے تیر مہمان نوازی کی ضمانت نہیں لے رکھا ہوں، ابن حمامہ نے کہا: سو کیا تم مجھے اس بات کی اجازت دو گے کہ میں تمہارے گھر کے سائے میں آجاؤں، اُس نے کہا: پہاڑ کو پکڑلو وہ تم پر سایہ کر دے گا، اُس نے کہا: میں ابن حمامہ ہوں، حطیئہ نے کہا: لوٹ جا اور جس پرندے کا چاہے بیٹا ہو جا۔

لغات وترکیب

دَنُوءَ يَدْنُؤُ دَنَائَةً (ک) کمینہ ہونا، ذلیل وخسیس ہونا۔ زادٌ، ج، أزوِدَةٌ، توشہ۔ ظِلٌّ، ج، ظِلَالٌ، سایہ۔ فَاءَ يَفِيُ فَيْئاً (ض) سایہ ہٹ جانا۔

وَهُوَ جَالِسٌ، یہ جملہ "ابن حمامة" سے حال واقع ہے۔ دُونَكَ، اسم فعل بمعنی امر حاضر ہے اور "الجبلَ" مفعول ہے۔

تشریح درسِ مذکور میں حطیئہ کے کمینگی کو بیان کیا گیا ہے کہ کھانا کھلانا تو دور کی بات ہے، گھر کے سائے میں بھی ٹھہرنے کو گوارا نہیں کیا، اُس شخص نے باپ کا سہارا لے کر کہا کہ حمامہ کا بیٹا "ابن حمامہ" ہوں، تا کہ وہ کچھ نرم پڑ جائے مگر حطیئہ نے اُس کے معنی کو بدل کر کبوتر مراد لیا، اُس کا مقصد یہ تھا کہ کبوتر تو بہت کمزور جانور ہے، اگر تو کسی قوی سے بھی قوی پرندے کا بیٹا ہوتا تب بھی تجھے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

العِلْمُ لا يُعْطِيكَ بَعْضَهُ حَتّى تُعْطِيَهُ كُلَّكَ

قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ: حَدَّثَنِي أَبُو يُوسُفَ قَالَ تُوُفِّيَ أَبِي إِبْرَاهِيمُ وَخَلَّفَنِي صَغِيراً فِي حِجْرِ أُمِّي، فَأَسْلَمَتْنِي إِلَى قَصَّارٍ أَخْدِمُهُ، فَكُنْتُ أَدَعُ الْقَصَّارَ وَأَمُرُّ عَلَى حَلَقَةِ أَبِي حَنِيفَةَ، فَأَجْلِسُ وَأَسْتَمِعُ فَتَجِيءُ أُمِّي فَتَأْخُذُ بِيَدَيَّ، إِلَى الْقَصَّارِ، وَكَانَ أَبُو حَنِيفَةَ يُعْنَى بِي لِمَا كَانَ يَرَى مِنْ حِرْصِي عَلَى التَّعَلُّمِ، فَلَمَّا طَالَ ذٰلِكَ عَلَى أُمِّي وَكَثُرَ عَلَيْهَا هَرْبِي، قَالَتْ: لِأَبِي حَنِيفَةَ: مَا لِهٰذَا الصَّبِيِّ فَسَادٌ غَيْرُكَ، هٰذَا صَبِيٌّ يَتِيمٌ لَا شَيْ لَهُ، وَإِنَّمَا أُطْعِمُهُ مِنْ مَغْزَلِي، وَآمُلُ أَنْ يَكْتَسِبَ دَانِقاً يَعُودُ بِهِ عَلَى نَفْسِهِ، فَقَالَ لَهَا أَبُو حَنِيفَةَ: مُرِّي، يَا رَعْنَاءُ! هَا هُوَ ذَا، يَتَعَلَّمُ أَكْلَ الْفَالُوذَجِ بِدُهْنِ الْفُسْتُقِ، فَانْصَرَفَتْ عَنْهُ، وَهِيَ تَقُولُ: أَنْتَ شَيْخٌ قَدْ خَرِفْتَ وَذَهَبَ عَقْلُكَ.

قَالَ: ثُمَّ لَزِمْتُهُ، وَنَفَعَنِي اللّٰهُ تَعَالٰى بِالْعِلْمِ، وَرَفَعَنِي حَتّٰى تَقَلَّدْتُ الْقَضَاءَ، فَكُنْتُ أُجَالِسُ الرَّشِيْدَ، وآكُلُ مَعَهُ عَلٰى مَائِدَتِهِ فَلَمَّا كَانَ فِي بَعْضِ الْأَيَّامِ قُدِّمَ إِلَيْهِ فَالُوذَجَةٌ فَقَالَ لِي: كُلْ يَا يَعْقُوبُ! فَلَيْسَ فِي كُلِّ يَوْمٍ يُعْمَلُ لَنَا مِثْلُهَا قُلْتُ: وَمَا هٰذِهِ؟ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! فَقَالَ: هٰذِهِ فَالُوذَجَةٌ بِدُهْنِ فُسْتُقٍ، فَضَحِكْتُ، فَقَالَ لِي: مِمَّ تَضْحَكُ فَقُلْتُ: خَيْراً، أَبْقَى اللّٰهُ أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! فَقَالَ: لَتُخْبِرَنِي وَأَلَحَّ عَلَيَّ فَحَدَّثْتُهُ بِالْقِصَّةِ مِنْ أَوَّلِهَا إِلٰى آخِرِهَا، فَعَجِبَ مِنْ ذٰلِكَ.

علم اپنا تھوڑا حصہ بھی تجھے نہیں دیگا، تا آنکہ تو اپنے آپ کو مکمل اسکے حوالے نہ کر دے

علی بن جعد کا بیان ہے: مجھ سے امام ابو یوسف نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں: میرے والد کا انتقال ہو گیا تھا اور وہ صغر سنی ہی میں مجھے میری والدہ کے گود میں چھوڑ کر چلے گئے، تو میری والدہ مجھے ایک دھوبی کے حوالے کر دیا کہ میں اس کی خدمت کروں، تو میں دھوبی کو چھوڑ دیتا اور امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے حلقۂ درس کے پاس سے گذرتا اور بیٹھ کر سننے لگتا، تو میری والدہ آتیں اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے دھوبی کے پاس لے جاتیں، اور امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ میرے اوپر توجہ دیتے تھے، اس وجہ سے کہ وہ حصول علم کے تئیں میری دلچسپی کو دیکھ رہے تھے، تو جب یہ سلسلہ میرے اوپر لمبا ہو گیا اور میرا بھاگنا والدہ پر دشوار ہو گیا، تو امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ سے فرمایا: اس بچے کے بگاڑ کا سبب آپ کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے، یہ ایک یتیم بچہ ہے، اس کے پاس کچھ نہیں ہے، میں اس کو اپنے تکلے (کی کمائی) سے کھلاتی ہوں، میری آرزو یہ ہے کہ یہ ایک دانق کمائے اور اسے اپنی ذات پر صرف کرے، تو والدہ سے امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ نے فرمایا: او بیوقوف! چلی جا، یہ تو وہ چیز ہے جس سے وہ روغنِ پستہ سے فالودہ کھانا سیکھ رہا ہے، چناں چہ اُن کی والدہ یہ کہتے ہوئے اُن کے پاس سے لوٹ گئیں: تم بوڑھے ہو تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے اور تمہاری عقل زائل ہو چکی ہے۔

راوی (امام ابو یوسفؒ) کا بیان ہے: پھر میں آپ ہی سے وابستہ ہو گیا اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے علم سے نفع پہنچایا اور مجھے رفعت بخشی یہاں تک کہ میں منصب قضا پر فائز ہو گیا، اور میں ہارون رشید کے پاس اٹھنے بیٹھنے اور اُن کے ساتھ اُن کے دسترخوان پر کھانے لگا، تو ایک دن ایسا ہوا کہ اُن کے سامنے فالودہ پیش کیا گیا، تو ہارون رشید نے مجھ سے کہا: یعقوب! کھاؤ، کیوں کہ اس جیسی چیز ہمارے لیے روزآنہ نہیں تیار کی جاتی ہے، تو میں نے کہا: یہ کیا ہے؟ امیر المؤمنین نے کہا: یہ روغنِ پستہ میں تیار کیا ہوا فالودہ ہے، تو میں ہنس پڑا، تو ہارون رشید نے مجھ سے کہا: کیوں ہنس رہے ہیں؟ تو میں نے کہا: کوئی بات نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ امیر المؤمنین کو تادیر قائم رکھے۔ تو ہارون رشید نے کہا: مجھے ضرور بتاؤ، اور مجھ سے اصرار کیا تو میں نے پورا واقعہ از ابتدا تا انتہا سنایا، تو ہارون کو اس سے بڑا تعجب ہوا۔

لغات وترکیب

أسْلَمَ يُسْلِمُ إسْلاماً (افعال) سپرد کرنا۔ قصَّارٌ، دھوبی۔ قصَّرَ الثوبَ يُقصِّرُ تقصيراً، (تفعیل) کپڑا پٹکنا۔ دَانِقٌ، درہم کے چھٹے حصے کا ایک حصہ۔ رَعُنَ يَرْعُنُ رُعُونَةً (ک) احمق ہونا۔ مِغْزَلٌ، ج، مَغَازِلُ، تکلی۔ فستقٌ، پستہ کا معرب ہے۔ خَرِفَ يَخْرَفُ خرَفاً (س) عقل کا زائل ہونا۔ ألَحَّ يُلِحُّ إلحاحاً (افعال) اصرار کرنا۔

خلّفني صغيراً، صغيراً، ي سے حال واقع ہے۔ من حرصي على التعلّم میں "من" لما کا بیان ہے "على التعلم" "حرص" سے متعلق ہے۔ مِمَّ تضحَكُ، اصل میں "ممّا" تضحك تھا، ما استفہامیہ پر جب حرف جر داخل ہوتا ہے، تو کثرتِ استعمال کی وجہ سے الف کو ساقط کر دیتے ہیں، جیسے: عَمَّ لِمَ، بِمَ وغیرہ۔

تشریح علم ایک بہت بڑی دولت ہے اور جو چیز جتنی ہی بڑی ہوگی اُس کے حصول میں اسی قدر محنت کی بھی ضرورت پڑتی ہے، ایک شاعر نے کہا: ؎

پئے علم چوں شمع باید گداخت ÷ کہ بے علم نتواں خدا را شناخت

یعنی حصول علم کی خاطر موم کی طرح پگھلنا چاہیے اس لیے کہ بغیر علم کے انسان خدا کو بھی نہیں پہچان سکتا، تاریخ میں بے شمار ایسے واقعات ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ اکابر علماء نے حصولِ علم کے راستے میں کتنی قربانیاں پیش کی ہیں، حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کے بارے میں آتا ہے کہ انھوں نے اپنے گھر کے چھت کی کڑیاں تک فروخت کر دیں، خود امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا بھی واقعہ طالبانِ علوم کے لیے ایک درسِ عبرت ہے۔

العفوُ عنِ المُذْنِبِيْنَ

وَكَانَ رَجُلٌ شِرِّيْبٌ، جَمعَ قَوماً مِنْ نُدَمائِهِ، وَدَفَعَ إلى غُلامٍ لَهُ أرْبعَةَ دَرَاهِمَ أن يَشْتَرِيَ بِهَا مِنَ الْفَوَاكِهِ لِلْمَجْلِسِ، فَمَرَّ الْغُلامُ بِبَابِ مَجْلِسِ مَنْصُورِ بْنِ عَمَّارٍ وَهُوَ يَسْألُ لِفَقِيْرٍ شَيْئاً وَيَقُولُ: مَنْ دَفَعَ لَهُ أرْبَعَةَ دَرَاهِمَ، دَعَوْتُ لَهُ أرْبَعَ دَعَوَاتٍ فَدَفَعَ لَه الْغُلامُ الدَّرَاهِمَ، فَقَالَ لَهُ مَنْصُورٌ: مَا الَّذِي تُرِيْدُ أنْ أدْعُو لَكَ؟ قَالَ: أن يُعتِقَنِي اللّٰهُ مِنْ رِقِّ الْعُبُودِيَّةِ، فَدَعَا مَنْصُورٌ وأمَّنَ النَّاسُ، قَالَ: وَالثَّانِيَةُ؟ قَالَ أن يُخْلِفَ اللّٰهُ عَلَيَّ الدَّرَاهِمَ، فَدَعَالَهُ وَأمَّنَ النَّاسُ، قَالَ: وَالثَّالِثَةُ يَا غُلامُ! قَالَ: أن يَتُوبَ اللّٰهُ عَلى مولاي، فدعا له وأمَّنَ النَّاسُ، قَالَ: وَالرَّابِعَةُ يَا غُلامُ! قَالَ: أن يَغْفِرَ اللّٰهُ لِي وَلِمَوْلَايَ وَلَكَ يَا مَنْصُورُ! وَلِلْحَاضِرِيْنَ، فَدَعا مَنْصُورٌ وأمَّنَ النَّاسُ، فَرَجَعَ الْغُلامُ، فَقَالَ لَهُ مَوْلَاهُ: وَلِمَ أبْطَأتَ؟ فَقَصَّ عَلَيْهِ الْقِصَّةَ، قَالَ: وبم دعا؟ قَالَ: سَألْتُ لِنَفْسِي الْعِتْقَ،

قَالَ: اِذْهَبْ فَأَنْتَ حُرٌّ، قَالَ: وَالثَّانِيَةُ؟ قَالَ: أَنْ يُخْلِفَ اللّٰهُ عَلَيَّ الدَّرَاهِمَ، قَالَ: لَكَ أَرْبَعَةُ آلَافِ دِرْهَمٍ، قَالَ: وَالثَّالِثَةُ؟ قَالَ: أَن يَتُوبَ اللّٰه عَلَيكَ، قَالَ: تُبتُ إِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجلَّ، قَالَ: وَالرَّابِعَةُ؟ قَالَ: أَن يَغفِرَ لِي وَلَكَ وَلِلْوَاعِظِ وَلِلْحَاضِرِينَ، قَالَ: هٰذِهِ الوَاحِدَةُ لَيسَتْ إِلَيَّ.

فَلَمَّا بَاتَ رَأَى فِي الْمَنَامِ كَأَنَّ قَائِلًا يَقُولُ: أَنْتَ فَعَلْتَ مَا كَانَ إِلَيْكَ أَتَرَانِي لَا أَفْعَلُ مَا كَانَ إِلَيَّ، قَدْ غَفَرْتُ لَكَ وَلِلْغُلَامِ وَلِلْمَنْصُورِ وَلِلْحَاضِرِينَ.

خطا کاروں کی معافی

ایک شرابی شخص تھا، اُس نے اپنی مجلس کے مصاحبین کو جمع کیا اور اپنے ایک غلام کو چار درہم دیئے، تاکہ وہ ان دراہم سے مجلس کے لیے میوے خرید کر لائے تو وہ غلام منصور بن عمار کی مجلس کے قریب ہو کر گذرا، اس حال میں کہ آپ کسی فقیر کے لیے کسی چیز کا سوال کر رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ: جو شخص اس فقیر کو چار درہم دے گا، میں اس کے لیے چار دعائیں کروں گا، تو اُس غلام نے اُس فقیر کو چار درہم دے دیئے، تو منصور نے اُس سے کہا: تم کس چیز کے بارے میں چاہتے ہو کہ میں تمہارے حق میں دعا کروں؟ غلام نے کہا: یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے غلامی سے آزاد کر دے، تو منصور نے دعا کی اور لوگوں نے آمین کہی، منصور نے کہا: دوسرے چیز کیا ہے؟ اُس نے کہا: یہ کہ اللہ تعالیٰ بدلے میں مجھے چار درہم عطا فرمادے، چناں چہ منصور نے اُس کے لیے دعا کی اور لوگوں نے آمین کہی، منصور نے کہا: اور تیسری چیز کیا ہے؟ اے غلام! اُس نے کہا: یہ کہ اللہ تعالیٰ میرے آقا کو توبہ کی توفیق دے دے، چناں چہ اس کے لیے دعا کی اور لوگوں نے آمین کہی، منصور نے کہا: چوتھی چیز کیا ہے؟ اے غلام! اُس نے کہا: اللہ تعالیٰ میری، میرے آقا کی، اے منصور! آپ کی اور تمام حاضرین کی مغفرت فرمادے، تو منصور نے دعا کی اور لوگوں نے آمین کہی۔ پھر غلام واپس ہوا تو اُس کے آقا نے اُس سے کہا: تو نے تاخیر کیوں کی؟ تو اُس نے آقا کو سارا واقعہ سنایا، آقا نے کہا: کس چیز کی دعا کی؟ اُس نے کہا: میں نے اپنے لیے آزادی کی درخواست کی، آقا نے کہا: سو جاؤ تم آزاد ہو، آقا نے کہا: اور دوسری چیز؟ اُس نے کہا: اللہ تعالیٰ مجھے دراہم عطا فرمادے، آقا نے کہا: تیرے لیے چار ہزار درہم ہے، آقا نے کہا: اور تیسری چیز؟ غلام نے کہا: یہ کہ اللہ رب العزت آپ کو توبے کی توفیق مرحمت فرمائے، آقا نے کہا: میں نے اللہ سے توبہ کی، پھر کہا: اور چوتھی چیز؟ اُس نے کہا: یہ کہ اللہ تعالیٰ میری، آپ کی، واعظ کی اور تمام حاضرین کی مغفرت فرمائے۔ آقا نے کہا: یہ ایک چیز میرے اختیار میں نہیں ہے۔

تو جب رات ہوئی تو اُس نے خواب میں دیکھا جیسے کوئی کہنے والا کہہ رہا ہو، جو تیرے اختیار میں تھا تو نے کرلیا، تو کیا یہ سمجھتا ہے کہ جو میرے اختیار میں ہے میں نہیں کروں گا؟ میں نے تیری، غلام کی، منصور کی اور تمام حاضرین کی مغفرت فرمادی۔

لغات وترکیب

عَفَا عنْ أحدٍ يَعْفُو عَفْواً (ن) کسی کو معاف کرنا۔ أذنب الرّجُلُ يُذْنِبُ إذْنَاباً (افعال) گناہ گار ہونا۔ شِرِّيْبٌ، بہت پینے والا۔ نُدَمَاءُ، واحد، نَدِيْمٌ، ہم مجلس۔ أخْلَفَ اللّٰه عَلَيْهِ يُخْلِفُ إخْلَافاً (افعال) ضائع شدہ کا بدلہ دینا۔ أبْطَأَ يُبْطِئُ إبْطَاءً (افعال) تاخیر کرنا۔

وهو يَسْألُ لفقير شيئاً. یہ جملہ "منصور بن عمار" سے حال واقع ہے۔ من دفع له أربعة دراهم، جملہ مبتدا متضمن معنیٰ شرط ہے اور "دعوتُ له أربع دعوات" خبر متضمن معنیٰ جزا ہے۔ والثانيةُ؟ أي والثّانيةُ أيُّ شيْئٍ؟ خبر محذوف ہے۔ یہی ترکیب "والثالثة والرابعة" کی بھی ہوگی۔

تشریح اللہ رب العزت اپنے بندوں پر انتہائی مہربان ہے، بندوں کے ساتھ اُس کے رحم وکرم کا جو معاملہ ہے اُس کا اندازہ لگانا مشکل ہے، یہ اُس کے رحم وکرم ہی کی بات ہے کہ جب گناہوں میں ڈوبا انسان اُس کی چوکھٹ تھام لیتا ہے اور صدق دل سے اپنے گناہوں پر اظہار ندامت اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم لے کر توبہ کرتا ہے تو باری تعالیٰ اُسے معاف کردیتا ہے، اس لیے گرچہ اللہ رب العزت نے انسان کے اندر نیکی اور بدی دونوں کی صلاحیت ودیعت فرمائی ہے، مگر منشأ خداوندی کے مطابق انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ گناہوں کی استطاعت کے باوجود گناہوں سے پرہیز کرے اور نیکی کے راستے پر گامزن رہے، اگر کبھی بتقاضۂ بشریت کوئی گناہ صادر ہوجائے جو اللہ کی ناراضگی کا سبب ہو، تو فوراً اپنے گناہوں پر نادم ہو اور اللہ کے حضور توبہ کرے انشاء اللہ باری تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوگی۔ اللہ کے نیک بندوں سے بھی دعا کی درخواست کرتے رہنا چاہیے کیوں کہ اللہ رب العزت اپنے نیک بندوں کی دعائیں بہت جلد قبول کرتا ہے۔

أحْسِنْ إلىٰ مَنْ أسَاءَ إلَيْكَ

وَيُحْكىٰ أنَّ زُبَيْدَةَ العَبَّاسِيَّةَ، كَانَتْ جَالِسَةً ذَاتَ يَوْمٍ فِي قَصْرِهَا وَقَدْ دَخَلَتْ عَلَيْهَا حَاجِبَتُهَا تَقُولُ لَهَا: إنَّ امْرأةً جَمِيْلَةً عَلَيْهَا أطْمَارٌ رَثَّةٌ تُرِيْدُ الدُّخُولَ عَلَيْكِ، وَتَذْكُرُ أنَّ لَهَا مَعْرِفَةً قَدِيْمَةً تَامَّةً بِهَا، فَأنْكَرَتْ زُبَيْدَةُ ذٰلِكَ، وَتَوَقَّفَتْ فِيْهِ، ثُمَّ سَألَهَا مَنْ حَضَرَهَا مِنْ نِسَائِهَا وَجَوَارِيْهَا فِي الإذْنِ لَهَا، فَأذِنَتْ، فَدَخَلَتْ اِمْرَأةٌ تَامَّةُ الْقَامَةِ مُعْتَدِلَةُ الْخِلْقَةِ جَمِيْلَةُ الصُّورَةِ، عَلَيْهَا أطْمَارٌ بَالِيَةٌ وَرِدَاءٌ مُرَقَّعٌ، فَجَعَلَتْ تَمْشِي عَلَى اسْتِحْيَاءٍ تُلَاصِقُ حِيْطَانَ الأروِقَةِ، حَتّٰى انْتَهَتْ إلىٰ بَابِ الْمَجْلِسِ، فَسَلَّمَتْ، فَقَالَتْ زُبَيْدَةُ: حُيِّيْتِ فَمَنْ أنْتِ؟ قَالَتْ: أنَا جَرِيْحَةُ الزَّمَانِ وَطَرِيْحَةُ الحَدَثَانِ، ذَهَبَتِ الرِّجَالُ، وَاخْتَلَّتِ الْأحْوَالُ، وَجَفَانَا الصَّدِيْقُ وَكِدْنَا أنْ نُلْقىٰ عَلَى الطَّرِيْقِ.

فَقَالَتْ لَهَا: انْتَسِبِي، فَقَالَتْ: أَنَا رَبِيبَةُ ابْنَةُ مَرْوَانَ ابن مُحَمَّدٍ، فَقَالَتْ: لَا حَيَّاكِ اللّٰهُ، وَلَا سَلَّمَ عَلَيْكِ وَيْلَكِ اَتَذْكُرِيْنَ وَقَدْ دَخَلَ عَجَائِزُنَا، وَأَنْتِ فِي مُلْكِكِ وَجَبَرُوْتِكِ، يَسْأَلْنَكِ وَيَرْغَبْنَ أَنْ تَسْأَلِي صَاحِبَكِ أَن يَأْذَنَ فِي إِنْزَالِ إِبْرَاهِيمَ مِنْ خَشَبَتِهِ فَمَا فَعَلْتِ، فَتَغَرْغَرَتْ عَيْنَاهَا بِالدُّمُوعِ وَقَالَتْ: يَا ابْنَةَ العَمِّ! وأيُّ شَيْءٍ أَعْجَبَكِ مِنْ نَمِرَةِ العُقُوقِ وَقَطْعِ الرَّحِمِ، وَكُفْرَانِ النِّعْمَةِ، حَتّٰى تَتَأَسِّيْنَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ، ثُمَّ وَلَّتْ مُنْصَرِفَةً.

فَنَدِمَتْ زُبَيْدَةُ عَلٰى بَادِرَتِها وَأَدْرَكَتْهَا رِقَّةٌ، وَبَعَثَتْ جَوَارِيَهَا إِلَيْهَا، فَلَمْ تَرْجِعْ فَقَامَتْ تَعْدُو خَلْفَهَا، حَتّٰى أَدْرَكَتْهَا فِي الدِّهْلِيزِ، وَرَدَّتْهَا وَاعْتَذَرَتْ إِلَيْهَا، فَرَجَعَتْ، فَأَمَرَتْ جَوَارِيَهَا أَنْ يُدْخِلْنَهَا الْحَمَّامَ، وَأَحْضَرَتْ لَهَا أَصْنَافاً مِنَ الثِّيَابِ، وَالْجِبَابِ، فَاخْتَارَتْ مِنْهَا مَا لَبِسَتْ، وَتَطَيَّبَتْ، وَأَقْبَلَتْ كَأَنَّهَا فِلْقَةُ قَمَرٍ فَقَامَتْ إِلَيْهَا وَاعْتَنَقَتْهَا، وَرَفَعَتْ مَجْلِسَها وَأَكَلَتْهَا، فَلَمَّا دَخَلَ الْخَلِيْفَةُ قَصَّتْ عَلَيْهِ القِصَّةَ، فَشَكَرَهَا عَلٰى تَدَارُكِ فَارِطِهَا وَأَمَرَهَا أَنْ تَفْرِضَ لَهَا مَقْصُورَةً، وَجَوَارِيَ يَخْدِمْنَهَا وَتَسْأَلُهَا، هَلْ بَقِيَ لَهَا مَنْ تَعْنِي بِأَمْرِهِ فَفَعَلَتْ مَعَهَا ذٰلِكَ.

اس شخص کے ساتھ حسن سلوک کرو جو تمہارے ساتھ بدسلوکی کرے

واقعہ منقول ہے کہ زبیدہ عباسیہ ایک دن اپنے محل میں بیٹھی ہوئی تھی، اُس کے پاس اس کی حاجبہ گئی اس سے یہ کہہ رہی تھی کہ: ایک خوب صورت عورت جس کے اوپر بوسیدہ کپڑے ہیں، آپ سے ملنا چاہ رہی ہے اور وہ یہ بھی تذکرہ کر رہی تھی کہ اس کی آپ سے بڑی پرانی شناسائی ہے، تو زبیدہ نے اس کا انکار کیا اور اجازت کے سلسلے میں توقف کیا، پھر اُس نے اپنے پاس موجود عورتوں اور کنیزوں سے اُس کے لیے اجازت کے سلسلے میں دریافت کیا، پھر اجازت دے دی، تو ایک عورت پوری قد وقامت والی، متناسب الخلقت حسین شکل وصورت والی داخل ہوئی، اس کے اوپر پھٹے پرانے کپڑے اور پیوند زدہ چادر تھی، وہ برآمدوں کی دیوار سے مل کر شرمیلے انداز سے چل رہی تھی، یہاں تک کہ مجلس کے دروازے پر پہنچ گئی اور سلام کیا، تو زبیدہ نے کہا: تو زندہ رہ، سوتو ہے کون؟ اُس نے کہا: میں زمانے کی زخم خوردہ اور حوادثات کی ماری ہوں، (میرے) تمام لوگ ختم ہو گئے، حالات بدل گئے، دوستوں نے ہم پر ظلم کیا اور قریب تھا کہ ہم برسرِ راہ ڈال دیئے جائیں۔

تو زبیدہ نے اس سے کہا: تو اپنا نسب بیان کر، تو اس نے کہا: میں مروان ابن محمد کی صاحبزادی کی دایا ہوں، تو زبیدہ نے کہا: اللہ تجھے زندہ نہ رکھے اور نہ تجھے سلامت رکھے، تیرا برا ہو، کیا تجھے یاد ہے ہماری کچھ بوڑھی عورتیں گئی تھیں جب کہ تو

اپنی حکومت اور سلطنت میں تھی، وہ تجھ سے درخواست کر رہی تھیں اور اس بات کی خواہاں تھیں کہ تو اپنے صاحب سے یہ درخواست کردے کہ وہ ابراہیم کو سولی سے اتارنے کی اجازت دے دیں، تو تو نے نہیں کیا، تو اس کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا گئیں اور بولی: بھتیجی! تجھے نافرمانی، قطع تعلقی اور ناشکری نعمت کے داغ کے مقابلے میں کون سی چیز بھائی کہ تو اس کی اقتدا کر رہی ہے۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، پھر واپس ہوتے ہوئے رخ پھیر کر چلی گئی۔

تو زبیدہ کو اپنی لغزش پر ندامت ہوئی اور اس پر رقّت طاری ہوگئی، اور اپنی کنیزوں کو اس کے پاس بھیجا تو وہ نہ لوٹی، تو زبیدہ اٹھ کر اُس کے پیچھے دوڑنے لگی یہاں تک کہ اُسے دہلیز پر پالیا، اور اُسے واپس لوٹایا، اُس سے معذرت طلب کی تو وہ لوٹ آئی، پھر زبیدہ نے اپنی کنیزوں کو حکم دیا کہ اُسے حمام میں داخل کریں اور اُس کے لیے مختلف قسم کے کپڑے اور جبے پیش کیے، تو اُن میں اُس نے وہ کپڑا منتخب کیا جسے پہنا، اور خوش بو لگا کر سامنے آئی، یوں معلوم ہو رہا تھا، جیسے چاند کا ٹکڑا ہو، تو زبیدہ اُس کے پاس اٹھ کر گئی اور اسے گلے لگالیا اور اس کا مقام بلند کیا اور اس کے ساتھ کھایا۔

پھر جب خلیفہ آئے تو ان سے پورا واقعہ بیان کیا، تو زبیدہ کا اس کی پیش دستی کے تلافی پر شکریہ ادا کیا اور زبیدہ کو حکم دیا کہ اس کے لیے ایک کوٹھری اور کچھ کنیزیں مقرر کردے جو اس کی خدمت کریں اور اس سے دریافت کرے کیا اُس کا کوئی رہ گیا ہے، جس کا معاملہ اس سے متعلق ہے تو زبیدہ نے اُس کے ساتھ ایسا ہی کیا۔

لغات وترکیب

أحسن إلى أحدٍ يُحسن إحسانا (افعال) کسی کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا۔ **أسَاءَ إلى أحدٍ يسئ إسَاءةً** (افعال) بدسلوکی کرنا۔ **أطْمَارٌ**، واحد، **طِمْرٌ**، پرانا کپڑا۔ **رثَّ الثُّوبُ يرِثُّ رَثَاثَةً** (ض) کپڑے کا بوسیدہ ہونا۔ **بَلِيَ الثوبُ يَبْلَى بِلىً** (س) بوسیدہ ہونا۔ **رداءٌ**، ج، **أرديَةٌ**، چادر۔ **رقَّعَ الثَّوبَ يُرَقِّعُ تَرْقِيعاً** (تفعیل) کپڑے میں پیوند لگانا۔ **أروِقَةٌ**، واحد، **رُواقٌ**، برآمدہ۔ **جَرِيحَةٌ**: بمعنی **مجروحة جَرَحَ يَجْرَحُ جرحاً** (ف) زخمی کرنا۔ **حُدْثَانٌ**، واحد، **حَدَثٌ**، مصیبت۔ **جفَا يَجْفُو جَفَاءً** (ن) ظلم کرنا۔ **ربيبَةٌ**، ج، **رَبَائِبُ**، دایہ۔ **تَغَرغرتِ العين يتغرغر تغرغراً** (تفعلل) آنکھیں ڈبڈبا آنا۔ **نُمْرَةٌ**، ج، **نُمَرٌ**، داغ۔ **عَقَّ يَعُقُّ عُقُوقاً** (ن) نافرمانی کرنا۔ **تأسّى يَتَأسّى تأسِّياً** (تفعل) اقتدا کرنا۔ **بَادِرَةٌ**، ج، **بَوَادِرُ**، لغزش۔ **جُبَابٌ**، واحد، **جُبَّةٌ**، جبہ۔ **فِلْقَةٌ**، ج، **فِلَقٌ**، ٹکڑا۔ **فَرَطَ منه القَوْلُ يَفْرُطُ فروطاً** (ن) بغیر سمجھے بوجھے کہنا۔ **مَقْصُورَةٌ**، چھوٹا کمرہ۔

أنّ لها معرفةً قديمةً تَامَّةً "**معرفةً قديمةً تامّةً**" یہ سب موصوف صفت مل کر أنّ کا اسم موخر ہے اور "**لها**" خبر مقدم۔ **إمرأة تامّة القامة، معتدلة الخلقة** "**إمرأة**" موصوف ہے اور مابعد صفت ہے، مگر یہ اضافت چوں کہ اضافتِ لفظی ہے، جو تعریف کا فائدہ نہیں دیتی اس لیے صفت بننا صحیح ہے اور بظاہر نکرہ ومعرفہ میں تضاد نہیں ہے۔ "**يَسَألنكِ**" یہ جملہ "**عجائزنا**" سے حال واقع ہے۔

تشریح دوسروں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا، اسلام کی بنیادی تعلیمات میں سے ہے، اسلام نے انسانیت نوازی کا ثبوت دیتے ہوئے، اپنے ماننے والوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ بلا امتیاز رنگ ونسل مصائب سے دوچار ہونے والوں کے ساتھ ہمدردی کا معاملہ کریں، خود جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنوں ہی نہیں غیروں کے ساتھ بھی ہمیشہ ہمدردی اور حسن سلوک کا معاملہ کیا ہے، اور جو شخص اس صفت کے ساتھ متصف ہوتا ہے، وہ دوسروں کا جیت لیتا ہے، اور دوسرے بھی اُس کے دکھ درد میں کام آتے ہیں۔ اور ایک انسان کی وسعتِ ظرفی کا پتہ اُسی وقت چلتا ہے، جب وہ اُس شخص کے ساتھ بھی حسن سلوک کرے، جو اُس کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آئے، اس لیے کہ حسنِ سلوک کرنے والے کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے، یہ تو ایک قسم کا بدلہ ہے، کسی دانش مند نے سچ کہا ہے: "الإحسان قبل الإحسان فضلٌ، وبعد الإحسان مكافاة، وبعد الإساءة جود" کہ احسان سے پہلے احسان کرنا تو مہربانی ہے، اور احسان کے بعد احسان کرنا بدلہ ہے اور بدسلوکی کے بعد حسن سلوک کرنا وسعتِ ظرفی ہے۔ زيّننا الله بذلك.

مَدحُ الجُبُن

وَقَالَ أسلَمُ بْنُ زُرْعَةَ، وَكَانَ وَجَّهَهُ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنِ زِيَادٍ لِحَرْبِ أبِي بَلَالِ الْخَارِجِيّ فِي اَلْفَيْنِ، وَأَبُوبَلَالٍ فِي أرْبَعِينَ رَجُلاً، فَشَدَّ عَلَيْهِ شِدَّةَ رَجُلٍ وَاحِدٍ، فَانْهَزَمَ هُوَ وأَصْحَابُهُ، فَلَمَّا دَخَلَ عَلَى ابْنِ زِيَادٍ عَنَّفَهُ فِي ذٰلِكَ، وَقَالَ: أتَمْضِي فِي اَلْفَيْنِ، وَتَنْهَزِمُ عَنْ أرْبَعِيْنَ؟ فَخَرَجَ عنهُ وَهُوَ يَقُولُ: لَانْ يُذَمَّنِي ابنُ زِيَادٍ حَيّاً خَيْرٌ مِنْ ان يَمْدَحَنِي وَاَنَا مَيِّتٌ (وَ) فِي رِوَايَةٍ أُخرىٰ أن يَشْتِمَنِي الأمِيْرُ وَاَنَا حَيٌّ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أنْ يَدْعُوَلِي وَاَنَا مَيِّتٌ، فَقَالَ شَاعِرُ الْخَوَارِجِ ۔

أَلفَا مُؤمِنٍ لَسْتُمْ كَذَاكُمْ ‏ ‏ ‏ وَلٰكِنَّ الْخَوَارِجَ مُؤمِنُونَا
هُمُ الفِئَةُ الْقَلِيْلَةُ قَدْ عَلِمْتُمْ ‏ ‏ ‏ عَلَى الفِئَةِ الْكَثِيْرَةِ يُنْصَرُونَا

بزدلی کی تعریف

اسلم بن زرعہ نے بیان کیا ہے، اور اسے عبیداللہ بن زیاد نے ابو بلال خارجی سے لڑنے کے لیے دو ہزار افراد کے ساتھ روانہ کیا تھا اور ابو بلال چالیس آدمیوں کے ساتھ تھا، تو ابو بلال نے اُس پر ایک شخص پر حملہ کرنے کی طرح حملہ کیا تو اسلم اور اس کے ساتھی شکست کھا گئے، پھر جب اسلم ابن زیاد کے پاس آیا تو ابن زیاد نے اس سلسلے میں اُس کی سرزنش کی اور کہا: تو دو ہزار افراد کے ساتھ بھی جا کر چالیس سے شکست کھا جاتا ہے، تو وہ ابن زیاد کے پاس یہ کہتا ہوا نکلا: ابن زیاد کا میری

مذمت کرنا میری زندگی میں اس سے بہتر ہے کہ میرے مرنے کے بعد میری تعریف کریں، اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ امیر کا مجھے میری زندگی میں گالی دینا میرے نزدیک زیادہ محبوب ہے اس سے کہ وہ میرے مرنے کے بعد مجھے دعا دیں۔ تو ایک خارجی شاعر نے کہا:

کیا دو ہزار آدمیوں کا مومن ہونا مستبعد ہے تم تو ایسے ہو بھی نہیں؛ لیکن خوارج ہی ایمان والے ہیں۔
وہ مختصر سی جماعت ہے، تمہیں معلوم ہے، بڑی جماعت پر ان کو کامیابی مل جاتی ہے۔

لغات وترکیب

جَبُنَ يَجْبُنُ جُبْناً (ک) بزدل ہونا۔ وَجَّهَ أحداً إلى مكان يُوَجِّهُ توجيهاً (تفعیل) کسی کو کسی جگہ روانہ کرنا۔ شَدَّ على أحدٍ يَشُدُّ شَدّاً (ن) کسی پر حملہ کرنا۔ عَنَّفَ أحداً يُعَنِّفُ تعنيفاً (تفعیل) کسی کو عتاب کرنا۔ کسی کی سرزنش کرنا۔ انْهَزَمَ ينهزِمُ انهزاماً (انفعال) شکست کھانا۔

في ألفين أو في أربعين، دونوں جگہ في بمعنی "مع" ہے۔ عنّفه في ذلك یہ جملہ "لمّا دخل" کا جواب ہے لأن يذمّني میں لام برائے تاکید ہے۔ أألفا مؤمن میں "أ" ہمزۂ استفہام استبعاد کے لیے ہے اور فعل کے قائم مقام ہے اور تقدیری عبارت ہے "أيستبعد أن يكون ألفان من المؤمنين؟" أي لا يستبعد۔

تشریح مدح الجبن: یہ ایک عنوان ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی ایسی بات کہے جس سے اس کے عیب پر پردہ پڑ جائے۔ جیسا کہ درسِ مذکور سے ظاہر ہوا کہ اسلم بن زرعہ کے پاس دو ہزار کا لشکر تھا، اور بلالِ خارجی کے ہمراہ کل چالیس آدمی تھے، پھر بھی بلالِ خارجی ان پر غالب آ گیا اور اسلم بن زرعہ کا لشکر شکست کھا گیا۔ اور جب عبیداللہ بن زیاد نے سرزنش کی تو بات بدل دی اور کہنے لگا کہ عبیداللہ کا میری مذمت کرنا، میرے نزدیک میری تعریف کرنے سے بہتر ہے، میری زندگی میں عبیداللہ بن زیاد کی زبان سے میرے حق میں جو بھی بات نکلے، میرے لیے سوجان سے قبول۔ یہ کہہ کر گویا اُس نے اپنی بزدلی پر پردہ ڈالا ہے، اور یہ باتیں سن کر خارجی شاعر نے کہا: أألفا مؤمن الخ
مطلب یہ ہے کہ یہ بات مستبعد نہیں ہے کہ مومنین کی جماعت اگر تعداد کے اعتبار سے کم ہو تو تم ان کے ایمان کے بارے میں ان کی قلت کی وجہ سے شک کرو، کیوں کہ وہ ایمان کے ایسے مرتبے پر پہنچے ہوئے ہیں، جہاں تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ اور اس وقت تعداد خارجیوں ہی کی کم تھی، اس لیے گویا ایمان انھیں کے اندر ہے، کیوں کہ ایمان ہی کی بدولت چھوٹی جماعت بڑی جماعت پر غالب آتی ہے۔
یہ شعر خارجی شاعر نے طنزاً کہا ہے۔

اَلْحَذَاقَةُ فِي الرَّمْيِ

حَدَّثَ الْعُتَبِيُّ عَنْ بَعْضِ أَشْيَاخِهِ قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ الْمُهَاجِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَالِي الْيَمَامَةِ، فَأُتِيَ بِأَعْرَابِيٍّ كَانَ مَعْرُوفاً بِالسَّرِقِ، فَقَالَ لَهُ: أَخْبِرْنِي عَنْ بَعْضِ عَجَائِبِكَ، قَالَ: عَجَائِبِي كَثِيرَةٌ، وَمِنْ أَعْجَبِهَا أَنَّهُ كَانَ لِي بَعِيرٌ لَا يُسْبَقُ، وَكَانَتْ لِي خَيْلٌ لَا تُلْحَقُ، فَكُنْتُ أَخْرُجُ فَلَا أَرْجِعُ خَائِباً، فَخَرَجْتُ يَوْمًا فَاحْتَرَشْتُ ضَبّاً فَعَلَّقْتُهُ عَلَى قَتَبِي، ثُمَّ مَرَرْتُ بِخِبَاءٍ لَيْسَ فِيهِ إِلَّا عَجُوزٌ، فَقُلْتُ: يَجِبُ أَن يَكُونَ لِهٰذِهِ رَائِحَةٌ مِنْ غَنَمٍ وَإِبِلٍ، فَلَمَّا أَمْسَيْتُ إِذَا بِإِبِلٍ مِاْةٍ وَإِذاً شَيْخٌ عَظِيمُ الْبَطْنِ، شَثْنُ الْكَفَّيْنِ، وَمَعَهُ عَبْدٌ أَسْوَدُ، فَلَمَّا رَآنِي رَحَّبَ بِي، ثُمَّ قَامَ إِلٰى نَاقَةٍ، فَاحْتَلَبَهَا، وَنَاوَلَنِي الْعُلْبَةَ فَشَرِبْتُ مَا يَشْرَبُ الرَّجُلُ فَتَنَاوَلَ الْبَاقِي، فَضَرَبَ بِهَا جَبْهَتَهُ ثُمَّ احْتَلَبَ تِسْعَ أَيْنُقٍ فَشَرِبَ أَلْبَانَهُنَّ ثُمَّ نَحَرَ حُوَاراً، فَطَبَخَهُ، فَأَكَلْتُ شَيْئاً، وَأَكَلَ الْجَمِيعَ حَتّٰى أَلْقٰى عِظَامَهُ بَيْضَاءَ وَجَثٰى عَلٰى كُومَةٍ مِنَ الْبَطْحَاءِ وَتَوَسَّدَهَا، ثُمَّ غَطَّ غَطِيطَ الْبَكْرِ، فَقُلْتُ هٰذِهِ، وَاللّٰهِ الْغَنِيمَةُ ثُمَّ قُمْتُ إِلٰى فَحْلِ إِبِلِهِ فَخَطَمْتُهُ ثُمَّ قَرَنْتُهُ بِبَعِيرِي، وَصِحْتُ بِهِ، فَاتَّبَعَنِي وَاتَّبَعَتِ الْإِبِلُ إِرْباً إِرْباً فِي قِطَارٍ، فَصَارَتْ خَلْفِي كَأَنَّهَا حَبْلٌ مَمْدُودٌ، فَمَضَيْتُ أُبَادِرُ ثَنِيَّةً، بَيْنِي وَبَيْنَهَا مَسِيرَةُ لَيْلَةٍ لِلْمُسْرِعِ، وَلَمْ أَزَلْ أَضْرِبُ بَعِيرِي مَرَّةً بِيَدِي، وَمَرَّةً بِرِجْلِي حَتّٰى طَلَعَ الْفَجْرُ، فَأَبْصَرْتُ الثَّنِيَّةَ، وَإِذَا عَلَيْهَا سَوَادٌ، فَلَمَّا دَنَوْتُ مِنْهُ إِذَا الشَّيْخُ قَاعِدٌ وَقَوْسُهُ فِي حِجْرِهِ، فَقَالَ: أَضَيْفُنَا، فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ: أَتَسْخُو نَفْسُكَ عَنْ هٰذِهِ الْإِبِلِ، قُلْتُ: لَا، فَأَخْرَجَ سَهْماً كَأَنَّهُ لِسَانُ كَلْبٍ، ثُمَّ قَالَ: اُنْظُرْهُ بَيْنَ أُذُنَيِ الضَّبِّ الْمُعَلَّقِ فِي الْقَتَبِ، ثُمَّ رَمَاهُ، فَصَدَعَ عَظْمَهُ عَنْ دِمَاغِهِ، فَقَالَ لِي: مَا تَقُولُ؟ قُلْتُ: أَنَا عَلٰى رَأْيِي الْأَوَّلِ، قَالَ: اُنْظُرْ هٰذَا السَّهْمَ الثَّانِيَ فِي فِقْرَةِ ظَهْرِهِ الْوُسْطٰى، ثُمَّ رَمٰى بِهِ، فَكَأَنَّمَا قَدَّرَهُ بِيَدِهِ ثُمَّ قَالَ رَأْيُكَ؟ فَقُلْتُ: إِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَسْتَثْبِتَ قَالَ: اُنْظُرْ هٰذَا السَّهْمَ فِي عُكْوَةِ ذَنَبِهِ، وَ الرَّابِعُ وَاللّٰهِ فِي بَطْنِكَ ثُمَّ رَمَاهُ فَلَمْ يُخْطِ الْعُكْوَةَ، قُلْتُ: أَنْزِلُ آمِناً.

قَالَ: فَدَفَعْتُ إِلَيْهِ خِطَامَ فَحْلِهِ، وَقُلْتُ: هٰذِهِ إِبِلُكَ، لَمْ تَذْهَبْ مِنْهَا وَبَرَةٌ، وَأَنَا أَنْظُرُ مَتٰى يَرْمِينِي بِسَهْمٍ يَقْصِدُ بِهِ قَلْبِي، فَلَمَّا تَبَاعَدْتُ قَالَ: أَقْبِلْ، فَأَقْبَلْتُ وَاللّٰهِ فَرَقاً مِنْ شَرِّهِ، لَا طَمَعاً فِي خَيْرِهِ، فَقَالَ: مَا أَحْسِبُكَ تَجَشَّمْتَ اللَّيْلَةَ مَا تَجَشَّمْتَ إِلَّا مِنْ حَاجَةٍ، قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَاقْرِنْ مِنْ هٰذِهِ

الْإِبلِ بَعِيرَيْنِ، وَامْضِ لِطَيَّتِكَ قَالَ: قُلْتُ: أَمَا وَاللّٰهِ لَا أَمْضِي حَتّٰى أُخْبِرَكَ عَنْ نَفْسِكَ، فَلَا وَاللّٰهِ مَا رَأَيْتُ أَعْرَابِيّاً أَشَدَّ ضِرْساً وَلَا أَعْدىٰ رِجْلاً، وَلَا أَرْمىٰ يداً، وَلَا أَكْرَمَ عَفْواً، وَلَا أَسْخٰى نَفْساً مِنْكَ، فَصَرَفَ وَجْهَهُ عَنِّي حَيَاءً، وَقَالَ: خُذِ الْإِبِلَ بِرُمَّتِهَا مُبَارَكاً لَكَ فِيهَا. (العقد الفرید ۱/۱۵۷)

تیراندازی میں مہارت

عتبی نے اپنے بعض شیوخ سے بیان کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: میں یمامہ کے حاکم مہاجر بن عبداللہ کے پاس تھا تو ایک اعرابی لایا گیا جو چوری میں مشہور ومعروف تھا، تو اس سے مہاجر بن عبداللہ نے کہا: مجھ سے کچھ اپنے عجائبات بیان کر، اُس نے کہا: میرے عجائبات تو بہت ہیں، اور ان میں سب سے زیادہ تعجب خیز واقعہ یہ ہے کہ میرے پاس ایک اونٹ تھا، جس سے کوئی اونٹ آگے نہیں بڑھ سکتا تھا، اور میرے پاس ایک گھوڑا تھا، جس سے کسی گھوڑے کا ملنا مشکل تھا۔ تو میں نکلتا تھا اور نامراد نہیں لوٹتا تھا۔ چناں چہ ایک دن میں نکلا اور ایک گوہ کا شکار کیا اور اُسے اپنے پالان کی لکڑی پر لٹکا دیا، پھر میں ایک خیمے کے پاس سے گذرا، جس میں صرف ایک بوڑھیا تھی، میں نے کہا: ضرور اس بوڑھیا کے پاس مویشی ہوں گے یعنی بکریاں اور اونٹ، پھر جب میں نے شام کی تو سو اونٹ اور ایک بھاری پیٹ والا ابھری ہوئی ہتھیلیوں والا بوڑھا نظر آیا، اور اُس کے ساتھ ایک حبشی غلام تھا، تو جب اُس نے مجھے دیکھا تو مرحبا کہا، پھر اٹھ کر اونٹنی کے پاس گیا اور اُسے دوہا اور ایک برتن مجھے پیش کیا، تو میں نے اتنی مقدار پیا جتنا ایک شخص پیتا ہے اور باقی سب اُس نے پی لیا، پھر اُس نے اُس برتن سے اپنی پیشانی پر مارا، اس کے بعد اُس نے نو اونٹنیوں کو دوہا اور ان تمام کا دودھ پی گیا، پھر اُس نے اونٹنی کے ایک بچے کو ذبح کیا اور اسے پکایا تو میں نے تھوڑا سا کھایا اور پورا وہی کھا گیا، یہاں تک کہ اس کی ہڈیوں کو صاف کر کے پھینک دیا، اور ریتیلی زمین کے ایک تودے پر زانو پر بیٹھ گیا اور اُس تودے کو تکیہ بنالیا پھر اُس نے اونٹ کی طرح خراٹے لینا شروع کیا، تو میں نے کہا: یہ موقع بخدا غنیمت ہے، پھر میں اس کے نر اونٹ کے پاس گیا اور اس کی ناک میں نکیل ڈال دیا، پھر اس کو اپنے اونٹ کے ساتھ باندھ دیا اور اس کو آواز دی تو وہ میرے پیچھے ہولیا اور باقی اونٹ بھی ایک ایک کر کے سب قطار میں پیچھے ہولیے، پھر وہ میرے پیچھے اس طرح ہو گئے جیسے لمبی رسی ہو تو میں چلا کہ گھاٹی پار ہو جاؤں، میرے اور اُس گھاٹی کے درمیان تیز رفتار کے لیے ایک رات کی مسافت تھی، اور میں اپنے اونٹ کو کبھی ہاتھ سے اور کبھی پیر سے مارتا رہا یہاں تک صبح ہوگئ، تو میں نے گھاٹی کو دیکھا اور اس پر کوئی چیز موجود تھی، تو جب میں اس کے قریب ہوا تو دیکھا کہ بوڑھا بیٹھا ہوا ہے، اس حال میں کہ اس کی کمان اس کی گود میں ہے، تو اس بوڑھے نے کہا: اے ہمارے مہمان! میں نے کہا: ہاں، اُس نے کہا: کیا تیرا نفس ان اونٹوں کو چھوڑے گا؟ میں نے کہا: نہیں، تو اس نے ایک تیر نکالا یوں محسوس ہورہا تھا، جیسے کتے کی زبان ہو، پھر اُس نے کہا: پالان میں لٹکی ہوئی گوہ کے دونوں کانوں کے درمیان اس تیر کو دیکھو، پھر اس نے تیر مارا اور اس کی ہڈی کو اس کے دماغ سے

پاش پاش کر دیا، پھر مجھ سے بولا: تیرا کیا کہنا ہے؟ میں نے کہا: میں اپنی پہلی رائے پر ہوں، اس نے کہا: اس دوسرے تیر کو اس کی کمر کی بیچ والی ہڈی میں دیکھ، پھر اس نے تیر چلایا، تو یوں لگ رہا تھا جیسے اُس نے اُس کا اندازہ اپنے ہاتھ سے لگایا ہو، پھر بولا: کیا رائے ہے؟ میں نے کہا: میں چاہتا ہوں، سوچ لوں، اُس نے کہا: اس تیر کو اُس کے دُم کی جڑ میں دیکھ، اور چوتھا تیر بخدا تیر پیٹ میں ہوگا، پھر اُس نے وہ تیر مارا تو دم کی جڑ سے خطا نہیں کی، میں نے کہا: صحیح سالم اتر رہا ہوں۔

راوی کا بیان: تو میں نے اُسے اُس کے اونٹ کی نکیل دے دی، اور کہا: یہ تیرا اونٹ ہے اور اس کا ایک بال بھی ضائع نہیں ہوا ہے اور میں یہ دیکھ رہا تھا کہ کب وہ مجھے تیر مارے گا، جس سے میرے دل کا قصد کرے گا، تو جب میں دور ہو گیا تو بولا: آجا، تو میں آیا بخدا اُس کے شر سے ڈرتے ہوئے نہ کہ اُس کے خیر کی امید کرتے ہوئے، تو اُس نے کہا: میں تمہارے بارے میں یہی خیال کرتا ہوں، تم نے رات جو بھی مشقت اٹھایا وہ کسی ضرورت ہی کی وجہ سے اٹھایا، میں نے کہا: ہاں، اُس نے کہا: تو اُن میں سے دو اونٹوں کو ملا لے اور اپنی خواہش کے مطابق چلا جا، راوی کا بیان ہے: میں نے کہا: بخدا میں نہیں جاؤں گا، یہاں تک کہ تجھے تیرے بارے میں بتا دوں، بخدا میں نے کسی دیہاتی کو تم سے زیادہ سخت ڈاڑھ والا، تیز ایڑ لگانے والا، تیر انداز، نظر کرنے کے اعتبار سے شریف النفس اور دل کے اعتبار سے سخی کو نہیں دیکھا۔ تو اس نے شرم کی وجہ سے مجھ سے اپنا چہرہ پھیر لیا اور کہا: سارا اونٹ لے جا، اس میں تیرے لیے برکت ہے۔

لغات وترکیب

أشياخٌ، واحد، شيخٌ، بزرگ۔ سَرِفٌ، مقام تنعیم کے قریب ایک جگہ ہے۔ اِحْتَرَشَ يَحْتَرِشُ احْتِرَاشاً (افتعال) شکار کرنا۔ ضَبٌّ، ج، اضُبٌّ وَضُبَّانٌ، گوہ۔ قِتْبٌ، ج، أقْتَابٌ پالان۔ خِبَاءٌ، ج، أخبيةٌ، خیمہ۔ رائحةٌ، ج، رائحاتٌ، مویشی۔ شَثُنَ يَشْثُنُ شُثوناً (ک) مضبوط ہونا۔ رَحَّبَ بأحدٍ يُرَحِّبُ ترحيباً (تفعیل) کسی کو مرحبا کہنا۔ اِحْتَلَبَ يَحْتَلِبُ احتِلاباً (افتعال) دوہنا۔ نَاوَلَ يُنَاوِلُ مُنَاوَلَةً (مفاعلۃ) دینا، عطا کرنا۔ عُلْبَةٌ، ج، عُلَبٌ، دودھ کا برتن۔ أينقٌ، واحد، نَاقَةٌ، اونٹنی۔ حُوَارٌ، ج، أحورَةٌ، اونٹنی کا بچہ۔ جَثَي يجثي جثياً (ض) زانو پر بیٹھنا۔ كُومَةٌ، ج، كُوَمٌ، تودہ۔ تَوَسَّدَ يتوَسَّدُ تَوَسُّداً (تفعل) تکیہ بنانا۔ غَطَّ يَغِطُّ غطيطاً (ض) خراٹے لینا۔ بَكْرٌ، ج، أبكُرٌ، وبُكرانٌ، جوان اونٹ۔ خَطَمَ يَخْطِمُ خَطْماً بالخطام (ض) لگام لگانا، نکیل لگانا۔ إِرْبٌ، ج، آرابٌ، عضو، بولتے ہیں "قطعتُ الذبيحة إربا إربا" میں نے ذبیحہ کے ایک ایک عضو کو کاٹ ڈالا۔ ثَنِيَّةٌ، ج، ثَنايا، گھاٹی کا راستہ۔ سَوَادٌ، وجود۔ سَخا عن شيءٍ يَسْخُوا سخاءً (ن) کسی چیز کو چھوڑنا۔ فِقْرَةٌ، ج، فِقْرَاتٌ، ریڑھ کی ہڈی۔ استثبت يستثبتُ استثباتاً (استفعال) جلدی نہ کرنا، مہلت سے کام لینا۔ عُكْوَةٌ، جانور کی دم کی جڑ۔ ذَنَبٌ، ج، أذْنَابٌ، دم۔ وَبَرَةٌ، ج، أوبارٌ، اونٹ وغیرہ کے بال۔ فَرِقَ، يفرقُ فَرَقاً (س) گھبرانا۔ تَجَشَّمَ يَتَجَشَّمُ تَجَشُّماً (تفعل) مشقت برداشت کرنا۔ طِيَّةٌ، نیت، آرزو۔ ضِرْسٌ، ج،

أضراسٌ، ڈاڑھ کے دانت۔ عَدَا يَعْدُوْ عَدْواً (ن) دوڑنا۔ سخي يَسْخي سخاءً (س) فیاض ہونا۔ رُمَّةٌ، ج، رُمَمٌ، پرانی رسی کا ٹکڑا۔ بولا جاتا ہے: "فلانٌ أعطاه الشيَ برُمَته" فلاں نے اُس کو سب کچھ دے دیا۔

مِنْ أعجبِهَا أنّه كان لي بعيرٌ لا يُسبَقُ، "من أعجبها" محذوف سے متعلق ہو کر خبر مقدم، بعيرٌ موصوف اور "لا يُسبَقُ" صفت، موصوف باصفت اسمِ کان، "لي" کان کی خبر مقدم ہے، کان فعل ناقص اپنے اسم وخبر سے مل کر "أنّ" کی خبر واقع ہے۔ اور أنّ پورے جملے کے ساتھ مفرد کی تاویل میں ہو کر مبتدا موخر ہے۔ أبادر ثنيةً، یہ جملہ "مضيت" کی ضمیر سے حال واقع ہے۔ ضِرْساً، رجلاً، يداً یہ سب تمیز کی وجہ سے منصوب ہیں۔

تشریح درس مذکور ایک شخص کی تیراندازی میں مہارت کو بیان کیا گیا ہے کہ اس نے پہلے تو گوہ کو نشانہ بنایا، پھر اس کی کمر کی بیچ والی ہڈی کو نشانہ بنایا، اور پھر دم کی جڑ کو نشانہ بنایا اور کوئی بھی نشانہ خطا نہیں ہوا۔

اَلْبَاحِثُ عَنْ حَتْفِهِ بِظِلْفِهِ

كَانَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ، قَدْ بَلَغَهُ عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ السُّلْطَانِ أَنَّه يَعْرِضُ لَهُ ضَيْعَةً بِوَاسِطَةٍ فِي مَغْرَمٍ لَزِمَهُ لِلْخَلِيْفَةِ فَحَمَلَ وَكِيْلاً لَهُ عَلٰى بَغْلٍ وَأَتْرَعَ لَهُ خُرْجاً بِدَنَانِيْرَ، وَقَالَ لَهُ: اِذْهَبْ إِلٰى وَاسِطٍ فَاشْتَرِلِي هٰذِهِ الضَّيْعَةَ الْمَعْرُوْضَةَ، فَإِنْ كَفَاكَ مَا فِي هٰذَا الْخُرْجِ، وَإِلَّا فَاكْتُبْ إِلَيّ أَمِدُّكَ بِالْمَالِ، فَخَرَجَ، فَلَمَّا أَصْحَرَ مِنَ الْبُيُوتِ لَحِقَ بِهِ أَعْرَابِيٌّ رَاكِبٌ عَلٰى حِمَارٍ، مَعَهُ قَوْسٌ وَكِنَانَةٌ، فَقَالَ لَهُ: إِلٰى أَيْنَ تَتَوَجَّه؟ فَقَالَ: إِلٰى وَاسِط، قَالَ: فَهَلْ لَكَ فِي الصُّحْبَةِ، قَالَ: نَعَمْ فَسَارَا حَتّٰى فَوَّزَا، فَعَنَّتْ لَهُمَا ظِبَاءٌ، فَقَالَ لَهُ الْأَعْرَابِي أَيُّ هٰذِه الظِّبَاءِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ الْمُتَقَدِّمُ مِنْهَا أَمِ الْمُتَاخِّرُ؟ فَأذَكِّيْهِ لَكَ، قَالَ لَهُ: الْمُتَقَدِّمُ، فَرَمَاهُ، فَخَرَمَهُ بِالسَّهْمِ، فَاشْتَوَيَا، وَأَكَلَا، فَاغْتَبَطَ الرَّجُلُ بِصُحْبَةِ الْأَعْرَابِيّ، ثُمَّ عَنّ لَهُ زُفّةٌ قَطاً، فَقَالَ: أَيُّهَا تُرِيدُ؟ فَأصْرَعهَا لَكَ، فَأَشَارَ إِلٰى وَاحِدَةٍ مِنْهَا، فَرَمَاهَا فَأَقْصَدَها، ثُمَّ اشْتَوَيَا وَأَكَلَا، فَلَمَّا انْقَضٰى طَعَامُهُمَا فَوَّقَ لَهُ الْأَعْرَابِيُّ سَهْماً، ثُمَّ قَالَ: أَيْنَ تُرِيدُ أن أُصِيْبَكَ؟ فَقَالَ لَهُ: اتَّقِ اللّٰهَ وَاحْفَظْ ذِمَامَ الصُّحْبَةِ، قَالَ: لَا بُدَّ مِنْهُ، قَالَ: اِتَّقِ اللّٰهَ رَبَّكَ، وَاسْتَبْقِنِي دُونَكَ الْبَغْلَ وَالْخُرجَ، فَإِنَّهُ مُتْرَعٌ مَالاً، قَالَ: فَاخْلَعْ ثِيَابَكَ، فَانْسَلَخَ مِنْ ثِيَابِهِ ثَوْباً ثَوْباً، حَتّٰى بَقِيَ مُجَرَّداً قَالَ لَهُ: اِخْلَعْ أَمْوَاقَكَ، وَكَانَ لَا بِساً خُفَّيْنِ، فَقَالَ لَهُ: اِتَّقِ اللّٰهَ فِي أَوْدِعْ لِي الْخُفَّيْنِ، اَتَبَلَّغُ بِهَا مِنَ الْحَرِّ، فَإِنَّ الرَّمْضَاءَ تُحْرِقُ قَدَمِي، قَالَ: لَا بُدَّ مِنْهُ، قَالَ: فَدُونَكَ الْخُفَّ، فَاخْلَعْه، فَلَمَّا تَنَاوَلَ الْخُفَّ ذَكَرَ الرَّجُلُ خَنْجَراً كَانَ مَعَهُ، فِي الْخُفِّ

فَاسْتَخْرَجَهُ ثُمَّ ضَرَبَ بِهٖ صَدْرَهُ فَشَقَّهُ إِلَى عَانَتِهٖ قَالَ لَهُ: الْاِسْتِقْصَاءُ خُرْقَةٌ، فَذَهَبَتْ مَثَلًا وَكَانَ هٰذَا الْأَعْرَابِيُّ مِنْ رُمَاةِ الْحَدَقِ.

اپنے گھر سے اپنی موت تلاش کرنے والا

اہل کوفہ میں سے ایک شخص کو بادشاہ کے متعلقین میں سے ایک شخص کی جانب سے یہ اطلاع ملی کہ وہ اُس کو فی شخص کو اپنی وہ زمین (برائے فروخت) پیش کررہا ہے، جو مقام واسط میں ہے، اُس تاوان کے بدلے میں جو خلیفہ کا اُس پر لازم ہے، چناں چہ اُس نے اپنے ایک وکیل کو ایک خچر پر روانہ کیا اور اس کے لیے ایک خرجین اشرفیوں سے بھر دیا اور اُس سے کہا: تم مقام واسط جاؤ اور میرے لیے اس پیش کردہ زمین کو خریدلو، تو اگر تمہارے لیے وہ دینار کافی ہو جائے جو اس خرجین میں ہے، تو بہتر ہے ورنہ تم میرے پاس خط لکھنا میں اور مال سے تمہاری مدد کروں گا، چناں چہ وہ نکلا، تو جب وہ آبادی سے باہر صحرا میں پہنچا تو ایک اعرابی گدھے پر سوار اُس سے آملا جس کے پاس کمان اور ترکش تھا، تو اُس اعرابی نے وکیل سے کہا: کس طرف کا رخ ہے؟ تو اُس وکیل نے کہا: واسط کی طرف، اعرابی نے کہا: تو کیا ساتھ رہنے کی تمہاری خواہش ہے؟ وکیل نے کہا: ہاں، تو وہ دونوں چلے یہاں تک کہ صحرا طے کرلیا، تو اُن دونوں کے سامنے کچھ اونٹنیاں ظاہر ہوئیں، تو اعرابی نے وکیل سے کہا: تجھے ان میں سے کون سی پسند ہے؟ اُن میں سے اگلی یا پچھلی؟ تاکہ میں اس کو تیرے لیے ذبح کروں، وکیل نے کہا: اگلی، تو اُس نے اس پر تیر چلایا اور ناک کی درمیانی ہڈی کو تیر سے پھاڑ ڈالا، پھر اسے دونوں نے بھونا اور کھایا، تو اس شخص (وکیل) کو اعرابی کی صحبت سے خوشی ہوئی، پھر قطا پرندوں کا ایک گروہ اس کے سامنے آیا، تو دیہاتی نے کہا: ان میں سے کسے چاہتے ہو، سو میں اسے بھی تیرے لیے موت کے گھاٹ اتاردوں، تو اُس نے اُن میں سے ایک کی طرف اشارہ کیا، تو دیہاتی نے اُس پر بھی تیر چلایا اور اُسے بھی ڈھیر کردیا، پھر دونوں نے بھونا اور کھایا، تو جب اُن دونوں کا کھانا ختم ہوگیا، تو اعرابی نے اُس پر تیر تانا پھر بولا: تو کس جگہ چاہتا ہے کہ میں تیرے اوپر وار کروں، تو اُس شخص نے اعرابی سے کہا: اللہ سے ڈر اور حق صحبت کی حفاظت کر، اعرابی نے کہا: یہ تو ضرور ہوگا، اُس شخص نے کہا: اُس اللہ سے ڈر جو تیرا پروردگا ہے، مجھے چھوڑ دے اور خچر وخرجین لے لے، کیوں کہ وہ مال سے بھرا ہوا ہے، اُس اعرابی نے کہا: تو تو اپنے کپڑے بھی نکال دے، تو اُس نے اپنا ایک ایک کپڑا نکال دیا، یہاں تک کہ وہ ننگا ہوگیا، دیہاتی نے اُس سے کہا: اپنے موزے بھی اُتار دے اور وہ موزے پہنے ہوئے تھا، تو اُس نے اُس سے کہا: میرے بارے میں اللہ سے ڈر اور میرے دونوں موزے چھوڑ دے، میں اس کے ذریعے گرمی سے بچاؤ کرلوں گا، اس لیے کہ گرمی میرے پاؤں کو جلادے گی، اُس نے کہا: یہ تو ضروری ہے، اُس نے کہا: تو تو موزے بھی لے لے، پھر اُس نے اُسے بھی نکال دیا، تو جب اُسے موزے کو لینا چاہا تو اُس شخص کو وہ خنجر یاد آگیا جو اُس کے پاس خف میں تھا، تو اُس نے اُسے نکالا اور اس سے دیہاتی کے سینے پر مارا اور اُسے اُس کے ناف تک پھاڑ ڈالا

اور اُس سے کہا: تمام تر کوشش حماقت تھی، تو یہ واقعہ ضرب المثل بن گیا۔ یہ دیہاتی بڑا ماہر تیر انداز تھا۔

لغات وترکیب

بَحَثَ عَن شيئٍ يَبْحَثُ بَحْثاً (ف) کسی چیز کو تلاش کرنا۔ حَتْفٌ، ج، حُتُوفٌ، موت۔ ظِلْفٌ، ج، أظلافٌ، کھر۔ مَغْرَمٌ، ج، مَغَارِمُ، تاوان۔ غَرِمَ يَغْرَمُ غَرْماً (س) قرض وغیرہ ادا کرنا۔ بَغْلٌ، ج، بِغَالٌ، خچر۔ أتْرَعَ الإنَاءَ يُتْرِعُ إتْرَاعاً (افعال) بھرنا، پُر کرنا۔ خُرْجٌ، ج، خِرَجَةٌ، وَخُرجی، خرجیں۔ ضَيْعَةٌ، ج، ضَيعاتٌ، زمین۔ أمَدَّ أحداً بشيءٍ يُمِدُّ إمداداً (افعال) کسی کی کسی چیز سے مدد کرنا۔ أصْحَرَ يُصْحِرُ إصْحَاراً (افعال) جنگل کی طرف جانا۔ كِنَانَةٌ، ج، كَنَائِنُ، تیردان، ترکش۔ فوَّزَ بإبله يُفَوِّزُ تفويزاً (تفعیل) اونٹوں کے ساتھ جنگل طے کرنا۔ عَنَّ يَعِنُّ عَناً (ض) ظاہر ہونا۔ ذَكَّي يُذَكِّي تَذْكِيَةً و ذَكَاةً (تفعیل) ذبح کرنا۔ خَرَمَ يَخْرُمُ خَرْماً (ن) ناک کی درمیانی ہڈی پھاڑنا۔ اشْتَوىٰ يَشْتَوِي اِشْتِواءً (افتعال) بھونا۔ اغْتَبَطَ بشيءٍ يَغْتَبِطُ اغْتِبَاطاً (افتعال) کسی چیز سے خوش ہونا۔ زُفَّةٌ، گروہ۔ أصْرَعَ يُصْرِعُ إصْرَاعاً (افعال) زمین پر گرا دینا۔ أقْصَدَ يُقْصِدُ إقْصَاداً (افعال) ٹھیک سے نشانے پر نیزہ مارنا۔ فَوَّقَ السَّهْمَ يُفَوِّقُ تفويقاً (تفعیل) سوفار لگانا۔ ذِمَامٌ، ج، أذِمَّةٌ، حق، حرمت، عہد۔ أمْوَاق، واحد، مُوقٌ، موٹا موزہ جو باریک موزے پر پہنا جائے۔ تبلَّغ يتبلَّغُ تبلُّغاً (تفعل) کفایت کرنا۔ رَمْضَاءُ، گرمی کی تیزی۔ رَمِضَ النَّهَارُ يَرْمَضُ رَمَضاً (س) دن کا سخت ہونا۔ خَنْجَرٌ، ج، خَنَاجِرُ، بڑی چھری۔ اِسْتَقْصىٰ يَسْتَقْصِي اسْتِقْصَاءً (استفعال) تہ تک پہنچنا۔ خُرْقَةٌ، رائے کی کمزوری، نادانی۔ خَرُقَ يَخْرُقُ خَرَاقَةً (ک) بیوقوف ہونا۔ حَدَقٌ، واحد، حَدَقَةٌ آنکھ کی سیاہی، کہا جاتا ہے: "هُم رُمَاةُ الحَدَقِ" وہ لوگ تیراندازی میں بڑے ماہر ہیں۔

"ضَيْعَةً بِوَاسِطَ" ضَيعةً موصوف ہے اور "بواسط" كائنةً کے متعلق ہو کر صفت ہے۔ اور نصب "يَعْرِضُ" کا مفعول ہونے کی وجہ سے ہے۔ فإنْ كفَاكَ، جملہ شرط ہے اور جزا محذوف ہے۔ أيّها تريد. "أيها" تُرِيدُ کا مفعول مقدم ہے۔

تشریح

الباحث عن حتفه بظلفه: اپنے پیر سے اپنی موت تلاش کرنیوالا، یہ ایک کہاوت اور مثل ہے، جس کو ایسے موقع پر بولتے ہیں، جب کوئی شخص خود اپنے لیے ہلاکت کا سامان پیدا کرے، یہ کہاوت کہاں سے مشہور ہوئی، اُس کا واقعہ درسِ مذکور میں بیان ہوا کہ دیہاتی نے اپنی نادانی سے اُس وکیل کا سب کچھ چھیننا چاہا، حتیٰ کہ وہ موزے بھی نہیں چھوڑنا چاہتا تھا جس سے وہ گرمی کا بچاؤ کر سکے، نتیجہ یہ ہوا کہ اُس شخص نے جو خنجر اپنے موزے کے نیچے چھپا رکھا تھا، اُسی سے اُس دیہاتی کا کام تمام کر دیا، ظاہر ہے کہ اس دیہاتی نے سب کچھ اتروا کر اپنے لیے موت کا سامان فراہم کیا، تو گویا کہ اُس نے خود اپنے پیر پر کلہاڑی مار لی، اسی مثل کے تحت ایک اور واقعہ بھی کتابوں میں مذکور ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ:

''ایک صاحب کو ایک بکری ملی، اُس کو ذبح کرنا چاہا، مگر اس کے پاس چھری نہیں تھی، جس کی وجہ سے ارادہ ملتوی کر دیا، بکری اپنی عادت کے مطابق اپنے کھر سے زمین کریدنے لگی، اتفاق سے زمین میں ایک چھری نکل آئی، تو اُسی چھری سے اُس شخص نے بکری کو ذبح کر دیا'' اُسی وقت سے یہ مثل مشہور ہوگئی۔

إخلافُ الوَعْدِ

قَالُوا: الخُلْفُ اَلْأَمُ مِنَ البُخلِ، لِأنَّه مَنْ لَمْ يَفْعَلِ المَعْرُوفَ لَزِمَهُ ذَمُّ اللَّوْمِ وَحْدَهُ، وَمَن وَعَدَ وَ أَخْلَفَ لَزِمَهُ ثَلاثُ مَذَمَّاتٍ، ذَمُّ اللَّومِ وَذَمُّ الخُلْفِ وَذَمُّ الكَذِب.

وعدہ خلافی

علماء نے بیان کیا ہے کہ: وعدہ خلافی بخل سے زیادہ قابل ملامت ہے، اس لیے کہ جس شخص نے بھلائی نہیں کی، اُس پر صرف ملامت کی مذمت لازم آتی ہے، اور جو شخص وعدہ کرتا ہے اور اس کے خلاف کرتا ہے، تو اس پر تین مذمتیں لازم آتی ہیں: ملامت کی مذمت، وعدہ خلافی کی مذمت، جھوٹ کی مذمت۔

لغات وترکیب

خُلْفٌ، وعدہ پورا نہ کرنا۔ لَامَ يَلُومُ لَوْماً (ن) ملامت کرنا۔ أَخْلَفَ الوَعْدَ يُخْلِفُ إخلافاً (افعال) وعدہ خلافی کرنا۔ ذَمَّ يَذُمُّ ذَمّاً (ن) مذمت کرنا۔

أَلْأَمُ مِنَ البُخْلِ ''من البُخلِ'' الأَمُ، اسم تفضیل سے متعلق ہوکر ''الخلف'' کی خبر ہے۔ ذَمُّ اللّومِ، مرفوع پڑھنے کی صورت میں مبتدا محذوف کی خبر، اي أحدها، وثانيها، وثالثها، اور مجرور پڑھنے کی صورت میں بدل ہوگا۔

تشریح وعدہ خلافی ایک بڑا گناہ ہے اور بخل سے بھی زیادہ قابلِ ملامت ہے، جیسا کہ درسِ مذکور سے معلوم ہوا کہ بخل سے آدمی ایک ہی مذمت کا مستحق ہوتا ہے، جب کہ وعدہ خلافی کرنے والا تین مذمتیں پاتا ہے، ایک حدیث میں تو وعدہ خلافی کرنے والے کو منافق قرار دیا ہے، خواہ وہ نفاقِ عملی ہی کیوں نہ ہو، فرمایا: أربعُ خلالٍ من كُنَّ فيه كان مُنافقاً خالصاً مَنْ إذا حدَّثَ كَذَبَ، وَإذا وَعَدَ أَخْلَفَ، وإذا عاهدَ غدرَ وإذا خَاصَمَ فَجَرَ، ومن كانت فيه خَصْلَةٌ منهُنَّ، كانت فيه خصلةٌ مِنَ النِفاق، حتّٰى يدعها.

حدیث پاک کا مفہوم یہ ہے کہ جس شخص میں یہ چار خصلتیں ہوں گی۔ (دروغ گوئی، وعدہ خلافی، عہد شکنی، گالی گلوچ) وہ خالص منافق ہوگا اور جس شخص میں کوئی ایک خصلت پائی جائے گی، اُس میں نفاق کی ایک خصلت یعنی چوتھائی نفاق ہوگا مگر یہ کہ ترک کر دے۔

حُسنُ الجِوَار

وَذَكَرُوا أَنَّ جَاراً لِأَبِي دُلَفٍ بِبَغْدَاد لَزِمَهُ كَبِيرُ دَيْنٍ فَادِحٍ، حَتَّى احْتَاجَ إِلَى بَيْعِ دَارِهِ، فَسَاوَمُوهُ بِهَا فَسَأَلَهُمْ أَلْفَي دِينَارٍ، فَقَالُوا لَهُ: إِنَّ دَارَكَ تُسَاوِي خَمْسَ مِائَةٍ، قَالَ: وَجِوَارِي مِنْ أَبِي دُلَفٍ بِأَلْفٍ وَخَمْسِ مِائَةٍ، فَبَلَغَ أَبَا دُلَفٍ، فَأَمَرَ بِقَضَاءِ دَيْنِهِ، وَقَالَ لَهُ: لَا تَبِعْ دَارَكَ وَلَا تَنْتَقِلْ مِنْ جِوَارِنَا.

بہترین پڑوس

لوگوں نے بیان کیا ہے کہ: ابودلف کے ایک پڑوسی کے ذمے جو بغداد میں تھا، بہت زیادہ دین لازم ہوگیا، یہاں تک کہ وہ اپنے گھر کو بیچنے کا محتاج ہوگیا، تو لوگوں نے اُس سے اُس گھر کے بارے میں بھاؤ تاؤ کیا، تو اُس نے اُن سے دو ہزار مانگے، تو لوگوں نے اُس سے کہا: تیرا گھر پانچ سو کے برابر ہے، اُس نے کہا: اور میرا ابودلف کے پڑوس میں رہنا ڈیڑھ ہزار دینار کے برابر ہے، تو یہ بات ابودلف تک پہنچ گئی، تو ابودلف نے اُس کے دین کو ادا کیے جانے کا حکم دے دیا اور اُس سے کہا: تو اپنا گھر مت بیچ اور ہمارے پڑوس سے منتقل نہ ہو۔

لغات وترکیب

جِوَارٌ، پڑوس۔ فَدَحَ يَفْدَحُ فَدْحاً، (ف) گراں بار بنا دینا۔ سَاوَمَ يُسَاوِمُ مُسَاوَمَةً (مفاعلۃ) بھاؤ تاؤ کرنا۔ قَضَى يَقْضِي قَضَاءً (ض) پورا کرنا۔ ادا کرنا۔

كَبِيرُ دينٍ، اضافت الصفت إلى الموصوف کے قبیل سے ہے۔ أبا دلفٍ، بَلَغَ کا مفعول ہونے کی وجہ سے حالتِ نصب میں ہے۔

تشریح بہترین پڑوسی بھی اللہ کی ایک نعمت ہے، کسی نے سچ کہا: "اطلب الجار قبل الدار، والرّفيق قبل الطّريق" کہ گھر سے پہلے پڑوسی اور سفر سے پہلے رفیقِ سفر کو تلاش کرلو۔ قرآن کریم اور حدیث شریف میں بھی پڑوسی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی تاکید آئی ہے۔ ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "والله لا يؤمن، والله لا يؤمن، والله لا يؤمن، قيل: ومن يا رسول الله؟ قال: الذى لا يامن جاره بوائقه" خدا کی قسم وہ مومن نہیں، خدا کی قسم وہ مومن نہیں، خدا کی قسم وہ مومن نہیں، عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسولؐ! کون؟ فرمایا: وہ شخص جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے مامون نہ ہو۔ مطلب یہ ہے کہ ایک پڑوسی کے ساتھ اتنا اچھا رویہ ہونا چاہیے کہ اُس کے کسی بھی عمل سے پڑوسی کو تکلیف نہ ہونے پائے، پڑوسی خواہ قریب ہو یا بعید، یگانہ ہو یا بے گانہ، حتیٰ کہ مسلم ہو یا غیر مسلم، ہر حال میں اُس کی خبر گیری اور خیر خواہی کرنی چاہیے، بہ صورت دیگر ایمان کامل باقی نہ رہے گا۔

حِلْمُ الحَجَّاجِ

قَالَ الْهَيْثَمُ بْنُ عَدِيٍّ: أُتِيَ الْحَجَّاجُ بِحَرُورِيَّةٍ، فَقَالَ: لِأَصْحَابِهِ: مَا تَقُولُونَ فِي هٰذِهِ؟ فَقَالُوا: أُقْتُلْهَا أَصْلَحَ اللّٰهُ الأَمِيرَ، وَنَكِّلْ بِهَا غَيْرَهَا، فَتَبَسَّمَتِ الْحَرُورِيَّةُ فَقَالَ لَهَا: لِمَ تَبَسَّمْتِ؟ فَقَالَتْ: لَقَدْ كَانَ وُزَرَاءُ أَخِيكَ فِرْعَوْنَ خَيْراً مِنْ وُزَرَائِكَ يَا حَجَّاجُ! اِسْتَشَارَهُمْ فِي قَتْلِ مُوسٰى، فَقَالُوا: أَرْجِهْ وَأَخَاهُ، وَهٰؤُلَاءِ يَأْمُرُونَكَ بِتَعْجِيلِ قَتْلِي، فَضَحِكَ الْحَجَّاجُ وَأَمَرَ بِإِطْلَاقِهَا.

حجاج کی بردباری

ہیثم ابن عدی کا بیان ہے: حجاج کے پاس خارجیوں کی ایک جماعت لائی گئی، تو حجاج نے اپنے اصحاب سے کہا: اس جماعت کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ انھوں نے کہا: آپ اس جماعت کو قتل کر دیجئے، اللہ تعالیٰ امیر کا بھلا فرمائے۔ اور اس کے ذریعہ دوسرے کو عبرت دیجئے، تو خارجیوں کی جماعت مسکرائی، تو حجاج نے اُس سے کہا: تم سب کیوں مسکرائے؟ تو انھوں نے کہا: اے حجاج تمہارے بھائی فرعون کے وزراء تمہارے وزراء سے اچھے تھے، فرعون نے اُن سے حضرت موسیٰ کے قتل کے بارہ میں مشورہ کیا تو انھوں نے کہا: اُس کو (حضرت موسیٰ) اور اُس کے بھائی (حضرت ہارونؑ) کو مہلت دیدیجئے اور یہ لوگ آپ کو میرے فوری قتل کا حکم دے رہے ہیں، یہ سن کر حجاج ہنسا اور اُس پوری جماعت کی رہائی کا حکم دے دیا۔

لغات وترکیب

حَلُمَ يَحْلُمُ حِلْماً (ک) بردبار ہونا، درگذر کرنا۔ نَكَّلَ بِأَحدٍ يُنَكِّلُ تَنْكِيْلاً (تفعیل) کسی کو عبرت ناک سزا دینا۔ اِسْتَشَارَ يَسْتَشِيرُ اسْتِشَارَةً (استفعال) مشورہ طلب کرنا۔ أَرْجَى يُرْجِي إِرْجَاءً (افعال) مؤخر کرنا، مہلت دینا۔ أَطْلَقَ أحداً يُطْلِقُ إِطْلَاقاً (افعال) رہا کرنا۔

خيراً من وزرائك میں ''خيراً'' كانَ کی خبر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور ''من وزرائك'' خيراً سے متعلق ہے، أرجِهْ وأخاه میں ''أرجِ'' فعلِ امر ہے اور '' هْ '' مفعول ہے اور ''أخاه'' کا عطف ضمیر مفعول پر ہے۔

تشریح سنجیدگی و بردباری ایک محمود صفت ہے، ایک انسان کو اس صفت سے متصف رہنا چاہیے، حجاج ظلم وزیادتی میں مشہور تھا مگر اُس کے باوجود گاہ بہ گاہ اُس میں یہ صفت غالب آجاتی، تو بہت سے لوگ جو اس کے شکنجے میں آچکے ہوتے تھے وہ اُس کے ظلم سے بچ جاتے اور اُن کی رہائی ہو جاتی، جیسا کہ درسِ مذکور سے ظاہر ہوا۔

اَلْبَارُّ بِأُمِّهِ

وَكَانَ حَيَاةُ بْنُ شُرَيْحٍ يَقْعُدُ لِلنَّاسِ، فَتَقُولُ لَهُ أُمُّهُ، قُمْ يَا حَيْوَةُ! أَلْقِ الشَّعِيْرَ لِلدَّجَاجِ، فَيَقُوْمُ.

اپنی ماں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا

حیات بن شریح لوگوں کے سامنے بیٹھے رہتے، تو ان کی والدہ اُن سے کہتیں: اے حیات! اٹھو، مرغی کو جو ڈال دو، تو آپ فوراً کھڑے ہو جاتے۔

لغات وترکیب

بَرَّ يَبِرُّ بِرّاً (ض) حسن سلوک کرنا۔ اطاعت کرنا، خدمت کرنا۔ ألقٰى يُلْقِي إلْقَاءً (افعال) ڈالنا۔ شَعِيْرٌ، واحد، شَعِيْرَةٌ، جو۔ دُجَاجٌ (بتثليث الدّال والفتحُ أعْلٰى) مرغی، مرغ، واحد، دَجاجةٌ۔

تشریح قرآن کریم اور حدیث شریف میں والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کی بڑی تاکید آئی ہے، حضرت شیخ الہند علیہ الرحمہ نے آیت کریمہ "وإنْ جاهداك على انْ تُشْرِكَ الخ" کے تحت تحریر فرمایا ہے کہ: دنیا میں ماں باپ سے زیادہ کسی کا حق نہیں، پر اللہ کا حق اُن سے زیادہ ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ آدمی اولاً خدا کا اور ثانیاً اپنے والدین کا حق پہچانے، خصوصاً ماں کا، کیوں کہ وہ مہینوں تک اُس کا بوجھ اٹھائے پھری، پھر وضعِ حمل کے بعد دو برس تک دودھ پلایا، اس دوران نہ معلوم کیسی کیسی سختیاں جھیل کر بچے کی تربیت کی اور اپنے آرام کو اس کے آرام پر قربان کیا۔

تَعْظِيمُ الصُّحْبَةِ النَّبَوِيَّةِ

قَالَ: خَرَجَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَيَدُهُ عَلٰى مُعَلَّى بْنِ الْجَارُوْدِ الْعَبْدِيِّ. فَلَقِيَتْهُ إمْرَأَةٌ مِنْ قُرَيْشٍ، فَقَالَتْ لَهُ: يَا عُمَرُ! فَوَقَفَ لَهَا، فَقَالَتْ: كُنَّا نَعْرِفُكَ مُدَّةً عُمَيْراً، ثُمَّ صِرْتَ مِنْ بَعْدِ عُمَيْرٍ عُمَرَ، ثُمَّ صِرتَ مِنْ بَعْدِ عُمَرَ أمِيرِ المؤمنين؛ فَاتَّقِ اللّٰهَ يَا ابنَ الخَطَّابِ! وانْظُرْفِي أُمُورِ النَّاسِ، فَإنَّه مَنْ خَافَ الوَعِيْدَ قَرُبَ عَلَيْهِ البَعِيْدُ وَمَنْ خَافَ المَوْتَ خَشِيَ الفَوتَ، فَقَالَ المُعَلّٰى: إيْهاً يا أمَةَ اللّٰهِ! أبْكَيتِ أمِيرَ المؤمنين، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: اُسْكُتْ أتَدْرِي مَنْ هٰذِه؟ هٰذِهِ خَولَةُ بِنْتُ حَكِيْمٍ الَّتِي سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَهَا مِنْ سَمَائِهِ، فَعُمَرُ أحْرىٰ أن يَسْمَعَ قَوْلَهَا، وَيَقْتَدِيَ بِهِ.

صحبتِ نبوی کی تعظیم

راوی کا بیان ہے: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نکلے اس حال میں کہ آپ کا ہاتھ معلی بن جارود عبدی کے اوپر تھا، تو ایک قریشی عورت کی آپ سے ملاقات ہوگئی، اُس عورت نے آپ سے کہا: اے عمر! تو اُس کی خاطر آپ ٹھہر گئے، پھر اُس

عورت نے کہا: ہم آپ کو ایک زمانے تک عمیر جانتے رہے، پھر عمیر کے بعد آپ عمر ہو گئے، پھر عمر کے بعد آپ امیر المؤمنین ہو گئے، سوائے ابن خطاب! آپ اللہ سے ڈرتے رہیں اور لوگوں کے معاملات میں غور وفکر کرتے رہیں؛ کیوں کہ جو شخص وعید سے ڈرتا ہے دور ہونے والا اس سے قریب ہو جاتا ہے، اور جو شخص موت سے ڈرتا ہے وہ فوت سے ڈرتا ہے، تو معلیٰ نے کہا: اے اللہ کی بندی! کچھ اور کہو، کیوں کہ تم نے امیر المؤمنین کو رلا دیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے معلیٰ سے فرمایا: خاموش رہو، کیا تمہیں معلوم ہے یہ خاتون کون ہیں؟ یہ وہ خولہ بنت حکیم ہیں جن کی بات اللہ نے آسمان سے سنی تھی، تو عمر کے لیے زیادہ لائق ہے یہ کہ ان کی بات سنیں اور اس کی پیروی کریں۔

لغات وترکیب

عُمَیْر، عمر کی تصغیر ہے۔ إیہ، اسم فعل ہے، قول یا عمل کی زیادتی کو طلب کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ حَرِي یَحْرىٰ حریً (س) لائق ہونا۔

أتدری من هذه؟ من مبتدا ہے، اور هذه خبر واقع ہے اور جملہ ''تدری'' کا مفعول واقع ہونے کی وجہ سے محل نصب میں ہے، فعُمرُ أحریٰ، ''عُمرُ'' مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔

تشریح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ۲۳ سال کی قلیل مدت میں وہ انقلاب برپا کر دیا، جس کی نظیر اقوام عالم کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ آپ کی تربیت ہی کا نتیجہ تھا کہ آپ کی ایک ایک سانس کے بدلے حضرات صحابۂ کرام اپنی جان تک نچھاور کرنے کے لیے تیار رہتے تھے، غزوۂ احد کے واقعات کی مثال تو انسان کو چراغِ رخِ زیبا لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گی، اور آپ کے اس دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد بھی حضرات صحابۂ کرام آپ کی تعلیمات پر مکمل طور سے عمل پیرا رہے۔ یہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا اثر تھا۔

ثَمَرَةُ السَّبِّ

قَالَ رَجُلٌ لِأَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: لَأَسُبَّنَّكَ سَبّاً يَدْخُلُ الْقَبرَ مَعَكَ قَالَ: مَعَكَ يَدْخُلُ لَامَعِي، وَقِيلَ لِعَمْرِو بْنِ عُبَيْدٍ: لَقَدْ وَقَعَ فِيكَ الْيَوْمَ أَبُو أَيُّوبَ السَّجِسْتَانِي حَتّٰى رَحِمْنَاكَ، قَالَ: إِيَّاهُ فَارْحَمُوا، وَشَتَمَ رَجُلٌ الشَّعْبِيَّ، فَقَالَ لَهُ: إِنْ كُنْتَ صَادِقاً، فَغَفَرَ اللّٰهُ لِي وَإِنْ كُنْتَ كَاذِباً، فَغَفَرَ اللّٰهُ لَكَ.

گالم گلوج کا نتیجہ

ایک شخص نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: میں ضرور بالضرور آپ کو ایسی گالی دوں گا، جو آپ کے ساتھ قبر میں

جائے گی، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ نے فرمایا: تیرے ساتھ جائے گی، میرے ساتھ نہیں، اور عمرو بن عبید سے کہا گیا: آج ابوایوب سجستانی نے آپ کو ایسی گالی دی ہے کہ مجھے آپ پر رحم آ گیا، آپ نے فرمایا: سو تم اسی پر رحم کھاؤ، اور ایک شخص نے امام شعبی کو گالی دی، تو امام شعبی نے اُس سے فرمایا: اگر تو سچا ہے تو اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرمائے، اور اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ تیری مغفرت فرمائے۔

لغات وترکیب

ثَمرةٌ، ج، ثِمارٌ، وأثمارٌ، پھل، نتیجہ۔ سَبَّ يَسُبُّ سَبّاً (ن) گالی دینا۔ وَقَعَ في أحدٍ يَقَعُ وُقُوعاً (ف) کسی کو گالی دینا، عیب لگانا۔ رَحِمَ أحداً يَرْحَمُ رَحْمَةً (س) کسی پر رحم کرنا۔

سبّاً يدخل الجنةَ، "سبّاً" موصوف ہے اور "يدخل الجنة" صفت واقع ہے۔ "معكَ" يدخُلُ کا ظرف مقدم ہے۔

تشریح کسی مسلمان کو گالی دینا برا بھلا کہنا انتہائی نازیبا اور بری حرکت ہے، آدمی دوسرے کو گالی دے کر برا بھلا کہہ کر خود اپنا ہی نقصان کرتا ہے، اس لیے کہ اُس کے اس عملِ بد کا وبال خود اُسی پر آئے گا۔ اسی لیے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ گالی میرے ساتھ نہیں بل کہ تیرے ساتھ قبر میں جائے گی، اور حضرت ابوایوب سجستانی نے فرمایا کہ: میرے اوپر رحم کھانے کی ضرورت نہیں ہے، اُسی پر رحم کھاؤ جس نے گالی دی ہے، ایک حدیث شریف میں بھی اس کی صراحت آئی ہے، آپ نے فرمایا: "لَا يرمي رَجُلٌ رَجُلاً بالفسوق وَلَا يَرْمِيه بالكُفر إلّا ارتَدّتْ عَلَيْهِ إن لَمْ يَكُنْ صَاحِبُهُ كَذٰلِكَ" (صحیح البخاری ج۲، ص۸۹۳) مطلب یہ ہے کہ جو شخص کسی کی طرف فسق وکفر کی نسبت کرتا ہے اگر وہ شخص ایسا نہیں تو اُس کا وبال خود کہنے والے پر آتا ہے۔

الحَسُودُ لا يَرْضَى بِشَيْءٍ

قَالَ الْأَصْمَعِيّ: كَانَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ بَذِيّاً شِرِّيراً، يُوذِي جِيْرَانَهُ وَيَشْتِمُ أَعْرَاضَهُمْ فَأَتَاهُ رَجُلٌ، فَوَعَظَهُ فَقَالَ لَهُ: مَا بَالُ جِيْرَانِكَ؟ يَشْكُونَكَ، قَالَ: إِنَّهُمْ يَحْسُدُونِي، قَالَ لَهُ: عَلَى أَيِّ شَيْءٍ يَحْسُدُونَكَ؟ قَالَ: عَلَى الصَّلْبِ، قَالَ: وَكَيْفَ ذَاكَ؟ قَالَ: أَقْبِلْ مَعِي فَأَقْبَلَ مَعَهُ إِلَى جِيْرَانِهِ فَقَعَدَ مُتَحَازِناً، فَقَالُوا لَهُ: مَالَكَ؟ قَالَ طَرَقَ اللَّيْلَةَ كِتَابُ مُعَاوِيَةَ أَنْ أُصْلَبَ أَنَا وَمَالِكُ بْنُ الْمُنْذِرِ وَفُلَانٌ وَفُلَانٌ، فَذَكَرَ رِجَالاً مِنْ أَشْرَافِ أَهْلِ الْبَصْرَةِ، فَوَثَبُوا عَلَيْهِ وَقَالُوا: يَا عَدُوَّ اللهِ! أَنْتَ تُصْلَبُ مَعَ هٰؤُلَاءِ، وَلَا كَرَامَةَ لَكَ، فَالْتَفَتَ إِلَى الرَّجُلِ، فَقَالَ: أَمَا تَرَاهُمْ؟ قَدْحَسَدُونِي عَلَى الصَّلْبِ، فَكَيْفَ وَلَوْ كَانَ خَيْراً.

حاسد کسی بھی چیز پر راضی نہیں ہوتا

اہلِ بصرہ میں سے ایک شخص بدزبان اور شریر تھا، اپنے پڑوسیوں کو تکلیف پہنچاتا تھا اور ان کی آبرو ریزی کرتا تھا، تو ایک شخص اُس کے پاس آیا اور اسے نصیحت کی، چناں چہ اُس شخص نے اُس سے کہا: تیرے پڑوسیوں کا کیا حال ہے؟ وہ تیری شکایت کرتے ہیں، اُس نے کہا: وہ مجھ سے حسد کرتے ہیں، اُس شخص نے کہا: کس چیز پر وہ تجھ سے حسد کرتے ہیں، اُس نے کہا: سولی دیئے جانے پر، اُس شخص نے کہا: اور یہ کیسے؟ اُس نے کہا: میرے ساتھ آ، چناں چہ وہ اُس کے ساتھ اُس کے پڑوسیوں کے پاس آیا، تو وہ غمگین ہو کر بیٹھ گیا، تو پڑوسیوں نے اُس سے کہا: تجھے کیا ہو گیا؟ اُس نے کہا: آج رات امیر معاویہ کا خط آیا ہے کہ مجھے، مالک بن منذر کو اور فلاں فلاں کو اُس نے اہلِ بصرہ میں سے چند اشراف کا تذکرہ کیا سولی دی جائے گی، تو وہ پڑوسی اُس پر ٹوٹ پڑے اور بولے: او دشمنِ خدا! تجھے اِن لوگوں کے ساتھ سولی دی جائے گی؟ حالاں کہ تیرے اندر کوئی شرافت نہیں، تو وہ شخص اُس واعظ کی طرف متوجہ اور بولا: کیا آپ نے نہیں دیکھا؟ وہ سولی دیئے جانے پر مجھ سے حسد کرتے ہیں، تو کیا حال ہوتا اگر کوئی خیر کی بات ہوتی۔

لغات وترکیب

حَسَدَ يَحْسُدُ حَسَداً (ن) حسد کرنا، زوالِ نعمت کی تمنا کرنا۔ حَسُودٌ، ج، حُسُدٌ، وہ شخص جو طبعاً حاسد ہو۔ بَذُوَ يَبْذُوْ بَذَاءةً (ن) فحش گو ہونا۔ شَتَمَ العِرْضَ يَشْتِمُ شَتْماً (ض) آبرو ریزی کرنا۔ تَحَازَنَ يَتَحَازَنُ تَحَازُناً (تفاعل) غم زدہ ظاہر کرنا۔ طَرَقَ يَطْرُقُ طَرْقاً (ن) رات میں آنا۔ صَلَبَ يَصْلِبُ صَلْباً (ض) سولی دینا۔

بَذِيّاً شرّيراً کا نصب کانَ کی خبر ہونے کی وجہ سے ہے۔ علٰى أيّ شيْ يَحْسُدُونَكَ، جار مجرور "یحسدون" کا متعلق مقدم ہے۔ متحازناً، "قَعَدَ" کی ضمیر سے حال واقع ہے۔ لا كرامةَ لك، لا برائے نفیِ جنس ہے اور "كرامةَ" اسم ہے جو نکرہ مفرد ہونے کی وجہ سے مبنی برفتحہ ہے اور "لك" محذوف سے متعلق ہو کر خبر واقع ہے۔

تشریح حسد ایک بڑی مہلک بیماری ہے، حاسد کو دنیا میں کبھی چین وسکون نصیب نہیں ہوتا، اس لیے کہ اُس کے ذہن میں ہر وقت یہی سوار رہتا ہے کہ فلاں کے پاس یہ نعمت کیسے آ گئ؟ کاش وہ اس نعمت سے محروم ہو جاتا، اور اسی فکر میں وہ گھلتا رہتا ہے، حسد سے صرف اُس کا ذہنی سکون نہیں زائل ہوتا؛ بل کہ اس کی نیکیوں پر بھی اثر پڑتا ہے، حدیث شریف میں ہے "إيّاكم والحسدَ فإنّ الحسدَ يأكُلُ الحسناتِ كما تأكلُ النّارُ الحطبَ" (ابوداؤد ج ۲، ص ۳۳۲) تم حسد سے بچتے رہو، اس لیے کہ حسد نیکیوں کو اُسی طرح کھا جاتی ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔

حُبُّ الْجِهَادِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ تَعَالٰى

عَنْ أَشْيَاخٍ مِنْ بَنِي سَلِمَةَ قَالُوْا: كَانَ عَمْرُو ابْنُ الجمُوحِ رَجُلًا أَعْرَجَ شَدِيْدَ الْعَرَجِ، وَكَانَ لَهُ بَنُونٌ أَرْبَعَةٌ مِثْلُ الأَسْدِ، يَشْهَدُونَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَشَاهِدَ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ أُحُدٍ أَرَادُوا حَبْسَهُ وَقَالُوا لَهُ: إِنَّ اللّٰهَ قَدْ عَذَرَكَ، فَأَتَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَقَالَ: إِنَّ بَنِيَّ يُرِيْدُونَ أَن يَحْبِسُونِي عَنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَالْخُرُوجِ مَعَكَ فِيْهِ، فَوَاللّٰهِ إِنِّي لَأَرْجُو أَن أَطَأَ بِعَرَجَتِي هٰذِهِ الْجَنَّةَ: فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَّا أَنْتَ، فَقَدْ عَذَرَكَ اللّٰهُ، فَلَا جِهَادَ عَلَيْكَ، وَقَالَ لِبَنِيْهِ: مَا عَلَيْكُمْ أَنْ لَا تَمْنَعُوهُ لَعَلَّ اللّٰهَ أَن يَرْزُقَهُ الشَّهَادَةَ، فَخَرَجَ مَعَهُ، فَقُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ.

اللہ تعالیٰ کے راستے میں شوقِ جہاد

بنی سلمہ کے شیوخ سے مروی ہے ان کا بیان ہے کہ: حضرت عمرو بن الجموح ایک بہت لنگڑے شخص تھے، اور آپ کے چار بیٹے تھے شیر کی طرح، وہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگوں میں شریک ہوتے تھے، تو جب احد کا دن ہوا تو ان لڑکوں نے حضرت عمرو بن جموح کو روکنا چاہا اور اُن سے کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ کو معذور رکھا ہے، تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: میرے بیٹے مجھے اس مرتبے اور آپ کے ہمراہ جنگِ احد میں نکلنے سے روکنا چاہتے ہیں، اور بخدا میری خواہش ہے کہ میں جنت میں اپنے اسی لنگڑے پن کے ساتھ چلوں پھروں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رہی تمہاری بات تو اللہ رب العزت نے تمہیں معذور رکھا ہے، سو آپ پر جہاد فرض نہیں ہے، اور اُن کے بیٹوں سے فرمایا: تمہیں روکنے کا حق نہیں ہے ہوسکتا ہے اللہ رب العزت انھیں شہادت نصیب کرے، چناں چہ وہ آپ کے ہمراہ نکلے اور احد کے دن شہید کر دیے گئے۔

لغات وترکیب

عَرِجَ يَعْرَجُ عَرَجاً (س) لنگڑا ہونا۔ مَشَاهِدُ، واحد، مَشْهَدٌ، حاضر ہونے کی جگہ مراد میدانِ جنگ۔ وَجْهٌ، ج، وُجُوه، بزرگی، مرتبہ۔ عذر يَعْذِرُ عُذْراً (ض) عذر قبول کرنا۔ وطأ يطأ وطأ (س) روندنا۔

وكان له بنون اربعة مثل الأسد، "بنونٌ" موصوف "أربعة، صفتِ اول "مثل الأسد" صفتِ ثانی، موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر "کان" کا اسم مؤخر ہے اور "له" خبر مقدم۔ أن أطأ یہ جملہ بتاویل مفرد ہو کر "أطأ" کا مفعول ہے۔

تشریح جہاد ایک عبادت ہے، جس کا مقصد دنیا سے ظلم کا خاتمہ اور اس کی جگہ انصاف قائم کرنا ہے، حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں یہ جذبہ پورے طور پر موجود تھا کوئی بھی صحابی اس سے پیچھے رہنے والا نہیں تھا، درسِ مذکور میں یہ جذبہ حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ میں دکھایا گیا ہے کہ باوجود ے کہ آپ معذور تھے اور جہاد میں شرکت نہ کرنے سے آپ پر کوئی گناہ نہیں مگر پھر بھی آپ نے خدمتِ نبوی میں حاضر ہوکر اپنی تمنا کا اظہار کیا اور اللہ رب العزت نے آپ کو شہادت جیسی نعمت سے سرفراز فرمایا۔

العُقُوق

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أوفى قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إنَّ هٰهُنَا غُلَاماً قَدِ احْتُضِرَ، فَيُقَالَ لَه: قُلْ: لَا إلٰهَ إلَّا اللّٰهُ، فَلَا يَسْتَطِيْعُ ان يَقُولهَا، قَالَ: ألَيْسَ كَانَ يَقُوْلُهَا، فِي حَيٰوتِهِ، قَالُوا: بَلٰى قَالَ: فَمَّا مَنَعَهُ مِنْهَا عِنْدَ مَوْتِهِ؟ فَنهَضَ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَنَهَضْنا مَعَهُ حَتّٰى أتَى الغُلَامَ! فَقَالَ: يَا غُلَامُ! قُلْ: "لَا إلٰهَ إلَّا اللّٰه" قَالَ: لَا أَسْتَطِيعُ أنْ أقُولَهَا قَالَ: وَلِمَ؟ قَالَ: لِعُقُوقِ وَالِدَتِي، قَالَ: أهِيَ حَيَّةٌ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: أرْسِلُوا إلَيْهَا، فَجَاءَتْه، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِبْنُكِ هُوَ؟ قَالَتْ نَعَمْ، قَالَ: أرَأيْتِ لو أنَّ نَاراً أجِجَتْ فَقِيْلَ لَكِ: إن لَمْ تَشْفَعِي فِيْهِ، قَذَفْنَاهُ فِي هٰذِهِ النَّارِ، فَقَالَتْ: إذاً كُنْتُ أشْفَعُ لَهُ، قَالَ: فَاشْهَدِي اللّٰهَ، وَاَشْهِدِيْنَا بِأنَّكِ رَضِيْتِ عَنْهُ فَقَالَتْ: قَدْ رَضِيْتُ عَنْ اِبْنِي، قَالَ: يَا غُلَامُ! قُلْ "لَا اِلٰهَ إلَّا اللّٰهُ" فَقَالَ: "لَا اِلٰهَ إلَّا اللّٰهُ" فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أنْقَذَهُ بِي مِنَ النَّارِ.

نافرمانی

حضرت عبداللہ بن اوفی سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ: ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ایک نوجوان قریب المرگ ہے، اُس سے کہا جارہا ہے: لا الہ الا اللہ کہہ لو، تو وہ اسے نہیں کہہ سکتا، آپؐ نے فرمایا: کیا وہ اپنی زندگی میں لا الہ الا اللہ پڑھتا تھا، لوگوں نے کہا: ہاں، آپؐ نے فرمایا: تو پھر کس چیز نے اُس کو اس کی موت کے وقت لا الہ الا اللہ سے روک دیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے، اور ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑے ہوئے، یہاں تک کہ آپ اُس جوان کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا: اے لڑکے! لا الہ الا اللہ پڑھو، اُس نے کہا: میں اسے نہیں پڑھ سکتا، آپؐ نے فرمایا: کیوں؟ اُس نے کہا: والدہ کی نافرمانی کی وجہ سے، آپؐ نے فرمایا: کیا

والدہ زندہ ہیں؟ کہا: ہاں، آپؐ نے فرمایا: اُن کے پاس پیغام بھیجو، چناں چہ وہ آپؐ کے پاس آئیں، تو اُن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا یہ تمہارا لڑکا ہے؟ بولیں: ہاں، آپؐ نے فرمایا: ذرا بتا اگر آگ دہکا دی جائے پھر تجھ سے کہا جائے: اگر تو اس کی سفارش نہیں کرے گی تو ہم اسے اس آگ میں ڈال دیں گے، تو والدہ نے کہا: تب میں اس کی سفارش کروں گی، آپؐ نے فرمایا: سو تو اللہ کو گواہ بنالے اور مجھے گواہ بنالے اس بات پر کہ تو اُس سے راضی ہوگئی۔ تو اس نے کہا: میں اپنے لڑکے سے خوش ہوگئی، آپؐ نے فرمایا: اے لڑکے! لا الہ الا اللہ پڑھو، تو اُس لڑکے نے لا الہ الا اللہ پڑھ دیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام تعریف اُس اللہ کے لیے ہے، جس نے اس لڑکے کو میرے ذریعے آگ سے بچالیا۔

لغات وترکیب

أَحْتُضِرَ الرجُل يُحْتَضَرُ احتِضَاراً (افتعال) قریب المرگ ہونا۔ **نَهَضَ يَنْهَضُ نُهوضاً** (ف) اٹھنا، کھڑا ہونا۔ **أجّج النارَ يُأجّجُ تأجِيجاً** (تفعیل) آگ بھڑکانا۔ **قَذَفَ يَقْذِفُ قَذْفاً** (ض) ڈالنا۔ پھینکنا۔ **أنقَذَ يُنْقِذُ إنْقَاذاً** (افعال) بچانا، رہا کرنا۔

غُلَاماً قد احتُضِرَ "غلاماً" موصوف ہے اور "قد احتضر" صفت، موصوف باصفت اسمِ إنّ، **لعقوق الوالدين أى لا أستطيع لعقوق الوالدين، أنقذه بي من النار** میں "بي" اور "من النّار" دونوں حرف جر أنقذ سے متعلق ہیں۔

تشریح والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کی تفصیل گذر چکی ہے، یہ عنوان "العقوق" اُسی کا مفہوم مخالف ہے، یعنی کسی بھی صورت میں والدین کی نافرمانی نہیں کرنی چاہیے، حدیث پاک میں والدین کی نافرمانی کو گناہ کبیرہ میں شمار کیا گیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ألا أنبئكم بأكبر الكبائر؟ قلنا: بلىٰ يارسول الله! قال: الإشراك بالله وعقوق الوالدين" روایتِ مذکورہ میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک اور نافرمانی والدین کو کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ قرار دیا ہے، والدین کی نافرمانی کو شرک باللہ کے ساتھ بیان کرنے کا مطلب یہی نکلتا ہے کہ یہ دونوں گناہ آپس میں ایک دوسرے کے قریب قریب ہیں۔

درسِ مذکور میں بھی یہی بیان کیا گیا ہے کہ والدین کی نافرمانی کی یہ سزا ملی کہ آخری وقت میں زبان سے کلمہ جاری نہیں ہو رہا تھا، جب والدہ نے اپنی خوشی کا اظہار کیا، تو فوراً زبان پر کلمہ جاری ہوگیا، رب کریم والدین کی نافرمانی سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

خِتَامُهُ مِسْكٌ

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (۱) مَا تَعُدُّونَ الصُّرَعَةَ فِيكُمْ؟ قَالُوا الَّذِي لَا

يَصْرَعُهُ الرِّجَالُ، قَالَ: لَا وَ لٰكِنَّهُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ (٢) لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ الْجَوَّاظُ وَلَا الْجَعْظَرِيُّ (٣) الرَّجُلُ عَلٰى دِيْنِ خَلِيْلِهِ فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلُ. (٤) مِنْ أَشَرِّ النَّاسِ ذُو الْوَجْهَيْنِ الَّذِي يَأْتِي هٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَهٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ (٥) إِنَّ مِنْ أَرْبَى الرِّبٰى الْإِسْتِطَالَةَ فِي عِرْضِ الْمُسْلِمِ بِغَيْرِ حَقٍّ (٦) إِيَّاكُمْ وَالْحَسَدَ فَإِنَّ الْحَسَدَ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ (٧) كَبُرَتْ خِيَانَةً أَنْ تُحَدِّثَ أَخَاكَ حَدِيْثاً هُوَ لَكَ بِهِ مُصَدِّقٌ وَأَنْتَ لَهُ بِهِ كَاذِبٌ (٨) وَيْلٌ لِلَّذِي يُحَدِّثُ فَيَكْذِبُ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمُ وَيْلٌ لَهُ وَيْلٌ لَهُ. (٩) إِذَا وَعَدَ الرَّجُلُ أَخَاهُ وَمِنْ نِيَّتِهِ أَنْ يَفِي لَهُ فَلَمْ يَفِ وَلَمْ يَجِيْ لِلْمِيْعَادِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ (١٠) إِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيُمْسِكْ عَلٰى فِيْهِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ. (١١) خَمْسٌ تَجِبُ لِلْمُسْلِمِ عَلٰى أَخِيْهِ: رَدُّ السَّلَامِ، وَتَشْمِيْتُ الْعَاطِسِ وَ إِجَابَةُ الدَّعْوَةِ، وَعِيَادَةُ الْمَرِيْضِ، وَاتِّبَاعُ الْجَنَازَةِ. (١٢) مَنْ بَاتَ عَلٰى ظَهْرِ بَيْتٍ لَيْسَ عَلَيْهِ حِجَارٌ فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ. (١٣) مَنِ اسْتَعَاذَ بِاللّٰهِ فَأَعِيْذُوهُ، وَمَنْ سَأَلَكُمْ بِوَجْهِ اللّٰهِ فَأَعْطُوهُ (١٤) وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوا وَلَا تُؤْمِنُوا حَتّٰى تَحَابُّوا أَفَلَا أَدُلُّكُمْ عَلٰى أَمْرٍ إِذَا فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ.

(١٥) مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَمْثُلَ لَهُ الرِّجَالُ قِيَاماً فَلْيَتَبَوَّءْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (١٦) لَا تَتْرُكُوا النَّارَ فِي بُيُوتِكُمْ حِيْنَ تَنَامُونَ (١٧) إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِاللّٰهِ تَعَالٰى مَنْ بَدَأَهُمْ بِالسَّلَامِ. (١٨) الْأَيْمَنُ فَالْأَيْمَنُ (١٩) أَكْرِمُوا الْخُبْزَ (٢٠) الصَّبْرُ رِضاً (٢١) الصَّوْمُ جُنَّةٌ (٢٢) الْفَخِذُ عَوْرَةٌ (٢٣) لَا تَتَمَنَّوا الْمَوْتَ (٢٤) اَلْزِمْ بَيْتَكَ (٢٥) الْعِدَةُ دَيْنٌ (٢٦) الدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ (٢٧) قَيِّدْ وَتَوَكَّلْ (٢٨) يَدُ اللّٰهِ مَعَ الْجَمَاعَةِ (٢٩) الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ (٣٠) الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلٰى (٣١) لَا تَكْذِبُوا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَلِجِ النَّارَ (٣٢) مَنْ تَعَلَّمَ عِلْماً لِغَيْرِ اللّٰهِ أَوْ أَرَادَ بِهِ غَيْرَ اللّٰهِ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.

(٣٣) مَنْ خَرَجَ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَرْجِعَ (٣٤) بَيْنَ الْكُفْرِ وَالْإِيْمَانِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ (٣٥) لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِأَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ (٣٦) لَيْسَ الْغِنٰى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرْضِ وَلٰكِنَّ الْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ (٣٧) نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيْهِمَا كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ: الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ (٣٨) مَنْ أَهَانَ سُلْطَانَ اللّٰهِ فِي الْأَرْضِ أَهَانَهُ اللّٰهُ. (٣٩) الدَّالُّ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهِ

(۴۰) كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: اَللّٰهُمَّ بَرِّدْ قَلْبِي بِالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَالْمَاءِ الْبَارِدِ اَللّٰهُمَّ نَقِّ قَلْبِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْاَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ.

اس کا خاتمہ مشک کے مانند ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: تم اپنے درمیان پہلوان کس کو شمار کرتے ہو؟ حضرات صحابۂ کرام نے عرض کیا: وہ شخص جسے لوگ نہ پچھاڑ سکیں، آپ صلی اللہ علیہ نے فرمایا نہیں؛ بل کہ پہلوان وہ شخص ہے جو غصے کے وقت اپنے اوپر کنٹرول کرلے۔ (۲) جنت میں متکبر اور بداخلاق شخص داخل نہیں ہوگا (۳) آدمی اپنے دوست کے طریقے پر ہوتا ہے، تو چاہیے کہ تم میں سے ہر شخص دیکھ لے اُس شخص کو جس سے دوستی کر رہا ہے۔ (۴) لوگوں میں سب سے بدترین وہ دورخا شخص ہے، جو اِن کے پاس ایک چہرے کے ساتھ آئے اور ان کے پاس ایک دوسرے چہرے کے ساتھ۔ (۵) سب سے بڑا سود ناحق مسلمان کی عزت کو بدنام کرنا ہے۔ (۶) حسد سے بچو کیوں کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے، جیسے آگ لکڑی کو۔ (۷) بہت بڑی خیانت ہے یہ کہ تم اپنے بھائی سے کوئی بات کہو وہ اُس کے بارے میں تمہاری تصدیق کرنے والا ہو اور تم اُس سے جھوٹ بول رہے ہو۔ (۸) بڑی خرابی ہے اُس شخص کے لیے جو بات کرے اور جھوٹ بولے تاکہ لوگ اُس پر ہنسیں، اُس کے لیے ہلاکت ہے، اُس کے لیے ہلاکت ہے۔ (۹) ارشادِ گرامی ہے: جب کوئی شخص اپنے بھائی سے وعدہ کرے اور اس کی نیت یہ ہو کہ اُسے پورا کرے گا پھر بھی وہ پورا نہ کرسکے اور وقتِ مقررہ پر وہ نہ آسکا تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ (۱۰) جب تم میں سے کوئی شخص جمائی لے تو اپنے منہ کو بند کرلے، اس لیے کہ شیطان داخل ہو جاتا ہے۔ (۱۱) پانچ چیزیں ایک مسلمان کے لیے اپنے بھائی پر واجب ہیں، سلام کا جواب دینا، چھینکنے والے کی چھینک کا جواب دینا، دعوت قبول کرنا، بیمار کی عیادت کرنا، جنازے کے پیچھے چلنا۔ (۱۲) جو شخص ایسے گھر کی چھت پر سوئے جس پر منڈیر نہ ہو تو اُس سے (اللہ کا) ذمہ بری ہے۔ (۱۳) جو شخص اللہ کا واسطہ دے کر پناہ طلب کرے تو تم اُسے پناہ دے دو اور جو شخص اللہ کی خاطر تم سے سوال کرے تو تم اسے دے دو۔ (۱۴) قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، تم جنت میں داخل نہیں ہوسکتے تا آں کہ مومنِ کامل بن جاؤ اور تم مومن کامل نہیں بن سکتے تا آں کہ آپس میں محبت کرنے لگو کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتلاؤں کہ اگر تم اُسے کرلو تو آپ میں محبت کرنے لگو آپس میں سلام کو رواج دو۔

(۱۵) جو شخص اس بات کو پسند کرے کہ لوگ اُس کے سامنے کھڑے ہوں تو چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم کو بنالے۔ (۱۶) تم اپنے گھروں میں سوتے وقت آگ نہ چھوڑو۔ (۱۷) بلا شبہ لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ کے قریب وہ شخص ہے جو لوگوں کو پہلے سلام کرے۔ (۱۸) ابتدا دائیں جانب سے ہو پھر اس کے بعد جو دائیں ہو۔ (۱۹) روٹی کا احترام کرو۔ (۲۰)

صبر خوشنودی ہے۔ (۲۱) روزہ ڈھال ہے۔ (۲۲) ران ستر ہے۔ (۲۳) موت کی تمنا مت کرو۔ (۲۴) اپنے گھر کو لازم پکڑلو (۲۵) وعدہ قرض ہے۔ (۲۶) دین خیر خواہی ہے (۲۷) باندھ دو اور اللہ پر بھروسہ کرو۔ (۲۸) اللہ کی مدد جماعت کے ساتھ ہوتی ہے۔ (۲۹) آدمی اُس شخص کے ساتھ ہوگا جس سے محبت کرے۔ (۳۰) اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ (۳۱) میرے متعلق جھوٹ مت بولو، کیوں کہ جو شخص میرے متعلق جھوٹ بولے گا، وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ (۳۲) جو شخص اللہ کے علاوہ کے لیے علم حاصل کرے یا اُس سے غیر اللہ کا ارادہ کرے تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم کو بنالے۔

(۳۳) جو شخص طلبِ علم کے لیے نکلا تو وہ اللہ کے راستے میں رہتا ہے، تا آں کہ لوٹ آئے (۳۴) کفر اور ایمان کے درمیان فرق نماز چھوڑنے کا ہے۔ (۳۵) تم میں سے کوئی شخص مومن کامل نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے وہی چیز پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ (۳۶) مالداری ساز وسامان کی زیادتی سے نہیں ہوتی؛ بل کہ اصل مال داری دل کی مالداری ہے۔ (۳۷) دو نعمتیں ایسی ہیں جن میں بہت سے لوگ دھوکے میں ہیں، صحت اور فرصت۔ (۳۸) جس نے زمین میں اللہ کے (مقرر کردہ) بادشاہ کی توہین کی اُس نے اللہ کی توہین کی (۳۹) بھلائی کی رہنمائی کرنے والا بھلائی کرنے والے کی طرح ہے۔ (۴۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: اے اللہ! تو میرے دل کو برف، اولے اور ٹھنڈے پانی کے ذریعے ٹھنڈا کردے، اے اللہ! تو میرے دل کو گناہوں اس طرح صاف کردے جیسے تو سفید کپڑے کو میل سے صاف کردیتا ہے۔

لغات وترکیب

خَتَمَ الْعَمَلَ يَخْتِمُ خَتْماً وَخِتَاماً (ض) ختم کرنا۔ مِسْكٌ، مشک، کستوری۔ مَلَكَ النَّفس يملِك مِلْكاً (ض) نفس پر قابو پانا، کنٹرول کرنا۔ جَوَّاظٌ، تکبر سے چلنے والا، اجڈ۔ جَاظَ يَجُوظُ جَوْظاً (ن) تکبر سے چلنا۔ جَعِظَ يَجْعَظُ جَعْظاً (س) غضبناک وبدخلق ہونا۔ جَعْظَرِيٌّ، بدخلق۔ اِسْتَطَال عَلٰى عَرْضِہٖ يَسْتطيلُ استطالةً (استفعال) بدنامی کی شہرت دینا۔ تَثَاءب يَتَثَاءَبُ تَثَاؤباً (تفاعل) جمائی لینا۔ شَمَّتَ يُشَمِّتُ تَشميتاً (تفعيل) چھینک کا جواب دینا۔ مَثَلَ يَمْثُلُ بينَ أيدِي فُلَان مُثولاً (ن، ک) کسی کے سامنے کھڑا ہونا۔ تَبَوَّأَ يَتَبَوَّأُ تَبَوُّءاً (تفعل) ٹھکانہ بنانا۔ جُنَّةٌ، جُنَنٌ، ڈھال۔ فَخِذٌ، ج، أفْخَاذٌ، ران۔ وَعَدَ يَعِدُ عِدَةً (ض) وعدہ کرنا۔ وَلَجَ يَلِجُ ولُوجاً (ض) داخل ہونا۔ عَرَضٌ، ج، عُرُوضٌ، سامان۔ غَبَنَ يَغْبُنُ غَبْناً (ن) دھوکا دینا۔ ثَلْجٌ، ج، ثُلُوجٌ، برف۔ بَرَدٌ، واحد، بَرَدَةٌ، اولہ۔ نَقّٰى يُنَقِّي تنقِيَةً، (تفعيل) صاف کرنا۔ دَنَسٌ، ج، أدنَاسٌ، میل کچیل۔

كَبُرَتْ خِيَانَةً أن تُحَدِّثَ. "خِيَانَةً" تمیز کی بناپر منصوب ہے۔ اور "ان تحدّث" بتاویل مفرد ہوکر کبرت کا فاعل ہے۔ مَن بدأهم بالسلام، موصول باصلہ "إنّ أولى النَّاس" میں اِنّ کی خبر ہے۔ "نعمتان" موصوف ہے اور "مغبون فيهما كثيرٌ من النَّاس" صفت ہے۔

تشریح درسِ مذکور میں جن چالیس چیزوں کا ذکر ہوا ہے، وہ سب نبی اکرم ﷺ کی احادیث سے ماخوذ ہیں، اور ہر ایک چیز تمام مومنین کے لیے باعثِ نصیحت ہے، جس کو اپنانے میں فائدہ ہی فائدہ ہے، تشریح درج ذیل ہے:

(۱) **ولکنّه الذی یملك نفسه:** مطلب یہ ہے کہ تمہاری نظر میں باہمت وہ شخص ہے، جو دوسروں کو پچھاڑ دے اور اُسے زمین پر گرادے، حالاں کہ حقیقت میں بہادر وہ شخص ہے جو غصے کے وقت اپنے اوپر کنٹرول رکھے، ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غصے پر قابو پانے اور اس کو فرو کرنے کی ترکیب بھی بیان فرمائی ہے، آپؐ نے فرمایا: "إذا غضبَ أحدکم وھو قائمٌ فلیجلس، فإن ذھب الغضبُ عنه وإلّا فلیضطجع" (مشکوٰۃ، ص۴۳۴) کہ جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے جب کہ وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے، پس اگر غصہ دور ہو جائے تو بہتر ہے ورنہ تو لیٹ جائے۔ گویا غصے کے وقت حالت کی یہ تبدیلی غصے کا ایک نفسیاتی علاج ہے۔

قرآن کریم میں بھی ان لوگوں کی تعریف کی گئی ہے، جو اپنے اوپر قابو پا لیتے ہیں اور غصے کو پی جاتے ہیں، ارشاد باری ہے: "اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ" (سورۃ النساء/ ۱۳۴) امام بیہقی نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت سیدنا علی بن حسین رضی اللہ عنہما کا ایک عجیب واقعہ نقل فرمایا ہے کہ آپ کی ایک کنیز آپ کو وضو کرا رہی تھی کہ اچانک پانی کا برتن اُس کے ہاتھ سے چھوٹ کر حضرت علی ابن حسین رضی اللہ عنہما کے اوپر گرا، تمام کپڑے بھیگ گئے، غصہ آنا طبعی امر تھا، کنیز کو خطرہ ہوا تو اُس نے فوراً یہ آیت پڑھی "والکاظمین الغیظ" یہ سنتے ہی خاندانِ نبوت کے اُس بزرگ کا سارا غصہ ٹھنڈا ہو گیا، بالکل خاموش ہو گئے اُس کے بعد کنیز نے آیت کا دوسرا جملہ "والعافین عن الناس" پڑھ دیا، تو فرمایا: میں نے تجھے دل سے بھی معاف کر دیا، کنیز بھی ہوشیار تھی، اُس نے تیسرا جملہ بھی سنا دیا "واللّٰہ یحب المحسنین" جس میں احسان اور حسنِ سلوک کی ہدایت ہے، حضرت علی بن حسین نے یہ سن کر فرمایا: جا میں نے تجھے آزاد کر دیا۔ (معارف القرآن ج۲ ص۱۸۹)

(۲) **لایدخل الجنة الجوّاظ ولا الجعظریّ:** مطلب یہ ہے کہ ان دو صفتوں سے متصف شخص اُس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوگا جب تک اُسے اپنے اس عملِ بد کی سزا نہ مل جائے، گویا اس دخول سے دخولِ اولی کی نفی مراد ہے، نہ کہ مطلق دخول کی نفی کہ کبھی بھی داخل نہیں ہوگا۔

(۳) **الرّجل علٰی دین خلیله:** مطلب یہ ہے کہ دنیا میں انسان کو ایسے شخص کو ہی دوست بنانا چاہیے جو امورِ آخرت میں اس کے لیے معین و مددگار ہو، ایسا نہ ہو کہ بعد میں اُسے افسوس کرنا پڑے، کیوں کہ انسان وہی کرتا ہے، جو اُس کا دوست کرتا ہے، اس لیے دوست اچھا ہونا چاہیے۔

(۴) **من أشر النّاس ذو الوجھین:** ارشاد گرامی میں ان لوگوں کے لیے سخت وعید ہے جو منافقوں کی طرح دو رویہ ہوتے ہیں کہ ہر فریق کو خوش کرنے کی خاطر کبھی صحیح اور حق بات نہیں کہتے جس جماعت اور جس فریق کے پاس جاتے ہیں

اُس کی خواہش کے مطابق اپنی زبان کھولتے ہیں تا کہ ہر ایک کے یہاں انھیں سرخ روئی حاصل رہے۔

(۵) ناحق کسی مسلمان کی عزت پر حملہ کرنا اور اسے بدنام کرنا شریعت کی نظر میں جرم عظیم ہے، ہر ایک کی عزت کا اسلام میں بڑا لحاظ رکھا گیا ہے۔

(۶) **إياكم والحسد:** حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح آگ اور لکڑی کا معاملہ ہے کہ آگ لکڑی کو جلا کر اُس کا وجود مٹا دیتی ہے اسی طرح حسد بھی ایسی بری خصلت ہے جو انسان کو اپنی گرفت میں لے کر اس کی نیکیوں کو مٹا دیتی ہے۔

(۷) **کبرت خیانةً:** مطلب یہ ہے کہ کسی سے کوئی ایسی بات کہنا جس میں سامع سچا سمجھ رہا ہو اور تم جھوٹ بول رہے ہو تو یہ بہت بڑی خیانت ہے جس سے بچنا ضروری ہے اور اس کا گناہ بددیانتی کا گناہ ہے۔

(۸) **ويلٌ للذي:** حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ ایسی جھوٹی بات کہنا بھی گناہ ہے، جس کا مقصد محض لوگوں کو ہنسانا ہو، بل کہ سخت وعید ہے۔

(۹) **إذا وعد الرجل:** مطلب یہ ہے کہ یوں تو وعدہ خلافی جرم اور گناہ ہے؛ لیکن اگر وعدہ اس نیت سے کرے کہ اُس کا ایفا کرے گا، پھر کسی مجبوری کی وجہ سے ایفائے عہد نہ کر سکا اور وقت مقرر آ گیا تو پھر کوئی گناہ نہیں ہے۔

(۱۰) **إذا تثاءبَ أحدكم:** حدیث پاک میں جمائی کے وقت منہ کو بند کرنے کی علت خود بیان کر دی گئی ہے کہ شیطان اس کے منہ میں داخل ہو جاتا ہے۔

(۱۱) **خمسٌ تجب للمسلم على أخيه:** حدیث شریف میں ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حقوق بیان کیے گئے ہیں (۱) سلام کا جواب دینا، سلام کرنا سنت ہے، مگر جواب دینا واجب ہے، احادیث میں افشاء سلام کی بڑی تاکید آئی ہے، (۲) چھینکنے والے کی چھینک کا جواب دینا، یعنی "الحمد لله" کے جواب میں "يرحمك الله" کہنا (۳) دعوت قبول کرنا، یہ بھی سنت ہے، مگر ایسی جگہ دعوت میں شرکت نہ کرے جہاں خلاف شرع کام ہو رہا ہو، مثلاً ناچ، گانا، بجانا وغیرہ۔ (۴) بیمار کی تیمارداری کرنا، یہ بھی ایک حق ہے، عیادت کے لیے کوئی دن، کوئی وقت خاص نہیں، موقعے کے مناسب کسی بھی وقت جا کر مزاج پرسی کر لے خواہ ایک ہی مرتبہ کیوں نہ ہو۔ (۵) جنازے کے پیچھے چلنا، یہ حکم میت کے احترام کے لیے ہے، جنازے کے آگے چلنے کو فقہاء نے مکروہ لکھا ہے۔

(۱۲) **من بات على ظهر بيت:** ایسے گھر کی چھت پر سونے سے منع کیا گیا ہے، جس پر منڈیر نہ ہو؛ کیوں کہ اُس سے گرنے اور ہلاک ہونے کا اندیشہ ہے اور یہ ممانعت نہی ارشادی ہے یعنی امت کی بھلائی کے لیے ہے۔

(۱۳) **من استعاذ بالله:** اللہ کا واسطہ دے کر اگر کوئی شخص پناہ کا طالب ہو یا کسی ضرورت کا سوال کرے تو اس کی حاجت روائی کر دینی چاہیے۔

(۱۴) **والذي نفسي بيده:** روایت کا مطلب یہ ہے کہ اسلام الفت و محبت کا سبب ہے اسے عام کرنا چاہئے، تا کہ

لوگوں کے درمیان الفت ومحبت پیدا ہو اور یہ ایک ایسی چیز ہے جس سے ایمان میں کمال پیدا ہوتا ہے اور کمالِ ایمانی دخولِ جنت کا سبب ہے۔

(۱۵) من أحب أن يمثل: یہ سخت وعید محض اس لیے ہے کہ ایسی چیز کی خواہش کوئی متکبر شخص ہی کرے گا۔ کوئی بھی متواضع شخص اس بات کو پسند نہیں کرے گا کہ لوگ اُس کی خاطر کھڑے ہوں، اس لیے اُن لوگوں کو سوچنا چاہیے جو نہ کھڑے ہونے پر اپنی تحقیر محسوس کرتے ہیں۔

(۱۶) لا تتركوا النار في بيوتكم: یہ نہی بھی نہیِ ارشادی ہے یعنی امت کی بھلائی کے لیے ہے؛ کیوں کہ ایسا ہوسکتا ہے کہ آگ کی کوئی چنگاری مکان کو جلادے اور انسانوں کی بھی موت ہوجائے، تو احتیاط اسی میں ہے کہ سونے پہلے آگ بجھادی جائے۔

(۱۷) إنّ أولى النّاس: ابتدا بالسلام قربِ خداوندی کا ذریعہ ہے، جیسا کہ ماقبل میں گذرا کہ سلام کرنا تو سنت ہے، اور جواب دینا واجب ہے، مگر سلام ہی ایک ایسی سنت ہے جس کا درجہ واجب سے بڑھا ہوا ہے، اور سلام کا ثواب جواب دینے سے زیادہ ہے۔

(۱۸) الأيمن فالأيمن: حدیث پاک میں ہر عمل کوئی دائیں سے شروع کرنے کی تاکید آئی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی التزام فرماتے تھے، حتیٰ کہ جوتا پہننے اور کنگھا کرنے میں بھی۔ چناں چہ آپؐ دائیں پاؤں میں پہلے پہنتے تھے اور دائیں جانب کنگھا پہلے کرتے تھے پھر بائیں جانب۔

(۱۹) أكرموا الخبز: روٹی سے مراد رزق ہے، اور مطلب یہ ہے کہ رزق کا احترام کرو، ایک حدیث میں اس بات کی صراحت آئی ہے کہ نافرمانیِ والدین، قطع رحمی اور رزق کی بے حرمتی یہ تینوں ایسی چیزیں ہیں جن کی سزا انسانوں کو آخرت میں جو ملے گی وہ تو ملے گی ہی، دنیا میں بھی اس کی سزا مل جاتی ہے۔ اس لیے اس سے بچنا از حد ضروری ہے۔

(۲۰) الصبر رضا: صبر کرنا گویا اللہ کے فیصلے پر راضی رہنا ہے، صبر کی اسلام میں بڑی فضیلت آئی ہے، ارشاد باری ہے: "إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِين"

(۲۱) الصوم جُنَّةٌ: روزہ ڈھال ہے قیامت کے دن روزے دار عذابِ جہنم سے محفوظ رہے گا (انشاء اللہ) اگر اُس نے حکم شرعی کے مطابق روزہ رکھا۔

(۲۲) الفخذ عورة: ران ستر ہے، یعنی سترِ عورت میں داخل ہے ران کا کھولنا لوگوں کے سامنے جائز نہیں اگر ایسا کرتا ہے تو گنہ گار ہوگا۔

(۲۳) لا تتمنوا الموت: موت کی تمنامت کرو، اگر تمنائے موت غمِ دین کی وجہ سے مثلاً بلاوجہ لوگ کسی گناہ کا الزام رکھ بدنام کرنے لگیں اور وہ شخص یہ سوچے کہ میں صبر نہیں کر پاؤں گا اور بے صبری کی معصیت میں مبتلا ہوں گا اس سے

بہتر تو یہ ہے کہ میری موت ہی آجائے تو ایسی تمنا ممنوع نہیں ہے، جیسے حضرت مریم علیہا السلام نے فرمایا تھا: "**یلیتنی مت قبل هذا و كنتُ نسياً منسياً**" مگر غمِ دنیا کی وجہ سے موت کی تمنا صحیح نہیں ہے۔

(۲۴) **الزم بيتك:** گھر کو لازم پکڑنے کا مطلب یہ ہے کہ بلا وجہ بازاروں اور سڑکوں پر مت پھرو کہ گناہ سے محفوظ نہیں رہو گے، اور اگر اپنے گھر میں رہو گے تو گناہ سے محفوظ رہو گے، اس لیے انسان کو چاہیے کہ اپنی ضرورت کی تکمیل کر کے گھر لوٹ آئے اور زیادہ تر اپنے گھر ہی میں رہے۔

(۲۵) **العدةُ دينٌ:** وعدہ کرنا بھی دین ہے یعنی جس طریقے سے دین کی ادائیگی ضروری ہے ایسے ہی ایفائے عہد بھی ضروری ہے۔

(۲۶) **الدّينُ النصيحةُ:** دین خیر خواہی کا نام ہے، خیر خواہی مختلف طریقے سے ہوتی ہے، اللہ کے ساتھ خواہی یہ ہے کہ اس کی ذات وصفات میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے، رسول کے ساتھ خیر خواہی یہ ہے کہ آپؐ کی رسالت کا اقرار کیا جائے، عام لوگوں کے ساتھ خیر خواہی یہ ہے کہ ان کی منفعت کا خیال رکھا جائے۔

(۲۷) **قيّد وتوَكّلْ:** یہ بھی ایک حدیث کا ٹکڑا ہے جس میں یہ ہے کہ ایک صحابی خدمت اقدس میں ایک سواری کے ساتھ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ: اے اللہ کے رسول! اسے باندھ دوں پھر اللہ پر بھروسہ کروں، یا چھوڑ دوں اور اللہ پر بھروسہ کروں، آپؐ نے فرمایا: باندھ کر بھروسہ کرو۔ گویا اس حدیث میں توکل کی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے کہ اللہ کے پیدا کیے ہوئے اسباب اختیار یہ کو ضرور اختیار کرے، مگر بھروسہ اسباب پر کرنے کے بجائے اللہ پر کرے کہ جب تک اُس کی مشیت اور ارادہ نہ ہو جائے کوئی کام نہیں ہو سکتا۔

(۲۸) **يد الله على الجماعة:** یعنی اللہ کی مدد جماعت مسلمین کے ساتھ ہوتی ہے، اور جو شخص جماعت مسلمین سے علاحدہ رہے گا، اُس کے ساتھ نصرت خداوندی نہ ہوگی۔

(۲۹) **المرء مع من أحب:** مطلب یہ ہے کہ آدمی کا حشر اُسی کے ساتھ ہوگا، جس سے وہ دنیا میں محبت کرتا تھا، لہٰذا اگر دنیا میں اس کی محبت اولیا اور صلحاء وعلماء سے تھی تو آخرت میں بھی انھیں کے ساتھ رہے گا، اور اگر دنیا میں اس کی ہم نشینی کفار وفجار کے ساتھ تھی تو آخرت میں بھی انھیں کا ساتھ رہے گا۔

(۳۰) **اليد العليا خيرٌ من اليد السفلى:** اس کا مطلب یہ ہے کہ خرچ کرنے والا ہاتھ مانگنے والے ہاتھ سے بہتر ہے، ایک دوسرا مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ "ید علیا" سے مراد دینے والا ہاتھ اور "ید سفلی" سے مراد نہ دینے والا ہاتھ۔ کیوں کہ دیتے وقت ہاتھ بلند ہوتا ہے اور جو ہاتھ نہیں دیتا وہ بلند بھی نہیں ہوتا۔

(۳۱) **لا تكذبوا علي:** یعنی جو شخص جھوٹی حدیث وضع کر کے سرکار کی طرف منسوب کرے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

(۳۲) **من تعلّم علماً لغير الله:** مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے رضائے الٰہی کے علاوہ کسی دنیوی مقصد کے لیے

علمِ دین سیکھا، اور اُس سے دنیا کمائے تو اُس کے لیے یہ وعیدِ شدید ہے کہ اُس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اس لیے ہر طالب علم دین کو اپنا مقصد رضائے الٰہی بنانا چاہیے۔

(۳۳) **من خرج في طلب العلم**: روایت کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص علم دین کو طلب کرنے کے لیے نکلا تو جب تک وہ لوٹ کر نہ جائے اُسے راہِ خدا میں جہاد کرنے کا ثواب ملتا رہے گا، یہ گویا خوش خبری ہے طالبانِ علوم نبوت کے لیے کہ انھیں مجاہد کا درجہ دیا گیا ہے۔

(۳۴) **بين الكفر و الإيمان ترك الصلوة**: ارشادِ گرامی کا مطلب یہ ہے کہ نماز ایک ایسی عبادت ہے، جو گویا ایمان اور کفر کے درمیان امتیاز بخشتی ہے، لہٰذا جو شخص قصداً نماز کو ترک کرے وہ گویا کفر کے قریب پہنچ گیا۔

(۳۵) **لا يؤمن احدكم**: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ مومن کو کمالِ ایمان اُس وقت نصیب ہوگا، جب وہ اپنے مومن بھائی کے لیے وہی چیز پسند کرے، جو اپنے لیے کرتا ہے، خواہ دنیا سے متعلق ہو یا آخرت سے، دنیوی چیز جیسے رزقِ حلال کی تلاش، کثرتِ عبادت اور علمی لیاقت وغیرہ اور اخروی جیسے نجات من النار، جنت میں بلند درجات کا حصول، یہاں یہ بھی واضح رہے کہ "**ما يحب لنفسه**" سے مراد امورِ خیر ہیں، امورِ شر جو اپنے لیے پسند کرتا ہے وہ اپنے بھائی کے لیے پسند نہ کرے۔

(۳۶) **ليس الغنى عن كثرة العرض**: مطلب یہ ہے کہ مال و دولت کی کثرت اور اسباب آرائش و زیبائش کا نام مال داری نہیں ہے؛ بل کہ اصل مالداری نفس کا غنی ہونا ہے، جس کا نفس دھنی ہو وہی اصل غنی ہے اور یہی چیز قابلِ ستائش ہے۔

(۳۷) **نعمتان مغبونٌ فيهما**: مطلب یہ ہے کہ یہ دو نعمتیں (صحت و فراغت) ایسی ہیں جن کے بارے میں بہت سے لوگ دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ یہ نعمتیں اُن کے پاس ہمیشہ رہیں گی، حالاں کہ ایسا نہیں ہے، اس لیے صحت اور فراغِ وقت، ان دونوں نعمتوں کی قدر کر کے آخرت کے لیے کچھ توشہ مہیا کر لینا چاہیے، تا کہ اخروی زندگی میں ندامت نہ اٹھانی پڑے۔

(۳۸) **من أهان سلطان الله في الأرض**: دنیوی بادشاہ اور خلیفہ کی بھی عزت کرنی چاہیے، وہ اس سرزمین میں اللہ کا نائب ہے اور اُس کی توہین اللہ رب العزت کی توہین ہے، اس لیے اس سے بچنا چاہیے۔

(۳۹) **الدّال على الخير كفاعله**: یعنی جو شخص نیک کام کی رہنمائی کرے اور اس کی رہنمائی سے لوگ نیک عمل کریں تو اُس رہنمائی کرنے والے کو بھی نیک عمل کرنے والوں کا سا ثواب ملے گا۔

(۴۰) **كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول**: یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے، جو آپؐ مانگا کرتے تھے ہمیں بھی یہ دعا مانگنی چاہیے، بہت ہی جامع دعا ہے۔

الْبَابُ الثَّانِي فِي النَّظْمِ

الشیخ عُمر بنُ الوردی رحمه اللّٰهُ تعالٰی

اِتَّقِ اللّٰهَ فَتَقْوَى اللّٰهِ مَا ... جَاوَرَتْ قَلْبَ امْرِئٍ إِلَّا وَصَلْ
لَيْسَ مَنْ يَقْطَعُ طُرُقاً بَطَلاً ... إِنَّمَا مَن يَتَّقِ اللّٰهَ الْبَطَلْ
صَدِّقِ الشَّرْعَ وَلَا تَرْكَنَ إِلَى ... رَجُلٍ يَرْصُدُ فِي اللَّيْلِ زُحَلْ
حَارَتِ الْأَفْكَارُ فِي قُدْرَةِ مَنْ ... قَدْ هَدَانَا سُبْلَنَا عَزَّوَجَلَّ
كَتَبَ الْمَوْتَ عَلَى الْخَلْقِ فَكَمْ ... فَلَّ مِنْ جَيْشٍ وَأَفْنَى مِنْ دُوَلْ
أَيْنَ نَمْرُودُ وَكَنْعَانُ وَمَنْ ... مَلَكَ الْأَرْضَ وَوَلَّى وَعَزَلْ
أَيْنَ عَادٌ أَيْنَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ ... رَفَعَ الْإِهْرَامَ مَنْ يَسْمَعْ يَخَلْ
أَيْنَ مَنْ سَادُوا وَشَادُوا وَبَنُوا ... هَلَكَ الْكُلُّ وَلَمْ تُغْنِ الْحِيَلْ
أَيْنَ أَرْبَابُ الْحِجَا أَهْلُ التُّقَى ... أَيْنَ أَهْلُ الْعِلْمِ وَالْقَوْمُ الْأُوَلْ
سَيُعِيْدُ اللّٰهُ كُلًّا مِنْهُمْ ... وَسَيَجْزِي فَاعِلاً مَا قَدْ فَعَلَ

دوسرا باب نظم کے بیان میں

شیخ عمر بن وردی رحمہ اللہ تعالیٰ

(۱) اللہ سے ڈرو، کیوں کہ اللہ کا خوف جس کے بھی دل میں آ گیا وہ (مقصد تک) پہنچ گیا۔

(۲) راہزن بہادر نہیں ہے، بہادر وہ شخص ہے جو اللہ سے ڈرے۔

(۳) شریعت کی تصدیق کر اور کسی ایسے شخص کی جانب مائل نہ ہو جو رات میں زحل ستارے کی گھات میں لگا رہتا ہے۔

(۴) افکار و خیالات حیران ہیں اُس ذات عز و جل کی قدرت کے سلسلے میں جس نے ہمیں سیدھا راستہ دکھایا۔

(۵) اُس نے مخلوق کی موت کا فیصلہ کر دیا، چناں چہ کتنے لشکر کو اُس نے شکست دے دی اور کتنی حکومتوں کو فنا کے گھاٹ اتار دیا۔

(۶) نمرود، کنعان اور وہ لوگ کہاں ہیں جو روئے زمین کے مالک ہوئے اور حاکم بنایا اور معزول کیا۔

(۷) کہاں ہے عاد، کہاں ہے فرعون اور وہ لوگ جنھوں نے اہرام مصر کو بلند کیا، جو شخص سنے گا خیال ہی کرتا رہ جائے گا۔

(۸) کہاں ہیں سردارانِ قوم اور جنھوں نے بلند تعمیر کیے اور عمارتیں بنوائیں، سب دنیا سے چلے گئے اور تدبیریں کام نہ آئیں۔

(۹) کہاں ہیں اصحابِ عقل اور اصحابِ فضل، اور کہاں ہیں اہلِ علم اور پہلے لوگ۔

(۱۰) اللہ تعالیٰ اُن میں سے ہر ایک کو زندہ کرے گا اور جس نے جو کچھ کیا ہے کرنے والے کو بدلہ دے گا۔

لغات وترکیب

قَطَعَ الطَّرِيقَ يَقْطَعُ قَطْعاً (ف) ڈاکہ ڈالنا۔ بَطَلٌ، ج، أبْطَالٌ، بہادر، پہلوان۔ رَكِنَ يَرْكَنُ رُكُوناً (س) إلى أحدٍ، مائل ہونا۔ رَصَدَ يَرْصُدُ رَصْداً (ن) گھات میں بیٹھنا۔ زُحَلُ، ایک سیارہ ہے۔ حَارَ يَحَارُ حَيْرَةً (س) حیران ہونا۔ فَلَّ الجيْشَ يَفُلُّ فَلّاً (ن) شکست دینا۔ اهرام، واحد، هرمٌ، مخروطی شکل کی عمارت جس کی کرسی مثلث، یا مربع، یا بہت اضلاع والی ہو، اسی سے اہرامِ مصر ہے، جو اس لیے بنائے گئے تھے کہ بادشاہوں کے مدفن کا کام دیں۔

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم اپنی کتاب "جہانِ دیدہ" میں اہرام مصر کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

> "عہد قدیم میں دنیا کے جو سات عجائب مشہور تھے، اُن میں سے اہرامِ مصر ہی تنہا وہ عجوبہ ہے جو آج تک باقی چلا آیا ہے، ہزاروں سال قبلِ مسیح بنی ہوئی یہ حیرت انگیز عمارتیں آج بھی انجینئرنگ کی تاریخ کا عجوبہ سمجھی جاتی ہیں اور آج جب کہ انجینئرنگ اپنے بامِ عروج پر پہنچی ہوئی ہے۔ "الهرم الأكبر" اس دور میں بھی اپنے طول وعرض اور اونچائی کے لحاظ سے دنیا کی سب سے بڑی عمارت ہے۔" (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو جہان دیدہ ص: ۸۳-۸۷)

شَادَ يَشِيدُ شَيْداً (ض) عمارت بلند کرنا۔ حِيَلٌ، واحد، حيلةٌ، تدبیر۔ حِجَا، ج، أحجَاءٌ، عقل۔ جزى يَجْزِي جزَاءً (ض) بدلہ دینا۔

مَن يقطَعُ طُرُقاً، موصول صلہ سے مل کر "ليس" کا اسم ہے اور "بطلاً" خبر واقع ہے۔ فكم فلّ من جَيْشٍ، اصل میں فكم من جَيْشٍ فَلَّ ہے، یہ کم خبریہ ہے، اس کی تمیز مفرد مجرور ہوتی ہے اور کبھی کبھی من جارہ بھی داخل کرتے ہیں جیسے "كم من مالٍ أنفقتُ"۔

تشریح مذکورہ اشعار میں اولاً تقویٰ کی تاکید کی گئی کہ جس کے دل میں خدا کا خوف رہے گا، وہ منزلِ مراد تک پہنچ جائے گا۔ اور حقیقت میں جان باز اور مجاہد وہ شخص نہیں ہے، جو ڈاکہ زنی کرتا ہے، بل کہ جاں باز متقی شخص ہی ہے، اور پھر خدا تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کا بیان ہے کہ اللہ رب العزت نے کتنے بڑے بڑے لوگوں کو پیدا کیا، مگر شہنشاہوں کی شہنشاہی، امیروں کی امیری، رئیسوں کی ریاست اور مال داروں کی ثروت انھیں فنا ہونے سے نہ بچاسکی، نمرود وفرعون اور عاد وکنعان بھی اس دنیا سے چلے گئے اور ہر ایک کو آخرت میں ان کے کیے کا اجر ملے گا۔

الشّيخ تَقِيُّ الدِّين أبي بَكْرٍ علىّ الحَمْوِي

مَنْ عرَفَ اللّٰهَ أزالَ التُّهمَهْ وَقالَ كُلُّ فِعْلِهِ لِلْحِكْمَهْ

مَنْ أنْكرَ القَضَاءَ فَهُوَ مُشْرِكْ إنَّ الْقَضاءَ با الْعِبادِ أمْلَكْ

وَنَحْنُ لَا نُشْرِكُ بِاللّٰهِ وَلَا نَقْنطُ مِنْ رَحْمَتِهِ إذ نُبْتَلىٰ

عارٌ عَلَيْنا وَقَبِيْحُ ذِكْرِ أن نَجْعَلَ الْكُفْرَ مَكانَ الشُّكْرِ

وَلَيْسَ فِي الْعَالَمِ ظُلْمٌ جارِ إذْكانَ مَا يَجْرِي بِأمْرِ الْبَارِي

وَأسْعَدُ الْعالَمِ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْ سَاعَدَ النَّاسَ بِفَضْلِ الْجاهِ

وَمَنْ أغاثَ الْبائِسَ الْمَلْهُوفَا أغاثَهُ اللّٰهُ إذَا أُخِيْفَا

إنَّ الْعظِيْمَ يَدْفَعُ الْعظِيْمَ كَمَا الْجَسِيْمُ يَحْمِلُ الْجَسِيْمَ

فَإنَّ مِنْ خَلائِقِ الْكِرامِ رَحْمَةَ ذِي الْبَلاءِ وَالْأسْقَامِ

وَإنَّ مِنْ شَرَائطِ الْعُلُوِّ العَطفَ فِي الْبُوسِ عَلى العَدُوِّ

قَدْ قَضَتِ الْعُقُولُ إنَّ الشَّفْقَةَ عَلَى الْعَدُوِّ وَالصَّدِيْقِ صَدَقَهْ

وَقَدْ عَلِمْتَ وَاللَّبِيْبُ يَعْلَمُ بِالطَّبْعِ لَا يُرْحَمُ مَنْ لَا يَرْحَمُ

فَالْمَرْءُ لَا يَدْرِي مَتىٰ يُمْتَحنْ فَإنَّهُ فِي دَهْرِهِ مُرْتَهِنْ

وَ إنْ نَجا الْيَوْمَ فَمَا يَنْجُو غداً لَا يَأمَنُ الآفاتِ إلَّا ذُو الرَّدىٰ

لَا تَغْتَرِرْ بِالْحِفْظِ وَالسَّلَامَهْ فَإنَّما الْحَيٰوةُ كَالْمُدامَهْ

وَإنَّ مَنْ خَصَّ اللَّئِيْمَ بِالنَّدىٰ وَجَدْتَهُ كَمَنْ يُرَبِّي أسَدَا

وَلَيْسَ فِي طَبْعِ اللَّئِيْمِ شُكْرٌ وَلَيْسَ فِي أصْلِ الدَّنِي نَصْرُ

وَإنَّ مَنْ ألْزَمَه وَكَلَّفَهْ ضِدَّ الَّذي فِي طَبْعِهِ مَا أنْصَفَهْ

شیخ تقی الدین ابو بکر علی الحموی

(۱) جسے اللہ کی معرفت حاصل ہوگئ اُس نے تہمت کو زائل کر دیا اور قائل ہو گیا کہ: اس کا ہر فعل حکمت ہی کی وجہ سے ہے۔

(۲) جس نے قضا و قدر کا انکار کیا سو وہ مشرک ہے، بلاشبہ قضا و قدر بندوں پر حاوی ہے۔

(۳) ہم اللہ کے ساتھ شریک نہیں ٹھہراتے اور نہ ہی اسکی رحمت سے ناامید ہوتے ہیں، جب مبتلائے مصیبت ہوتے ہیں۔
(۴) ہمارے لیے باعثِ عار اور ذکر قبیح ہے کہ ہم بجائے شکر کے ناشکری کریں۔
(۵) اور دنیا میں ظلم کا سلسلہ جاری نہیں ہے، اس لیے کہ جو کچھ ہو رہا ہے باری تعالیٰ کے حکم سے ہو رہا ہے۔
(۶) اور اللہ کے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ نیک بخت وہ شخص ہے جو منصب کے فضل وکمال کے ساتھ لوگوں کی مدد کرے۔
(۷) جو شخص تنگ دست اور غم زدہ شخص کی مدد کرے گا، تو خوف کے وقت اللہ تعالیٰ اُس کی مدد کرے گا۔
(۸) بلاشبہ عظیم المرتبت شخص بڑی ہی مصیبت دور کرتا ہے، جیسے کہ طاقت ور آدمی بھاری بوجھ اٹھاتا ہے۔
(۹) کیوں کہ شرفاء کی عادت مصیبت زدہ اور بیماروں پر رحم کرنا ہے۔
(۱۰) بلاشبہ بلندیٔ ہمت کے شرائط میں سے تنگ دستی کے وقت دشمن پر شفقت کرنا ہے۔
(۱۱) عقلوں کا فیصلہ ہے کہ دوست و دشمن دونوں کے ساتھ شفقت کرنا صدقہ ہے۔
(۱۲) تمہیں معلوم ہے اور عقل مند تو فطرتاً جانتا ہے کہ جو (دوسروں پر) رحم نہیں کرتا اُس پر رحم نہیں کیا جاتا۔
(۱۳) سو کسی شخص کو نہیں معلوم کہ کب وہ آزمائش میں ڈال دیا جائے کیوں کہ وہ اپنے زمانے میں مرہون ہے۔
(۱۴) اگر وہ آج بچ گیا تو کل نہیں بچ سکتا۔ آفات سے مامون نہیں ہوسکتا مگر ہلاک ہونے والا۔
(۱۵) عافیت اور سلامتی سے دھوکہ مت کھا، کیوں کہ زندگی مانند شراب کے ہے۔
(۱۶) جو شخص کمینے کو سخاوت کے ساتھ خاص کرلے تو اس کو تم ایسا پاؤ گے جیسے وہ شخص جو شیر کی پرورش کرے۔
(۱۷) کمینے کی طبیعت میں شکر گذاری نہیں ہوتی اور کمینے کی ذات میں مدد کا جذبہ نہیں ہوتا۔
(۱۸) اور جس شخص نے کمینے پر لازم کیا اور اُس کو اُس کی طبیعت کے برخلاف چیز پر مجبور کیا اُس نے اُس کیساتھ ناانصافی کی۔

لغات وترکیب

تُهْمَةٌ، ج، **تُهَمٌ**، الزام۔ **قَنِطَ يَقْنَطُ قُنوطاً** (س) ناامید ہونا۔ **عَارٌ**، ج، **أَعْيَارٌ**، عیب، ہر وہ قول یا فعل جس سے انسانوں کو شرم آئے۔ **أَغَاثَ يُغِيثُ إِغَاثَةً** (افعال) مدد کرنا۔ **لَهِفَ يَلْهَفُ لَهَفاً** (س) غمگین ہونا، افسوس کرنا۔ **جَسُمَ يَجْسُمُ جَسَامَةً** (ک) موٹا ہونا، تناور ہونا، قوی ہونا۔ **عَطَفَ عَلٰى أَحدٍ يَعْطِفُ عَطْفاً** (ض) مہربانی کرنا۔ **لَبِيبٌ**، ج، **أَلِبَّاءُ**، عقل مند۔ **ارتَهَنَ يَرْتَهِنُ اِرْتِهَاناً** (افتعال) گروی لینا۔ بالامر کسی معاملے میں مقید ہونا۔ **رَدِيَ يَرْدىٰ ردىً** (س) ہلاک ہونا۔ **مُدَامَةٌ**، شراب۔ **نَدِيَ يَنْدىٰ ندىً** (س) سخی ہونا۔ **لئيمٌ**، ج، **لِئَامٌ**، کمینہ۔ **دَنِيَ يَدْنىٰ دَنَايَةً** (س) گھٹیا ہونا، ردی ہونا۔

إذ نبتلي، میں إذ ظرفیہ ہے، جملہ لا نشرك و لا نقنط کا ظرف ہے۔ إذ ما كان يجرى، میں "إذ" تعلیلیہ ہے

رحمةَ ذي البلاء، إنَّ کا اسم ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ في دهره مرتهن، میں في دهره "مرتهن" کا متعلق مقدم ہے۔

تشریح جو شخص اللہ کی معرفت حاصل کر لیتا ہے اُسے یہ بھی یقین ہو جاتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا کوئی بھی عمل حکمت سے خالی نہیں ہوتا ہے، اسی طریقے سے قضا وقدر پر بھی یقین کر لیتا ہے اور جس شخص کو قضا وقدر پر یقین نہ ہو وہ مشرک ہے، ہر حال میں انسان کو شکرِ خداوندی بجالانا چاہئے اور یہ یقین رکھنا چاہئے کہ کائنات میں جو کچھ ہو رہا ہے حکمِ خداوندی ہی کے تحت ہو رہا ہے، جو شخص دوسروں کی مصیبت و پریشانی میں کام آتا ہے ایسا انسان حقیقت میں نیک بخت ہے اور اگر اس پر بھی مصیبت آئے گی تو دوسرے بھی اس کے کام آئیں گے۔

اور چوں کہ انسان حوادثِ زمانہ میں گھرا رہتا ہے، اس لیے اُسے کسی بھی وقت عافیت وسلامتی سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے، ایک نصیحت یہ بھی کی گئی ہے کہ اپنا مال کمینے پر نہیں صرف کرنا چاہیے، کیوں کہ اُس کی مثال ایسے ہی ہے، جیسے شیر کی پرورش کرنا۔ کہ کسی بھی وقت دھوکا دے سکتا ہے۔

ولبعضهم

يَا رَبِّ خُذْ بِيَدِيْ مَا قَدْ دُفِعْتُ لَهُ ... فَلَسْتُ مِنْهُ عَلٰى وِرْدٍ لَا صَدْرِ

اَلْأَمْرُ مَا أَنْتَ رَائِيهِ وَعَامِلُهُ ... وَقَدْ عُتِبْتُ وَلَا عَتْبَ عَلَى الْقَدْرِ

مَنْ يَكْشِفُ السُّوءَ إِلَّا أَنْتَ بَارِئُنَا ... وَمَنْ يُزِيْلُ لِصَفْوٍ حَالَةَ الْكَدْرِ

کسی شاعر کا شعر ہے

(۱) اے میرے پروردگار! میری دست گیری فرما اُس مصیبت میں جس کی طرف دھکیل دیا گیا ہوں؛ کیوں کہ اُس کے دفع کرنے کی میرے پاس کوئی تدبیر نہیں ہے۔

(۲) حقیقی بات وہی ہے جس کا تو دیکھنے اور کرنے والا ہے اور میں مبتلائے عتاب ہوں اور فیصلہ خداوندی پر کوئی سرزنش نہیں۔

(۳) اے ہمارے خالق! تیرے علاوہ برائی کو کون دور کر سکتا ہے اور کون بدتر حالت کو بہتر حالت سے بدل سکتا ہے۔

لغات وترکیب

دَفَعَ يَدْفَعُ دَفْعاً (ف) دھکیلنا، دھکا دینا۔ وَرَدَ يَرِدُ وَرْداً (ض) پانی کے پاس آنا۔ صَدَرَ يَصْدُرُ صَدْراً (ن) واپس ہونا۔ عَتَبَ يَعْتِبُ عَتْباً (ض) سرزنش کرنا۔ كَشَفَ الغمَّ يَكْشِفُ كَشْفاً (ض) غم زائل کرنا۔ صَفْوٌ، خالص محبت، خالص اور عمدہ۔ كَدُرَ يَكْدُرُ كُدُورَةً (ن) گدلا ہونا۔

خُذْ بیدی، جوابِ ندا ہے۔ فلست منه أی لا أتمكّنُ مِنْ دَفعِهٖ. "منه" لا أتمكّنُ کے متعلق ہے۔

تشریح یَارَبِّ خذ بیدی:- مطلب ان اشعار کا یہ ہے کہ اے میرے پروردگار! میں جس مصیبت میں بھی مبتلا ہوں اُس سے چھٹکارا دلانے والا تو ہی ہے بغیر تیرے فیصلے کے نجات ناممکن ہے، اور جو بھی مصیبت آتی ہے وہ درحقیقت ہمارے ہی عملِ بد کا نتیجہ ہوا کرتی ہے اور خدا کا فیصلہ تو انسان کے کرتوت کے مطابق ہوتا ہے۔ خدایا تو ہی میری بدتر حالت کو بہتر حالت سے تبدیل فرما۔

لبعض الأكابر

جَمِيعَ الْكُتُبِ يُدْرِكُ مَنْ قَرَأَهَا مَلَالٌ أَوْ فُتُورٌ أَوْسَآمَةْ
سِوَىٰ هٰذَا الْكِتَابِ فَإِنَّ فِيهِ بَدَائِعَ لَا تُمِلُّ إِلَى الْقِيَامَةْ

اکابر ہی میں سے کسی کا شعر ہے

(۱) تمام کتابوں کے پڑھنے والوں کو تکان، سستی اور اکتاہٹ پکڑ لیتی ہے
(۲) بجز اس کتاب عزیز کے، کیوں کہ اس میں ایسی انوکھی چیزیں ہیں جو قیامت تک اکتاہٹ میں نہیں ڈال سکتیں

لغات وترکیب

مَلَّ يَمَلُّ مَلَالاً (س) تنگ دل ہونا۔ فتَرَ يَفْتُرُ فُتُوراً (ن) سختی کے بعد نرم پڑنا۔ سَامَ يَسْامُ سآمَةً (س) اکتانا۔ بَدَائعُ، واحد، بَدِيعَةٌ، انوکھی چیز۔ أمَلَّ يُمِلُّ إمْلالاً (افعال) ملال میں ڈالنا۔

ملالٌ، فتورٌ اور سآمةٌ، تینوں "يدرك" کا فاعل واقع ہیں، بَدَائعَ موصوف ہے اور "لا تملّ" کا پورا جملہ صفت ہے، موصوف باصفت "إنّ" کا اسم موخر ہے، اور "فيه" خبر مقدم ہے۔

تشریح شعر مذکور میں قرآن کریم کی خصوصیت بیان کی گئی ہے کہ دنیا کی تمام کتابوں سے یہ منفرد ہے، کسی بھی کتاب کو پڑھنے والا شخص تنگ دلی، سستی اور اکتاہٹ میں مبتلا ہو جاتا ہے اگر مسلسل اسی کو پڑھتا رہے، مگر قرآن کریم ایک ایسی کتاب ہے جس کا پڑھنے والا کبھی ملال اور اکتاہٹ میں مبتلا نہیں ہوگا؛ کیوں کہ اس میں بڑی انوکھی چیزیں ہیں۔

مدحُ النّبي المُختار

نور الدين أبوالحسن علي بن أحمد

فُؤَادٌ بِأَيْدِى النَّائِبَاتِ مُصَابُ وَجَفْنٌ لِفَيْضِ الدَّمْعِ فِيهِ مُصَابُ

تَناءَتْ دِيَارٌ قَدْ اَلِفْتُ وَجِيرَةٌ ... فَهلْ لِي إلى عهْدِ الوِصَالِ إيابُ

وَفارَقْتُ أوطَانِي وَلَمْ ابْلُغِ المُنٰى ... وَدُوْنَ مُرادِي أبْحُرٌ وهِضَابُ

مَضٰى زَمَنِي وَالشَّيْبُ حَلَّ بِمَفْرَقِي ... وَأبْعَدُ شَيْءٍ أن يُرَدَّ شَبَابُ

إذَا مَرَّ عُمُر الْمَرْءِ لَيْسَ بِرَاجِع ... وَإنْ حَلَّ شَيْبٌ لَمْ يُفْدِه خِضَابُ

فَحلَّ حَمَامُ الشَّيْبِ فِي فَرْقِ لِمَّتِي ... وَقَدْ طَارَ عَنْهَا لِلشَّبَابِ غُرَابُ

وَكَمْ عِظَةٍ لِي فِي الزَّمَان وَأهْلِهِ ... وَبين فؤادِي والقَبول حجابُ

فَدَعْ شَهوَاتِ النَّفْسِ عَنْكَ بِمَعْزَل ... فَعَذْبُ اللَّيَالِي مُقْتَضَاهُ عَذَابُ

أُطَهِّرُ أثْوَابِي وَقَلْبِي مُدَنَّسٌ ... وَأزْعُمُ صِدْقاً وَالْمقالُ كِذَابُ

وَأخْشٰى سِهَامَ الْمَوْتِ تَفْجأ غفْلَةً ... وَمَا سَارَ بِي نَحْوَ الرَّسُولِ رِكَابُ

وَقَلْبِي مَعْمُورٌ بِحُبِّ مُحَمَّدٍ ... فَمَالِيَ فِي غَيْرِ الْحِجَازِ طِلَابُ

يَحِنُّ إلٰى أوْطَانِهٖ كُلُّ مُسْلِمٍ ... فَقُدْسَ مِنْهَا مَنْزِلٌ وَجَنابُ

فَاسْعَدُ أيَّامِي إذَا قِيلَ هٰذِهٖ ... مَنَازِلُ مِنْ وَادِي الحِمٰى وَقِبابُ

فَجِسْمِي فِي مِصْرَ وَرُوحِي بِطَيْبَةٍ ... فَلِلرُّوحِ عَنْ جِسْمِي هُنَاكَ مَنابُ

علٰى مِثْلِ هٰذَا العِجْزِ وَالْعُمْرِ مُنْقَضٍ ... تُشَقُّ قُلُوبٌ لَا تُشَقُّ ثِيَابُ

وَأرْجُوا ثَواباً بِامْتِدَاحِي مُحَمَّداً ... وَمَا كُلُّ مُثْنٍ فِي الزَّمَان يُثَابُ

بِهٖ أُخْمِدَتْ مِنْ قَبْلُ نِيرَانُ فَارِسٍ ... وَحُقِّقَ مِنْ ظَبْيِ الْفَلَاةِ خِطَابُ

وَكَمْ قَدْ سُقِيَ مِنْ كَفِّهِ الْجَيْشُ فَارْتَوَوْا ... وَكَمْ قَدْ شَفٰى مِنْهُ الْعُيُونَ رُضَابُ

فَلَمْ تُلْهِهٖ دُنْيَاهُ عَنْ خَوفِ رَبِّهٖ ... وَلَا شَغَلَتْهُ عَنْ رِضَاهُ كِعَابٌ

مُحَمَّدُنِ الْمُخْتَارُ أعْلَى الْوَرٰى نَدًى ... وَأكْرَمُ مَبْعُوثٍ أتَاهُ كِتَابُ

إلَيْكَ رَسُولَ اللّٰهِ اُنْهِي مَدَائِحِي ... وَإنَّ رَجَائِي رَاحَةٌ وَثَوابُ

إذَا قِيلَ مَنْ تَعْنِي بِمَدْحِكَ كُلِّهٖ ... فَأنْتَ إذَا خَبَرْتُ عَنْهُ جَوَابُ

فَلَيْتَكَ تَحْلُو وَالْحَيٰوةُ مَرِيْرَةٌ ... وَلَيْتَكَ تَرْضٰى وَالْاَنَامُ غِضَابُ

فَأنْتَ اَجَلُّ الْعَالَمِيْنَ مَكَانَةً ... وَأكْرَمُ مَدْفُونٍ حَوَاهُ تُرَابُ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی

نورالدین ابوالحسن علی بن احمد

(۱) میرا دل مصائبِ زمانہ کے قبضے میں مبتلائے مصیبت ہے اور آنکھ کی پلک آنسو بہنے کی وجہ سے بھیگی ہوئی ہے۔

(۲) وہ آبادیاں اور پڑوسی دور ہو گئے، جن سے میں مانوس تھا تو کیا زمانۂ وصال کی جانب میری واپسی ممکن ہے۔

(۳) میں اپنے وطن سے جدا ہو گیا اور میری آرزوؤں کی تکمیل نہ ہوئی اور میرے مقصد کے درمیان سمندر اور پہاڑ حائل ہو گئے۔

(۴) میرا زمانہ گذر گیا اور بڑھاپا میرے سر پر پھیل گیا اور جوانی کی واپسی بعید تر (محال) ہے۔

(۵) جب انسان کی عمر گذر جاتی ہے تو واپس نہیں آتی اور اگر بڑھاپا اتر آئے تو خضاب اسے فائدہ نہیں دیتا۔

(۶) میری زلفِ دراز میں بڑھاپے کا کبوتر اُتر آیا اور وہاں سے جوانی کا کوا اڑ گیا۔

(۷) میرے لیے زمانہ اور اہل زمانہ میں بہت سی نصیحتیں ہیں اور میرے دل اور قبولیت کے درمیان پردہ حائل ہے۔

(۸) پس خواہشاتِ نفس کو اپنے سے دور کر کے علاحدگی میں رہ، کیوں کہ حلاوتِ شب کا انجام عذاب ہے۔

(۹) میں اپنے کپڑوں کی پاکیزگی میں لگا ہوا ہوں حال یہ ہے کہ میرا دل گندہ ہے اور میں سچائی خیال کر رہا ہوں حالانکہ بات جھوٹی ہے۔

(۱۰) میں موت کے تیروں کا اندیشہ کر رہا ہوں کہ کہیں وہ غفلت میں آپڑیں حالانکہ سواریاں ابھی مجھے رسول کی جانب بھی لے کر نہیں چلیں۔

(۱۱) میرا دل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے معمور ہے پس حجاز کے علاوہ میرا کوئی مطلوب نہیں ہے۔

(۱۲) ہر مسلمان وطنِ حجاز کا مشتاق ہے، کیوں کہ حجاز کا مکان اور صحن مقدس ہے۔

(۱۳) تو میری زندگی کا مسعود ترین دن وہ ہوگا، جب کہا جائے یہ ہیں مدینہ کے گھر اور گنبدِ خضرا۔

(۱۴) میرا جسم مصر میں ہے اور میری روح طیبہ میں ہے، تو روح کی جسم سے ہٹ کر وہیں قیام گاہ ہے۔

(۱۵) اس جیسی عاجزی پر جب کہ عمر گذر رہی ہے دل پھٹ رہے ہیں نہ کہ صرف کپڑے پھٹ رہے ہیں۔

(۱۶) میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی سے ثواب کی امید رکھتا ہوں اور زمانے میں ہر تعریف کرنے والے کو بدلہ نہیں دیا جاتا۔

(۱۷) اس سے پہلے آپ کی برکت سے فارس کی آگ بجھ گئی اور جنگل کے ہرن سے خطاب کا تحقق ہوا۔

(۱۸) بارہا آپ کے دستِ مبارک سے لشکر کو پانی پلایا گیا تو وہ سیراب ہوئے اور کتنی ہی مرتبہ آپ کے لعابِ دہن نے آنکھوں کو شفا بخشی۔

(۱۹) پھر بھی دنیا نے نہ تو آپ کو آپ کے رب کے خوف سے غافل کیا اور نہ ہی دوشیزاؤں نے رضائے الٰہی سے باز رکھا۔

(۲۰) محمد صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق میں سب سے برگزیدہ ہیں دریا دلی کے اعتبار سے اور ہر صاحبِ کتاب نبی سے اعلیٰ واشرف ہیں۔

(۲۱) اے اللہ کے رسولؐ! آپ ہی کے جناب میں اپنی تعریفیں پہنچارہا ہوں اور سکون راحت اور ثواب میری آرزو ہے۔

(۲۲) جب کہا جائے گا: اپنی تمام تعریفات سے کس کو مراد لے رہے تھے، پس آپ ہی جواب ہوں گے جب میں اس کے متعلق خبر دوں گا۔

(۲۳) پس کاش آپ شیریں رہیں خواہ زندگی تلخ رہے، اور کاش آپ خوش رہیں خواہ مخلوق ناراض رہے۔

(۲۴) آپ سارے جہان میں سب سے زیادہ بلند مرتبہ اور مدفون ہونے والوں میں جن کو مٹی نے گھیر لیا ہے سب سے زیادہ معزز ہیں۔

لغات وترکیب

نائباتٌ، واحد، نائبةٌ، مصیبت۔ أصابه الدهر یصیبُ إصابةً (افعال) مبتلائے مصیبت ہونا۔ جَفْنٌ، ج، جُفُونٌ، پلک۔ فَاضَ الدَّمْعُ یَفِیْضُ فَیْضَاناً (ض) آنسو بہنا۔ تَنَاءیٰ یتناءیٰ تنائیاً (تفاعل) دور ہونا۔ جِیْرَةٌ، واحد، جَارٌ، پڑوسی۔ آبَ یؤبُ اِیاباً (ن) لوٹنا۔ أوطانٌ، واحد، وَطَنٌ، وطن۔ مُنیٰ، واحد، مُنْیَةٌ، آرزو۔ أبحُرٌ، واحد، بَحْرٌ، سمندر۔ هِضَابٌ، واحد، هَضْبَةٌ، زمین پر پھیلا ہوا پہاڑ۔ مَضٰی یَمْضِي مُضِیاً (ض) گذرنا۔ حَلَّ بِالمکان یَحِلُّ حُلُولاً (ض، ن) اترنا، نازل ہونا۔ مَفْرِقٌ، ج، مَفَارِقٌ، مانگ۔ لِمَّةٌ، ج، لِمَمٌ، بالوں کی زلف جو کان کی لو سے متجاوز ہو۔ حِجَابٌ، ج، حُجُبٌ، پردہ۔ دَنَّسَ تدنیساً (تفعیل) گندہ کرنا۔ سِهَامٌ، واحد، سَهْمٌ، تیر۔ رِکَابٌ، واحد، رَکْبٌ، سواری۔ حَنَّ إلی شئ یَحِنُّ حَنِیْناً (ض) کسی چیز کا مشتاق ہونا۔ نَابَ یَنُوبُ نَوْباً (ن) قائم مقام ہونا۔ أخْمَدَ النَّارَ یُخْمِدُ إخْمَاداً (افعال) آگ بجھانا۔ ارتویٰ یرتوي ارتواءً (افتعال) سیراب ہونا۔ رُضَابٌ، چوسا ہوا تھوک۔ ألْهٰی یُلْهِي إلْهَاءً (افعال) غافل کرنا۔ کَعَبَ یَکْعَبُ کُعُوباً (ف) پستان ابھرنا۔ نَدِيَ یَنْدیٰ ندیً (س) نمی ہونا۔ مَرَّ یَمَرُّ مَرَارَةً (تلخ ہونا، کڑوا ہونا۔ غِضَابٌ، واحد، غَاضِبٌ، ناراض۔ حَوَیٰ یَحْوِي حویً (ض) جمع کرنا، شامل کرنا۔

فُؤادٌ، مبتدا کی وجہ سے مرفوع ہے اور خبر محذوف ہے أي لي فُؤادٌ، بأیدي النَّائبات "مُصَابٌ" سے متعلق ہے، یہی ترکیب "جَفْنٌ لغیض الدَّمع" دوسرے مصرع کی بھی ہے۔ "جِیْرَةٌ" کا عطف "دِیَارٌ" پر ہے اور "قَدْ ألفتُ"

صفت واقع ہے أي قد ألفتُ بها۔ أن يُرَدَّ شبابُ، بتاویل مفرد ہوکر ''أبعدُ شيٍ'' مبتدا کی خبر ہے۔ کَمْ عظةٍ، میں کم خبریہ ہے۔ طِلَابُ ''ما'' کا اسم ہے اور ''لي في غير الحجاز'' خبر واقع ہے۔ على مثل هٰذا العجز ''تُشقُّ'' سے متعلق ہے۔

تشریح اشعار مذکورہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کی گئی ہے۔ کہ میرا دل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے معمور ہے اور میرا مقصد سرزمین حجاز کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے، میرے لیے مسعودترین دن وہ ہوگا جب مجھے سرزمینِ بطحا میں جگہ ملے گی اور اِس وقت تو میرا حال یہ ہے کہ جسم تو مصر میں ہے اور روح طیبہ میں، میں طیبہ پہنچنے سے عاجز ہوں، بدقسمت ہوں اور ایسی عاجزی و بدقسمتی میں دل پھٹا جارہا ہے، صرف کپڑے نہیں پھٹ رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ بے شمار شعراء اور اہلِ قلم نے آپ کی تعریف وتوصیف میں قصیدے لکھے، اشعار کہے مگر آخر میں سبھی نے یہ اعتراف کیا:

لا يمكن الثناء كما كان حقُّه بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

وقال حَسَّانُ يَمْدَحُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم

وَأَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِي وَأَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی شان میں فرمایا

(۱) آپؐ سے بہتر نہ کبھی میری آنکھ نے دیکھا اور نہ ہی آپؐ سے زیادہ حسین عورتوں نے کسی کو جنا۔

(۲) آپ ہر عیب سے پاک وصاف پیدا کیے گئے گویا کہ آپ جیسا چاہتے تھے اُسی طرح پیدا کیے گئے۔

لغات وترکیب

وَلَدَ يَلِدُ وُلُودًا (ض) جننا۔ بَرَّأَ يُبَرِّأُ تبرئةً (تفعيل) بری کرنا۔ بے قصور ٹھہرانا۔

''أحسنَ'' لم ترَ کا مفعول واقع ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ ''مبرّئاً'' تَ، ضمیر فاعل سے حال واقع ہے۔

تشریح حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا یہ شعر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف میں بہت ہی جامع شعر ہے کہ میری نگاہ نے آپ سے زیادہ حسین کسی کو دیکھا ہی نہیں اور نہ ہی آپ سے زیادہ حسین کوئی پیدا ہوا، یوں کہہ لیجئے کہ آپ حسب منشا پیدا ہوئے، کسی نے ان اشعار کا اردو میں بہت ہی عمدہ ترجمہ کیا ہے کہ:

نہیں دیکھا مری آنکھوں نے تجھ جیسا حسیں کوئی نہیں ماں جن سکی دنیا میں تجھ سا مہ جبیں کوئی

مبرا تجھ کو عیبوں سے جہاں میں سب کیا پیدا بنایا تجھ کو ویسا ہی کہ چاہا تونے خود جیسا

ولبعضهم

اَلْمُرْتَمٰى فِي دُجىً وَالْمُبْتَلٰى بِعَمىً   وَالْمُلْتَظٰى بِصَدىً وَالْمُحْتَوٰى دَيْناً

يَأتُونَ سَدَّتَهُ مِنْ كُلِّ نَاحِيَةٍ   وَيَسْتَفِيْدُوْنَ مِنْ نَعْمَائِهِ عَيْناً

ایک شاعر کا شعر ہے

تاریکی میں پڑے ہوئے، نابینائی میں مبتلا، پیاس کی آگ میں جلے ہوئے اور قرض میں گھرے ہوئے
سب ہر چہار جانب سے اُسی کی چوکھٹ پر آتے ہیں اور اس کی نعمتوں میں سے ہر چیز سے مستفید ہوتے ہیں

لغات وترکیب

ارتمٰى يرتمي ارتماءً (افتعال) پھینکا جانا۔ دُجى، واحد، دُجْيَةٌ، تاریکی۔ عَمِيَ يَعْمٰى عَمىً (س) اندھا ہونا، نابینا ہونا۔ التظٰى يَلْتَظِي التظاءً (افتعال) بھڑکنا۔ صَدِيَ يَصْدٰى صَدىً (س) پیاسا ہونا۔ احتوٰى يحتوي احتواءً (افتعال) شامل ہونا۔

في دُجىً "المرتمٰى" سے متعلق ہے۔ اور "ديناً" تمیز کی بنا پر منصوب ہے، شعر اول میں "المرتمٰى، المبتلى" وغیرہ معطوف علیہ ومعطوف مل کر مبتدا اور "يأتون سدّته" خبر واقع ہے۔

تشریح مطلب یہ ہے کہ دنیا میں جو شخص بھی کسی مصیبت میں مبتلا ہے وہ اپنی مصیبت سے نجات پانے کے لیے اللہ رب العزت ہی کے دروازے کو کھٹکھٹاتا ہے اور اللہ کی ذات ایسی ہے کہ جب بندہ اس کی چوکھٹ تھام لیتا ہے، تو اس کی مصیبت و پریشانی کو دور کر دیتا ہے اور اسے راحت اور نعمت عطا کرتا ہے جس سے وہ بہرہ ور ہوتا ہے۔

الاقتداء بالنبيّ (فداه أبي وأمّي)

أبو حيّان

أَمَّا أَنَّهُ لَوْلَا ثَلَاثٌ أُحِبُّهَا   تَمَنَّيْتُ أَنِّي لَا أُعَدُّ مِنَ الْأَحْيَاءِ

فَمِنْهَا رَجَائِي أَنْ أَفُوزَ بِتَوْبَةٍ   تُكَفِّرُ لِي ذَنْباً وَتُنْجِحُ لِي سَعْياً

وَمِنْهُنَّ صَوْنِي النَّفْسَ عَنْ كُلِّ جَاهِلٍ   لَئِيمٍ فَلَا أَمْشِي إِلٰى بَابِهِ مَشْياً

وَمِنْهُنَّ أَخْذِي بِالْحَدِيْثِ إِذَا الْوَرٰى   نَسُوا سُنَّةَ الْمُخْتَارِ وَاتَّبَعُوا الرَّأْيَا

أَتَتْرُكُ نَصّاً لِلرَّسُولِ وَتَقْتَدِي   بِشَخْصٍ؟ لَقَدْ بَدَّلْتَ بِالرُّشْدِ الْغَيَّا

نبی اکرم ﷺ کی اقتدا (میرے ماں باپ آپ پر قربان)

ابوحیّان

(۱) سنو، واقعہ یہ ہے کہ اگر وہ تین چیزیں نہ ہوتیں جنھیں میں چاہتا ہوں تو میں اس بات کی تمنا کرتا کہ میرا شمار زندوں میں نہ کیا جائے۔

(۲) اُن میں سے ایک میری یہ امید ہے کہ میں ایسی توبہ میں کامیاب ہو جاؤں جو میرے گناہوں کا کفارہ بنے اور میری کوشش کو بارآور بنا دے۔

(۳) اور اُنھیں میں سے میرا اپنے نفس کو ہر جاہل کمینہ سے محفوظ رکھنا ہے کہ میں اس کے دروازے تک بھی نہ جاؤں۔

(۴) اور انھیں میں سے میرا حدیث پاک کو اختیار کرنا ہے جب لوگ برگزیدہ نبی کی سنتوں کو فراموش کر دیں اور رائے کی اتباع کرنے لگیں۔

(۵) کیا تو رسول کی حدیث کو چھوڑ کر کسی شخص کی اقتدا کرتا ہے، یقیناً تم نے ہدایت کے بدلے گمراہی کو لے لیا۔

لغات وترکیب

أنجح السّعي يُنجحُ إنجاحاً (افعال) کوشش بارآور بنانا۔ صانَ يَصُونُ صَوْناً (ن) حفاظت کرنا۔ لئيمٌ، ج، لِئامٌ، کمینہ۔ نَصٌّ، ج، نُصُوصٌ، صریح بات۔ رَشَدَ يَرْشُدُ رُشداً (ن) ہدایت پانا، راہِ راست پر چلنا۔ غوىٰ يَغْوِي غيّاً (ض) گمراہ ہونا۔

أما انه لولا ثلث۔ أما حرف تنبیہ ہے۔ "ثلاثٌ" موصوف ہے اور مابعد جملہ اس کی صفت ہے، موصوف باصفت مبتدا ہے اور خبر محذوف ہے، أى "لولا ثلثٌ" أحبّها موجودةٌ لي" تمنّيت الخ، لولا کا جواب ہے۔ منها، خبر مقدم ہے اور "رجائي" مبتدا موخر ہے۔ یہی ترکیب مابعد والے جملوں کی بھی ہے۔ "بالحديث" أخذي میں "أخذ" مصدر سے متعلق ہے۔

تشریح أما انه۔ شاعر کہنا یہ چاہ رہا ہے کہ توبہ کی امید، جاہل سے نفس کی حفاظت اور سرکارِ دو عالم کی سنت کو اختیار کرنا، یہ تین ایسی محبوب چیزیں ہیں جن کی وجہ سے میں زندگی کو پسند کر رہا ہوں، اگر یہ تینوں چیزیں نہ ہوتیں تو میں زندگی کے مقابلے میں موت کو ترجیح دیتا، مگر یہ تین چیزیں ایسی ہیں جن سے مجھے بخشش کی توقع ہے اس لیے زندگی کو بھی گوارہ کر لے رہا ہوں۔

الرِّضاءُ بِالْقَضاءِ

لِبَعْضِهِمْ

يَقُولُونَ لِي صَبراً وَإنّي لَصَابِرٌ ... عَلٰى نَائِبَاتِ الدَّهْرِ وَهِيَ فَوَاجِعُ

سَأَصْبِرُ حَتّٰى يَقْضِيَ اللّٰهُ مَا قَضٰى ... وَإنْ أنَا لَمْ أَصْبِرْ فَمَا أنَا صَانِعُ

رضا بر قضا

کسی شاعر کا شعر ہے

(۱) لوگ مجھ سے کہتے ہیں: صبر کر، اور یقینا میں زمانے کے مصائب پر صبر کرنے والا ہوں حالانکہ وہ بہت تکلیف دہ ہیں۔

(۲) میں صبر کرتا رہوں گا، یہاں تک کہ اللہ رب العزت فیصلہ فرما دے جو اُس نے تقدیر میں لکھ رکھا ہے اور اگر میں نے صبر نہ کیا تو کچھ بھی نہ کر سکوں گا۔

لغات وترکیب

رَضِيَ بِشَيءٍ يَرضٰى رِضَاءً (س) کسی چیز پر خوش ہونا۔ نائباتٌ، واحد، نائبةٌ، مصیبت۔ فواجع، واحد، فاجِعَةٌ، تکلیف۔قَضٰى يَقْضِي قَضَاءً (ض) فیصلہ کرنا۔

صبراً، مفعولِ مطلق کی بنیاد پر منصوب ہے۔ علی نائباتِ الدّهر "صابرٌ" سے متعلق ہے۔ حتی يقضي الله أی إلی أن يقضي الله، حتی جارہ بمعنی إلی "سأصبر" سے متعلق ہے۔ "فما أنا صانع" یہ جملہ "إن" شرطیہ کی جزا ہے۔

تشریح يقولون لي صبراً۔ شعر مذکور کا مطلب یہ ہے کہ میں فیصلۂ خداوندی پر راضی ہوں، خواہ میرے اوپر کتنی ہی مصیبتیں آئیں، میں بخوشی انھیں برداشت کرتا ہوں، اس لیے کہ اللہ کا فیصلہ ہو کر رہتا ہے اور اگر میں صبر نہ کروں تو پھر کچھ نہ کر پاؤں گا۔

الشُّكْرُ

وَقَالَ آخَرُ

إذَا كانَ شُكْرِي نِعْمَةَ اللّٰهِ نِعْمَةً ... عَلَيَّ لَهُ فِي مِثْلِهَا يَجِبُ الشُّكْرُ

فَلَيس بُلُوغُ الشُّكر إلّا بفضْلِهِ ... و إن طالت الْأيّامُ واتَّصلَ الصَّبْرُ

(۱) جب میرا اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرنا بھی میرے حق میں نعمت ہے، تو اُس جیسی نعمت میں شکر واجب ہے۔

(۲) کیوں کہ مرتبۂ شکر تک پہنچنا بغیر فضلِ خداوندی کے نہیں ہو سکتا گرچہ طویل زندگی ہاتھ آ جائے اور صبر دائمی رہے۔

لغات وترکیب

شَكَرَ يَشْكُرُ شُكْراً (ن) شکر ادا کرنا۔ نِعْمَةٌ، ج، نِعَمٌ، نعمت۔

لَهُ في مثلها يجب الشكر، لهٗ اور "في مثلها" دونوں "يجب" کا متعلق مقدم ہیں أي يجب الشكر له في مثلها.

تشریح شاعر کہنا یہ چاہ رہا ہے کہ نعمتِ خداوندی کا شکر بھی ایک نعمت ہے اور اُس شکرِ نعمت کا بھی شکر واجب ہے، اس لیے کہ انسان کو نعمتِ خداوندی کے شکریے کی توفیق بغیر فضل خداوندی کے حاصل نہیں ہوسکتی ہے، خواہ کتنی لمبی عمر کیوں نہ پائے۔ اس لیے بہر حال فضلِ خداوندی کی نعمت کا شکر بجالانا عین اطاعت ہوگی۔

ابن نباته

لَمْ يُبْقِ جُودُكَ لِي شَيْئاً أُؤَمِّلُهُ　　تَرَكْتَنِي أَصْحَبُ الدُّنْيَا بِلَا أَمَلِ

ولـــهٗ

لَنَا مَلِكٌ قَدْ قَاسَمَتْنَا هِبَاتُهُ　　فَنَثْرُ الْعَطَا مِنْهُ وَنَظْمُ الثَّنَا مِنَّا

يُذَكِّرُنَا أَخْبَارَ مَعْنٍ بِجُودِهِ　　فَنُنْشِي لَهُ لَفْظاً وَيُنْشِي لَنَا مَعْنَا

ابن نباتہ

تیری سخاوت نے میرے لیے کوئی چیز باقی نہیں رکھی، جس کی میں امید کروں تو نے مجھے اس حال میں چھوڑا ہے کہ میں دنیا کے ساتھ بغیر امید کے رہتا ہوں۔

اور انھیں کا شعر ہے

ہمارا بادشاہ ایسا ہے کہ اس کی بخششوں نے ہم سے حصہ بانٹ لیا، چناں چہ اُس نے اپنی جانب سے عطیہ بکھیر دیا اور ہماری جانب سے تعریف جمع کرلیا۔

وہ ہمیں اپنی داد و دہش سے معن کی خبریں یاد دلاتا ہے، تو ہم اس کے لیے الفاظ تحریر کرتے ہیں اور وہ ہمارے لیے معنی تیار کرتا ہے۔

لغات وترکیب

أَبْقٰى يُبْقِي إِبْقَاءً (افعال) باقی رکھنا۔ **جَادَ يَجُودُ جُوداً** (ن) سخاوت کرنا۔ **أَمَّلَ يُؤَمِّلُ تَأْمِيلاً** (تفعیل) امید کرنا۔ **صَحِبَ يَصْحَبُ صَحْباً** (س) ساتھ رہنا۔ **أَمَلٌ**، ج، آمالٌ، امید۔ **نَثَرَ يَنْثُرُ نَثْراً** (ن) بکھیرنا۔ **نَظَمَ يَنْظِمُ نَظْماً** (ض) پرونا، ترتیب دینا۔ **أَنْشٰى يُنْشِي إِنْشَاءً** (افعال) لکھنا۔ **مَعْنٰى**، ج، **مَعَانِي**، معانی۔

شيئاً اؤملہ۔ میں "شيئاً" موصوف ہے اور "أُؤَمِّلُهُ" صفت ہے۔ **أصحبُ الدنيا** یہ جملہ "تركتني" کی ضمیرِ مفعول سے حال واقع ہے۔ "بجوده" جار با مجرور "يذكّرنا" سے متعلق ہے۔

تشریح ابن نباتہ اپنے ممدوح کی سخاوت کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ان کی سخاوت اتنی زیادہ ہے کہ کوئی چیز ایسی باقی ہی نہیں، جس کی میں تمنا کروں گویا دنیا کی تمام خواہشات کی تکمیل ہوگئی اب میں دنیا میں زندگی

بسر کر رہا ہوں مگر میری کوئی آرزو باقی نہیں ہے۔

دوسرے اشعار کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے بادشاہ کے عطیے کو اپنے اور بادشاہ کے درمیان اس طرح تقسیم کرلیا کہ وہ ہمیں اپنی سخاوت سے نوازتے ہیں اور ہم ان کی تعریف کرتے ہیں، وہ سخاوت کر کے معن کی سخاوت کی داستانیں یاد دلاتے ہیں، سو ہم ان کے لیے الفاظ کی ترتیب دیتے ہیں اور وہ معنی کی ترتیب دیتے ہیں۔

الدنیا

ابن حُبَیْش

قَالُوا تَصَبَّرْ عَنِ الدُّنْیَا الدَّنِیَّةِ أو ... كُنْ عَبْدَهَا وَاصْطَبِرْ لِلذُّلِّ وَاحْتَمِلِ

لَا بُدَّ مِنْ أحدِ الصَّبْرَیْنِ قُلْتُ نَعَمْ ... الصَّبْرُ عَنْهَا بِعَوْنِ اللّٰهِ أوْفَقُ لِي

دنیا

ابن حبیش

(۱) لوگ کہتے ہیں کہ کمینی دنیا سے صبر اختیار کرلے، یا اُس کا غلام ہو جا اور ذلت پر صبر کرتے رہو اور برداشت کرتے رہو۔

(۲) ان دو صبروں میں سے ایک ضروری ہے میں نے کہا: ہاں اللہ کی مدد سے دنیا ہی سے صبر کرلینا میرے لیے مناسب ہے۔

لغات وترکیب

تَصَبَّرَ عَنْ شيءٍ یتصبّرُ تصبُّراً (تفعل) کسی چیز سے باز رہنا۔ اصْطَبَر یصْطَبِرُ اصطباراً (افتعال) صبر کرنا۔ احْتَمَلَ یَحْتَمِلُ احْتمالاً (افتعال) برداشت کرنا۔

تشریح اشعار مذکورہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ چاہتے ہو کہ دنیا سے جی نہ لگاؤ اور دنیا تم سے دور رہے، تو تم خود دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرلو، اس صورت میں دنیا کے مصائب سے نجات میں رہو گے اور اگر دنیا سے فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہو تو ذلت کے ساتھ اُس کا غلام بننا پڑے گا، ایسا کرلو، ان دونوں صورتوں میں سے کسی ایک کو اختیار کیے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

أبو محمد القرطبي

لَعَمْرُكَ ما الدُّنْیا وسُرْعَةُ سَیْرِها ... لِسُكَّانِها إلّا طَرِیْقُ مَجَازِ

حَقِیْقَتُها أنّ المجَازَ بِغَیْرِها ... ولكنّهُم قَدْ أوْسَعُوا بِمَجَازِ

ابو محمد قرطبی

(۱) تیری زندگی کی قسم دنیا اور اس کی تیز رفتاری دنیا والوں کے لیے محض ایک گذرگاہ ہے۔

(۲) اس کی حقیقت یہ ہے کہ مجاز بلا حقیقت ہے مگر لوگوں نے مجاز میں توسیع کر ڈالی ہے۔

تشریح شعر مذکور میں دنیا کی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے کہ اس کی مثال گذرگاہ کی سی ہے جہاں آدمی زیادہ دیر تک نہیں ٹھہرتا۔ دنیا میں بھی آنے والا مستقل رہنے والا نہیں ہے، کسی نہ کسی دن اُسے رختِ سفر باندھنا ہے۔ اس لیے ہر وقت انسان کو تیار رہنا چاہیے۔

ولـــهٗ

لَعَمْرُكَ مَا حَصَلْتُ عَلَى خَطِيْرٍ ۔۔۔ مِنَ الدُّنْيَا وَلَا أَدْرَكْتُ شَيْئًا

وَهَا أَنَا خَارِجٌ مِنْهَا سَلِيْبًا ۔۔۔ أُقَلِّبُ نَادِمًا كِلْتَا يَدَيَّا

وَأَبْكِي ثُمَّ أَعْلَمُ أَنَّ مَبْكَا ۔۔۔ يَ لَا يُجْدِي فَأَمْسَحُ مُقْلَتَيَّا

وَلَمْ أَجْزَعْ لِهَوْلِ الْمَوْتِ لٰكِنْ ۔۔۔ بَكَيْتُ لِقِلَّةِ الْبَاكِي عَلَيَّا

وَإِنَّ الدَّهْرَ لَمْ يَعْلَمْ مَكَانِي ۔۔۔ وَلَا عَرَفَتْ بَنُوْهُ مَا لَدَيَّا

زَمَانٌ سَوْفَ أُنْشَرُ فِيْهِ نَشْرًا ۔۔۔ إِذَا أَنَا بِالْحِمَامِ طُوِيْتُ طَيًّا

أُسَرُّ بِأَنَّنِي سَأَعِيْشُ مَيْتًا ۔۔۔ بِهِ وَيَسُوْءُنِي أَنْ مُتُّ حَيًّا

ابو محمد قرطبی کے یہ بھی اشعار ہیں

(۱) تمہاری زندگی کی قسم نہ تو میں دنیا کے بہت سے حصے کا مالک ہوا اور نہ ہی میں تھوڑے سے حصے کو پا سکا۔

(۲) آگاہ رہو میں دنیا سے ہوش و ہواس کھو کر جا رہا ہوں میں اپنے دونوں ہاتھوں کو ندامت کے ساتھ مل رہا ہوں۔

(۳) میں رو رہا ہوں پھر مجھے یقین ہوتا ہے کہ رونا بے سود ہے تو اپنی آنکھیں پونچھ لیتا ہوں۔

(۴) میں موت کے خوف سے نہیں گھبراتا؛ لیکن میرا رونا میرے اوپر رونے والوں کی کمی کی وجہ سے ہے۔

(۵) نہ تو زمانے نے میرے مرتبے کو جانا اور نہ ہی اہلِ زمانہ نے اُس کمال کو جانا جو میرے پاس ہے۔

(۶) اُس زمانے کا انتظار کرو جس میں میری تشہیر ہوگی جب میں موت کے ساتھ لپیٹ دیا جاؤں گا۔

(۷) مجھے خوشی اس بات سے ہے کہ اس کی وجہ سے میں مرنے کے بعد بھی زندہ ہوں اور میرے لیے یہ بات باعثِ تکلیف ہے کہ زندہ رہتے ہوئے مردہ رہوں۔

لغات وترکیب

حَصَلَ عَلٰی شیء یَحْصُلُ حُصُولاً (ن) کسی چیز کو حاصل کرنا۔ خطِیْرٌ، زیادہ۔ خَطُرَ یَخْطُرُ خُطُورٌ (ک) عالی مرتبہ ہونا۔ سَلِیْبٌ، ج، سَلْبٰی، عقل یا مال کھویا ہوا۔ أجدی یُجدي إجداءً (افعال) فائدہ پہنچانا۔ مُقْلَۃٌ، ج، مُقَلٌ، آنکھ کا ڈھیلا۔ جزِعَ یَجْزَعُ جَزَعاً (س) گھبرانا۔

لَعَمْرُکَ، قسم ہے اور "ما حصلتُ" جملہ جواب قسم ہے۔ سلیباً "خارج" کی ضمیر سے حال ہے اور "نادماً" أقلِبُ کی ضمیر سے حال ہے۔ ما لدیّ، میں "ما" اسم موصول ہے اور "لدیّ" محذوف کا مفعول فیہ ہو کر صلہ "میتاً" یعیشُ کی ضمیر سے حال ہے۔

تشریح لعمرك ما حصلت الخ:- یعنی میں نے حصولِ دنیا میں کچھ بھی دل چسپی نہیں لی اور نہ ہی اس پر توجہ دیا، چناں چہ نہ تو میں نے زیادہ دنیا کو جمع کیا اور نہ ہی کم جمع کیا، میں دنیا سے جارہا ہوں خالی ہاتھ، میں رو ضرور رہا ہوں مگر فوراً اپنی آنکھیں صاف کرلیتا ہوں اس لیے کہ میں جانتا ہوں کہ رونا میرے لیے بے سود ہے، اس لیے کہ رونے کا اصل زمانہ وہ تھا جب میرے ہاتھ اور پاؤں صحیح سالم تھے، اور پھر بھی میں یادِ خدا سے غافل تھا۔ اور آخر میں شاعر یہ کہہ رہا ہے کہ میں مرنے کے بعد نیک نام رہوں لوگ مجھے یاد کریں، میرا تذکرہ کرتے رہیں میرے لیے اس سے بہتر ہے کہ میں دنیا میں گم نامی کے ساتھ زندگی بسر کروں۔

الأضبطُ

قَدْ یَجْمَعُ الْمَالَ غَیْرُ اٰکِلِهٖ وَیَاْکُلُ الْمَالَ غَیْرُ مَنْ جَمَعَهٗ

وَیَقْطَعُ الثَّوبَ غَیْرُ لَابِسِهٖ وَیَلْبَسُ الثَّوْبَ غَیْرُ مَنْ قَطَعَهٗ

اضبط

کبھی مال وہ شخص جمع کرتا ہے جو اسے کھاتا نہیں اور مال کو کھانے والا وہ شخص ہوتا ہے، جس نے اُسے جمع نہیں کیا ہے۔
اور کپڑے کو وہ شخص کاٹتا ہے، جو اسے پہنتا نہیں اور کپڑے کو وہ شخص پہنتا ہے جس نے اُس کو نہیں کاٹا ہے۔

لغات وترکیب

ضَبَطَ یَضْبِطُ ضَبْطاً (ض) غالب آنا، خوب حفاظت کرنا۔ جَمَعَ یَجْمَعُ جَمْعاً (ف) جمع کرنا۔ قَطَعَ یَقْطَعُ قَطْعاً (ف) کاٹنا۔ لَبِسَ یَلْبَسُ لُبْساً (س) پہننا۔

تشریح مطلب یہ ہے کہ بسا اوقات محنت کا پھل کوئی دوسرا شخص کھاتا ہے، ایک آدمی محنت کرتا ہے، مگر اس کی کمائی کا فائدہ وہ نہیں، کوئی اور اٹھاتا ہے، ایک شخص مال جمع کرتا ہے، تاکہ بعد میں چل کر اسے کام میں لائے مگر اس

مال کو کوئی اور ہی کھا جاتا ہے۔

زیاد بن زید

هَلِ الدَّهْرُ وَالْأَيَّامُ إِلَّا كَمَا تَرىٰ　　رَزِيَّةُ مَالٍ أَوْ فِرَاقُ حَبِيْبٍ

زیاد بن زید

نہیں ہیں زمانے اور ایام بجز مال کی مصیبت اور دوست کی جدائی کے جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔

لغات وترکیب

دَهْرٌ، ج، دُهُورٌ وأَدْهُرٌ، زمانہ۔ رَزِيَّةٌ، ج، رَزَايا، مصیبت۔ حَبِيْبٌ، ج، أحبّاءُ، دوست۔

هَلْ، حرف استفہام برائے نفی ہے جس کی دلیل إلّا حرف استثنا ہے۔ الدَّهْرُ وَ الْأَيَّامُ مبتدا ہے اور "رَزِيَّةٌ" خبر ہے۔

تشریح مطلب یہ ہے کہ انسان کو زمانے میں یہ دو مصیبتیں لاحق ہوتی ہے یا تو مال کی تنگی اور یا تو دوست کی جدائی۔ کبھی تو انسان مال کی تنگی کا شکار ہوتا ہے اور کبھی کسی کی جدائی کی تکلیف سے دوچار ہوتا ہے۔

الأخطل

النَّاسُ هَمُّهُمُ الْحَيٰوةُ وَلَا أَرىٰ　　طُوْلَ الحَيٰوةِ يَزِيْدُ غَيْرَ خِيَالٍ

وَإِذَا افْتَقَرْتَ إِلَى الذَّخَائِرِ لَمْ تَجِدْ　　ذُخْراً يَكُوْنُ كَصَالِحِ الْأَعْمَالِ

(۱) لوگوں کی فکر زندگی ہی ہے اور میں درازیِ عمر کو خیال کے اضافے کے سوا کچھ اور نہیں سمجھتا۔

(۲) اور جب تجھے ذخیروں کی ضرورت ہو تو اعمال صالحہ کی طرح کوئی اور ذخیرہ نہیں پائے گا۔

لغات وترکیب

هَمٌّ، ج، هُمُومٌ، فکر۔ افْتَقَرَ إِلى شيء يَفْتَقِرُ افْتِقَاراً (افتعال) کسی چیز کا ضرورت مند ہونا۔ ذَخَائِرُ، واحد، ذَخِيْرَةٌ، ذخیرہ۔ وَجَدَ يَجِدُ وُجُوداً (ض) پانا۔

هَمُّهُمُ الحيوٰة، مبتدا خبر مل کر "النّاس" مبتدا کی خبر ہے۔ إذا افتقرتَ شرط ہے اور "لم يجد ذخراً" جزا واقع ہے۔

تشریح النّاس همهم: شاعر کا کہنا ہے کہ تمام لوگوں کی سب سے اہم فکر یہ ہوتی ہے کہ ان کی موت ابھی نہ آئے، انھیں لمبی عمر نصیب ہو جائے، حالاں کہ میرے خیال کے مطابق طولِ عمر صرف دنیا بھر کے خیالات میں اضافہ کرتی ہے، جوں جوں انسان کی عمر لمبی ہوتی جاتی ہے اس کے حرص میں اضافہ ہی ہوتا رہتا ہے، دوسرے شعر کا مطلب

یہ ہے کہ اگر انسان کی خواہش ہو کہ وہ کچھ ذخیرہ اکٹھا کرے جو بعد میں اس کے کام آئے تو میری نظر میں اعمالِ صالحہ سے بہتر کوئی ذخیرہ نہیں ہے۔

الإمَامُ الشَّافِعِيّؒ

إنَّ لِلّٰهِ عِبَاداً فُطُناً طَلَّقُوا الدُّنْيَا وَخَافُوا الفِتَنَا
نَظَرُوا فِيهَا فَلَمَّا عَلِمُوا أنَّهَا لَيْسَتْ لِحَيٍّ وَطَنَا
جَعَلُوهَا لُجَّةً وَاتَّخَذُوا صَالِحَ الأَعْمَالِ فِيهَا سُفُنَا

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ

(۱) اللہ کے کچھ دانا بندے ایسے ہیں، جنھوں نے دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرلی اور فتنے کا خوف کیا۔
(۲) انھوں نے دنیا میں غور کیا تو جب انھیں یقین ہوگیا کہ دنیا کسی زندہ شخص کے لیے جائے وطن نہیں ہے۔
(۳) تو انھوں نے دنیا کو بھنور بنالیا اور نیک اعمال کو اس میں کشتی بنالیا۔

لغات وترکیب

فُطُنٌ، واحد، فَطِنٌ، دانا، ہوشیار۔ طَلَّقَ يُطَلِّقُ تَطْلِيقاً وَطَلَاقاً (تفعیل) خیر باد کہنا، کنارہ کشی اختیار کرنا۔ لُجَّةٌ، ج، لُجَجٌ، بھنور، پانی کا بڑا حصہ۔ سُفُنٌ، واحد، سفينةٌ، کشتی۔

"عِبَاداً" موصوف ہے، فطناً صفت اول ہے اور طلّقوا الدنيا" صفت ثانی ہے، موصوف باصفت "إنَّ" کا اسم موخر اور "لله" محذوف کے متعلق ہوکر خبر مقدم ہے۔ جعلوها لجّةً، یہ جملہ۔ لمّا کا جواب واقع ہے۔

تشریح حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے مذکورہ اشعار دنیا کی حقیقت اور اللہ کے نیک بندوں کے اُس سے تعلق کو واضح کررہے ہیں کہ اللہ کے نیک بندوں نے فتنے کے اندیشے سے دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرلی، انھوں نے جب دنیا میں غور وفکر کیا اور یہ جان لیا کہ یہ دنیا کسی زندہ شخص کے لیے جائے وطن نہیں ہے، تو انھوں نے دنیا کو بھنور قرار دے دیا اور نیک اعمال کو کشتی قرار دے دیا، تاکہ اس کشتی سے اُس بھنور سے بچ سکیں۔

ولبعض الزهّاد

دُنْيَا تُخَادِعُنِي كَأَ ☆ نِّي لَسْتُ أعْرِفُ حَالَهَا ☆ مَدَّتْ إلَيَّ يَمِينَهَا ☆ فَقَطَعْتُهَا وَشِمَالَهَا
مَنَعَ الإلٰهُ حَرَامَهَا، ☆ وَأنَا اجْتَنَبْتُ حَلَالَهَا ☆ وَرَأَيْتُهَا مُحْتَاجَةً ☆ فَوَهَبْتُ جُمْلَتَهَا لَهَا

کسی زاہد کا شعر ہے

دنیا مجھے دھوکا دیتی ہے، ایسا لگتا ہے، جیسے میں اس کی حالت سے ناواقف ہوں۔
اُس نے میری طرف اپنا دایاں ہاتھ بڑھایا تو میں نے دائیں اور اس کے بائیں ہاتھ کو بھی توڑ دیا۔
اللہ تعالیٰ نے دنیا کو حرام چیزوں سے روکا اور میں اس کی حلال چیزوں سے بھی بچتا ہوں۔
میں نے دنیا کو محتاج پایا تو میں نے اُس کا سب کچھ اُسے بخش دیا۔

لغات وترکیب

زاهِدٌ، ج، زُهّادٌ، پرہیزگار، دنیا سے بے رغبت۔ **مَدَّ يَمُدُّ مدّاً (ن)** پھیلانا، دراز کرنا۔ **يمينٌ، ج، أيمُنٌ،** دایاں ہاتھ۔ **شِمَالٌ، ج، أشمُلٌ،** بایاں ہاتھ۔ **وَهَبَ يَهَبُ هبَةً (ف)** ہبہ کرنا۔
لستُ أعرِف حالَها، فعل ناقص اپنے اسم وخبر سے مل کر "كانَ" کی خبر واقع ہے۔ **مدّت** کی ضمیر کا مرجع دنیا ہے۔
رأيتُها محتاجةً، "**ها**" مفعولِ اول ہے اور "**محتاجةً**" مفعولِ ثانی ہے۔

تشریح مطلب یہ ہے کہ دنیا اپنے دامِ فریب میں مجھے بھی مبتلا کرنا چاہتی ہے، اُس کا یہ خیال ہے کہ میں بھی اس کے دھوکے میں آجاؤں گا، حالاں کہ میں اس سے پورے طور پر کنارہ کشی اختیار کرتا ہوں، وہ میری طرف اپنا ایک ہاتھ بڑھاتی ہے، تو میں اس کے دونوں ہاتھ توڑ دیتا ہوں، میں تو اس قدر محتاط ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ تو حرام چیزوں سے روکتا ہے اور میں حلال سے بھی بچتا ہوں، میں نے تو دنیا کو محتاج سمجھ کر ساری چیزیں اُسے بخش دیں اور اس کی کسی بھی چیز سے فائدہ نہیں اٹھایا۔

التهامي

حُكْمُ الْمَنِيَّةِ فِي الْبَرِيَّةِ جَارِ ... مَا هٰذِهِ الدُّنْيَا بِدَارِ قَرَارِ
وَمُكَلِّفُ الْأَيَّامِ ضِدَّ طِبَاعِهَا ... مَتَطَلِّبٌ فِي الْمَاءِ جَذْوَةَ نَارِ
جُبِلَتْ عَلٰى كَدَرٍ وَأَنْتَ تُرِيْدُهَا ... صَفْواً مِن الْأَقْذَاءِ وَالْأَقْذَارِ
وَإِذَا رَجَوْتَ الْمُسْتَحِيْلَ فَإِنَّمَا ... تَبْنِي الرَّجَاءَ عَلٰى شَفِيْرٍ هَارِ
فَالْعَيْشُ نَوْمٌ وَالْمَنِيَّةُ يَقْظَةٌ ... وَالْمَرءُ بَيْنَهُمَا خَيَالٌ سَارِ

تہامی

(۱) موت کی حکومت ساری مخلوق پر چل رہی ہے، یہ دنیا قرار کی جگہ نہیں ہے

(۲) زمانے کو اس کی طبیعت کے خلاف مکلّف بنانے والا پانی میں آگ کا انگارہ تلاش کرنے والا ہے
(۳) اُس کی تخلیق ہی تیرگی پر ہوئی ہے اور تو اس کو گندگی اور خس و خاشاک سے پاک و صاف چاہتا ہے
(۴) اگر تو محال کی امید کرے گا، تو ہلاکت کے کنارے پر امید کی تعمیر کرے گا
(۵) کیوں کہ زندگی نیند ہے اور موت بیداری ہے اور آدمی ان دونوں کے درمیان گذرنے والا خیال ہے

لغات و ترکیب

مَنِيَّةٌ، ج، **مَنَايَا**، موت۔ **بَرِيَّةٌ**، ج، **بَرَايَا**، مخلوق۔ **جَذْوَةٌ**، ج، **جُذىً**، چنگاری۔ **جَبَلَ يَجْبِلُ جَبْلاً** (ض) پیدا کرنا۔ **كَدِرَ يَكْدَرُ كَدَراً** (س) تیرہ گوں ہونا۔ **أقذاءٌ**، واحد، **قَذىً**، تنکا، خس و خاشاک۔ **أقْذارٌ**، واحد، **قَذِرٌ**، پلیدگی، گندگی۔ **شفيرٌ**، ہر چیز کا کنارہ۔ **هَارَ البِنَاءُ يَهُوْرُ هَوْراً** (ن) عمارت منہدم ہونا، شکستہ و ویران ہونا۔ **سرىٰ يَسْرِي سُرىً** (ض) رات میں چلنا۔

مَا هٰذه الدنيا بدار قرار، "ما" مشابہ بہ لیس، **هذه الدنيا**، ما کا اسم ہے اور "**بدار قرار**" خبر واقع ہے۔ **مكلّف الأيّام** مبتدا ہے اور "**متطلّبٌ في الماء**" خبر ہے۔ **جَذْوَةَ نارٍ**، "**متطلّبٌ**" کا مفعول ہے۔

تشریح شاعر یہ کہہ رہا ہے کہ موت ایک امر واقعی ہے اس سے کسی کو بھی چھٹکارا نہیں ہے، ہر ایک کو یہ دنیا چھوڑ کر جانا ہے، یہ کوئی دارِ قرار نہیں ہے۔ اور زمانے کا حال یہ ہے کہ اس کی فطرت ہی فقر و مسکنت اور نوازشات سے محروم رکھنا ہے اب اگر کوئی شخص زمانے کو اس کی طبیعت کے برخلاف مجبور کرتا ہے تو کچھ حاصل ہونے والا نہیں، اس کی مثال تو پانی میں آگ کے انگارے تلاش کرنے والے کی سی ہے، زمانہ گدلا ہے اُسے صاف و شفاف دیکھنے کی امید کرنا لا حاصل ہے، زمانے سے کچھ امید رکھنا محال شے کی امید کے مترادف ہے۔ انسان جب تک دنیا میں زندہ رہتا ہے خوابِ غفلت میں پڑا رہتا ہے، جب موت آئے گی تب جا کر اس کی آنکھ کھلے گی کہ میں نے تو بہت ہی قیمتی اوقات ضائع کر دیئے۔

اِنْقِلَابُ الزَّمَانِ

ابو حیّان

أَرَى الدَّهْرَ سَادَ بِهِ الأَرْذَلُونَ   كَالسَّيْلِ يَطْفُوا عَلَيْهِ الْغُثَاءُ
وَمَاتَ الْكِرَامُ وَفَاتَ الْمَدِيحُ   فَلَمْ يَبْقَ لِلْقَوْلِ إِلَّا رَثَاءُ

زمانے کی تبدیلی

ابو حیّان

میں زمانے کو دیکھ رہا ہوں کہ رذیل لوگ زمانے کے سردار ہو گئے، جیسے کہ سیلاب پر کوڑا کرکٹ آ جاتا ہے۔

شریف لوگ رخصت ہو گئے، تعریف ختم ہو گئی اور کلام میں صرف مرثیہ رہ گیا۔

لغات وترکیب

سَادَ يَسُودُ سِيَادَةً (ن) سردار ہونا۔ أرْذَلُ، ج، أرذَلُونَ، کمتر، گھٹیا۔ سَيْلٌ، ج، سُيُولٌ، سردار۔ طَفَا يَطْفُوا طَفْواً (ن) پانی پر آجانا۔ غُثَاءٌ، کوڑا کرکٹ، بھاگ۔ مَدِيْحٌ، ج، مَدَائح، مدحیہ شعر۔ رَثَى يرثِي رَثَاءً (ض) مرثیہ کے اشعار کہنا، رونا اور محاسن شمار کرنا۔

سَادَ به الأرذَلُونَ، یہ جملہ الدهر سے حال واقع ہے۔ رِثَاءً، "لم يبقَ" کا فاعل ہے، یہ مستثنیٰ مفرغ ہے، مستثنیٰ منہ محذوف ہے۔

تشریح مطلب یہ ہے کہ زمانے میں نمایاں تبدیلی آگئی ہے۔ رذیل اور کم تر درجے کے لوگ حکمراں بن گئے، سرخیوں میں آگئے، جیسے کہ سیلاب آتے ہی خس وخاشاک اور کوڑا کرکٹ پانی کے اوپر آجاتا ہے۔ زمانہ اس قدر بدل گیا کہ شرفاء دنیا سے رخصت ہو گئے، ایک دوسرے کی تعریف کرنے والے ختم ہو گئے اب صرف مرثیہ ہی رہ گیا۔

ولبعضهم

وَلَاغَــرْ وَبَعْدِي أن يُسَوَّدَ مَعْشَرُ فَيُضْحِي لَهُمْ يَوْمٌ وَلَيْسَ لَهُمْ أمْسُ

كَذَاكَ نُجُومُ الدَّهْرِ تَبْدُو زَوَاهِرا إذَا مَا تَوَارَتْ فِي مَغَارِبِهَا الشَّمْسُ

کسی شاعر کا شعر ہے

اور میرے بعد کوئی تعجب نہیں یہ کہ ایسی جماعت کو سردار بنا دیا جائے کہ حال اُن کے لیے (مفید) ہو جائے حالاں کہ ماضی ان کے حق میں نہیں تھا۔

اسی طرح زمانے کے ستارے چمکتے دمکتے ظاہر ہوتے ہیں، جب آفتاب مغرب میں روپوش ہو جاتا ہے۔

لغات وترکیب

غَزَا الرَّجُلُ يَغْزُو غَزْواً (ن) تعجب کرنا۔ سَوَّدَ يُسَوِّدُ تَسْوِيداً (تفعیل) سردار بنانا۔ زَهَرَ يَزْهَرُ زَهْراً (س) خوب صورت وبارونق ہونا۔ تَوارىٰ يَتَوارىٰ تَوَرِياً (تفاعل) چھپنا۔

لَاغَرَ وَبعدى. لا برائے نفی جنس ہے اور "غَزْوَ" اسم ہے، بعدي خبر ہے، زواهِرَ "نجومُ الدّهر" سے حال واقع ہے۔

تشریح مطلب یہ ہے کہ چوں کہ زمانے میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے کبھی سرداری کسی کے ہاتھ آتی ہے اور کبھی کسی اور کے، اور کسی کے حق میں زمانے کی تبدیلی مفید ہوتی ہے اور کسی کے لیے مضر، اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے، ایسا ہوتا رہا ہے، کبھی تو سورج چمکتا ہے اور کبھی سورج کی چمک ماند پڑ جاتی ہے اور ستارے جگمگانے لگتے ہیں۔ کبھی درخت سرسبز وشاداب ہوجاتے ہیں، اور کبھی پتوں سے بالکل خالی ہوجاتے ہیں، کبھی موسمِ خزاں ہے، تو کبھی موسمِ بہار، اس لیے اس میں کوئی حیرت نہیں ہونی چاہئے۔

وَلِلّٰہِ درّ القائلِ (لا فضّ فوہ)

وَإِخْوَانٍ تَخِذْتُهُمْ دُرُوعاً فَكَانُوهَا وَلٰكِنْ لِلْأَعَادِي

وَخِلْتُهُمْ سِهَاماً صَائِبَاتٍ فَكَانُوهَا وَلٰكِنْ فِي فُؤَادِي

وَقَالُوا قَدْ صَفَتْ مِنَّا قُلُوبٌ لَقَدْ صَدَقُوا وَلٰكِنْ مِنْ وِدَادِي

اللہ ہی کے لیے ہے اُس شخص کا کمال جس نے یہ اشعار کہے اللہ تعالیٰ اُس کے دانت کو محفوظ رکھے

(۱) کچھ بھائی ایسے ہیں، جن کو میں نے ڈھال بنایا تو وہ ڈھال ہی ہوئے مگر دشمنوں کے لیے۔

(۲) میں نے ان کو صحیح نشان پر پہنچنے والا تیر خیال کیا تو وہ ایسے ہی ثابت ہوئے مگر میرے دلوں میں۔

(۳) انھوں نے کہا: ہمارے دل صاف ہیں، انھوں نے سچ کہا لیکن میری محبت سے۔

لغات وترکیب

فضّ اللّٰہ فاہُ یَفُضُّ فضّاً (ن) دانتوں کو گرادینا۔ **فَمٌ،** سے مراد "اَسنانٌ" دانت ہیں، اسی سے ہے "**لَا فُضَّ فُوكَ**" اُس شخص کے لیے جو بہترین گفتگو کرے، ترجمہ ہے "دعا ہے تمہارے دانت نہ گرائے جائیں۔ **أعادِي،** واحد، **عدُوٌّ،** دشمن۔ **خالَ یَخالُ خِیالاً** (س) خیال کرنا۔ **سَھمٌ صائبٌ،** صحیح نشانہ پر لگنے والا تیر۔

فَكَانوھَا، کانَ بمعنیٰ صارَ ہے۔ "ھا" کا مرجع، "دروعٌ"، ہے "من ودادی" جار مجرور "صفت" فعل محذوف کے متعلق ہے۔

تشریح مطلب یہ ہے کہ جن بھائیوں کے بارے میں میں نے جیسا خیال کیا، وہ اُس صفت سے متصف تو ضرور نکلے، مگر میری امید کے برخلاف، جن کو ڈھال سمجھا وہ ڈھال تو ثابت ہوئے مگر میرے لیے نہیں، میرے دشمنوں کے لیے۔ میں نے انھیں درست تیر تصور کیا جو دشمنوں کے دلوں میں پیوست ہوجائے۔ تو میرے ہی دل میں

پیوست ہونے والے تیر ثابت ہوئے۔ وہ بولے کہ ہمارا دل بالکل صاف ہے تو میں سمجھ گیا کہ ہاں دل تو صاف ہے، مگر بغض وکینہ سے نہیں؛ بل کہ میری محبت سے صاف ہے، یعنی اُن کے دلوں میں میری محبت نہیں۔

معن بن أوس

أُعَلِّمُهُ الرِّمَايَةَ كُلَّ يَوْمٍ فَلَمَّا اشْتَدَّ سَاعِدُهُ رَمَانِي

میں اس کو روز آنہ تیر اندازی سکھاتا رہا، تو جب اُس کا بازو مضبوط ہوگیا، تو اُس نے مجھے ہی نشانہ بنادیا۔

تشریح یعنی میرے شاگرد نے میری استاذی کا یہ صلہ دیا کہ جب وہ تیر اندازی سے واقف ہوگیا تو مجھے ہی نشانہ بنادیا، شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے اسی مفہوم کو اپنے اس شعر سے ادا کیا ہے ؎

کس نیاموخت علمِ تیر از من که مرا عاقبت نشانہ نہ کرد

ابوسعید المخزومي

وَكَمْ رَأَيْنَا لِلدَّهْرِ مِنْ أَسَدٍ بَالَتْ عَلٰى رَأْسِهِ ثَعَالِبُهُ

ابوسعید مخزومی

ہم نے بارہا زمانے کے ایسے شیر دیکھے ہیں، جن کے سروں پر زمانے کی لومڑیوں نے پیشاب کردیا۔

لغات وترکیب

أَسَدٌ، ج، أُسُدٌ، شیر۔ بَالَ يَبُوْلُ بَوْلاً (ن) پیشاب کرنا۔ ثعالبُ، واحد، ثَعْلَبٌ، لومڑی۔

کم رأینا میں "کم" خبریہ ہے جو کثرت کو بتلا رہا ہے۔ اصل میں "کم من أسد رأینا" ہے۔ بالت علی رأسه ثعالبه، یہ جملہ "أسدٌ" کی صفت ہے۔

تشریح مطلب یہ ہے کہ میرا بارہا کا یہ تجربہ ہے کہ طاقتور پر کمزور غالب رہا ہے، چناں چہ زمانے میں کتنے عالم اور پڑھے لکھے لوگ رزق کے لیے پریشان حال پھر رہے ہیں، جب کہ کتنے جاہل ایسے ہیں، جو بلڈنگوں میں اسباب عیش کے ساتھ زندگی گذار رہے ہیں۔

ولابي الفتحِ علي بن مُحمّد العتبي

إِذَا حَيَوَانٌ كَانَ طُعْمَةَ ضِدِّهٖ تَوَقَّاهُ كَالْفَارِ الَّذِي يَتَّقِي الهِرَّا

وَلَا شَكَّ أَنَّ الْمَرْءَ طُعْمَةُ دَهْرِهٖ فَمَا بَالُهُ يَا وَيْحَهُ يَامَنُ الدَّهْرَا

ابوالفتح علی بن محمد عتبی کا شعر ہے

(۱) جب کوئی جانور اپنے ضد کی خوراک ہوتا ہے، تو اُس سے بچتا ہے اُس چوہے کی طرح جو بلّی سے بچتا ہے۔
(۲) اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان اپنے زمانے کی خوراک ہے، تو پھر اس کا کیا حال ہے افسوس ہے اُس پر کہ وہ زمانے سے مامون ہے۔

لغات وترکیب

طُعْمَةٌ، ج، طُعَمٌ، خوراک، کھانے کی دعوت۔ توقّٰی یتوقّٰی توقّیا (تفعل) بچنا۔ فَأرٌ، ج، فئرانٌ، چوہا، هِرَّةٌ، وهِرٌّ، ج، هِرَرٌ، بلّی، بلا۔ دَهْرٌ، ج، دُهُورٌ وَ أدهُرٌ، زمانہ۔
إذَا حَيَوانٌ كَانَ، اصل میں "إذا كانَ حَيَوانٌ" ہے "حيوانٌ" كانَ کا اسم ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔ توقّاه "إذا" شرطیہ کی جزا ہے۔ أنّ المرءَ طعمة دهره "أنّ" حرف مشبہ بہ فعل اپنے اسم وخبر سے مل کر لائے نفی جنس کی خبر ہے۔

تشریح إذا حيوان كانَ۔ یعنی یہ عجیب بات ہے کہ اگر کوئی حیوان کسی دوسرے حیوان کی غذا اور خوراک ہوتا ہے تو وہ جانور اُس سے بہت بچتا اور ڈرتا ہے اور راہِ فرار اختیار کرتا ہے کہ کہیں اُس کا لقمہ نہ بن جائے، مگر انسان کا حال یہ ہے کہ وہ جانتا ہے کہ زمانے کا لقمہ ہے اُسے کسی نہ کسی دن حادثۂ زمانہ کا شکار ہو کر موت کے منہ میں جانا ہے، پھر بھی وہ زمانے سے مامون اور بے خوف رہتا ہے۔

اِسْتَنْشَدَ الْمُتَوَكِّلُ أَبَا الْحَسَنِ عَلِيَّ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ مُوسَى بْنِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدِ ابْنِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ فَقَالَ: إِنِّي لَقَلِيْلُ الرِّوَايَةِ فِي الشِّعْرِ، فَقَالَ: لَا بُدَّ، فَأَنْشَدَهُ

بَاتُوا عَلٰى قُلَلِ الْجِبَالِ تَحْرُسُهُمْ ۔۔۔ غُلْبُ الرِّجَالِ فَلَمْ تَنْفَعْهُمُ الْقُلَلُ
وَاسْتُنْزِلُوا بَعْدَ عِزٍّ عَنْ مَعَاقِلِهِمْ ۔۔۔ وَأُوْدِعُوا حُفَراً يَا بِئْسَ مَا نَزَلُوا
نَادَاهُمْ صَارِخٌ مِنْ بَعْدِ مَا دُفِنُوا ۔۔۔ أَيْنَ الْأَسِرَّةُ وَالتِّيْجَانُ وَالْحُلَلُ
أَيْنَ الْوُجُوهُ الَّتِي كَانَتْ مُنَعَّمَةً ۔۔۔ مِنْ دُوْنِهَا تُضْرَبُ الْأَسْتَارُ وَالْكِلَلُ
فَأَفْصَحَ الْقَبْرُ عَنْهُمْ حِيْنَ سِيْلَ بِهِمْ ۔۔۔ تِلْكَ الْوُجُوهُ عَلَيْهَا الدُّوْدُ يَقْتَتِلُ
قَدْ طَالَ مَا أَكَلُوا دَهْراً وَمَا شَرِبُوا ۔۔۔ فَأَصْبَحُوا بَعْدَ طُوْلِ الْأَكْلِ قَدْ أُكِلُوا

متوکل نے ابوالحسن علی بن محمد بن موسیٰ بن جعفر بن محمد ابن علی بن حسین سے شعر پڑھنے کی درخواست کی تو انھوں نے فرمایا: میں شعر کی روایت بہت کم کرتا ہوں، تو متوکل نے کہا: پڑھنا تو ضروری ہے، تو ابوالحسن نے یہ اشعار سنائے

(۱) لوگوں نے پہاڑوں کی چوٹیوں پر اس حال میں رات گذاری کہ بہادر لوگ ان کی حفاظت کر رہے تھے، پھر بھی چوٹیاں ان کے کام نہ آسکیں۔

(۲) عزت کے بعد انھیں اُن کی پناہ گاہوں سے اتارا گیا اور انھیں ایک گڈھے میں ڈال دیا گیا، کتنی بری ہے وہ جگہ جہاں اترے۔

(۳) انھیں زیر زمین کر دیئے جانے کے بعد ایک چیخنے والے نے انھیں آواز لگائی کہ کہاں ہے تختۂ شاہی، تاج اور شاہی جوڑے۔

(۴) کہاں ہیں وہ چہرے جو خوش حالی میں تھے جن کے ادھر پردے اور مچھر دانیاں تانی جاتی تھیں۔

(۵) تو قبر نے اُن کی جانب سے وضاحت کے ساتھ کہا، جب انھیں سختی میں مبتلا کیا گیا انھیں چہروں پر (آج) کیڑے جنگ کر رہے ہیں۔

(۶) وہ ایک عرصۂ دراز تک کھاتے پیتے رہے، پھر لمبے عرصے تک کھانے کے بعد انھیں ہی کھایا جانے لگا۔

لغات وترکیب

استنشَدَ یَستَنشِدُ استِنشاداً (استفعال) شعر پڑھنے کی درخواست کرنا۔ قُلَلٌ، واحد، قُلَّۃٌ، پہاڑ کی چوٹی۔ حَرَسَ یَحرِسُ حَرساً (ن،ض) حفاظت کرنا، نگرانی کرنا۔ غُلبٌ، واحد، أغلَبُ، بہادر۔ مَعاقِلُ، واحد، مَعقِلٌ، جائے پناہ۔ أسِرَّۃ، واحد، سَرِیرٌ، تخت۔ تِیجَانٌ، واحد، تَاجٌ، تاج۔ حُلَلٌ، واحد، حُلَّۃٌ، جوڑا۔ أستَارٌ، واحد، سِترٌ، پردہ۔ کِلَلٌ، واحد، کِلَّۃٌ، مچھر دانی۔ دُودٌ، واحد، دُودَۃٌ، کیڑا۔

تحرِّم غلب الرِّجال، یہ جملہ "باتوا" کی ضمیر سے حال واقع ہے۔ ما نزلوا موصول صلہ سے مل کر بئس کا مخصوص بالذم ہے۔ علیها الدود یقتتل أي یقتتل الدود علیها، پورا جملہ "تلك الوجوه" کی خبر واقع ہے۔

تشریح باتوا علی قلل الجبال۔ اِن اشعار کا خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ دنیا میں بڑے بڑے منصب اور عہدوں والے تھے، موت نے سب کو پستی میں کر دیا، جن کے سروں پر تاج شاہی اور جسم پر شاہی لباس رہتے تھے، آج وہ مٹی میں مدفون ہیں، جسم پر کیڑے دوڑ رہے ہیں، ابھی تک وہ بڑے عیش وآرام میں دنیا کی لذیذ چیزیں کھاتے تھے، آج انھیں کو کھایا جارہا ہے۔ اس لیے بادشاہوں اور بڑے بڑے منصب پر فائز رہنے والوں کو بھی اپنا انجام نہیں بھولنا چاہئے۔

ابوالعتاهية

وَلَقَدْ سَأَلْتُ الدَّارَ عَنْ أَخْبَارِهِمْ فَتَبَسَّمَتْ عَجَباً وَلَمْ تُبْدِ

حَتّٰى مَرَرْتُ عَلَى الْكَنِيْفِ فَقَالَ لِي أَمْوَالُهُمْ وَنَوَالُهُمْ عِنْدِي

ابوالعتاہیہ

(۱) میں نے ان کے حالات (اُن کے) گھر سے معلوم کیا تو گھر تعجب سے مسکرایا اور اُس نے کچھ ظاہر نہیں کیا۔

(۲) یہاں تک کہ میں بیت الخلا کے پاس سے گذرا تو اُس نے مجھ سے کہا: اُن کے مال اور انکی داد و دہش میرے پاس ہے۔

لغات وترکیب

أبدیٰ یُبدِي إبداءً (افعال) ظاہر کرنا۔ کَنِیْفٌ، ج، کَنَائفُ، بیت الخلاء۔ نَوَالٌ، داد و دہش، عطیہ۔ عَجِبَ یَعْجَبُ عَجَباً (س) تعجب کرنا۔

عجباً أي متعجّباً، تبسَّمَتْ کی ضمیر سے حال ہے۔ علی الکَنِیْفِ "مررتُ" سے متعلق ہے۔

تشریح یعنی لوگوں کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد میں نے اُن کے حالات اُن کے گھروں سے معلوم کیے تو کوئی جواب نہ ملا اور جب میں بیت الخلا کے پاس گذرا تو زبانِ حال سے یہ جواب ملا کہ انھوں نے اپنے مال دوسرے پر خرچ نہیں کیے اور نہ ہی اپنی داد و دہش سے کسی کو نوازا، سب کچھ خود ہی اڑایا، اس لیے اُن کے سارے اموال اور نوازشات گویا میرے پاس ہیں۔

وَقَالَ بَعْضُهُم وَأَجَادَ

إِنَّ اللَّيَالِي لِلْأَنَامِ مَطِيَّةٌ تُطْوىٰ وَتُنْشَرُ بَيْنَهَا الْأَعْمَارُ

فَقِصَارُهُنَّ مَعَ الْهُمُومِ طَوِيْلَةٌ وَطِوَالُهُنَّ مَعَ السُّرُورِ قِصَارُ

کسی نے یہ اشعار کہا اور عمدہ کہا

(۱) بلاشبہ شب و روز مخلوق کی سواریاں ہیں، انھیں کے درمیان لوگوں کی عمریں لپیٹی اور کھولی جاتی ہیں۔

(۲) تو چھوٹی راتیں بھی رنج و غم کے ساتھ طویل ہو جاتی ہیں اور لمبی لمبی راتیں بھی خوشی کے ساتھ چھوٹی معلوم ہوتی ہیں۔

لغات وترکیب

أَجَادَ عَمَلاً يُجِيْدُ إِجَادَةً (افعال) کسی کام کو عمدہ طریقے سے انجام دینا۔ مَطِيَّةٌ، ج، مَطَايَا، سواری۔ قِصَارٌ،

واحد، قَصِيْرٌ، چھوٹا۔ هُمُومٌ، واحد، هَمٌّ، غم۔ طِوَالٌ، واحد، طَوِيْلٌ، لمبا۔

إنَّ اللَّيَالِي للأنام مَطِيَّةٌ، مطيَّةٌ "إنّ" کی خبر ہے۔ الأعمارُ میں تنازع فعلین پایا جارہا ہے۔

تشریح مطلب یہ ہے کہ راتوں کے آنے جانے پر انسانی عمروں میں زیادتی ہوتی ہے، جوں جوں راتیں گذرتی جاتی ہیں، ہر انسان کی عمر میں ایک ایک دن اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر انسان کے ساتھ رنج وغم لاحق ہوتا ہے، تو چھوٹی رات بھی لمبی معلوم ہوتی ہے اور اگر خوشی کے ایام ہوتے ہیں تو بڑی سے بڑی رات بھی چھوٹی معلوم ہوتی ہے۔ کہنے والے نے سچ کہا: ؎

ایام مصیبت کے تو کاٹے نہیں کٹتے   دن عیش کے گھڑیوں میں گذر جاتے ہیں کیسے

عُلُوُّ الهِمَّةِ

القَاضِي هبَةُ اللّٰهِ بْنُ سَنَا المَلِك رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى

سِوَايَ يَخَافُ الدَّهْرَ أو يَرهَبُ الرَّدىٰ   وَغَيْرِي يَهْوىٰ أنْ يَكُوْنَ مُخَلَّدا

وَلٰكِنَّنِي لَا أرْهَبُ الدَّهْرَ إنْ سَطَا   وَلَا أحْذَرُ الْمَوْتَ الزُؤَامَ إذَا غَدَا

وَلَوْ مَدَّ نَحْوِي حَادِثُ الدَّهْرِ طَرْفَهُ   لَحَدَّثْتُ نَفْسِي اَنْ اَمُدَّ لَهُ يَدَا

تَوَقُّدُ عَزْمٍ يَتْرُكُ الْمَاسَ جَمْرَةً   وَحِيلَةُ حُلْمٍ تَتْرُكُ السَّيْفَ مِبْرَدَا

وَاظْمَأ إنْ أبْدىٰ لِي الْمَاءُ مِنَّةً   وَلَوْكَانَ لِي نَهْرُ الْمَجَرَّةِ مَوْرِدَا

وَلَوْ كَانَ إدْرَاكُ الْهُدىٰ بِتَذَلُّلٍ   رَأيْتُ الْهُدىٰ أنْ لَا أمِيلَ إلَى الْهُدىٰ

وَقِدْماً بِغَيْرِي أصْبَحَ الدَّهْرُ أشْيباً   وَبِي بَلْ بِفَضْلِي أصْبَحَ الدَّهْرُ أمْرَدَا

وَأنَّكَ عَبْدِي يَا زَمَانُ وَ إنَّنِي   عَلَى الْكُرْهِ مِنِّي أنْ أرىٰ لَكَ سَيِّدَا

وَمَا أنَا رَاضٍ أنَّنِي وَاطِئُ الثَّرىٰ   وَلِي هِمَّةٌ لَا تَرْتَضِي الأفُقَ مَقْعَدَا

وَلَو عَلِمَتْ زُهْرُ النُّجُومِ مَكَانَتِي   لَخَرَّتْ جَمِيْعاً نَحْوَ وَجْهِي سُجَّدا

وَبَذْلَ نَوَالِي زَادَ حَتّٰى لَقَدْ غَدَا   مِنَ الْغَيْظِ مِنْهُ سَاكِنُ الْبَحْرِ مُزْبَدا

وَلِي قَلَمٌ فِي أنمُلِي إنْ هَزَزْتُهُ   فَمَا ضَرَّنِي أنْ لَا أهُزَّ الْمُهَنَّدَا

إذَا جَالَ فَوْقَ الطِّرْسِ وَقْعُ صَرِيرِهِ   فَإنَّ صَلِيْلَ الْمَشْرَفِيِّ لَهُ صُدىٰ

بلند ہمتی

قاضی ہبۃ اللہ بن سنا ملک رحمہ اللہ تعالیٰ

(۱) میرے علاوہ لوگ زمانے سے خوف زدہ رہتے ہیں، یا ہلاکت سے لرزہ براندام رہتے ہیں اور میرے علاوہ لوگوں کی یہ خواہش رہتی ہے کہ ہمیشہ رہیں۔

(۲) مگر میں زمانے سے خوف زدہ نہیں ہوتا ہے اگر حملہ آور ہو، اور نہ ہی میں ناپسندیدہ چیز سے ڈرتا ہوں جب وہ آجائے۔

(۳) اگر میری طرف حادث زمانہ اپنی نگاہ بڑھائے تو میرے جی میں آتا ہے کہ میں اس کی طرف ہاتھ بڑھاؤں۔

(۴) ارادے کا اشتعال پانی کو شعلہ بنا کر چھوڑتا ہے اور بردباری کی تدبیر شمشیر کو سوہان بنا کر چھوڑتی ہے۔

(۵) اور پیاسا رہ جاؤں گا اگر پانی میرے سامنے احسان کا اظہار کرے اگر چہ میرے لیے کہکشاں کی نہر گھاٹ بن جائے۔

(٦) اگر ہدایت یابی ذلت وخواری سے ہوتی تو ہدایت کو بھی میں یہ خیال کرتا کہ اس کی جانب مائل نہ ہوں۔

(۷) پرانے زمانے میں دوسروں کی وجہ سے زمانہ بوڑھا ہو گیا اور (اب) میری ذات بلکہ میرے فضل کی وجہ سے زمانہ جوان ہو گیا۔

(۸) اے زمانہ! تو میرا غلام ہے اور میں اپنی ناپسندیدگی کے باوجود یہ خیال کرتا ہوں کہ تیرا سردار ہوں۔

(۹) میں اس بات پر راضی نہیں ہوں کہ زمین کو روندوں اور میری ہمت ایسی ہے جو افق کو نشست گاہ بنانے پر راضی نہیں۔

(۱۰) اگر روشن ستارے میرے مرتبے کو جان لیتے تو وہ سب میرے چہرے کی جانب ہی سجدے میں گر جاتے۔

(۱۱) میری نوازش بڑھ گئی یہاں تک کہ پرسکون سمندر بھی اُس سے ناراضگی کی وجہ سے جھاگ پھینکنے والا ہو گیا۔

(۱۲) میرا قلم میری انگلیوں میں ہے اگر میں اسے حرکت دوں، تو میرے لیے کوئی مضر نہیں ہے کہ میں ہندی تلوار کو حرکت نہ دوں۔

(۱۳) جب صحیفے کے اوپر قلم کے آواز کی حرکت گھومتی ہے، تو مشرفی تلوار کی جھنکار بھی اس کے سامنے گونج محسوس ہوتی ہے۔

لغات وترکیب

رَدِيَ يَرْدَىٰ رَدًى (س) ہلاک ہونا۔ هَوِيَ يَهْوَىٰ هَوًى (س) خواہش کرنا۔ رَهِبَ يَرْهَبُ رَهْباً (س) خوف کرنا۔ سَطَا عَلَىٰ أحدٍ يَسْطُوا سَطْوَةً (ن) حملہ کرنا۔ حَذِرَ يَحْذَرُ حَذَراً (س) بچنا۔ تَوَقَّدَ يَتَوَقَّدُ تَوَقُّداً (تفعل) روشن ہونا، جلنا۔ مِبْرَدٌ، ج، مَبَارِدُ۔ ریتی۔ ظَمِئَ يَظْمَأُ ظَمَأً (س) پیاسا ہونا۔ مَجَرَّةٌ، کہکشاں۔ مَرِدَ يَمْرَدُ مَرَداً الغُلَامُ۔ (س) لڑکے کا دیر تک بے داڑھی کے رہنا۔ خَرَّ يَخِرُّ خَرّاً (ض) نیچے گر پڑنا۔ هَزَّ يَهُزُّ هَزّاً (ن) حرکت دینا، ہلانا۔ زَبَدٌ، ج، أَزْبَادٌ، جھاگ، مُزْبِدٌ، أي ذُو زَبَدٍ۔ أَنْمُلٌ، ج، أَنَامِلُ، پوروا۔ طِرْسٌ، ج،

أَطْرَاسٌ، صحیفہ۔ صَرَّ يَصِرُّ صَرِيْراً (ض) الشيءُ، چُر چرانا۔ الرّجلُ، زور سے چیخنا۔ صَلَّ يَصِلُّ صَلِيْلاً (ض) جھنکار ہونا۔ صَدیٰ، ج، أَصْدَاءٌ، آواز بازگشت، گونج۔

لحدّثت نفسي یہ جملہ ''لو مدّ نحوي'' کا جواب ہے۔ أن لا أميل إلى الهدىٰ، جملہ بتاویل مفرد ہوکر ''رأيتُ'' کا مفعول ہے قدماً، بربنائے ظرفیت منصوب ہے، أی زماناً قديماً۔ غذا من الغيظ منه ساكن البحر مزبداً. ''مزبداً'' غدا فعلِ ناقص کی خبر ہے اور ''ساكنُ البحر'' اسم ہے۔ أن لا أهزّ المهنّد جملہ بتاویل مفرد ہوکر ''ضرّ'' کا فاعل ہے۔

تشریح اشعار مذکورہ میں شاعر نے اپنی بلند ہمتی کو بیان کیا ہے کہ لوگوں کا حال یہ ہے کہ زمانے سے خوف زدہ رہتے ہیں اور ہلاکت کا اندیشہ کرتے رہتے ہیں، مگر میں کبھی موت سے خوف نہیں کھاتا، بل کہ اگر زمانہ میری جانب اپنی نگاہ بڑھاتا ہے، تو میں اُس کی جانب اپنا ہاتھ بڑھا دیتا ہوں، کسی بھی معاملے میں میں ذلت پر راضی نہیں ہوتا ہوں کہ اپنی عزت سے کھلواڑ کروں، بل کہ ہدایت کے حصول میں بھی اگر ذلت اٹھانی پڑتی تو میں ہدایت کی جانب بھی مائل نہ ہوتا، زمانے سے ڈرنے کی کیا بات؟ زمانہ تو میرا غلام ہے اور میں اُس کا آقا ہوں، اگر چمکتے ہوئے ستاروں کو میری حیثیت کا پتہ چل جائے تو میرے سامنے سر بہ سجود ہو جائیں، میری نوازشات کا حال یہ ہے سمندر جو جود وسخا میں اپنی مثال آپ ہے، میری نوازشات کو دیکھ کر حسد کرنے لگا اور غصے میں اُس کو جھاگ آنے لگے، قلم کی طاقت کا حال یہ ہے کہ اگر اُسے ہلا دوں تو تلوار کو حرکت دینے کی کوئی ضرورت نہیں، جب قلم کے چلنے کی آواز صحیفے پر ہوتی ہے تو مشرفی تلوار کی جھنکار اس کے سامنے ماند پڑ جاتی ہے۔

حسّانُ بْنُ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

أَصُونُ عِرْضِي بِمَالٍ لَا أُدَنِّسُهُ ... لَا بَارَكَ اللّٰهُ بَعْدَ العِرْضِ فِي الْمَالِ

أَحْتَالُ لِلْمَالِ إِنْ أَوْدیٰ فَأَكْسِبُهُ ... وَلَسْتُ لِلْعِرْضِ أن أودیٰ بِمُحْتَالِ

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱) میں اپنی عزت کو مال کے ذریعے بچالیتا ہوں اُسے عیب دار نہیں ہونے دیتا، عزت کے بعد اللہ مال میں برکت نہ دے۔

(۲) میں مال کے لیے تدبیر کرتا ہوں اگر ہلاک ہو جائے، تو پھر کما لیتا ہوں اور عزت (بڑھانے) کے لیے حیلہ نہیں کرتا اگر ختم ہو جائے۔

لغات وترکیب

صَانَ يَصُونُ صِيَانَةً (ن) حفاظت کرنا۔ عِرْضٌ، ج، أَعْرَاضٌ، عزت، دَنَّسَ يُدَنِّسُ تَدْنِيساً (تفعیل)

گندہ کرنا، داغدار کرنا۔ احْتَال يَحْتَالُ اِحْتِيَالاً (افتعال) تدبیر کرنا۔ أودىٰ، يودي إيداءً (افعال) ہلاک کرنا۔ كَسَبَ يَكْسِبُ كَسْباً (ض) کمانا، کسبِ معاش کرنا۔

ولستُ للعِرْضِ إن أودىٰ بمحتال "بمحتال" لستُ کی خبر ہے اور "للعرض" محتالٌ سے متعلق ہے۔

تشریح أصون عرضي الخ۔ مطلب یہ ہے کہ میں اپنی عزت پر حرف نہیں آنے دیتا ہوں خواہ مجھے اپنا بہت سارا مال خرچ کرنا پڑے، مجھے عزت عزیز ہے مال نہیں، اس لیے اگر اللہ مجھے عزت سے نواز دے تو پھر میرے مال میں بھی برکت نہ دے تب بھی کوئی احساس نہیں، کیوں کہ اگر مال ہلاک ہو جائے تو آدمی کچھ تدبیر نکال کر کے دوبارہ مال حاصل کرسکتا ہے، مگر عزت پر حرف آجانے کے بعد سابقہ عزت کا بحال ہونا محال ہے، عزت کی بحالی میں تدبیر ناکام رہتی ہے۔

أبو ذُؤَيب الهُذَلِيّ

وَتَجَلُّدِي لِلشَّامِتِيْنَ أُرِيْهِمْ — إِنِّي لِرَيْبِ الدَّهْرِ لَا أَتَضَعْضَعُ

وَ إِذَا الْمَنِيَّةُ أَنْشَبَتْ أَظْفَارَهَا — أَلْفَيْتَ كُلَّ تَمِيْمَةٍ لَا تَنفَعُ

وَالنَّفْسُ رَاغِبَةٌ إِذَا رَغَّبْتَهَا — وَإِذَا تُرَدُّ إِلَى قَلِيْلٍ تَقْنَعُ

ابوذویب ہذلی

(۱) میرا صبر واستقلال دشمنوں کے سامنے انھیں یہ دکھلانے کے لیے ہے کہ میں حوادثِ زمانہ کے سامنے سرنگوں نہیں ہوتا۔

(۲) جب موت اپنے ناخن گاڑ دے گی تو تو ہر تعویذ کو بے سود پائے گا۔

(۳) اور نفس رغبت کرے گا اگر تو اسے راغب بنائے گا اور اگر اسے تھوڑی چیز کی جانب لوٹا دیا جائے تو قناعت کرلے گا۔

لغات وترکیب

تَجَلَّدَ يَتَجَلَّدُ تَجَلُّداً (تفعل) صبر واستقلال ظاہر کرنا۔ شَمِتَ يَشْمَتُ شَمَاتَةً (س) مصیبت پر خوش ہونا۔ تَضَعْضَعَ يَتَضَعْضَعُ تَضَعْضُعاً (تفعلل) فروتنی اختیار کرنا۔ منيّةٌ، ج، مَنَايا، موت۔ أظْفَارٌ، واحد، ظُفْرٌ، ناخن۔ ألفى يُلفِي إلْفاءً (افعال) پانا۔ تَمِيْمَةٌ، ج، تَمَائمُ، تعویذ۔ قَنِعَ يَقْنَعُ قَنَاعَةً (س) قناعت کرنا۔

للشّامتين "تجلّدي" سے متعلق ہے۔ لا أتضعضعُ یہ جملہ "أنّ" حرف مشبہ بہ فعل کی خبر ہے اور "لريب الدّهر" لا أتضعضعُ سے متعلق ہے پھر پورا جملہ "أري" کا مفعولِ ثانی واقع ہے۔ وإذا المنيّةُ أي وإذا أنشبت المنيّةُ۔ المنيّةُ "أنشبت" فعل محذوف کا فاعل ہے۔

تشریح وتجلّدي للشّامتين: مطلب یہ ہے کہ دشمنوں کے سامنے میں صبر واستقلال کا مظاہرہ اس لیے کرتا ہوں، تا کہ انھیں یہ تاثر دے سکوں کہ میں حوادثِ زمانہ کے سامنے سر نہیں ڈالتا اور یہ کہ موت سے گھبرانے

کی کوئی بات نہیں اس لیے کہ موت کا وقت مقررہ جب آ جائے گا تو پھر کوئی بھی چیز اُس کے راستے میں حائل نہیں ہو سکتی، اور نفس کا حال تو یہ ہے کہ اُسے جس سانچے میں ڈھالو گے ڈھل جائے گا۔

بَشَّارُ بنُ بُرْدٍ

إذا كُنتَ فِي كُلِّ الأمُورِ مُعَاتِباً   صَدِيْقَكَ لَمْ تَلْقَ الَّذِي لَا تُعَاتِبُهُ

فَعِش وَاحِداً أوْصِلْ أخاكَ فَإنَّهُ   مُقَارِفُ ذَنْبٍ مَرَّةً وَمُجَانِبُهُ

إذَا أنْتَ لَمْ تَشْرَبْ مِراراً عَلَى الْقَذى   ظَمِئتَ وَأيُّ النَّاسِ تَصْفُوا مَشَارِبُهُ

بشار بن برد

(۱) جب تو تمام معاملات میں اپنے دوست کو سرزنش کرتا رہے گا، تو ایسے شخص کو نہیں پائے گا، جو تیرے سرزنش کا شکار نہ ہو۔

(۲) پس اکیلا زندگی گذار یا اپنے بھائی کے ساتھ صلہ رحمی کر، کیوں کہ وہ ایک بار قصوروار ہوگا اور دوسری بار اس سے دور رہنے والا۔

(۳) جب تو (پانی میں) تنکے کی وجہ سے بار بار نہیں پئے گا، تو تو پیاسا رہ جائے گا اور کون شخص ہے جس کا پانی صاف وشفاف ہو۔

لغات وترکیب

عاتَبَ يُعَاتِبُ مُعَاتَبَةً (مفاعلۃ) سرزنش کرنا۔ وَصَلَ يَصِلُ صِلَةً (ض) صلہ رحمی کرنا۔ قَارَفَ الذنبَ يُقَارِفُ مُقَارَفَةً (مفاعلۃ) جرم کا مرتکب ہونا۔ جَانَبَ يُجَانِبُ مُجَانَبَةً (مفاعلۃ) دور ہونا۔ قَذىً، واحد، قَذَاةٌ، تنکا، خس وخاشاک۔ صَفَا يَصْفُو صَفَاءً (ن) صاف وشفاف ہونا۔

"في كلِّ الأمور" جارمجرور "معاتباً" سے متعلق ہے اور "معاتباً" کان کی خبر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

تشریح ہر معاملے میں سرزنش نہیں کرنا چاہیے، ورنہ تو ہر شخص عتاب کا شکار ہو جائے گا، اور یہ چیز اُس سے دوری کا سبب بنے گی، لہٰذا اگر انسان اپنے اوپر قابو نہ پائے اور ہر ایک کو سرزنش کرنے کا عادی ہو جائے تو اُسے چاہیے کہ تنہا زندگی گذارے ورنہ تو اپنے اندر صلہ رحمی کا جذبہ پیدا کرے، اور معافی کا اپنے آپ کو خوگر بنائے اس طریقے سے ایک مرتبہ جرم کا ارتکاب کرنے والا از خود جرم سے رک جائے گا، ورنہ تو ایسے انسان کا ملنا مشکل ہے، جس سے جرم کا ارتکاب ہی نہ ہو، جیسے کہ کوئی آدمی صاف وشفاف پانی کی تلاش میں پھرتا رہے۔ اور تنکے والے پانی کو نہ پئے تو پیاسا ہی رہ جائے گا۔

ابوالفرج الببّغا

مَا الذُّلُّ إلّا تَحمُّلُ المِنَنِ   فَكُنْ عَزِيْزاً إنْ شِئْتَ أوْ فَهُنْ

ابوالفرج ببّغا

احسانات کے تلے دبنا ہی ذلت ہے پس اگر چاہے تو باعزت رہ یا تو ذلیل رہ۔

لغات وترکیب

ذَلَّ یَذِلُّ ذُلّاً (ض) ذلیل ہونا، مِنَنٌ، واحد، مِنّةٌ، احسان۔ هَانَ یَهُونُ هَوْناً (ن) ذلیل ہونا۔

فکن عزیزاً، جزائے مقدم ہے اور ''إن شئتَ'' شرط مؤخر۔ فهُنْ، کا عطف ''کن عزیزاً'' پر ہے۔

تشریح مطلب یہ ہے کہ اگر عزت کے ساتھ زندگی گذارنا چاہتے ہو تو دوسرے کا احسان اپنے سر پر مت لو، کیوں کہ کسی کے احسانات کے تلے دبنا یہ بڑی ذلت ہے، کسی وقت بھی وہ اپنا احسان جتلا کر ذلیل کر سکتا ہے، اس لیے اگر عزت عزیز ہے، تو احسان لینے سے بچو ورنہ ذلیل بن کر رہو۔

أبُوالْحَسَنِ الْمُوسوِي النَّقِيبُ

اِشْتَرِ الْعِزَّ بِمَا بِيعَ فَما العِزُّ بِغَالٍ ۔۔۔ بِالْقِصَارِ الْبِيْضِ شِئْتَ أوِ السَّمَرِ الطِّوَالِ

لَيْسَ بِالْمَغْبُونِ عَقْلاً مُشْتَرٍ عِزًّا بِمَالٍ ۔۔۔ إنَّمَا يُدَّخَرُ الْمَرء لِحَاجَاتِ الرِّجَالِ

وَالْفَتٰى مَنْ جَعَلَ الأقْوَالَ أثْمَانَ الْمَعَالِي

ابوالحسن موسوی نقیب

(۱) عزت جتنے میں بھی بکے خرید لے، کیوں کہ عزت گراں نہیں ہے، چمکتی ہوئی تلواروں کے بدلے یا لمبے نیزوں کے بدلے اگر چاہے۔

(۲) مال کے ذریعے عزت کو خریدنے والا عقلاً دھوکے میں نہیں ہے، مال کو لوگوں کی ضروریات ہی کے لیے جمع کیا جاتا ہے۔

(۳) اور کامل جوان تو وہی ہے جس نے اپنے اقوال کو مراتب عالیہ کا ثمن بنالیا۔

لغات وترکیب

غَلَا يَغْلُو غَلاءً (ن) مہنگا ہونا۔ قِصارٌ، واحد، قَصِيرٌ، چھوٹی چیز۔ القِصارُ البیضُ أی السیوف المصقولة: چمکتی تلواریں۔ سُمْرٌ، واحد، أسْمَرٌ، نیزہ۔ غَبَنَ يَغْبُنُ غَبْناً فِي الْبَيعِ (ن) دھوکہ دینا۔

مَا العِزُّ بِغَالٍ، ما مشابہ بلیس، العزُّ، اسم، اور ''بغالٍ'' خبر ہے۔ بالقصار، جار مجرور ''غال'' سے متعلق ہے۔ عزّاً، ''مشترٍ'' کا مفعول ہے۔ بمالٍ، جار مجرور ''مُشْتَرٍ'' سے متعلق ہے۔

تشریح عزت بہت بڑی دولت ہے، اگر یہ عزت چمکتی اور صیقل شدہ تلواروں یا لمبے نیزوں کے بدلے بھی ہاتھ آجائے تو مہنگی نہیں ہے، یعنی خواہ قیمتی چیز ہی حصولِ عزت کے لیے کیوں نہ قربان کرنی پڑے عزت حاصل کر لینا چاہئے، اور مال کے ذریعے عزت خریدنے والے کے متعلق یہ کہنا غلط ہے کہ وہ اپنے اس معاملے میں دھوکا کھا گیا۔ ہرگز نہیں؛ بلکہ اس کے ایک اہم ضرورت کی تکمیل ہوگئی اور مال کو انسان ضرورت ہی کے لیے جمع کرتا ہے۔ اور کامیاب انسان وہی ہے جو اپنی گفتگو سے بلند مراتب اور عزت حاصل کرلے۔

ابوالفتح علی بن محمد البستي

إِذَا مَرَّ بِي يَوْمٌ وَلَمْ اَتَّخِذْ يَداً   وَلَمْ اَسْتَفِدْ عِلماً فَمَا ذَاكَ مِنْ عُمْرِي

ابوالفتح علی بن محمد بستی

جب کوئی دن مجھ پر گذرے اور میں کوئی مرتبہ حاصل نہ کرسکوں اور نہ کسی علم سے استفادہ کرسکوں، تو وہ دن میری عمر میں سے نہیں ہے۔

تشریح مطلب یہ ہے کہ زندگی کا ہر ایک دن فائدے سے خالی نہیں جانے دیتا ہوں، اگر کوئی بھی دن اس طرح گذر گیا کہ اُس میں نہ تو مجھے کوئی کمال حاصل ہوا اور نہ میری معلومات میں اضافہ ہوا تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ میری زندگی کا وہ دن ضائع ہوگیا۔

وَقَالَ آخَرُ

كَمْ مِنْ أَخٍ لَكَ لَمْ يَلِدْهُ أَبُوكَا   وَأَخٍ أَبُوكَ أَبُوهُ قَدْ يَجْفُوكَا

صَافِ الكِرَامَ إِذَا أَرَدتَ إِخَاءَهُمْ   وَاعْلَمْ بِأَنَّ أَخَا الْحِفَاظِ أَخُوكَا

وَالنَّاسُ مَا اسْتَغْنَيْتَ كُنْتَ أَخَاهُمْ   وَإِذَا افْتَقَرْتَ إِلَيْهِمْ رَفَضُوكَا

ایک شاعر کا شعر ہے

(۱) بہت سے تیرے بھائی وہ ہیں، جو تیرے باپ کے بیٹے نہیں ہیں اور بہت سے بھائی ایسے ہیں کہ تیرا باپ ان کا باپ ہے۔ (حقیقی بھائی ہیں) وہ تیرے ساتھ بدسلوکی سے پیش آتے ہیں۔

(۲) شریفوں سے مخلصانہ دوستی کر اگر تو اُن سے بھائی چارگی کا خواہاں ہے اور یہ جان لے کہ خوددار شخص تیرا بھائی ہے۔

(۳) اور لوگوں سے جب تک تو مستغنی ہے، تو ان کا بھائی ہے اور جب تو ان کا محتاج ہو جائے تو وہ تجھے چھوڑ دیں گے۔

لغات وترکیب

جَفَا يَجْفُوا جَفَاءً (ن) بدسلوکی سے پیش آنا۔ صَافٰی يُصَافِي مُصَافَاةً (مفاعلة) مخلصانہ دوستی کرنا۔ أخٰی يواخي مواخاةً وإخاءً، بھائی چارگی کرنا۔ رَفَضَ يَرْفُضُ رَفْضاً (ن) چھوڑنا۔

كم من أخ، میں کم خبریہ ہے، لم يلده أخو كا، یہ جملہ "أخ" کی صفت ہے۔ صَافِ الكرام "صافِ" فعل امر ہے۔ اور "الكرامَ" مفعول ہے۔ والنّاس ما استغنيت میں "ما" بمعنی "مادام" ہے۔ "أبو كا" میں کاف برائے اشباع ہے۔

تشریح دنیا میں زندگی گذارنے والے مختلف قسم کے ہوتے ہیں، بعض اشخاص ایسے ہوتے ہیں جو بھائی نہیں ہوتے مگر ان کا رویہ اور برتاؤ بالکل برادرانہ ہوتا ہے، دیکھنے والا یوں محسوس کرے کہ وہ حقیقی بھائی ہیں اور بعض حقیقی بھائیوں کا برتاؤ اجنبیوں کا سا ہوتا ہے، اُن کے ظالمانہ رویے کو دیکھ یہ محسوس ہی نہیں ہوتا کہ وہ اپنے ہیں؛ بل کہ وہ اجنبی محسوس ہوتے ہیں، شرفاء سے اگر یہ چاہتے ہو کہ وہ تمہارے ساتھ اخوت ومحبت کا سلوک کریں تو تم ان سے خلوصِ دل سے دوستی کرو اور خوددار شخص کو ہی اپنا بھائی تصور کرو۔

والناس ما استغينت: لوگوں کا حال یہ ہے کہ جب تک تم اُن سے کسی چیز کے طلب گار نہیں رہو گے تمہارے ساتھ وہ اخوت کا معاملہ کریں گے اور جیسے ہی انھیں یہ محسوس ہو جائے گا کہ تمہیں ان کی ضرورت ہے فوراً علاحدگی اختیار کرنے لگتے ہیں یعنی مطلب پرستی کا دور دورہ ہے۔

إكرامُ النَّفْسِ

إذَا أنْتَ لَمْ تَعْرِفْ لِنَفْسِكَ حَقَّهَا ... هَوَاناً بِهَا كَانَتْ عَلَى النَّاسِ أهْوَنَا

فَنَفْسَكَ أكْرِمْهَا وَإنْ ضَاقَ مَسْكَنٌ ... عَلَيْكَ بِهَا فَاطْلُبْ لِنَفْسِكَ مَسْكَنا

وَإيَّاكَ وَالسُّكْنٰى بِدَارِ مَذَلَّةٍ ... تُعَدُّ مُسِيْئاً بَعْدَ مَا كُنْتَ مُحْسِناً

عزّتِ نفس

کسی شاعر کا شعر ہے

(۱) جب تو اپنے نفس کے لیے اُس کے حق کو نہ پہچانے اُسے ذلیل سمجھتے ہوئے، تو وہ نفس لوگوں کے نزدیک اور زیادہ بے وقعت ہو جائے گا۔

(۲) لہٰذا تو اپنے نفس کی عزت کر اور اگر کوئی مقام تجھ پر نفس کی وجہ سے تنگ ہو جائے تو اپنے نفس کے لیے دوسرا مقام تلاش کر لے۔

(۳) اور ذلت کے گھر میں رہائش اختیار کرنے سے دور رہ تو نیک ہونے کے بعد برا شمار کیا جائے گا۔

لغات وترکیب

عَرَفَ يَعْرِفُ مَعْرِفَةً (ض) جاننا پہچاننا۔ ضاقَ يَضِيقُ ضِيقاً (ض) تنگ ہونا۔ مَسْكَنٌ، ج، مَسَاكِنُ، جائے قیام۔ عَدَّ يَعُدُّ عَدّاً (ن) شمار کرنا۔ اَحْسَنَ عَملاً يُحْسِنُ إحْسَاناً (افعال) اچھا کام کرنا۔

كانتْ عَلَى النَّاس أهونا، "أهونا" کا الف برائے اشباع ہے اور ترکیب میں یہ لفظ "كانت" کی خبر ہے، کانت کی ضمیر نفس کی طرف راجع ہے اور "على النّاس" جار مجرور "أهون" سے متعلق ہے۔ إيَّاكَ والسكنٰى، یہ تحذیر ہے، جہاں فعل کو حذف کرنا واجب ہے، أي اتّق نفسَكَ من السكنٰى. "بَعْدَ مَا" میں "ما" مصدریہ ہے۔

تشریح انسان کو چاہئے کہ وہ عزتِ نفس کا خیال رکھے اگر وہ عزتِ نفس کا خیال نہیں رکھے گا تو دوسروں کی نظر میں وہ نفس ذلیل وخوار ہو جائے گا، کیوں کہ انسان جب خود خیال نہیں کرے گا تو دوسرا کیوں کر اس کی عزت کا خیال رکھے گا، نفس کو عزت کا مقام دینے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ ذلت کی جگہوں سے انسان دور رہے، ورنہ نیک ہونے کے باوجود اس کا شمار برے لوگوں میں ہوگا۔

عَبْدُ المُطَّلِبِ جَدُّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

لَنَا نُفُوسٌ لِنَيْلِ الْمَجْدِ عَاشِقَةٌ ... وَلَوْ تَسَلَّتْ اَسَلْنَاهَا عَلَى الْأَسَلِ

لَا يَنْزِلُ المَجْدُ إلَّا فِي مَنَازِلِنَا ... كَالنَّومِ لَيْسَ لَهُ مَاوًى سِوَى المُقَلِ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبد المطلب

(۱) ہمارے نفس شرافت وبزرگی کے حصول کے شیدائی ہیں اور اگر وہ نفس بھلا دیتے تو ہم انھیں نیزوں پر بہا دیتے۔

(۲) بزرگی ہمارے ہی گھروں میں فروکش ہوتی ہے، جس طریقے سے کہ نیند کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے سوائے آنکھوں کے۔

لغات وترکیب

جَدٌّ، ج، أجْدَادٌ، دادا۔ عَشِقَ يَعْشَقُ عِشْقاً (س) عاشق ہونا۔ تسلّٰى يتسلّٰى تَسَلِّياً (تفعل) فراموش کرنا۔ أسَالَ يُسِيْلُ إسَالَةً (افعال) بہانا۔ أسَلٌ، واحد، أسَلَةٌ، نیزہ۔ مَجْدٌ، ج، أمْجَادٌ، بزرگی، شرافت۔ أوىٰ يَاوِي إوَاءً (ض) پناہ لینا۔ مَاوىٰ، ج، مآوي، پناہ گاہ۔ مُقَلٌ، واحد، مُقْلَةٌ، آنکھ کا کنارہ۔

"عَاشِقَةٌ" نُفُوسٌ کی صفت ہے اور "لنیل المجد" عاشِقَةٌ سے متعلق ہے۔ اسلنٰها یہ جملہ لو کا جواب واقع ہے۔

تشریح لَنَا نُفُوسٌ: یعنی ہمارے نفوس کا حال یہ ہے کہ وہ شرافت و بزرگی کے دلدادہ ہیں، شرافت و بزرگی کا حصول ہی ان کا نصب العین ہے، اور اگر ہمارے نفوس یہ درس بھلا دیں تو پھر انھیں نیزوں کا سامنا کرنا پڑے گا، یعنی انھیں موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔ شرافت و بزرگی کا حال تو یہ ہے کہ وہ ہمارے گھر کے علاوہ کہیں اور پڑاؤ ڈالتی ہی نہیں ہے، اُس کے لیے ہمارے گھر کی مثال ایسے ہی ہے جیسے نیند کے لیے آنکھ، کہ نیند سوائے آنکھ کے اور کہیں نہیں آتی ہے، اسی طریقے سے بزرگی بھی ہمارے ہی گھر فروکش ہوتی ہے۔

الشِّبْلِي

يَعِزُّ عَلٰى حَاسِدِي أَنَّنِي ۞ إِذَا أُطْرِقَ الخَطْبُ لَمْ أُخْرَقِ

وَإِنِّي طَوْدٌ إِذَا صَادَمَتْ ۞ رِيَاحُ الْحَوَادِثِ لَمْ يُغْلَقِ

شبلی

(۱) میرے حاسد پر یہ بات گراں گذرتی ہے کہ جب مصائب کا پے در پے نزول ہوتا ہے، تو میں خوف زدہ نہیں ہوتا۔

(۲) اور میں ایک ایسا پہاڑ ہوں کہ جب حوادثات کی آندھیاں ٹکراتی ہیں تو وہ بند نہیں ہوتا۔

لغات وترکیب

عَزَّ يَعِزُّ عِزّاً (ض) دشوار ہونا۔ أُطْرِقَ يُطْرِقُ إِطْرَاقاً (افعال) پے در پے آنا۔ خَطْبٌ، ج، خُطُوبٌ، مصیبت۔ طَوْدٌ، ج، أَطْوَادٌ، بڑا پہاڑ۔ صَادَمَ يُصَادِمُ مُصَادَمَةً (مفاعلۃ) ٹکرانا۔

أَنَّنِي إذا أُطْرِقَ، حرف مشبہ بہ فعل اپنے اسم وخبر سے مل کر بتاویل مفرد ہو کر "يعزُّ" کا فاعل ہے۔ لم يغلق، إذا شرطیہ کا جواب ہے۔

تشریح یعنی میرا حوادثاتِ زمانہ اور مصائب کے نزول سے نہ گھبرانا ہی حاسدوں کی نگاہ میں کھٹکتا رہتا ہے، انھیں اس پر تعجب ہے کہ میں حوادث کا مقابلہ کیسے کر لیتا ہوں، انھیں یہ نہیں معلوم کہ میں ایک ایسا پہاڑ ہوں، جس پر حوادثات کی آندھیوں کے چلنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

السَّعْيُ

اَبُو رَكْوَة

عَلَى الْمَرْءِ اَنْ يَسْعٰى لِمَا فِيْهِ نَفْعُهٗ ۞ وَلَيْسَ عَلَيْهِ اَنْ يُسَاعِدَهُ الدَّهْرُ

کوشش

ابو رکوہ

انسان کولازم ہے کہ وہ اُس چیز کی کوشش کرتا رہے جس میں اُس کا نفع ہو، اُس کے لیے زمانے کا ساز گار ہونا ضروری نہیں ہے۔

تشریح انسان کو ہمیشہ اپنا فائدہ مدنظر رکھنا چاہئے اور فائدے کے حصول کے لیے ہر ممکن تدبیر اپناتے رہنا چاہئے، کوشش مسلسل جاری رکھنا چاہیے اس کے لیے زمانے کے حالات کے ساز گار ہونے کا انتظار نہ کرے، حالات خواہ موافق ہوں یا مخالف، کوشش میں کمی نہیں آنی چاہئے۔

اَلْكَاتِبُ اَبُوبَكْر

سَأَبْغِي الْمَجْدَ فِي شَرْقٍ وَغَرْبٍ ۔۔۔ فَمَا سَاءَ الْفَتٰى دُوْنَ اغْتِرَابِ

فَإِنْ بَلَغْتُ مَأْمُولاً فَإِنِّي ۔۔۔ جَهَدْتُ وَلَمْ أُقَصِّرْ فِي الطِّلَابِ

وَ إِن أَنَا لَمْ أَفُزْ بِمُرَادِ سَعْيِي ۔۔۔ فَكَمْ مِنْ حَسْرَةٍ تَحْتَ التُّرَابِ

کاتب ابوبکر

(۱) میں مشرق ومغرب میں بزرگی تلاش کرتا رہوں گا، کیوں کہ جوان کو سوائے مسافرت کے کوئی چیز باعثِ تکلیف نہیں ہے۔

(۲) تو اگر میں اپنے مقصد تک پہنچ گیا (تو بہت بہتر) کیوں کہ میں نے کوشش کی اور طلب میں کوتاہی نہیں کی۔

(۳) اور اگر میں اپنی کوشش کے مقصد میں کامیاب نہ ہوا (تو کوئی افسوس نہیں) کیوں کہ بہت سی حسرتیں مٹی میں چلی جاتی ہیں۔

لغات وترکیب

بَغٰى يَبْغِي بُغْيَةً (ض) طلب کرنا، تلاش کرنا۔ اغْتَرَبَ يَغْتَرِبُ اِغْتِرَاباً (افتعال) وطن سے دور ہونا۔ مَأْمُولٌ، جس کی امید کیجائے، مطلب، مقصود۔ أَمَلَ يَأْمُلُ أَمْلاً (ن) امید کرنا۔

فَإِنْ بَلَغْتُ مأمولاً، شرط ہے اور جزا محذوف ہے "أي فحسن" اسی طرح "وإن أنا لم أفز" کی بھی جزا محذوف ہے "أي فلا حرجَ فيه"۔

تشریح مطلب یہ ہے کہ شرافت و بزرگی کے حصول کے لیے میں مسلسل کوشش کرتا رہوں گا، اور سرگرداں پھرتا رہوں گا، کیوں ایک جوان کے لیے اس تگ ودو میں وطن سے دوری کے علاوہ کوئی اور چیز باعثِ تکلیف

نہیں ہے، اگر میں اپنی کوشش میں کامیاب ہوگیا، تو بہت اچھا، میں یہ سمجھوں گا کہ مجھے میری محنت کا صلہ ملا۔ اور اگر میں اپنے مقصد میں ناکام ہوگیا تو کوئی افسوس کی بات نہیں، اس لیے کہ بہت سے لوگ اپنے دل میں نہ معلوم کتنی حسرتیں لیے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہوجاتے ہیں اور ان کی آرزوئیں خاک میں مل جاتی ہیں۔

أَبُو مُحَمَّدِ الْقَاسِمِ بْنِ الْفَتْحِ

أَيَّامُ عُمْرِكَ تَذْهَبُ   وَجَمِيعُ سَعْيِكَ يُكْتَبُ
ثُمَّ الشَّهِيدُ عَلَيْكَ مِنْكَ   فَأَيْنَ أَيْنَ الْمَهْرَبُ

ابو محمد قاسم بن فتح

(۱) تیری زندگی کے دن گذرے جارہے ہیں اور تیری ساری تگ ودو لکھی جارہی ہے۔
(۲) پھر تیرے خلاف تیری ہی جانب سے ایک گواہ ہوگا تو بھاگنے کی جگہ کہاں ہوگی۔

تشریح یعنی رفتہ رفتہ زندگی گذری جارہی ہے، ایک ایک دن گذرنے کے ساتھ ساتھ مقررہ زندگی میں کمی ہوتی رہتی ہے اور جو کچھ بھی عمل تم کررہے ہو خواہ نیک ہو یا بد، سب کچھ لکھا جارہا ہے، اور محشر کے دن جب پیشی ہوگی تو جو اعمال بھی اُن سے صادر ہوئے ہیں، اُن کے اعضاء خود بتادیں گے اور وہی اعضاء اُن کے خلاف گواہ بن جائیں گے، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: "یومَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُوْن" (النور/۲۴) یعنی اُس روز اُن کے خلاف خود ان کی زبانیں اور ہاتھ پاؤں بولیں گے اور ان کے جرم کی شہادت دیں گے۔

الشيخ صفى الدين رحمه الله تعالىٰ

مَنْ كَانَ يَعْلَمُ أَنَّ الشَّهْدَ مَطْلَبُهُ   فَلَا يَخَافُ لِلَدْغِ النَّحْلِ مِنَ أَلَمِ

شیخ صفی الدین رحمہ اللہ تعالیٰ

جس شخص کو یہ معلوم ہو کہ اس کا مقصد شہد ہی ہے، تو وہ شہد کی مکھی کے ڈنک مارنے کی تکلیف سے نہیں ڈرتا۔

لغات وترکیب

مَطْلَبٌ، ج، مَطَالِبُ، مقصد۔ لَدَغَ يَلْدَغُ لَدْغاً (ف) ڈنک مارنا۔ نَحْلٌ، واحد، نَحْلَةٌ، شہد کی مکھی۔

تشریح شعر مذکور کا مطلب بالکل واضح ہے کہ جو شخص کسی چیز کو اپنا مقصد بنالیتا ہے، اُس مقصد کے حصول کے لیے اُس کی تکلیفیں بھی برداشت کرلیتا ہے، جس شخص کا مقصد شہد حاصل کرنا ہو وہ مکھیوں کے ڈنک مارنے کی پرواہ نہیں

کرتا ورنہ تو وہ اپنے مقصد کے حصول میں نا کام رہے، پھول کا شیدائی کانٹوں کو بھی گوارہ کر لیتا ہے، سچ کہا ہے کہنے والے نے:

گلستانِ جہاں میں پھول بھی ہیں اور کانٹے بھی مگر جو گل کے جویا ہیں انھیں کیا خار کا کھٹکا

وقال ابن رشيق

يُعْطَى الْفَتَى فَيَنَالُ فِي دَعَةٍ مَا لَمْ يَنَلْ بِالْكَدِّ وَالتَّعَبِ
فَاطْلُبْ لِنَفْسِكَ فَضْلَ رَاحَتِهِ إِذْ لَيْسَتْ الْأَشْيَاءُ بِالطَّلَبِ
إِنْ كَانَ لَا رِزْقَ بِلَا سَبَبِ فَرَجَاءُ رَبِّكَ أَعْظَمُ السَّبَبِ

ابن رشیق کا شعر ہے

(۱) جوان کو رزق دیا جاتا ہے، چناں چہ وہ آرام میں ایسی چیزیں پالیتا ہے جسے وہ کوشش اور مشقت کے ساتھ بھی حاصل نہیں کر سکتا۔

(۲) پس تو اپنے لیے نفس کے آرام کے فضل کا طالب رہ، کیوں کہ چیزوں کا مدار طلب پر نہیں ہے۔

(۳) اگر رزق کا ملنا بلا سبب نہیں ہو سکتا، تو اپنے پروردگا سے امید رکھنا ہی سب سے بڑا سبب ہے۔

لغات وترکیب

دَعَةٌ، سکون وراحت، فراخیِ زندگانی۔ وَدُعَ يَوْدُعُ وَدَاعَةً (ک) مطمئن ہونا۔ كَدَّ يَكُدُّ كَدًّا (ن) کام میں محنت کرنا۔ تَعِبَ يَتْعَبُ تَعَباً (س) تھکنا۔ رَجَا يَرْجُو رَجَاءً (ن) امید کرنا۔

مَا لَمْ يَنَلْ میں "ما" موصولہ ہے اور "لم ينل" صلہ ہے، صلے کی ضمیر محذوف ہے اي لم ينله، موصول صلہ مل کر "يَنَالُ" کا مفعول ہے۔ فَرَجَاءُ رَبِّكَ أَعْظَمُ السبب، مبتدا خبر سے مل کر "إِنْ كَانَ لَا رِزْقَ" کی جزا ہے۔

تشریح شاعر کہنا یہ چاہ رہا ہے کہ اللہ رب العزت انسان کو اس کے آرام وراحت میں ایسی ایسی چیزیں عطا فرما دیتا ہے، جو اُسے محنت ومشقت سے بھی حاصل نہیں ہوتیں، اس لیے انسان کو چاہئے کہ اللہ رب العزت سے دل کا سکون طلب کرے کہ یہ چیز جسے حاصل ہے۔ وہ دنیا میں بہت سکون سے ہے اور جسے سکونِ قلب حاصل نہیں اُسے کچھ بھی حاصل نہیں، خواہ اسباب عیش اس کے پاس بے انتہا ہوں، سکونِ قلب ہی کا طالب رہنا چاہئے، دوسری چیزوں کے حصول کا دار ومدار طلب پر نہیں ہے، اور اگر یہ کہا جائے کہ ایسا نہیں بل کہ ہر چیز کے لیے سبب کی ضرورت پڑتی ہے۔ حتی کہ رزق بھی بلا سبب نہیں ملتی تو یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ پروردگار کی امید سے بڑھ کر کوئی سبب نہیں۔

سَمِعْتُ الْمَوْلٰى السَّيِّد حُسَيْنُ أَحْمَدُ الْمَدَنِي يُنْشِدُ بِهٰذَيْنِ الْبَيْتَيْنِ

إِنَّ الَّذِي أَنْتَ تَرْجُوهُ وَتَأْمُلُهُ ۔۔۔ مِنَ الْبَرِيَّةِ مِسْكِيْنُ بْنُ مِسْكِيْنِ

فَاسْتَرْزِقِ اللّٰهَ عَمَّا فِي خَزَائِنِهِ ۔۔۔ فَإِنَّمَا الْأَمْرُ بَيْنَ الْكَافِ وَالنُّونِ

میں نے حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کو یہ دو اشعار پڑھتے سنا ہے

بلاشبہ وہ شخص جس سے تو آس لگائے اور امید باندھے ہوئے ہے مخلوق میں سے، وہ مسکین ابن مسکین ہے

پس تو اللہ سے رزق طلب کر اس کے خزانے میں سے کیوں کہ اُس کے یہاں حکم کاف اور نون (کن) کے درمیان ہے۔

تشریح إنّ الذي أنت:۔ مطلب یہ ہے کہ مخلوق میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس سے آس لگایا جائے اور امید باندھی جائے، ہر ایک شخص محتاج ہے اگر آس اور لو لگانا ہے تو اللہ رب العزت سے لگایا جائے اور جو کچھ مانگنا ہے اللہ ہی سے مانگا جائے، اُس سے مانگنے میں نہ تو اس کے خزانے میں کوئی کمی آتی ہے اور نہ ہی بندوں کی حاجت روائی میں اُسے دیر لگتی ہے اس کے حکم کی تکمیل تو ''کن'' اور ''فیکون'' میں دائر ہے۔

وَأَيْضاً

جُنُونٌ مِنْكَ أَنَّ السَّعْيَ رِزْقٌ ۔۔۔ وَيُرْزَقُ فِي غِشَاوَتِهِ جَنِيْنٌ

جَرَى قَلَمُ الْقَضَاءِ بِمَا يَكُونُ ۔۔۔ فَسِيَّانٌ التَّحَرُّكُ وَالسُّكُونُ

یہ اشعار بھی پڑھتے تھے

(۱) یہ تیری نادانی ہے کہ کوشش ہی سے رزق ملتی ہے جبکہ بچے کو روزی اس کے پردے (ماں کے پیٹ) میں بھی دی جاتی ہے۔

(۲) تقدیر کا قلم چل چکا ہے اس چیز پر جسے ہونا ہے اس لیے حرکت اور سکون دونوں برابر ہیں۔

لغات وترکیب

جَنَّ يَجُنُّ جَنًّا وَجُنُوناً (ن) دیوانہ ہونا، پاگل ہونا۔ غِشَاوَةٌ، پردہ۔ جَنِيْنٌ، ج، أَجِنَّةٌ، بچہ، وہ بچہ جو ابھی مادرِ رحم میں ہو۔ سِيَّانِ، سیٌّ، کا تثنیہ ہے، بمعنی برابر۔

جنونٌ منكَ، میں ''منك'' جُنُونٌ سے متعلق ہو کر خبر مقدم ہے اور ''أنّ السعي رزقٌ'' بتاویل مفرد ہو کر مبتدا مؤخر۔ بما يكون میں ''ما'' موصولہ ہے اور ''يكون'' صلہ، جار مجرور ''جرى'' سے متعلق ہے۔ سِيَّان، خبر مقدم اور ''التحرك والسكون'' مبتدا موخر ہے۔

تشریح جنونٌ منك:- مطلب یہ ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ رزق کا وسیلہ اور ذریعہ سعی ہے مگر رزق سعی پر موقوف نہیں؛ بلکہ اللہ رب العزت رزاق اور قادرِ مطلق ہے، وہ بغیر سعی کے بھی رزق عطا کرنے پر قادر ہے، چناں چہ بچے کو ماں کے پیٹ میں بغیر اُس کی سعی کے بھی روزی دیتا ہے، انسان کے حق میں جو روزی مقدر ہے وہ مل کر رہے گی اس سلسلے میں ہر حرکت اور سکون برابر ہے۔

اَلْاِغْتِرَابُ

أَبُو الْعَرَب

إلامَ اتّباعِي بِالْأَمَانِي الْكَوَاذِبِ ... وَهٰذَا طَرِيْقُ الْمَجدِ بَادِي الْمَذَاهِبِ

أهُمُّ وَلِي عَزْمَان عَزْمٌ مُشَرِّقٌ ... وَآخَرُ يَثْنِي هِمَّتِي لِلْمَغَارِبِ

وَلَا بُدَّ لِي أنْ أسْأَلَ العِيْسَ حَاجَةً ... تَشُقُّ عَلٰى أخْفَافِهَا وَالْغَوَارِبِ

إذَا كَانَ أصْلِي مِنْ تُرَابٍ فَكُلُّهَا ... بِلَادِي وَكُلُّ الْعَالَمِيْنَ أقَارِبِي

وطن سے دوری

ابو العرب

(۱) کب تک رہے گا میرا جھوٹی آرزوؤں کے پیچھے چلنا؟ اور یہ بزرگی کی روش ظاہر بینوں کی ہے۔

(۲) میں ارادہ کرتا ہوں اور میرے دو پختہ ارادے ہیں ایک ارادہ جانب مشرق کو اختیار کرنے والا ہے اور دوسرا ارادہ میری ہمت کو جانب مغرب کی طرف موڑتا ہے۔

(۳) اور میرے لیے ضروری ہے کہ میں سفید اونٹوں کی درخواست کروں ایسی حاجت کے طور پر جوان کے پیروں اور کندھوں پر شاق ہو۔

(۴) جب میری اصل مٹی سے ہے تو پوری زمین میرا ملک ہے اور تمام جہان کے لوگ میرے رشتے دار ہیں۔

لغات وترکیب

آماني، واحد، أمنِيَّةٌ، آرزو۔ كَوَاذِبُ، واحد، كَاذِبَةٌ، جھوٹی چیز۔ هَمَّ يَهُمُّ هَمّاً (ن) ارادہ کرنا۔ ثَنَى يَثْنِي ثَنْياً (ض) پھیرنا، موڑنا۔ هِمَّةٌ، ج، هِمَمٌ، ارادہ، ہمت۔ عِيْسٌ، واحد، أعْيَسُ، سفید اونٹ۔ أخْفَافٌ، واحد، خُفٌّ، کھر۔ غَوَارِبُ، واحد، غَارِبَةٌ، کندھا۔ أقَارِبُ، واحد، أقْرَبُ، رشتے دار۔

إلامَ اصل میں "إلى ما" تھا، ما استفہامیہ سے الف کو کثرتِ استعمال کی وجہ سے حرف جار کے بعد حذف کر دیا جاتا

ہے۔ عَزْمٌ مشرِقٌ أي أحدهما عزمٌ مشرِقٌ، مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ و آخرُ أي وَعزمٌ آخرُ يثني. يثني اور اُس کا مابعد، پورا جملہ خبر واقع ہے۔

تشریح مطلب یہ ہے کہ جھوٹی اور بے بنیاد آرزؤں اور تمناؤں کے ساتھ زندگی بسر کرنا حماقت ہے، کیوں کہ جب انسان کی تمام آرزوئیں پوری نہیں ہوتی ہیں تو اُسے دلی تکلیف ہوتی ہے، ہر انسان کو اپنی حیثیت ہی کے مطابق آروز کرنا چاہیے، انسان کا اصلی وطن مٹی ہے، اُسے مٹی ہی میں جانا ہے، اس دنیا سے اُسے دور جانا ہے، اس لیے جب وطن اصلی مٹی ہے، تو تمام دنیا والوں کو اپنا عزیز سمجھے اور ان سے دشمنی نہ کرے۔ اور نہ ہی ان سے اختلاف رکھے۔

فَخْرُ الدِّيْن الوِرْكَانِي

أأحْبَابَنَا أمَّا حَيَاتِي بَعْدَكُمْ فَمَوْتٌ وَأمَّا مَشْرَبِي فَمُنَغَّصُ
وَ أسْعَدُ شيءٍ فِيّ قَلْبِي لِأنَّه لَدَيْكُمْ وَجِسْمِي بِالْبِعَادِ مُخَصَّصُ

فخر الدین ورکانی

(۱) میرے دوستو! میری زندگی تمہارے بعد تو موت ہے، اور میری خوش عیشی تو مکدر ہے۔

(۲) میرے اندر سب سے بابرکت چیز میرا دل ہے، اس لیے کہ یہ تمہارے پاس ہے اور میرا جسم دوری کے ساتھ خاص ہے۔

لغات وترکیب

نَغَّصَ يُنَغِّصُ تنغيصاً (تفعیل) مکدر کرنا۔ خَصَّصَ يُخَصِّصُ تَخْصِيْصاً (تفعیل) خاص کرنا۔

أأحبَابَنا، میں "أ" حرف ندا ہے اور "أحبابنا" منادی مضاف ہونے کی وجہ سے مبنی بر فتحہ ہے۔ بِالبِعَادِ "مخَصَّصُ" سے متعلق ہے۔

تشریح فخر الدین ورکانی اپنے احباب کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میری زندگی کا دار و مدار تمہارے اوپر ہے اگر تم جدا ہو گئے، تو پھر تمہارے بعد گویا میری زندگی ختم ہو گئی اور میں مردہ ہو گیا، میری خوشی مکدر ہو گئی، اس لیے کہ میرے نزدیک میرے اندر سب سے بابرکت چیز میرا دل ہے، اور وہ تمہارے پاس ہے اور میرا جسم تم سے دور ہے اور جب تمہیں نہ رہو گے تو میرا دل بھی نہیں رہے گا اور بغیر دل کے زندگی کیسے باقی رہ سکتی ہے۔

النّابِغَةُ الجَعْدِيُّ

إذِ المَرْءُ لَمْ يَطْلُبْ مَعَاشاً لِنَفْسِهِ شَكَى الْفَقْرَ أو لَامَ الصَّدِيْقَ فَأكْثَرَا
فَسِرْ فِي بِلَادِ اللّٰهِ وَالْتَمِسِ الْغِنٰى تَعِشْ ذَا يَسَارٍ أوْ تَمُوتَ فَتُعْذَرَا

نابغہ جعدی

(۱) جب آدمی اپنے لیے معاش کو طلب نہیں کرتا، تو وہ فقر و فاقے کی شکایت کرتا ہے، یا دوست کو ملامت کرتا ہے، تو بہ کثرت ملامت کرتا ہے۔

(۲) اس لیے تو اللہ کی سرزمین میں چل پھر اور رزق تلاش کر تو خوش حالی کے ساتھ زندگی گذارے گا، یا مر جائے گا تو معذور سمجھا جائے گا۔

لغات و ترکیب

شَکَا یَشْکُو شِکَایَةً (ن) شکایت کرنا۔ لَامَ یَلُومُ لَوْماً وَمَلَامَةً (ن) ملامت کرنا۔ أَکْثَرَ عَملاً یُکْثِرُ إِکْثَاراً (افعال) کسی کام کو زیادہ کرنا۔ یَسُرَ یَیْسُرُ یُسْراً (ک) آسان ہونا۔ عَذَرَ یَعْذِرُ عُذْراً (ض) عذر قبول کرنا۔ تَعِشْ ذَا یَسَارٍ، تَعِشْ جواب امر کی وجہ سے مجزوم ہے۔ أو تموتَ فعل أن مقدرہ کی وجہ سے منصوب ہے۔

تشریح انسان کا رزق جو اس کے حق میں مقدر ہے، وہ مل کر رہے گا، مگر اسباب اختیار کرنے میں پس و پیش نہیں کرنا چاہیے اگر انسان اسباب نہیں اپنائے گا، تو رزق میں وسعت نہ ہونے کی وجہ سے فقر و فاقے کا شکوہ کرے گا۔ اس لیے انسان کو چاہیے کہ اللہ کی سرزمین میں چل کر رزق تلاش کرے تو اسے فقر و فاقے کی شکایت نہ ہوگی اور خوش حالی سے زندگی بسر کرے گا۔

اَبُو الْعَتَاهِيَةِ

شَيْئَانِ لَو بَكَتِ الدِّمَاءَ عَلَيْهِمَا عَيْنَايَ حَتّٰى تُؤْذِنَا بِذَهَابِ

لَمْ أَبْلُغِ الْمِعْشَارَ مِنْ حَقَّيْهِمَا فَقْدُ الشَّبَابِ وَفُرْقَةُ الْأَحْبَابِ

ابو العتاہیہ

(۱) دو چیزیں ایسی ہیں جن پر اگر میری آنکھیں خون بہائیں یہاں تک کہ اُن دونوں کے ختم ہونے کی اطلاع دی جائے۔

(۲) تب بھی میں اُن دونوں کے حق کے دسویں حصہ کو بھی نہ پہنچوں گا، اُن میں سے ایک تو جوانی کا ختم ہونا ہے اور دوسرے احباب کی جدائی۔

لغات و ترکیب

دِمَاءٌ، واحد، دَمٌ، خون۔ بَلَغَ یَبْلُغُ بُلُوغاً (ن) پہنچنا۔ شَبَّ یَشِبُّ شَبَاباً (ض) جوان ہونا۔ "عینایَ" بکت، کا فاعل ہے اور "الدِّمَاءَ" مفعولِ مقدم ہے۔ "لم أَبْلُغْ" یہ جملہ "لو" کا جواب ہے۔ حَقَّيْهِمَا میں "هما"

ضمیر کا مرجع "شیئان" ہے۔ فقدُ الشَّبَاب اور فرقةُ الأحباب یہ دونوں "أحدهما" اور "ثانيهما" مبتدا محذوف کی خبر واقع ہیں۔

تشریح مطلب یہ ہے کہ دو چیزیں میرے نزدیک اس قدر محترم ہیں کہ اگر میری آنکھیں ان پر آنسو بہانے کے بجائے خون بہائیں بل کہ دونوں آنکھیں ختم بھی ہو جائیں تب بھی میں ان چیزوں کا دسواں حصہ بھی ادا نہیں کرسکتا، ایک تو جوانی کا ختم ہونا ہے کہ یہ چیز تو کبھی بھی لوٹ کر نہیں آسکتی کہ اس کی لذتوں سے دوبارہ فائدہ اٹھایا جائے دوسرے احباب کی جدائی ہے کہ اس سے دلوں کو ٹھیس پہنچتی ہے۔

ولاخر

شُخُوصُ الْفَتىٰ عَنْ مَنْزِلِ الضَّيْمِ وَاجِبٌ ۔۔۔ وَ إِنْ كَانَ فِيهِ أَهْلُهُ وَالْأَقَارِبُ

وَلِلْحُرِّ أَهْلٌ إِنْ نَأىٰ عَنْهُ أَهْلُهُ ۔۔۔ وَجَانِبُ عِزٍّ إِنْ نَأى عَنْهُ جَانِبُ

وَمَنْ يَرْضَ دَارَ الضَّيْمِ دَاراً لِنَفْسِهِ ۔۔۔ فَذٰلِكَ فِي دَعْوَى التَّوَكُّلِ كَاذِبُ

کسی دوسرے شاعر کا شعر ہے

(۱) ظلم کی جگہ سے آدمی کا کوچ کر جانا ضروری ہے، اگرچہ وہاں اُس کے اہل وعیال اور عزیز واقارب ہوں۔

(۲) اور شریف آدمی کے لیے بہت سے اہل وعیال ہیں اگر اُس کے حقیقی اہل وعیال دور ہوں، اور شریف شخص کے لیے عزت کی اور بھی جہت ہے، اگر ایک جہت دور ہو جائے۔

(۳) جو شخص ظلم کے گھر کو اپنا گھر بنانے پر راضی ہو، تو وہ توکل کے دعوے میں جھوٹا ہے۔

لغات وترکیب

شَخَصَ يَشْخَصُ شُخُوصاً (ف) کوچ کرنا۔ ضَامَ يَضِيمُ ضَيْماً (ض) ظلم کرنا۔ حُرٌّ، ج، أَحْرَارٌ، شریف آدمی۔ نَأىٰ يَنْأىٰ نَأياً (ف) دور ہونا۔ رَضِيَ يَرْضىٰ رِضاً وَرِضَاءً (س) خوش ہونا۔

عن منزل الضيم، جار ومجرور "واجبٌ" سے متعلق ہے۔ للحُرّ خبر مقدم ہے اور "أهلٌ" مبتدا مؤخر، جَانِبُ عزٍّ کا عطف اهلٌ پر ہے۔ "مَنْ يَرْضَ دار الضيم" جملہ متضمن معنیٔ شرط ہے اور "فذلك في دعوى التوكّل كاذب" متضمن معنیٔ جزا ہے۔

تشریح ایسی جگہوں پر سکونت نہیں اختیار کرنا چاہئے جہاں دوسروں پر ظلم ہو رہا ہو، شریف آدمی چوں کہ ظلم کو برداشت کر نہیں سکتا اس لیے اُسے چاہیے کہ وہ وہاں سے کوچ کر جائے اور دوسری جگہ سکونت اختیار کر لے، اگرچہ اُس کے اہل وعیال اُس سے دور جائیں گے۔ مگر شریف آدمی کو دوسرے عزیز واقارب مل جائیں گے۔ اس کی انھیں

کمی نہیں رہے گی۔ اور اگر کوئی شخص اپنے لیے ظلم ہی کا گھر اختیار کرنے پر راضی ہو، تو وہ شخص اپنے دعویٰ توکل میں جھوٹا ہے۔ کیوں کہ توکل کا ہرگز مطلب یہ نہیں کہ مواقع ظلم میں ظلم سے بچنے کا سبب اختیار نہ کرے۔

وَقَالَ بَعْضُهُمْ

أُحَيْبَابَ قَلْبِي هَلْ سِوَاكُمْ لِعِلَّتِي ... طَبِيْبٌ بِدَاءِ الْعَاشِقِيْنَ خَبِيْرُ

وَإِنِّي لَمُسْتَغْنٍ عَنِ الْكَوْنِ دُوْنَكُمْ ... وَأَمَّا إِلَيْكُمْ سَادَتِي فَفَقِيْرُ

فَجُوْدُوْا بِوَصْلٍ فَالزَّمَانُ مُفَرِّقٌ ... وَأَكْثَرُ عُمْرِ الْعَاشِقِيْنَ قَصِيْرُ

ایک شاعر نے کہا ہے

(۱) اے میرے جگری دوستو! کیا تمہارے سوا میری بیماری کا کوئی ایسا طبیب ہے، جو عاشقوں کی بیماری سے واقف ہو۔

(۲) میں تمہارے سوا سارے عالم سے بے نیاز ہوں اور اے میرے بزرگو! میں تو تمہارا محتاج ہوں۔

(۳) سو نعمتِ وصل سے نواز دو کیوں کہ زمانہ جدا کرنیوالا ہے اور عاشقوں کی عمر دراز بھی قلیل ہوتی ہے۔

لغات وترکیب

أُحَيْبَابٌ، یہ "أَحْبَابٌ" کی تصغیر ہے۔ عِلَّةٌ، ج، عِلَلٌ، بیماری۔ دَاءٌ، ج، أَدْوَاءٌ، بیماری۔ سَادَةٌ، واحد، سَيِّدٌ، سردار۔ جَادَ يَجُوْدُ جُوْداً (ن) سخاوت کرنا۔ فَرَّقَ يُفَرِّقُ تَفْرِيْقاً (تفعیل) جدا کرنا۔

أحيباب قلبي، حرف ندا محذوف ہے، اصل میں " يا أحيبابَ" ہے، بداء العاشقين جار مجرور "خبيرٌ" سے متعلق ہے۔ فالزَّمَانُ مُفَرِّقٌ، میں "فا" تعلیلیہ ہے۔ أكثرَ عمر العاشقين مبتدا ہے اور "قصيرٌ" خبر واقع ہے۔

تشریح شاعر اپنے جگری دوستوں کو خطاب کر کے کہہ رہا ہے کہ میری بیماری کا علاج تم ہی ہو، تمہارے علاوہ اور کوئی ایسا نہیں ہے جو عاشقوں کی بیماری سے باخبر ہو، مجھے دنیا والوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے میں ان سے بالکل مستغنی ہوں البتہ مجھے تمہاری ضرورت ہے، میں تمہارا محتاج ہوں، میری ہر وقت کی خواہش ہے کہ تمہارا وصال نصیب ہو جائے کیوں کہ زمانہ جدائیگی کرنے پر تلا ہوا ہے اور وصال بہت ضروری ہے۔ اس لیے کہ عاشق کی عمر بہت کم ہے اور عاشقوں کی زیادہ عمر بھی تھوڑی ہوتی ہے۔

لَيْسَ الْغِنَا مِنَ الْعَقْلِ

لِبَعْضِهِمْ

الرِّزْقُ يُخْطِي بَابَ عَاقِلِ قَوْمِهِ ... وَيَبِيْتُ بَوَّاباً بِبَابِ الْأَحْمَقِ

مال داری عقل کا حصہ نہیں ہے

کسی شاعر کا شعر ہے

روزی اپنی قوم کے دانش ور کے دروازے سے خطا کر جاتی ہے اور بے قوف کے دروازے پر دربان بن کر رات گذارتی ہے۔

تشریح لیس الغنا من العقل: یعنی مال داری کا تعلق عقل سے نہیں ہے، چناں چہ کتنے دانش منداور اہلِ ذہانت رزق کی تلاش میں سرگرداں پھر رہے ہیں، بے روزگاری کی وجہ سے دردر کی ٹھوکریں کھارہے ہیں، جب کہ بے وقوف اور حرف جہاں پر مکرر قسم کے لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ کروڑوں میں کھیل رہے ہیں، تمام اسباب انھیں مہیا ہیں، وہ محلوں میں دادِعیش دے رہے ہیں، کسی شاعر نے سچ کہا ہے: ؎

کم عاقلٍ عاقلٍ أعيتْ مَذاهبه   وكَمْ جَاهلٍ تلقاه مرزوقاً

کتنے عقل مند ایسے ہیں جنھیں ان کے اسباب معاش نے عاجز کر رکھا ہے اور کتنے ناخواندہ ایسے ہیں جنھیں تم پاؤ گے کہ انھیں خوب روزی مل رہی ہے۔

وقال رَجُلٌ من بني قَريع

مَتٰى مَا يَرَى النَّاسُ الْغَنِيَّ وَجَارُهُ   فَقِـيْرٌ يَقُـولُوا عَـاجِـزٌ وَجَلِيْدٌ
وَلَيْسَ الغِنٰى وَالْفَقْرُ مِنْ حِيلَةِ الفَتٰى   وَلٰكِنْ آحاظٍ قُسِّمَتْ وَجُدُودُ

بنو قریع کے ایک شخص کا شعر ہے

(۱) جب لوگ کسی مال دار کو دیکھتے ہیں دراں حالے کہ اس کا ہم سایہ فقیر ہو تو وہ کہتے ہیں: یہ عاجز ہے اور وہ طاقت ور ہے۔
(۲) حالاں کہ مال داری اور محتاجگی انسان کی تدبیر کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ یہ تو نصیبے اور حصے ہیں جو تقسیم کردیئے گئے ہیں۔

لغات وترکیب

جَلِيْدٌ، ج، جُلَدَاءُ، قوت والا۔ جَلُدَ يَجْلُدُ جَلادَةً (ک) قوت کا مظاہرہ کرنا۔ حِيْلَةٌ، ج، حِيَلٌ، تدبیر۔ أحاظٌ، واحد، حظوةٌ، حصہ۔ جَدٌّ، ج، جُدودٌ، نصیبہ، حصہ۔

عَاجزٌ وجليدٌ أي هذا الفقير عاجزٌ وذٰلكَ الغنيُّ جَليدٌ. من حيلة الفتٰى، جار مجرور محذوف سے متعلق ہوکر "لیس" کی خبر ہے۔

تشریح:- شعر مذکور کا مطلب یہ ہے کہ لوگ جب کسی مال دار اور فقیر کو دیکھتے ہیں تو ان کا یہ خیال ہوتا ہے کہ مال دار

کی مال داری کسبِ معاش میں ان کی محنت اور حسن تدبیر کی وجہ سے ہے اور فقیر کا فقر کسبِ معاش میں محنت نہ کرنے اور تدبیر سے کورا ہونے کی وجہ سے ہے، حالانکہ یہ خیال بالکل غلط ہے، اس لیے کہ مال داری اور فقیری میں انسان کی تدبیر کا دخل نہیں ہے؛ بلکہ کس کو کتنی روزی ملنی ہے، یہ فیصلہ من جانب اللہ ہو چکا ہے۔ وہ حصے اور نصیبے تقسیم کر دیے گئے ہیں، ارشاد باری ہے۔ ”أهم يقسمون رحمة ربّك نَحْنُ قسمنا بينهم فى الحيوة الدنيا“۔

المَشُورَةُ

قَالَ الشَّاعِرُ

الرَّأْيُ كَاللَّيْلِ مُسْوَدٌّ جَوَانِبُهُ ... وَاللَّيْلُ لَا يَنْجَلِي إِلَّا بِإِصْبَاحِ

فَاضْمُمْ مَصَابِيحَ آرَاءِ الرِّجَالِ إِلَى ... مِصْبَاحِ رَائِكَ يَزْدَدْ ضَوْءُ مِصْبَاحِ

(۱) رات کی طرح رائے کے تمام پہلو تاریک ہیں اور رات روشن نہیں ہوتی ہے مگر چراغ جلانے سے۔

(۲) سو تو لوگوں کی رائے کے چراغوں کو اپنی رائے کے چراغ کے ساتھ شامل کر لے تیرے چراغ کی روشنی بڑھ جائے گی۔

لغات وترکیب

اِنْجَلٰی یَنْجَلِي اِنْجِلَاءً (انفعال) روشن ہونا۔ ضَمَّ یَضُمُّ ضَمّاً (ن) ملانا۔ مَصَابِیْحُ، واحد، مِصْبَاحٌ، چراغ۔ جَوَانِبُهُ ”مُسْوَدٌّ“ کا فاعل ہے۔ فَاضْمُمْ، میں فاتعلیلیہ ہے اور ”یَزْدَدْ“ جواب امر کی وجہ سے مجزوم ہے۔

تشریح مطلب یہ ہے کہ مشورے کا بہت فائدہ ہے آدمی تنہا اپنی رائے پر عمل کرتا ہے تو بسا اوقات نقصان میں پڑ جاتا ہے، اور مشورے سے چوں کہ کئی لوگوں کی رائیں سامنے آجاتی ہیں اس لیے درست رائے پر عمل کر کے انسان نقصان سے بچ جاتا ہے۔ سو آدمی کو چاہئے کہ اپنے تمام امور کو باہمی مشورے سے انجام دے۔

وَلِبَعْضِهِمْ

اِقْرِنْ بِرَأْيِكَ رَأْیَ غَيْرِكَ وَاسْتَشِرْ ... فَالْحَقُّ لَا يَخْفٰی عَلَى الْاِثْنَيْنِ

فَالْمَرْءُ مِرْآةٌ تُرِيْهِ وَجْهَهُ ... وَيَرٰی قَفَاهُ بِجَمْعِ مِرْآتَيْنِ

ایک شاعر کا شعر ہے

(۱) اپنی رائے کے ساتھ دوسرے کے رائے کو ملا لے اور مشورہ کر، اس لیے کہ حق دو پر مخفی نہیں رہتا۔

(۲) انسان ایسا آئینہ ہے جو اسے صرف اس کا چہرہ دکھلاتا ہے اور دو آئینے جمع کرنے سے آدمی اپنا پچھلا حصہ بھی دیکھ لیتا ہے۔

لغات وترکیب

قَرَنَ يَقْرِنُ قَرْناً (ض) ملانا۔ اسْتَشَارَ يَسْتَشِيْرُ اِسْتِشَارَةً (استفعال) مشورہ طلب کرنا۔ مِرْآة، ج، مَرَاءٍ وَمَرَايَا، آئینہ۔ قَفَا، ج، أَقْفَاءٌ وَاَقْفِيَةٌ، سر کا پچھلا حصہ، گدّی۔

تشریح شعر مذکور میں بھی مشورے ہی کی حیثیت کو اجاگر کیا گیا ہے، کہ جب دو آدمی کی رائے سامنے آجاتی ہے تو حق بات بالکل ظاہر ہوجاتی ہے، دو افراد کی رائے کی مثال ایسی ہے جیسے دو آئینہ، کہ ایک آئینے سے آدمی صرف اپنا چہرہ دیکھ سکتا ہے اور جب دو آئینے جمع ہوجائیں تو چہرہ بھی دیکھ سکتا ہے اور سر کا پچھلا حصہ بھی دیکھ سکتا ہے۔

اَلْعِبْرَةُ لِلْعَمَلِ لَا لِلْقَوْلِ

لِبَعْضِهِمْ

يَقُوْلُ لِيَ السَّجَّانُ وَهُوَ يَقُودُنِي إِلَى السِجْنِ: لَا تَفْزَعْ فَمَا بِكَ مِنْ بَأسٍ

اعتبار عمل کا ہے نہ کہ قول کا

کسی شاعر کا شعر ہے

داروغۂ جیل مجھے قید خانے کی طرف لے جاتا ہوا کہہ رہا تھا: گھبرا مت، تجھے کوئی مصیبت نہیں پہنچے گی۔

لغات وترکیب

سَجَنَ يَسْجُنُ سَجْناً (ن) قید کرنا۔ سِجْنٌ، ج، سُجُونٌ، قید خانہ۔ فَزِعَ يَفْزَعُ فَزَعاً (س) گھبرانا۔ وَهُو يَقُودُنِي، یہ جملہ "السَّجَّان" سے حال واقع ہے۔ "لَا تَفْزَعْ فما بك من بأس "پورا جملہ مقولہ واقع ہے۔ من بأس میں "من" زائدہ ہے اور "بأس" ما کا اسم ہے، بك، "لاحقاً" سے متعلق ہوکر "ما" کی خبر ہے۔

تشریح مطلب یہ ہے کہ داروغۂ جیل گرچہ مجھے تسلی دے رہا تھا کہ گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی، مگر اُس کی بات کا ابھی کیا اعتبار؟ صحیح پتہ تو قید خانے میں جانے کے بعد معلوم ہوگا کہ اس کا عمل اُس کے قول کے مطابق ہے یا نہیں، یعنی صحیح بات تو اس کے عمل سے معلوم ہوگی۔

ضَيَاعُ الْعَمَلِ

صَالِحُ بْنُ عَبْدِ الْقُدُّوسِ

وَإِنَّ عَنَاءً أَنْ تُفَهِّمَ جَاهِلاً فَيَحْسِبُ جَهْلاً أَنَّهُ مِنْكَ أَفْهَمُ

مَتٰى يَبْلُغُ الْبُنْيَانُ يَوْماً تَمَامَهُ إِذَا كُنْتَ تَبْنِيهِ وَغَيْرُكَ يَهْدِمُ

عمل کا اکارت ہونا

صالح بن عبد القدوس

(۱) بڑی مشقت یہ ہے کہ تو کسی جاہل کو سمجھائے اور وہ جہالت کی وجہ سے یہ خیال کرے کہ وہ تجھ سے زیادہ سمجھدار ہے۔

(۲) کب وہ عمارت کسی دن پایہ تکمیل کو پہنچ سکتی ہے جب کہ تو اُسے بنائے اور دوسرا اسمار کرتا ہے۔

لغات وترکیب

عَنِيَ يَعْنىٰ عَنَاءً (س) مشقت میں مبتلا ہونا۔ فَهَّمَ يُفَهِّمُ تَفْهِيْماً (تفعیل) سمجھانا۔

أنْ تَفهِمُ جَاهلاً، جملہ بتاویل مفرد ہوکر "إنّ" کی خبر واقع ہے۔ "جهلاً" مفعول لہٗ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

تشریح مطلب یہ ہے کہ ایسے شخص کو سمجھانا بے سود ہے جو اپنے آپ کو جاہل ہونے کے باوجود دانش منداور سمجھدار سمجھے، اُسے سمجھانا اور کوئی مشورہ دینا اپنے عمل کو اکارت کرنے کے مترادف ہے، کوئی بھی عمارت پایۂ تکمیل کو اسی وقت پہنچ سکتی ہے، جب اسے کوئی منہدم نہ کرے، اسی طریقے سے فائدہ اسی وقت حاصل ہوگا جب بات کو آدمی مانے اور اگر بات ہی کاٹ دے تو پھر فائدہ کیسے حاصل ہوگا۔

وَلَهُ أيضاً

لَا تَجُدْ بِالْعَطَاءِ فِي غَيْرِ حَقٍّ لَيْسَ فِي مَنْعِ غَيْرِ ذِي الحَقِّ بُخْلُ

إنَّمَا الجُودُ أن تَجُودَ عَلىٰ مَنْ هُوَ لِلْجُودِ مِنْكَ وَالبَذْلِ أَهْلُ

صالح ہی کا شعر ہے

(۱) بے محل نوازش کے ذریعہ سخاوت کا مظاہرہ مت کر غیر مستحق کو نہ دینے میں بخل نہیں ہے۔

(۲) سخاوت تو یہ ہے کہ اُس شخص پر سخاوت کرے جو تیری سخاوت اور نوازش کا اہل ہو۔

لغات وترکیب

بَخِلَ يَبْخَلُ بُخلاً (س) بخیل ہونا۔ بَذَلَ يَبْذُلُ بَذْلاً (ن،ض) سخاوت کرنا۔

"بُخل" لیس کا اسم ہے اور "في منع غير ذى الحق" جار مجرور سے مل کر "ثابتاً" سے متعلق ہوکر "لیس" کی خبر ہے۔

تشریح شعر مذکور کا مطلب یہ ہے کہ سخاوت اسی شخص کے ساتھ کرنا چاہیے جو نوازش کا مستحق ہو، تبھی سخاوت کا فائدہ بھی ہوگا۔ غیر مستحق کے ساتھ سخاوت کرنا اُسے ضائع اور اکارت کرنا ہے اور کسی نے سچ کہا ہے: "لا تصنع

المعروف في غير أهله " کہ نااہل کے ساتھ بھلائی مت کر، کیوں کہ بجائے فائدے کے نقصان پہنچ سکتا ہے۔

المُرُّ لَکَ وَالحُلوُ لِغَیرِکَ

لِبَعْضِهِمْ

يَا ضَمْرُ! أَخْبِرْنِي وَلَسْتُ بِكَاذِبٍ ... وَ أَخُوكَ نَافِعُكَ الَّذِي لَا يَكْذِبُ

أَمِنَ السَّوِيَّةِ أَنْ إِذَا اسْتَغْنَيْتُمْ ... وَأَمِنْتُمْ فَأَنَا الْبَعِيْدُ الْأَجْنَبُ

وَإِذَا الشَّدَائِدُ بِالشَّدَائِدِ مَرَّةً ... أَشْجَتْكُمْ فَأَنَا الْحَبِيْبُ الْأَقْرَبُ

وَلِجُنْدَبٍ سَهْلُ الْبِلَادِ وَعَذْبُهَا ... وَلِيَ المِلَاحُ وَحُزْنُهُنَّ الْمُجْدَبُ

وَإِذَا تَكُونُ كَرِيْهَةٌ أُدْعَى لَهَا ... وَإِذَا يُحَاسُ الْحَيْسُ يُدْعَى جُنْدَبُ

هٰذَا لَعَمْرُكُمُ الصَّغَارُ بِعَيْنِهِ ... لَا أُمَّ لِي إِنْ كَانَ ذَاكَ وَ لَا أَبُ

عَجَباً لِتِلْكَ قَضِيَّةٌ وَإِقَامَتِي ... فِيْكُمْ عَلٰى تِلْكَ الْقَضِيَّةِ أَعْجَبُ

تیرے لیے تلخی اور تیرے علاوہ کے لیے شیرینی

کسی شاعر کا شعر ہے

(۱) اے ضمر! مجھے بتلا اور میں جھوٹا نہیں ہوں، تیرا بھائی تجھے نفع پہنچانے والا شخص ہے، جو جھوٹ نہ بولے۔

(۲) کیا یہ انصاف ہے کہ جب تم مستغنی اور مطمئن ہو جاتے ہو تو میں دور اور اجنبی ہو جاتا ہوں۔

(۳) اور جب پے بہ پے سختیاں کسی وقت تمہیں غمگین کرتی ہیں تو میں قریبی دوست ہو جاتا ہوں۔

(۴) نرم اور شیریں وہموار زمین تو جندب کے لیے ہے اور میرے لیے شور یلی، سخت اور بنجر زمین ہے۔

(۵) اور جب کوئی مصیبت ہوتی ہے تو اس کے لیے میں پکارا جاتا ہوں اور جب حلوہ تیار کیا جاتا ہے تو جندب کو بلایا جاتا ہے۔

(۶) تمہاری زندگی کی قسم یہ تو سراسر ذلت ہے اگر ایسا ہو تو خدا کرے نہ میری ماں رہے اور نہ باپ۔

(۷) اس معاملے پر تعجب ہے اور اس معاملے کے باوجود میرا تمہارے پاس رہنا اُس سے زیادہ تعجب خیز ہے۔

لغات وترکیب

مَرَّ يَمَرُّ مَرَارَةً (س) تلخ ہونا۔ حَلَا يَحْلُو حُلْواً وَحَلَاوَةً (ن) شیریں ہونا۔ أَشْجٰى يُشْجِي إِشْجَاءً (افعال) غمگین کرنا۔ سَهُلَ الْمَكَانُ يَسْهُلُ سُهُولَةً (ک) نرم ہونا۔ جَدَبَ يَجْدُبُ جَدْباً المكانُ (ن) بارش نہ ہونے کی وجہ سے خشک ہونا۔ حَيْسٌ، ایک قسم کا کھانا جو کھجور، گھی اور ستو سے تیار کیا جاتا ہے۔ حَاسَ يَحِيسُ حَيْساً

(ض) حیس تیار کرنا۔ صَغُرَ يَصْغُرُ صَغاراً (ک) ذلیل ہونا۔ عَجِبَ يَعْجَبُ عَجباً (س) تعجب کرنا۔

أخبرنی، یہ جملہ جواب ندا ہے، أخوك مبتدا ہے اور نافعلك خبر ہے، "أمن السّويَّة أن إذَا استغنيتم" میں "من السّوية" خبر مقدم ہے اور "أن إذا استغنيتم الخ" مبتدا مؤخر ہے۔ "لجندُبٍ" خبر مقدم ہے اور "سَهْلُ البلاد و عذبُهَا" مبتدا مؤخر ہے۔ وَإذَا تكون میں "إذَا" ظرفیہ ہے۔ هٰذَا لعمر كم الصَّغار بعينه "لعمر كم" قسم ہے اور "هٰذَا الصَّغار" مبتدا و خبر ہے۔ عَجباً مفعولِ مطلق ہے اور فعل محذوف ہے أی أعجبُ عجباً، تلك مبہم ہے اور قضيَّةً تمیز ہے۔

تشریح اشعار مذکورہ کا مطلب یہ ہے کہ مصیبت اور پریشانی کے موقع میں مجھے یاد کیا جاتا ہے اور جب کوئی آسانی اور خوش حالی نیز کھانے کے پینے مواقع ہوتے ہیں، تو مجھے فراموش کر کے دوسروں کو یاد کیا جاتا ہے۔ یہ تو میرے لیے ذلت کی بات ہے۔

رِفْعَةُ الأَرْذَالِ سِيمَا هلاكِهِمْ

إذَا مَا أَرَادَ اللّٰهُ إهْلَاكَ نَمْلَةٍ ‏ سَمَتْ بَجَنَاحَيْهَا إلَى الْجَوِّ تَصْعَدُ

کمتر لوگوں کا بلند مرتبہ ہونا ان کی ہلاکت کی علامت ہے

خدا جب کسی چیونٹی کو ہلاک کرنا چاہتا ہے، تو وہ اپنے پروں سے بلند ہو جاتی ہے اور فضا کی طرف چڑھنے لگتی ہے۔

لغات و ترکیب

رَفُعَ يَرْفُعُ رِفْعَةً (ک) بلند مرتبہ ہونا۔ أرْذَالٌ، واحد، رَذِيْلٌ، ذلیل، کم مرتبے والا۔ نَمْلَةٌ، ج، نَمْلٌ، چیونٹی۔ سَمَا يَسْمُو سُمُوّاً (ن) بلند ہونا۔ صَعِدَ يَصْعَدُ صُعُوداً (س) چڑھنا۔ جَوٌّ، ج، أجْوَاءٌ، فضا۔

تشریح رفعة الأرذال الخ. مطلب یہ ہے کہ کمتر اور حقیر لوگ اگر بلند مرتبے پر فائز ہو جائیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اب وہ پستی کی طرف لوٹیں گے اور یہی بلندی اُن کے ہلاکت کی علامت ہے، جیسے چیونٹی ایک کمتر حیوان ہے اور جب اللہ تبارک وتعالیٰ اسے ہلاک کرنا چاہتا ہے، تو اسے باز و عطا کر دیتا ہے اور وہ اس کی بدولت بلندی پر پہنچ جاتی ہے۔ پھر ہلاک ہو جاتی ہے۔

اَلْفَخْرُ بِالْآبَاءِ

وَقَالَ آخَرُ

أيُّهَا الْفَاخِرُ جَهْلاً بِالْحَسَبِ ‏ إنَّمَا النَّاسُ لِأُمٍّ وَلِأَبٍ

إِنَّمَا الْفَخْرُ بِعَقْلٍ رَاجِحٍ وَبِأَخْلَاقٍ حِسَانٍ وَأَدَبْ
ذَاكَ مَنْ فَاخَرَ النَّاسُ بِهِ فَاقَ مَنْ فَاخَرَ مِنْهُمْ وَغَلَبْ

آباء واجداد پر فخر

ایک دوسرے شاعر کا شعر ہے

(۱) اے جہالت کی وجہ سے حسب ونسب پر فخر کرنے والے! سارے لوگ ایک ہی ماں اور باپ سے ہیں۔
(۲) فخر تو عقلِ صحیح، اچھے اخلاق اور ادب پر ہی صحیح ہے۔
(۳) یہ وہ چیزیں ہیں جن پر لوگوں نے فخر کیا اُن میں سے جس نے فخر کیا وہ فائق اور غالب رہے۔

لغات وترکیب

حَسَبٌ، ج، اَحْسَابٌ، حسب ونسب۔ فَخَرَ يَفْخَرُ فَخْراً (ف) فخر کرنا۔ رَجَحَ الرَّأيُ يَرْجَحُ رُجْحَاناً (ف) غالب ہونا۔ فَاقَ يَفُوقُ فَوْقاً (ن) بڑھنا، سبقت لیجانا۔ غَلَبَ يَغْلِبُ غَلْبَةً (ض) غالب آنا۔
جَهْلاً، مفعول لہٗ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ بالحسبِ، جار مجرور "الفاخر" سے متعلق ہے، نہ کہ "جهلاً" سے۔

تشریح الفخر بالآباء. مطلب یہ ہے کہ حسب ونسب پر فخر کرنا انتہائی جہالت ہے، کیوں کہ یہ کوئی فخر کی چیز نہیں. سارے انسان ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں اس لیے انسان ہونے کی حیثیت سے سب برابر ہیں، کوئی کسی پر فائق نہیں، اگر فخر کرنے کی کوئی چیز ہے تو وہ عقلِ صحیح، اخلاقِ حسنہ اور ادب وشائستگی ہے۔ ان چیزوں پر انسان فخر کرسکتا ہے، ورنہ حسب ونسب یہ کوئی فخر کی چیز نہیں۔

وَقَالَ الْحَكِيمُ بْنُ قَنْبَرٍ

لَا خَيْرَ فِيمَنْ لَهُ أَصْلٌ بِلَا أَدَبٍ حَتّٰى يَكُونَ عَلٰى مَا نَابَهُ حَدِبَا
كَمْ رَاعَنِي مِنْ أَخٍ عَيٍّ وَطَمْطَمَةٍ فَدْمٍ لَدَى الْقَوْمِ مَعْرُوفٍ إِذَا انْتَسَبَا
فِي بَيْتِ مَكْرُمَةٍ آبَاؤُهُ نُجُبٌ كَانُوا الرُؤسَ فَأَضْحٰى بَعْدَهُمْ ذَنَبَا

حکیم بن قنبر کا شعر ہے

(۱) اُس شخص میں کوئی خیر نہیں ہے، جس کی اصل بغیر ادب کے ہو، یہاں تک کہ وہ مصائب کی وجہ سے کوزہ پشت ہوجائے۔
(۲) بہت سے عجمی زبان میں بات کرنے والے درماندہ بھائیوں نے مجھے گھبراہٹ میں ڈال دیا، جو قوم کے نزدیک

معروف النسب تھے، جب اُن کا نسب بیان کیا جائے۔

(۳) ایسے عزت والے گھر میں جن کے آباواجداد شریف تھے، وہ سردار تھے پھر اُن کے بعد تابع ہو گئے۔

لغات وترکیب

نَابَ أمرٌ يَنُوبُ نَوْبَةً (ن) پیش آنا۔ حَدِبَ يَحْدَبُ حَدَباً (س) کبڑا ہونا۔ رَاعَ يَرُوعُ رَوْعاً (ن) گھبرانا۔ عَيٌّ، ج، أعْيَاءٌ، گفتگو میں عاجز۔ طَمْطَمَ يُطَمْطِمُ طَمْطَمَةً (فعللة) زبان کی لکنت والا ہونا۔ فَدْمٌ، ج، فِدَامٌ، بیوقوف، کلام میں عاجز۔ نَجِيْبٌ، نُجُبٌ، شریف۔ ذَنَبٌ، ج، أذْنَابٌ، دم، أذناب النَّاس، معمولی لوگ۔

لاخيرَ، میں "لا" برائے نفی جنس ہے۔ خيرَ اسم ہے، اور "فيمن له أصلٌ" خبر ہے۔ على ما نابه، میں "ما" موصولہ ہے اور جار مجرور "حدباً" سے متعلق ہے۔ كم راعني من أخ عيّ اصل میں "كم من أخ عيٍّ راعني" ہے اور کم خبریہ ہے۔

تشریح ادب ایک بہت ہی عمدہ چیز ہے اگر انسان ادب، تہذیب وتمدن اور شائستگی وشرافت سے بے بہرہ ہے تو پھر اس میں کوئی خیر نہیں ہے، اگر انسان ادب سے آراستہ ہے، تو لوگوں کے نزدیک باعزت اور قابل قدر ہے خواہ وہ کمتر ہی کیوں نہ ہو اور برتر آدمی بھی ادب سے خالی ہونے کی وجہ سے بے وقعت ہو جاتا ہے۔ اس لیے انسان کو چاہئے کہ ادب کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دے۔

وَقَالَ آخَرُ

أبُوكَ أبُو حُرٍّ وَ أُمُّكَ حُرَّةٌ　　وَقَدْ يَلِدُ الحُرَّانِ غَيْرَ نَجِيْبِ

ایک دوسرے شاعر کا شعر ہے

تیرے باپ شریف شخص کے باپ ہیں اور تیری ماں بھی شریف ہے، اور کبھی شریفوں کے یہاں بھی رذیل پیدا ہو جاتا ہے۔

تشریح مطلب یہ ہے کہ شریف والدین کی اولاد بھی عموماً شریف ہی ہوتی ہے، مگر کبھی کبھی اس کے برخلاف شریف کی اولاد بھی شریف نہیں ہوتی؛ بلکہ رذیل ہوتی ہے اور والدین کی نیک نامی کے بجائے بدنامی کا سبب بن جاتی ہے۔

أطْيَبُ الْحَالَاتِ

وَلِآخَرَ

أَلَا لَيْتَنِي مَا كُنْتُ يَوْماً مُعَظَّماً　　وَلَا عَرَفُوا شَخْصِي وَلَا عَلِمُوا قَصْرِي

أكَلَّفُ فِي حَالِ الْمَشِيْبِ بِمِثْلِ مَا　　تَحَمَّلْتُهُ وَالْغُصْنُ فِي وَرَقٍ نَضِرٍ

فَمَا عَاشَ فِي الأيَّامِ فِي حُرِّ عِيْشَةٍ　　سِوَى رَجُلٍ نَاءٍ عَنِ النَّهْيِ وَالْأمْرِ

بہترین حالت

ایک دوسرے شاعر کا شعر ہے

(۱) کاش میں کسی دن باوقار نہ ہوتا اور نہ میری شخصیت سے واقف ہوتے اور نہ میرا گھر جانتے۔

(۲) مجھے بڑھاپے میں بھی اُس جیسی چیز پر مجبور کیا جاتا ہے، جس کو میں نے اس وقت برداشت کیا جب شاخ تروتازہ پتوں میں تھی۔

(۳) دنیا میں آزاد زندگی کسی نے نہیں گذاری سوائے اُس شخص کے جو امر ونہی سے دور رہنے والا تھا۔

لغات وترکیب

عَظَّمَ يُعَظِّمُ تَعْظِيْماً (تفصیل) عظیم المرتبت سمجھنا۔ كَلَّفَ يُكَلِّفُ تَكْلِيْفاً (تفعیل) مکلّف بنانا۔ مجبور کرنا۔ نَضِرَ يَنْضُرُ نَضْراً وَنَضْرَةً (س،ن،ک) سرسبز وشاداب ہونا، شگفتہ ہونا۔ نَأىٰ يَنْأىٰ نَأياً (ف) دور رہنا۔

الا ليتني میں "الا" حرف تنبیہ ہے "معظماً" کان کی خبر ہے۔ بمثلِ جار مجرور "أكلّف" سے متعلق ہے اور "ما" موصولہ ہے۔

تشریح اشعار مذکورہ کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا بڑا ہو جانا، بڑے منصب پر فائز ہو جانا، اس کی شخصیت کا متعارف ہو جانا، یہ ایسی چیزیں ہیں جو آزاد زندگی کی راہ میں رکاوٹ کا سبب ہیں، اور دوسرے شعر میں شاعر یہ کہہ رہا ہے جو کام میں نے جوانی میں کیے ہیں جب کہ اعضا میں قوت تھی، آج لوگ یہ چاہتے ہیں کہ میں بڑھاپے میں بھی وہ کام انجام دوں، مگر یہ کیسے ممکن ہے؟ اُس وقت تو تمام اعضا قوی اور صحیح وسالم تھے اور اب ان میں اضمحلال اور کمزوری آگئ۔ اور تیسرے شعر میں شاعر یہ کہہ رہا ہے کہ وہ شخص جو لوگوں کے امر ونہی سے دور رہنے والا ہے وہی آزاد زندگی بسر کرسکتا ہے امر ونہی سے مراد یہ ہے کہ نہ وہ کسی کا حاکم رہے اور نہ محکوم، حاکمیت ومحکومیت سے الگ رہنے والا مکمل طور پر آزاد رہتا ہے۔

لِمُؤَلِّفِ الْكِتَابِ غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ

أَبْيَاتٌ أَنْشَدْتُهَا فِي (نَادِيَةِ الْأَدَبِ) الْمُتَعَلِّقَةِ بِدَارِ الْعُلُومِ الدِّيوبَنْدِيَّةِ حِيْنَ أُمِرُوا بِإِجَارَةِ قَوْلِ الشَّاعِرِ

تَمَتَّعْ مِنْ شَمِيْمِ عَرَارِ نَجْدٍ ۔۔۔ فَمَا بَعْدَ الْعَشِيَّةِ مِنْ عَرَارِ

أَلَامُ عَلَى التَّجَنُّبِ وَالتَّخَلِّي ۔۔۔ فَقُلْتُ أُجِيْبُهُمْ: هٰذَا شِعَارِي

لَقَدْ طَوَّفتُ فِي الآفَاقِ دَهْراً وَجُبْتُ الْقَفْرَ وَالبِيْدَ الصَّحَارِي
وَجَرَّبْتُ البِلَادَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَمَيَّزْتُ الصِّغَارَ مِنَ الْكِبَارِ
فَإِنِّي لَمْ أَجِدْ أَحَداً نَصُوحاً يَقِيْنِي مِنْ وُقُوعِي فِي عَوَارٍ
وَلَا يَغْتَابُنِي إِنْ غِبْتُ عَنْهُ وَلَا يُوذِي إِذَا هُوَ فِي جَوَارِي
رَأيتُهُمْ عَدُوِي فِي الْبَلَايَا وَأحْبَابِي إِذَا أنَا ذُويَسَارٍ
وَلَكِنَّ الْكِتَابَ كِتَابُ عِلْمٍ سَمِيْرِي فِي اللَّيَالِي وَالنَّهَارِ
يُوَاسِيْنِي إِذَا هَجَمَتْ هُمُومِي وَيُونِسُنِي إِذَا أنَا فِي الدَّمَارِ
خَلِيْلِي فِي الْهَوَاجِسِ وَالرَّزَايَا أَنِيْسِي مُونِسِي حَامِي الذِّمَارِ
ظَرِيْفِي تَالِدِي وَوَلِي أمرِي أحِبُّ ذَخَائِرِي وَكَذَا ضِمَارِى
يُدَافِعُ عَسْكَرَ الأحْزَانِ عَنِّي وَيَهْدَأنِي إِذَا أنَا فِي السَّهَارِ
بِهِ سُكْرِي إِذَا مَا شِئْتُ خَمْراً وَمِنْه إِفَاقَتِي وَبِهِ خُمَارِي
فَهَلَا أيُّهَا اللوَّامُ لُمْتُمْ خَلِيَّ الْقَلْبِ مِنْ قَطْفِ الثِّمَارِ
ثِمَارِ فُنُونِ عِلْمٍ بِاجْتِهَادٍ وَتَقْرِيْبِ لِمَا يَدَيْهِ دَارٍ
خُمُولِي أطْيَبَ الْحَالاتِ عِنْدِي وَإِعْزَازِي لَدَيْهِمْ فِيْهِ عَارِي

حضرت مؤلف رحمہ اللہ کے اشعار

یہ چند اشعار ہیں، جنھیں میں نے دارالعلوم دیوبند کے ادب کی مجلس میں پڑھے تھے، جس وقت کہ سب کو شاعر کے شعر "تمتَّعْ من شميم عرار نجد" پر گرہ لگانے کا حکم دیا گیا تھا۔

تمتَّعْ :- نجد کے درختِ عرار کی خوشبو سے لطف اندوز ہولو، کیوں کہ شام کے بعد درخت عرار ملنے والا نہیں ہے۔

(۱) مجھ کو علاحدگی پسندی اور خلوت گزینی پر ملامت کی جاتی ہے، تو میں انھیں جواب دیتے ہوئے کہتا ہوں: یہی میرا اشعار ہے۔

(۲) میں نے ایک عرصے تک دنیا کے چپے چپے کا چکر لگایا اور میں نے بے آب و گیاہ زمین، جنگلوں اور صحراؤں کو قطع کیا۔

(۳) شہروں اور شہروں کے باشندوں کو میں نے آزمایا ہے اور چھوٹے بڑوں میں میں نے امتیاز کیا ہے۔

(۴) تو میں نے کوئی ایک بھی ایسا خیر خواہ نہیں پایا جو مجھے عیب میں پڑنے سے بچائے۔

(۵) اور میری عدم موجودگی میں میری غیبت نہ کرے اور جب وہ میرے پڑوس میں ہو تو تکلیف نہ دے۔

(۶) میں نے لوگوں کو مصائب میں اپنا دشمن اور مال داری کے زمانے میں اپنا دوست پایا ہے۔
(۷) مگر کتاب تو علمی ہی کتاب ہے وہی شب و روز میں میرا قصہ گو ہے۔
(۸) جب غموں کا حملہ ہوتا ہے، تو وہی کتاب میری غم خواری کرتی ہے، اور جب میں ہلاکت میں ہوتا ہوں تو وہی کتاب مجھے تسلی دیتی ہے۔
(۹) وساوس و مصائب میں وہی میرا دوست ہے وہی میرا غم خوار، غم گسار اور قابلِ حفاظت چیزوں کا محافظ ہے۔
(۱۰) کتاب ہی میرا سرمایہ، پرانا مال اور میرے معاملے کا منتظم ہے، میرا بہترین ذخیرہ اور غیر متوقع مال ہے۔
(۱۱) وہی مجھ سے غم کے لشکر کو دور کرتی ہے اور مجھے تھپکی دیتی ہے جب میں بے خوابی میں ہوتا ہوں۔
(۱۲) جب مجھے شراب کی خواہش ہوتی ہے تو میرا نشہ اُسی سے ہوتا ہے اسی سے مجھے افاقہ ہوتا ہے اور اُسی سے میرا خمار وابستہ ہے۔
(۱۳) سوائے ملامت کرنے والے! تم نے ملامت کیوں نہیں کی اُس شخص کو جو پھلوں کو توڑنے سے خالی الذہن ہے۔
(۱۴) یعنی علم کے فنون کے وہ پھل محنت اور اس چیز کو ذہن سے قریب کرنے سے حاصل ہوتے ہیں جسے اہلِ علم جانتے ہیں۔
(۱۵) میرے نزدیک سب سے بہترین حالت میری گم نامی ہے اور لوگوں کے نزدیک میرا اعزاز و اکرام میرے لیے عار ہے۔

لغات و ترکیب

تَمَتَّعَ يَتَمَتَّعُ تَمتُّعاً (تفعل) لطف اندوز ہونا۔ شمیمٌ، عمدہ خوشبو۔ عَرَارٌ، واحد، عَرَارَةٌ، ایک پھول خوشبودار جس کا نام گاؤ چشم ہے۔ جَابَ يَجُوبُ جَوْباً (ن) قطع کرنا، طے کرنا۔ بِيْدٌ. واحد، بَيْدَاءُ، بیابان۔ قَفِرَ المَكَانُ يَقْفَرُ قَفَراً (س) بے آب و گیاہ ہونا۔ عَوَارٌ، عیب۔ واسٰی يواسي مُوَاسَاةً (مفاعلت) غم خواری کرنا۔ دَمَرَ يَدْمُرُ دَمَاراً (ن) ہلاک ہونا۔ هَوَاجِسُ، واحد، هَاجِسَةٌ، وسوسہ۔ رَزَايَا، واحد، رزِيَّةٌ، مصیبت۔ ذِمَارٌ، ہر وہ چیز جس کی حفاظت ضروری ہو۔ ضِمَارٌ، دفینہ۔ غیر متوقع مال۔ هَدَأَ الصبيّ يَهْدَأُ هَدْءاً و هُدُوءاً (ف) بچے کو تھپکی دینا۔ خَمَلَ يَخْمُلُ خُمُولاً (ن) گم نام ہونا۔

أجيبهم یہ جملہ "قلت" کی ضمیر سے حال واقع ہے۔ لَا يَغْتَابني، جزائے مقدم ہے اور "إن غبت عنه" شرط مؤخر ہے۔ خليلي في الهواجس أی هُوَ خَلِيلِی۔ اور هو کا مرجع "الكتاب" ہے۔ يُدَافِعُ أی هُوَ يدافع. ثمارِ فنون پہلے والے "ثمار" سے بدل ہے۔

تشریح مذکورہ اشعار خود مولف کتاب شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب نور اللہ مرقدہ کے ہیں، آپ نے شعر مشہور "تمتع من شميم عرار نجد– فما بعد العشية من عرار" میں تضمین کرتے ہوئے یہ اشعار کہے، جس میں آپ نے مختلف چیزوں کو بیان کیا ہے کہ خلوت پسندی اور علاحدگی میرا شعار ہے اس پر کوئی مجھے ملامت نہ کرے، میں ایک تجربہ کار اور آزمودہ شخص ہوں، میں نے دنیا کے چپے چپے کا چکر لگایا ہے لوگوں کو آزمایا اور چھوٹے بڑے میں

امتیاز پیدا کیا ہے، میرا سب سے بڑا رفیق اور میرا جگری دوست کتاب ہے، وہی میری غم خواری کرتی ہے تنہائی میں میرے کام آتی ہے، دن اور رات میں میری قصہ گو ہے، جب مجھے نیند نہیں آتی ہے، تو وہی تھپکی دے کر سلاتی ہے۔ میری سب سے بہتر حالت میری گم نامی ہے، یعنی میں یہ چاہتا ہوں کہ میری شہرت نہ ہو لوگ مجھے نہ جانیں اور میں زندگی کی راہ میں خاموشی سے گذر جاؤں، اور جب لوگ میری تعظیم کرتے ہیں تو میں اس کو اپنے لیے باعث عار سمجھتا ہوں اور قطعاً بہتر نہیں سمجھتا ہوں۔

يَزِيْدُ بْنُ مُحَمَّدِ الْمَهْلَبِيّ

وَمَنْ ذَا الَّذِي تَرْضَى سَجَايَاهُ كُلُّهَا　　　كَفَى الْمَرءَ نُبْلاً أنْ تُعَدَّ مَعَايِبُهُ

یزید بن محمد

ایسا کون شخص ہے جس کی تمام عادتیں تمہیں پسندیدہ ہوں، آدمی کی شرافت کے لیے یہی کافی ہے کہ اس کے عیب شمار کیے جائیں۔

لغات وترکیب

سَجِيَّةٌ، ج، سَجَايَا، عادت۔ نَبُلَ يَنْبُلُ نَبَالَةً وَنُبْلاً (ک) شریف ہونا۔ مَعَايِبُ، واحد، عَيْبٌ، عیب۔
نبلاً، تمیز کی بنا پر منصوب ہے۔ اور "ان تُعدَّ مَعَايِبُه" جملہ بتاویل مفرد ہو کر "کفی" کا فاعل ہے۔ اور "المرءَ" مفعول بہ ہے۔

تشریح مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی شخص ایسا نہیں ہے، جو بالکل دودھ کا دھلا ہو جس میں کوئی کمی نہ ہو، ہر شخص میں کچھ خوبیاں اور کچھ کمیاں ہیں، البتہ جس میں خوبیاں زیادہ ہوں وہ انسان قابلِ ستائش ہے، شریف آدمی وہی ہے، جس کی خوبیوں کو شمار کرنا ممکن نہ ہو، ان کی کثرت کی وجہ سے، البتہ نقائص اور عیوب کم ہوں جنھیں شمار کیا جانا ممکن ہو۔

اَلْفَقِيهُ الْبَاهِرُ

إذَا كُنْتُ أعْلَمُ عِلْماً يَقِيناً　　　بِأنَّ جَمِيعَ حَيَاتِي كَسَاعَةٍ
فَلِمَ لَا أكُونُ ضَنِيناً بِهَا　　　وَأجْعَلُهَا فِي صَلَاحٍ وَّ طَاعَةٍ

باکمال فقیہ

جب میں یقین کے ساتھ جانتا ہوں یہ کہ میری پوری زندگی مثل ایک ساعت کے ہے۔
تو پھر میں اس میں بخیل کیوں نہ ہوں اور اسے صلاح وطاعت میں کیوں نہ لگاؤں۔

لغات وترکیب

فَقِيْهٌ، فُقَهَاءُ، ذہین۔ بَهَرَ يَبْهَرُ بَهْراً (ف) فضیلت میں آگے بڑھنا۔ ضَنَّ يَضَنُّ ضَنّاً (س) بخل کرنا۔ صَلُحَ يَصْلُحُ صَلَاحاً (ک) نیک ہونا۔ طَاعَةٌ، ج، طَاعَاتٌ، فرماں برداری۔

علماً يقيناً، موصوف باصفت مفعولِ مطلق ہے۔ "ضنيناً" کان کی خبر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

تشریح شعر مذکور کا مطلب بالکل واضح ہے کہ جب مجھے اس بات کا یقینِ کامل ہے کہ میری پوری زندگی اگر چہ بظاہر زیادہ ہو، مگر وہ ساعتِ واحدہ کی طرح گذر جائے گی، تو پھر میں اپنی زندگی کو کیوں لایعنی امور میں ضائع کروں، اور کیوں نہ بخل کروں تا کہ صرف اُسے صلاح وتقوئی ہی میں گذاروں۔ اس لیے کہ اطاعت وفرماں برداری ہی میرے کام آنے والی چیز ہے۔

وَلِبَعْضِهِمْ

لَا تَكُنْ سُكَّراً فَتَأْكُلَكَ النَّاسُ ۔۔۔ وَلَا حَنْظَلاً تُذَاقُ فَتُرْمٰى

ایک شاعر کا شعر ہے

نہ تو بالکل شکر ہی ہو جا کہ لوگ تجھے کھا جائیں اور نہ ہی ایلوا بن کہ چکھا جائے اور پھینک دیا جائے

تشریح مطلب یہ ہے کہ ہر چیز میں میانہ روی ہی مناسب ہے، نہ تو بالکل سخت ہو کہ اُسے توڑ دیا جائے اور نہ اتنا نرم ہو کہ اسے نچوڑ دیا جائے، بل کہ میانہ روی اختیار کرے، حدیث میں بھی میانہ روی اختیار کرنے کی تاکید آئی ہے۔

المَدَائِحُ

وَلِلْمُؤَلِّفِ غُفِرَلَهُ فِي مَدْحِ دَارِ الْعُلُومِ الدِّيُوبَنْدِيَّه

دَارُالْعُلُومِ بِفَيْضِهَا الْمِدْرَارِ ۔۔۔ فَاقَتْ ضِيَاءَ الشَّمْسِ نِصْفَ نَهَارِ

بَاقٍ عَلٰى مَرِّ الزَّمَانِ لِأَهْلِهِ ۔۔۔ مِنْ فَيْضِهَا الْهَطَّالِ بَحْرٌ جَارِ

مَنْ جَاءَ يَسْتَسْقِي بِحَارَ فُيُوضِهَا ۔۔۔ يُسقٰى بِهَا عَلَلاً بِفَتْحِ الْبَارِي

زَادَتْ عَلٰى شَمْسِ السَّمَاءِ وَبَدْرِهَا ۔۔۔ نُوراً فَلَيْسَ مُعَارِضٌ وَمُبَارِ

عَادَتْ تُضِيُّ وَلَيْلُهَا كَنَهَارِهَا ۔۔۔ وَتُمَيِّزُ الْأَبْرَارَ مِنْ فُجَّارِ

تَدْعُو إِلٰى غُفْرَانِ رَبٍّ غَافِرٍ ۔۔۔ وَتَصِيرُ تُرساً مِنْ عَذَابِ النَّارِ

شَهِدَتْ مَلَائِكَةُ الإلٰهِ بِفَضْلِهَا وَدَعَتْ لَهَا الْحِيْتَانُ تَحتَ بِحَارِ
رَوضٌ حَكَتْ جَنَّاتِ عَدْنٍ تَحتَهَا الأنهَارُ لِلْأخيَارِ وَالْأشرَارِ
رِيًّا قَرَنْفُلِهَا يَفُوقُ هُبُوبُهَا هَبَّ النَّسَائِمِ أوَّلَ الْأبْكَارِ
وَتَضَوَّعُ الْأكْوَانُ مِنْ فَوْحَاتِهَا فَكَأنَّهَا زَهْرٌ مِنَ الْأزهَارِ
يُحيِي الأرَاضِيَ كُلَّهَا تهتَانُهَا كَانَتْ سُهُولاً أو مِنَ الْأوْعَارِ
إنْ زُرْتَها مَا زُرْتَ إلَّا رَوْضَةً أنفاً مِنَ الْقُرانِ وَالْآثَارِ
يُتْلٰى كِتَابُ اللّٰهِ فِيْهَا دَائِماً وَحَدِيْثُ أحْمَدَ سَيِّدِ الْأبْرَارِ
إنْ زُرْتَهَا مَا زُرْتَ إلَّا رَايَةَ الْإسْلَامِ وَالْإيْمَانِ لِلزُوَّارِ
إنْ زُرْتَهَا مَا زُرْتَ إلَّا مَعْدِناً لِلْعِلْمِ عِلْمِ نَبِيِّنَا الْمُخْتَارِ
شَاهَدْتَهَا فَرَأيْتَهَا مَمْلُوءَةً مِنْ طَائِعٍ خَاشٍ مِنَ الْقَهَّارِ
إنْ زُرْتَهَا مَا زُرْتَ إلَّا مُزْنَةً أجْرَتْ عَلَى الأوْعَارِ مِنْ أنهَارِ
إنْ زُرْتَهَا مَا زُرْتَ إلَّا كَوْكَباً يَهْدِي إلَى الْجَنَّاتِ لِلْأخيَارِ
فَاغْفِرْ إلٰهِي مَنْ بَنَاهَا مُخْلِصاً تَأسِيسُهَا كَبِنَاءِ بَيْتِ الْبَارِى
وَمُدَرِّسُوهَا كُلُّهُمْ إلَّا أنَا مِثْلُ النُّجُومِ هِدَايَةً لِلسَّارِي
شُبَّانُهَا شُبَّانُ زُهْدٍ وَالتُّقٰى وَشُيُوخُهَا غُرٌّ مِنَ الْأنْوَارِ
وَالْعِلْمُ عِلْمُ الدِّيْنِ دِيْنِ مُحَمَّدٍ مَقْصُودُهُمْ بِاللَّيْلِ أوْ بِنَهَارِ
فِيْهَا رِجَالٌ لَيْسَ تُلْهِيْهِمْ تِجَارَا تٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ اِسْتِغْفَارِ
ذِكْرُ الْإلٰهِ طَعَامُهُمْ وَشَرَابُهُمْ يَتَضَوَّعُونَ لِكَثْرَةِ الْأذْكَارِ
جَافَتْ جُنُوبُهُمُ الْمَضَاجِعَ لَيْلَهُمْ وَتَرَاهُمْ يَبْكُونَ بِالأسْحَارِ
طَمْعاً إلٰى رِضْوَانِ رَبِّهِمْ وَخَوْفاً مِنْ عَذَابِ الْقَادِرِ الْجَبَّارِ
مَثْوَاهُمْ حُجُرَاتُهُمْ لٰكِنَّهُمْ يَسْعَوْنَ مَهْمَا قِيْلَ مَنْ أنْصَارِيَ
شَهِدَتْ بِفَضْلِهِمِ النُّجُومُ عَلَى السَّمَا مَا إنْ لَهُمْ مِنْ عَائِبٍ أوْزَارِ
قَصُرَتْ مَدَائِحُ الْسُنٍ عَنْ فَضْلِهِمْ وَحَسُودُهُم مُسْتَكْثِرٌ إخْبَارِي

وَلَهُم فَضَائِلُ لَا تُعَدُّ وَكَيفَ لَا بَذَلُوا نُفُوسَهُم اتِّقَاءَ البَارِي
يَا رَبِّ أَصلِح حَالَنَا وَمَآلَنَا وَامحَق بِسَيفِكَ صَولَةَ الكُفَّارِ
أَنزِل بِهِم مِن كُلِّ شَرٍّ شَرَّهُ وَاخذُلهُم خُذلَانَ ذِي الأَوزَارِ
أَوقِد لَهُم نَاراً تُحَرِّقُ كُلَّهُم وَتُحِيطُهُم كَإِحَاطَةِ التَّيَّارِ
وَامحُ الذُّنُوبَ صَغِيرَهَا وَكَبِيرَهَا مِمَّا جَنَاهَا العَبدُ يَا سَتَّارِي
وَارحَم إِلٰهِي العَبدَ إِعزَازَ العَلِي حَمَّالَ ذَنبٍ حَامِلَ الأَوزَارِي
وَتَزَوُّدِي حُبُّ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ وَرَجَاءُ رَبٍّ قَادِرٍ غَفَّارِ

مدحیہ اشعار

مولف رحمہ اللہ کے یہ اشعار دارالعلوم دیوبند کی مدح میں ہیں

(۱) دارالعلوم اپنے بے پایاں فیض کی وجہ سے دوپہر کے وقت آفتات کی روشنی پر بھی فائق ہے۔
(۲) اُس کے موسلا دھار کا بہتا ہوا سمندر زمانہ گذر جانے کے باوجود بھی اہلِ زمانہ کے لیے باقی رہے گا۔
(۳) جو اس کے فیوض کے سمندر سے سیراب ہونے کے لیے آتا ہے، اس کو بفضل خداوندی اُن سمندروں سے سیراب کیا جاتا ہے۔
(۴) وہ اپنی روشنی کے اعتبار سے آسمان کے شمس وقمر سے بھی بڑھ گیا تو نہ تو اب اُس کا کوئی مخالف ہے اور نہ مدمقابل۔
(۵) وہ کافی روشن ہوگیا اس کی رات بھی اُس کے دن کی طرح ہے اور یہ نیکوں کو بروں سے ممتاز کر لیتا ہے۔
(۶) یہ مغفرت کرنے والے پروردگار کی مغفرت کی طرف بلاتا ہے۔ (دنیا میں) اور (آخرت میں) عذابِ جہنم سے ڈھال ہوگا۔
(۷) ملائکۂ رحمٰن اس کی فضیلت و برتری کے شاہد ہیں اور سمندر کے اندر مچھلیاں بھی اس کے حق میں دعا گو ہیں۔
(۸) یہ نیک و بد کے لیے ایسا چمن ہے، جو اُن ہمیشگی کے باغات کے مشابہ ہے، جس کے نیچے نہریں جاری ہیں۔
(۹) اُس کے قرنفل پھول کی خوشبو کا پھیلنا صبح کے وقت ٹھنڈی ہواؤں کے چلنے پر بھی فائق ہے۔
(۱۰) اُس کی خوشبوؤں سے تمام جہان معطر ہوگیا یوں محسوس ہوتا ہے، جیسے وہ کوئی کلی ہو۔
(۱۱) اُس کی مسلسل بارش تمام زمینوں کو خواہ نرم ہو یا سخت زندگی بخشتی ہے۔
(۱۲) اگر تو اس کا مشاہدہ کرے گا تو قرآن وحدیث سے سرسبز باغ کا ہی مشاہدہ کرے گا۔
(۱۳) اُس میں ہمیشہ اللہ کی کتاب اور سید الابرار احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہی پڑھی جاتی ہے۔

(۱۴) اگرتواس کی زیارت کرے گا تو زائرین کے اسلام وایمان ہی کی علامت کی زیارت کرے گا۔
(۱۵) اگرتواس کی زیارت کرے گا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی مرکز کی زیارت کرے گا۔
(۱۶) اگرتواس کا مشاہدہ کرے گا، تو اسے اطاعت کرنے والوں اور اللہ سے ڈرنے والوں سے بھرا ہوا ہی دیکھے گا۔
(۱۷) اگرتو اُس کی زیارت کریگا، تو اُس کوایسا برسنے والا بادل پائے گا، جس نے بنجر زمینوں پر بھی نہروں کو بہا دیا ہے۔
(۱۸) اگرتواس کی زیارت کرے گا، تواس کوایسا ستارہ پائے گا، جو نیکوں کو جنت کی راہ دکھاتا ہے۔
(۱۹) سو بارالٰہا! اس کی مغفرت فرما جس نے خانۂ کعبہ کی بنا کی طرح اخلاص کے ساتھ اس کی داغ بیل ڈالی۔
(۲۰) میرے علاوہ اس کے تمام اساتذہ ستاروں کی طرح راہ رو کے لیے باعث ہدایت ہیں۔
(۲۱) اس کے نوجوان اصحاب زہد وتقویٰ ہیں اور اس کے بوڑھے چمکتی ہوئی روشن پیشانیوں والے ہیں۔
(۲۲) جن کے شب وروز کا مقصد ہی علم دین یعنی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا حصول ہے۔
(۲۳) اس میں ایسے افراد ہیں جنھیں استغفار سے نہ تو تجارت غفلت میں ڈال پاتی ہے اور نہ ہی بیع۔
(۲۴) اللہ کا ذکر ہی ان کا کھانا پینا ہے اور کثرتِ ذکر کی وجہ سے وہ مہکتے رہتے ہیں۔
(۲۵) اُن کے پہلورات بھر خواب گاہوں سے علاحدہ رہتے ہیں اور تم انھیں پچھلے پہر (خوفِ خدا سے) روتا ہوا دیکھو گے۔
(۲۶) اپنے پروردگار کی خوشنودی کی امید کرتے ہوئے اور قادر جبّار کے عذاب سے ڈرتے ہوئے۔
(۲۷) ان کی قیام گاہ ان کے کمرے ہیں؛ لیکن وہ دوڑ پڑتے ہیں، جس وقت بھی "من انصاری" کہا جائے۔
(۲۸) ستارے آسمان پر ان کی فضیلت و بزرگی کے شاہد ہیں اُن پر کوئی عیب لگانے والا اور نقص نکالنے والا نہیں ہے۔
(۲۹) زبانیں ان کے فضل وکمال کو بیان کرنے سے قاصر ہیں، ان کے حاسد میرے اس حالات بیان کرنے کو بھی زیادہ سمجھتے ہیں۔
(۳۰) اُن کے فضائل بے شمار ہیں اور کیوں نہ ہوں جب کہ انھوں نے باری تعالیٰ کے خوف میں اپنی جانیں صرف کر دیں۔
(۳۱) اے میرے پروردگار! میری دنیا اور آخرت سنوار دے اور اپنی شمشیرِ غضب سے کفار کے دبدبے کو مٹا دے۔
(۳۲) اُن میں سے ہر ایک پر طرح طرح کی مصیبتیں نازل فرما اور انھیں گناہ گاروں کے رسوا کرنے کی طرح رسوا فرما۔
(۳۳) ان سب کے لیے ایسی آگ جلا دے جو اُن سب کو نذرِ آتش کر دے اور سمندر کے دھارے کے گھیرنے کی طرح انھیں گھیر لے۔
(۳۴) اے ستار العیوب! اُن تمام چھوٹے بڑے گناہوں کو معاف فرما جو تیرے بندے نے کیے ہیں۔
(۳۵) اے بارالٰہا! اپنے گنہ گار قصوروار بندے اعزاز علی پر رحم فرما۔
(۳۶) میرا توشہ نبی اکرم محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور قادر غفار پروردگار کی امید ہے۔

لغات وترکیب

دَرَّ السَّماءُ بالمطر یَدُرُّ دراً (ن) برسنا۔ مِدْرارٌ، تیز بارش۔ هَطَلَ المَطَرُ یَهْطِلُ هَطْلاً (ض) بارش ہونا۔ هَطَّالٌ، بڑی بوندوں والی بارش۔ عَلَّ یَعُلُّ علّاً (ن۔ض) دوسری مرتبہ پینا۔ تُرسٌ، ج، أترَاسٌ، ڈھال۔ حِیْتانٌ، واحد، حُوتٌ، مچھلی۔ روضٌ، ج، رِیَاضٌ، باغ۔ حَکَیٰ یَحْکِي حِکَایَةً (ض) مشابہ ہونا۔ ریّا، عمدہ خوشبو۔ نَسائمُ، واحد، نسیمٌ، ٹھنڈی ہوا۔ تَضَوَّعَ یَتَضَوَّعُ تَضَوُّعاً (تفعل) خوشبو پھوٹنا۔ فوحاتٌ، واحد، فَوْحٌ، مہک۔ تَهْتانٌ، لگاتار برسنے والی بارش۔ هَتَنَتِ السَّماءُ یهتِنُ هَتْناً وَتَهْتاناً (ض) آسمان سے لگاتار بارش ہونا۔

سَهُلَ الْمَكَانُ یَسْهُلُ سُهُولَةً (ک) نرم ہونا۔ أوْعَارٌ، واحد، وَعْرٌ، دشوار، سخت۔ أُنُفٌ من الرِّیاض، وہ سرسبز وشاداب حصۂ زمین جس کو کسی جانور نے نہ چرا ہو۔ خَشِيَ یَخْشَیٰ خَشْیَةً (س) ڈرنا۔ الْهَیٰ یُلْهِي إلْهَاءً (افعال) غافل کرنا۔ جَافَیٰ یُجَافِي مُجَافَاةً (مفاعلۃ) دور رہنا، علاحدہ رہنا۔ زَرَیٰ یَزْرِي زَرْیاً (ض) عیب لگانا۔ نقص نکالنا۔ مَثْوىٰ، جائے قیام۔ ثَوَیٰ یَثْوِي ثَوَاءً (ض) اقامت کرنا۔ صَالَ یَصُولُ صَوْلَةً (ن) حملہ کرنا۔ تیارٌ، ج، تیّاراتٌ، دھارا۔

بَاقٍ عَلَی مرّ الزمان: "باقٍ" خبر مقدم ہے اور دوسرے مصرعے میں "بحرٌ جارٍ" موصوف باصفت مبتدا موخر ہے۔ أهله کی ضمیر کا مرجع "الزمان" ہے یستسقي بحار فیوضها، یہ جملہ "جاء" کی ضمیر سے حال واقع ہے۔ نُوراً تمیز کی بنیاد پر منصوب ہے "زادت" فعل کی نسبت میں ابہام ہے۔ روضٌ حکت أی هي روضٌ، مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ وَتَضَوَّعُ الأکْوَانُ، اصل میں "تتضوّع" تھا ایک تا کو حذف کردیا گیا ہے۔ ' لیس تلهیهم تجاراتٌ'' "تجاراتٌ" لیس کا اسم ہے اور "تلهیهم" خبر ہے۔ مثلُ النجوم هدایةً، "مثلُ النجوم" خبر ہے اور "درّسوها" مبتدا ہے۔ اور هدایةً تمیز کی بنیاد پر منصوب ہے۔ صغیرها و کبیرها، میں ضمیر کا مرجع ذنوب ہے۔

تشریح مذکور اشعار میں شیخ الادب حضرت اقدس مولانا اعزاز علی نور اللہ مرقدہ نے دار العلوم دیوبند کی بہت ہی اچھے پیرائے میں تعریف کی ہے اور تمام اشعار اپنی جگہ پر بالکل مبنی بر حقیقت ہیں، کیوں کہ ام المدارس دار العلوم دیوبند نے اپنے یوم تاسیس ہی سے اسلام اور مسلمانوں کی عالم گیر سطح پر جو خدمات انجام دی ہے، وہ محتاج تعارف نہیں، احیائے سنت وتجدید دین کی کامیاب تحریک ہو، یا مسلمانوں کی دینی وعلمی ضروریات کی تکمیل کا مسئلہ، معرفت ویقین کے اتھاہ سمندر سے تزکیۂ وتطہیر کے سیپ نکال کر خلوص وللّٰہیت اور صداقت ودیانت کے ساتھ گھر گھر پہنچانا دار العلوم ہی کی حسین روایات کا حصہ ہے، مدّت گذر جانے کے بعد آج بھی دار العلوم کا فیض الحمد للہ جاری ہے، اس کی خوشبوئیں پھوٹ کر دنیا کو معطر کر رہی ہیں، دار العلوم کا فیض دنیا کے چپے چپے میں پہنچ رہا ہے، بانیین اور اساتذہ وملازمین تمام کا خلوص وہاں نمایاں طور پر نظر آتا ہے، ہر جانب قال اللہ وقال الرسول کی صدائیں گونجتی ہیں۔ اس کی زیارت کرنے والا عجیب وغریب

قسم کی فرحت محسوس کرتا ہے۔رب کریم اسے ہمہ گیر ترقی عطا فرمائے۔ (آمین)

وَلِبَعْضِهِمْ

يَا أَيُّهَا الْمَلِكُ الرَّفِيْعُ جَنَابُهُ ... لَمْ يُلْفَ فِي كُلِّ الْوَرىٰ لَكَ ثَانٍ

ظِلٌّ لِرَبِّ الْعَرْشِ أَنْتَ وَظَاهِرٌ ... أَن لَا يَكُونَ لِوَاحِدٍ ظِلَّانِ

ایک شاعر کا شعر ہے

(۱) اے بلند و بالا دربار والے بادشاہ! مخلوق میں آپ کا کوئی ثانی نہیں پایا جاتا۔

(۲) آپ عرش کے مالک کے سائے ہیں اور ظاہر ہے کہ ایک چیز کے دو سائے نہیں ہوتے۔

لغات وترکیب

جَنَابٌ، ج، أجْنِبَةٌ صحن، دربار۔ أَلْفَى يُلْفِي إِلْفَاءً (افعال) پانا۔ ظِلَالٌ، واحد، ظِلٌّ، سایہ۔

جَنَابُهُ، "الرَّفِيع" کا فاعل ہے۔ ثَانٍ "لَمْ يُلْفَ" کا نائب فاعل ہے، ظِلٌّ، خبر مقدم ہے اور "أنت" مبتدا موخر۔ ظِلَّان، لا يكون کا اسم ہے۔اور "لواحدٍ" محذوف کے متعلق ہو کر خبر ہے، پھر پورا جملہ بتاویل مفرد ہو کر مبتدا موخر ہے اور "ظاهرٌ" خبر مقدم ہے۔

تشریح شاعر اپنے ممدوح بادشاہ کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے کہ آپ کی شان بہت بلند ہے، مخلوق میں آپ کا کوئی ثانی نہیں ہے، آپ اپنی حیثیت میں بالکل منفرد ہیں؛ بلکہ یہ کہہ دیا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ آپ تو مالک عرش کے سائے ہیں اور کسی چیز کا دو سایہ نہیں ہوتا، گویا آپ بالکل جداگانہ ہیں۔

وَلِبَعْضِهِمْ

وَالنَّجْمُ تَسْتَصْغِرُ الْأَبْصَارُ طَلْعَتَهُ ... وَالذَّنْبُ لِلْعَيْنِ لَا لِلنَّجْمِ فِي الصِّغَرِ

ستارہ نگاہوں میں اُس کا وجود چھوٹا معلوم ہوتا ہے اور چھوٹے پن میں قصور نگاہ کا ہے نہ کہ ستارے کا۔

لغات وترکیب

اِسْتَصْغَرَ يَسْتَصْغِرُ استصغاراً (استفعال) چھوٹا سمجھنا۔طَلْعَةٌ، دیدار، چہرہ۔ صَغُرَ يَصْغُرُ صِغَراً (ک) چھوٹا ہونا۔

تشریح مطلب یہ ہے کہ ستارے کی حیثیت بڑی ہے مگر دوری کے باعث چھوٹا نظر آتا ہے تو اس میں قصور ستارے کا نہیں؛ بل کہ نگاہ کا ہے اس لیے اگر کسی بھی باحیثیت اور بلند مرتبہ شخص کو کوئی کمتر سمجھے تو اس کے عقل کا قصور ہے اُس شخص کا نہیں۔

لمؤلفه غفرله

فِي مَدْحِ مَنْ عَمَّ جُودُهُ كَمَا عَمَّ فَضْلُ وُجُودِهٖ، وَسَبٰى إِحْسَانُهُ الْعَمِيْمُ، وَبِرُّهُ الْكَرِيْمُ أَكْنَافَ الْعَالَمِ مِنْ سُهُولِ الْمَعْمُورَةِ وَنُجُودِهِ الْمُسْتَغْنِي عَنِ التَّلْقِيْبِ وَالتَّكْنِيَةِ وَالْغَانِي عَنِ التَّوصِيْفِ وَالتَّسْمِيَةِ، أعْنِي المَلِكَ الْجَلِيْلَ الشَّهْمَ النَّبِيْلَ "عُثْمَانَ عَلِي خان" سُلْطَانَ الدَّوْلَةِ الآصِفِيَّةِ، لَا زَالَ جُودُهُ يُنْزِلُ الرَّعَايَا مِنَ الأَمْنِ فِي حِصْنٍ حَصِيْنٍ، وَيُسْتَخْلَصُ الدُّعَاءُ لِدَوْلَتِه الْغَرَّاء مِنَ الآفَاقِ، فَلَا أحدٌ إِلَّا وَهُوَ مِنَ الْمُخْلَصِيْنَ خَلَّدَ اللّٰهُ مُلْكَهُ وَسَلْطَنَتَهُ وَعَظَّمَ نُصْرَتَهُ اٰمِيْنَ.

(یہ قصیدہ بھی) مؤلف علیہ الرحمہ ہی کا ہے

اس شخص کی تعریف میں جس کی سخاوت اس کے ذاتی فضل کی طرح عام ہے، جس کے احسانِ عمیم اور شرافت آمیز نیکی نے اطراف عالم یعنی آباد وغیر آباد علاقے کو حلقہ بگوش بنالیا، جو لقب وکنیت سے مستغنی اور تعریف وتشہیر سے بے نیاز ہیں، یعنی جلیل القدر، تیز خاطر، شریف الاصل بادشاہ "عثمان علی خاں" سلطان دولتِ آصفیہ، اُن کی سخاوت رعایا کو امن کے محفوظ قلعے میں جگہ دیتی رہے اور اُن کی تابناک سلطنت کے حق میں اطرافِ عالم سے مخلصانہ دعائیں ہوتی رہیں، سو تمام لوگ اس کے مخلص ہو جائیں۔ اللہ ان کی بادشاہت وسلطنت کو تادیر قائم رکھے اور ان کی بھرپور مدد فرمائے۔ (آمین)

لغات وترکیب

عَمَّ يَعُمُّ عُمُوماً (ن) عام ہونا۔ جَادَ يَجُودُ جُوداً (ن) سخاوت کرنا۔ سبٰی يَسْبِي سَبْياً (ض) قید کرنا۔ أكْنَافٌ، واحد، كَنَفٌ، گوشہ۔ نُجُودٌ، واحد، نَجْدٌ، بلند زمین۔ شَهْمٌ، ج، شُهُومٌ، تیز خاطر، ذکی سردار۔ شَهُمَ يَشْهُمُ شَهَامَةً (ک) تیز فہم ہونا۔ حِصْنٌ، ج، حُصُونٌ، قلعہ، حَصِيْنٌ، مضبوط۔ حَصُنَ يَحْصُنُ حَصَانَةً (ک) مضبوط ہونا۔ غَرَّاءُ، ج، غُرٌّ، تابناک، روشن۔ خَلَّدَ تَخْلِيداً، ہمیشہ رکھنا۔

أكْنَافَ العالم، سبٰی فعل کا مفعول ہے اور "من سهول المعمورة" أكناف العالم کا بیان ہے، ينزل الرّعايا "لا زال" فعلِ ناقص کی خبر ہے۔ من الأمن "حصين" سے متعلق ہے۔ "من الآفاق" جار مجرور "يستخلص" کے متعلق ہے۔

عُثْمَانُ عُثْمَانُ قَدْ ضَاءَتْ بِهِ الدَّكَنُ ‏ ‏ كَلَّا وَرَبِّي أضَاءَ الْأَرْضَ وَالزَّمَنُ
زَالَ الْمَخَاوِفُ وَالْأَهْوَالُ مِنْ دَكَنَ ‏ ‏ وَعَمَّهَا الرَّوْحُ وَالرَّيْحَانُ وَالْأَمْنُ
عُثْمَانُ مَاوىً لِقَومٍ مَالَهُمْ سَكَنُ ‏ ‏ وَمَلْجَأٌ لِغَـــرِيْبٍ مَـــالَهُ وَطَنُ

غَوْثُ الْأَرَامِلِ إِذْ بَاتَتْ تُسَهِّرُهَا ... الصُّرُوفُ مِنْ دَهْرِهَا وَالذُّلُّ وَالْفِتَنُ

مَنْ فِي الْعَوَالِمِ مَا رَبَّتْهُ دَوْلَتُه ... وَمَنْ عَلَى الْأَرْضِ مَا فِي عُنُقِهِ مِنَنُ

فَهٰذِهِ الدَّوْلَةُ الغَرَّاءُ مَـا طِـرَةٌ ... عَلَى الْبَرِيَّةِ جُوداً مَالَهٗ ثَمَنُ

حُلْوٌ لَمُخْتَبِطٍ شُوشٌ لِمُضْطَغِنٍ ... وَلَيْسَ يَرْضٰى بِمَا يَلْقٰى بِهٖ دَرَنُ

شَعَائِرُالدِّيْنِ فِي أَيَّامِهٖ عَظُمَتْ ... وَمَنْ طَغٰى وَبَغٰى فِي عَهْدِهٖ وَهِنُوا

إِذَا اسْتَغَاثَكَ يَا عُثْمَانُ مُخْتَبِطٌ ... لَبَّاهُ جُودُكَ لَا مَنٌّ وَلَا مِحَنُ

ضُعفِي الْقُلُوبِ إِذَا قَوَّيْتَهُم شَجُعُوا ... فُرْسَانُ خَيْلٍ إِذَا مَا رُعْتَهُمْ جَبُنوا،

أَنْتَ المَلَاذُ لِقَوْمٍ قَدْ أَتَوْكَ عَلٰى ... أَنْضَاءِ فَقْرٍ وَجَذْبٍ لِلُّهٰى أَذِنُوا

أَحْيَيْتَ كُلَّ مُلُوكِ الْأَرْضِ قَاطِبَةً ... جُوْداً وَعَدْلًا فَمَا مَاتُوا وَلَا دُفِنُوا

فَلَا تَخَفْ مَكْرَ حُسَّادٍ إِذَا مَكَرُوا ... فَلَيْسَ يَأْكُلُ إِلَّا أَهْلَه الضَّغَنُ

أَعْلَيْتَ دِيْنَ رَسُولٍ فَاقَ مَنْ سَبَقُوا ... وَقَدْ تَزَرّٰى عَلٰى مَنْ بِالعَلِي قَمِنُ

يَبِيْتُ عُثْمَانُ مَوْلَاهُمْ إِذَا رَقَدُوا ... يَرْعٰى رَعَايَاهُ لَا نَوْمٌ وَلَا وَسَنُ

يَدْعُو الْوَرىٰ لِمَلِيْكٍ عَادِلٍ يَقِظٍ ... قَوْمٌ إِذَا اغْتَرَبُوا فِي ظِلِّهٖ قَطِنُوا

أَظَلَّكَ اللّٰهُ فِي أَظْلَالِ رَأْفَتِهٖ ... كَمَا تَرَكْتَهُم فِي دَهْرِهِمْ أَمِنُوا

وَخَلَّدَ اللّٰهُ مُلْكاً أَنْتَ مَالِكُهٗ ... يَا مَنْ عَزَائِمُهٗ فِي الدَّهْرِ لَا تَهِنُ

وَمَنْ يُعَادِيْكَ يَا عُثْمَانُ! مِنْ سَفَهٍ ... فِي الهَمِّ وَالْغَمِّ وَالْأَحْزَانِ مُرْتَهِنُ

أَعَزَّكَ اللّٰهُ مِنْ بَيْنِ الْمُلُوكِ كَمَا ... أَعْزَزْتَ مَا نَطَقَ الْقُرْاٰنُ وَالسُّنَنُ

(۱) صرف عثمان کی ہی بدولت دکن منور ہوا ہے، نہیں، قسم ہے میرے رب کی تمام روئے زمین اور کل جہاں روشن ہو گیا۔

(۲) دکن سے تمام خوف وخطرات دور ہو گئے اور وہاں راحت وآرام، خوشبو اور مہک اور امن وامان کا دور دورہ ہو گیا۔

(۳) عثمان ان لوگوں کا ٹھکانہ تھے، جن کے پاس رہائش کی جگہ نہیں تھی اور بے وطن مسافر کے لیے جائے پناہ تھے۔

(۴) فقراء اور مساکین کے فریادرس تھے جب انھیں حوادثات زمانہ، ذلت اور فتنوں نے رات میں بیدار رکھا ہو۔

(۵) دنیا میں کون ایسا شخص ہے جس کی ان کی دولت نے پرورش نہ کی ہو، اور روئے زمین پر کون ایسا شخص ہے جس کی گردن میں ان کے احسانات نہ ہوں۔

(۶) تو یہ روشن سلطنت جود وسخا کی ایسی بارش برسانے والی ہے جس کی کوئی قیمت نہیں دی جا سکتی۔

(۷) وہ سائل کے لیے بہت شیریں اور کینہ پرور کے لیے بہت جری ہیں اور انھیں معیوب کن چیزوں سے خوشی نہیں ہوتی ہے۔

(۸) اُن کے زمانے میں دین کے احکام کو عظمت ملی اور اُن کے زمانے میں جنہوں نے بھی سرکشی اور بغاوت کی وہ ذلیل وخوار ہوئے۔

(۹) اے عثمان! جب تم سے کوئی سائل مدد کا طالب ہوتا ہے تو تمہاری سخاوت بغیر احسان اور مشقتوں کے اسے لبیک کہتی ہے۔

(۱۰) جب تم نے کمزور دلوں کو قوت بخشی تو وہ بہادر ہو گئے اور شہ سواروں کو جب مرعوب کیا تو وہ بزدل ہو گئے۔

(۱۱) تم پناہ گاہ ہو اُن لوگوں کے لیے جو تمہارے پاس فقر وفاقے اور قحط سالی کی لاغر سواریوں پر تمہارے پاس عطیے کے لیے آئے جنھوں نے سن رکھا تھا۔

(۱۲) جود وسخا اور عدل وانصاف سے تم نے روئے زمین کے تمام بادشاہوں کو زندہ کر دیا، پس نہ تو وہ مرے اور نہ دفن کیے گئے۔

(۱۳) لہٰذا آپ حاسدوں کے مکر وفریب سے بالکل خوف زدہ مت ہوں اگر وہ مکر وفریب کریں اس لیے کہ حسد حاسد ہی کو کھا جاتا ہے۔

(۱۴) آپ نے اُس رسول کے دین کو بلند کیا جو تمام سابقین انبیاء پر فوقیت رکھتے ہیں اور بلند مراتب کے مستحق کو بھی آپ نے ہیچ کر دیا ہے۔

(۱۵) جب لوگ سو جاتے ہیں تو اُن کے آقا عثمان اپنی رعایا کی پاسبانی کرتے ہیں نہ انھیں نیند آتی ہے اور نہ غنودگی۔

(۱۶) ساری مخلوق منصف و بیدار مغز رعایا کے حق میں دعا گو ہے، لوگ جب پردیس میں جاتے ہیں تو انھیں کے سایۂ عاطفت میں قیام کرتے ہیں۔

(۱۷) اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی رحمت کے سائے میں سایہ عطا فرمائے جیسا کہ آپ نے انھیں ان کے زمانے میں اس طرح چھوڑ دیا ہے کہ وہ مامون ہیں۔

(۱۸) اللہ تعالیٰ اُس ملک کو ہمیشہ رکھے جس کا تو مالک ہے، اے وہ شخص جس کے ارادے زمانے میں کمزور نہیں ہوتے۔

(۱۹) اور اے عثمان! جو شخص نادانی کی وجہ سے تجھ سے دشمنی کرے وہ مصیبت و پریشانی اور غموں میں پھنسا رہے گا۔

(۲۰) اللہ تعالیٰ آپ کو بادشاہوں کے درمیان عزت بخشے جیسا کہ تو نے قرآن وحدیث کے احکام کی توقیر کی۔

لغات وترکیب

غَاثَ يَغُوثُ غَوْثاً (ن) اعانت کرنا، مدد کرنا۔ اَهْوَالٌ، واحد، هَوْلٌ، دہشت۔ مَاوىً ج، مآوي، پناہ گاہ۔ سَهَّرَ يُسَهِّرُ تَسْهِيراً (تفعیل) بیدار رکھنا۔ مِنَنٌ، واحد، مِنَّةٌ، احسان۔ اِخْتَبَطَ يَخْتَبِطُ اختباطاً (افتعال) بغیر کسی وسیلے کے مانگنا۔ اِصْطَغَنَ يَصْطَغِنُ اصطغاناً (افتعال) ایک دوسرے سے کینہ رکھنا۔ طَغِيَ يطغىٰ طَغْياً و طُغيانا

(ض،س) سرکشی کرنا، ظلم میں حد سے بڑھ جانا۔ بَغَى يَبْغِي بَغْياً (ض) حد سے ہٹ جانا۔ وَهَنَ يَهِنُ وَهْناً (ض) کمزور ہونا۔ شَجُعَ يَشْجُعُ شُجْعَاناً (ک) بہادر ہونا۔ رَاعَ يَرُوعُ رَوْعاً (ن) گھبرا دینا۔ لَاذَ يَلُوذُ لَوْذاً (ن) پناہ گیر ہونا۔ لُهًى، واحد، لُهْوَةٌ، عطیہ۔ ضِغْنٌ، ج، اَضْغَانٌ، کینہ۔ تزرّیٰ یتزرّیٰ تَزَرِّياً (تفعل) عیب لگانا۔ قَطَبَ يَقْطِبُ قَطْباً (ض) جمع کرنا۔ قَمِنٌ، ج، قُمَنَاءُ، لائق۔ وَسِنَ يَوْسَنُ وَسَناً (س) اونگھنا۔ قَطَنَ يَقْطُنُ قُطُوناً (ن) اقامت کرنا۔ أعزَّ يُعِزُّ إعزَازاً (افعال) عزیز بنانا۔ عزت بخشنا۔

عثمانُ عثمانُ، مؤکد تاکید سے مل کر مبتدا ہے اور "قد ضاءت" خبر واقع ہے۔ "وربِّي" قسم ہے اور "أضاء الأرض" جوابِ قسم ہے۔ "مالهم سكنٌ" قومٌ" کی صفت ہے اور "ماله وطن" غريبٌ" کی صفت ہے "جُوداً ماله ثمن" میں "جوداً" ما طرةٌ، کا مفعول بہ ہے اور "ماله ثمن" جوداً کی صفت ہے۔ "إذا قوّيتهم" شجُعُوا، کا ظرف ہے۔ "قاطبةً" جميعاً کے معنیٰ میں ہو کر حالیت کی بنیاد پر منصوب ہے۔ تزرّیٰ، اصل میں "تتزرّیٰ" ہے ایک تا کو حذف کر دیا گیا۔

تشریح مذکورہ اشعار بھی حضرت مصنف علیہ الرحمہ کے ہیں، جن میں حضرت اقدس رحمہ اللہ نے دولت آصفیہ کے سلطان "عثمان علی خاں" کی تعریف وتوصیف بیان کی ہے کہ آپ کی بے پایاں کوششوں کی بہ دولت دکن کی سرزمین جگمگا اٹھی، خوف وخطر ختم ہو گیا اور وہ سرزمین امن وامان اور راحت وسکون کا گہوارہ بن گئی۔ آپ کے احسانات کا سلسلہ بہت عام رہا، اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ ہر ایک پر آپ کا احسان رہا، آپ نے شعائرِ دین کی بھی تعظیم کی، سائلین کو بھی محروم نہیں کیا اور پورے خطے کو جود وسخا اور عدل وانصاف سے بھر دیا، اور آخر میں دعائیہ کلمات مذکور ہیں کہ رب کریم آپ کی سلطنت کو دوام بخشے اور تمام بادشوں کے درمیان آپ کو عزت وسربلندی عطا فرمائے۔

اَلْهِجَاءُ

وَلِبَعْضِهِمْ

أَبُو جَعْفَرٍ رَجُلٌ عَالِمٌ   بِمَا يُصلِحُ المِعْدَةَ الفَاسِدَةَ

تَخَوَّفَ تُخْمَةَ أَضْيَافِهِ   فَعَوَّدَهُمْ أَكْلَةً وَاحِدَةً

ہجو

کسی شاعر کا شعر ہے

(۱) ابو جعفر ایک ایسا شخص ہے، جو ایسا نسخہ جانتا ہے جو فاسد معدے کو درست کر دیتا ہے۔

(۲) وہ اپنے مہمانوں کی بدہضمی سے ڈرتا ہے اس لیے انھیں ایک ہی لقمے کا عادی بناتا ہے۔

لغات وترکیب

هَجَا يَهْجُو هِجَاءً (ن) مذمت کرنا، ہجو کرنا۔ تَخِمَ يَتْخَمُ تَخماً (س) بدہضمی ہونا۔ اُكْلَةٌ، ج، اُكَلٌ لقمہ۔
بِمَا يصلح، جارمجرور "عالمٌ" سے متعلق ہے، فعوّدهُم میں فاتعلیلیہ ہےاور "اكلة واحدة" عوّد کا مفعول ثانی ہے۔

تشریح شعر مذکور میں شاعر نے ابوجعفر کی مذمت بیان کی ہے کہ وہ اپنے مہمانوں کو شکم سیر کر کے نہیں کھلاتا ہے، صرف چند لقمے کھلانے پر اکتفا کر لیتا ہے اور اس کا فائدہ یہ بیان کرتا ہے کہ کم کھانے سے معدے میں فساد پیدا نہیں ہوتا اور آدمی بدہضمی میں مبتلا نہیں ہوتا۔ یوں تو اپنی جگہ یہ نسخہ ٹھیک ہے مگر مہمانوں کے ساتھ یہ برتاؤ بداخلاقی بھی ہے اور قابلِ مذمت بھی۔

وَقَالَ اٰخَرُ

رَغِيفُ أَبِي عَلِيٍّ حَلَّ خَوْفاً ... مِنَ الْأَضْيَافِ مَنْزِلَةَ السَّمَّاكِ
إِذَا كَسَرُوا رَغِيفَ أَبِي عَلِيٍّ ... بَكَى يَبْكِي بُكَاءً فَهُوَ بَاكِ

ایک دوسرے شاعر کا شعر ہے

(۱) ابوعلی کی روٹی مہمانوں کے خوف سے سماک ستارے کے درجے میں ہوگئی ہے۔
(۲) جب مہمان ابوعلی کی روٹی توڑتے ہیں تو وہ خوب روتا ہے اور روتا ہی رہتا ہے۔

لغات وترکیب

رَغِيفٌ، ج، أرغِفَةٌ، روٹی، حَلَّ يَحُلُّ حُلُولاً (ن) اترنا۔ سِمَاكٌ، ایک ستارے کا نام ہے۔
خوفاً، مفعول لہ کی وجہ سے منصوب ہے۔ بكى يبكى بكاءً پورا جملہ جزا واقع ہے۔ باكٍ، اصل میں "باكِيٌ" تھا۔

تشریح مطلب یہ ہے کہ ابوعلی کی روٹی کسی کے حلق تک پہنچ جائے، یہ تو ایسے ہی محال ہے جیسے سماک ستارے کا حصول محال ہے، ابوعلی کا حال تو یہ ہے کہ اگر مہمان اس کی روٹی توڑتے ہیں، تو اس کے دل پر اتنا گراں گذرتا ہے کہ وہ فوراً بے تحاشہ رونے لگتا ہے۔ اور مسلسل روتا ہی رہتا ہے۔ گویا ان اشعار میں بخل کے سلسلے میں ابوعلی کی مذمت ہے۔

اِبْنُ بَسَّامٍ

أَتَانَا بِخُبْزٍ لَهُ يَابِسٍ ... كَمِثْلِ الدَّرَاهِمِ فِي خِلْقَتِهِ
إِذَا مَا تَنَفَّسْتَ عِنْدَ الْخِوَانِ ... تَطَايَرَ فِي الْبَيْتِ مِنْ خِيفَتِهِ

ابن بسام

(۱) وہ ہمارے پاس اپنی ایک خشک روٹی لے کر آیا جو اپنی شکل وصورت میں دراہم کی طرح تھی۔

(۲) اگر تو دسترخوان کے پاس سانس لے لے تو وہ دراہم گھر میں اس کے خوف سے اڑتے پھریں۔

لغات وترکیب

خَبزٌ، ج، أخبازٌ، روٹی۔ يَبِسَ يَيْبَسُ يُبْساً (س) خشک ہونا۔ خِوَانٌ، ج، أخوِنَةٌ، دسترخوان۔

"کمثل الدراهم في خلقته" پورا مصرع صفت ثانی ہے "خبزٌ" کی، اور "يابسٍ" صفتِ اول ہے۔ تطايرُ اصل میں "تتطاير" تھا۔

تشریح اشعار مذکورہ میں بھی ابن بسام نے کسی کے بخل کی ہی مذمت کی ہے کہ فلاں کا حال یہ ہے کہ نا معلوم کتنے دنوں کی پڑی ہوئی خشک روٹی کے ٹکڑے لے کر آیا اور اس کے بارے میں بھی یہ نہیں چاہ رہا تھا کہ کوئی اُسے کھائے، اگر تم دسترخوان کے پاس سانس بھی لے لیتے تو اُس کے ہوش اڑ جاتے۔

وَقَالَ عَبَّاسُ الْخَيَّاطُ

رَغِيفَةُ النَّجْمِ لِمَنْ رَامَهُ — يُرىٰ وَلَا يُطْمَعُ فِي لَمْسِهٖ
كَأَنَّهُ فِي جَوْفِ مِرْآتِهٖ — يَبْدُو لا يُطْمَعُ فِي جَسِّهٖ
وَفَلْسُهُ الْأَمْسُ الَّذِي قَدْ مَضىٰ — بَلْ أَمْسُهُ أوجَدُ مِنْ فَلْسِهٖ

عباس خیاط کا شعر ہے

(۱) نجم کی روٹی کا جو شخص قصد کرے وہ دیکھتا ہے اور اُسے چھونے کی خواہش نہ کرے۔
(۲) گویا کہ اُس کی روٹی اس کے آئینے کے اندر ہے جو ظاہر ہوتی ہے اور اسے ہاتھ سے چھونے کی خواہش نہیں کی جاتی۔
(۳) اُس کا پیسہ کل گذشتہ کی طرح ہے جو گذر گیا، بل کہ کل گذشتہ کا پایا جانا زیادہ لائق ہے اُس کے پیسے کے مقابلے میں۔

لغات وترکیب

رَامَ يَرُومُ رَوماً (ن) قصد وارادہ کرنا۔ مِرآةٌ، ج، مَرَائِيُ، آئینہ۔ جَسَّ يَجُسُّ جسّاً (ن) معلومات حاصل کرنے کے لیے ہاتھ سے چھونا۔ طَمِعَ يَطْمَعُ طَمْعاً (س) لالچ کرنا۔ فَلسٌ، ج، فُلُوسٌ، پیسہ۔

فلسهُ، مبتدا ہے اور "الأمس الذي قد مضىٰ" خبر ہے۔ من فلسه جار مجرور "أوجد" کے متعلق ہے۔

تشریح اشعار مذکورہ میں بھی نجم کے بخل کو اس انداز سے بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی چاہے کہ نجم کی روٹی کا قصد کرے تو صرف دیکھنے پر اکتفا کرے، کھانے کی خواہش مت کرے، نجم کے روٹی کی مثال تو اس چیز کی سی ہے، جو آئینے میں دکھائی دے کہ اُسے دیکھا تو جا سکتا ہے، مگر ہاتھ لگانا ممکن نہیں، اور اُس کے پیسے کا حصول تو انتہائی محال ہے اس

کی مثال تو کل گذشتہ کی طرح ہے کہ جس طرح اُس کا لوٹ کر آنا محال ہے۔ اسی طرح اُس کے پیسے کا حصول محال ہے، بل کہ اس سے آگے بڑھ کر یوں کہیے کہ کل گذشتہ کا حصول تو ممکن ہوسکتا ہے مگر نجم کے پیسے کا حصول تو بالکل ہی محال ہے۔

وَلِبَعْضِهِم

لَا تَعْذُلُونِي إِنْ هَجَرْتُ طَعَامَهُ ۔۔۔ خَوْفاً عَلٰى نَفْسِي مِنَ الْمَاكُولِ

فَمَتٰى اَكَلْتُ قَتَلْتُهُ مِنْ بُخْلِهِ ۔۔۔ وَمَتٰى قَتَلْتُ قُتِلْتُ بِالْمَقْتُولِ

کسی شاعر کا شعر ہے

(۱) تم مجھے ملامت مت کرو اگر میں کھانے والی چیز سے اپنے اوپر خوف کرتے ہوئے اُس کے کھانے کو چھوڑ دوں۔

(۲) کیوں کہ جب بھی میں کھاؤں گا، تو اس کے بخل کی وجہ سے اُسے قتل کروں گا، اور جب میں قتل کروں گا، تو مقتول کے عوض مجھے بھی قتل کیا جائے گا۔

لغات وترکیب

عَذَلَ يَعْذِلُ عَذْلاً (ن،ض) ملامت کرنا۔ هَجَرَ يَهْجُرُ هَجْراً وهِجْرَاناً (ن) چھوڑنا،

"لا تعذلوني" یہ جملہ جزائے مقدم ہے اور "إن هجرتُ" شرط موخر ہے۔ "خوفاً" ہجرتُ کا مفعول لہٗ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

تشریح شعر مذکور میں شاعر کسی شخص کے بخل کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اگر میں فلاں کا کھانا نہ کھاؤں اپنے اوپر خوف کرتے ہوئے تو مجھے ملامت مت کرو، اس لیے کہ میں جانتا ہوں کہ اگر میں نے کھالیا تو اُسے اتنی تکلیف ہوگی کہ اُس کی جان نکل جائے گی، اور میری وجہ سے اگر وہ ہلاک اور مقتول ہوگیا تو ظاہر ہے کہ چوں کہ قتل کا بدلہ قتل ہے اس لیے میں بھی اُس کی پاداش میں قتل کر دیا جاؤں گا۔

التَّهْنِئَةُ بِالْعِيْدِ السَّعِيْدِ

لِلْاُسْتَاذِ الْفَاضِلِ الْعَلَّامَةِ الْمُفْتِي مُحَمَّدُ كَفَايَتِ اللّٰهِ الدهلَوِي (حِيْنَ كَانَ مَسْجُوناً فِي مُلْتَان) إِلٰي مَرْكَزِ دَائِرَةِ الْمُرُوَّةِ، وَإِنْسَان نَاظِرَةِ الْفُتُوَّة، صَاحِبِ الْعِلْمِ وَالرَّأْيِ الْمَتِيْنِ الشَّيْخ مِيْجَر، فَضْلِ الدِّيْنِ مُدِيْرِ السِّجْنِ الْمَرْكَزِيِّ الْجَدِيْدِ بِمُلْتَان.

اُهَنِّيْكَ يَامَنْ فَازَ بِالْخَيْرِ وَارْتَوٰى ۔۔۔ بِكَاسٍ دِهَاقٍ مِنْ مَكَارِمِ واشْتَفٰى

اُهَنِّيْكَ يَامَنْ صَادَ اَفْئِدَةَ الْوَرٰى ۔۔۔ بِاَخْلَاقِكَ الزَّهْرَاءِ طَيِّبَةِ الشَّذٰى

أهَنِّيكَ يَامَنْ فَاقَ بِالْفَضْلِ وَالنَّدىٰ ... عَلٰى كُلِّ مَنْ أعْطٰى وَأنْفَقَ مَا حَوىٰ

بِعِيْدٍ إذَا وَافٰى أتٰى بِمَسَرَّةٍ ... تَدِبُّ إلٰى أعْمَاقِ أفْئِدَةِ الْوَرىٰ

أُهَنِّيكُمْ بِالْعِيْدِ وَالْعِيْدُ مُعْجَبٌ ... لِحُرٍّ كَرِيْمٍ فَازَ بِالْعَيْشِ وَالْمُنٰى

يَعُودُ لَكُمْ عُوداً حَمِيْداً مُبَارَكاً ... عَلَيْكُمْ وَفِيْكُم جَالِباً لَكُمُ الْهَنَا

يَعُودُ إلَيْكُمْ مِثْلَ حَبٍّ يَزُورُكُمْ ... فَيَأتِي بِمَا يَأتِي الْحَبِيْبُ إذَا أتٰى

يَعُودُ إلٰى مَا تَشْتَهِيْهِ وَتَرْتَضِي ... مِنَ الْعُمُرِ بِالْخَيْرَاتِ وَالرُّشْدِ والْهُدىٰ

يَزُوْرُ الْمُحِبُّونَ الأحِبَّةَ بُكْرَةً ... وَيَلْتَذُّ كُلٌّ بِالْعِنَاقِ وِبِاللِّقَا

إذَا الْعِيْدُ يَأتِي الْمَرْءَ وَالْمَرْءُ مُحتَظٍ ... بِأهْلٍ وَمَغْنىً أوْرَثَ اللُّطْفَ وَالْهَنَا

وَلٰكِنَّهُ إنْ حَلَّ وَالسِّجْنُ مُوْصَدٌ ... عَلَى الْمَرءِ لَمْ يُوْرِثْ سِوَى الْحُزْنِ وَالشَّجٰى

وَكَمْ بَيْنَ حُرٍّ إذْ يُنَاغِي غَزَالَةً ... وَبَيْنَ الْمَعَالِي مِحْنَةَ السِّجْنِ وَالْعَنَا

وَكَمْ بَيْنَ حُرٍّ قَرَّ عَيْنَاهُ بِالْهَوىٰ ... وَبَيْنَ اسِيْرٍ يَصْطَلِي ضَرْمَةَ النَّوىٰ

وَلٰكِنَّنَا قَوْمٌ نُلَاعِبُ بِالظُّبٰى ... وَنَقْلِي ظِبَاءً إذْ تَدَاعَتْ إلَى الْوَنٰى

وَنَحْنُ كِرَامٌ نَمْلِكُ الْخَيْرَ فِي النَّدىٰ ... وَنَحْنُ لُيُوثٌ نَحْسِمُ الشرَّ فِي الْوَغٰى

ابَيْنَا اِبَاءَ اللَّيْثِ ذُلَّ تَعَبُّدٍ ... فَلا سُبَّةٌ أخزىٰ مِنَ الذُّلِّ لِلْعِدىٰ

حُبِسْنَا وَاُوْذِيْنَا بِغَيْرِ جَرِيْمَةٍ ... فَمَا ذَنْبُنَا إلَّا الدِّفَاعُ عَنِ الْحِمٰى

وَ اِنْ غَاشِمٌ عَدَّ الدِّفَاعَ جَرِيْمَةً ... فَإنَّا نَرىٰ هٰذَاكَ مِنْ سُودَدِ الْفَتٰى

وَاِنْ خَانَنَا الدَّهْرُ الْغَشُومُ فَلا تَكُنْ ... يَداً لِخَوُّونٍ وَاقْفُ حَقّاً إذَا انْجَلٰى

فَأنْتَ كَرِيْمُ ابْنُ الْكَرِيْمِ وَلَمْ نَجِدْ ... كَرِيْماً مُعِيْناً لِلَّذِيْ جَارَ وَاعْتَدىٰ

نَرىَ الْاَسْرَ لِلْحُرِّ الْوَفِي كَرَامَةً ... وَ إنْ كَانَ رِجْزاً لِلْمُوَاقِعِ فِي الْخَنَا

وَمَا السِّجْنُ لِلْمَظْلُومِ إلَّا عَطِيَّةً ... يَمُنُّ بِهَا الْمَوْلٰى عَلٰى عَبْدِنِ اصْطَفٰى

فَيَا رَبِّ تَثْبِيْتاً وَصَبْراً عَلَى الْبَلا ... وَيَا رَبِّ عَوناً وَانْتِصَاراً مِنَ الْعِدىٰ

وَبُورِكْتَ فَضْلَ الدِّيْنِ وَازْدَدتَّ رِفْعَةً ... وَوُفِّقْتَ بِالطَّاعَاتِ وَالْخَيْرِ وَالتُّقٰى

لِيَهْنِكَ عِيْدُ الفِطْرِ هٰذَا وَبَعْدَهُ ... تَمَتَّعْتَ بِالْاَعْيَادِ مَا شَرَقَ الذُّكَا

عید سعید پر مبارکبادی

یہ اشعار حضرت الاستاذ فاضل وقت حضرت علامہ مفتی کفایت اللہ دہلوی علیہ الرحمہ کے ہیں، جس وقت کہ وہ ملتان جیل میں قید تھے، ان اشعار کو شرافت و مروت کے مرکز، جود وسخا کے آنکھ کی پتلی، صاحبِ اصابت رائے، ملتان کے نئے مرکزی جیل کے نگراں شیخ میجر فضل الدین کے لیے ارسال کیا تھا۔

(۱) آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اے وہ شخصیت جو ہر امر خیر میں کامیاب ہوئی اور اخلاقِ کریمانہ کے لبریز جام سے سیراب اور شفایاب ہوئی۔

(۲) آپ کو مبارک باد اے وہ ذات جس نے پاکیزہ اور معطر اخلاق کے ذریعہ مخلوق کے دلوں کا شکار کیا۔

(۳) تجھے مبارک باد اے وہ شخص جو فضل وکمال اور جود وسخا کی وجہ سے فوقیت لے گیا ہر اس شخص پر جس نے عطا کیا اور جمع کردہ مال کو خرچ کیا۔

(۴) اُس عید کی مبارک باد جو جب آتی ہے تو ایسی خوشی ومسرت لے کر آتی ہے جو مخلوق کے دلوں کی گہرائیوں میں سرایت کر جائے۔

(۵) آپ کو عید کی مبارک باد پیش کرتا ہوں اور عید باعثِ خوشی ہے ہر اُس شریف اور بزرگ شخص کے لیے جو خوش عیشی اور آرزوؤں میں بامراد ہو۔

(۶) عید قابلِ تعریف اور بابرکت ہو کر تمہارے پاس لوٹ کر آئے اس حال میں کہ تمہارے لیے خوش حالی لے کر آئے۔

(۷) عید تمہارے پاس تمہاری زیارت کرنے والے دوست کی طرح لوٹ کر آئے اور جب آئے تو وہی خوشی لے کر آئے جو محبوب لاتا ہے۔

(۸) عید انھیں چیزوں کو لے کر لوٹے جو تم چاہتے اور پسند کرتے ہو یعنی بھلائیوں اور رشد وہدایت سے لبریز زندگی۔

(۹) احباب صبح ہی صبح ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں اور سب معانقہ وملاقات سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

(۱۰) جب عید آتی ہے، اس حال میں کہ آدمی اہل وعیال اور اہلِ خانہ سے بہرہ ور ہوتا ہے، تو عید مزید لطف اور خوشحالی پیدا کر دیتی ہے۔

(۱۱) لیکن اگر عید اس حال میں آئے کہ آدمی پر قید خانہ بند ہو تو رنج وغم کے سوا کچھ نہیں لاتی۔

(۱۲) کتنا فرق ہے اُس آزاد شخص جو حسین بیوی کے ساتھ خوش کن نغموں میں مصروف ہو- اور اُس شخص کے درمیان جو قید خانے کی آزمائش ومشقت برداشت کر رہا ہو۔

(۱۳) اور کتنا فرق ہے اُس شریف آدمی کے درمیان جس کی آنکھیں اُس کی خواہش (کی تکمیل) سے ٹھنڈی ہوں اور

اُس قیدی کے درمیان جو جدائی کی آگ میں جل رہا ہو۔

(۱۴) لیکن ہم لوگ تلوار کی دھار سے کھلواڑ کرتے ہیں اور ہرنیوں کو ناپسند کرتے ہیں، جب کہ وہ سستی اور ذلت کا باعث ہوں۔

(۱۵) ہم شریف لوگ ہیں، سخاوت میں ہم خیر اور بھلائی جمع کرتے ہیں اور شیر ہیں کہ لڑائی میں شر کی بیخ کنی کرتے ہیں۔

(۱۶) ہم نے شیر کی طرح غلامی کی ذلت کا انکار کر دیا ہے، اور دشمن کے لیے ذلت سے زیادہ رسوا کن کوئی اور عیب نہیں ہے۔

(۱۷) ہمیں بغیر جرم کے قید کیا گیا اور ستایا گیا اور عزت و آبرو کے دفاع کے علاوہ ہمارا کوئی اور جرم نہیں ہے۔

(۱۸) اور اگر کوئی ظالم دفاع کو بھی ظلم شمار کرے تب بھی ہم اس چیز کو جوان کی سرداری سمجھیں گے۔

(۱۹) اگر ظالم زمانہ ہم سے خیانت کرے تو خائنوں کا معاون مت ہو اور حق کی اتباع کر جب وہ آشکارا ہو جائے۔

(۲۰) تم شریف ہو اور شریف کے بیٹے ہو اور ہم کسی شریف شخص کو نہیں پاتے جو اُس شخص کا معاون ہو جو ظلم و ستم ڈھائے۔

(۲۱) ہم قید کو شریف اور وفادار شخص کے لیے عزت سمجھتے ہیں اگر چہ وہ چیز برا عمل کرنے والے کے لیے سزا ہے۔

(۲۲) اور مظلوم کے لیے تو قید ایسا عطیہ ہے جس کے ذریعے آقا اپنے منتخب غلام پر احسان کرتا ہے۔

(۲۳) تو اے میرے پروردگار! تو مصیبت پر صابر اور ثابت قدم رکھ اور اے میرے پروردگار دشمنوں کے مقابلے میں ہماری نصرت و اعانت فرما۔

(۲۴) اور دین کی فضیلت تیرے حق میں باعثِ برکت ہو اور آپ کا مقام بلند تر ہو اور طاعات و بھلائی اور تقوے کی آپ کو توفیق ملے۔

(۲۵) یہ عید الفطر بھی آپ کو مبارک ہو اور اس کے بعد بھی آپ عیدوں سے فائدہ اٹھاتے رہیں جب تک سورج طلوع ہو۔

لغات وترکیب

هَنَّأَ أحداً بشيءٍ يُهَنِّئُ تهنيئةً (تفعیل) کسی کو کسی چیز کی مبارک باد دینا۔ **مَرُؤَ يَمرُؤُ مُرُوءَةً** (ک) بامروت ہونا۔ **ارتوىٰ يرتوي ارتواءً** (افتعال) سیراب ہونا۔ **كَاسٌ**، ج، **كؤوسٌ**، جام۔ **دَهَقَ الكَاسَ يَدْهَقُ دَهْقاً** (ف) پیالہ بھرنا۔ **شذىٰ**، بو۔ **دَبَّ يَدِبُّ دَبّاً** (ض) رینگنا، سرایت کرنا۔ **مُنىٰ**، واحد، **مُنْيَةٌ**، آرزو۔ **هَنِيَ يَهْنَى هَنَاءً** (س) خوش حال ہونا۔ **عَانَقَ يُعَانِقُ مُعَانَقَةً وَعِنَاقاً** (مفاعلۃ) گلے ملنا۔ **التَذَّ يلتَذُّ التذاذاً** (افتعال) لذیذ پانا۔ **احتظىٰ يحتظي احتظاءً** (افتعال) حصہ پانا۔ **مَغْنىً**، ج، **مَغَانِي**، جائے قیام۔ **أوصَدَ الْبَابَ يُوْصِدُ إِيْصَاداً** (افعال) دروازہ بند کرنا۔ **شَجِيَ يَشْجَى شجىً** (س) غمگین پانا۔ **نَاغىٰ يُنَاغِي مُنَاغَاةً** (مفاعلت) بچے کو لوری سنانا۔ **عَانىٰ يُعَانِي مُعَانَاةً** (مفاعلۃ) مشقت برداشت کرنا۔ **ضَرَمَةٌ**، ج، **ضَرَمٌ**، چنگاری۔ **نوىٰ يَنْوِي نوىً** (ض) ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا۔ جدا ہونا۔ **ظُبىٰ**، واحد، **ظُبَةٌ**، تلوار کی دھار۔ **قَلىٰ يَقْلِي قِلىً** (ض) بغض رکھنا۔ **وَنىٰ يَنِي وَنْياً** (ض) سست ہونا۔ **لُيُوثٌ**، واحد، **لَيْثٌ**، شیر۔ **حَسَمَ يَحْسِمُ حَسْماً** (ض) جڑ سے کاٹنا۔

وَغیٰ، میدانِ جنگ۔ خزیٰ یَخزِي خَزیاً (ض) رسوا کرنا۔ عِدیٰ، واحد، عَدُوٌّ، دشمن۔ غَشَمَ یَغشِمُ غَشماً (ض) ظلم کرنا۔ خَانَ یَخُونُ خِیَانَةً (ن) خیانت کرنا۔ رِجزٌ، عذاب۔ خَنیٰ یَخنِي خَنیً، وَخَنَا یَخنُو خَنواً (ن) بدزبانی کرنا۔ شَرَقَ یَشرُقُ شَرقاً الشَّمسُ (ن) آفتاب طلوع ہونا۔ ذُکَاءُ، آفتاب کا اسم علم ہے۔

بأخلاقك الزهراء، جارمجرور "صَادَ" سے متعلق ہے۔ بعید، جارمجرور "أهنیك" سے متعلق ہے اور تینوں "أهنیك" فعل اسے اپنا متعلق بنانا چاہتے ہیں۔ "جَالباً" یعود کی ضمیر سے حال واقع ہے۔ إلی ما تشتهیه میں "إلیٰ" بمعنیٰ "مع" ہے۔ والسجنُ مؤصد، یہ جملہ "حلّ" کی ضمیر سے حال واقع ہے۔ إباء اللَّیثِ "ابینا" کا مفعول مطلق ہے۔ لا سبّةَ أخزیٰ "سبّةَ" لا کا اسم ہے۔ اور "أخزیٰ" لا کی خبر ہے۔ "تثبیتاً" اور "صبراً" دونوں مفعولِ مطلق ہیں، فعل محذوف ہے۔

تشریح اشعار مذکورہ میں عید کی مبارک باد دی گئی اور عید کی خوشیوں کو عجیب وغریب انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ عید خوش حالی کا پیغام لے کر آئے، عید کی آمد سے آپ کو وہ تمام خوشیاں حاصل ہوں، جو کسی دوست کے آنے سے حاصل ہوتی ہیں، عید اُن تمام خیرات اور رشد وہدایت کے ساتھ آئے جو آپ چاہتے ہیں اور جو آپ کی تمنا ہے، عید کی آمد سے خوشی ومسرت دوبالا ہوجاتی ہے، اصل عید کی خوشی انسان کو اُسی وقت حاصل ہوسکتی ہے جب عید اس حال میں آئے کہ آدمی اپنے گھر والوں کے ساتھ خوش اور مگن ہو کیوں کہ اگر عید قید خانے میں آئے اس حال میں کہ قید خانے کا دروازہ بند ہو، لوگوں کا اس سے ملنا جلنا نہ ہو، تو ایسی عید انسان کے رنج وغم کو اور بھی بڑھا دیتی ہے۔ بڑا فرق ہے ایسے دو شخصوں کے درمیان جن میں سے ایک تو اپنے اہلِ خانہ میں خوش ہو اور دوسرا قید وبند کی صعوبتیں برداشت کر رہا ہو اور آخر میں دعائیہ کلمات ہیں کہ رب کریم آپ کو مصیبتوں اور پریشانیوں کے وقت صابر وثابت رکھے اور دشمنوں کے مقابلے میں آپ کی نصرت ومدد فرمائے، آپ کو رفعت وبلندی اور طاعات وتقویٰ کی توفیق عطا فرمائے۔

مَدحُ المَذمُومِ

حُسنُ الجَهلِ - وَقَالَ اٰخَرُ

لَئِن کُنتُ مُحتَاجاً إِلَی الحِلمِ أَنَّنِي ... إِلَی الجَهلِ فِي بَعضِ الأَحَایِینِ أَحوَجُ

وَمَا کُنتُ أَرضَی الجَهلَ خِدناً وَصَاحِباً ... وَلٰکِنَّنِي أَرضَی بِهٖ حِینَ أُحوَجُ

فَإِنْ قَالَ قَومٌ إِنَّ فِیهِ سَمَاجَةً ... فَقَد صَدَقُوا وَالذُّلُّ بِالحُرِّ أَسمَجُ

وَلِي فَرَسٌ لِلحِلمِ بِالحِلمِ مُلجَمٌ ... وَلِي فَرَسٌ لِلجَهلِ بِالجَهلِ مُسرَجُ

فَمَن شَاءَ تَقوِیمِي فَإِنِّي مُقَوَّمٌ ... وَمَن شَاءَ تَعوِیجِي فَإِنِّي مُعَوَّجُ

بری چیز کی تعریف

جہالت کی خوبی

ایک شاعر کا شعر ہے

(۱) البتہ اگر چہ میں عقل ودانش کا محتاج ہوں (مگر) بسا اوقات جہالت کا زیادہ محتاج ہو جاتا ہوں۔
(۲) میں جہالت کو رفیق اور دوست کے اعتبار سے پسند نہیں کرتا ہوں، مگر بوقتِ ضرورت اُس پر بھی راضی ہو جاتا ہوں۔
(۳) پس اگر لوگ یہ کہیں کہ اس میں تو قباحت ہے تو یقیناً وہ راست گو ہیں مگر ذلت شریف شخص کے لیے اور بھی قبیح ہے۔
(۴) میرے پاس ایک گھوڑا عقل کا ہے جس کو عقل کی لگام پہنائی گئ ہے اور میرے پاس ایک گھوڑا جہالت کا ہے، جس پر جہالت کی زین کسی ہوئی ہے۔
(۵) تو جو شخص مجھے سیدھا کرنا چاہے تو میں سیدھا ہوں اور جو شخص مجھے ٹیڑھا دیکھنا چاہے تو میں ٹیڑھا ہوں۔

لغات وترکیب

حِلْمٌ، ج، أحْلَامٌ، عقل۔ حَاجَ إلٰی شیء یَحُوجُ حَوْجاً (ن) کسی چیز کا ضرورت مند ہونا۔ خِدْنٌ، ج، أخْدَانٌ، رفیق، ساتھی۔ سَمُجَ یَسْمُجُ سَمَاجَةً (ک) قبیح ہونا۔ أَلْجَمَ یُلْجِمُ إلْجَاماً (افعال) لگام پہنانا۔ أسْرَجَ یُسْرِجُ إسْراجاً (افعال) زین کسنا۔ عَوَّجَ یُعَوِّجُ تعْوِیجاً (تفعیل) ٹیڑھا کرنا۔

خدناً و صاحباً تمیز کی بنیاد پر منصوب ہیں۔ "فقد صَدَقُو" یہ جملہ "اِنْ قَالَ" کا جواب ہے۔ "بالحُرِّ" جار مجرور "أسمجُ" کے متعلق ہے۔ "بالحلم" "مُلجَمٌ" کے متعلق ہے اور بالجهل "مُسْرَجٌ" کے متعلق ہے۔

تشریح جہالت ایک شی مذموم ہے مگر شاعر نے جہالت کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے کہ: یوں تو مجھے عقل کی ضرورت ہے مگر بسا اوقات جہالت کی اُس عقل سے بھی زیادہ ضرورت پڑ جاتی ہے، اور بوقت ضرورت میں جہالت کو بھی پسند کر لیتا ہوں، اگر لوگ اِسے قبیح بتلاتے ہیں تو میں جواب دے دیتا ہوں کہ آپ کی بات صحیح ہے مگر ذلت اُس سے بھی زیادہ قبیح چیز ہے، میرا حال تو یہ ہے کہ بوقتِ ضرورت حلم اختیار کر لیتا ہوں اور بوقتِ ضرورت جہل، سیدھا بھی اور ٹیڑھا بھی۔ سیدھا پن کی ضرورت کے وقت سیدھا اور ٹیڑھے پن کی ضرورت کے وقت ٹیڑھا ہو جاتا ہوں۔

کسی شاعر نے اسی مفہوم کی ترجمانی اس انداز سے کی ہے ؎

گل کے شیدا ہیں مگر خار اٹھا لیتے ہیں   وقت پڑنے پہ ہر اک بار اٹھا لیتے ہیں

مَدحُ الشَّيبِ

مُسلِمُ بنُ الوَلِيدِ

الشَّيْبُ كُرْهٌ وَكُرْهٌ أن يُّفَارِقَنِي ... اِعْجَبْ لِشيءٍ عَلَى الْبَغْضَاءِ مَوْدُوْدُ

بڑھاپے کی تعریف

مسلم بن ولید

بڑھاپا ناگوار ہے اور اُس کا مجھ سے جدا ہونا بھی ناگوار ہے تو ایسی چیز پر تعجب کر جو ناپسندیدگی کے باوجود بھی محبوب ہے۔

تشریح شعر مذکور میں شاعر نے بڑھاپے کی تعریف کی ہے کہ بڑھاپا ایک ناپسندیدہ چیز ہے مگر اس کی جدائیگی بھی گوارا نہیں ہے؛ کیوں کہ بڑھاپے کی جدائیگی کا مطلب موت ہے اور موت کون پسند کرے گا؟ یہ عجیب بات ہے کہ بڑھاپا مبغوض ہونے کے باوجود بھی محبوب ہے، کیوں کہ زندگی ہر ایک کو پیاری ہے۔

أبُوالفَتحِ البُستِي

يَا شَيْبَتِي دُومِي، وَلَا تَترحَّلِي ... وَتَيقَّنِي أنّي بِوَصْلِكَ مُوْلَعُ

قَدْ كُنْتُ أجْزَعُ مِنْ حُلُولِكَ مَرةً ... فَالْآنَ مِنْ خَوْفِ ارْتحَالِكَ أجْزَعُ

(۱) اے بڑھاپا! ہمیشہ رہ اور مت جا، اور یہ یقین کر کہ میں تیرے وصال کا شیدائی ہوں۔

(۲) اس سے پہلے تو میں تیرے آنے سے گھبراتا تھا اور اب تیرے چلے جانے کے خوف سے زیادہ گھبرا رہا ہوں۔

لغات وترکیب

دَامَ يَدُومُ دَوَاماً (ن) ہمیشہ رہنا۔ تَرَحَّلَ يَتَرَحَّلُ تَرَحُّلاً (تفعل) کوچ کرنا۔ جانا۔ أوْلَعَ بشيءٍ يُولِعُ إيْلاعاً (افعال) شیدائی ہونا، دلدادہ ہونا۔ جَزِعَ يَجْزَعُ جَزَعاً (س) گھبرانا۔

"دُومي" ترکیب میں جواب ندا واقع ہے۔ أنّي بوصلك مُولع، پورا جملہ بتاویل مفرد ہوکر "تيقّني" کا مفعول ہے "من خوف ارتحالك" جار مجرور "أجزَعُ" کے متعلق ہے۔

تشریح شاعر بڑھاپے کو خطاب کر کے یہ کہہ رہا ہے کہ تیرا رہنا ہی بہتر ہے اور میں تیرے اپنے پاس رہنے کا دلدادہ ہوں، پہلے تو میرا تو حال یہ تھا کہ میں تیرا نام سن کر گھبراتا تھا کہ تیرے آنے سے میری جوانی کی رنگ رلیاں ختم ہو جائیں گی مگر اب تیرے آنے سے مجھے سکون ہے اور تیرے جانے سے میری گھبراہٹ بڑھ جائے گی کیوں کہ اگر تو

چلا گیا تو پھر میرا اگلا ٹھکانہ قبر ہی ہوگا۔

آخر

فَأمَّا المَشِيْبُ فَصُبْحٌ بَدَا وَأمَّا الشَّبَابُ فَلَيْلٌ أفلْ

سقَى اللّٰهُ هٰذَا وَهٰذَا مَعاً فَنِعْمَ المُوَلّي وَنِعْمَ الْبَدَلْ

(۱) بڑھاپا تو وہ صبح ہے جو نمودار ہوئی اور بہر حال جوانی تو وہ رات ہے جو غروب ہوگئی۔

(۲) اللہ تعالیٰ اِسے اور اُسے دونوں کو سیراب رکھے تو کیا ہی بہترین ہے جانے والی چیز اور کیا ہی بہترین ہے اس کا بدل۔

لغات وترکیب

أفَلَ يَأفِلُ أفْلاً (ض) غروب ہونا۔ وَلّي يوَلّي تَولِيَةً (تفعیل) پیٹھ پھیر کر بھاگنا، چلا جانا۔

أمَّا حرف تفصیل ہے اس کے جواب میں فا کا آنا ضروری ہے۔ فَصُبْحٌ اور ''فَلَيْلٌ'' دونوں أمَّا کا جواب واقع ہیں۔

تشریح شعر مذکور میں شاعر نے بڑھاپے کو صبح سے اور جوانی کو رات سے تشبیہ دیتے ہوئے کہا ہے کہ جوانی کا جانا ایسے ہی ہے جیسے رات کا ختم ہوجانا اور بڑھاپے کا آنا صبح کے نمودار ہونے کی طرح ہے، جانے والی چیز بھی بہتر اور آنے والی چیز بھی بہتر۔ خدا دونوں کو خوش رکھے۔

أبوالفتح كشاجم

تَفكَّرْتُ فِي شَيْبِ الفَتٰى وَشَبَابِهٖ فَأيقَنْتُ أنَّ الحَقَّ لِلشَّيْبِ وَاجِبٌ

يُصَاحِبُنِي شَرْخُ الشَّبَابِ فَيَنْقَضِي وَشَيْبِي لِي حَتَّى الْمَمَاتِ مُصَاحِبٌ

ابوالفتح کشاجم

(۱) میں نے انسان کے بڑھاپے اور اُس کی جوانی میں غور وفکر کیا تو میں نے یقین کرلیا کہ بڑھاپے کا حق واجب ہے

(۲) جوانی کی ابتدا میرے ساتھ رہتی ہے پھر ختم ہوجاتی ہے اور بڑھاپا مرنے تک میرے ساتھ رہے گا۔

لغات وترکیب

شَرْخٌ، ج، شُرُوخٌ، ابتدائے جوانی۔ شَرَخَ يَشْرُخُ شُرُوخاً الصبيّ (ن) جوان ہونا، مَماتٌ، مصدر میمی ہے۔

أنَّ الحقَّ للشيب واجبٌ، جملہ بتاویل مفرد ہوکر '' أيْقَنْتُ'' کا مفعول ہے۔ وشَيْبِي لي مصاحبٌ ''لي'' جار مجرور ''مصاحبٌ'' سے متعلق ہے۔

تشریح مطلب یہ ہے کہ جوانی اور بڑھاپے کے مرحلوں میں غور وفکر کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ بڑھاپے کا حق زیادہ ہے، اس لیے کہ بڑھاپے کی مصاحبت انسان کے ساتھ زیادہ رہتی ہے، جوانی تھوڑے دنوں کے لیے آتی ہے اور گذر جاتی ہے، جب کہ بڑھاپا مرنے تک ساتھ رہتا ہے۔

أبوعبدالله الأسباطي

لَا يَرُعْكِ الْمَشِيْبُ يَا ابْنَةَ عَبْدِ　　اللّٰـهِ فَـالشَّيْبُ زِيْـنَـةٌ وَوَقَارٌ

إِنَّمَا تُحْسِنُ الرِّيَاضُ إِذَا مَا　　ضَحِكَتْ فِي ظِلَالِهَا الْأَنْوَارُ

(۱) اے عبداللہ کی بیٹی! بڑھاپا تجھے خوف زدہ نہ کرے کیوں کہ بڑھاپا زینت ووقار ہے۔

(۲) چمن میں حسن اُسی وقت آتا ہے جب کہ اُس کے سائے میں کلیاں کھل کھلا اٹھیں۔

تشریح شاعر یہ کہنا چاہتا ہے کہ بڑھاپے کی مثال کلیوں کی سی ہے کہ جب باغ میں کلیاں کھل اٹھتی ہیں تو باغ میں رونق آجاتی ہے اسی طرح جب انسان پر بڑھاپا آجاتا ہے تو اُس میں زینت ووقار پیدا ہوجاتی ہے۔ اس لیے بڑھاپے سے گھبرانا نہیں چاہیے۔

زياد بن زيد

وَلَا اَتَمَنَّى الشَّرَّ وَالشَّرُّ تَارِكِي　　وَلٰكِنْ مَتٰى اُحْمَلْ عَلَى الشَّرِّ اَرْكَبُ

زیاد بن زید

میں شر کی تمنا نہیں کرتا، جب کہ شر مجھے چھوڑنے والا ہو لیکن جب میں مجبور کردیا جاتا ہوں تو شر پر سوار ہوجاتا ہوں۔

تشریح مطلب یہ ہے کہ میں شر کا قصد نہیں کرتا ہوں؛ بل کہ اُس سے دور رہتا ہوں جب تک شر مجھے چھوڑے رہے؛ لیکن اگر شر کے ارتکاب پر مجھے مجبور کیا جاتا ہے تو پھر میں بے خوف وخطر شر کا ارتکاب کرلیتا ہوں۔

وقال اٰخر

تَحَامَقْ مَعَ الْحُمْقٰى إِذَا مَا لَقِيْتَهُمْ　　وَلَاقِهِمْ بِالْجَهْلِ فِعْلَ ذَوِي الْجَهْلِ

وَخَلِّطْ إِذَا لَا قَيْتَ يَوْماً مُخَلِّطاً　　يُخَلِّطُ فِي قَوْلٍ صَحِيْحٍ وَفِي هَزَلٍ

فَإِنِّي رَأَيْتُ الْمَرْءَ يَشْقٰى بِعَقْلِهٖ　　كَمَا كَانَ قَبْلَ الْيَوْمِ يَسْعَدُ بِالْعَقْلِ

ایک دوسرے شاعر کا شعر ہے

(۱) تو احمقوں کے ساتھ احمق بن جا جب تو اُن سے ملاقات کرے اور جہالت ہی کے ساتھ اُن سے مل اور جاہلوں کا سا عمل کر۔
(۲) اگر تو کسی دن ایسے بکواس کرنے والے سے ملاقات کرے جو صحیح اور مذاق بات میں خلط ملط کرے، تو تو بھی بکواس کر۔
(۳) کیوں کہ میں نے دیکھا ہے کہ آدمی اپنی عقل کے باوجود بدنصیب رہ جاتا ہے جیسا کہ آج سے پہلے وہ عقل کی وجہ سے سعادت مند تھا۔

لغات وترکیب

تَحَامَقَ يَتَحَامَقُ تَحَامُقاً (تفاعل) بہ تکلف احمق بننا۔ حُمْقَى، واحد، احمقُ، بے وقوف۔ خَلَّطَ يُخَلِّطُ تَخْلِيطاً (تفعیل) غلط صحیح کوملانا۔ بکواس کرنا۔ هَزَلَ يَهْزِلُ هَزْلاً (ض) ٹھٹھا کرنا۔ مذاق کرنا۔
"مُخَلِّطاً" خلّط کی ضمیر سے حال واقع ہے۔ اور "یوماً" لا قیتَ کا ظرف واقع ہے۔

تشریح شاعر یہ کہنا چاہتا ہے کہ احمقوں کے ساتھ احمقانہ برتاؤ ہی مناسب ہے، اگر ان کے ساتھ دانش مندانہ برتاؤ کروگے تو نقصان اٹھا سکتے ہو، اس لیے جب تمہارا واسطہ کسی بکواس کرنے والے سے ہو جو سچ اور جھوٹ کو ملانے والا ہو تو تم بھی اُسی کا روپ اپنالو۔ اس لیے کہ اس قسم کے مواقع میں انسان اپنی عقل سے فائدہ نہیں اٹھا پاتا ہے اور بدنصیبی اُس کے حصے میں آجاتی ہے جب کہ اور مواقع میں یہی عقل اسے فائدہ پہنچاتی ہے۔

اَلْجُبْنُ

لِبَعْضِهِم

قَامَتْ تُشَجِّعُنِي هِنْدٌ فَقُلْتُ لَهَا ... إِنَّ الشَّجَاعَةَ مَقْرُونٌ بِهَا الْعَطَبُ
لَا وَالَّذِي مَنَعَ الأَبْصَارَ رُؤيَتَهُ ... مَا يَشْتَهِي الْمَوْتَ عِنْدِي مَنْ لَهُ إِرْبُ
لِلْحَرْبِ قَوْمٌ أَضَلَّ اللّٰهُ سَعْيَهُمْ ... إِذَا دَعَتْهُمْ إِلَى نِيْرَانِهَا وَثَبُوا
وَلَسْتُ مِنْهُمْ وَلَا أَهْوَى فِعَالَهُمْ ... لَا الْقَتْلُ يُعْجِبُنِي مِنْهُمْ وَلَا سَلَبُ

بزدلی

کسی شاعر کا شعر ہے

(۱) ہندہ مجھے جرأت مند بنانا چاہتی ہے تو میں نے اُس سے کہا کہ: شجاعت کے ساتھ ہلاکت وابستہ ہے

(۲) نہیں، قسم اُس ذات کی جس کی دیدار کو آنکھوں سے روک دیا گیا، میرے نزدیک عقل مند شخص موت کی تمنا نہیں کرتا۔
(۳) لڑائی کے لیے وہ لوگ ہیں جن کی کوشش کو اللہ تعالیٰ نے اکارت کردیا ہے، جب لڑائی نے انھیں اپنی آگ کی طرف بلایا تو وہ کود پڑے۔
(۴) میں نہ تو اُن میں سے ہوں اور نہ ان کے افعال کو پسند کرتا ہوں نہ تو اُن کا قتل مجھے پسند ہے اور نہ مال واسباب۔

لغات وترکیب

شَجَّعَ يُشَجِّعُ تَشْجِيعاً (تفعیل) ہمت دلانا، حوصلہ بڑھانا۔ قَرَنَ يَقْرِنُ قَرْناً (ض) ملانا۔ عَطِبَ يَعْطَبُ عَطَباً (س) ہلاک ہونا۔ إِرْبٌ، عقل۔ أَرُبَ يَأْرُبُ إِرْباً (ک) عقل مند ودانا ہونا۔ نِيرانٌ، واحد، نارٌ، آگ۔ هَوِيَ يَهْوىٰ هَوىً (س) خواہش کرنا۔ اَعْجَبَ أحداً شيٌ يُعجِبُ إعْجَاباً (افعال) کسی کو کوئی چیز پسند آنا۔
مَقْرُونٌ بِهَا العطبُ میں "العطب" مقرونٌ، کا نائب فاعل ہے۔ رویته میں مصدر کی اضافت مفعول کی طرف ہے۔ من لهٗ اربٌ میں له خبر مقدم اور "إربٌ" مبتدا مؤخر ہے اور پورا جملہ موصول باصلہ "يشتهي" کا فاعل ہے۔

تشریح اشعار مذکورہ میں شاعر نے بزدلی کو بایں طور بیان کیا ہے کہ ہندہ کے ہمت دلانے پر میں نے کہا کہ: بہادری میں ہلاکت بھی پنہاں ہے، جرأت مندی وہی شخص دکھلائے جو ہلاکت کے لیے تیار رہے، میں تو اظہار جرأت مندی کو حماقت سمجھتا ہوں، میرے نزدیک تو عقل مند شخص موت کی خواہش نہیں کرتا۔ لڑائی تو اُن لوگوں کے لیے جن کی کوششیں بارآور نہ ہوں۔ وہی لوگ لڑائی کی آگ میں دوڑتے ہیں، نہ تو میں لڑائی کرنے والوں کے اعمال سے خوش ہوں اور نہ ان کا قتل اور ان کا مال مجھے پسند ہے۔

ذَمُّ المَذْمُومِ

ذَمُّ الْحَسَدِ

حُكِيَ عَنْ بَعْضِهِمْ أَنَّهُ قَالَ: تَتَبَّعتُ مَا عَرَفْتُهُ مِنْ دَوَاوِيْنِ الشُّعَرَاءِ قَدِيْمِهِمْ وَمُحْدَثِهِمْ فَوَجَدتُ أَبَا تَمَّامٍ مُنْفَرِداً بِمَعْنىٰ قَوْلِهِ ؎

وَ إِذَا أَرَادَ اللّٰهُ نَشْرَ فَضِيْلَةٍ ۔۔۔ طُوِيَتْ أَتَاحَ لَهَا لِسَانَ حَسُودٍ
لَوَ لَا التَّخَوُّفُ لِلْعَوَاقِبِ لَمْ يَزَلْ ۔۔۔ لِلْحَاسِدِ النُّعْمىٰ عَلَى الْمَحْسُودِ

بری چیز کی مذمت

حسد کی مذمت

بعض ادباء سے منقول ہے کہ میں نے قدیم وجدید شعراء کے اُن دیوانوں کو تلاش کیا جن سے میں واقف ہوں، تو میں

نے ابوتمام کو اُس کے اس شعر میں منفرد پایا:

(۱) جب اللہ تبارک وتعالیٰ کسی مخفی خوبی کی تشہیر کرنا چاہتا ہے، تو اس کے حاسد کو زبان عطا کردیتا ہے۔

(۲) اگر انجام کا اندیشہ نہ ہوتا تو ہمیشہ حاسد کو محسود پر نعمت حاصل ہوتی۔

لغات وترکیب

تَتَبَّعَ يَتَتَبَّعُ تَتَبُّعاً (تفعل) تلاش کرنا۔ نَشَرَ يَنْشُرُ نَشْراً (ن) پھیلانا، تشہیر کرنا۔ طُوِيَتْ، "فضيلةٍ" کی صفت ہے۔ لم يزل للحاسد الخ، پورا جملہ "لولا" کا جواب واقع ہے۔ "النّعمى" لم يزل کا اسم ہے۔

تشریح ابوتمام کے اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ محسود کے اندر پائی جانے والی خوبی کو اللہ رب العزت حاسد ہی کی زبان سے لوگوں کو بتادیتا ہے اور حاسد نہ چاہتے ہوئے بھی اُس کی تشہیر کرتا ہے، اور اعتبار چوں کہ انجام کا ہوتا ہے اگر انجام کا خوف نہ ہوتا تو ساری نعمت حاسد ہی کے پاس رہتی۔

تفكَّرُوا فِي أَحْسَنَ مِنْ بَيْنِ هٰذِهِ الْأَبْيَاتِ

ألنابغة الذُبياني

وَلَا عَيْبَ فِيهِمْ غَيْرَ أَنَّ سُيُوفَهُمْ ‏ بِهِنَّ فُلُولٌ مِنْ قِرَاعِ الْكَتَائِبِ

ولبعضهم

وَلَا عَيْبَ فِيكُمْ غَيْرَ أَنَّ ضُيُوفَكُمْ ‏ تُعَابُ بِنِسْيَانِ الْأَحِبَّةِ وَالْوَطَنِ

الشَّيْخُ صَفِيُّ الدِّيْنِ الحَلِي

لَا عَيْبَ فِيهِمْ سِوَىٰ أَنَّ النَّزِيْلَ بِهِمْ ‏ يَسْلُو عَنِ الْأَهْلِ وَالْأَوْطَانِ وَالْحَشَمِ

لِبَعْضِهِمْ

(لم اطّلِعْ عَلَى اسْمِه)

لَا عَيْبَ فِيهِمْ سِوَى أَنْ لَا تَرَىٰ لَهُمْ ‏ ضَيْفاً يَجُوعُ وَلَا جَاراً بِمُهْتَضَمِ

ان اشعار میں سب سے بہترین شعر کے بارے میں غور وفکر کرو

نابغہ ذبیانی

ان میں کوئی عیب نہیں ہے، بجز اس کے کہ ان کی تلواروں میں فوجی دستوں کو کاٹنے کی وجہ سے دندانے پڑگئے ہیں۔

کسی شاعر کا شعر ہے

تمہارے اندر کوئی عیب نہیں سوائے اس کے کہ تمہارے مہمانوں پر احباب اور وطن کو فراموش کر دینے کا الزام لگایا جاتا ہے۔

شیخ صفی الدین حلی

اُن میں اس کے سوا کوئی عیب نہیں کہ اُن کا مہمان اہل وعیال وطن اور خدام سبھی کو بھول جاتا ہے۔

کسی شاعر کا شاعر ہے (جس کے نام پر میں مطلع نہ ہوسکا)

اُن میں اس کے سوا کوئی عیب نہیں ہے کہ تو اُن کے مہمانوں کو بھوکا اور ہمسایہ کو مظلوم نہیں دیکھتا۔

لغات وترکیب

فُلُولٌ، واحد، **فَلٌّ**، تلوار کی دھار میں ٹوٹ یا دندانہ۔ **قَارَعَ يُقَارِعُ مُقَارَعَةً وَقِرَاعاً** (مفاعلۃ) نیزہ بازی کرنا، جنگ کرنا۔ **كَتَائِبُ**، واحد، **كِتِيبَةٌ**، فوج کا دستہ۔ **أحِبَّةٌ**، واحد، **حَبِيْبٌ**، دوست۔ **نَزِيْلٌ**، ج، **نُزَلاءُ**، مہمان۔ **سَلَا يَسْلُو سَلْواً** (ن) بھولنا۔ **اهْتَضَمَ يَهْتَضِمُ اهتِضَاماً** (افتعال) ظلم کرنا۔

بِهِنّ فُلُولٌ من قراع الكتائب، بِهِنَّ خبر مقدم ہے اور ''فلولٌ'' مبتدا موخر۔ پھر پورا جملہ ''انّ'' کی خبر ہے، دوسرے شعر میں ''تُعاب'' انّ کی خبر ہے۔ انّ النزيل بهم يسلو. ''بهم'' النزيل، سے متعلق ہے اور ''يسلو'' أن کی خبر ہے۔ عن الأهل بھی ''يسلو'' سے متعلق ہے۔

تشریح مذکورہ تمام اشعار'' تاکید المدح بما یشبہ الذم'' کے قبیل سے ہیں، جوفن بلاغت کی اصطلاح ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ کسی کی تعریف اس انداز سے کرنا کہ بہ ظاہر ہجو معلوم ہو، لیکن حقیقت میں وہ مدح ہو، جیسے مذکورہ اشعار کے شعر اول میں شاعر نے جب یہ کہا کہ اُن میں کوئی عیب نہیں ہے، سوائے اس کے تو محسوس ہوا کہ شاید اب کوئی عیب بیان کرے گا؛ لیکن بعد کے الفاظ میں غور کرنے سے معلوم ہوا کہ تلواروں میں دندانوں کا پڑنا یہ تو غایت درجے کی شجاعت ہے جو سراپا تعریف ہے۔ اسی طریقے سے بقیہ اشعار میں بھی تعریف ہی ہے مثلاً مہمانوں کا اپنے اہل وعیال اور وطن کو بھول جانا اس بات کی دلیل ہے کہ میزبان اتنا بلند اخلاق والا ہے اور ایسے عمدہ طریقے سے پیش آتا ہے کہ مہمان کو دوسرا گھر محسوس ہی نہیں ہوتا اور نہ وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ کسی اجنبی جگہ ہے، جہاں اپنے لوگوں کو یاد کرنا چاہیے، اور ظاہر ہے کہ میزبان کا اس انداز سے پیش آنا کہ مہمان اپنوں کو بھول جائے یہ سراپا تعریف ہے۔

عَدَمُ الاِکْتِرَاثِ بِمَا تَفَوَّهَ بِهِ النَّاسُ

لِبَعْضِهِم

وَمَا أحدٌ مِنْ ألْسُنِ النَّاسِ سَالِماً وَلَوْ أنَّهُ ذَاكَ النَّبِيُّ المُطَهَّرُ

فَإنْ كَانَ مِقْدَاماً يَقُولُونَ: أهْوَجُ وَإنْ كَانَ مِفْضَالاً يَقُولُونَ: مُبْذِرُ

وَإنْ كَانَ سِكِّيتاً يَقُولُونَ: أبْكَمُ وَإنْ كَانَ مِنْطِيقاً يَقُولُونَ: مِهْذَرُ

وَإنْ كَانَ صَوَّاماً وَبِاللَّيْلِ قَائِمًا يَقُولُونَ: زَوَّارٌ يُرائي وَيَمْكُرُ

فَلا تَكْتَرِثْ بِالنَّاسِ فِي المَدْحِ وَالثَّنَا وَلَا تَخْشَ غَيْرَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أكْبَرُ

لوگوں کی بات پر توجہ نہ دینا

(۱) لوگوں کی زبانوں سے تو کوئی شخص محفوظ نہیں رہا، اگر چہ وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہی کیوں نہ ہوں۔

(۲) پس اگر اقدام کرنے والا ہو تو کہتے ہیں کہ بے وقوف ہے اور اگر کوئی سخی شخص ہو تو کہتے ہیں کہ: فضول خرچ ہے۔

(۳) اور اگر خاموش رہنے والا ہو تو کہتے ہیں: گونگا ہے اور اگر بولنے والا ہو تو کہتے ہیں: فضول گو ہے۔

(۴) اور اگر روزے دار اور تہجد گذار ہو تو کہتے ہیں: جھوٹا ریا کار اور مکار ہے۔

(۵) لہٰذا تو تعریف و توصیف میں لوگوں کی پرواہ نہ کر، اللہ ہی سے ڈر، اللہ سب سے بڑا ہے۔

لغات و ترکیب

اکترث بشئ یکترث اکتراثاً (افتعال) کسی چیز کی پرواہ کرنا۔ تفوّہ بقولٍ یَتفوَّهُ تفوُّهاً (تفعل) کوئی بات بولنا۔ اَلسُنّ، واحد، لِسَانٌ، زبان۔ مِقْدَامٌ، ج، مَقَادِيمُ، اقدام کرنے والا۔ پیش قدمی کرنے والا۔ هَوِجَ يَهْوَجُ هَوَجاً (س) لمبا بے وقوف ہونا۔ بَكِمَ يَبْكَمُ بَكَماً (س) گونگا ہونا۔ أهْذَرَ فِي مَنطقه يُهْذِرُ إهْذَاراً (افعال) بکواس کرنا۔ زُورٌ، جھوٹ، زوّارٌ، بہت جھوٹ بولنے والا۔ مَكَرَ يَمْكُرُ مَكْراً (ن) مکروفریب کرنا۔

وَما أحدٌ من ألسن الناس سالماً میں "سالماً" ما کی خبر ہے اور "من" جارہ "سالماً" سے متعلق ہے۔ أهوَجُ أی هُوَ مبتدا محذوف ہے۔ یہی ترکیب مبذر، ابکمُ اور مهذر کی ہوگی۔ بالنّاس۔ جار مجرور "لا تکترث" سے متعلق ہے۔

تشریح شاعر یہ کہنا چاہتا ہے کہ چوں کہ لوگوں کی زبانوں پر تالا لگانا ممکن نہیں ہے، اس لیے لوگوں کی بات کی پرواہ کیے بغیر آدمی کو اپنا کام کرتے رہنا چاہئے۔ لوگوں کا تو حال یہ ہے کہ اگر کسی کام میں دل چسپی لیتے ہوئے پیش قدمی کرو گے تو کہیں گے بے وقوف ہے، سخاوت کرو گے تو فضول خرچ کے نام سے موسوم کریں گے۔ خاموش رہو گے

تو گونگے ہونے کا الزام دیں گے، غرضے کہ کسی بھی صورت میں اپنی زبان بند نہیں کریں گے۔ اس لیے اُن کی باتوں پر توجہ دیئے بغیر اپنا کام کرتے رہو۔

وقال الشّاعرُ

إنْ عَابَ نَاسٌ عَلٰی مَقَالِي فَلَيْسَ بِي قَوْلُهُمْ يَضِيْرُ
قَدْ قِيْلَ إنَّ القُرآنَ سِحْرٌ وَمَا يَقُولُ الرَّسُولُ زُورٌ

شاعر کا شعر ہے

اگر لوگ میری بات میں عیب نکالیں تو ان کی بات میرے لیے نقصان دہ نہیں ہے۔
یہ بھی تو کہا گیا کہ قرآن جادو ہے اور جو رسول کہتے ہیں وہ جھوٹ ہے۔

لغات وترکیب

عَابَ يَعِيْبُ عَيْباً (ض) عیب دار بنانا۔ ضَارَ يَضِيْرُ ضَيْراً (ض) نقصان دینا۔

قولهم يضيرُ، "قولهم" ليس کا اسم ہے اور "يضير" خبر ہے "بي" يضير، سے متعلق ہے۔ ما يقول موصول باصلہ مبتدا "زُورٌ" خبر۔

تشریح مطلب یہ ہے کہ اگر لوگ میری باتوں میں عیب نکالیں یہ تو میرے لیے کوئی مضر نہیں ہے، عیب نکالنا تو لوگوں کی عادت ہے۔ کہاں تک لوگوں کی زبانوں پر تالا لگایا جاسکتا ہے، لوگوں کا تو حال یہ ہے کہ انھوں نے تو قرآن وحدیث کو بھی نہیں چھوڑا اور اُس میں بھی عیب لگادیا، چناں چہ قرآن کی بابت کہا کہ: وہ جادو ہے اور حدیثِ پاک کو یہ کہہ دیا کہ یہ جھوٹی باتیں ہیں۔

كتمان الأسرار

لبعضهم

إذَا المَرءُ أفْشٰى سِرَّهُ بِلِسَانِهِ وَلَامَ عَلَيْهِ غَيْرُهُ فَهُوَ أحْمَقُ
إذا ضاق صَدْرُ الْمَرْءِ مِن سِرِّ نَفْسِهِ فَصَدْرُ الَّذي يَسْتَودِعُ السِّرَّ أضْيَقُ

اخفائے راز

کسی شاعر کا شعر ہے

(۱) جب آدمی خود اپنی زبان سے اپنا راز ظاہر کردے اور دوسرا اُس پر ملامت کرے تو وہ احمق ہے۔

(۲) جب آدمی کا سینہ اپنے ہی راز سے تنگ ہو گیا تو جس شخص کے پاس وہ راز رکھ رہا ہے اُس کا سینہ اور بھی تنگ ہو گا۔

لغات وترکیب

حَمِقَ يَحْمَقُ حُمْقاً (ک) بے وقوف ہونا۔ اِسْتَوْدَعَ يَسْتَوْدِعُ اِسْتِيْدَاعاً (استفعال) کسی کے پاس امانت رکھنا۔ لَامَ عَلَيْهِ غيره، کا عطف "أفشیٰ سره" پر ہے اور "فَهُوَ أَحْمَقُ" جزا ہے۔ أَضْيَقُ "صدرُ الذی" کی خبر ہے۔

تشریح مطلب یہ ہے کہ آدمی کو چاہئے کہ اپنے راز کی خود حفاظت کرے اگر اُس نے اپنے راز کو خود اپنی زبان سے ظاہر کر دیا اور دوسرا اس پر مطلع ہو گیا اور اسے ملامت کرنے لگا، تو یہ اُسی راز ظاہر کرنے والے شخص ہی کی غلطی ہے، کیوں کہ اُسی کی وجہ سے وہ ہدفِ ملامت بنا، جب وہ خود اپنے راز کو اپنے سینے میں محفوظ نہ کر سکا، تو دوسرا کیوں کر محفوظ رکھ سکتا ہے۔ شیخ سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اپنا راز کسی سے کہنا اور اُس سے یہ تاکید کرنا کہ "کسی سے کہنا مت" بہتر یہ ہے کہ اُسی سے کہنے سے بچا جائے۔

الشَّدَائِدُ

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي عُتْبَةَ الْمُهَلَّبِي

كُلُّ الْمَصَائِبِ قَدْ تَمُرُّ عَلَى الْفَتٰى فَتَهُوْنُ غَيْرَ شَمَاتَةِ الْأَعْدَاءِ

مصائب

عبداللہ بن ابی عتبہ مہلبی

انسان پر ہر طرح کی مصیبتیں گذرتی ہیں اور وہ سب آسانی ہو جاتی ہیں سوائے دشمنوں کی خوشی کے

لغات وترکیب

شَدَائِدُ، واحد، شَدِيْدَةٌ، مصیبت۔ هَانَ يَهُوْنُ هَوْناً (ن) آسان ہونا۔ شَمِتَ يَشْمَتُ شَمَاتَةً (س) کسی کی مصیبت پر خوش ہونا۔

كُلُّ المصائب مبتدا ہے اور "قد تمرّ علی الفتی" خبر ہے۔ "تهون" کی ضمیر "كلّ المصائب" ہی کی طرف راجع ہے۔

تشریح شاعر کے شعر کا مطلب یہ ہے کہ یوں تو انسان پر آنے والے مصائب ہر طرح کے ہوتے ہیں اور اُن سب کو انسان بہ آسانی برداشت کر لیتا ہے، مگر ایک مصیبت ایسی ہے جسے جھیلنا اُس کے لیے بہت ہی مشکل ہوتا ہے

اور وہ ہے ''دشمن کی خوشی'' اگر اس کا دشمن خوش نظر آ جائے تو پھر اس کے لیے یہ چیز نا قابل برداشت ہو جاتی ہے۔

العَبَّاسُ بنُ الأحْنَف

صِرْتُ كَأنِّي ذُبَالَةٌ نُصِبَتْ　　　تُضِيءُ لِلنَّاسِ وَهِيَ تَحْتَرِقُ

عباس بن احنف

میں تو ایسے ہی ہو گیا جیسے کہ چراغ کی بتی جسے (چراغ میں) لگا دیا گیا ہو جو لوگوں کے لیے روشنی کرتی ہے اور خود جلتی رہتی ہے۔

لغات وترکیب

ذُبَالَةٌ، ج، ذُبَالٌ، بتی۔ نَصَبَ يَنْصِبُ نَصْباً (ض) گاڑنا۔ اِحْتَرَقَ اِحْتِرَاقاً (افتعال) جلنا۔

ذُبَالَةٌ نصبت، موصوف باصفت کانّ کی خبر۔ اور کانّ اپنے اسم وخبر سے مل کر ''صار'' کی خبر واقع ہے۔

تشریح مطلب یہ ہے کہ میں خود تو نقصان اٹھا رہا ہوں اور دوسروں کو فائدہ پہنچا رہا ہوں، تو اپنا نقصان کرنے اور دوسروں کو فائدہ پہنچانے میں میری مثال چراغ کی بتی کی طرح ہے، جو خود تو جلتی ہے اور دوسروں کو روشنی پہنچاتی ہے۔

وَلَهُ أيضاً

كَفَى حُزْناً أنَّ التَّبَاعُدَ بَيْنَنَا　　　وَقَدْ جَمَعَتْنَا وَالأحِبَّةَ دارُ

اور عباس ابن احنف کا یہ شعر بھی ہے

رنج وغم کے لیے یہی کافی ہے کہ ہمارے درمیان بعد ہے جب کہ ہم کو اور دوستوں کو ایک گھر نے جمع کر دیا ہے۔

تشریح مطلب یہ ہے کہ رنج وغم کے لیے یہی کیا کم ہے کہ ہم اور دوسرے احباب ایک ہی گھر میں رہتے ہیں، پھر بھی ہمارے درمیان اتحاد نہیں ہے، ہم باہمی اختلاف کے شکار ہیں۔ اور یہ باہمی اختلاف خوشیوں میں بہت مخل ہیں، اس کے ہوتے ہوئے آدمی خوش نہیں رہتا ہے۔

اللَّجْلاجُ الحَارِثِي

إذَا مَا أهَانَ امْرُؤٌ نَفْسَهُ　　　فَلا أكْرَمَ اللهُ مَنْ مُكْرِمُهُ

لجلاج حارثی

جب آدمی خودکو بے وقعت کرے تو اللہ تعالیٰ اُس کی عزت کرنے والے کو بھی باعزت نہ کرے گا۔

تشریح مطلب یہ ہے کہ جب انسان اپنی عزت وآبرو کو محفوظ رکھتا ہے اور دوسرے لوگ بھی اُس کی عزت کرتے ہیں تو اللہ رب العزت اس کی عزت کرنے والوں کو بھی عزت عطا کرتا ہے اور جب آدمی اپنے کو بے وقعت کردیتا ہے تو اس کی عزت کرنے والوں کو من جانب اللہ عزت نہیں ملتی۔

وَقَالَ اٰخَرُ

صَبَرْتُ عَلٰى مَا لَوْ تَحَمَّلَ بَعْضَهُ ۔۔۔ جِبَالُ شَرَاةٍ اَصْبَحَتْ تَتَصَدَّعُ

مَلَكْتُ دُمُوعَ الْعَيْنِ حَتّٰى رَدَدْتُهَا ۔۔۔ إِلٰى بَاطِنٍ فَالْعَيْنُ فِي الْقَلْبِ تَدْمَعُ

ایک دوسرے شاعر کا شعر ہے

(۱) میں نے ایسی ایسی مصیبتوں پر صبر کیا ہے کہ اگر مقام شراۃ کے پہاڑ ان میں سے بعض کو بھی اٹھالیں تو وہ پھٹ پڑیں۔

(۲) میں نے آنکھ کے آنسوؤں پر کنٹرول کیا یہاں تک کہ ان کو باطن کی طرف لوٹادیا چناں چہ آنکھ دل ہی دل میں آنسو بہارہی ہے۔

لغات وترکیب

تَصَدَّعَ يَتَصَدَّعُ تَصَدُّعاً (تفعل) پھٹنا۔ دُمُوْعٌ، واحد، دَمْعٌ، آنسو۔ دَمَعَ يَدْمَعُ دَمْعاً (ف) آنسو بہانا۔

ما تحمّلَ میں "ما" موصولہ ہے اور مابعد جملہ صلہ ہے۔ "جبالُ شراة" تحمّلَ کا فاعل ہے۔ حتّٰى رددتُها، میں "حتّٰى" عاطفہ ہے۔

تشریح شاعر یہ کہہ رہا ہے کہ میں نے بڑے سخت حالات کا سامنا کیا ہے کہ پہاڑ کے لیے بھی ان حالات کا تحمل ممکن نہیں، اگر اُن میں سے بعض حالات کا بھی پہاڑ تحمل کرلیں تو پھٹ جائیں گے۔ میری آنکھوں میں آنسو بھی آئے مگر میں نے ان آنسوؤں پر کنٹرول کیا، لوگوں کے سامنے ظاہر نہ ہونے دیا، اب حال یہ ہے کہ آنکھ کے آنسو دل ہی میں بہہ رہے ہیں۔

وقال الفقيه الحافظ ابومحمد بن حزم

لَا يَشْمَتَنْ حَاسِدٌ إِنْ نَكْبَةٌ عَرَضَتْ ۔۔۔ فَالدَّهْرُ لَيْسَ عَلٰى حَالٍ بِمُتَّرِكٍ

فَالْحُرُّ كَالتِّبْرِ يُلْقٰى تَحْتَ مِنْفَخَةٍ ۔۔۔ طَوْراً وَطَوْراً يُرٰى تَاجاً عَلٰى مَلِكٍ

فقیہ حافظ ابو محمد بن حزم کا شعر ہے

(۱) اگر کوئی مصیبت پیش آ جائے تو حاسد کو خوش نہیں ہونا چاہئے کیوں کہ زمانہ ایک حالت پر چھوڑنے والا نہیں ہے۔
(۲) تو شریف آدمی سونے کی طرح ہے کبھی دھونکنی کے نیچے ڈالا جاتا ہے اور کبھی بادشاہ کے سر پر تاج کی شکل میں نظر آتا ہے۔

لغات وترکیب

نَکْبَةٌ، ج، نَکَبَاتٌ، مصیبت۔ حُرٌّ، ج، أَحْرَارٌ، شریف۔ تِبْرٌ، واحد، تِبْرَةٌ، سونے کا ڈلا۔ مِنْفَخَةٌ، ج، مَنَافِخُ، دھونکنی۔ نَفَخَ یَنْفُخُ نَفْخاً (ن) منہ سے پھونک مارنا۔ تَاجٌ، ج، تِیْجَانٌ، تاج۔

لَا یَشْمَتَنْ حاسِدٌ، جزائے مقدم ہے۔ اور "إن نَکْبَةٌ عَرَضَتْ" شرط موخر ہے۔ فالدّهْرُ، میں فا تعلیلیہ ہے۔ طوراً ظرف ہے۔

تشریح مطلب یہ ہے کہ اگر کبھی انسان پر کوئی مصیبت پیش آ جائے تو خواہ وہ دشمن ہی کیوں نہ ہو خوش نہیں ہونا چاہیے، اس لیے کہ زمانہ ایک حال پر نہیں رہتا، آج اُس پر مصیبت آئی ہے تو کل تم پر بھی وہ مصیبت آ سکتی ہے، شریف آدمی کی مثال سونے کے اُس ڈلے کی سی ہے جسے کبھی تو آگ پر تپایا جاتا ہے اور کبھی تاج کی شکل میں بادشاہ کے سر پر نظر آتا ہے، اسی طریقے سے انسان کبھی تو مصیبت سے دوچار ہو جاتا ہے اور کبھی امن وسلامتی کے ساتھ رہتا ہے۔

حُسْنُ الْمُخَاصَمَةِ

اِبْنُ جَابِر

إِنْ شِئْتَ أَنْ تَجِدَ الْعَدُوَّ وَقَدْ غَدَا ... لَكَ صَاحِباً يُولِي الْجَمِيلَ وَيُحْسِنَ

فَاعْمَلْ كَمَا قَالَ الْخَبِيْرُ بِخَلْقِهِ ... فِي قَوْلِهِ اِدْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ

اختلاف کی خوبی

ابن جابر

(۱) اگر تو چاہتا ہے کہ دشمن کو اس حال میں پائے کہ تیرا ایسا ساتھی بن جائے جو بھلائی اور حسن سلوک کرے
(۲) تو تو اسی طرح عمل کر جس طرح خداوند قدوس نے اپنی مخلوق کے بارے میں اپنے ارشاد "اِدفع" میں فرمایا ہے کہ بدی کا دفعیہ ایسے طریقے سے کرو جو بہتر ہو۔

تشریح مطلب یہ ہے کہ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارے دشمن بھی تمہارے دوست ہو جائیں تو وہی طریقہ کار اپناؤ جو اللہ رب العزت نے اپنے کلام میں اپنے بندوں سے فرمایا ہے۔ "ادفع بالتي هي احسن" جس کا مطلب

یہ ہے کہ برائی کا بدلہ برائی سے نہ لینا اور معاف کر دینا تو عملِ حسن ہے اور احسن یہ ہے کہ جس نے تمہارے ساتھ برا سلوک کیا تم اس کو معاف بھی کرو اور اس کے ساتھ احسان کا بھی برتاؤ کرو۔

قِلَّةُ الْمَالِ

لِبَعْضِهِمْ

النَّفْسُ مَلْأَىٰ مِنَ الْمَعَالِي ۔۔۔ وَالْكِيْسُ صِفْرُ الْجِنَانِ خَالٍ

فَلَيْتَ مَالِي كَمِثْلِ فَضْلِي ۔۔۔ وَلَيْتَ فَضْلِي كَمِثْلِ مَالِي

مال کی قلت

کسی شاعر کا شعر ہے

(۱) نفس بلند مراتب سے لبریز ہے اور تھیلی بالکل ہی خالی ہے۔

(۲) تو کاش میرا مال میرے فضل وکمال کے مثل اور میرا فضل میرے مال کی طرح ہوتا۔

لغات وترکیب

مَلَأَ يَمْلَأُ مَلْأً (ف) بھرنا۔ مَعَالِي، واحد، مِعْلَاةٌ، شرافت، رفعت۔ كِيْسٌ، ج، أَكْيَاسٌ، تھیلا۔ صَفِرَ يَصْفَرُ صِفْراً (س) خالی ہونا۔ خَلَا يَخْلُو خُلُوّاً (ن) خالی ہونا۔

صفرُ الجنان "الكيس" کی خبر ہے اور "خالٍ" اسی کی تاکید ہے۔ كمثل فضلي، جار مجرور محذوف کے متعلق ہوکر "ليت" کی خبر ہے۔

تشریح شاعر یہ کہنا چاہ رہا ہے کہ شرافت وبلندی سے تو میرا دل بھرا ہوا ہے مگر مال واسباب سے بالکل خالی ہے۔ پھر تمنا کر رہا ہے کہ کاش میرا مال میرے فضل کی طرح اور میرا فضل میرے مال کی طرح ہوتا تو میرا ہاتھ مال سے خالی نہ ہوتا اور میرا تھیلا بھی بھرا رہتا۔

وَقَالَ بَعْضُهُمْ

دَعِ الْأَيَّامَ تَفْعَلُ مَا تَشَاءُ ۔۔۔ وَطِبْ نَفْساً إِذَا نَزَلَ الْبَلَاءُ

وَلَا تَجْزَعْ لِحَادِثَةِ اللَّيَالِي ۔۔۔ فَمَا لِحَوَادِثِ الدُّنْيَا بَقَاءُ

إِذَا مَا كُنْتَ ذَا قَلْبٍ قَنُوعٍ ۔۔۔ فَأَنْتَ وَمَالِكُ الدُّنْيَا سَوَاءُ

(۱) تو زمانے کو چھوڑ دے جو چاہے کرے اور تو نزولِ مصیبت کے وقت خوش رہ۔
(۲) اور حوادثِ زمانہ سے مت گھبرا کیوں کہ دنیا کے حوادث کے لیے بقا نہیں ہے۔
(۳) جب تو قانع دل والا ہے تو تو اور مالک دنیا دونوں برابر ہیں۔

لغات وترکیب

وَدَعَ يَدَعُ وَدْعاً (ف) چھوڑنا۔ جَزِعَ يَجْزَعُ جَزَعاً (س) گھبرانا۔ بَقِيَ يَبْقَى بَقَاءً (س) باقی رہنا۔ "إذا نزل البلاء" یہ جملہ "طِبْ" کا ظرف واقع ہے۔ فما لحادث الدنیا بقاءُ، میں فا تعلیلیہ ہے۔ "بقاءُ" ما کا اسم ہے اور "لحوادث الدنیا" خبر ہے۔ ذا قلبٍ قنوعٍ، مضاف ومضاف الیہ مل کر "کان" کی خبر ہے۔

تشریح مطلب یہ ہے کہ تم اپنا کام کرتے جاؤ، زمانے کے حوادث سے بالکل خوف زدہ مت ہو، اس لیے کہ حوادثِ زمانہ ہمیشہ نہیں رہتے، اگر کبھی حالات ناموافق ہوتے ہیں تو کبھی سازگار بھی ہوتے ہیں، اگر تیز وتند آندھیاں چلتی ہیں تو بادِ نسیم کے ٹھنڈے اور خوش گوار جھونکے بھی چلتے ہیں، اس لیے اگر غم کا پہاڑ بھی سر پر گر پڑے تو اُسے بھی برداشت کرلو، اگر تمہارا دل قانع بن جائے اور جو کچھ ہاتھ آجائے اُسی پر قناعت کرنے لگو تو تم اور وہ شخص جو دنیا کا مالک ہے دونوں برابر ہیں، اس لیے کہ وہ اپنے پاس موجود چیزوں سے خوش ہے اور تم ان چیزوں سے خوش ہو جو تمہارے پاس ہے، اس لیے دونوں برابر ہیں۔

أبو إسحاق الصَّابي

اَلضَّبُّ وَالنُّونُ قَدْ يُرجَى لِقَاؤُهُمَا وَلَيسَ يُرجَى الْتِقَاءُ اللُّبِّ وَالذَّهَبِ

ابواسحاق صابی

گوہ اور مچھلی دونوں کے ملنے کی امید کی جاسکتی ہے مگر عقل اور سونے کے ملنے کی امید نہیں کی جاسکتی۔

لغات وترکیب

ضَبٌّ، ج، أضُبٌّ، وضُبَّانٌ، گوہ۔ نُونٌ، ج، نِينَانٌ، مچھلی۔ لُبٌّ، ج، ألْبَابٌ، عقل۔
الضبُّ والنّون، معطوف علیہ ومعطوف مل کر مبتدا اور "قد يُرجى لقاؤهما" خبر ہے۔ التقاءُ اللبّ والذّهبِ" لیس کا اسم ہے۔

تشریح مطلب یہ ہے کہ گوہ اور مچھلی یہ دونوں چیزیں جمع ہو جائیں یہ ممکن ہے اور اس میں کوئی محال بات نہیں ہے مگر عقل اور سونا یہ دونوں چیزیں یعنی عقل اور مال جمع ہو جائیں ان کی امید نہیں کی جاسکتی، عموماً دیکھنے میں آیا ہے کہ احمق اور بے وقوف کے پاس تو مال کی بہتات ہوتی ہے جب کہ عقل مند بے چارہ تلاشِ معاش کے لیے در در کی ٹھوکریں کھاتا ہے۔

وَقَالَ مَالِكُ بْنُ حَرِيْمٍ الْهَمْدَانِي

أُنْبِئْتُ وَالْأَيَّامُ ذَاتُ تَجَارِبٍ ... وَتُبْدِي لَكَ الْأَيَّامُ مَا لَسْتَ تَعْلَمُ

بِأَنَّ ثَرَاءَ الْمَالِ يَنْفَعُ رَبَّهُ ... وَيُثْنِي عَلَيْهِ الْحَمْدَ وَهُوَ مُذَمَّمُ

وَأَنَّ قَلِيْلَ الْمَالِ لِلْمَرْءِ مُفْسِدٌ ... يُحَزُّ كَمَا حُزَّ الْقَطِيْعُ الْمُحَرَّمُ

يَرَىٰ دَرَجَاتِ الْمَجْدِ لَا يَسْتَطِيْعُهَا ... وَيَقْعُدُ وَسْطَ الْقَوْمِ لَا يَتَكَلَّمُ

مالک بن حریم ہمدانی کا شعر ہے

(۱) مجھے بتایا گیا ہے اور زمانہ بہت تجربہ کار ہے ایسی ایسی چیزیں ظاہر کرتا ہے جن سے تو بالکل ناآشنا ہے۔

(۲) یہ کہ مال داری مال دار کو نفع پہنچاتی ہے اور اس کی تعریف کرتی ہے حالانکہ وہ برا ہے۔

(۳) اور یہ کہ تھوڑا مال آدمی کو فساد میں مبتلا کر دیتا ہے اُسے کاٹ دیا جاتا ہے کچے چمڑے کو کاٹنے کی طرح۔

(۴) وہ شرافت و بزرگی کے مرتبے کو دیکھتا ہے اُس کی استطاعت نہیں رکھتا اور بیٹھتا تو لوگوں کے درمیان ہے بول نہیں سکتا۔

لغات وترکیب

أنبا ينبئُ اِنْبَاءً (افعال) بتلانا، خبر دینا۔ ثري يثرىٰ ثراء (س) مال دار ہونا۔ حزَّ يحُزُّ حزاً (ن) کاٹنا۔ قطيعٌ، ج، قُطْعَانٌ ٹکڑا۔ جِلْدٌ محرَّمٌ، غیر مدبوغ کھال۔

بأنّ ثراء المال. جار مجرور ''أنبئتُ'' سے متعلق ہے۔ اور ''وأنّ قليل المال'' کا عطف پہلے ''أنّ'' پر ہے۔

تشریح مطلب یہ ہے کہ بات بالکل برحق ہے اگر تمہیں نہیں معلوم ہے تو مستقبل میں پتہ چل جائے گا۔ تمہارے سامنے وہ ساری باتیں آجائیں گی، جن سے تم ناواقف ہو۔ وہ یہ کہ مال داری سے مال دار کو فائدہ پہنچتا ہے، اس کی تعریف ہوتی ہے، خواہ وہ برا ہو، اگر انسان کے پاس مال نہیں ہے، تو وہ لوگوں کی نظر میں بے وقعت ہے اُس پر لوگ ظلم کرنے میں بھی دریغ نہیں کرتے، وہ شرافت و بزرگی کے مراتب کو دیکھتا تو ہے مگر پا نہیں سکتا، لوگوں کے درمیان بیٹھ تو سکتا ہے مگر بول نہیں سکتا۔

الشَّكْوىٰ إِلَى الْأَصْدِقَاءِ

وَقَالَ بَعْضُهُمْ

يَا غَائِبِيْنَ تَعَلَّلْنَا بِغَيْبَتِهِمْ ... بِطِيْبِ دَهْرٍ وَلَا وَاللّٰهِ لَمْ يَطِبِ

ذَكَرْتُ وَالْكَأسُ فِي كَفِّي لَيَالِيَكُمْ ... فَالْكَأسُ فِي رَاحَةٍ وَالْقَلْبُ فِي تَعَبٍ

دوستوں سے شکوہ

ایک شاعر کا شعر ہے

(۱) اے نظروں سے روپوش رہنے والے! ہم خوش گوار زمانے کی وجہ سے اُن کی عدم موجودگی سے غافل ہو گئے، مگر بخدا زمانہ بھی خوش گوار نہیں رہا۔

(۲) مجھے تمہاری راتیں اُس وقت یاد آگئیں جب میرے ہاتھ میں جام تھا تو جام ہتھیلی میں تھا اور دل بے چینی میں۔

لغات وترکیب

تَعَلَّلَ بَشئٍ يَتَعَلَّلُ تَعَلُّلاً (تفعل) مشغول ہونا۔ بغیبتهم میں "با" بمعنی "عن" ہے اور تَعَلَّلَ عن شيءٍ کے معنی ہیں، غافل ہونا، اعراض کرنا۔ دَهْرٌ، ج، أدهُرٌ، زمانہ۔ كَأسٌ، ج، كؤوسٌ، جام، پیالہ۔

"لياليكم ذكرتُ کا مفعول بہ ہے۔ والكاس في كفي، ذكرتُ سے حال ہے۔

تشریح اشعار مذکورہ میں شاعر دوستوں سے فراق کا شکوہ کرتے ہوئے کہہ رہا ہے کہ تمہاری جدائیگی سے ہم خوشگوار زمانے کے سبب غافل ہو گئے، مگر زمانے نے بھی ساتھ نہ دیا، زمانے کی بھی رنگت ختم ہو گئی اور تمہاری ہی سنگت ستانے لگی، جام میرے ہاتھ آیا تو تمہارے ساتھ گذری ہوئی راتیں فوراً یاد آگئیں اس وقت حالت یہ تھی کہ جام ہتھیلی میں تھا اور دل فراق کی بے چینی میں تھا۔

كَتَبَ أَبُو دُلَفٍ إِلَى ابْنِ طَاهِرٍ يُعَاتِبُهُ

إِخَاؤُكُمْ كَالْوَرْدِ لَيْسَ بِدَائِمٍ ... وَلَا خَيْرَ فِيمَنْ لَا يَدُومُ لَهُ عَهْدُ

وَعَهْدِي لَكُمْ كَالْآسِ حُسْناً وَبَهْجَةً ... لَهُ وَرَقٌ خُضْرٌ إِذَا فَنِيَ الْوَرْدُ

فَأَجَابَهُ ابْنُ طَاهِرٍ

أَشْبَهْتَ عَهْدَ الْوَرْدِ فِيمَا تَذُمُّهُ ... وَهَلْ زَهْرَةٌ إِلَّا وَسَيِّدُهُ الْوَرْدُ

إِخَاؤُكُمْ كَالْآسِ مُرٌّ مَذَاقُهُ ... وَلَيْسَ لَهُ فِي الرِّيحِ قَبْلُ وَلَا بَعْدُ

ابودلف نے ابن طاہر کو سرزنش کرتے ہوئے لکھا

(۱) تمہاری دوستی اُس گلاب کی طرح ہے جو دوام پذیر نہیں اور اس میں کوئی خیر نہیں جس کے عہد میں دوام نہ ہو۔

(۲) اور تم سے میری دوستی حسن اور رونق کے اعتبار سے ریحان کی طرح ہے جس کے پتے اس وقت بھی سرسبز رہتے ہیں جب گلاب ختم ہو جاتا ہے۔

تو ابن طاہر نے ابو دلف کو جواب دیا

(۱) تو نے گلاب کے پھول کے عہد کو تشبیہ دی ہے، ایسے طریقے سے جس میں اس کی مذمت کر رہا تھا حالانکہ کوئی کلی ایسی نہیں ہے، جس کا سردار گلاب نہ ہو۔

(۲) تمہاری دوستی اُس ریحان درخت کی طرح ہے، جس کا مزہ تلخ ہوتا ہے اور اس میں کوئی خوشبو نہیں ہوتی نہ اول اور نہ آخر۔

لغات وترکیب

أخي يواخي مواخاةً وإخاءً (مفاعلۃ) بھائی چارگی قائم کرنا۔ **دَامَ يَدُومُ دواماً** (ن) ہمیشہ رہنا۔ **عَهْدٌ**، ج، **عُهُودٌ**، وفا، دوستی۔ **فَنِيَ يَفْنٰى فَنَاءً** (س) ختم ہونا۔ **اٰسٌ**، ایک درخت ہے جو ریحان کے نام سے مشہور ہے۔

ليس بدائم، **ليس** کی ضمیر اسم ہے اور "**بدائم**" خبر واقع ہے۔ یہ جملہ تشبیہ کے لیے ہے، **حُسناً** اور **بهجةً** تمیز کی بنا پر منصوب ہیں۔ **هَل زَهرةٌ إلّا وسيّده** میں "**هل**" استفہامیہ برائے نفی ہے اس کی دلیل "**إلّا**" حرف استثنا کا آنا ہے۔

تشریح ابو دلف نے ابن طاہر کو سرزنش کرتے ہوئے لکھا کہ تم دوستی تو کرتے ہو مگر تمہاری دوستی کی مثال مثل گلاب کے ہے کہ جس طرح گلاب میں دوام نہیں ہوتا کچھ مخصوص ایام میں ہوتا ہے اسی طرح تمہاری دوستی میں دوام نہیں، برخلاف تم سے میری دوستی کے کہ تمہارے ساتھ میری دوستی کی مثال ریحان کی طرح ہے حسن اور رونق کے اعتبار سے جس کے پتے اُس وقت بھی سرسبز رہتے ہیں جب گلاب کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ یعنی ریحان میں دوام ہوتا ہے اسی طرح میری دوستی میں بھی دوام ہے۔

ابن طاہر کے جواب کا مطلب یہ ہے کہ تم نے اپنی تشبیہ میں گلاب کے پھول کی مذمت کی ہے، جب کہ گلاب تمام پھولوں کا سردار ہے اور اپنی دوستی کو ریحان سے تشبیہ دے کر اس کی قدر و قیمت کو بڑھانا چاہا ہے، جب کہ ریحان کا مزہ تلخ اور قابلِ نفرت ہوتا ہے اور خوشبو کا تو اس میں نام و نشان بھی نہیں ہوتا۔

لِلْاِمَامِ زَیْنِ الْعَابِدِیْنَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ

وَ إِذَا بُلِيتَ بِعَيْرَةٍ فَاصْبِرْ لَهَا ... صَبْرَ الْكَرِيمِ فَإِنَّ ذٰلِكَ أَحْزَمُ

لَا تَشْكُوَنَّ إِلَى الْخَلَائِقِ إِنَّمَا ... تَشْكُو الرَّحِيمَ إِلَى الَّذِي لَا يَرْحَمُ

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

(۱) جب تو حیرانی میں مبتلا ہو جائے تو اس پر شریف شخص کے صبر کرنے کی طرح صبر کر، کیوں کہ یہی سب سے بڑی دانش مندی ہے۔

(۲) مخلوق سے ہرگز شکایت مت کر کیوں کہ تو رحیم کی شکایت اُس شخص سے کرے گا جو رحم نہیں کرتا۔

لغات وترکیب

بَلَا يَبْلُو بَلَاءً (ن) آزمانا۔ عَارَ يَعِيْرُ عَيْراً (ض) حیرانی کے ساتھ آنا جانا۔ حَزَمَ يَحْزُمُ حَزْماً (ک) دانش مند ہونا۔ فَاصْبِرْ لَهَا، إِذَا بُلِيتَ کی جزا ہے۔ صبرَ الكريم مفعولِ مطلق ہے۔ فإنَّ ذٰلك أحزمُ، فاتعلیلیہ ہےاور أحزمُ إنَّ کی خبر ہے۔

تشریح مطلب یہ ہے کہ اگر کبھی کوئی مصیبت سر پر آجائے تو پریشان مت ہو، بل کہ شریف انسان کی طرح صبر سے کام لو، دانش مندی کا یہی تقاضہ ہے اُس پریشانی سے نجات کے لیے خدا سے دعا مانگو، مخلوق سے اس کی شکایت بالکل مت کرو، اس لیے کہ یہ پریشانی من جانب اللہ ہے اگر تم مخلوق سے شکایت کرو گے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم رحیم کی شکایت غیر رحیم سے کر رہے ہو۔

النَّاسُ عَلٰى دِيْنِ مُلُوكِهِمْ

إِذَا كَانَ رَبُّ الْبَيْتِ بِالدُّفِّ مُولَعاً ۔۔۔ فَشِيْمَةُ أَهْلِ الْبَيْتِ كُلِّهِمْ رَقْصُ

لَا بُدَّ لِلْمَلِكِ مِنَ الْعَطَاءِ

إِذَا لَمْ يَكُنْ مَلِكٌ ذَا هِبَةٍ ۔۔۔ فَدَعْهُ فَدَوْلَتُهُ ذَاهِبَةٌ

لوگ اپنے بادشاہوں کے طریقے پر ہوتے ہیں

جب صاحبِ خانہ ہی دف کا دل دادہ ہو تو تمام گھر والوں کی عادت ناچنے کی ہوگی۔

بادشاہ کے لیے بخشش ضروری ہے

جب بادشاہ بخشش والا نہ ہو تو اُسے چھوڑ دو کیوں کہ اس کی حکومت ختم ہو جانے والی ہے۔

لغات وترکیب

أَوْلَعَ بشَيْءٍ يُوْلِعُ إِيْلَاعاً (افعال) کسی چیز کا دل دادہ ہونا۔ شِيْمَةٌ، ج، شِيَمٌ، عادت۔ رَقَصَ يَرْقُصُ رَقْصاً (ن) ناچنا۔ هِبَةٌ، ج، هِبَاتٌ، عطیہ، بخشش۔ دَوْلَةٌ، ج، دُوَلٌ، حکومت۔

تشریح مطلب یہ ہے کہ اگر بگاڑ گھر کے مالک ہی میں ہوں، تو پھر افرادِ خانہ کا سدھرنا اور صحیح راستے پر رہنا بہت ہی مشکل ہے۔ ظاہر ہے کہ جب مالک خانہ ڈھول کا شیدائی ہوگا، تو گھر کے دوسرے افراد ناچنے کے عادی ہوں گے۔ اور دوسرے شعر کا مطلب یہ ہے کہ اگر بادشاہ اپنے رعایا کو نہ نوازے تو پھر یہ سمجھو کہ اس کی حکومت کا زوال یقینی ہے، اب زیادہ دیر اُس کی حکومت باقی نہیں رہ سکتی

اِبْنُ تَمِیْمٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی

قَالُوا رَأَیْنَاكَ كُلَّ وَقْتٍ تَهِیْمُ بِالشُّرْبِ وَالْغِنَاءِ

فَقُلْتُ: إِنِّی فَتًی قَنُوعٌ أَعِیْشُ بِالْمَاءِ وَالْهَوَاءِ

خوش طبعی

ابن تمیم رحمہ اللہ تعالیٰ

(۱) لوگوں نے کہا: ہم تمہیں ہر وقت پینے اور گانے میں سرگرداں دیکھتے ہیں

(۲) تو میں نے کہا: میں قناعت کرنے والا شخص ہوں، پانی اور ہوا پر بھی گذر بسر کر لیتا ہوں

تشریح شعر مذکور میں شاعر نے ظریفانہ جواب دیا ہے بایں طور کہ کہنے والوں نے جب کہا کہ: تم تو ہر وقت شراب نوشی اور گانے بجانے ہی میں مصروف نظر آتے ہو تو اُس نے ظریفانہ انداز میں کہا کہ ہاں، میں تو بہت قانع شخص ہوں، میرا گذر بسر تو پانی اور ہوا پر ہو جاتا ہے۔ پانی سے شاعر نے شراب اور ہوا سے مراد آواز یعنی گانا لیا ہے۔

حُسْنُ الاِسْتِیْذَانِ

وَلِبَعْضِهِمْ

یَا مَعْدِنَ الْفَضْلِ وَطَوْدَ السَّخَا لَا زِلْتَ مِنْ بَحْرِ السَّخَا تَغْتَرِفُ

عَبْدُكَ بِالْبَابِ فَقُلْ مُنْعِمًا یَدْخُلُ أَوْ یَصْبِرُ أَوْ یَنْصَرِفُ

اجازت طلبی کا بہترین طریقہ

(۱) اے مرکزِ فضل اور کوہِ صفا! تو ہمیشہ سخاوت کے سمندر سے سیراب ہوتا رہے۔

(۲) تیرا غلام دروازے پر حاضر ہے پس مرحبا کہہ دے تا کہ وہ اندر آ جائے یا صبر کرے یا واپس ہو جائے۔

لغات وترکیب

طَوْدٌ، ج، أَطْوَادٌ، بڑا پہاڑ۔ اغْتَرَفَ يَغْتَرِفُ اغْتِرَافاً (افتعال) چلو سے پینا۔

"تغتَرِفُ" لازلتَ، کی خبر ہے۔ بالباب، جار مجرور "موجُودٌ" سے متعلق ہو کر خبر ہے۔ یدخلْ اور اس کا مابعد جوابِ امر کی وجہ سے مجزوم ہے۔

تشریح شعر مذکور میں اجازت طلبی کا بہترین طریقہ مذکور ہے کہ اجازت طلب کرنے سے پہلے اس کی تعریف کی جائے، پھر اپنے کو کم تر بنا کر پیش کیا جائے اور اجازت طلب کی جائے، یہ سب سے بہتر طریقہ ہے۔

الشَّيبُ

وَلِآخَر

وَلِي خَطٌّ وَلِلْأَيَّامِ خَطٌّ ... وَبَيْنَهُمَا مُخَالَفَةُ الْمِدَادِ

فَأَكْتُبُهُ سَوَاداً فِي بَيَاضٍ ... وَتَكْتُبُهُ بَيَاضاً فِي سَوَادِ

بڑھاپا

کسی شاعر کا شعر ہے

(۱) میرا ایک خط ہے اور زمانے کا بھی ایک خط ہے اور ان دونوں کے درمیان روشنائی مختلف ہے۔

(۲) چناں چہ میں اُس خط کو سفیدی میں سیاہ لکھتا ہوں اور زمانہ سیاہی میں سفید خط لکھتا ہے۔

تشریح مطلب یہ ہے کہ میرے خط کا تو حال یہ ہے کہ جوں جوں بڑھتا ہوں میرے بالوں کی سیاہی میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور زمانے کا حال یہ ہے کہ بالوں کی سیاہی میں اپنا سفید خط شامل کر دیتا ہے اور رفتہ رفتہ تمام بال سفید ہو جاتے ہیں اور آدمی بوڑھا ہو جاتا ہے۔

وَلِبَعْضِهِمْ

وَلَمَّا رَأَيْتُ الشَّيْبَ أَيْقَنْتُ أَنَّهُ ... نَذِيرٌ لِجِسْمِي بِانْهِدَامِ بِنَائِهِ

إِذَا ابْيَضَّ مُخْضَرُّ النَّبَاتِ فَإِنَّهُ ... دَلِيلٌ عَلَى اسْتِحْصَادِهِ وَفَنَائِهِ

کسی شاعر کا شعر ہے

(۱) جب میں نے بڑھاپے کو دیکھا تو یقین کر لیا کہ یہ میرے جسم کو اس کے ڈھانچے کے منہدم ہونے کے سلسلے میں ڈرانے والا ہے۔

(۲) جب سبز گھاس سفید ہونے لگتے ہیں، تو یہ اُس کے کٹنے اور اس کے فنا ہونے کی دلیل ہوتی ہے۔

لغات وترکیب

نَذِيْرٌ، ج، نُذُرٌ، ڈرانے والا۔ اخضرَّ يَخضرُّ اخضِرَاراً (افعلال) سبز ہونا۔ أيقنتُ أنه الخ یہ جملہ "لمّا" کا جواب ہے، مخضَر النبات، اصل میں "النّبات المخضَر" ہے اضافت الصفت الی الموصوف ہے۔

تشریح مطلب یہ ہے کہ بڑھاپے کو دیکھ کر مجھے تصور ہی نہیں؛ بلکہ یقین ہو گیا کہ اب میرا آخری وقت قریب آرہا ہے اور میرا جسم اب منہدم ہونے والا ہے جیسے کہ جب سبزہ ہرا ہو جاتا ہے تو یہ پتہ چل جاتا ہے کہ اب اس کے کاٹنے کا وقت قریب آچکا ہے۔

وَقَالَ الْوَلِيْدُ بْنُ حَزْمٍ

ثَلَاثٌ وَسِتُّونَ قَدْ جُزْتَهَا — فَمَا ذَا تُوَمِّلُ أو تَنْتَظِرْ
وَحَلَّ عَلَيْكَ نَذِيْرُ المَشِيْبِ — فَمَا تَرْعَوِي أو فَمَا تَزْدَجِرْ
تَمُرُّ لَيَالِيْكَ مَرّاً حَثِيْثاً — وَأَنْتَ عَلٰى مَا أرىٰ مُسْتَمِرّ
فَلَوْ كُنْتَ تَعْقِلُ مَا يَنْقَضِي — مِنَ العُمُرِ لَا عْتَضْتَ خَيْراً بِشَرّ
فَمَا لَكَ لَا تَسْتَعِدُّ إذَنْ — لِدَارِ المَقَامِ وَدَارِ المَقَرّ
أتَرْغَبُ عَنْ فَجْأةٍ لِلْمَنُونِ — وَتَعْلَمُ أنْ لَيْسَ مِنْهَا مَفَرّ
فَإمَّا إلٰى جَنَّةٍ أُزْلِفَتْ — وَإمَّا إلٰى سَقَرٍ تُسْعَرْ

ولید بن حزم کا شعر ہے

(۱) تو تریسٹھ سال سے آگے بڑھ گیا، تو اب کس چیز کی امید اور انتظار کرتا ہے۔

(۲) تیرے پاس بڑھاپے کو ڈرانے والا آچکا ہے پھر بھی تو نہیں رکتا اور باز نہیں آتا۔

(۳) تیری راتیں بڑی تیزی سے گذر رہی ہیں اور میں تجھے ایک ہی حالت پر مسلسل دیکھ رہا ہوں۔

(۴) تو اگر تو عمر کے گذرے ہوئے حصے کو سمجھتا، تو تو برائی کے بدلے نیکی کرتا۔

(۵) سو تجھے کیا ہو گیا ہے کہ تو اب بھی اصل ٹھکانے اور دائمی قیام گاہ کے لیے تیاری نہیں کرتا۔
(۶) کیا تو موت کے اچانک آجانے سے اعراض کرتا ہے حالاں کہ تو جانتا ہے کہ اُس سے مفر نہیں ہے۔
(۷) سو یا تو اُس جنت کی طرف جانا ہوگا، جو نزدیک کردی جائے گی یا اُس جہنم کی طرف جو دہکتی ہوگی۔

لغات وترکیب

جَازَ المکانَ یجوزُ جوزاً (ن) کسی جگہ سے گذر جانا، آگے بڑھ جانا، اَمَّلَ یؤمِّلُ تأمیلاً (تفعیل) امید کرنا۔ ارعوی یرعوي ارعواءً (افعلال) باز آنا۔ ارعویٰ اصل میں "ارعوّ" تھا، واو اخیر کو یا سے بدل دیا۔ پھر ما قبل مفتوح ہونے کی وجہ سے وہ یا الف ہوگئ۔ ازدجر یزدجرُ ازدجاراً (افتعال) منع کرنا، روکنا۔ حثیث، تیز۔ بولتے ہیں "ولّٰی حثیثاً" وہ تیز بھاگا۔ انقضٰی ینقضي انقِضاءً (انفعال) گذر جانا۔ أزلَفَ یُزْلِفُ إزْلافاً (افعال) قریب کرنا۔ استعَرَ یَسْتَعِرُ استعاراً (افتعال) بھڑکنا۔

فما ترعوي أي أيُّ شیئ ترعوی، ما بمعنی أيّ شیئ ہے۔ وَأنْتَ علٰی ما أریٰ مستمرّ. "مستمرّ" أنت کی خبر ہے اور علٰی "مستمر" سے متعلق ہے۔ ما اریٰ موصول صلہ ہے۔ فإمَّا إلٰی جنَّةٍ أي إمَّا أنْ تذهب إلٰی جنةٍ.

تشریح اشعار مذکورہ میں شاعر نے نفس کو آخرت کے لیے زادِ راہ مہیا نہ کرنے پر تنبیہ کی ہے کہ زندگی کے مراحل اتنی تیزی کے ساتھ گذر رہے ہیں، تم تریسٹھ سال کی عمر سے بھی متجاوز ہو گئے، سر کے بال پک گئے، مگر پھر بھی اپنی پرانی ہی روش پر ہو، کوئی تبدیلی نہیں آرہی ہے، حالانکہ عمر کے اتنے سال گذر جانے کے بعد تمہیں خیر ہی کرنا چاہئے اور شر سے بالکل الگ تھلگ ہو جانا چاہئے اور آخرت جو دارِ قرار اور ہمیشگی کا ٹھکانہ ہے اُس کے لیے کچھ توشہ مہیا کرنا چاہئے۔ مگر حال یہ ہے کہ شب و روز تو گذر رہے ہیں، اور تمہاری حالت میں کوئی تبدیلی نہیں آرہی ہے۔

وَقَالَ الْآخَرُ

سَـأَلْتُ مِـنَ الْأَطِـبَّـاءِ ذَاتَ يَوْمٍ — خَبِـيْـراً مِـمَّ شَـيْـبِي؟ قَـالَ: بَلْغَـمْ
فَـقُلْتُ لَـهُ عَـلٰى غَـيْرِ احْتِشَـامٍ — لَقَـدْ أَخْطَـأْتَ فِـيْـمَا قُلْتَ بَلْ غَمْ

دوسرے شاعر کا شعر ہے

(۱) میں نے ایک دن ایک تجربے کار طبیب سے دریافت کیا، میرے بڑھاپے کا سبب کیا ہے، اُس نے کہا: بلغم۔
(۲) میں نے اُس سے بلا تأمل کہا: آپ نے اپنے قول میں غلطی کی ہے، بل کہ غم ہے۔

لغات وترکیب

خَبِیْرٌ، ج، خُبَرَاءُ، تجربےکار، ماہر۔ احتشم یَحْتَشِمُ احتشاماً (افتعال) تامل کرنا۔

"ذاتَ یومٍ" سَالْتُ کاظرف ہے۔ مِمَّ اصل میں "مِمَّا" تھا۔ مِمَّ، خبر مقدم ہےاور "مشیبی" مبتدا موخر ہے۔

تشریح مطلب یہ ہے کہ جب میں نے طبیب سے اپنے بالوں کے سفید ہونے کی وجہ معلوم کی تو اُس نے کہا کہ بلغم کی کثرت کی وجہ سے ایسا ہورہا ہے، تو میں نے برجستہ اس کی تردید کی اور کہا نہیں؛ بل کہ اس کی وجہ غموں کا ہجوم ہے، یعنی غموں نے میرے سر اور داڑھی کے بال سفید کردیئے۔

ذَمُّهُ

قَالَتْ وَقَدْ رَاعَهَا مَشِيْبِي   كُنْتَ ابْنَ عَمٍّ فَصِرْتَ عَمّاً
وَاسْتَهْزَأَتْ بِي فَقُلْتُ أَيْضاً   قَدْ كُنْتِ بِنْتاً فَصِرْتِ أُمّاً

بڑھاپے کی مذمت

(۱) ایک عورت نے میرے بڑھاپے سے خوفزدہ ہوکر کہا: تم چچازاد بھائی تھے پھر چچا ہوگئے۔
(۲) اُس نے میرے ساتھ مذاق کیا، تو میں نے بھی کہا: پہلے تو لڑکی تھی اور اب ماں ہوگئی ہے۔

لغات وترکیب

راع یروعُ رَوعاً (ن) گھبرانا، تعجب میں ڈالنا۔ عَمٌّ، ج، أعْمَامٌ، چچا۔ استَهزأ بأحدٍ یستهزِأ استِهْزاءً (استفعال) مذاق کرنا۔ دل لگی کرنا۔ أُمٌّ، ج، أمَّهَاتٌ، ماں۔

"وقدراعها" یہ جملہ "قالت" کی ضمیر سے حال ہے۔ بنتاً اور أمّاً افعالِ ناقصہ کی خبر ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں۔

تشریح شاعر کہنا یہ چاہ رہا ہے کہ میرے بڑھاپے پر طنز اور اس کی مذمت کرتے ہوئے عورت نے کہا کہ: پہلے تو آپ چچازاد بھائی لگ رہے تھے اور اب تو آپ چچا معلوم ہونے لگے، تو میں نے بھی مذاق میں کہہ دیا کہ تمہارا بھی تو یہی حال ہے کہ پہلے جب بڑھاپا نہیں تھا، تو لڑکی لگ رہی تھی اور اب تو ماں معلوم ہورہی ہو۔

النظرُ في العواقِبِ

أبو عِمْرَانَ مُوسَى بنُ عِمْرَانَ

لَا تَبْكِ ثَوْبَكِ إنْ أبْلَيْتَ جِدَّتَه   وَابْكِ الَّذِي أَبْلَتِ الأيَّامُ مِنْ بَدَنِكَ

وَلَا تَكُونَنَّ مُخْتَالاً بِجِدَّتِهِ فَرُبَّمَا كَانَ هٰذَا الثَّوْبُ مِنْ كَفَنِكَ

وَلَا تَعَفْهُ إِذَا أَبْصَرْتَهُ دَنِساً فَإِنَّمَا اكْتَسَبَ الْأَوْسَاخَ مِنْ دَنَسِكَ

انجام پر نظر

ابو عمران موسیٰ بن عمران

(۱) اپنے کپڑے پر مت آنسو بہا اگر اس کے نئے پن کو تو نے پرانا کر دیا ہے اپنے اُس بدن پر رو جسے زمانے نے بوسیدہ کر دیا ہے۔

(۲) کپڑے کے نئے پن پر مت اکڑ، کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ یہی کپڑا تیرا کفن ہو جائے۔

(۳) اور کپڑے پر منہ مت بسور اگر تو اسے میلا کچیلا دیکھے، کیوں کہ یہ تیرے ہی میل سے میلا ہوا ہے۔

لغات وترکیب

أَبْلٰی یُبْلِي إِبْلَاءً (افعال) بوسیدہ کرنا۔ اِخْتَالَ یَخْتَالُ اِخْتِیَالاً (افتعال) ناز و انداز سے چلنا۔ اکڑنا۔ عَافَ یَعِیفُ وَعَافَ یَعَافُ عَیْفاً وَعِیَافاً (ض،س) کراہت کی وجہ سے چھوڑ دینا۔ دَنَسٌ، ج، أَدْنَاسٌ، میل کچیل۔ دَنِسَ یَدْنَسُ دَنَساً (س) میلا ہونا۔ أَوْسَاخٌ، واحد، وَسَخٌ، میل کچیل۔

تشریح مطلب یہ ہے کہ کپڑوں پر توجہ دینے کے بجائے زندگی پر توجہ دینے کی ضرورت ہے، اگر بہت قیمتی کپڑا گندا اور بوسیدہ ہو گیا تو اس پر افسوس کرنے اور آنسو بہانے کی ضرورت نہیں کپڑا دوسرا آ جائے گا۔ لیکن مرورِ ایام سے زندگی کا جو حصہ گذر رہا ہے اُس کا کوئی بدل نہیں، اگر وہ یوں ہی ضائع ہو گیا تو اس پر افسوس کرنا چاہئے اور آنسو بہانا چاہئے، اسی طرح کپڑے پر اترانا اور ناز کرنا بہت بڑی حماقت ہے۔ کیوں کہ ہو سکتا ہے ملک الموت آ جائے اور یہی شاندار لباس کفن بن جائے۔ کسی کے آخری وقت کا کیا بھروسہ؟ کب آ جائے۔ شاعر یہ بھی کہہ رہا ہے کہ کپڑے کے گندہ ہونے پر پیشانی پر شکن لانے کی ضرورت نہیں؛ اس لیے کہ کپڑے کا میل تمہارے جسم ہی کا میل ہے، جسم کی گندگی ہی متعدی ہو کر کپڑے تک پہنچی ہے اور کپڑے سے منہ بسورنے کا مطلب خود اپنے ہی جسم سے اظہارِ نفرت کرنا ہے۔

أَبُو وَهْبٍ الْقُرْطُبِي

تَنَامُ وَقَدْ أُعِدَّ لَكَ السُّهَادُ وَتُوقِنُ بِالرَّحِيلِ وَلَيْسَ زَادُ

وَتُصْبِحُ مِثْلَ مَا تُمْسِي مُضِيعاً كَأَنَّكَ لَسْتَ تَدْرِي مَا الْمُرَادُ

أَتَطْمَعُ أَنْ تَفُوزَ غَداً هَنِيْئاً ... وَلَمْ يَكُ مِنكَ فِي الدُّنيَا اجْتِهَادُ

إِذَا فَرَّطتَ فِي تَقْدِيمِ زَرْعٍ ... فَكَيْفَ يَكُونُ مِنْ عَدَمٍ حَصَادُ

ابو وہب قرطبی

(۱) تو سوتا ہے حالاں کہ تیرے لیے بے خوابی تیار کی گئی ہے اور تو کوچ کرنے پر یقین کر رہا ہے حالاں کہ توشہ نہیں ہے۔

(۲) تو شام کی طرح صبح بھی بے کاری میں گنواتا ہے، ایسا لگتا ہے کہ تو مقصد ہی سے ناواقف ہے۔

(۳) کیا تو یہ چاہتا ہے کہ کل آخرت میں ہنسی خوشی کامیاب ہو جائے اور تجھے دنیا میں کچھ محنت نہ کرنا پڑے۔

(۴) جب تو نے پہلے کھیتی بونے میں کوتاہی کی تو پھر بغیر بوئے کیسے کھیتی کاٹی جاسکتی ہے۔

لغات وترکیب

أعَدَّ يُعِدُّ إعْدَاداً (افعال) تیار کرنا۔ سَهِدَ يَسْهَدُ سُهَاداً (س) بیدار رہنا۔ زَادٌ، ج، أزْوِدَةٌ، توشہ۔ هَنِئَ يَهْنَأُ هَنَاءَةً (س) خوش حال ہونا۔ فَرَّطَ يُفَرِّطُ تَفْرِيطاً (تفعیل) کوتاہی کرنا۔ زَرْعٌ، ج، زُرُوعٌ، کھیتی۔ حَصَدَ يَحْصُدُ حَصَاداً (ن) کاٹنا۔

"وليس زادٌ" زادٌ، ليس کا اسم ہے اور خبر محذوف ہے أي ليسَ زادٌ عندك. مضيعاً "تصبح" اور "تمسي" کی ضمیر سے حال ہے۔ "ماالمراد" میں ما بمعنی "أيّ شيءٍ" مبتدا "المراد" خبر ہے اور جملہ "تدري" کا مفعول ہونے کی وجہ سے محل نصب میں ہے۔ "هنيئاً" تفوز کی ضمیر سے حال ہے۔ "اجتهاد" لم يكُ فعلِ ناقص کا اسم ہے۔

تشریح مطلب یہ ہے کہ تم دنیا میں سو رہے ہو حالاں کہ تمہیں بیدار رہنا چاہئے، اس لیے کہ مرنے کے بعد تو سونا ہی ہے، زندگی میں بیدار رہ کر کچھ توشہ مہیا کر لینا چاہئے۔ ہر آنے والے دن کو ضائع نہیں کرنا چاہئے؛ بل کہ اسے قیمتی بنانا چاہئے اور ہمیشہ مقصد کو اپنے سامنے رکھنا چاہئے، مقصد سے غافل ہو کر زندگی نہیں گذارنا چاہئے، آخرت میں راحت وآرام حاصل کرنے کے لیے دنیا میں کچھ محنت کرنی پڑے گی، بغیر کسی محنت کے یہ چاہو کہ آخرت میں سکون میسر آجائے یہ خیالِ خام اور باطل تصور ہے، یہ تو دنیا ہی کے طرزِ عمل سے سمجھ جانا چاہئے کہ جب بغیر بوئے آدمی کاٹتا نہیں ہے، تو بغیر دنیا میں محنت کیے آخرت میں پھل کیسے مل سکتا ہے۔

عَلِي بْنُ الْجَهْمِ

سَرَّ مَنْ عَاشَ مَالُهُ فَإِذَا ... حَاسَبَهُ اللّٰهُ سَرَّهُ الْإِعْدَامُ

علی بن جہم

آدمی کوزندگی میں اس کا مال مسرت بخشتا ہے، لیکن جب اللہ تعالیٰ اُس کی محاسبہ کا کریں گے تو فقر ہی اسے خوش کرے گا۔

تشریح شعر مذکور کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ انسان کو مال سے فطری لگاؤ ہے اس لیے جب انسان کے پاس مال رہتا ہے تو اُسے خوشی ہوتی ہے، مگر جب قیامت میں اللہ تعالیٰ محاسبہ کرے گا، تو اس وقت فقر ہی باعث خوشی ہوگی کیوں کہ فقر کی وجہ سے اس کو حساب کم دینا پڑے گا۔

شِهَابُ الدِّيْن الأندلسي

يَامَنْ تَجَلَّدَ لِلزَّمَان	أَمَا زَمَانُكَ مِنْكَ أَجْلَدْ
سَلِّطْ نُهَاكَ عَلٰى هَوَاكَ	وَعُدَّ يَوْمَكَ لَيْسَ مِنْ غَدْ
إِنَّ الْحَيٰوةَ مَزَارِعُ	فَازْرَعْ بِمَا قَدْ شِئْتَ تَحْصُدْ
وَالنَّاسُ لَا يَبْقٰى سِوىٰ	اٰثَارِهِمْ وَالْعَيْنُ تُفْقَدْ
اَوَ مَا سَمِعْتَ بِمَنْ مَضٰى	هٰذَا يُذَمُّ وَذَاكَ يُحْمَدْ
اَلْمَالُ إِنْ اَصْلَحْتَهُ	يَصْلُحْ وَإِنْ اَفْسَدْتَ يَفْسُدْ

شہاب الدین اندلسی

(۱) اے وہ شخص جو زمانے کے سامنے قوت کا مظاہرہ کرتا ہے، کیا زمانہ تجھ سے زیادہ طاقتور نہیں ہے۔

(۲) اپنی عقل کو اپنی خواہش پر غالب کر اور اپنے آج کے دن کو یہ سمجھ کہ وہ آئندہ کل نہیں ہے۔

(۳) بلاشبہ زندگی کھیتی ہے سو تو اسی چیز کی کاشت کر جو تو کاٹنا چاہتا ہے۔

(۴) لوگوں کے صرف آثار باقی رہ جائیں گے اور ذات فنا ہو جائے گی۔

(۵) کیا تو نے گذشتہ لوگوں کے متعلق نہیں سنا کہ کسی کی مذمت کی جاتی ہے اور کسی کی تعریف کی جاتی ہے۔

(۶) اگر تم مال کو ٹھیک کرو گے، تو ٹھیک ہو جائے گا، اور خراب کردے گا، تو خراب ہو جائے گا۔

لغات وترکیب

تَجَلَّدَ يَتَجَلَّدُ تَجَلُّداً (تفعل) قوت کا مظاہرہ کرنا۔ جَلُدَ يَجْلُدُ جَلَادَةً (ک) قوت دکھلانا۔ سَلَّطَ يُسَلِّطُ

تَسْلِيطاً (تفعیل) غالب کرنا، غلبہ دینا۔ آثَارٌ، واحد، أَثَرٌ، نشان۔

أَمَا زَمَانُكَ، میں "أ" ہمزۂ استفہام ہےاور "زمانُكَ" مبتدا ہے۔ بِمَا میں "ما" موصولہ ہے۔ مابعد جملہ صلہ ہے۔

تشریح مطلب یہ ہے کہ زمانے کے سامنے اپنی قوت کا اظہار کرنا حماقت ہے، کیوں کہ زمانے نے کتنے بڑے بڑے سورماؤں کو چت کردیا، زمانے کے سامنے کسی کا بس نہیں چلتا۔ ہمیشہ اپنی عقل کو اپنی خواہش پر غالب رکھو، یعنی ہر خواہشِ نفس کی اتباع مت کرو؛ بل کہ پہلے عقل سے سوچو کہ کہیں یہ عمل مستقبل میں تمہارے لیے نقصان دہ تو ثابت نہیں ہوگا، دنیا کی مثال کھیتی کی سی ہے کہ جو کچھ کھیت میں بوؤ گے وہی کاٹو گے، اسی طریقے سے دنیوی زندگی میں جو عمل کروگے، آخرت میں تمہیں اُسی کا پھل ملے گا، اور تمہارے نیک اعمال ہی کی وجہ سے تمہارے دنیا سے رخصت ہوجانے کے بعد تمہاری تعریف بھی ہوگی اور یہ بات طے ہے کہ لوگ رخصت ہوجائیں گے اور صرف ان کے آثار ہی دنیا میں باقی رہیں گے۔ لوگوں کے کرتوت ہی کو دیکھ کر گذرے ہوئے لوگوں کی بھی اُسی اعتبار سے تعریف اور مذمت کی جاتی ہے۔ مال کی کثرت پر بھی نازمت کرو؛ بلکہ اُسے صحیح طریقے سے استعمال کرو۔

الشَّيْخ بَهَاءُ الدِّيْنِ الْعَاملي

أَلا يَـا خَائِضـاً بَحْـرَ الأَمَـانِي ... هَدَاكَ اللّٰهُ مِنْ هٰذَا التَّوَانِي

أَضَعْتَ العُمُرَ عِصْيَاناً وَجَهْلاً ... فَمَهْلاً أَيُّهَا المَغْرُور مَهْلاً

مَضٰى عَهْدُ الشَّبَابِ وَأَنْتَ غَافِلٌ ... وَفِي ثَوْبِ الْعِمٰى وَالْغَيِّ رَافِل

إِلىٰ كَمْ كَالْبَهَائِمِ أَنْتَ هَائِم ... وَفِي وَقْتِ الْغَنَائِمِ أَنْتَ نَائِم

وَطَرْفُكَ لَا يُرىٰ إِلَّا طُمُوحاً ... وَنَفْسُكَ لَمْ تَزَلْ أَبَداً جُمُوحاً

وَقَلْبُكَ لَا يُفِيْقُ عَنِ الْمَعَاصِي ... فَوَيْلُكَ يَـوْمَ يُـؤْخَذُ بِالنَّوَاصِي

شیخ بہاء الدین عاملی

(۱) اے امیدوں کے سمندر میں ڈوبے ہوئے اس سستی سے اللہ تعالیٰ تیری رہنمائی فرمائے۔

(۲) تو نے نافرمانی اور نادانی میں ساری عمر برباد کردی سو باز آجا اے فریب خوردہ باز آجا۔

(۳) جوانی کا زمانہ گذر گیا اور تو غافل ہے اور اندھے پن اور گمراہی کے لباس میں اکڑتا پھر رہا ہے۔

(۴) تو چوپایوں کی طرح کب تک سرگرداں رہے گا اور اوقاتِ غنیمت میں کب تک سوتا رہے گا۔

(۵) تیری نگاہ ہمیشہ اوپر ہی اٹھی رہی اور تیرا نفس ہمیشہ سرکش ہی رہا۔

(۶) تیرا دل معاصی سے ہوش میں نہیں آتا ہے، تو تیرے لیے ہلاکت ہوگی جس دن پیشانیاں پکڑی جائیں گی۔

لغات وترکیب

خاضَ الماءَ یخوضُ خَوْضاً (ن) پانی میں داخل ہونا۔ أمَاني، واحد، أمنیةٌ، آرزو۔ توانٰی یتوانٰی توانیاً (تفاعل) سست ہونا۔ غرَّ یغُرُّ غرّاً (ن) دھوکا دینا۔ غویٰ یَغوِی غیّاً (ض) گمراہ ہونا۔ رَفَلَ یرفُلُ رَفْلاً (ن) ناز سے چلنا۔ بَهَائم، واحد، بهیمةٌ، چوپایا۔ هَامَ یهیمُ هَیْماً (ض) سرگرداں رہنا۔ طَمَحَ یَطْمَحُ طَمْحاً (ف) نگاہ اٹھانا، بلندی کی جانب دیکھنا۔ جَمَحَ یَجْمَحُ جُمُوحاً (ف) سرکشی کرنا۔ نواصي، واحد، ناصِیَةٌ، پیشانی۔

خائضاً بحر الأماني، منادیٰ مشابہ مضاف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ عِصْیاناً وَجَهْلاً، مفعول لہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ في ثوب العمی ''رافلٌ'' سے متعلق ہے اور ''رافل'' أنتَ کی خبر ثانی ہے۔ إلٰی کم أي إلی کم وقتٍ، کم کی تمیز منصوب ہے، طموحاً ''طامحاً'' کے معنی میں اور جموحاً ''جامحاً'' کے معنی میں ہے۔

تشریح اشعار مذکورہ میں شاعر نفس کو مخاطب کرتے ہوئے غفلت سے باز آنے کی تنبیہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ کب تک تم آرزوؤں کے سمندر میں غوطہ لگاتے رہو گے، ساری زندگی تو نادانی ونافرمانی میں یوں ہی گذر گئی تم لاپرواہ اور غافل ہی رہے، گمراہی اور ہلاکت کے کپڑے میں اکڑتے رہے، اب تو باز آجاؤ، چوپایوں کی طرح تو تم نے زندگی کا ایک بڑا حصہ گنوادیا، عمر کا جو حصہ باقی ہے، اُسے تو غنیمت جان لو اور انسانوں کی طرح گذار کر کچھ توشہ مہیا کرلو، معاصی سے باز آجاؤ، ورنہ تو اُس دن پچھتاؤ گے، جب پیشانی پکڑی جائے گی اور کیے ہوئے اعمال کا حساب دینا پڑے گا۔

وَقَالَ آخر

وَمَا أهْلُ الحیٰوة لَنَا بِأهْلٍ وَلَا دَارُ الفَنَاءِ لَنَا بِدَارٍ

وَمَا أمْوَالُنَا إلّا عَوَارٍ سَیَأخُذُهَا المُعِیْرُ مِنَ المُعَارٍ

ایک دوسرے شاعر کا شعر ہے

(۱) نہ تو دنیا والے ہمارے اہلِ خانہ ہیں اور نہ ہی یہ دنیا ہمارا گھر ہے۔

(۲) ہمارے مال تو عاریت ہیں، عاریت پر دینے والا اُس شخص سے لے لے گا، جسے عاریت پر دیا ہے۔

لغات وترکیب

عَوَارٍ، واحد، عارِیَةٌ، عاریت کا مال۔ أعَارَ یُعِیْرُ إعَارَةً (افعال) عاریت پر دینا۔

وَمَا أهلُ الدّنيا، "ما" مشابہ بلیس ہے اور "أهلُ الدّنيا" اُس کا اسم ہے "باهلٍ لنا" خبر ہے یہی ترکیب دوسرے مصرعے کی ہے۔

تشریح مطلب یہ ہے کہ اہلِ دنیا اور دنیا سب فنا ہونے والی چیزیں ہیں، کوئی بھی چیز دائمی نہیں ہے اور دنیا کے یہ سارے ساز وسامان ہمیں عاریت پر ملے ہیں صرف فائدہ اٹھانے کے لیے، پھر یہ چیزیں ہمارے ہاتھ سے چلی جائیں گی۔

لِأَبِي الطَّيِّبِ الْمُتَنَبِّي

الظُّلْمُ مِنْ شِيَمِ النُّفُوسِ فَإِنْ تَجِدْ ... ذَا عِفَّةٍ فَلِعِلَّةٍ لَا يَظْلِمُ

وَمِنَ الْبَلِيَّةِ عَذْلُ مَنْ لَا يَرْعَوِي ... عَنْ جَهْلِهِ وَخِطَابُ مَنْ لَا يَفْهَمُ

وَالذُّلُّ يُظْهِرُ فِي الذَّلِيلِ مَوَدَّةً ... وَأَوَدُّ مِنْهُ لِمَنْ يَوَدُّ الْأَرْقَمُ

وَمِنَ الْعَدَاوَةِ مَا يَنَالُكَ نَفْعُهُ ... وَمِنَ الصَّدَاقَةِ مَا يَضُرُّ وَيُؤْلِمُ

إِنِّي أُصَاحِبُ حِلْمِي وَهُوَ بِي كَرَمٌ ... وَلَا أُصَاحِبُ حِلْمِي وَهُوَ بِي جُبْنُ

وَلَا أُقِيمُ عَلَى مَالٍ أَذِلُّ بِهِ ... وَلَا أَلَذُّ بِمَا عِرْضِي بِهِ دَرِنُ

مَنِ اقْتَضَى بِسِوَى الْهِنْدِيِّ حَاجَتَهُ ... أَجَابَ كُلَّ سُؤَالٍ عَنْ هَلْ بِلَمِ

وَمَا كُلُّ هَاوٍ لِلْجَمِيلِ بِفَاعِلٍ ... وَلَا كُلُّ فَعَّالٍ لَهُ بِمُتَمِّمِ

ذُو الْعَقْلِ يَشْقَى فِي النَّعِيمِ بِعَقْلِهِ ... وَأَخُو الْجَهَالَةِ فِي الشَّقَاوَةِ يَنْعَمُ

وَالْهَمُّ يَخْتَرِمُ الْجَسِيمَ نَحَافَةً ... وَيُشِيبُ نَاصِيَةَ الصَّبِيِّ وَيُهْرِمُ

فَلَا عَبَرَتْ بِي سَاعَةٌ لَا تُعِزُّنِي ... وَلَا صَحِبَتْنِي مُهْجَةٌ تَقْبَلُ الظُّلْمَا

سِوَى وَجَعِ الْحُسَّادِ دَاوِ فَإِنَّهُ ... إِذَا حَلَّ فِي قَلْبٍ فَلَيْسَ يَحُولُ

وَلَا تَطْمَعَنْ فِي حَاسِدٍ فِي مَوَدَّةٍ ... وَ إِنْ كُنْتَ تُبْدِيهَا لَهُ وَتُنِيلُ

يَهُونُ عَلَيْنَا أَنْ تُصَابَ جُسُومُنَا ... وَتَسْلَمَ أَعْرَاضٌ لَنَا وَعُقُولُ

وَمَنْ كَانَ عَزْمِي بَيْنَ جَنْبَيْهِ حَثَّهُ ... وَخَيَّلَ طُولَ الْأَرْضِ فِي عَيْنِهِ شِبْرًا

إِذَا اعْتَادَ الْفَتَى خَوْضَ الْمَنَايَا ... فَأَهْوَنُ مَا يَمُرُّ بِهِ الْوُحُولُ

رَمَانِي الدَّهْرُ بِالْأَرْزَاءِ حَتَّى ... فُؤَادِي فِي غِشَاءٍ مِنْ نِبَالٍ

فَصِرْتُ إِذَا أَصَابَتْنِي سِهَامٌ | تَكَسَّرَتِ النِّصَالُ عَلَى نِصَالِ
لَيْسَ الْجَمَالُ لِوَجْهٍ صَحَّ مَارِنُهُ | أَنْفُ الْعَزِيْزِ بِقَطْعِ الْعِزِّ يُجْتَدَعُ
مَنْ كَانَ فَوْقَ مَحَلِّ الشَّمْسِ مَوْضِعُهُ | فَلَيْسَ يرفعُهُ شيْئٌ وَلَا يَضَعُ
إِنَّ السِّلَاحَ جَمِيْعُ النَّاسِ تَحْمِلُهُ | وَلَيْسَ كُلُّ ذَوَاتِ الْمِخْلَبِ السَّبُعُ
إِذَا رَأَيْتَ نُيُوبَ اللَّيْثِ بَارِزَةً | فَلَا تَظُنَّنْ أَنَّ اللَّيْثَ يَبْتَسِمُ
إِنْ كَانَ سَرَّكُمْ مَا قَالَ حَاسِدُنَا | فَمَا لِجُرْحٍ إِذَا أَرْضَاكُمْ أَلَمُ
إِذَا تَرَحَّلْتَ عَنْ قَوْمٍ وَقَدْ قَدَرُوا | أَنْ لَا تُفَارِقَهُمْ فَالرَّاحِلُوْنَ هُمُ
شَرُّ الْبِلَادِ بِلَادٌ لَا صَدِيْقَ بِهِ | وَشَرُّ مَا يكسب الْإِنْسَانُ مَا يَصِمُ
لَا تَشْكُوَنَّ إِلَى خَلْقٍ فَتُشْمِتَهُمْ | شكوى الجَرِيحِ إِلَى الْعُقْبَانِ والرَّخَمِ

ابوالطیب متنبّی کے اشعار

(۱) اور ظلم لوگوں کی عادات میں سے ہے، پس اگر تم کسی پاک دامن شخص کو پاؤ (جو ظلم نہ کررہا ہو، تو سمجھ لو کہ) کسی وجہ سے ہی وہ ظلم نہیں کررہا ہے۔

(۲) اور اُس شخص کا ملامت کرنا بھی ایک مصیبت ہے، جو اپنی نادانی کیوجہ سے باز نہ آئے اور اُس شخص کو مخاطب بنانا جو ناسمجھ ہو۔

(۳) اور ذلت ذلیل میں دوستی کو ظاہر کرتی ہے، اور میں اُس شخص کے لیے جو ذلیل سے محبت کرے اُس ذلیل کے مقابلے میں چتکبرے سانپ کو پسند کرتا ہوں۔

(۴) اور بعض دشمنی کا فائدہ تمہیں پہنچتا ہے اور بعض دوستی نقصان اور تکلیف پہنچاتی ہے۔

(۵) میں اپنے حلم کا ساتھ اس وقت تک دیتا ہوں، جب تک وہ میرے لیے باعث عزت ہو، اور میں اپنے حلم کا ساتھ نہیں دیتا ہوں، جب وہ میرے لیے بزدلی کا سبب ہو۔

(۶) میں ایسے مال پر مداومت نہیں کرتا جو میرے لیے باعثِ ذلت ہو اور مجھے اُس چیز سے لذت نہیں ملتی جس سے میری عزت داغ دار ہو۔

(۷) جو شخص ہندی تلوار کے بغیر اپنی حاجت طلب کریگا، تو وہ ہر ایک "ھل" کے ذریعے سوال کا جواب "لم" نفی میں دیگا۔

(۸) اور ہر نیک کام کا قصد کرنے والا کرگذرنے والا نہیں ہوتا اور نہ ہر کام کرنے والا اس کی تکمیل کرنے والا ہوتا ہے۔

(۹) عقل منداپنی عقل کی وجہ سے ناز و نعمت میں بدنصیب رہتا ہے اور نادان بدنصیبی میں بھی خوش حال رہتا ہے۔

(۱۰) اور غم تندرست و توانا شخص کو لاغری کیوجہ سے ہلاک کردیتا ہے اور بچے کے پیشانی کے بال کو سفید اور بوڑھا کردیتا ہے۔

(۱۱) سو مجھ پر کوئی ایسی ساعت نہ گذرے جو میری عزت کا سبب نہ ہو اور ایسی جان میرے ساتھ نہ رہے جو ظلم قبول کرے۔

(۱۲) حاسدوں کے درد کے علاوہ (دیگر امراض) کا علاج کر، کیوں کہ حسد جب دل میں اتر جاتا ہے، تو پھر زائل نہیں ہوتا۔

(۱۳) کسی حاسد سے محبت کی طمع مت کر اگر چہ تو اُس کے سامنے محبت کو ظاہر کرے اور اسے نوازے۔

(۱۴) ہمارے لیے یہ آسان ہے کہ ہمارے جسموں کو تکلیف پہنچ جائے اور ہماری آبروئیں اور عقلیں سلامت رہیں۔

(۱۵) اور جس شخص کے پہلوؤں کے درمیان میرا عزمِ مصمم ہوگا، وہ عزم اُسے ابھارے گا اور اس کی آنکھ میں زمین کی لمبائی کا تصور ایک بالشت جمائے گا۔

(۱۶) جب کوئی جوان موتوں کے درمیان گھسنے کا عادی ہو جائے تو اس کے لیے کیچڑوں کے پاس سے گذرنا بہت آسان ہے۔

(۱۷) زمانے نے مجھ پر مصیبتوں کے تیر مارے یہاں تک کہ میرا دل تیروں کے پردے میں ہے۔

(۱۸) تو میں ایسا ہو گیا کہ جب تیر مجھے لگتے تھے، تو تیروں کی بھالیں دوسرے بھالوں پر لگ کر ٹوٹ جاتی تھیں۔

(۱۹) خوب صورتی اُس چہرے کے لیے نہیں جس کی ناک عمدہ ہو، باعزت شخص کی ناک بے عزتی سے کٹ جاتی ہے۔

(۲۰) جس شخص کا ٹھکانہ سورج کی جگہ سے اوپر ہو تو کوئی چیز نہ اسے بلند کر سکتی ہے اور نہ پست کر سکتی ہے۔

(۲۱) تمام لوگ ہتھیار اٹھاتے ہیں (مگر ہر کوئی بہادر نہیں ہوتا کیوں کہ) ہر پنجے والا درندہ نہیں ہوتا۔

(۲۲) جب تو شیر کے دانتوں کو کھلا ہوا دیکھے تو یہ مت خیال کر کہ شیر مسکرا رہا ہے (بل کہ وہ ہلاکت کا ارادہ رکھتا ہے)

(۲۳) اگر تم کو ہمارے حاسدوں کی بات سے خوشی ہوتی ہے تو اُس زخم پر کوئی تکلیف نہیں ہوگی اگر وہ تمہیں خوش کرے۔

(۲۴) جب تم کسی قوم سے کوچ کرو، اس حال میں کہ وہ عدم جدائیگی پر قادر ہوں تو کوچ کرنے والے وہی ہیں۔

(۲۵) وہ شہر بہت برا ہے جہاں کوئی دوست نہ ہو اور انسان کی بدترین کمائی وہ ہے جو اس پر عیب لگائے۔

(۲۶) تو مخلوق سے گلہ کر کے اُن کو خوش نہ کر زخمی شخص کے کنوئیں اور مردار خور پرندوں سے گلہ کرنے کی طرح۔

لغات وترکیب

شِیَمٌ، واحد، شِیمَۃٌ، عادت۔ عَفَّ یَعِفُّ عِفَّۃً (ض) پاک دامن ہونا، ناجائز چیزوں سے باز رہنا۔ بلیَّۃٌ، ج، بَلَایا، مصیبت۔ أرْقَمٌ، ج، أراقِمُ، چتکبرا سانپ۔ اِخْتَرَمَ یَخْتَرِمُ اخْتِرَاماً (افتعال) ہلاک کرنا۔ غَبَرَ یَغْبُرُ غُبُوراً (ن) گذرنا۔ مُھْجَۃٌ، جمع، مُھَجٌ، جان، روح۔ أنَالَ یُنِیلُ اِنَالَۃً (افعال) دینا، عطا کرنا۔ ھَانَ یَھُونُ ھَوْناً (ن) آسان ہونا۔ حَثَّ یَحُثُّ حثاً (ن) ابھارنا۔ وُحُولٌ، واحد، وَحْلٌ، کیچڑ۔ أرزاءٌ، واحد، رُزْءٌ، مصیبت۔ غِشَاءٌ، ج، أغشِیَۃٌ، پردہ۔ نِبَالٌ، واحد، نَبْلٌ، تیر۔ نِصَالٌ، واحد، نصْلٌ، چاقو کا پھل۔ مَارِنٌ، ج، مَوَارِنُ، ناک کا نرم حصہ۔ اجْتَذَعَ یَجْتَذِعُ اجْتِذَاعاً (افتعال) کٹنا۔ مِخْلَبٌ، ج، مَخَالِبُ، پنجہ۔ سَبُعٌ، ج، سِبَاعٌ، درندہ۔ نُیُوبٌ، واحد، نَابٌ، دانت۔ بَرَزَ یَبْرُزُ بُرُوزاً (ن) ظاہر ہونا۔ وَصَمَ یَصِمُ وَصْماً (ض) عیب لگانا۔ أشْمَتَ یُشْمِتُ إشْمَاتاً

(افعال) خوش کرنا۔ عُقْبَانٌ، واحد، عَقِیبٌ، کنواں، گھاٹی۔ رَخَمٌ، ج، رُخْمٌ، گدھ۔ مردار خور پرندہ۔

ومن البليّة عذل من. "من البلية" خبرِ مقدم ہے اور "عذل من الخ" مبتدا موخر ہے۔ **وَأَودّ منه لمن يودّ الأرقم،** "الأرقم" مبتدا ہے اور "أودّ منه" خبر ہے۔ **وَمَا كُلُّ هَاوٍ،** میں "ما" مشابہ بہ لیس ہے "كُلُّ هَاوٍ" اسم ہے اور "بفاعل" خبر ہے۔ **سَوىٰ وَجْعِ الحُسَّادِ داوِ** میں "سوى وجع الحسّاد" "داوِ" کا مفعول ہے۔ **أنْ تُصَابَ جُسُومُنَا،** بتاویل مصدر ہوکر "يَهُونُ" کا فاعل ہے۔ "أهْوَنُ ما يمرُّ به" مبتدا ہے اور "الوحولُ" خبر ہے۔ "إذا ترحّلتَ عن قوم وقد رقدوا" میں "وقد رقدوا" ترحّلت کی ضمیر سے حال ہے۔ **شرّ ما يكسب الانسانُ** مبتدا ہے اور **ما يصمُ** خبر ہے۔

تشریح اشعار مذکورہ میں شاعر مشہور متنبّی نے بہت سی باتیں بیان کی ہیں، مثلاً یہ کہ ظلم کرنا انسان کی فطرت اور سرشت میں داخل ہے، اگر کوئی شخص ظلم نہ کرے تو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ کوئی خاص وجہ ہے جس کی بنا پر انسان اپنی فطرت کے تقاضے پر عمل نہیں کر سکا، مثلاً اُس پر آخرت یا دنیا کا خوف سوار ہو گیا۔ یا یہ کہ ظلم کا موقع نہیں مل رہا ہے۔

ومن البلية: اسی طریقے سے متنبّی نے یہ بھی کہا کہ کسی ایسے شخص کو ملامت کرنا، جو اپنی حرکت سے اپنی نادانی کی وجہ سے باز نہیں آرہا ہے اور ایسے شخص کو مخاطب بنانا حماقت ہی نہیں مصیبت بھی ہے، جو بات کو سمجھتا ہی نہ ہو۔

والذلّ يظهر: ذلیل انسان کی بابت متنبّی نے کہا کہ: ذلیل انسان اپنے دشمن سے اظہارِ دوستی کرتا ہے کیونکہ وہ اس سے انتقام لینے پر قادر نہیں ہے۔

اور نہ ہی اُس دشمن سے اپنے آپ کو بچانے کی طاقت ہے اور ذلیل انسان جس سے دوستی کا اظہار کرے اُس کو چاہئے کہ وہ ذلیل سے دوستی رکھنے کے بجائے چتکبرے سانپ سے دوستی کر لے، کیوں کہ چتکبرے سانپ میں اگرچہ زہر ہوتا ہے، مگر ذلیل آدمی اُس سے بھی زیادہ ضرر رساں اور زہریلا ہوتا ہے۔

ومن العداوة: ذلیل سے دشمنی رکھنے سے تجھے فائدہ ہوگا کیوں کہ اُس کی وجہ سے اُس کا ملنا ملانا کم ہوگا، اور جب ملے گا نہیں تو نقصان بھی نہیں پہنچا سکتا، اور دوستی میں ملنے کی وجہ سے تجھے نقصان پہنچ سکتا ہے۔

إني أصاحب حلمي: میں لوگوں کے ساتھ سنجیدگی و بردباری کا معاملہ کرتا ہوں، مگر اُسی وقت تک جب تک میرے اس عمل کو بہتر سمجھا جائے، اور اس حلم کی وجہ سے لوگ مجھے عزت کی نگاہ سے دیکھیں اور اگر میری بردباری کو میری بزدلی پر محمول کرنے لگتے ہیں تو پھر میں سنجیدگی ترک کر دیتا ہوں۔

ولا أقيم على مال: مال میرے نزدیک ضرور بہتر چیز ہے، مگر یہی مال جب میری ذلت کا سبب بننے لگتا ہے تو پھر میں اسے بھی اپنے پاس سے جدا کر دیتا ہوں، میرے نزدیک اصل چیز عزت ہے، ایسی چیز جو میری عزت کو داغ دار کرے میں اُسے بالکل بہتر نہیں سمجھتا، اُس سے میں کنارہ کش رہتا ہوں۔

من اقتضی بسوی الهند: مطلب یہ ہے کہ جو شخص ہندی تلوار کا سہارا لیے بغیر اپنی کامیابی کا دعویٰ کرے یہ ممکن نہیں، اُس سے اگر کوئی شخص معلوم کرے گا: هَل أدركت حاجتك" -کیا تیری ضرورت پوری ہوگئ -تو وہ جواب نفی ہی میں دے گا کہ "لم أدركها"-میری ضرورت پوری نہ ہوئی-

وَمَا کُلّ هاوٍ: یعنی یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ جو شخص بھلے کام کو پسند کرے وہ شخص وہ کام کرے بھی، پسند کرنے اور اُس کو عملی جامہ پہنانے میں بڑا فرق ہے، جس طریقے سے کہ اگر کوئی شخص کوئی کام شروع کرے تو یہ کوئی ضروری نہیں کہ اسے پایہ تکمیل کو بھی پہنچادے۔

ذو العقل یشقٰی: متنبی کہتا ہے اور سچ کہتا ہے کہ اگر کسی عقل مند کو مال و دولت اور اسباب عیش مہیا ہوں، تب بھی وہ خوش حال بے فکر ہو کر زندگی نہیں گذار سکتا ہے، اس لیے کہ وہ عقل مند ہونیکی وجہ سے انجام اور مستقبل پر نظر رکھتا ہے اور مال کو زیادہ بے دریغ نہیں خرچ کرتا، کیوں کہ وہ جانتا ہے کہ حالات بدلتے دیر نہیں لگتی ہے، برخلاف نادان کے کہ وہ اپنی نادانی کی وجہ سے چوں کہ انجام پر نظر نہیں رکھتا اس لیے جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے اور خوش حال زندگی بسر کرتا ہے۔

والهم یخترم الجسیم: یعنی غم بہت بری بلا ہے، موٹے تازے اور جسیم وشحیم آدمی کو لاغر و کمزور کر کے ہلاک کر دیتا ہے۔اور نوجوانوں کے بال سفید کر کے اُن کو وقت سے پہلے بوڑھا بنا دیتا ہے۔

فلا غبرت ساعةً بی: یہ جملہ یا تو دعا ہے یا خبر ہے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ زندگی کے ہر لمحے میں مجھے عزت ملے اور کسی بھی لمحے میں ذلت ورسوائی کا سامنا نہ کرنا پڑے، اس لیے کہ عزت زندگی ہے اور ذلت موت ہے۔

سوی وجع الحُسَّاد: مطلب یہ ہے کہ حسد کے علاوہ تمام بیماریوں کے علاج پر تم قادر ہو، اس لیے اُن کا علاج کرلو، حسد کے علاج کی کوشش مت کرو، اس لیے کہ جب کوئی شخص حسد کی بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے، تو اُس میں کمی آنے کے بجائے دن بدن اضافہ ہی ہوتا رہتا ہے۔

ولا تطمعنّ فی حاسد: حاسد سے محبت کی آس لگانا بے سود ہے، کیوں کہ محسود کی محبت پر اُسے قدرت ہی نہیں ہے اگر چہ حاسد محسود کے سامنے محبت کا اظہار کرے اور اپنے نوازش میں حاسد کو بھی شریک کرے مگر دلی محبت حاسد سے نہیں کر سکتا۔

یهون علینا: مطلب یہ ہے کہ ہمارے لیے یہ کوئی شرم کی بات نہیں ہے کہ ہمارے جسموں کو تکلیف پہنچ جائے اور ہماری عزت وآبرو محفوظ رہے، البتہ یہ بات ضرور میرے لیے باعث ننگ و عار ہے کہ ہماری عزت وآبرو پر دھبہ آئے اور جسم پر کوئی دھبہ نہ ہو، یعنی ہم جسم کی مشقت کو تو برداشت کر لیتے ہیں، مگر عزت وآبرو سے کھلواڑ کرنے کو کبھی برداشت نہیں کر سکتے۔

ومن کان عزمی: متنبی کے اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص سفر کرنے اور مشقتوں کے برداشت کے سلسلے میں میری طرح عزم مصمم رکھتا ہے، تو وہ بلندیوں کے حصول کے لیے لمبے اسفار کی بھی کوئی پرواہ نہ کرے گا، اور اس کی نگاہ میں تو

پوری روئے زمین کی مسافت ایک بالشت کے بقدر ہوگی۔

إذا اعتاد الفتیٰ: مطلب یہ ہے کہ جو انسان میدان کارزار میں گھس کر دشمنوں سے مقابلہ کرنے اور موت کا سامنا کرنے کا عادی ہو جائے، اُس کے لیے کیچڑ والے راستوں کو عبور کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا، اس لیے کہ میدانِ کارزار میں گھسنے اور دشمنوں سے محاذ آرا ہونے کے مقابلے میں کیچڑ کی کوئی حیثیت نہیں۔

ویاتي الدهر: یعنی میرے اوپر زمانے کے حوادثات اور مصائب اس قدر آئے کہ میرے دل کا کوئی ایسا حصہ باقی نہیں رہا جس میں تیر داخل نہ ہوا ہو، اور اب صورت یہ ہوگئ ہے کہ دل تیروں کا غلاف بن گیا ہے یعنی دل کے اندر تیر ہی بھرے ہوئے ہیں۔

فصرت إذا أصابتني: مصائب زمانہ کے تیروں کی دلوں میں اتنی کثرت ہوگئ کہ اب کسی تیر کے پار ہونے کی جگہ نہیں رہ گئ، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اب اگر تیر کی بھالیں پڑتی ہیں تو دوسرے بھالوں سے ٹکرا کر خود ٹوٹ جاتی ہیں۔ ع

مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہوگئیں

لیس الجمال لوجه: خوب صورتی کا تعلق صرف ناک ونقشے کی خوب صورتی سے نہیں ہے، اصل حسن وجمال کا تعلق تو انسان کی عزت سے ہے، کیوں کہ اگر انسان کی بے عزتی ہو جائے تو پھر ناک کی خوب صورتی کوئی فائدہ نہیں دیتی اور وہ ناک معاشرے میں کٹ جاتی ہے۔ مگر باعزت شخص جو ظاہری اعتبار سے بدصورت ہی کیوں نہ ہو اپنی عزت کی بنیاد پر اس کا معاشرے میں ایک مقام رہتا ہے، اور اپنی ظاہری بدصورتی کے باوجود اس کی ناک بلند رہتی ہے۔

من کان فوق: مطلب یہ ہے کہ جو بلندیوں کی آخری حد پر پہنچ گیا ہو اب تو اُس سے زیادہ نہ کوئی بلند کر سکتا ہے اور نہ ہی پست کر سکتا ہے۔

إن السّلاح جمیع الناس: متنبیؔ یہ کہہ رہا ہے کہ یوں تو تلوار اٹھانے والے دنیا میں بہت ہیں، مگر تمام تلوار اٹھانے والے بہادر نہیں کہلاتے، جس طرح کی پنجے والے پرندے تو بہت ہیں، مگر سب کو درندہ نہیں کہا جاتا ہے، بہادری کے لیے صرف تلوار اٹھا لینا کافی نہیں ہے؛ بل کہ جواں مردی بھی ضروری ہے۔

إذا رأیتَ نیوب: مطلب یہ ہے کہ اگر شیر کے دانت تمہیں کھلے ہوئے نظر آئیں تو اس سے محتاط رہو، یہ مت سمجھو کہ مسکرا رہا ہے، بل کہ وہ ایسی صورت میں حملہ کرنا چاہتا ہے، اس لیے اُس سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرو۔

إن کان سرکم: حاسد کی بات سے تم کبھی بھی خوش مت ہو، اس لیے کہ حاسد کبھی دل سے خوشی کی بات نہیں کہہ سکتا، اس زخم سے تکلیف نہیں ہوتی ہے، جس پر تم خود ہی راضی ہو۔

إذا ترحّلت عن قوم: اگر تم کسی قوم سے جدائیگی اختیار کرو اور حال یہ ہو کہ وہ تمہیں روکنے پر قادر ہوں پھر بھی نہ روکیں تو اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ تم ان سے جدا ہونا نہیں چاہتے ہو؛ بل کہ وہ خود ہی تم سے جدا ہونا چاہتے ہیں۔

شر البلاد: مطلب یہ ہے کہ چوں کہ انسان کی سرشت ہی میں انسیت داخل ہے، وہ ہر جگہ کسی مونس وغم خوار کا خواہاں رہتا ہے، جو اُس کے درد کا درماں بن سکے، لہذا ایسی جگہ انسان کے لیے بہت بری لگتی ہے جہاں اُس کا کوئی دوست اور غم خوار نہ ہو، اسی طرح انسان کے لیے سب سے بڑی چیز عزت ہے، انسان چوری اور ڈکیتی کرنے کے بجائے کسبِ معاش کرتا ہے تاکہ اس کی عزت پر کوئی حرف نہ آئے، اس لیے ایسی کمائی جو اس کی عزت کو داغ دار کرے، انسان کے لیے بہت ہی بری کمائی ہے۔

لا تشکون إلی خلق: متنبّی کے اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ اگر تمہارے اوپر مصائب آئیں تو تم کسی مخلوق سے اُس کا شکوہ مت کرو، کیوں کہ ہوسکتا ہے تمہاری مصیبت کو دیکھ کر وہ خوش ہو تو تمہارا شکوہ کرنا اُس زخمی شخص کے شکوے کی طرح ہو جائے، جو اپنے زخم کا شکوہ اُن پرندوں سے کرے، جو مجروح کی موت کے منتظر رہتے ہیں، تاکہ مردہ ہونے کے بعد اُس کا گوشت کھائیں۔

وَيُطْرِبُنِي قَوْلُ الْمُتَنَبِّي

لَا يَخْدَعَنَّكَ مِنْ عَدُوٍّ دَمْعُهُ وَارْحَمْ شَبَابَكَ مِنْ عَدُوٍّ تَرْحَمُ

لَا يَسْلَمُ الشَّرَفُ الرَّفِيْعُ مِنَ الْأَذىٰ حَتّٰى يُرَاقَ عَلٰى جَوَانِبِهِ الدَّمُ

يُؤْذِي الْقَلِيْلُ مِنَ اللِّئَامِ بِطَبْعِهِ مَنْ لَا يَقِلُّ كَمَا يَقِلُّ وَيَلُؤُمُ

مجھے متنبّی کا یہ شعر بھی مست کرتا ہے

(۱) تجھ کو دشمن کا آنسو ہرگز دھوکے میں نہ ڈالے اور اُس دشمن کے مقابلے میں جس پر تو رحم کرتا ہے اپنی جوانی پر رحم کر۔

(۲) بلند شرافت بھی تکلیف سے محفوظ نہیں رہتی، جب تک کہ اُس کے اطراف میں خون نہ بہا دیا جائے۔

(۳) ناکسوں میں ذلیل شخص اپنی فطرت سے اُس شخص کو تکلیف دیتا ہے اور ملامت کرتا ہے جو اس کی مانند ذلیل نہ ہو۔

لغات و ترکیب

أَطْرَبَ يُطْرِبُ إِطْرَاباً (افعال) مست کرنا۔ أراق يُرِيْقُ إِرَاقَةً (افعال) بہانا۔

دَمْعُهُ، "لا يخدعنك" کا فاعل ہے، اور "الدَّمُ" يراق کا نائب فاعل ہے۔ لَامَ يَلُوْمُ لَوْماً (ک) ملامت کرنا۔

تشریح اشعار مذکورہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر دشمن تمہارے پاس روتا ہوا آئے تو تم اُس کے رونے پر ترس مت کھاؤ، اور اس پر رحم نہ کرو، کیوں کہ اس کا رونا تمہیں دھوکا دینے کے لیے ہے؛ بل کہ تم اُس دشمن کے بجائے اپنی ذات پر رحم کرو، عزت و شرافت کو بچانے کے لیے انسان کو خون بھی بہانے پڑتے ہیں، بغیر اس کے عزت و رفعت محفوظ نہیں رہتی ہے، ذلیل اور کمینہ شخص اپنی بدسرشتی سے چوں کہ مجبور ہوتا ہے اس لیے وہ اُس شخص کو تکلیف پہنچاتا ہے، جو شریف ہو۔

دِيْوَانُ الْحَمَاسَةِ

قَالَ حَاتِمٌ

وَعَاذِلَةٍ قَامَتْ عَلَيَّ تَلُومُنِي   كَأَنِّي إِذَا أَعْطَيْتُ مَالِي أُضِيْمُهَا
أَعَاذِلَ إِنَّ الْجُودَ لَيْسَ بِمُهْلِكِي   وَلَا مُخَلِّدِ النَّفْسِ الشَّحِيْحَةِ لُؤْمُهَا
وَتُذْكَرُ أَخْلَاقُ الْفَتَى وَعِظَامُهُ   مُغَيَّبَةٌ فِي اللَّحْدِ بَالٍ رَمِيْمُهَا

دیوان حماسہ

حاتم کا شعر ہے

(۱) ملامت کرنے والی میرے پاس ملامت کرتے ہوئے آئی، گویا کہ جب میں اپنا مال عطا کرتا ہوں تو اس پر ظلم کرتا ہوں۔
(۲) اے ملامت گر بلاشبہ بخشش نہ تو مجھے ہلاک کر سکتی ہے اور نہ ہی بخیل شخص کو اُس کی ملامت دوام بخش سکتی ہے۔
آدمی کے اخلاق کا تذکرہ ہوتا رہتا ہے، جب کہ اُس کی ہڈیاں قبر میں غائب اور بوسیدہ ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو جاتی ہیں۔

لغات وترکیب

ضَامَ يَضِيْمُ ضَيْماً (ض) ظلم کرنا۔ شَحِيْحٌ، ج، أشحاء، بخیل۔ شَحَّ يَشُحُّ شُحّاً (ن،ض،س) بخل کرنا۔ حرص کرنا۔ بَلِيَ يَبْلَى بِلىً (س) بوسیدہ ہونا۔ رَمَّ يَرِمُّ رَمّاً (ض) بوسیدہ ہونا۔

كأني إذا أعطيت مالي أضيمها میں "أضيمها" كأنّ کی خبر واقع ہے، اور "إذا أعطيت" أضيم کا ظرف ہے، أعاذلُ، میں ہمزہ برائے ندا ہے اور عاذلَ "عاذلةَ" سے مرخم ہے۔ "لؤمها" مخلّدَ کا فاعل ہے اور "مخلّد" کی اضافت مفعول کی طرف ہو رہی ہے۔

تشریح عاذلۃ سے مراد شاعر کی بیوی ہے اور شاعر کہنا یہ چاہ رہا ہے کہ جب میں سخاوت کرتا ہوں، تو میری بیوی مجھے ملامت کرتی ہے، یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کہ میں سخاوت کرنے کی وجہ سے اس پر ظلم کر رہا ہوں۔ پھر اُسی ملامت گر کو مخاطب بنا کر کہتا ہے کہ میری سخاوت نہ تو مجھے ہلاک کرے گی یعنی سخاوت کرنے کی وجہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ میں ہلاک ہو جاؤں اور نہ ایسا ہو سکتا ہے کہ اگر میں سخاوت نہ کروں اور بخل سے کام لوں، تو یہ بخیل نفس ہمیشہ برقرار رہے، اس لیے تم ملامت کرو یا نہ کرو، میں تو سخاوت کرتا رہوں گا، کیوں کہ مجھے معلوم ہے کہ سخاوت ایک عمدہ خصلت ہے اور اچھے اخلاق والے آدمی کا تذکرہ مرنے کے بعد بھی لوگ کرتے رہتے ہیں، جب کہ اس کی ہڈیاں مٹی میں سڑ گل جاتی ہے۔

وَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الفَزَارِيِّينَ

إِلَّا يَكُنْ عَظْمِي طَوِيلًا فَإِنَّنِي — لَهُ بِالْخِصَالِ الصَّالِحَاتِ وَصُولُ

وَلَا خَيْرَ فِي حُسْنِ الْجُسُومِ وَنُبْلِهَا — إِذَا لَمْ تَزِنْ حُسْنَ الْجُسُومِ عُقُولُ

إِذَا كُنْتُ فِي الْقَوْمِ الطِّوَالِ عَلَوْتُهُمْ — بِعَارِفَةٍ حَتّٰى يُقَالَ طَوِيلُ

وَكَمْ قَدْ رَأَيْنَا مِنْ فُرُوعٍ كَثِيرَةٍ — تَمُوتُ إِذَا لَمْ يُحْيِهِنَّ أُصُولُ

وَلَمْ أَرَ كَالْمَعْرُوفِ أَمَّا مَذَاقُهُ — فَحُلْوٌ وَأَمَّا وَجْهُهُ فَجَمِيلُ

بنوفزارہ کے ایک شخص کا شعر ہے

(۱) اگر چہ میری ہڈی لمبی نہیں (تب بھی کوئی افسوس نہیں) کیوں کہ میں عمدہ خصلتوں کے ذریعے اُس تک پہنچ سکتا ہوں۔

(۲) جسموں کی خوب صورتی اور اسکی خوبی میں کوئی بھلائی نہیں ہے، جب عقلیں جسم کی خوب صورتی کے موافق نہ ہوں۔

(۳) جب میں شرفاء کے درمیان ہوتا ہوں، تو بھلائی کے ذریعے اُن پر غالب آجاتا ہوں، یہاں تک کہ مجھے بھی شریف ہی سے موسوم کیا جاتا ہے۔

(۴) اور بہت سی شاخوں کو ہم نے مرجھاتے ہوئے دیکھا ہے جب ان کی جڑیں انھیں تروتازہ نہ رکھ سکیں۔

(۵) میں نے احسان کی طرح (بہتر) کوئی چیز نہیں دیکھی، بہر حال اُس کا مزہ تو شیریں ہے اور بہر حال اُس کا چہرہ تو وہ خوب صورت ہے۔

لغات وترکیب

نُبْلٌ، ذکاوت، شرافت۔ نَبُلَ يَنْبُلُ نَبَالَةً (ک) شریف ہونا۔ وَزَنَ يَزِنُ وَزْناً (ض) برابر ہونا۔ عَارِفَةٌ، ج، عَوَارِف، عطیہ۔ فُرُوعٌ، واحد، فَرْعٌ، خوشی۔ مَعْرُوف، بھلائی، احسان۔

إلَّا، اصل میں ''إن لا'' ہے، اِن شرطیہ اور لا نافیہ سے مرکب ہے۔ فإنني له، میں ''لام'' 'إلى'' کے معنی میں ہے اور ''وَصُولٌ'' صیغۂ مبالغہ ہے، ترکیب میں إنَّ کی خبر ہے۔ لاخير في حسن الجسوم، پورا جملہ جزائے مقدم ہے اور ''إذا لم تزن الخ'' شرط موخر ہے۔ كم قدر أينا من فروع، میں ''کم'' خبریہ ہے ''من فروع'' اس کی تمیز ہے اور ''رأينا'' کا مفعول ہونے کیوجہ سے محل نصب میں ہے۔ أمَّا مذاقه فحلوٌ، میں ''مذاقه'' مبتدا ہے۔ فا ''أمَّا'' کے جواب میں ہے اور ''حلوٌ'' خبر ہے۔

تشریح

إلّا یکن: مطلب یہ ہے کہ اگر چہ میری ہڈی طویل نہیں ہے کہ میں طویل القامت معلوم ہوں دیگر شرفاء کی طرح، مگر یہ چیز میرے لیے باعثِ عار نہیں ہے، اس لیے کہ میں عمدہ اخلاق کے ذریعے وہاں تک پہنچ جاؤں گا، جہاں تک دراز قامت پہنچتے ہیں، فرق یہ ہے کہ وہ اپنے قد وقامت سے وہاں پہنچتے ہیں اور میری رسائی وہاں تک اچھے اعمال کی بہ دولت ہوتی ہے۔

ولا خیر: جسم اور شکل صورت کا حسن اُسی وقت ہے جب اُس میں عقل ہو، یعنی عقل مند بھی ہو اور اگر صرف ظاہری خوب صورتی ہے اور عقل سے کورا ہے، نادان اور احمق ہے، تو پھر جسم کی خوب صورتی کا کوئی معنی نہیں۔

إذا کنتَ: یہ شعر صیغۂ خطاب اور صیغۂ تکلم دونوں کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں اور اسی اعتبار سے متکلم یا مخاطب کی اچھائی شمار ہوگی۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ جب میں (متکلم) یا آپ (مخاطب) شرفاء کے درمیان ہوتے ہیں تو اگر چہ حسب ونسب کے اعتبار سے آپ کا یا میرا شمار شرفاء میں نہیں ہوتا ہے؛ لیکن اپنے حسن اخلاق اور نوازش وسخاوت کی بدولت ہم لوگ شرفا پر غالب آجاتے ہیں اور قدر ومنزلت کے اعتبار سے ہمیں بھی شرفاء کے نام سے موسوم کیا جانے لگتا ہے۔

وکم قد رأینا: یہ شعر تمثیل کے قبیل سے ہے، مطلب یہ ہے کہ اگر شرفاء اپنی اولاد کی تربیت نہ کریں اور انھیں یوں ہی چھوڑ دیں، تو ان کے اندر سے شرافت رفتہ رفتہ ختم ہو جائے گی۔ خاندانی جاہ وحشمت کو برقرار رکھنے کے لیے اُسی سانچے میں ڈھالنے کی ضرورت ہے، اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کہ اگر کوئی درخت جڑ سے مرجھا جائے تو پھر اس کی شاخیں سرسبز نہیں رہ سکتی ہیں۔

ولم أر کالمعروف: مطلب یہ ہے کہ میری نگاہ میں سب سے بہترین چیز احسان ہے، کیوں کہ ذکر کے وقت اُس کا مزہ شیریں اور مشاہدے کے وقت وہ خود خوب صورت لگتا ہے، اُس کا تذکرہ بھی بہتر اور اس کا دیکھنا بھی بہتر ہے۔

وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ

مَاذَا يُكَلِّفُكَ الرَّوْحَاتِ وَالدُّلَجَا	اَلْبِرُّ طَوراً وَطَوْراً تَرْكَبُ اللُّجَجَا
كَمْ مِنْ فَتًى قَصُرَتْ فِي الرِّزْقِ خُطْوَتُهُ	أَلْفَيْتَه بِسِهَامِ الرِّزْقِ قَدْ فَلَجَا
إِنَّ الأُمُورَ إِذَا انْسَدَّتْ مَسَالِكُهَا	فَالصَّبْرُ يَفْتِقُ مِنْهَا كُلَّ مَا ارْتُتِجَا
لَا تَيْأَسَنَّ وَإِنْ طَالَتْ مُطَالَبَةٌ	إِذَا اسْتَعَنْتَ بِصَبْرٍ أَنْ تَرىٰ فَرَجَا
أَخْلِقْ بِذِي الصَّبْرِ أَنْ يَحظىٰ بِحَاجَتِهِ	وَمُدْ مِنَ الْقَرْعِ لِلْأَبْوَابِ أَنْ يَلِجَا
قَدِّرْ لِرِجْلِكَ قَبْلَ الْخَطْوِ مَوْضِعَهَا	فَمَنْ عَلَا زَلَقاً عَنْ غِرَّةٍ زَلَجَا

وَلَا يَغُرَّنْكَ صَفْوٌ أَنْتَ شَارِبُهُ ۔۔۔۔ فَرُبَّمَا كَانَ بِالتَّكْدِيرِ مُمْتَزِجَا

محمد بن بشر کا شعر ہے

(۱) کون سی چیز تجھے شام کو اور رات کے ابتدائی حصے میں (سفر کا) مکلف بناتی ہے کبھی خشکی کا اور کبھی تم گہرے دریاؤں کا سفر کرتے ہو۔

(۲) بہت سے جوان جن کے قدم طلبِ رزق میں کوتاہ ہیں، تو انھیں پائے گا کہ وہ رزق کے حصول میں کامیاب ہیں۔

(۳) جب تمام امور کے راستے بند ہو جاتے ہیں، تو صبر اُن میں سے تمام بند دروازوں کو کھول دیتا ہے۔

(۴) تو ہرگز مایوس مت ہو، اس بات سے کہ تو جب کشادگی دیکھے تو صبر سے مدد طلب کرے اگر مطالبہ طویل ہو جائے۔

(۵) صاحب صبر کے زیادہ لائق ہے کہ وہ اپنی ضرورت میں کامیاب ہو جائے اور مسلسل دروازہ کھٹکھٹانے والا زیادہ لائق ہے کہ وہ اندر داخل ہو جائے۔

(۶) تو قدم رکھنے سے پہلے اپنے پیر کی جگہ متعین کرلے، اس لیے کہ جو شخص دھوکے سے کسی پھسلنے کی جگہ چڑھے گا پھسل جائے گا۔

(۷) وہ صاف پانی ہرگز تجھے دھوکے میں نہ ڈالے جسے تو پی رہا ہے کیوں کہ بسا اوقات وہ مکدر چیز سے ملا ہوا ہوتا ہے۔

لغات وترکیب

روحاتٌ، واحد، رَوحَةٌ، شام کے وقت کا سفر۔ دُلَجٌ، واحد، دُلجَةٌ، رات کے آخری حصے میں چلنا۔ لُجَجٌ، واحد، لُجَّةٌ، پانی کا بڑا حصہ۔ فَلَجَ يَفْلُجُ فَلْجاً (ن) کامیاب ہونا۔ انسَدَّ يَنسَدُّ انسِدَاداً (انفعال) بند ہونا۔ فَتَقَ يَفْتِقُ فَتْقاً (ض) پھاڑنا۔ ارتَتَجَ يَرْتَتِجُ ارتِتَاجاً (افتعال) بند ہونا۔ أَيِسَ يَيْأَسُ يَأساً (س) ناامید ہونا۔ أَخلِقْ فعلِ تعجب ہے بمعنی "أحسِنْ" أَدْمَنَ يُدمِنُ إدْمَاناً (افعال) ہمیشہ کرنا۔ وَلَجَ يَلِجُ وُلُوجاً (ض) داخل ہونا۔ زَلِقَ يَزْلَقُ زَلَقاً (س) پھسلنا۔ غِرَّةٌ، ج، غِرَرٌ، غفلت، ناتجربہ کاری۔ زَلِجَ يَزْلَجُ زُلُوجاً (س) پھسلنا۔ امْتَزَجَ يَمْتَزِجُ امتِزَاجاً (افتعال) ملنا۔

الرّوحاتِ والدُّلُجا "يُكَلِّفُ" کا مفعولِ ثانی ہے۔ كم من فتىً میں "كم" خبریہ ہے اور قَصُرَتْ فِي الرِّزْقِ پورا جملہ صفت واقع ہے۔ إذَا انسدَّتْ مَسالكها یہ جملہ شرط ہے اور "فالصبر يفتق الخ" جزا ہے، شرط وجزا مل کر إنَّ کی خبر واقع ہے۔

تشریح ما ذا يكلّفك: شاعر یہ کہہ رہا کہ کون سی چیز تمہیں صبح وشام سفر پر مجبور کر رہی ہے اور کس چیز کی وجہ سے تم خشکی اور سمندر کی گہرائی کا سفر کر رہے ہو؟ ظاہر ہے کہ وہ چیز تلاشِ معاش ہے۔ شعر میں استفہام بمعنی نہیں

ہے۔یعنی تم اس قدر تلاشِ معاش میں مشقت برداشت مت کرو اس لیے کہ روزی تمہیں مل کر رہے گی۔

کم من فتیً: اس دوسرے شعر میں اُسی پہلے شعر کی تکمیل ہے کہ رزق کا دارومدار کوشش کی کثرت پر نہیں ہے، بل کہ مقدر پر ہے چناں چہ کتنے لوگ ایسے ہیں، جنھیں تم پاؤ گے کہ وہ زیادہ ہاتھ پاؤں نہیں مارتے اور ان کی روزی ان تک پہنچ رہی ہے۔

إنّ الأمور: تم صبر سے کام لو، صبر کی خصوصیت یہ ہے کہ اُس سے تمام بند دروازے کھل جاتے ہیں اور کسبِ معاش کی راہیں ہموار ہو جاتی ہیں، اور جب تم صبر کر کے کشادگی کے خواہاں رہو تو ہرگز جلد بازی سے کام مت لو، کہ فوراً تمہیں کشادگی مل جائے گی اور نہ ہی تم ناامید ہو کہ تمہیں مقصد میں کامیابی نہیں ملے گی۔ ایسا نہیں بل کہ کامیابی ضرور ملے گی خواہ اس میں کچھ دن لگ جائیں۔

أخلق بذي الصبر: جو شخص صبر کرے گا، اس کی ضرورت کی تکمیل ہو کر رہے گی، اُس شخص کی طرح جو مسلسل دروازہ کھٹکھٹائے تو داخل ہی ہو جائے گا۔

قدّر لرجلك: شاعر کہہ رہا ہے کہ قدم بڑھانے سے پہلے یہ دیکھ لو کہ پیر کہاں رکھنا ہے، ایسا نہ ہو کہ غفلت میں کسی ایسی جگہ پیر رکھ دو کہ پھسل جاؤ اور زخمی ہو جاؤ، اسی طرح زندگی کے میدان میں سوچ سمجھ کر قدم رکھو، تاکہ نقصان اور مصیبت سے محفوظ رہو۔

ولا يغرّنك: صاف پانی کو دیکھ کر ہرگز دھوکہ مت کھاؤ کہ یہ تو پینے ہی کے لائق پانی ہے، اس لیے کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اس میں کوئی چیز ملی ہوتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہر چیز کے ظاہر کو دیکھ کر دھوکہ مت کھاؤ، پہلے حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کرو۔

وَقالَ اٰخر

وَاُعْرِضُ عَنْ مَطَاعِمَ قَدْ اُرَاهَا فَاَتْرُكُهَا وَفِي بَطْنِي انْطِوَاءُ

فَلَا وَاَبِيْكَ مَا فِي الْعَيْشِ خَيْرٌ وَلَا الدُّنْيَا إِذَا ذَهَبَ الْحَيَاءُ

يَعِيْشُ الْمَرْءُ مَا اسْتَحْيٰى بِخَيْرٍ وَيَبْقَى الْعُودُ مَا بَقِيَ اللِّحَاءُ

ایک دوسرے شاعر کا شعر ہے

(۱) میں اُن کھانوں سے اعراض کر لیتا ہوں، جن کو میں باعثِ عار سمجھتا ہوں، تو میں انھیں چھوڑ دیتا ہوں، اس حال میں کہ میرے پیٹ میں پیچ وتاب رہتا ہے۔

(۲) سو قسم ہے تیرے باپ کی نہ تو زندگی میں کوئی خیر ہے اور نہ ہی دنیا میں اگر حیا ختم ہو جائے۔

(۳) آدمی خیر کے ساتھ زندگی گذارتا ہے جب تک اس میں حیا ہوتی ہے اور لکڑی باقی رہتی ہے، جب تک چھال باقی رہے۔

لغات وترکیب

مَطَاعِمُ، واحد، **مَطْعَمٌ**، خوراک۔ **انْطویٰ يَنْطَوِي انطواءً** (انفعال) لپٹنا۔ **استحییٰ يَسْتَحْيِي استحياءً** (استفعال) شرمانا۔ **عُودٌ**، ج، **أَعْوَادٌ**، لکڑی۔ **لِحَاءٌ**، لکڑی یا درخت کی چھال۔

قد أراها یہ جملہ "مطاعم" کی صفت ہونے کی وجہ سے محل جر میں ہے۔ **وفي بطني انطِواءٌ**، "اترك" کی ضمیر سے حال واقع ہے۔ **فلا وأبيك**، میں "لا" زائدہ ہے اور "واو" قسمیہ ہے۔ **لا الدّنيا** میں بھی "لا" زائدہ ہے اور "الدّنيا" کا عطف "العيش" پر ہے "ما استحییٰ" اور "ما بقي" دونوں میں "ما" بمعنی مادام ہے۔ "بخير" جار بامجرور "يعيش" سے متعلق ہے۔

تشریح

أعرض: شاعر یہ کہنا چاہتا ہے کہ جن کھانوں میں گندگی ہوتی ہے، میں انھیں بالکل چھوڑ دیتا ہوں، خواہ میں بھوکا ہی کیوں نہ رہ جاؤں، اس لیے کہ میں جانتا ہوں کہ ایسے کھانوں کا کھانا میرے لیے باعث ذلت اور عار ہے۔

فلا وأبيك ما في العيش: میں تیرے باپ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ زندگی میں لطف اسی وقت ہے جب زندگی میں خیر ہو اور خیر زندگی میں اسی وقت ہو سکتی ہے جب انسان میں شرم وحیا برقرار رہے، اگر انسان کے اندر سے حیا ختم ہو جائے تو اس کی زندگی سے خیر اٹھ جاتا ہے۔

يعيش المرء: اس شعر کا بھی مطلب وہی ہے کہ جب تک آدمی میں حیا باقی رہتی ہے۔ اس کی زندگی میں خیر اور بھلائی رہتی ہے جیسے کہ لکڑی کی زندگی اسی وقت تک رہتی ہے، جب تک اُس کی چھال باقی رہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ انسان کی زندگی کا مدار حیا پر ہے۔ جس طرح کہ درخت کی زندگی کا مدار چھال پر ہے۔

وَقَالَ المؤملُ بْنُ أُمَيلَ اَلْمُحَارِبي

وَكَمْ مِنْ لَئِيمٍ وَدَّ أَنّي شَتَمْتُهُ ۔۔۔ وَإِنْ كَانَ شَتْمِي فِيهِ صَابٌ وَعَلْقَمُ

وَلَلْكَفُّ عَنْ شَتْمِ اللَّئِيمِ تَكَرُّماً ۔۔۔ اَضَرُّ لَهُ مِنْ شَتْمِهِ حِيْنَ يُشْتَمُ

مومل بن امیل محاربی کا شعر ہے

(۱) کتنے کمینے ایسے ہیں جو یہ چاہتے ہیں کہ میں انھیں گالی دوں، اگر چہ میری گالی ان کے حق میں صاب اور علقم (کی طرح تلخ) ہو۔

(۲) حالاں کہ عزت کے ساتھ ان کمینوں کو گالی دینے سے باز رہنا ان کے حق میں انھیں گالی دینے سے زیادہ نقصان دہ ہے جس وقت کہ انھیں گالی دی جائے۔

لغات وترکیب

صَابٌ، واحد، صَابَةٌ، ایک کڑوا درخت ہے۔ عَلْقَمٌ، اندرائن، حنظل۔

لَلْكَفُّ، میں لام برائے تاکید ہے اور "الكف" مبتدا ہے "أضرُله" اس کی خبر ہے۔ تكرّماً "متكرّماً" کے معنی میں ہوکر حال ہے، یا مفعول لہٗ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ "من شتمه" أضرُّ سے متعلق ہے۔

تشریح شاعر کہہ رہا ہے کہ بہت سے کمینے اس بات کے خواہش مند ہیں کہ میں انھیں برا بھلا کہوں، اگر چہ میرا برا بھلا کہنا ان کے حق میں صاب اور اندرائن کی طرح تلخ ہی کیوں نہ ہو، مگر میری زبان سے گالی بھی انھیں اچھی لگتی ہے اور میرا حال یہ ہے کہ میں یہ تصور کررہا ہوں کہ شرافت اختیار کرتے ہوئے کمینوں کو کچھ نہ کہنا اور کف لسانی سے کام لینا یہ اُن کے لیے زیادہ مضر ہے بہ نسبت اس کے کہ انھیں برا بھلا کہا جائے، کچھ کہنے سے یہ چیز ان کے لیے زیادہ باعث مذمت ہے۔

نَادِرَةٌ

صَدِيْقُ الصِّدْقِ فِي الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ... فَمَنْ لَكَ إِنْ ظَفِرْتَ بِذَاكَ مَن لَكَ

لَحَاجَتِهٖ يَوَدُّكَ كُلُّ شَخْصٍ ... وَذَاكَ إِذَا قَضَاهَا مِنْكَ مَلَّكَ

صَدِيْقُكَ مَنْ إِذَا مَا أَنْتَ مِنْهُ ... طَلَبْتَ الرُّوْحَ بِالتَّمْلِيْكِ مَلَّكَ

نادر کلام

(۱) سچے دوست دنیا میں بہت کم ہوتے ہیں تو تیرا ذے دار کون ہوگا، اگر تو اس میں کامیاب ہو جائے۔

(۲) اپنی ضرورت کی خاطر تجھ سے ہر شخص محبت کرتا ہے اور جب وہ تجھ سے اپنی ضرورت پوری کر لیتا ہے، تو تجھ سے اکتا جاتا ہے۔

(۳) تیرا دوست تو درحقیقت وہ شخص ہے جس سے تو جان کو مانگے تو وہ جان کا بھی مالک بنا دے۔

لغات وترکیب

ظَفِرَ يَظْفَرُ ظَفَراً (س) کامیاب ہونا۔ قَضَى يَقْضِي قَضَاءً (ض) پورا کرنا۔ مَلَّ يَمَلُّ مُلُولاً (س) اکتانا۔ رُوْحٌ، ج، أَرْوَاحٌ، جان۔ مَلَّكَ يُمَلِّكُ تَمْلِيْكاً (تفعیل) مالک بنانا۔

فِي الدُّنيا قليلٌ میں "فی الدُّنیا" قليلٌ سے متعلق ہے۔ ذَاكَ مَلْكَ میں "ذَاكَ" مبتدا ہے اور "مَلْكَ" فعل فاعل مفعول سے مل کر خبر ہے۔ "مَلَّ" فعل بافاعل ہے اور "كَ" مفعول ہے۔ تیسرے شعر میں "مَلَكَ" فعل ماضی ہے۔

تشریح مطلب یہ ہے کہ موقع پرستی اور ابن الوقتی کے اس دور میں سچے دوست بہت ہی کم ہیں، ہر شخص دوسرے سے محض اپنی غرض کی وجہ تعلق رکھتا ہے اور جب اس کی ضرورت پوری ہو جاتی ہے، تو پھر اس کے پاس رکنا بھی گوارہ نہیں کرتا، اُس سے اکتانے لگتا ہے، حقیقی دوست کی علامت یہ ہے کہ اگر تم اُس سے جان مانگو تو جان دینے میں بھی تامل نہ کرے، شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے سچ فرمایا: ؎

دوست آں باشد کہ گیرد دستِ دوست
در پریشاں حالی ودر ماندگی

کہ حقیقی دوست وہ ہے جو اپنے دوست کی دست گیری فرمائے اُس کے کام آئے صرف خوش حالی میں نہیں کہ خوش حالی میں بہت سارے لوگ دوست ہو جاتے ہیں، بل کہ پریشان حالی اور سخت مصیبت کے وقت بھی تعاون کرے۔

اَلتَّوْدِيعُ

أَبُو إِسْحٰق إِبْرَاهِيم

عَلَيْكُمْ سَلَامُ اللّٰهِ إنِّي رَاحِلٌ وَعَيْنَايَ مِنْ خَوْفِ التَّفَرُّقِ تَدْمَعُ
فَإِنْ نَحْنُ عِشْنَا فَهُوَ يَجْمَعُ بَيْنَنَا وَإِنْ نَحْنُ مُتْنَا فَالْقِيَامَةُ تَجْمَعُ

روانگی

ابواسحاق ابراہیم

(۱) تم پر اللہ کی جانب سے سلامتی ہو میں تو جارہا ہوں اس حال میں کہ میری دونوں آنکھیں جدائی کے خوف سے آنسو بہا رہی ہیں۔
(۲) پس اگر ہم زندہ رہے تو اللہ تعالیٰ ہمیں پھر ملائے گا اور اگر ہم مرگئے تو قیامت جمع کرے گی۔

اَلْقَاضِي مُحي الدِّيْن بُن عَبْدِ الظَّاهِرْ

يَا سيدِي إنْ جَرىٰ مِنْ مَدْمَعِي وَدَمِي لِلْعَيْنِ وَالْقَلْبِ مَسْفُوحٌ وَمَسْفُوكٌ
لَا تَخْشَ مِنْ قَوَدٍ يُقتَصُّ مِنْك بِه فَالْعَيْنُ جَارِيَةٌ وَالْقَلْبُ مَمْلُوكٌ

قاضی محی الدین بن عبدالظاہر رحمہ اللہ تعالیٰ

(۱) اے میرے آقا! اگر میری آنکھ سے بہتا ہوا آنسو اور دل سے بہنے والا خون جاری ہے
(۲) تو آپ قصاص کا خوف نہ کریں کہ آپ سے اُس کا قصاص لیا جائے گا؛ کیوں کہ آنکھ باندی ہے اور دل غلام ہے۔

لغات وترکیب

قَوَدٌ، قصاص۔ قَوِدَ القَاتِلَ بِالقَتِيْلِ يَقُوْدُ قَوَداً (س) مقتول کے بدلے میں قاتل کو قتل کرنا۔ اقتصَّ يقتصُّ اقْتِصَاصاً (افتعال) قصاص لینا۔ جَارِيَةٌ، ج، جَوَارِي، باندی۔

للعين، کا تعلق "مدمعی" سے ہے اور "دمي" کا تعلق "القلب" سے ہے۔ إنْ جرىٰ شرط ہے اور "لا تخش" جزا۔

تشریح شاعر یہ کہہ رہا ہے کہ اے میرے آقا! اگرچہ میری آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں اور میرے دل سے خون بہہ رہا ہے یعنی میری آنکھیں آنسوؤں میں ڈوبی ہیں اور میرا دل زخمی ہو کر خون میں لت پت ہے، مگر آپ اس کی بالکل پرواہ مت کریں کہ آپ سے قصاص لیا جائے گا، کیوں کہ میری آنکھ باندی اور دل غلام ہے اور آقا اگر اپنی باندی یا غلام کو قتل کردے تو شرعاً اُس سے قصاص نہیں لیا جاتا ہے۔

جَمَالُ الدِّيْنِ بْنُ نُبَاتَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى

بِرُوحِي جِيْرَةٌ أَبْقَوا دُمُوعِي ... وَقَدْ رَحَلُوا بِقَلْبِي وَاصْطِبَارِي
كَأَنَّا لِلْمُجَاوَرَةِ اقْتَسَمْنَا ... فَقَلْبِي جَارُهُمْ، وَالدَّمْعُ جَارِي

جمال الدین بن نباتہ رحمہ اللہ تعالیٰ

(۱) میری جان اُن ہمسایوں پر قربان جنھوں نے میرے آنسو تو چھوڑ دیئے اور میرا دل اور میرا صبر لے کر چلے گئے۔
(۲) گویا ہم نے ہم سائیگی کو باہم تقسیم کرلیا، سو میرا دل اُن کا ہمسایہ اور آنسو میرا ہمسایہ ہے۔

لغات وترکیب

اِصْطَبَرَ يَصْطَبِرُ اصْطِبَاراً (افتعال) صبر کرنا۔ جَارٌ، ج، جِيْرَانٌ وجِيْرَةٌ، پڑوسی۔

بروحي جيرةٌ أي أفدي روحي جيرةً، "جيرةً" أفدي فعل محذوف کا مفعول ہے۔ بقلبي "مُصَاحِبِين" سے متعلق ہے جو حال واقع ہے۔

تشریح شاعر یہ کہہ رہا ہے کہ میں ان پڑوسیوں پر اپنی جان قربان کرتا ہوں، جو مجھ سے جدا ہو گئے اور مجھے روتا ہوا چھوڑ کر چلے گئے اور اپنے ساتھ میرا دل اور میرا صبر لے کر چلے گئے، اب نہ تو میرے پاس میرا دل ہے اور نہ میں صبر پر قادر ہوں، یوں سمجھو کہ ہم نے ہمسائیگی کو باہم تقسیم کر لیا ہے، تو ان کے حصے میں میرا دل آیا ہے، اور میرے حصے میں آنسو آیا ہے۔

وَقَالَ بَعْضُهُمْ

رَحَلُوا فَأَفْنَيْتُ الدُّمُوعَ تَحرُّقاً ۔۔۔ مِنْ بُعْدِهِمْ وَعَجِبْتُ إِذ أَنَا بَاقِ

وَعَلِمْتُ أَنَّ العُوْدَ يَقْطُرُ مَاؤُهُ ۔۔۔ عِنْدَ الوَقُودِ لِفُرْقَةِ الْأَوْرَاقِ

ایک شاعر کا شعر ہے

(۱) وہ لوگ (میرے احباب) کوچ کر گئے اور میرے آنسو ان کی فراق کی وجہ سے جلتے جلتے ختم ہو گئے اور مجھے خود اپنی بقا پر تعجب ہے۔

(۲) اور میں نے جان لیا کہ جلتے وقت لکڑی سے اُس کا پانی پتوں سے جدائیگی کی وجہ سے ٹپکتا ہے۔

لغات وترکیب

وَقَدَ يَقِدُ وُقُوداً النَّارُ (ض) جلنا۔ قَطَرَ يَقْطُرُ قَطْراً المَاءُ، (ن) پانی بہنا، قطرہ قطرہ ٹپکنا۔

"تحرُّقاً" مفعول لہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے، "من بُعدهم" تحرّقاً ہی سے متعلق ہے۔ "أنّ العودَ الخ" علمتُ کا مفعول ہے۔

تشریح شاعر یہ کہہ رہا ہے کہ دوستوں کی جدائیگی کا مجھے بے انتہا احساس ہوا، حتی کہ فراق کی آگ میں جلتے جلتے میرے آنسو ختم ہو گئے اور اب تو میں خود حیران ہوں کہ میری زندگی کیسے باقی ہے، اسی کے ساتھ ساتھ مجھے یہ بات بھی سمجھ میں آ گئی کہ لکڑی کے جلتے وقت اُس سے پانی کے قطروں کے ٹپکنے کی اصل وجہ اُس کا پتوں سے جدا ہونا ہے، اور یہ قطرے اُسی جدائی کے آنسو ہیں۔

الموت

ابْنُ أَبِي زَمَنِين

المَوْتُ فِي كُلِّ حِينٍ يَنْشُرُ الكَفَنَا ۔۔۔ وَنَحْنُ فِي غَفْلَةٍ عَمَّا يُرَادُ بِنَا

لَا تَطْمَئِنَّ إِلَى الدُّنْيَا وَبَهْجَتِهَا وَإِنْ تَوَشَّحَتْ مِنْ أَثْوَابِهَا الْحَسَنَا

أَيْنَ الْأَحِبَّةُ وَالْجِيرَانُ؟ مَا فَعَلُوا أَيْنَ الَّذِينَ هُمْ كَانُوا لَنَا سَكَنَا

سَقَاهُمُ الْمَوْتُ كَأْساً غَيْرَ صَافِيَةٍ فَصَيَّرَتْهُمْ لِأَطْبَاقِ الثَّرَىٰ رَهَنَا

موت

ابن زمنین

(۱) موت ہر وقت کفن پھیلائے رہتی ہے اور ہم اُس چیز سے غفلت میں ہیں، جو ہم سے مطلوب ہے۔

(۲) دنیا اور اس کی رونق پر اطمینان نہ کر اگر چہ تو اس کے حسین کپڑوں سے آراستہ ہو جائے۔

(۳) دوست اور ہمسائے کہاں گئے؟ انھوں نے کیا کیا؟ کہاں ہیں وہ لوگ جو ہمارے لیے باعثِ سکون تھے۔

(۴) موت نے انھیں مکدر جام پلا دیا، پھر انھیں مختلف لوگوں نے نمناک مٹی کا مرہون بنا دیا۔

لغات وترکیب

كَفَنٌ، ج، أَكْفَانٌ، کفن۔ تَوَشَّحَ يَتَوَشَّحُ تَوَشُّحاً (تفعل) آراستہ ہونا۔ أحِبَّةٌ، واحد، حبيبٌ، دوست، رفيق، كَأْسٌ، ج، كُؤُوسٌ، پیالہ۔ أَطْبَاق، واحد، طَبَق، مختلف جماعت۔

ينشر الْكَفَنَا، پورا جملہ ''الموت'' کی خبر ہے۔ في كلِّ حينٍ يَنْشُرُ سے متعلق ہے۔ وإنْ تَوَشَّحتَ میں ''إنْ'' وصلیہ ہے۔ أين الأحبَّةُ، میں ''أين'' خبر مقدم ہے اور ''الأحبَّةُ'' مبتدا موخر ہے۔ كَأساً غَيْرَ صَافِيَةٍ، موصوف صفت ہے۔

تشریح مطلب یہ ہے کہ موت بالکل یقینی چیز ہے اور زندگی کا لمحہ جس قدر گذرتا جا رہا ہے موت اتنی ہی قریب ہوتی جا رہی ہے، مگر ہمارا حال یہ ہے کہ موت پر یقین رکھنے کے باوجود اس کی تیاری سے غافل ہیں، ہم آخرت کے لیے کچھ توشہ نہیں مہیا کر رہے ہیں، حالاں کہ ہمیں بالکل مطمئن نہیں رہنا چاہئے اور دنیا کی چمک دمک اور اس کے منقش کپڑوں کو دیکھ کر دھوکا نہیں کھانا چاہیے کہ یہ چیزیں ہمیشہ ساتھ رہیں گی۔ دنیا کی ساری چیزیں عارضی ہیں، یہ دوست واحباب، پڑوسی اور مکانات سب جدا ہو جائیں گے، جیسے ہی موت کا پیالہ منہ سے لگایا جائے گا، سب ساتھ چھوڑ دیں گے۔

أبو العَتَاهِيَة

تَعَلَّقْتُ بِآمَالٍ طِوَالٍ أَيِّ آمَالِ فَأَقْبَلْتُ عَلَى الدَّهْرِ مُلِحّاً أَيَّ إِقْبَالِ

أَيَا هٰذَا تَجَهَّزْ لِفِرَاقِ الْأَهْلِ وَالْمَالِ فَلَا بُدَّ مِنَ الْمَوْتِ عَلَى حَالٍ مِنَ الْحَالِ

ابوالعتاہیہ

(۱) میں بہت ہی طویل آرزوؤں کے ساتھ چمٹا رہا، پھر میں نے اصرار کرتے ہوئے زمانے پر مکمل توجہ دی۔
(۲) اے شخص تو اہل وعیال اور مال کی جدائی کی تیاری کر، اس لیے کہ موت کو ہر حال میں آنا ہے۔

لغات وترکیب

تَعلَّقَ بِشَیءٍ یَتعلَّقُ تَعلُّقاً (تفعل) کسی چیز سے چمٹنا، وابستہ ہونا۔ أقبل علی أمرٍ یُقبِلُ إقبالاً (افعال) کسی چیز کی جانب متوجہ ہونا۔ تَجَهَّزَ یَتَجَهَّزُ تجهُّزاً (تفعل) تیار ہونا۔

أيّ آمال میں آمالٍ، ''طوال'' کی تاکید ہے۔ اور ''أيّ اقبال'' أقبلتُ کا مفعولِ مطلق ہے۔ فلا بدّ میں ''فا'' تعلیلیہ ہے۔

تشریح انسان کی زندگی آرزوؤں سے بھری ہے۔ مختلف قسم کی امیدیں اپنے دل میں انسان لیے جیتا ہے اور آرزوؤں کی تکمیل سے پہلے ہی وہ رختِ سفر باندھ لیتا ہے، اسی لیے شاعر نفس کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ تو اہل وعیال اور مال سے جدائیگی کے لیے تیار رہ، اس لیے کہ موت کا آنا یقینی ہے اور موت آتے ہی یہ ساری چیزیں تم سے جدا ہو جائیں گی۔ لہٰذا پہلے ہی سے تم اس کے لیے تیار رہو۔

وَلِبَعْضِهِمْ

إذَا قَلَّ مَالُ المَرْءِ قَلَّ بَهَاؤُهُ ... وَضاقَتْ عليه أرْضُهُ وَسماؤُهُ

وَأصْبحَ لا يَدْرِي وَإنْ كَانَ حازِماً ... أقُدّامُه خيرٌ لهُ أمْ وراءُهُ

و إنْ غابَ لَمْ يشْتَقْ إليهِ خلِيْلُهُ ... وَ إنْ عَاشَ لَمْ يَسْرُرْ صَدِيْقاً لِقَاؤُهُ

وَلَلْموتُ خيرٌلِامْرِئٍ ذِي خَصَاصَةٍ ... مِنَ الْعَيْشِ فِي ذُلٍّ كَثِيْرٍ عَنَاؤُهُ

اور ایک شاعر کا شعر ہے

(۱) جب آدمی کا مال کم ہو جاتا ہے، تو اس کے حسن میں بھی کمی آجاتی ہے اور اس پر اس کی زمین وآسمان تنگ ہو جاتے ہیں۔
(۲) اور وہ اگر چہ کتنا ہی عقل مند ہو یہ نہیں جان پاتا کہ آئندہ زمانہ اُس کے حق میں بہتر ہے یا زمانہ گذشتہ۔
(۳) اور اگر وہ نظروں سے اوجھل ہو جائے، تو اس کے دوست کو اُس کا اشتیاق نہیں ہوتا اور اگر وہ زندہ رہے تو اس کی ملاقات سے دوست کو خوشی نہیں ہوتی۔

(۴) اور محتاج شخص کے لیے موت بہتر ہے، اُس زندگی کے مقابلے میں جو ذلت کی ہو اور جس کی مشقت زیادہ ہو۔

لغات وترکیب

حَازِمٌ، ج، حَزَمَةٌ، دوراندیش۔ حَزَمَ يَحْزُمُ حَزَامَةً (ک) ہوشیاری اور دوراندیشی سے کام لینا۔ اشْتَاقَ إلىٰ أحدٍ يَشْتَاقُ اشْتِيَاقاً (افتعال) کسی کا مشتاق ہونا۔ خَصَّ يَخَصُّ خَصَاصَةً (س) محتاج ہونا۔ عَنِيَ يَعْنٰى عَنَاءً (س) مشقت میں مبتلا ہونا۔

إذَا قَلَّ مَالُ المرءِ شرط ہے اور "قَلَّ بَهَاؤه" جزا ہے، "ضَاقت" کا عطف "قَلَّ" پر ہے۔ وإنْ كَان حازِماً۔ میں "إن" وصلیہ ہے اور "کان" کی ضمیر کا مرجع "المرءُ" ہے "حازماً" کانَ کی خبر ہے۔ "لَلْمَوتُ" میں لام برائے تاکید ہے۔

تشریح مال کی لوگوں کی نگاہ میں بڑی قدر وقیمت ہے، اگر انسان کے پاس مال ہوتا ہے، تو اُس کے چہرے پر بھی بشاشت رہتی ہے، زندگی کا تمام میدان اس کے سامنے کھلا رہتا ہے، اور اگر اُس کا جیب خالی ہوجاتا ہے، تو زمین اپنی وسعت کے باوجود اس پر تنگ ہوجاتی ہے، اسے ماضی ومستقبل کی بھی کوئی خبر نہیں رہ پاتی ہے، اگر وہ نظروں سے اوجھل ہوجائے تو کوئی اُس کا پرسان حال بھی نہیں ہوتا، اور نہ ہی اس کی ملاقات سے کسی کو خوشی ہوتی ہے، حد تو یہ ہے کہ اس کے دوست کو بھی خوشی نہیں ہوتی اور اگر یہ کہہ دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ ایسی فقر وفاقہ اور مشقت والی زندگی کے مقابلے میں موت بہتر ہے۔

الرِّثَاءُ

وَلِلْمُؤلِفِ غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ فِي رِثَاءِ الْمَوْلٰى الْهُمَامِ الحِبْرِ العَلَّامِ مَوْلَانَا الْحَاجِ الْحَافِظ "مُحَمَّدْ أحْمَدْ" نَاظِمِ دَارِ الْعُلُومِ الدِّيُوْبَنْدِيَّةِ وَمُدِيْرِهَا، وَمَاتَ (قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهُ) غَرِيْباً وَكَانَ ارْتَحَلَ لِبَعْضِ حَوَائِجِ دَارِ الْعُلُومِ الْمَذْكُورَةِ فَمَرِضَ فِي "حَيْدَرَابَاد" فَتَعَجَّلَ فِي الْعَوْدِ إلىٰ وَطَنِهِ وَلَبّٰى دَاعِيَ الْمَوْتِ، وَلَمْ يَفُزْ بِالْوُصُولِ إلَى الْوَطَنِ.

نَعَى النَّاعُونَ شَيْخاً ذَا حِفَاظٍ ... جَلِيلاً مَاجِداً بِالْفَضْلِ أحْرىٰ

نَبِيْلاً فَاضِلاً شَهْماً ذَكِيّاً ... مُطِيْعاً رَبَّه نَهْياً وَأمْراً

سُلَالَةَ قَاسِمِ الْخَيْرَاتِ نَدْباً ... وَفِيّاً حَائِزاً أجْراً وَذُخْراً

صَبُوراً فِي الْمَصَائِبِ وَالرَّزَايَا ... وَفي السَّرَّاءِ كَانَ يَزِيْدُ شُكْراً

لِعَطْشَى الْعِلْمِ كَالْعَسَلِ الْمُصَفَّى	وَلِلْعُلَماءِ كَانَ أَجَلَّ بَحْراً
وَأَعْتَقَ عِلْمُهُ أَسراءَ جَهْلٍ	سَبَى إِحْسانُهُ عَبْداً وَحُرّاً
شَهِيْداً مَاتَ مُغْتَرِباً غَرِيْباً	فَكُلُّهُمْ بُحورَ الدَّمْعِ أَجْرىٰ
فَكَمْ مِنْ أَعْيُنٍ قَدْ بَيَّضَتْهَا	دُمُوعٌ قَدْ جَرَتْ بِيضاً وَحُمْراً
فَقَدْنَا قَاسِمَ الْخَيْرَاتِ عِلْماً	وَزُهْداً ثُمَّ تَقْوىً ثُمَّ فَقْراً
وَكُنَّا امِلِيْنِ بِأَنْ نَرَاهُ	يُخَجِّلُ وَجْهُهُ شَمْساً وَبَدْراً
وَيُسْمِعَنَا وُرُودَ نِظَامِ مُلْكٍ	سَمِيِّ خَلِيْفَتَيْنِ أَضاءَ دَهْراً
مَلِيْكٍ عَادِلٍ يَقِظٍ أَبِيٍّ	خُبَعْثَنَةٍ شَجِيْعٍ فَاقَ عَصْراً
لَهُ جُوْدٌ حَكَاهُ الْغَيْثُ طَوْراً	إِذَا اسْتَمْطَرْتَهُ وَالْبَحْرَ أُخْرىٰ
يُحِبُّ النَّاسُ مَا شَاؤا وَلٰكِنْ	لَهُ قَلْبٌ بِبِيْضِ الْمَجْدِ مُغْرىٰ
مُطَاعُ الْخَلْقِ فِي عُسْرٍ وَيُسرٍ	وَمَجْرىٰ أَمرِهِ بَرّاً وَبَحْراً
بِهِ يُعْلَى عُلُومُ الدِّيْنِ عِزّاً	بِهِ يُسْمَى نِظَامَ الْمَلِكِ طُرّاً
وَلٰكِنَّا سَمِعْنَا أَنَّ قَدراً	مِنَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ لَسَدَّ مَجْرىٰ
وَلَبّٰى دَاعِيَ اللّٰهِ الَّذِي لَا	مَرَدَّ لَهُ وَإِنْ خَدعاً وَمَكْراً
لَهُ خُلْدٌ وَلِلْخُدَّامِ حُزْنٌ	رَأَيْنَا مَوْتَهُ خَيْراً وَشَرًّا
فَيَا مَنْ هَمُّهُ دَارُ الْعُلُومِ	الَّتِي أَجْرَيْتَهَا بَحْراً وَنَهْراً
سَعَيْتَ لِمَا بَنَاهُ أَبُوكَ سَعْياً	فَحُزْتَ الْأَجْرَ ثُمَّ حَوَيْتَ بِرّاً
وَلَمْ نَدْفِنْكَ كَلَّا بَلْ دَفَنَّا	عُلُومَ هُدىً فَدَفْنُكَ مَا أَمَرَّا
حَيِيْتَ مُجَدِّداً وَبَقِيْتَ فَرْداً	وَقَدْ تَرَّبْتَ شِرْكاً ثُمَّ كُفْراً
بَعُدتَّ عَنِ الَّذِي مَا فِيْهِ نَصٌّ	وَعَمَّا جَاءَ مَا فَارَقْتَ شِبْراً
وَقَدْ أَجْرَيْتَ بَحْرَ الدَّمْعِ مِنَّا	وَقَدْ أَوْدَعْتَ فِي الْأَكْبَادِ جَمْراً
بَقِيْنَا هَائِمِيْنَ بِلَا أَنِيْسٍ	كَأَنَّا لَمْ نَجِدْ خِلّاً وَخَمْراً
تَعَزَّيْنَا إِذَا خَطْبٌ دَهَانَا	بِفَقْدِكَ قَدْ فَقَدْنَا الْآنَ صَبْراً

تُدَاوِينَا إِذَا جِئْنَاكَ مَرْضَى حَيَارَىٰ فِي الْمَسَائِلِ مِثْلَ سَكْرَىٰ
فَيُعْطِي رَبُّنَا جَنَّاتِ عَدْنٍ لِأَحْمَدَ فَائِقِ الْأَقْرَانِ طُرًّا
وَقُدِّسَ سِرُّهُ مِنْ فَضْلِ رَبٍّ رَؤُوفٍ وَاسِعٍ لِلْعَبْدِ سِتْراً
إِلٰهِي فَاسْقِ مِنْ أَنْهَارِ خُلْدٍ دَفِينَ اللَّحْدِ أَحْمَدَ حَازَ قَدْراً
وَعَفْواً عَنْ ذُنُوبٍ قَدْ جَنَاهَا وَصَفْحاً عَنْهُ جَاهَرَ أَوْ أَسَرًّا
وَأَبْقِ حَبِيبَ رَحْمَانَ قُرُوناً وَقَرْناً بَعْدَهَا وَهَلُمَّ جَرًّا

مرثیہ

مؤلف علیہ الرحمہ کے مندرجہ ذیل اشعار عالی ہمت نیک عالم دین حضرت علامہ ومولانا الحاج حافظ محمد احمد صاحب ناظم ومہتمم دار العلوم دیوبند کے مرثیے میں ہیں، حضرت اقدس قدس اللہ سرّہ کا انتقال اُس وقت ہوا جب آپ دار العلوم کی کسی ضرورت کے تحت سفر پر تھے، حیدرآباد میں آپ کی طبیعت خراب ہوگئی، پھر وطن لوٹنے میں آپ نے جلدی کی اور ابھی آپ وطن نہیں پہنچ پائے تھے کہ (راستے ہی میں) داعیِ اجل کو لبیک کہہ دیا۔

(۱) موت کی خبر دینے والوں نے ایک خوددار، جلیل القدر، بزرگ اور لائق فضل وکمال شیخ کے انتقال کی خبر دی۔

(۲) جو فاضل وشریف، تیز خاطر، ذکی، اور اپنے پروردگار کے امر ونہی کے فرماں بردار شیخ تھے۔

(۳) جو قاسم العلوم والخیرات حضرت نانوتوی کے صاحبزادے، فضائل کی طرف سبقت کرنے والے، وفا شعار اور اجر وثواب جمع کرنے والے تھے۔

(۴) بلا ومصائب میں صبر شعار اور خوشی میں بیش از بیش شکر گذار تھے۔

(۵) تشنگانِ علم کے لیے مثل خالص شہد اور علماء کے لیے بہت بڑے سمندر تھے۔

(۶) جن کے علم نے جہالت کے قیدیوں کو آزاد کیا اور جن کے احسان نے غلام وآزاد کو قیدی بنالیا۔

(۷) وطن سے دور حالتِ سفر میں شہادت کی موت پائی تو سبھوں نے آنسوؤں کے سمندر بہادیئے۔

(۸) سو کتنی ہی آنکھیں ایسی ہیں جنھیں اُن آنسوؤں نے سفید کردیا جو آنسو سفید وسرخ ہے۔

(۹) ہم علم وزہد اور تقویٰ وفقر کے اعتبار سے قاسم الخیرات سے محروم ہوگئے۔

(۱۰) حالاں کہ ہم اس بات کے آرزومند تھے کہ ہم آپ کو اس حال میں دیکھیں کہ آپ کا چہرہ آفتاب وماہتاب کو شرمندہ کررہا ہو۔

(۱۱) اور (اس بات کے آرزومند تھے کہ وہ) ہمیں حضرت عثمانؓ وحضرت علیؓ کے ہم نام نظام الملک کے ورود کی خوش خبری سنائیں گے جس نے دنیا کو روشن کردیا۔

(۱۲) یعنی ایسے انصاف پرور، بیدار مغز، خوددار، جری اور بہادر بادشاہ کے آنے کی خبر جو اہل زمانہ پر فوقیت لے گئے۔
(۱۳) ان میں ایسی سخاوت ہے جو کبھی بارش کے مشابہ ہوتی ہے اور کبھی سمندر کے اگر تو اس سے بارش طلب کرے۔
(۱۴) لوگ جو چاہیں پسند کریں؛ لیکن ان کا دل بزرگی کی چمک پر فریفتہ ہے۔
(۱۵) سختی وآسانی ہر حال میں مخلوق ان کی اطاعت گذار ہے اور ان کے حکم کا سمندر خشکی وتری میں جاری ہے۔
(۱٦) ان کی ذات سے علوم دینیہ کو عزت کے اعتبار سے بلندی ملتی رہی ہے، اسی وجہ سے ان کو مکمل طور پر نظام الملک کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔
(۱۷) مگر ہم نے (نظام الملک کی آمد کی اطلاع کے بجائے) یہ سن لیا کہ اللہ رب العزت کے فیصلے نے (مرحوم ہی کا) راستہ بند کر دیا۔
(۱۸) اور انھوں نے اللہ کے اُس داعی کی پکار پر لبیک کہا جسے رد کرنے کا امکان ہی نہیں، اگر چہ وہ مکر وفریب سے کام لے۔
(۱۹) ان کے لیے خلد بریں ہے اور خدام کے لیے رنج وغم ہے ہم نے ان کی موت میں خیر وشر دونوں پہلو دیکھے۔
(۲۰) سوائے وہ شخص جس کی فکر ہی وہ دار العلوم ہے جسے آپ نے سمندر اور نہر کے اعتبار سے جاری کر دیا۔
(۲۱) آپ نے اُس کے لیے بے پایاں کوشش کی جسے آپ کے پدر بزرگوار نے قائم کیا، سو آپ نے بھی اجر عظیم اور نیکی جمع کیا۔
(۲۲) ہم نے آپ کو ہرگز دفن نہیں کیا؛ بل کہ ہم نے علوم ہدایت کے پیکر کو سپرد خاک کیا، پس آپ کا دفن بڑا ہی تلخ ہے۔
(۲۳) آپ نے مجدد کی حیثیت سے زندگی بسر کی اور یکتا باقی رہے اور آپ نے شرک وکفر کو خاک میں ملا دیا۔
(۲۴) آپ اُس چیز سے دور رہے جس میں کوئی نص وارد نہیں اور اُس چیز سے بھی جس میں نص وارد ہوئی آپ ایک بالشت بھی نہیں ہٹے۔
(۲۵) آپ نے ہمارے آنسوؤں کا دریا بہا دیا اور دلوں میں آگ کی چنگاری چھوڑ دی۔
(۲٦) ہم بلا غم خوار حیران وپریشان رہ گئے گویا کہ ہمیں سرکہ اور شراب کچھ بھی نہ ملا۔
(۲۷) جب ہم کو کوئی مصیبت پہنچتی تھی تو آپ تسلی دیتے تھے، آپ کے چلے جانے سے اب ہم صبر سے بھی محروم ہو گئے۔
(۲۸) جب ہم بیمار مسائل میں حیران وپریشان مدہوش کی طرح آپ کے پاس آتے تھے تو آپ ہمارا علاج کر دیتے تھے۔
(۲۹) سو ہمارا پروردگار جنت عدن عطا فرمائے گا حافظ احمد کو جو تمام ہم عصروں پر فوقیت رکھنے والے تھے۔
(۳۰) آپ کا باطن پاک ہو، اُس پروردگار کے فضل وکرم سے جو نہایت مہربان اور بندے کے حق میں بڑا پردہ پوش ہے۔
(۳۱) اے بار الہا! خلد کے نہروں سے سیراب فرما قبر میں مدفون حافظ احمدؒ کو جو باعزت وباوقار تھے۔
(۳۲) اور ان تمام گناہوں کو معاف فرما جو ان سے صادر ہوئے اور انھیں درگذر فرما، خواہ علانیۃً صادر ہوئے ہوں یا سراً۔

(۳۴۳) اور حضرت مولانا حبیب الرحمان صاحب کو ابد الآباد تک قائم و دائم رکھ۔

لغات وترکیب

رَثٰى يَرثي رَثَاءَ المَيّتَ (ض) میت پر رونا اور محاسن شمار کرنا۔ مرثیے کے اشعار کہنا۔ نَعٰى يَنْعٰى نَعْياً (ف) موت کی خبر دینا۔ مَجُدَ يَمْجُدُ مَجادَةً (ک) بزرگوار ہونا۔ شَهُمَ يَشْهُمُ شَهامَةً (ک) تیز فہم ہونا، ذکی ہونا۔ سُلالَةٌ، نسل، ولد۔ نَدْبٌ، ج، نُدُوبٌ، فضائل کی طرف سبقت کرنے والا۔ حازَ يَحُوزُ حَوْزاً (ن) جمع کرنا۔ رَزَايا، واحد، رَزِيَّةٌ، مصیبت۔ سَبٰى يَسْبِي سَبْياً (ض) قید کرنا۔ اِغْتَرَبَ يَغْتَرِبُ اِغْتِرَاباً (افتعال) وطن سے دور ہونا۔ أَمَلَ يَأْمُلُ أَمْلاً (ن) امید کرنا، آرزو کرنا۔ خَجَّلَ يُخَجِّلُ تَخجِيْلاً (تفعیل) شرمندہ کرنا۔ يَقِظٌ، ج، أَيْقَاظٌ، بیدار مغز۔ خُبَعْثَنَةٌ، شیر۔ اِسْتَمْطَرَا سِتِمْطَاراً (استفعال) بارش طلب کرنا۔ غَرِيَ يُغْرىٰ غَرَاءً (س) مجہول الاستعمال ہے، بہت رغبت رکھنا، بہت خواہش مند ہونا۔ تَرَّبَ يُتَرِّبُ تَتْرِيْباً (تفعیل) خاک میں ملانا۔ جَمْرٌ، واحد، جَمْرَةٌ، شعلہ۔ هَامَ يَهِيْمُ هَيْماً (ض) سرگرداں رہنا۔ عَزّىٰ يُعَزِّي تَعْزِيَةً (تفعیل) تسلی دینا۔ دهٰى يدْهٰى دهْياً (ف) مصیبت پہنچنا۔ سَكْرىٰ وسُكْرىٰ، واحد، سَكْرَانٌ، مدہوش۔ جَنىٰ يَجْنِي جِنَايَةً (ض) جرم کرنا۔ صَفَحَ يَصْفَحُ صَفْحاً (ف) درگذر کرنا۔

شيخاً ذَا حِفاظ جليلاً۔ شيخاً موصوف ہے اور ما بعد والے تمام صیغہائے صفت اس کی صفت واقع ہیں۔ لَعَطْشَى العِلمِ جار مجرور محذوف سے متعلق ہوکر "هو" مبتدا محذوف کی صفت ہے۔ شهيداً مُغتَرِباً غَرِيباً یہ سب "مات" کی ضمیر سے حال واقع ہیں۔ بان نراه "املين" سے متعلق ہے۔ مليكٍ عادلٍ يقظٍ، یہ سب "نظام ملك" سے بدل واقع ہیں۔ عن الذي ما فيه نَصٌّ، "ما" موصولہ ہے اور "فيه نَصٌّ" صلہ ہے "هَائمينَ" بقينا کی ضمیر سے حال ہے۔

تشریح مذکورہ اشعار میں مولف کتاب حضرت شیخ الادب علیہ الرحمہ نے دار العلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا حافظ محمد احمد علیہ الرحمہ کے اوصاف وخصوصیات کو بیان کیا ہے، جن کا انتقال بحالت سفر ہوگیا تھا۔ کہ آپ اپنی تمام تر خصوصیات کے ساتھ اپنے ماتحتوں پر انتہائی مہربان، اُن کی ضرورت میں کام آنیوالے، ان کے غم وملال کا علاج کرنے والے اور ان پر اپنی جود وسخا کی بارش برسانے والے تھے، آپ کی جدائیگی پر آپ کے متعلقین ومنتسبین نے آنسوؤں کے سمندر بہا دیئے۔ آپ کے انتقال کے بعد ہم نے آپ کو دفن نہیں کیا؛ بل کہ علوم ہدایت کے سرچشمے کو دفن کردیا، اور جتنا احساس ہمیں آپ کو دفن کرنے پر ہوا اتنی تلخی کا احساس اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا، آپ منصوص وغیر منصوص تمام احکام میں شریعت کے بالکل پابند رہے، آپ کے جانے کے بعد ہمیں ایسا محسوس ہورہا ہے کہ اب ہمارا کوئی غم خوار وغم گسار دنیا میں باقی نہیں رہا، مصیبتوں میں آپ ہمیں تسلی دیتے تھے اور اب کوئی تسلی دینے والا باقی نہیں رہا، بہر حال اب

ہماری یہی دعا ہے کہ رب کریم آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آپ کی سیئات کو درگذر فرمائے اور آپ کے جاں نشین حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کے سایۂ عاطفت کو تا دیر قائم رکھے۔

وَلِلشَّرِيفِ الرَّضِي يَرْثِي أَبَا اسْحٰق الصَّابِي

اَعَلِمْتَ مَنْ حَمَلُوا عَلَى الْأَعْوَادِ ... أَرَأَيْتَ كَيْفَ خَبَا ضِيَاءُ النَّادِي

جَبَلٌ هَوٰى لَوْ خَرَّ فِي الْبَحْرِ اغْتَدٰى ... مِنْ وَقْعِهِ مُتَتَابِعَ الْأَزْبَادِ

مَا كُنْتُ أَعْلَمُ قَبْلَ حَطِّكَ فِي الثَّرٰى ... إِنَّ الثَّرٰى يَعْلُو عَلَى الْأَطْوَادِ

قَدْ كُنْتُ أَهْوٰى أَنْ أُشَاطِرَكَ الرَّدٰى ... لٰكِنْ أَرَادَ اللّٰهُ غَيْرَ مُرَادِي

إِنَّ الدُّمُوعَ عَلَيْكَ غَيْرُ بَخِيلَةٍ ... وَالْقَلْبُ بِالسُّلْوَانِ غَيْرُ جَوَادِ

سَوَّدْتَ مَا بَيْنَ الْفَضَاءِ وَنَاظِرِي ... وَغَسَلْتَ مِنْ عَيْنِيَّ كُلَّ سَوَادِ

رِيُّ الْخُدُودِ مِنَ الْمَدَامِعِ شَاهِدٌ ... أَنَّ الْقُلُوبَ مِنَ الْغَلِيلِ صَوَادِ

لَكَ فِي الْحَشَا قَبْرٌ وَإِنْ لَمْ تَاوِهِ ... وَمِنَ الدُّمُوعِ رَوَائِحٌ وَغَوَادِ

ضَاقَتْ عَلَيَّ الْأَرْضُ بَعْدَكَ كُلُّهَا ... وَتَرَكْتَ أَضْيَقَهَا عَلَيَّ بِلَادِي

شریف رضی کے یہ اشعار ہیں جو انھوں نے ابو اسحاق صابی کے مرثیے میں کہا تھا

(۱) کیا تجھے معلوم ہے کس کو اٹھا کر وہ لوگ لکڑیوں پر لے گئے، کیا تجھے معلوم ہے کہ مجلس کی روشنی کیسے ماند پڑگئ؟

(۲) ایک پہاڑ گر پڑا اگر وہ سمندر میں گرتا تو دریا بھی اس کے گرنے کی وجہ سے مسلسل جھاگ پھینکنے لگتا۔

(۳) مجھے تیرے مٹی میں جانے پہلے معلوم نہیں تھا کہ مٹی پہاڑوں پر غالب آتی ہے۔

(۴) میں چاہ رہا تھا کہ تیرے ساتھ ہلاکت میں شریک ہو جاؤں مگر اللہ رب العزت نے میری مراد کے علاوہ کچھ اور چاہا۔

(۵) تجھ پر گریہ وزاری کرنے میں آنسو بخیل نہیں ہیں اور تسلی بخشنے میں دل سخی نہیں ہے۔

(٦) تو نے فضا اور میری نگاہ کے درمیانی حصے کو سیاہ کر دیا اور میری آنکھ کی تمام سیاہی کو دھوڈالا۔

(۷) رخسار کا آنسوؤں سے تر ہونا اس بات پر شاہد ہے کہ دل (تیرے غم میں) سخت پیاسے ہیں۔

(۸) دل میں تیری قبر ہے اگر چہ تو نے وہاں قیام نہیں کیا اور صبح وشام آنسوؤں کا سلسلہ جاری ہے۔

(۹) تیرے بعد میرے اوپر تمام زمین تنگ ہوگئ اوپر تو نے میرے اور میرے شہروں کے تنگ تر حصے کو چھوڑ دیا۔

لغات وترکیب

حنا يَحْنُو حُنُوًا (ن) بدلنا۔ نادي، ج، أندِيةٌ، مجلس۔ هوىٰ يهوِي هوِيًا (ض) اوپر سے نیچے گرنا۔ أزْبادٌ، واحد، زَبَدٌ، جھاگ۔ حطّ يَحُطُّ حطًا (ن) گرنا۔ طَوْدٌ، ج، أطْوادٌ، بڑا پہاڑ۔ هوِيَ يَهْوىٰ هوىً (س) چاہنا۔ شاطَرَ يُشاطِرُ مُشاطَرَةً (مفاعلۃ) دوحصوں میں تقسیم کرنا۔ رَدِيَ يَرْدىٰ رَدىً (س) ہلاک ہونا۔ رَوِيَ يَرْوىٰ رِيًا ورَيًا (س) سیراب ہونا۔ صَدِيَ يَصْدىٰ صَدىً (س) پیاسا ہونا۔ أوىٰ إلىٰ منزله يأوي إوَاءً (ض) کسی جگہ پناہ لینا۔اترنا۔ حَشَا، ج، أحشاءٌ، آنت،مراد(دل)

جَبَلٌ هَوىٰ، میں "جبَلٌ" مبتدا ہے اور "هوىٰ" خبر ہے اور نوخو شرط وجزا مل کرخبر ثانی ہے۔ أن القلوب من الغليل صواد، میں "صواد" أنّ کی خبر ہے اور من الغليل اسی سے متعلق ہے، لك في الحشا قبرٌ اصل میں "قبرٌ لك في حشاي" ہے الحشا کا الف لام مضاف الیہ کے عوض میں ہے۔ تركتَ "صيّرتَ" کے معنی میں ہے، "بلادي" مفعولِ اول اور "أضيقها" مفعولِ ثانی ہے۔

تشریح شریف رضی کے یہ اشعار ابواسحاق صابی کے مرثیے میں ہیں، جس میں شاعر کہتا ہے کہ ابواسحاق کیا گئے مجلس کی روشنی ہی ماند پڑ گئی، آپ حقیقت میں ایک پہاڑ تھے اگر وہ کسی سمندر میں گرتا تو مسلسل جھاگ ہی نکلتے، جب آپ کو سپردِ خاک کردیا، تب معلوم ہوا کہ مٹی بھی پہاڑ پر غالب آجاتی ہے، اس سے پہلے ہمیں یہ یقین نہیں آرہا تھا، میری تو خواہش یہی تھی کہ ہر مصیبت وہلاکت میں آپ کے ساتھ رہوں مگر اللہ کو کچھ اور ہی منظور تھا، آپ مجھ سے پہلے دنیا سے رخصت ہوگئے اور ہلاکت میں میں آپ کا ہاتھ نہ بٹا سکا، آپ کے انتقال سے میری نگاہ کے سامنے کی پوری فضا سیاہ اور تاریک ہوگئی، آپ کے اس دنیا سے رخصت ہوجانے سے دنیا اپنی تمام وسعت کے باوجود مجھ پر تنگ ہوگئی۔

اَلْمُنَاجَاةُ

لِلْمَولَى الْأدِيبِ حَبِيبِ الرَّحْمٰنِ الْعُثْمَانِي الدِيُوبَنْدِي (مَلَأَ اللهُ مَضْجَعَهُ نُوراً ورَحْمَةً)

حِيْنَ اشْتَدَّ بِهِ دَاؤُهُ الْعُقَامُ

أتاك إلٰهي خائفٌ مُتضرِّعٌ ... بئيسٌ كثيرُ الْقَلْبِ ولْهانُ مُوجَعًا

ومُعْتَرِفٌ أنّي خَلَطْتُ بِصَالِحٍ ... ذُنُوبًا هوتْ مِنْها الْجِبَالُ تَصَدُّعَا

أتيْتُكَ لا أرْجُو سِوَاكَ ولا أرىٰ ... لنفْسِي مُنْحازًا ولا مُتفَزَّعَا

أتيْتُكَ والرَّغَباتُ شَوْقًا تقُودُنِي ... ورهْبَةُ أعْمالِي تَزِيْدُ تَسَكُّعًا

ولُطْفُكَ فِي صُلْبِ الجُدُوْدِ أحاطَ بِي ... ولُطْفُكَ ربَّانِي جَنِيْنًا ومُرْضَعَا

وَلِي بَعْدَ هٰذَا وُصْلَةٌ وَوَسِيْلَةٌ ... بِأَكْرَمِ خَلْقِ اللّٰهِ أَتْقٰى وَأَوْرَعَا
نَبِيِّ الْهُدٰى عَمَّ الْوَرٰى بَذْلُ جُودِهِ ... شَفِيْعاً لِأَهْلِ الْأَرْضِ طُرّاً مُشَفَّعاً
وَكَانَتْ عَجُوزٌ إِذْ تَجِي لِحَاجَةٍ ... يَقُومُ لَهَا حِيناً لِتُقْضٰى فَتَرْجِعَا
وَ أَحْيٰى مِنَ الْعَذْرَاءِ فِي كِنِّ بَيْتِهَا ... وَأَوْفٰى ذِمَاماً ثُمَّ أَقْوٰى وَأَشْجَعَا
وَكَانَ صَبُوراً لِلْأَذٰى مُتَحَمِّلاً ... وَعَبْداً شَكُوراً دَائِباً مُتَضَرِّعاً
وَسِيْماً جَمِيْلاً بَاسِطاً مُتَهَلِّلاً ... مُهِيْباً جَلِيْلاً ثُمَّ أَخْشٰى وَأَخْشَعَا
إِذَا اشْتَدَّ هَوْلٌ وَالنَّبِيُّونَ كُلُّهُمْ ... بِنَفْسِي نَفْسِي يَلْفِظُونَ مُرَجَّعَا
يَقُومُ فَتَاتِي أُمَّةٌ بَعْدَ أُمَّةٍ ... إِلَيْهِ وَتَرْجُو أَن يُغِيْثَ وَيَشْفَعَا
فَمَا زَالَ يَدْعُو رَبَّهُ وَهُوَ سَاجِدٌ ... بِأَدْعِيَةٍ حَتّٰى يُقَالَ فَيَرْفَعَا
إِلٰهِي سَقَامُ الْجِسْمِ أَوْهَنَ بِنْيَتِي ... وَصَيَّرَنِي مُلْقًى ضَعِيْفاً مُضَعْضَعَا
وَصِرْتُ كَفَرْخٍ لَا يُطِيْقُ نُهُوضَهُ ... وَلَا يَتَقَوّٰى أَن يَطِيْرَ وَيُسْرِعَا
تُعَاوِدُنِي الْأَسْقَامُ بَدْءً وَعَودَةً ... وَتَعْرِكُنِي الْأَوْجَاعُ عَرْكاً مُفَجِّعَا
وَإِنِّي سَقِيْمٌ فَاعْفُ عَنِّي وَعَافِنِي ... وَهَبْ لِي شِفَاءً لَيْسَ يُبْقِي تَوَجُّعَا
وَهَبْ لِيَ قَلْباً قَانِتاً مُتَذَلِّلاً ... حَزِيْناً كَئِيْباً خَاشِعاً مُتَخَشِّعَا
إِلٰهِي وَأَدْخِلْ فِي حَشَايَ وَأَضْلُعِي ... بَشَاشَةَ إِيْمَانٍ فَتُحْشٰى تَوَرُّعَا
وَلَسْتُ بِأَعْمَالِي أُرِيْدُ كَرَامَتِي ... وَلَا لِي أَنْ أَرْجُو وَأَنْ أَتَوَقَّعَا
وَلٰكِنَّكَ التَّوَّابُ وَالْعَبْدُ مُذْنِبٌ ... وَأَنْتَ كَرِيْمٌ لِلْخَلَاصِ مُوَقِّعَا
إِلٰهِي رَجَائِي فَوْقَ ذَنْبِي وَأَنَّنِي ... لَأَعْلَمُ أَنَّ الْعَفْوَ يُنْجِي الْمُرَوَّعَا
وَعَفْوُكَ شَمْسٌ لَا يَقُومُ لَهَا الدُّجٰى ... وَذَنْبِي ظَلَامٌ يَنْجَلِي مُتَقَشِّعَا
وَتِلْكَ مُنٰى قَلْبِي وَتِي بُغْيَتِي الَّتِي ... إِذَا نِلْتُهَا حَازَتْ لِيَ الْفَوْزُ أَجْمَعَا
إِلٰهِي بِجَاهِ الْمُصْطَفٰى فَاقْضِ حَاجَتِي ... بِفَضْلِكَ يَا رَحْمٰنُ يَا سَامِعَ الدُّعَا

یہ مناجات ادیب زماں حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی دیوبندی کی ہے

(اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور رحمت سے بھر دے)

جب کہ اُن کا لاعلاج مرض بہت بڑھ چکا تھا

(۱) بارالٰہا! آپ کی جناب میں ایک ترساں وگریاں، تنگ دست، شکستہ دل، پریشان حال اور دردمند بندہ آیا ہے۔

(۲) میں اس بات کا معترف ہوں کہ میں نے نیکیوں میں ایسے گناہ شامل کر دیے ہیں جس سے پہاڑ بھی پھٹ کر گر پڑیں۔

(۳) میں آپ کے پاس اس حال میں آیا ہوں کہ آپ کے علاوہ سے امید منقطع کیے ہوئے ہوں، اور اپنے لیے کوئی ٹھکانہ اور پناہ گاہ نہیں دیکھ رہا ہوں۔

(۴) میں اس حال میں آپ کے پاس آیا ہوں کہ جذبات شوق مجھے کھینچ رہے ہیں اور میرے اعمالِ بد کا خوف حیرانی میں اضافہ کر رہا ہے۔

(۵) آپ کی عنایت نے آباو اجداد کے پشت میں میرا احاطہ کر رکھا تھا، اور آپ کی مہربانی نے ماں کے پیٹ اور دودھ پینے کی حالت میں میری پرورش کی۔

(۶) اور ان تمام کے بعد مجھے وسیلہ اور ذریعہ حاصل ہے اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ معزز، متقی اور پرہیزگار شخصیت کی ذات سے۔

(۷) یعنی ہدایت کے نبی سے جن کی سخاوت کی نوازش مخلوق کو عام ہے، تمام روئے زمین والوں کے لیے سفارش کرنے والے اور مقبول الشفاعت کی حیثیت سے۔

(۸) اگر کوئی بڑھیا بھی کسی ضرورت سے آپ کے پاس آتی تو آپ اس کے لیے اُس وقت تک کھڑے رہتے کہ اس کی ضرورت پوری ہو جائے اور لوٹ جائے۔

(۹) آپ اُس کنواری لڑکی سے بھی زیادہ باحیا تھے، جو اپنے گھر کے پردے میں رہتی ہے اور عہد کو پورا کرنے والے طاقتور اور دلیر تھے۔

(۱۰) آپ مصیبتوں پر نہایت صبر کرنے والے تکلیف سہنے والے، شکر گذار بندے، جاں فشانی کرنے والے اور فروتنی کرنے والے تھے۔

(۱۱) آپ حسین وخوب صورت، کشادہ دست، چمکتے دمکتے چہرے والے، پررعب، عظیم المرتبت، اللہ سے بہت ڈرنے والے اور عاجزی کرنے والے تھے۔

(۱۲) جب (میدان محشر میں) گھبراہٹ بڑھ جائے گی اور تمام انبیائے کرام بھی بار بار نفسی نفسی کہتے ہوں گے۔

(۱۳) تو آپ ہی کھڑے ہوں گے اور یکے بعد دیگرے امت آپ کے پاس مدد اور شفاعت کی امید لیے ہوئے آئے گی۔

(۱۴) سو آپ دربار خداوندی میں سر بہ سجود ہو کر مسلسل دعائیں کرتے رہیں گے، تا آں کہ پکارا جائے گا، تو آپ سر اٹھائیں گے۔

(۱۵) الٰہی! جسمانی امراض نے میرے ڈھانچے کو کمزور کر دیا ہے اور مجھے بے حیثیت کمزور اور لاغر بنا دیا ہے۔

(۱۶) اور میں پرندے کے اُس بچے کی طرح ہو گیا ہوں، جو نہ اٹھ سکتا ہے، نہ اڑ سکتا ہے اور نہ ہی تیز چل سکتا ہے۔

(۱۷) امراض میرے پاس آنے اور جانے کے عادی ہوتے جارہے ہیں اور رنج وغم مجھے دردناک انداز میں مسل رہے ہیں۔

(۱۸) میں بیمار ہوں سو مجھے معاف فرما اور مجھے عافیت بخش اور مجھے ایسی شفا عطا فرما کہ کچھ تکلیف نہ رہ جائے۔

(۱۹) اور مجھے فرماں بردار، عاجزی پسند، رنجور و غمگین اور خوف وخشیت والا دل عطا فرما۔

(۲۰) بارالہا! میرے دل اور پہلو میں ایمان کی بشاشت داخل فرما اور اسے پرہیز گاری سے معمور فرما۔

(۲۱) میں اپنے اعمال کے سلسلے میں اپنا اعزاز نہیں چاہتا اور نہ ہی میرا کوئی ایسا عمل ہے کہ میں اس کی آرزو اور امید کروں۔

(۲۲) لیکن آپ توبہ قبول کرنے والے ہیں اور بندہ گناہ کرنے والا ہے آپ کریم ہیں نجات کی امید دلانے والے ہیں۔

(۲۳) خدایا! میری امید میرے گناہوں سے زائد ہے اور میں جانتا ہوں کہ عفو و درگذر خوف زدہ کو نجات دلانے والا ہے۔

(۲۴) آپ کا عفو و درگذر ایک آفتاب ہے جس کے سامنے تاریکی نہیں ٹھہرتی اور میرا گناہ تاریکی ہے جو چھٹے ہوئے بادل کی طرح واضح ہے۔

(۲۵) یہی میری دلی آرزوئیں ہیں اور یہی میرا مقصد ہے جس کو اگر میں نے حاصل کر لیا تو مجھے ہر قسم کی کامیابی حاصل ہوگی۔

(۲۶) اے رحم کرنے والے آقا! اے دعا کے سننے والے! اپنے فضل وکرم اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میری ضرورت کی تکمیل فرما۔

لغات وترکیب

داءٌ عُقَامٌ، لاعلاج مرض۔ عَقِمَ يَعْقَمُ عَقَماً (س) بانجھ ہونا۔ بَئِسَ يَبْئَسُ بُؤساً (س) تنگ دست ہونا۔ وَلَهَ يَلِهُ وَلهاً (ض) غم کی وجہ سے متحیر ہونا۔ أَوْجَعَ يُوجِعُ إِيجَاعاً (افعال) تکلیف دینا۔ تَصَدَّعَ يَتَصَدَّعُ تَصَدُّعاً (تفعل) پھٹنا، شگاف ہونا۔ اِنْحَازَ إليه يَنْحَازُ انحِيازاً (انفعال) مائل ہونا، تَفَزَّعَ يَتَفَزَّعُ تَفَزُّعاً (تفعل) پناہ لینا۔ تَسَكَّعَ يَتَسَكَّعُ تَسَكُّعاً (تفعُّل) حیران پھرنا۔ كِنٌّ، ج، أَكْنَانٌ، منزل، گھر۔ ذِمَامٌ، ج، أَذِمَّةٌ، عہد۔ دَأَبَ فِي الْعَمَلِ يَدْأَبُ دَأْباً (ف) کام میں مسلسل لگا رہنا۔ وَسُمَ يَوْسُمُ وَسَامَةً (ک) الوجهُ، خوب صورت ہونا۔ هَوْلٌ، ج، أَهْوَالٌ، ہولناکی۔ رَجَّعَ عَمَلاً يُرَجِّعُ تَرْجِيعاً (تفعیل) کسی کام کو بار بار کرنا۔ أَوْهَنَ يُوهِنُ إِيهَاناً (افعال) لاغر کرنا۔ ضَعْضَعَ يُضَعْضِعُ ضَعْضَعَةً (فعللۃ) زمین تک ڈھا دینا۔ فَرْخٌ، ج، أَفْرَاخٌ، چوزہ، پرندے کا بچہ۔ عَاوَدَ يُعَاوِدُ مُعَاوَدَةً (مفاعلۃ) عادی بنانا۔ عَرَكَ يَعْرُكُ عَرْكاً (ن) رگڑتے رگڑتے مٹا دینا۔ أَذْنَبَ يُذْنِبُ إِذْنَاباً (افعال) گناہ کرنا۔ دُجًى، واحد، دُجْيَةٌ، تاریکی۔ تَقَشَّعَ الظَّلَامُ يَتَقَشَّعُ تَقَشُّعاً (تفعل) تاریکی چھٹنا۔

تَصَدُّعاً مفعول لہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ "لا ارجو" أتيتُكَ میں ضمیر فاعل سے حال واقع ہے۔ "والرغبات تقودني" بھی "أتيتُ" کی ضمیر فاعل سے حال ہے۔ واحيٰ من العذراء اي "كان احيٰ" احيٰ فعل ناقص محذوف کی خبر ہے۔ وَهُوَ سَاجِدٌ "يَدْعُو" کی ضمیر سے حال ہے۔ اريدُ كرامتي یہ جملہ "لستُ" کی خبر ہے اور جار جارہ "اريد" سے متعلق ہے۔

تشریح عربی زبان میں یہ طویل مناجات حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی دیو بندی علیہ الرحمہ کی ہے جس میں آپ نے بڑے ہی عاجزانہ انداز میں رب کریم کے حضور دعائیں پیش کی ہیں، کہ خدایا! میں عاجز و مجبور، لاچار و بے بس اور اقرار مجرم بن کر تیرے حضور حاضر ہوا ہوں، پہاڑوں جیسا گناہوں کا بوجھ میرے سر پر ہے۔ تیرے علاوہ اور کوئی ٹھکانہ اور جائے پناہ نہیں ہے۔ تیری لطف و کرم کی بارش پیدائش سے پہلے بھی رہی ہے ابھی بھی جاری ہے، آج بھی تیری بارگاہ میں تیرے محبوب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ لے کر آیا ہوں، جن کی آخرت میں بھی تمام امتی پناہ لیں گے، خدایا! میں بڑی امیدوں کے ساتھ تیرے دربار میں آیا ہوں، ہر چند کہ میرے گناہ بہت زیادہ ہیں، لیکن میری امید اور تیری رحمت میرے گناہوں پر بھاری ہے، اے رب کریم! میری آرزوؤں کی تکمیل فرما اور اپنے فضل و کرم اور احسان سے میری حاجت روائی فرما۔ (آمین)

تمّ الكتاب "تكميل الأدب" شرح نفحة العرب بتوفيق الله تعالى وعونه، اللهمّ اغفرلي ولوالدي ولأساتذتي ولجميع المؤمنين والمؤمنات والمسلمين والمسلمات، إنّك سميعٌ مجيبٌ للدعوات، ربّنا تقبّل منّا إنك أنت السميع العليم، وتب علينا إنك أنت التوّاب الرّحيم۔

مصلح الدین قاسمی ابن جناب محمد علی صاحب
مقام و پوسٹ بھڑریا بازار، تحصیل ڈومریا گنج
ضلع سدھارتھ نگر (یوپی)
۱۳/ربیع الاول ۱۴۲۵ھ مطابق ۴/مئی ۲۰۰۴ء
منگل۔ بوقت گیارہ بجے دوپہر۔

احوال وتراجم

کتاب میں مذکور ممتاز شخصیات کا مختصر تعارف

(الف)

شیخ ابو عثمان حیری

قَالَ الشیخ ھو شیخ مشھورٌ عالمٌ زاھد من سکناء الحیرۃ صاحب تذکرۃ الاولیاء نے ان کے حالات میں لکھا ہے کہ آپ قطب وقت، خراسان میں بڑے باوقعت اور علم طریقت وشریعت کے ماہر تھے، آپ کے ہم عصر اہل طریقت کا قول ہے کہ دنیا میں تین مرد ہیں: نیشاپور میں عثمان (ابو عثمان حیری، بغداد میں جنید، شام میں ابو عبداللہ جلاء) عبداللہ ابن محمد رازی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جنید، رویم، یوسف بن حسین، محمد بن فضل، ابوعلی مجرجانی وغیرہ کو دیکھا؛ لیکن حضرت عثمان (ابوعثمان) حیری کو سب سے زائد خداشناس پایا۔ آپ ہی کی ذات سے خراسان میں تصوف کا چرچا ہوا ہے۔ حضرت یحیٰی بن معاذ، حضرت شجاع کرمانی، ابوحفص عمر حداد آپ کے شیوخ طریقت ہیں۔

(تذکرۃ الاولیاء)

احمد بن ابی خالد

یہ ادب وکتابت میں بہت نامور، نہایت نیک مخلص اور دانش مند شامی غلام تھا، جس قدر خلیفہ مامون خیر خواہ تھا، اسی قدر رعایا کا ہمدرد تھا، تاریخ اس کا صرف ایک عیب دکھاتی ہے اور وہ یہ کہ کھانے کا سخت حریص تھا۔ ۲۱۱ھ میں اس نے وفات پائی اور مامون خود اس کے جنازہ میں شریک ہوا، دعا کی اور دفن کے بعد اس کی تعریف کی۔ (تاریخ امت)

حافظ ابن تیمیہ

شیخ تقی الدین ابوالعباس احمد بن شہاب الدین عبدالحلیم بن مجد الدین عبدالسلام ابن عبداللہ بن ابی القاسم، مولود ماہ ربیع الاول ۶۶۱ھ مشہور حافظ وناقد حدیث، صاحب تصانیفِ کثیرہ، عابد وزاہد ہیں، دمشق اور مصر میں عرصہ تک درس حدیث میں مشغول رہے۔ بارہا آپ کا امتحان لیا گیا اور طرح طرح کی اذیتیں پہنچائی گئیں۔ مصر، قاہرہ، اسکندریہ، دمشق کے قلعوں میں آپ کو قید رکھا گیا، آپ نے ۲۰/ ذیقعدہ ۷۲۸ھ میں قید خانہ میں ہی وفات پائی۔ اور اب آپ اپنے بھائی شرف الدین عبداللہ کے پہلو میں آرام فرما ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ ص ۲۷۸/۴)

ابوالنضر سالم

ابوالنضر سالم بن ابی امیہ مولیٰ عمرو بن عبید اللہ تیمی متوفی ۱۲۹ھ۔ ثقاتِ تابعین اور جلیل القدر علماء میں ہیں، اکابر ائمہ دین نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔ تمام صحاح کی کتابوں میں ان سے احادیث مروی ہیں۔ سفیان بن عیینہ ان کے فضل وعقل اور عبادت کی بہت تعریف کرتے تھے۔ (ہدیۃ المز جا۲ ص:۵۳)

شیخ ابوحفص عمر حدّاد

صاحب تذکرۃ الاولیاء نے ان کے حالات میں لکھا ہے کہ آپ قطب عالم شیخ اکرم تھے۔ حضرت ابوعثمان حیری آپ کے مرید ہیں۔ حضرت شاہ شجاع کرمانی آپ کی ملاقات کو آئے اور آپ کے ہمراہ بغداد جاکر مشائخ کاملین کی ملاقات سے بہرہ اندوز ہوئے۔ حضرت جنید بغدادی، حضرت شبلی، حضرت جحش، ابوتراب بخشی آپکا بہت اکرام کرتے تھے۔ آپ ایک دینار روز کماتے تھے اور درویشوں کو دیدیا کرتے تھے، یا بیوہ عورتوں کے گھر میں پھینک آتے، اسطرح کہ کسی کو معلوم نہ ہو کہ دینار کون پھینک گیا۔ حضرت عبداللہ سلمی نے وصیت کی تھی کہ میرا سر حضرت ابوحفص کے قدموں پر رکھنا، آپ نے ۲۷۰ھ میں وفات پائی۔ (تذکرۃ الاولیاء)

ابوذر غفاریؓ

جندب بن جنادہ متوفی ۳۲ھ جلیل القدر صحابی ہیں، متقی اور زاہد تھے۔ ضرورت سے زائد مال جمع کرنے کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ الغفار قبیلہ بنوغفار کی طرف منسوب ہے۔

اشعب

۹ھ میں حضرت عثمانؓ کے غلام تھے اور حسن قرأت اور عمدگی آواز میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے، مگر حرص ولالچ میں ضرب المثل تھے اور نکتہ آفرینی وحاضر جوابی میں یکتائے روزگار تھے۔ ایک مرتبہ کسی نے ان سے کہا کہ تم نے کبھی میرے احسان کا شکریہ ادا نہیں کیا، انھوں نے جواب دیا کہ تیرا احسان ثواب کی نیت نہ رکھنے والے کی طرف سے تھا اس لیے ناشکرے کے پاس پہنچا، کہا جاتا ہے کہ آپ نے کل ۱۵۴ سال کی عمر پائی۔

ابوسعید

ابوسعید بغدادی، آپکو لسان التصوف کہا جاتا ہے، کیوں کہ آپ نے تصوف میں چار سو کتابیں لکھی ہیں، آپ نے

ذوالنون مصری کو دیکھا ہے اور بشر حافی کی صحبت میں رہے ہیں، پانچویں صدی ہجری کے اواخر میں آپ کا انتقال ہوا۔

امام شعبی (ابو عمرو بن شرحبیل)

الشعبی ۔ ابو عمر بن شراحبیل، جلیل القدر تابعی اور مشہور محدث ہیں، ان کو پانچ سو صحابہ کی زیارت کا شرف حاصل ہے، عاصم کہتے ہیں کہ کوفہ، بصرہ، حجاز میں شعبی سے زیادہ کوئی عالم نہ تھا، خود فرمایا کرتے تھے کہ بیس سال سے آج تک کوئی روایت کسی محدث سے ایسی نہیں سنی جس کا مجھے علم نہ ہو۔ صحابہ کے سامنے درس دیتے تھے اور صحابہ بھی شریک درس ہوتے تھے۔ آپ ہی نے سب سے پہلے امام اعظمؒ کی غیر معمولی صلاحیتوں کا اندازہ کر کے ان کو علم حاصل کرنے کا شوق دلایا تھا اور امام صاحبؒ برسوں ان کے حلقۂ درس میں شریک رہے۔ آپ ۱۷ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۰۳ھ میں وفات پائی۔ وقیل وُلد فی خلافة عمر سنہ ۲۰ھ ومات سنہ ۱۰٤ھ۔

ابن عساکر

ابن عساکر: ابوالقاسم علی بن ہبۃ اللہ بن عبداللہ بن الحسین بن عساکر الشافعی ۔ اعلیٰ درجہ کے محدث اور تاریخی شخص ہیں، آپ کی وفات ۵۷۱ھ میں ہوئی۔ اپنے استاذوں سے ۱۳۰۰ روایت رکھتے ہیں، ان کی انتہائی ذکاوت وفطانت کی وجہ سے اہل بغداد ان کو "شعلۂ نار" کہا کرتے تھے۔ ان کی تاریخِ دمشق اسی جلدوں میں ہے، جس کے دیکھنے سے تعجب ہوتا ہے کہ ایک شخص نے اس کو کیوں کر تصنیف کیا۔

انس بن مالکؓ

انس بن مالک بن نضر انصاری خزرجی، رسول اللہ صلی اللہ کے خادم مشہور ومعروف صحابی ہیں، ہجرت کے پہلے ہی سال ان کی والدہ محترمہ ام سُلیمؓ ان کو ساتھ لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یہ بچہ حضورؐ کی خدمت کرے گا۔

اس وقت یہ آٹھ یا نو یا دس برس کے تھے۔ چناں چہ آپ نے دس سال حضورؐ کی خدمت کی ہے۔ ایک دفعہ ان کی والدہ محترمہ خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ اپنے چھوٹے خادم انس کے لیے دعا فرمایئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللّٰھم اکثر مالهٗ وولدهٗ وأدخله فی الجنة ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اسی دعا کا نتیجہ ہے کہ میری صلب سے سو سے زائد اولادیں پیدا ہو چکیں اور میرے باغات سال میں دو بار پھل لاتے ہیں۔ اور تیسری بات دخولِ جنت کی مجھے باری تعالیٰ سے امید ہے۔ حضرت انسؓ کے پاس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک موئے مبارک تھا، آپ نے وصیت کی

تھی کہ وفات کے بعد اس کو میرے منہ میں رکھ دیا جائے، چناں چہ ایسا ہی کیا گیا، آپ نے فاروق اعظمؓ کے زمانہ سے بصرہ میں بود و باش اختیار فرمائی اور وہیں ۹۰ھ یا ۹۱ھ یا ۹۲ھ میں وفات پائی اور بصرہ کے باہر دفن ہوئے۔ حضرت انسؓ کی روایات کی تعداد ۲۲۸۶ ہے، جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بعد تمام اصحاب سے زائد ہے۔

ابو دلامہ

ابو دلامہ۔ زند بن الجون، حبشی غلام لیکن انتہائی فصیح زبان اور عہد بنی عباس کے با کمال شعراء میں سے تھا، فصاحت و بلاغت، جزالتِ شعر، بدیہہ گوئی میں اپنے ہم عصر شعراء میں نمایاں مقام رکھتا تھا اور شراب کے ذکر و وصف میں بے نظیر تھا۔ کتاب میں مذکور قصہ اس کی بداہت گوئی کا ایک نمونہ ہے، بعض لوگوں نے اس کا نام زید بتایا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے، چناں چہ ابن خلکان اور خطیب بغدادی دونوں زند لکھتے ہیں۔ اس کی وفات ۱۶۱ھ میں ہوئی ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ ہارون الرشید کے تخت نشین ہونے یعنی ۱۷۰ھ تک زندہ رہا ہے؛ لیکن پہلی روایت ہی صحیح ہے۔

ابن الاعرابی

ابن الاعرابی: ابو عبد اللہ محمد بن زیاد کوفی ۱۵۰ھ یا ۱۵۲ھ میں پیدا ہوئے اور عنفوان شباب میں تحصیل علم کا شوق پیدا ہوا تو ابو معاویہ ضریر، مفضل ضبی کسائی وغیرہ کی خدمت میں تلمذ کے لیے حاضر ہوئے، ان کا حافظہ خدا داد تھا، فطری ذہین تھے، طبیعت کے نقاد تھے، تھوڑی محنت سے چند دن میں اپنے معاصرین سے بھی بڑھ گئے پھر پڑھانے کی طرف متوجہ ہوئے۔ ابراہیم حربی، ابن السکیت، ابو العباس ثعلب ابو عکرمہ وغیرہ ان کے شرفِ تلمذ سے بہرہ اندوز ہوئے۔ تقریباً سو شاگردوں کو کتاب کی طرف رجوع کیے بغیر پڑھاتے تھے، اور ان کے سوالوں کے جواب بے دھڑک دیتے تھے، فضل شعرانی کا قول ہے کہ زمانۂ سابق میں ایک فن کے سردار گذر گئے۔ سفیان ثوری حدیث میں سردار تھے، ابو حنیفہ قیاس میں، کسائی قرأت میں، لیکن اس زمانہ میں ابن الاعرابی سے بڑا کوئی سردار نہیں وہ کلام عرب کے سردار ہیں۔ کتاب النوادر، کتاب الانواع، کتاب النبات، کتاب صفۃ الخیل وغیرہ انھیں کی تصانیف ہیں۔ آپ نے ۲۳۲ھ میں وفات پائی۔

ابو عثمان مازنی

ابو عثمان المازنی بکر بن محمد بن بقیہ عدوی بصری انتہائی بزرگ متقی و پرہیز گار اور اپنے وقت کے امام تھے، علم صرف کو سب سے پہلے آپ ہی نے مدوّن کیا، اس سے پہلے یہ علمِ نحو میں پیوست تھا، یزیدی آپ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے، قاضی بکار بن قتیبہ فرماتے ہیں کہ علم نحو میں سیبویہ کے بعد مازنی سے بڑھ کر کوئی نہ تھا، عقیدۃً مرجیہ کی طرف مائل تھے، بہت شاندار مقرر تھے، کسی کو ان سے مناظرہ کی تاب نہ تھی۔ ایک دفعہ ان سے اہل علم کی بابت دریافت کیا گیا تو انھوں

نے جواب دیا: "اصحاب القرآن فیهم تخلیط وضعف واهل الحدیث فیهم خشو ورقاعه والشعراء فیهم هوج والنحاق فیهم ثقل وفی رواة الاخبار علل النحو کتاب الالف واللام۔" کتاب التعریف، کتاب الدیباج، کتاب مایلحن فیه العامة انھیں کی تصانیف ہیں، جو ایک سے ایک عمدہ ہے۔ مازنی نے ۲۴۷ھ یا ۲۴۸ھ میں وفات پائی۔

ابوالقاسم حریری

الحریری: ابوالقاسم بن علی بن محمد بن عثمان بصری، شہر بصرہ کے قریب مشان کے اندر ۴۴۶ھ میں پیدا ہوئے، نہایت ذکی، ہوشیار، نازک خیال، فصاحت و بلاغت میں یکتائے روزگار، علم لغت، امثال نحو، معانی، بیان، بدیع میں اونچا مقام رکھتے تھے۔ مقامات حریری اس کا کھلا ہوا ثبوت ہے، اس کے علاوہ درۃ الغواص فی اوہام الخواص، ملحۃ العرب وغیرہ بھی آپ نے زیر قلم کی ہیں، آپ کی وفات ۵۱۶ھ میں ہوئی ہے۔

ابو کبشہ

ابو کبشہ: عمرو بن سعد (یا سعید بن عمر یا عامر بن سعد) الانماری نزیل شام صحابی ہیں رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر سے روایت رکھتے ہیں اور ان سے سالم بن ابی الجعد اور نعیم بن زیاد وغیرہ روایت کرنے والے ہیں۔

ابو عبدالرحمٰن نسائی

النسائی: ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی۔ آپ کی ولادت خراسان میں ۲۱۵ھ میں ہوئی، آپ علماء محدثین میں سے تھے، آپ کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے بے انتہا قوتِ حافظہ عطا فرمایا تھا اور آپ کو پڑھنے لکھنے کا بچپن ہی سے بہت شوق تھا، چناں چہ آپ نے ابتدائی تعلیم تو خراسان ہی میں حاصل کی؛ لیکن جسے علم کی پیاس لگ جائے تو کوئی تریاق کام نہیں کرتا، چناں چہ طلبِ علم کی خاطر آپ نے حجاز، عراق، مصر، شام، جزیرہ و دیگر مقامات کا سفر کیا اور وہاں کے شیوخ سے احادیث اخذ کیں۔ آپ نے کئی ایک کتابیں تصنیف کیں جن میں مشہور تر سنن المجتبیٰ ہے۔ آپ نے ۳۰۳ھ میں دارِ فانی سے رحلت فرمائی۔

ابوالحسن بن حمزہ (کسائی)

الکسائی: ابوالحسن بن حمزہ اسدی کوفہ کے رہنے والے تھے۔ آپ ہارون الرشید کے اساتذہ میں سے ہیں، آپ کا فنِ قرأت میں بہت بلند مقام ہے اور یہی نہیں آپ علم نحو کے بھی امام تھے۔ امام شافعیؒ کا قول ہے جو شخص علم نحو میں مہارتِ تامہ حاصل کرنا چاہے وہ کسائی کی اتباع کرے۔ آپ فنِ قرأت میں حمزہ زیات کے شاگرد ہیں۔ کسائی، سیبویہ، یزیدی،

ابو یوسف، محمد میں اکثر مناظرے ہوتے رہتے تھے، ایک مرتبہ حضرت امام محمدؒ نے کہا کہ جو شخص سجدۂ سہو میں سہو کرے اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ آیا اس کو دوبارہ سجدہ کرنا چاہئے یا نہیں۔ کسائی نے کہا، نہیں۔ امام محمد نے پوچھا: کیوں؟ کسائی نے جواب دیا کہ نحویوں کا مذہب ہے اَلْمُصَغَّر لَا یُصَغَّر یعنی جب صیغہ کی تصغیر کر لی جائے تو دوبارہ اس کی تصغیر نہیں ہوتی۔ خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں نقل کیا ہے کہ یہ واقعہ امام محمد اور امام زفر کا ہے۔ جب ہارون نے خراسان کا ارادہ کیا تو کسائی اور محمد مقام ربونیہ میں جو علاقہ رَی میں سے ہے ان کے ہمراہ تھے، ان دونوں حضرات کی حیات وفا نہ کرسکی۔ اور ۱۸۳ھ اور بقول انباری ۱۸۲ھ میں اسی جگہ انتقال کر گئے، جس پر ہارون نے حسرت بھرے لہجہ میں کہا، آج میں نے فقہ اور لغت کو مقام رے میں دفن کیا۔

ابو سعید اصمعی

الاصمعی: ابو سعید، عبد الملک، جاحظ کی طرح یہ بھی بدصورتی میں مشہور تھے، مگر ادب و لغت اور حفظ دواوین عرب میں آپ کا کوئی ثانی نہ تھا، خود آپ کا ارشاد ہے کہ مجھے سولہ ہزار اشعار حفظ ہیں، ہارون الرشید آپ کو سلطان الشعراء کے لقب سے یاد کرتا تھا۔ اخفش فرماتے ہیں کہ اصمعی و خلف سے بڑھ کر کسی کو اشعار حفظ نہ تھے؛ لیکن اصمعی نحوی بھی تھا، اس لیے اس کا علم خلف سے بڑھا ہوا تھا، ابو حاتم سختیانی، صفانی، عبد الرحمٰن بن عبد اللہ، ابو الفضل ریاشی، احمد ترمی وغیرہ آپ کے تلامذہ ہیں۔ ایک دن ایک شخص نے آپ کی مجلس میں کہا کہ زمانہ خراب ہو گیا ہے، تو آپ نے بلا تکلف یہ شعر کہا:

إنّ الجدیدین فی طول اختلافهما لا یفسدان ولکن یفسد النّاسُ

آپ نے تقریباً اسی سال کی عمر پائی ہے اور ۲۱۵ھ میں یا ۲۱۶ھ میں وفات پائی۔

امرؤ القیس

امرؤ القیس بن حجر بن الحارث کندی، شعراء جاہلیت میں سے ایک مشہور شاعر ہے، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے تقریباً چالیس سال پہلے گذرا ہے، اس کا شمار ان شعراء میں ہوتا ہے، جن کے اشعار خانۂ کعبہ پر معلق کئے جاتے تھے، عاشق مزاج ہونے میں اس کا کوئی ثانی نہیں تھا، اسی وجہ سے اس کا لقب ملک ضلیل ہو گیا تھا، اپنی چچا زاد بہن عنیزہ پر عاشق ہو گیا تھا، جس کا واقعہ اپنے مشہور معلقہ قفانبك الخ میں بیان کیا ہے۔ دنیاء ادب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ شعراءِ عرب میں سے کوئی امرؤ القیس سے آگے نہ نکل سکا۔ نہج البلاغۃ میں حضرتِ علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ شعراء عرب میں امرؤ القیس سے بڑا کوئی شاعر پیدا ہی نہیں ہوا۔

ابن سیرین

ابن سیرین۔ ابوبکر محمد بن سرین۔ ان کے والد سیرین ''جراجریا'' عراق کے باشندے تھے اور اسی ''عین التمر'' کے معرکہ میں حضرت خالدؓ بن ولید کے ہاتھ گرفتار ہوئے اور کسی کو تقسیم کر دیئے گئے بعد میں انس بن مالکؓ کی غلامی میں آئے جنھوں نے بیس ہزار درہم پر مکاتبت کر کے آزاد کر دیا۔ ابن سیرین کی والدہ صفیہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی باندی تھیں؛ لیکن اس شان کی جب ان کے نکاح کا وقت آیا تو تین ازواج مطہرات نے ان کی مشاطگی کا کام انجام دیا اور اٹھارہ بدری صحابۂ کرام جن میں ابی بن کعبؓ بھی تھے تقریب میں شامل ہوئے، سیرین کثیر الاولاد تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ صرف امہات الاولاد سے ان کے تیس لڑکے تھے؛ لیکن محمد حضرت صفیہ کے بطن سے ۳۳ھ میں پیدا ہوئے، محمد بن سیرین فارس میں مدت تک حضرت انسؓ بن مالک کے ساتھ کاتب کی حیثیت سے رہے اور اس تقریب سے ان کو حضرت انسؓ سے علمی استفادہ کا بہت کافی موقع ملا۔ علاوہ ازیں حضرت ابو ہریرہؓ ابن عمرؓ عمران بن حصینؓ جیسے جلیل القدر صحابہ کے فیض صحبت سے مشرف ہوئے، جن کی وجہ سے آپ علم کے پیکر ہو گئے تھے۔ علمی کمالات اور زہد و ورع کے ساتھ ابن سیرین بہترین معبر خواب کی حیثیت سے عوام وخواص میں زیادہ شہرت رکھتے ہیں۔ اس فن میں کمال کی وجہ سے وہ خود بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت یوسفؑ کو خواب میں دیکھا اور درخواست کی کہ مجھ کو خواب کی تعبیر سکھا دیجئے، آپ نے فرمایا: منہ کھولو، میں نے منہ کھولا۔ آپ نے اس میں لعاب دہن ڈال دیا، اس واقعہ کے بعد سے میں خواب کی تعبیر بیان کرنے لگا، آپ ماہِ شوال ۱۱۰ھ میں فوت ہوئے۔

ابن طاؤس

ابن طاؤس: ابو محمد عبداللہ بن طاؤس بن کیسان الیمانی الانباری نیک اور صالح لوگوں میں سے ہیں۔ آپ کا انتقال ۱۳۲ھ میں ہوا، آپ کے والد طاؤس بلند پایہ کے محدث اور فقیہ ہیں، جن کی وفات ۱۰۶ھ میں ہے۔

ابو عمرو اسحاق شیبانی

الشیبانی: ابو عمرو اسحٰق بن مرزا، آپ کی ولادت ۱۹۶ھ میں ہوئی، علم لغت اور فن شعر میں اپنے وقت کے امام تھے، ابو عبید، یعقوب بن سکیت، امام احمد بن حنبل جیسے بلند پایہ حضرات آپ کے تلامذہ میں سے تھے، آپ نے بہت سی کتابیں زیر قلم کی ہیں، جن میں مشہور تر کتاب ''النوادر الکبیر'' ہے۔ آپ اپنے ہاتھوں سے قرآن کریم تحریر کرتے تھے۔ تقریباً اسی قرآن پاک آپ نے لکھا ہے، آپ کی اس دار فانی سے رحلت ۲۰۶ھ میں ہوئی۔ آپ قریب قریب ایک سو دس سال باحیات رہے۔

ابوالفرج علی بن حسن اصبہانی

صاحب الاغانی: ابوالفرج علی بن حسین اصبہانی ماہر انساب، صاحب تاریخ اور مشہور ادیب ہیں، کتاب الدرایات، کتاب ایام العرب، کتاب التعدیل والانتصاف وغیرہ سب آپ ہی کی تصانیف ہیں۔ اور اغانی جیسی مایۂ ناز کتاب بھی آپ ہی کی ہے، جس کے بارے میں اہلِ علم کا اتفاق ہے کہ لم یعمل فی بابه مثله، اس کتاب کی تالیف میں آپ نے پچاس سال صرف کئے ہیں، یہی وہ کتاب ہے جس کے صلہ میں آپ نے سیف الدولہ سے ایک ہزار اشرفیوں کا انعام پایا تھا، صاحب ابن عباد کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ ان کے ساتھ سفر میں بھی برائے مطالعہ کتب ادبیہ کا اتنا عظیم ذخیرہ ہوتا تھا کہ تیس اونٹوں پر لادا جاتا تھا؛ لیکن جب ان کے پاس الاغانی پہنچی تو سفر میں صرف یہی کتاب ہوتی تھی۔

ابوالدرداء

ابوالدرداء، انصاری خزرجی مشہور عظیم الشان صحابی ہیں، آپ کے نام اور ولدیت میں اختلاف ہے، لیکن عامر ابن قیس زیادہ مشہور ہے، مگر بہ نسبت نام کے ان کی کنیت مشہور تر ہے۔

ان کے والد کا نام بعض قیس، بعض ثعلبہ، بعض عامر، بعض مالک، بعض زید اور بعض عبداللہ کہتے ہیں۔ بعض اہلِ علم کہتے ہیں کہ صحابہ کا علم جن چھ جلیل القدر صحابہ میں منحصر ہو گیا تھا ان میں سے ایک ابوالدرداء بھی ہیں، ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ علیہ وسلم نے آپ کو حکیم امت کا لقب دیا ہے۔ حضرت معاویہؓ نے حضرت عمرؓ کے زمانہ میں آپ کو دمشق کا قاضی مقرر کر دیا تھا، دمشق ہی میں آخر خلافت حضرت عثمان غنیؓ میں غالباً ۳۲ھ میں وفات پائی۔ ان سے ۱۷۰ احادیث مروی ہیں، جن میں سے تیرہ حدیثیں صحیحین میں ہیں۔

ابراہیم بن ادہم

ابراہیم بن ادہم بن منصور بن اسحٰق بلخی۔ آپ مشہور و معروف عابد و زاہد بزرگ تھے۔ آپ کی پیدائش مکہ کے راستہ میں ہوئی۔ آپ کی والدہ محترمہ نے آپ کو گود میں لے کر طواف کیا اور یہ دعا کی "ادعو لابنی ان یجعله الله صالحاً" علامہ مروزی نے لکھا ہے کہ آپ امام ابوحنیفہؒ کی صحبت میں رہے اور ان سے روایتِ حدیث بھی کی۔ امام صاحب نے آپ کو نصیحت فرمائی تھی کہ تمہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے عبادت کی تو بہت کچھ توفیق بخشی ہے۔ اس لیے علم کا بھی اہتمام کرنا چاہئے کیونکہ وہ عبادت کی اصل ہے اور اسی پر تمام کاموں کا مدار ہے۔ آپ ۱۶۱ھ میں کسی غزوہ کے لیے جا رہے تھے راستہ ہی میں انتقال ہو گیا اور بلادِ روم کے کسی جزیرہ میں دفن کئے گئے۔

ابو جعفر ہارون بن معتصم واثق

الواثق: ابو جعفر ہارون بن معتصم ابن ہارون الرشید، یہ ایک رومی کنیز قراطیس کے بطن سے تھا ۱۹۶ھ میں مکہ کے راستہ میں اس کی ولادت ہوئی تھی۔ معتصم کی وفات کے روز یوم پنج شنبہ ۸/ ربیع الاول ۲۲۷ھ کو اس کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی اور اس کا لقب واثق باللہ رکھا گیا، اس کی عمر کا چھتیسواں سال تھا کہ مرض استسقاء میں مبتلا ہوا اور ۱۶/ ذوالحجہ ۲۳۲ھ کو اس دار فانی سے کوچ کر گیا، مدتِ خلافت پانچ سال نو ماہ گیارہ دن رہی۔

حضرت ابو ہریرہ

ابو ہریرہ: مشہور صحابی ہیں، رضی اللہ عنہ۔ آپ کے نام میں تقریباً ۳۰ قول ہیں۔ صحیح قول یہ ہے کہ آپ کا نام عبدالرحمٰن ابن صخر ہے، ابو ہریرہ آپ کی کنیت ہے۔ ایک مرتبہ آپ بلی کے بچے کو آستین میں لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا اے عبدالرحمن آستین میں کیا لیے ہو؟ تو انھوں نے فرمایا: بلی کا بچہ اور دکھلا دیا، اسی وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپکو خطاب دیا ابو ہریرہ۔ ہریرہ بلی کے بچے کو کہتے ہیں۔ اب بمعنی والا، بلی کے بچے والے۔ زمانۂ جاہلیت میں آپ کا نام عبد شمس تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نام بدل کر عبدالرحمٰن رکھا تھا۔ امام شافعیؒ کا کہنا ہے کہ آپ کے زمانہ میں آپ سے زیادہ حافظِ حدیث کوئی نہ تھا۔ آپ نے ۷۸ سال کی عمر میں ۵۷ھ یا ۵۹ھ میں وفات پائی اور بقیع میں دفن کر دیے گئے۔

ابن اسد مصری

ابن اسد مصری ظریف وخوش طبع شاعر تھا، شیخ صلاح الدین نے بیان کیا ہے کہ میں نے اس سے قاہرہ میں بارہا ملاقات کی ہے اور اس کے اشعار سنے ہیں، اس نے شاشاتِ خلیج، زوائد، نوادر امثال وغیرہ میں کتابیں بھی لکھی ہیں، جو قاہرہ میں موجود ہیں۔ ۳۲۷ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

اسامہ بن زید

اسامۃ بن زید بن حارثہ، ابو زید کلبی تنوخی مشہور ومعروف صحابی ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلقاء کی طرف ایک دستہ کا امیر بنا کر روانہ کیا تھا، اس وقت آپ کی عمر ۲۰ سال سے بھی کم تھی۔ پچھتر سال کی عمر میں ۵۴ھ میں اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے۔

ابو محمد عبداللہ

ابو محمد عبداللہ محمد بن عاصم انصاری کا لقب ہے۔شعر گوئی میں انتہائی عروج پر تھا؛ لیکن نہایت ہی بے مروت خبیث الافعال اور بد اخلاق تھا۔اس کا انتقال ۷۱۹ھ میں ہوا ہے۔

ابن الاثیر مجد الدین

ابن الاثیر۔مجد الدین لقب، ابو السعادات کنیت، مبارک نام، والد کا نام اور کنیت ابو الکرم ہے۔ابن الاثیر سے پکارے جاتے تھے۔آپ ۵۴۲ھ میں جزیرہ ابن عامر میں پیدا ہوئے اور یہیں پلے بڑھے۔بڑے بڑے ائمہ کرام سے علم نحو، علم حدیث اور دوسرے بہت سے علوم حاصل کئے اس کے بعد آپ شہرِ موصل چلے گئے اور ایک زمانہ تک شاہ مجاہد الدین قائماز کی خدمت میں رہتے رہے، اس کے بعد عز الدین مسعود کا قرب حاصل ہوا اور اس کی وفات کے بعد اس کے صاحبزادے نور الدین ارسلان شاہ کے یہاں آپ کو ایک خاص مقام حاصل ہوا، آخر زندگی میں کسی عارض کی وجہ سے معذور ہو گئے تھے، اس لیے آپ تمام عہدوں سے دست بردار ہو کر خلوت گزیں ہو گئے اور اسی دوران ''النہایہ'' چار جلدوں میں لکھی ہے، اس کے علاوہ آپ کی مشہور کتاب جامع الاصول دس اجزاء میں ہے۔۶۰۶ھ میں آپ نے وفات پائی۔

ابن قتیبہ

ابن قتیبہ: ابو محمد عبداللہ بن سلمہ بن قتیبہ دینوری۔۲۱۳ھ میں پیدا ہوئے، فضل و علم میں درجۂ عروج کو پہونچے ہوئے ہیں اور صاحبِ تصانیف بھی ہیں، چناں چہ ادب الکاتب، کتاب الجراثیم وغیرہ مختلف کتابیں لکھی ہیں۔آپ کی وفات ۲۷۰ھ میں ہوئی۔

ابو عثمان عمرو بن بحر

ابو عثمان عمرو بن بحر بن محبوب الجاحظ الاصفہانی۔امام الادباء، صاحب القلم ۲۵۵ھ میں وفات پائی۔عقیدۃً معتزلی تھا، فرقۂ جاحظیہ اسی کی طرف منسوب ہے، امام جاحظ اگر چہ بدصورتی میں ضرب المثل ہے اور کسی نے یہاں تک کہہ دیا ہے ؎

لو یمسخ الخنزیر مسخاً ثانیا ÷ ماکان الا دون مسخ الجاحظ

نیز خلیفہ متوکل علی اللہ نے جب اس کو اپنی اولاد کی تعلیم کے لیے بلایا تو اس کی بدصورتی سے نہایت منقبض ہوا اور دس ہزار درہم دے کر واپس کر دیا، مگر اللہ تعالیٰ نے دولتِ علم سے بھی ایسا نوازا تھا کہ فضل و کمال میں ان کی مثال نہ تھی۔کتاب الحیوان، کتاب المرجان، کتاب البیان والتبیین وغیرہ اس کا کھلا ہوا ثبوت ہے۔

ارسطو

ارسطو: ارسطاطالیس کا مخفف ہے، ارسطاطالیس نیقو ماخیا غوری کا لڑکا ہے، نیقو ماخوش کا ترجمہ ''قاہر الخصوم'' اور ارسطاطالیس کا ترجمہ ''تام الفضیلۃ'' ہے۔ ارسطو افلاطون کا شاگرد ہے اور وہ فیثا غورث کا، اور وہ اصحاب سلیمان بن داؤد علیہما السلام کا۔ ارسطو کو سترہ سال کی عمر میں اس کے باپ نے افلاطون کے پاس چھوڑ دیا تھا، چناں چہ یہ تقریباً بیس سال تک افلاطون کے پاس رہا اور اس سے علم حاصل کرتا رہا۔ حتّی صار حکیماً مبرزاً یشتغل علیه. افلاطون کی توجہ اپنے تلامذہ میں سب سے زیادہ ارسطو ہی کی طرف رہتی تھی اور وہ اس کو ''عاقل'' کے لقب سے پکارتا تھا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ ارسطو اپنے سب ساتھیوں پر فائق رہا۔ کہا جاتا ہے کہ فلسفۂ یونان ارسطو ہی پر ختم ہو گیا۔ ارسطو سے مختلف لوگوں نے علم حاصل کیا مگر اس کے تلامذہ میں سب سے زیادہ فلسفہ حاصل کرنے والا اسکندریہ ہے جس نے ارسطو کے یہاں پانچ سال تعلیم پائی ہے۔ ارسطو نے ایک سو سے زائد کتابیں لکھی ہیں۔ کتاب المناظر، کتاب الخطوط، کتاب الخیل، سمع الکیان، کتاب السماء والعالم، کتاب الاثار العلویہ، کتاب الحیوان، کتاب النبات، کتاب النفس، کتاب الحس والمحسوس، کتاب الشباب والهرم وغیرہ اسی کی ہیں، کتاب النفس ایک نسخہ کسی کے ہاتھ لگا، جس کا حکیم ابو نصر فارابی نے سو مرتبہ مطالعہ کیا تھا اور اس پر حکیم موصوف کی یہ عبارت تحریر تھی "إنی قرأت هذا الکتاب مأة مرة۔"

ابوایوب انصاریؓ

ابوایوب۔ خالد بن زید بن کلیب انصاری خزرجی مشہور صحابی ہیں، عقبہ ثانیہ میں حاضرِ خدمت ہو کر اسلام لائے، بدر اور تمام غزوات میں شریک رہے، ہجرت کے وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ہی کے گھر قیام فرمایا تھا، تمام کتبِ صحاح میں آپ سے احادیث مروی ہیں اور آپ کی مرویات پچاس حدیثیں ہیں، کوفہ جاتے وقت حضرت علیؓ نے آپ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا تھا، آپ کی وفات ۵۱ھ یا ۵۲ھ میں ہوئی۔

ایاس

ایاس: آپ کی کنیت ابوواثلہ ہے۔ باپ کا نام معاویہ ہے۔ قبیلہ مزینہ مضر سے تعلق رکھنے کی وجہ سے نسبتاً مزنی کہلاتے تھے، منِ جانب عمر بن عبدالعزیز قاضی بصرہ تھے، نہایت کثیر التکلم تھے، ان کی کثرت کلامی ہی کی وجہ سے عبداللہ بن شبرمہ ضبی نے کہا تھا کہ ہم دونوں آپس میں متفق نہیں ہو سکتے، اس لیے کہ آپ خاموش رہنا نہیں چاہتے اور میں سننا نہیں چاہتا، انتہائی حاضر جواب تھے، ایک بار ان سے کسی نے کہا کہ سوائے اس کے کہ آپ میں اپنے قول کے متعلق خود بینی وعجب کثیر کے علاوہ کوئی عجیب نہیں ہے، انھوں نے پوچھا بتاؤ میری بات تمہیں تعجب خیز معلوم ہوئی ہے؟ لوگوں نے کہا: ہاں تو انھوں

نے کہا: فَاَنَا احق بِاَن اعجب بما اقول وبما یکون منی منکم۔ نیز آپ زود فہم ہونے میں بے نظیر اور ضرب المثل ہیں۔ توفی ۱۲۲ھ وھو ابن ست وسبعین۔

ابن المدینی

ابن المدینی ابوالحسن علی بن عبد اللہ بن جعفر المدینی البصری التوفی ۲۳۴ھ سرتاج ائمۂ حدیث ہیں۔ آپ نے علم حدیث میں دوسو کے قریب کتابیں تصنیف کیں، بڑے بڑے علماء آپ کے حلقۂ درس میں شرکت فرماتے، جن کو آپ حدیث کا املا کراتے تھے، قال البخاری: "ما استغفرت نفسی عند احد قط الا عند علی ابن المدینی"

ابن الکلبی

ابونصر محمد بن السائب بن بشیر۔ علم تفسیر اور علم نسب میں اپنے زمانے کے امام گذرے ہیں۔ ۱۴۶ھ میں کوفہ میں وفات پائی۔

اوس بن حارثہ

اوس بن حارثہ بن لام الطائی ابوبجیر عربوں میں ایک سخی، جری شخص تھا، وفات ۶۰۰ء میں ہوئی۔

ابن ہبیرہ

ابن ہبیرہ عمرو الفزاری متوفی ۱۰۲ھ مسلمہ بن عبد الملک کے بعد ہشام کی جانب سے عراق کا امیر تھا، کچھ دن کے بعد کسی ناراضگی کی وجہ سے اس کو معزول کر کے خالد بن عبد اللہ قسری کو اس کی جگہ مقرر کر دیا تھا، خالد ایک روز اچانک کوفہ آیا اس وقت ابن ہبیرہ نماز جمعہ کی تیاری میں مصروف تھا، ڈاڑھی میں کنگھا کر رہا تھا خالد کو دیکھ کر ابن ہبیرہ نے کہا: قیامت بھی اسی طرح دفعۃً آئے گی، اس کے بعد خالد نے اس کو پکڑ کر بیڑئیں پہنا دیں اور قید خانہ میں ڈال دیا۔ ابن ہبیرہ کے غلاموں نے ایک خفیہ سرنگ کھود کر ابن ہبیرہ کو قید خانہ سے نکال لیا۔

ابن شہاب زہری

الزہری: ابوبکر محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن شہاب بن عبد اللہ ابن الحارث بن زہرہ بن کلاب بن مرّۃ قرشی، مدنی حجاز اور شام کے کبار علماء میں سے ہیں جن کی جلالتِ شان پر اہل علم کا اتفاق ہے۔ بقول خلیفہ ۱۵ھ میں وفات پائی۔

ابوبکر ازہر بن سعد

ابوبکر: ازہر بن سعد باہلی محدث کا لقب ہے، ۱۱۱ھ میں پیدا ہوئے ۲۰۳ھ میں وفات پائی۔

ابن حمید

ابن حمید۔ابوعثمان سعید بغدادی متوفی ۲۶۱ھ۔صاحب انتصاف العرب من العجم۔

امام اعمش

اعمش،ابومحمد سلیمان بن مہران تابعی کوفی ہیں، ۶۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۴۷ھ میں وفات پائی۔

ابوعمروابن العلا

ابوعمروابن علاء۔آپ کی ولادت ۶۸ھ میں ہوئی، آپ انتہائی خوش الحان تھے، اورفن قرأت سے خصوصی لگاؤ رکھتے تھے، آپ کا شمار قراءسبعہ میں ہوتا ہے۔اور قرأت کے ساتھ ساتھ لغت وعربیت میں بھی آپ کا بہت بلند مقام ہے۔

ابن المغازل

ابن المغازل۔علامہ مسعودی نے بیان کیا ہے کہ یہ بغداد میں ایک پرمزاج وظریف الطبع شخص تھا، نہایت ہوشیار اور خداداد عقل کا مالک تھا، جس کو بہت سے چٹکلے اور کہانیاں یاد تھیں، جو بھی کوئی اسے سنتا وہ ہنسے بغیر نہ رہتا اور قسم قسم کے افسانے سنا کر ہنساتا رہتا تھا۔اس کی ولادت منصور کے دورِ خلافت میں ہوئی اور قرنِ ثالث کے آخر میں یعنی تقریباً ۲۹۸ھ میں انتقال کرگیا۔

ابن حمامہ

ابن حمامہ۔ایک بدو تھا جس کو شعروشاعری سے بڑی دلچسپی تھی حتیٰ کہ اسی پر اپنا گذر بسر کرتا تھا، قرنِ ثانی کے آخر میں دارِ فانی سے دارِ آخرت کو رحلت فرمائی۔

ابوحازم

ابوحازم کنیت، سلمہ نام، اعرج لقب، والدہ کا نام دینار تھا، نسلاً عجمی، اور فارس کے باشندے تھے، مگر فضل وکمال میں یکتائے روزگار تھے۔حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ "سلمہ" واعظ مدینہ کے عالم اور شیخ تھے۔علامہ نووی فرماتے ہیں کہ ان کی ثقاہت وجلالت پر سب کا اتفاق ہے، انھوں نے صحابۂ کرام میں حضرت سہل بن سعد الساعدیؓ سے اور غیر صحابہ میں ابوامامہ، سعید بن المسیب، عامر بن عبداللہ، عبداللہ بن ابی قتادہ وغیرہم سے حدیث روایت کی ہے، عالم باکمال ہونے کے باوجود کھجوروں کی تجارت کرکے معاش حاصل کرتے تھے۔منصور کے دورخلافت میں ۱۴۰ھ میں آپ نے رحلت فرمائی۔

(ب)

شوذب خارجی

اس کا نام بسطام ہے اور شوذب لقب ہے، نہایت فسادی شخص تھا، جب مسلمہ بن عبدالملک کوفہ آیا تو اہل کوفہ نے اس سے شوذب کی شکایت کی، مسلمہ نے مشہور شہسوار سعید بن عمرو حرشی کو دس ہزار سپاہیوں کے ساتھ شوذب کے پاس بھیجا۔ اس وقت وہ اپنے مکان میں تھا۔ لشکر کی اس کثیر تعداد کو دیکھ کر شوذب گھبرا گیا اور اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ جو شخص متمنی شہادت ہے سو اس کے لیے شہادت کا موقع آپہنچا اور جو دنیا کا خواہش مند ہے، سو یاد رہے کہ دنیا ختم ہو چکی۔ غرض یہ کہ سعید بن عمرو کے لشکر نے شوذب کو اور اس کے اصحاب کو پیس کر رکھ دیا۔ (تاریخ کامل ص: ۱۶۷/۴)

بشّار

بشار۔ ابوالعاذ بن برد، مولود ۹۵ھ، متوفی ۱۶۸ھ دولتِ عباسیہ واموِیہ کا مشہور مخضرمی شاعر ہے، مادر زاد نابینا تھا، اس کی آنکھ کی پتلیاں ابھری ہوئی تھیں اور ان پر سخت گوشت چڑھا ہوا تھا۔ فکان اقبح الناس عمی۔ کلام منثور، مزدوج، مسجع اور اشعار میں تفنن، توسع، تصرف، ابداع ہر صنف میں مہارتِ تامہ رکھتا تھا۔

بہرام گور

بہرام جور۔ شاہانِ فارس میں سے پانچواں بادشاہ ہے، جو انتہائی ذکی، نہایت دلیر بڑا بہادر اور صاحبِ دبدبہ تھا۔ گور خر کے شکار کا بہت شوقین تھا اس لیے اس کا لقب جور ہو گیا، اپنے والد کے بعد ۴۲۵ء میں تخت نشین ہوا اور اکیس سال تک حکومت کی۔ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہندوستان تک آیا تھا اور کسی راجہ نے اپنی لڑکی کے ساتھ اس کی شادی بھی کی تھی۔

بوران

بوران، حسن بن سہل کی صاحبزادی کا نام ہے، جو مامون الرشید کے نکاح میں تھی، کچھ لوگوں نے اس کا نام خدیجہ کہا ہے۔ اور بوران لقب ہے، پہلا قول زیادہ مشہور ہے۔ مامون کے بعد اسّی سال کی عمر میں ۲۷۱ھ میں وفات پائی۔

☆☆☆

(ت)

تقی الدین ابن تیمیہ

تقی الدین ابن تیمیہ: شیخ تقی الدین ابوالعباس احمد بن شہاب الدین۔ عبدالحلیم بن مجد الدین عبدالسلام ابن عبداللہ بن ابی قاسم۔ مولود ماہ ربیع الاول ۶۶۱ھ مشہور حافظ وناقدِ حدیث صاحب تصانیفِ کثیرہ، عابد وزاہد ہیں۔ وفات ۲۰/ ذیقعدہ ۷۲۸ھ میں قید خانہ میں ہوئی۔

(ج)

جعفر طیار

جعفر طیار بن ابی طالب ہاشمی مشہور جلیل القدر صحابی، حضور انورؐ کے محبوب چچازاد بھائی حضرت علیؓ کے برادر بزرگ، صاحب فضائل کثیرہ اور قدیم الاسلام ہیں۔ (دیکھو الہدیۃ المز جا ۱ ص:۲۲)

جنید بغدادی

شیخ وقت، عارف طریقت ابوالقاسم جنید بن محمد قواریری متوفی ۲۹۷ھ مشہور عابد وزاہد ہیں، سب سے پہلے لوگوں کو علم اشارہ سے آپ ہی نے واقف کیا، آپ حضرت سری سقطیؒ کے بھانجے اور مرید ہیں، کسی نے حضرت سری سقطیؒ سے پوچھا: کیا مرید کا مرتبہ پیر سے زائد بھی ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، آگاہ رہو کہ جنید گو میرا مرید ہے مگر مرتبہ میں مجھ سے زائد ہے۔

جحدر بن ربیعہ

جحدر بن ربیعہ یا مجی... بن معاویہ محرزی بہت بڑا ڈاکو تھا۔ ولید بن عبدالملک کے دورِ خلافت میں یمن میں قافلوں کو لوٹتا تھا؛ لیکن زبان آوری اور بہادری میں یگانہ تھا، حجاج نے اس کو قید کر لیا تھا؛ لیکن جب اس کی دلیری دیکھی تو رہا کر دیا اور یمامہ کا والی بنا دیا۔

جالینوس

جالینوس: حکیم مشہور یونانی فلسفی ہے جو حضرت عیسیٰ کے دو سال بعد اور حکیم بقراط کے چھ سو سال بعد اور اسکندر کے پانچ سو سال بعد ہوا ہے۔ (طبقات الامم) بمقام برغامس پیدا ہوا اور یہیں نشو ونما پائی۔ اس کے والد نے اولاً اس کو علم ہندسہ، علم

حساب، علم ریاضی کی تعلیم دی۔ اس وقت اس کی عمر پندرہ سال تھی، بعدہ علم منطق، علم فلسفہ پڑھایا۔ اس کے بعد اس کے والد نے ایک خواب دیکھا جس میں تعلیم طب کی طرف اشارہ تھا، اس لیے سترہ سال کی عمر میں جالینوس کو ایک معلم کے پاس چھوڑ دیا گیا، جس نے کامل التفات کے ساتھ علم طب کی تعلیم دی۔ جالینوس نے پوری جدوجہد کے ساتھ علم طب حاصل کیا، اس کی گہرائیوں کو پہونچا اور اتنی مہارت حاصل کی کہ سر آمد روزگار ہو گیا، ابن اصیبعہ کہتے ہیں کہ علم طب جالینوس پر ختم ہو گیا۔ علامہ صاعد نے ابوالحسن علی بن حسین مسعودی کا قول نقل کیا ہے کہ ارسطاطالیس کے بعد بقراط اور جالینوس سے زیادہ علم طب کا جاننے والا کوئی نہیں ہوا۔ جالینوس نے اپنی تصنیفات میں حکماء سوفسطائین، شعاولیس، اراسطراارطیس، لوقس، بولیس وغیرہم کی غلطیوں پر جابجا تنبیہ اور جرح صیحہ کے ساتھ رد کیا ہے۔ جالینوس نے سیتیموس ساویروس کے زمانہ میں وفات پائی ہے۔

جابر بن عبداللہ

جابر بن عبداللہ: ابن عمر بن حرام ابوعبداللہ الانصاری الخزرجی السلمی مشہور صحابی ہیں اور صحابی زادے ہیں رضی اللہ عنہما۔ غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں آپ کی شرکت مختلف فیہ ہے، باقی دس غزوات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے، اخیر عمر میں آپ کی بینائی جاتی رہی، چورانوے سال کی عمر میں آپ دنیا سے تشریف لے گئے، مدینہ کے اندر صحابہ میں سب سے بعد میں آپ ہی کا انتقال ہوا۔

جعفر بن یحییٰ

جعفر بن یحییٰ: ابوالفضل برمکی ہارون الرشید کا وزیر تھا، انتہائی ذکی وذہین، فصیح وبلیغ، جود وسخا کا پیکر تھا، ۱۸۷ھ میں بغداد میں قتل کر دیا گیا۔

جریر شاعر

جریر: ابوحزرہ بن عطیہ تمیمی مولود ۴۲ھ متوفی ۱۱۰ھ مشہور اسلامی شاعر ہے، فرزدق اور اخطل کا ہم عصر ہے جریر اور فرزدق کی باہمی نوک جھونک مشہور ہے، لیکن اہل ادب کے نزدیک جریر فرزدق سے اشعر ہے۔ ایک اعرابی سے دریافت کیا گیا ان میں زیادہ شاعر کون ہے۔ اس نے کہا قصر شعر تین چیزوں پر مبنی ہے۔ فخر، مدیحہ، ہجاء جریر تینوں میں غالب ہے۔

(ح)

حرث بن کلدہ

حرث بن کلدہ بن حلاج بن ابی سلمہ بن عبدالعزیز بن غیرہ بن عوف بن ثقیف، جاہلی دور کا مشہور طبیب ہے، اس کا

نظریہ تھا کہ ہر مرض کی دوا بھوکا رہنا ہے۔ حضور صلعم نے حضرت سعد بنو وقاص کے علاج کے لیے بلایا تو اس نے شراب تمر دوا تجویز کی، ومن اشعارہ ؎

وَامَّا إذَا اسْتَغنيتم فَعَدُوُّكُمْ — وَأُدْعى إذَا نَابَتْ عَلَيْكُمْ نَوائِبُهُ
فَإنْ يَّكُ خَيْرٌ فَالْبَعِيْدُ يَنَالُهُ — وَإنْ يَّكُ شَرٌّ فَابْنُ عَمِكَ قَارِبُهُ

(معجم الشعراء ص:۲۷ او منجد ص:۲/۱۵۶)

حماد بن زید

حماد بن زید ۱۷۹ھ امام کبیر، محدثؒ شہیر امام اعظم کے شاگرد رشید ہیں، ابن مہدی کا قول ہے کہ اپنے زمانہ میں ائمۃ الناس چار تھے، سفیان ثوری کوفہ میں، اوزاعی شام میں اور حماد بن زید بصرہ میں، خالد بن خداش کا قول ہے کہ حماد عقلاء اور ذوی الالباب میں سے تھے۔ یزید بن زریع نے ان کی موت پر کہا کہ سید المسلمین کی موت ہو گئی۔ (تہذیب ص ۳/۹ و جواہر ج ۱ ص:۲۳۱ او ج ۱ ص ۲۲۵)

حکیم بن حزام

حکیم بن حزام بن خویلد قریشی صحابی حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے ہیں، اصحاب فیل کے واقعہ سے تیرہ سال قبل پیدا ہوئے اور ایک سو بیس برس کی عمر میں ۵۴ھ میں یا اس کے بعد مدینہ منورہ میں وفات پائی، ایام جاہلیت اور اسلام میں معززین قریش میں سمجھے جاتے تھے، نہایت عاقل، سخی اور نسب کے بڑے واقف کار تھے۔ (الہدایۃ المز جا ۃ ص:۳۲)

حسن بصری

ابو سعید ابن ابی الحسن یسار۔ پیدائش ۲۱ھ میں ہوئی اور وادی القری میں نشو ونما پائی اور ۱۱۰ھ میں بصرہ میں انتقال فرما گئے، ان کے جمیع اوصاف ابن سعد نے ایک سطر میں جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ فرماتے ہیں: كان عالماً رفيعاً ثقة حجة ماموناً عابداً ناسكاً كثير العلم فصيحاً جميلاً وسيماً. آپ عالم عالی مرتبہ، قابل اعتماد حجت، نیک سیرت، عبادت گذار، وافر العلم، فصیح، خوبصورت اور خوش رو تھے۔ آپ علوم ظاہریہ کے علاوہ علوم باطنیہ سے بھی بھرپور تھے۔ یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے نامور اربابِ تصوف نے بھی آپ کا اسم گرامی جلی عنوان سے تحریر کیا ہے۔ حضرت فضیل بن عیاض فرماتے ہیں کہ آپ نے ۱۳۰ صحابہ سے ملاقات کی ہے۔

حیص بیص

حیص بیص ابو الفوارس شہاب الدین سعید بن محمد بن سعد بن صیفی تمیمی متوفی ۵۷۴ھ فصیح و بلیغ شاعر ہونے کے ساتھ

ساتھ ایک بہترین شافعی فقیہ بھی تھے۔ مقام رَی میں قاضی محمد بن عبدالکریم الوازن کے پاس اس نے فقہ حاصل کیا تھا مگر طبیعت پر شعروشاعری غالب تھی۔

حجّاج بن یوسف

الحجاج، مشہور ومعروف ظالم شخصیت کا نام ہے، اس کی کنیت ابومحمد اور والد کا نام یوسف بن الحکم ہے۔ اس کی ولادت ۴۵ھ میں یا اس کے کچھ بعد ہوئی، عبدالملک بن مروان کی جانب سے عراق اور خراسان کا گورنر تھا، عبدالملک کے انتقال کے بعد جب ولید بن عبدالملک ولی عہد ہوا تو اس نے بھی اس کو مذکورہ بالا عہدہ پر برقرار رکھا، حجاج کی ستم رسانی وخونریزی کے واقعات دنیا کے عجائبات میں سے ہیں، تواریخ سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے ایک لاکھ بیس ہزار مسلمانوں کو اپنی حکومت کے دوران ظلماً قتل کرایا ہے، لڑائیوں کے مقتولین ان کے علاوہ ہیں، حجاج خود کہا کرتا تھا کہ میرے نزدیک لذیذ ترین شے خونریزی، قتل وغارتگری ہے۔ اس نے صحابۂ کرامؓ پر جو ظلم توڑے اس کا ادنیٰ نمونہ یہ ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن زبیر کو شہید کرایا۔ حرم مکہ میں کشت وخون کیا، خانۂ کعبہ پر منجنیق سے گولہ باری کی جس کے سبب حرم شریف کے پردے جل گئے۔ سب سے اخیر میں جن بزرگ کو اس نے شہید کیا، وہ سعید بن جبیر یعنی ابن عباسؓ کے شاگرد رشید تھے۔ حجاج کے پیٹ میں سخت تکلیف ہوتی تھی، عارضہ کی تشخیص میں آراء کا اختلاف ہوا، ایک ماہر طبیب نے کہا پیٹ میں کیڑے پڑ گئے ہیں، چناں چہ ایک دھاگہ میں گوشت کا ٹکڑا باندھ کر اس کے حلق میں ڈالا اور دیر تک یوں ہی رکھا، پھر اس کو نکالا تو اس میں سیکڑوں کیڑے لپٹے ہوئے تھے، حجاج تو غضب خداوندی میں مبتلا تھا، اس کو کوئی دوا کیونکر مفید ہوتی، اس کی حالت یہ تھی کہ اس کے قریب آگ جلائی جاتی تھی، تو کچھ سکون ہوتا تھا، مگر اس کو درد سے آگ کی حرارت کا بالکل احساس نہ ہوتا تھا، یہ مظالم توڑنے کا ثمرہ تھا جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے مخلوقات کو دکھا دیا ؎

ہر آن کز ستم خنجر برکشید ÷ فلک ہم بداں خنجرش سر برید

حجاج نے حضرت حسن بصریؒ کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ دعاء فرمائیں، آپ نے جواب دیا کہ میں نے منع کیا تھا کہ اولیاء اللہ سادات کو نہ ستا، تو نے احتراز کیا نہیں، یہ اسی کا ثمرہ ہے۔ حجاج نے کہلا بھیجا کہ آپ صحت کی دعا نہ کیجئے میری یہ آرزو بھی نہیں ہے، آپ یہ دعا کر دیجئے کہ اللہ جلد سے جلد موت دے دے، تاکہ اس عذاب سے نجات ملے، حسن بصری یہ سن کر بہت رو دئے۔ حجاج پندرہ روز تک اسی حالت میں رہا اور شہر واسط میں جو ۸۴ھ میں اسی نے آباد کیا تھا، ۵۴ سال کی عمر میں ۹۵ھ میں مر گیا۔ جب اس کے مرنے کی کیفیت حضرت حسن بصریؒ کو پہنچی تو آپ نے سجدۂ شکر ادا کیا۔ لوگوں نے اس کی قبر کو زمین کے برابر کر کے اس پر پانی بہا دیا تاکہ پتہ نہ لگے۔

حسّان بن ثابتؓ

حسان بن ثابت بن المنذر ۔عبدالرحمٰن انصاری قبیلۂ خزرج کے باشندے تھے، دورِ جاہلیت اور اسلام دونوں میں آپ کا شمار مشہور شعراءِ عرب میں ہوتا ہے اور آپ دربار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شاعر تھے، کافروں اور مشرکوں کی جانب سے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرامؓ کی شان میں بذریعۂ اشعار برا بھلا، نکتہ چینی اور عیب جوئی کیا کرتے تھے، ان کا جواب آپ دربار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عوام کے سامنے اشعار میں دیتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے بہت ہی معقول جواب دیا اور حضورؐ کو اتنا پسند آیا کہ آپؐ نے دعا فرمائی "اللّٰهم ايده القدس" یعنی اے اللہ! آپ حسان کی تائید بذریعۂ جبرئیل علیہ السلام فرما، حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے واسطے مسجد میں منبر رکھوا دیتے تھے، جس پر آپ کھڑے ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدحیہ قصائد پڑھتے تھے، آپ کو جہاد میں جانے کا بے انتہا شوق تھا؛ لیکن ایک بیماری کی وجہ سے آپ میں شجاعت نہیں رہی تھی، جس کی وجہ سے آپ کسی بھی جنگ میں شریک نہ ہو سکے۔ آخر عمر میں آپ نابینا ہو گئے تھے، آپ کی وفات ۵۴ھ اور ۵۰ھ کے درمیان ہوئی۔ آپ کی اور آپ کے آباء واجداد سبھی کی عمریں تقریباً ایک سو بیس سال کی تھیں۔ شیخ عبدالقادر قرشی نے کتاب الجامع میں لکھا ہے کہ صحابۂ کرام میں فقط دو آدمی ایسے ہیں، جنھوں نے ساٹھ سال جاہلیت کے پائے، اور ساٹھ سال اسلام کے اور دونوں کی وفات مدینہ منورہ میں ۵۴ھ میں ہوئی ایک حکیم بن حزام اور ایک حسان بن ثابت۔

حکم بن عمرو بن المجدع

الحکم بن عمرو بن المجدع صحابی ہیں، رضی اللہ عنہ، بصرہ میں رہتے تھے، زیاد بن سمیہ نے ان کو خراسان میں اپنا نائب مقرر کیا تھا، اصح قول کے مطابق ۵۰ھ میں مقام مرو میں اللہ کو پیارے ہو گئے، ان کو حکم بن اقرع بھی کہتے ہیں۔

حسین بن علی

الحسین بن علی بن ابی طالب، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آنکھوں کی ٹھنڈک، جگر گوشۂ فاطمہؓ۔ آپ کی ولادت شعبان ۴ھ میں ہوئی، چھ سال تک حضور اکرم صلی اللہ کی زیر نگرانی تربیت پاتے رہے، اس کے بعد والدہ ماجدہ کے سات رہے، آپ نے کبھی کوئی غیر شرعی چیز کا استعمال نہیں کیا، ابتداء ہی سے بہت بھولے بھالے اور نڈر تھے جواں مردی، بہادری اور سخاوت آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ آپ انتہائی بزرگ عابد وزاہد اور خدمتِ خلق اور بہت زیادہ حج کرنے والے تھے۔ آپ کے فضائل، مناقب میں بہت سی احادیث مروی ہیں، آپ کی شہادت بقولِ اصح بروز جمعہ یا ہفتہ یوم عاشوراء ۱۰ محرم الحرام ۶۱ھ میں واقع ہوئی۔

حافظ ذہبی

الحافظ الذہبی۔ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد بن قایماز دمشقی ۶۷۳ھ میں پیدا ہوئے اور بہت بڑے محدث اور مؤرخ تھے۔ فنِ رجال میں مہارتِ کاملہ رکھتے تھے۔ یوں تو آپ کی تمام تصانیف علمی شاہکار ہیں؛ لیکن تاریخ النبلاء ۲۰ جلد، تاریخ اسلام ۲۰ جلد، مختصر تاریخ ابن عساکر دس جلد، طبقات الحفاظ، الدول الاسلامیہ خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہیں۔ آپ نے ۷۴۸ھ میں وفات پائی۔

حاتم طائی

الحاتم الطائی۔ ابوسفانہ ابن عبداللہ بن سعد، مذہباً نصرانی تھا؛ لیکن سخاوت میں اپنی مثال آپ تھا، مہمان نوازی، قیدیوں کی رہائی، غمزدوں کی غم خواری، عہد و پیمان کی پاس داری اس کا مشغلہ اور فطری چیز تھی۔

حسن بن سہل

الحسن بن سہل ابومحمد سرخسی، مامون رشید کے وزیر تھے ۲۸۲ھ میں وفات پائی۔
بوران، حسن بن سہل کی صاحبزادی کا نام ہے، جو مامون الرشید کے نکاح میں تھی، کچھ لوگوں نے اس کا نام خدیجہ کہا ہے۔ اور بوران لقب ہے، پہلا قول زیادہ مشہور ہے۔ مامون کے بعد اسّی سال کی عمر میں ۲۷۱ھ میں وفات پائی۔

حطیئہ

الحُطیئۃ تصغیر کے ساتھ۔ اس جگہ ابوملیکہ جرول ابن اوس ابن مالک شاعر کا لقب ہے، جو فصاحت و بلاغت میں بہت بلند مقام رکھتا تھا۔ اپنے وقت کا زبردست شاعر تھا، لیکن بڑا کمینہ، رذیل وگھٹیا، بدمعاش اور بدخلق تھا، اسلام قبول کرنے کے بعد مرتد ہو گیا تھا۔ ایک دن اس کے خیال میں آیا کہ کسی کی برائی بیان کرے مگر باتفاق اس دن کوئی ملا نہیں، تو اپنے دل ہی میں کہنے لگا ؎

ابت شفتای الیوم الا تکلما ÷ بشر فما ادری لمن انا قائلہ

کچھ دیر کے بعد پانی کے چشمہ پر پہونچا اور اس میں چہرہ دیکھا تو اس نے اپنی ہی ہجو میں یہ شعر کہا ؎

اری لی وجھاً قبّح اللہ خلقہ ÷ فقبح من وجہ حاملہ

مرضِ وفات میں اس سے کہا گیا کہ کچھ وصیت کر جا، اس نے کہا میرا سارا مال میری اولاد کے لیے ہے، لوگوں نے کہا کہ اللہ نے اس کا حکم نہیں کیا، اس نے برجستہ کہا میں تو حکم کر رہا ہوں۔

حیات بن شریح

حیوۃ بن شریح ابن صفوان بن مالک ابوزرعہ مشہور زاہد و عابد، فقیہ اور مستجاب الدعوات تھے، امام احمد ابن معین، ابن یونس وغیرہ نے آپ کو ثقہ راوی کہا ہے۔ ابن وضاح نے بیان کیا ہے کہ ایک شخص طواف کرتے ہوئے دعا کر رہا تھا کہ اے اللہ مجھے قرض کے بوجھ سے سبک دوش کردے، اس نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا وہ کہہ رہا ہے کہ اگر تو قرض سے چھٹکارا چاہتا ہے تو حیوۃ ابن شریح کے پاس جا، وہ تیرے لیے دعا کرے گا، یہ شخص بروز جمعہ عصر کے بعد اسکندریہ آیا اور آپ کے پاس قیام پذیر ہوا، اس نے دیکھا کہ آپ کے اردگرد جو کنکریاں وغیرہ تھیں سب اشرفیوں میں تبدیل ہوگئیں، چناں چہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے شخص خدا سے ڈر اور جتنا تجھ پر قرض ہے اتنی ہی اشرفیاں اٹھالے، وہ شخص کہتا ہے میں نے تین سو اشرفیاں لے لی اور قرض سے بری ہوگیا۔

(خ)

خلیل ابن احمد

یہ غالباً خلیل بن احمد فراہیدی ازدی مشہور نحوی اور امام لغت وادب ہیں، ولادت ۱۰۰ھ میں اور وفات ۱۶۰ھ میں ہوئی، علم کی بابت ان سے بہت سے اقوال منقول ہیں، انھیں کا قول ہے: "كثّر من العلم لتعرف وتقلل منه لتحفظ" وقال أيضا: "واجعل تعليمك دراسة لعلمك واجعل مناظرة المتعلم تنبيهاً لك على ماليس عندك."

(د)

داؤد بن یزید

داؤد بن یزید بن حاتم بن قبیصہ بن المہلب بن ابی صفرہ، خلیفہ ہارون رشید نے محمد بن زہیر ازدی کو معزول کرکے داؤد کو مصر کا والی بنادیا تھا۔ داؤد ۱۷۴ھ میں مصر آیا اور لوگوں کو خیر وصلاح کے ساتھ مطمئن کردیا، اس کی وفات ۲۰۵ھ میں ہوئی۔

(ر)

رویم

ان کی کنیت ابوالحسن ہے اور نام رویم والد کا نام یزید ہے۔ آپ عالم بالقرآن، واقف اسرار ومشائخ کبار میں سے تھے۔

حضرت عبداللہ حفیف آپ سے وصیت کے طالب ہوئے، آپ نے فرمایا اللہ کی راہ میں جان نثار کردے، اگر یہ نہ ہوسکے تو اقوال صوفیہ پر عمل نہ کر۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک بار دوپہر کو بغداد کے بازار میں مجھے پیاس معلوم ہوئی۔ ایک گھر سے پانی مانگا۔ لڑکا پانی لایا میں نے پی لیا، اس نے کہا دیکھو صوفی نے دن میں پانی پی لیا، اس روز سے میں نے کبھی دن میں پانی نہیں پیا۔ آپ نے عین شباب میں ۳۰۲ھ میں وفات پائی (تذکرۃ الاولیا، دہامش الکامل ص: ۶/۱۵۳)

رقبہ بن مصقلہ

رقبۃ بن مصقلۃ عبدی کوفی، آپ انتہائی خوش طبع، ثقہ اور امانت دار تھے۔ آپ کی وفات ۲۲۹ھ میں ہوئی۔

ربیع الفضل

الربیع۔ ابوالفضل بن یونس بن ابی فروۃ کیسان اطفار، حد درجہ ذکی۔ فصیح و بلیغ، نافذ قانون، حساب میں مہارت تامہ رکھتا تھا۔ شروع شروع میں منصور کے یہاں دربان تھا، پھر ابوایوب مرزبانی کے عہدۂ وزارت پر آ گیا تھا۔ ۱۷۰ھ میں زہر دیکر مارا گیا۔

(ز)

زیاد

ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے اور نام زیاد، والد کا نام عبدالرحمن ہے اور شبطون کے ساتھ مشہور ہیں۔ صاحب نفح الطیب نے کہا کہ اندلس میں سب سے پہلے امام مالک کے مذہب کو انھوں نے داخل کیا ہے، اس سے قبل اہلِ اندلس مذہبِ اوزاعی کے متبع تھے۔ امیر ہشام نے ان کو قرطبہ کا قاضی بنانا چاہا تو یہ جان بچا کر بھاگ گئے۔ امیر ہشام نے کہا کاش تمام لوگ زیاد کی طرح ہوتے۔ ان کی وفات ۲۰۴ھ یا ۱۹۳ھ یا ۱۹۴ھ یا ۱۹۵ھ میں ہوئی ہے۔

(دائرۃ المعارف، انسائیکلوپیڈیا ص ۹/۳۱۲)

زر بن حبیش

زر بن حبیش ابوحریم اسدی کوفی عراق کے مشہور قاری حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اصحاب میں سے ہیں، آپ کی ساٹھ سالہ زندگی جاہلیت میں گذری اور ساٹھ ہی سال آپ نے اسلام کے دور میں گذارے۔

زیاد بن سمیّہ

زیاد بن سمیہ۔ شیعۂ علیؓ میں سے تھے اور ان کی طرف سے فارس کے گورنر مقرر تھے۔ ۴۴ھ میں امیر معاویہؓ نے ان کو

اپنے خاندان میں شامل کرلیا تھا، اس لیے کہ بعض لوگوں نے یہ بیان کیا کہ زیاد کی والدہ سمیہ کے ساتھ ابوسفیان نے زمانۂ جاہلیت میں نکاح کیا تھا اور یہ انھیں کے بیٹے ہیں، اس وقت سے زیاد بن ابی سفیان کہے جانے لگے۔ مگر اکثر لوگ اس نسبت کو تسلیم نہیں کرتے ۔ ۴۹ھ میں امیر معاویہؓ نے زیاد کو بصرہ کا گورنر بنادیا اور ۵۱ھ میں مغیرہ بن شعبہؓ کی وفات کے بعد کوفہ کا بھی گورنر بنادیا۔ ان کی وفات ۵۳ھ میں مرض طاعون کی وجہ سے ہوگئی۔

زبیدہ زوجۂ ہارون رشید

زبیدہ۔ امیر المؤمنین ہارون الرشید کی زوجہ تھیں اور جعفر بن منصور کی صاحبزادی تھیں، بہت نیک خصلت ومشہور پارسا بی بی تھیں۔

(س)

سالم ابن دارہ شاعر

اس کا نام سالم ہے، اور باپ کا نام مسافر (مسافع) دارہ اس کی ماں کا نام ہے، جو قبیلہ بنی اسد سے تھی، دارہ چوں کہ بہت جمیلہ تھی اس لیے دارۃ القمر سے تشبیہ دیکر اس کا نام دارہ رکھ دیا گیا۔ سالم بن مسافر اسی کی طرف منسوب ہے۔ ابن دارہ عدی بن حاتم کا بڑا مداح تھا۔ ایک مرتبہ اس نے عدی کی تعریف کی ؎

نحن قلوصی فی معد وانما ÷ تلاقی الربیع فی دیار بنی ثعل

وابقی اللیالی من عدی بن حاتم ÷ حساما کلون الملح مثل من الخلل

ابوک جواد لا یشق غباره ÷ وانت جواد ماتغدر بالعلل

فان تتقوا شرا فمثلکم فعل ÷ وان تفعلوا خیراً فمثلکم فعل

عدی نے کہا بس بس میرے پاس صرف ایک ہزار صائنہ، دو ہزار درہم، تین غلام اور ایک گھوڑا ہے۔ اس سے زیادہ مال نہیں ہے۔ دارہ عنی الکمیت بن معروف فی قولہ ؎

خذو العقل ان اعطاکم العقل قومکم ÷ وکونوا کمن سیم الهوان فاربعا

ولا تکثروا فیه الضجاج فانهٔ ÷ محا السیف ما قال ابن دارة اجمعا

ابن دارہ نے کسی موقع پر ثابت بن رافع فزاری کی ہجو میں یہ شعر کہہ دیا:

لا تأننَ فزاریا خلوت بـه ÷ علیٰ قلوصك واکتبها باسیار

ثابت بن رافع نے غیظ وغضب میں زمیل بن عبد مناف کے ہاتھوں اسے قتل کرادیا۔ (الشعر والشعراء لابن قتیبہ ص ۱۴۹)

سفیان ثوری

سفیان الثوری، ابوعبداللہ بن سعید کوفی مولود ۷۷ھ متوفی ۱۶۱ھ مشہور ائمہ مجتہدین میں سے ہیں جن کی دین داری، زہد وورع مجمع علیہ ہے۔

سلیمان بن عبدالملک

سلیمان بن عبدالملک۔ اس کی ولادت ۵۴ھ میں ہوئی۔ یہ ولید بن عبدالملک کا بھائی ہے، جب ولید کا انتقال ہوا تو یہ رملہ میں تھا، جمادی الثانیہ ۹۶ھ میں اس کے ہاتھ پر بیعتِ خلافت ہوئی۔ اور خلافت کو اس طرح انجام دیا کہ ولید کے جانے کے بعد حکومت میں خلا محسوس نہیں ہوا۔ بروز جمعہ ۲۱/ صفر ۹۹ھ میں قنسرین کے قریب مقامِ وابق میں جاں بحق ہوگیا۔ اس وقت اس کی عمر پینتالیس سال تھی۔ ایامِ خلافت دو سال آٹھ ماہ پانچ روز ہیں۔

سعید بن مسلم بن قتیبہ

سعید بن مسلم بن قتیبہ ابوعمر باہلی بصری۔ آپ امیر عادل، عالمِ حدیث اور عربی کے ماہر تھے۔ آپ کی وفات ۲۰۸ھ میں ہوئی۔

سکندر

الاسکندر ابن فیلفوس المقدونی الرومی یونانی حکمرانوں میں سے ایک مشہور بادشاہ تھا، جو بلادِ کثیرہ وممالکِ بعیدہ کو فتح کرتا ہوا اقصیٰ ہند واوائل حدود چین وترک تک پہنچ گیا تھا، اس کی حکومت شرق وغرب دونوں جانبوں کو محیط تھی، اسی لیے اس کو ذوالقرنین کہا جاتا ہے۔ اس نے داریوش، دارا ابن بہمن بن اسفندیار بن بشتاسف بن لہراسف کو قتل کرنے سے چھ سال قبل اور قتل کے چھ سال بعد بارہ سال تک حکومت کی ہے اور ۳۵/ بادشاہوں کو قتل کیا ہے، بارہ شہر تعمیر کئے ہیں، ہراۃ، مرو (بلادِ خراسان میں) سمرقند (بلادِ صغد میں) اسکندریہ (بلادِ قبط میں) اسی کے آباد کئے ہوئے ہیں، جب یہ ہندوستان سے بابل کی طرف واپس ہوا تو راستہ میں کسی نے زہر دیکر ختم کردیا (وقیل ان بعض خدامہ اصابہ بسہم) اس کے انتقال کے بعد بطلیموس بن لافوس، اریداوس، انطبوخوس، سلوقوس چاروں نے اس کے ملک کو چوتھائی (۱/۴) میں تقسیم کردیا۔

سفیان بن عیینہ

سفیان بن عیینہ۔ ابومحمد بن عمران۔ مشہور محدث فقیہ حافظ آٹھویں طبقہ کے کبار واعیان میں سے تھے۔ ۱۵/ شعبان

۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے، چار سال کی عمر میں قرآن پاک پڑھ لیا۔ والد ماجد کے ساتھ مکہ معظمہ تشریف لے گئے، ۲۰ سال کی عمر میں کوفہ آئے اور امام اعظمؒ سے حدیث اور فقہ حاصل کیا۔ فرمایا کرتے تھے کہ امام صاحب نے ہی پہلے مجھے محدث بنایا۔ امام شافعیؒ کا قول ہے کہ اگر آپ اور امام مالک نہ ہوتے تو حجاز سے علم چلا جاتا۔ آپ نے اپنی عمر میں ستر حج کئے۔ آخری حج کے موقع پر فرمایا کہ ہر مرتبہ دعا کرتا رہا کہ بار الٰہا: یہ حاضری آخری حاضری نہ ہو جائے، لیکن اب اتنی دفعہ سوال کے بعد سوال کرنے سے شرم آ رہی ہے۔ چناں چہ اسی سال (۱۹۸ھ) میں وفات ہوگئی۔

(ش)

شمردل

شمردل بن شریک بن عبد یربوعی شعراء دولت امویہ میں سے ہیں اور جریر وفرزدق کے ہم عصر ہیں۔ وفات ۱۰۷ھ میں ہوئی۔

شریح بن الحارس

شریح بن الحارس بن قیس کندی ابوامیہ کبار تابعین میں سے ہیں اور مشہور قاضی ہیں۔ حضرت عمرؓ نے ان کو کوفہ کا قاضی بنایا تھا۔ چناں چہ آپ پچھتر سال تک امور قضا کو انجام دیتے رہے۔ آپ نے بعمر ایک سو سال یا ایک سو آٹھ یا ایک سو بیس سال ۷۶ھ یا ۷۸ھ یا ۸۰ھ میں وفات پائی۔

(ص)

صلاح الدین صفوی

الصفوی، صلاح الدین ابوالصفا خلیل بن ایبک متوفی ۷۶۴ھ اپنے وقت کے مشہور عالم تھے، التنبہ علی التشبیہ کتاب اعیان المصر فی اعیان المصر فی اعوان النصر۔ جناح الجناس وغیرہ انھیں کی ہیں۔

صعصعہ بن ناجیہ

صعصعۃ بن ناجیہ۔ صحابی ہیں۔ رضی اللہ عنہ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کرنے کے بعد کہا: یا رسول اللہ! میں نیز مانۂ جاہلیت میں کچھ اچھے کام کئے ہیں، کیا مجھے ان کا اجر ملے گا؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: کیا کیا کام کئے ہیں؟ انھوں نے کہا تین سو بچیوں کو ایک ایک اونٹ اور دو دو اونٹنیوں کے عوض خرید کر زندہ کیا ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا: "هذا من باب البر ولك اجرهٗ اذ مَنَّ اللّٰه عليك بالاسلام"

وفيه يقول الفرزدق مفتخراً ؎

ومنا الذی منع الوائدا ÷ تِ واحيا الوئيد فلم يؤد

(ط)

طاشتکین

طاشتکین عراقی امیر حاج متوفی ۶۰۲ھ کا لقب مجیر الدین ہے، اس نے اپنی زندگی میں ۲۶ حج کیے ہیں، نہایت بہادر، سخی، بردبار اور کم گو شخص تھا، ایک ایک ہفتہ گذر جاتا تھا کسی سے بات نہیں کرتا تھا، ایک مرتبہ کسی نے اس سے استغاثہ کیا، اس نے بات نہیں کی، اس نے کہا: خدا نے حضرت موسیٰ سے بات کی ہے، اُس نے کہا: تو موسیٰ نہیں نہ، اس نے کہا: تو خدا نہیں ہے، پھر طاشتکین نے اُس کی فریادرسی کی۔ (شذرات الذہب، ج۵-ص:۸۰)

طویس مغنّی

یہ ایک مشہور ڈوم اور گویا تھا، یہ انتہائی بدصورت، ڈیل ڈول کریہہ الاعضاء اور آنکھ سے کانا تھا، اس کے نام اور کنیت میں بہت اختلاف ہے حافظ ابن قتیبہ نے ''کتاب المعارف'' میں حضرت عامر بن عبد اللہ صحابی کے مناقب کے ذیل میں اس کا نام عبد الملک اور کنیت ابو عبد المنعم بتائی ہے، ابو الفرج اصبہانی نے ''کتاب الاغانی'' میں اس کا نام عیسیٰ بن عبد اللہ اور لقب طویس بتایا ہے۔ ابو القاسم عبد الملک معروف بابن بدرون نے شرح قصیدہ ابن عبدون میں اس کی کنیت ابو نعیم مانی ہے، علامہ جوہری نے صحاح میں کہا ہے کہ اصل میں اس کا نام طاؤس ہے، مگر جب یہ ہیجڑا ہوگیا تو لوگوں نے طویس کردیا۔ طویس جس طرح گانے میں ضرب المثل ہے، اسی طرح نحوست و بدبختی میں بھی ضرب المثل ہے۔ اس کا انتقال بعمر بیاسی سال ۹۲ھ میں ''سویدا'' مقام میں ہوا ہے۔ یاقوت حموی نے کتاب ''المشترک'' میں ذکر کیا ہے کہ اس کی قبر ''سقیا الجزل'' میں ہے؛ لیکن سقیا الجزل کہاں ہے یہ ذکر نہیں کیا۔ وذکر العلامة ابو القاسم الصوت الذی غنی به وهو هذا ؎

قَدْ بَرَانِی الشَّوْقُ حَتّٰی ÷ كِدْتُ مِنْ شَـوْقِي اَمُوتُ

طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ

طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب قدیم الاسلام جلیل القدر صحابی ہیں۔ ان مخصوص بزرگوں میں سے ہیں، جو بعثت کے بعد ہی مشرف باسلام ہوئے تھے۔ آپ اصحابِ شوریٰ میں سے بھی ہیں اور عشرہ مبشرہ میں سے بھی ہیں۔ بدر کے

علاوہ سبھی معرکوں میں حضورؐ کے ساتھ شریک رہے۔ غزوۂ احد میں حضورؐ کی وہ خدمات انجام دی ہیں کہ کسی دوسرے کے حصہ میں نہ آسکیں، جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ طلحہ پر جنت واجب ہوگئی۔ اسی دن حضورؐ نے آپ کو طلحۃ الخیر اور غزوۂ حنین میں طلحۃ الجوار اور غزوۂ تبوک میں طلحۃ الفیاض لقب عطا فرمایا تھا۔ آپ کے نکاح میں چار بیویاں تھیں۔ اور چاروں حضورؐ کی ازواج مطہرات کی بہنیں تھیں۔

(ع)

سُہیلی

ان کا نام عبدالرحمٰن ہے اور والد کا نام عبداللہ ہے۔ پورا نسب یوں ہے: عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن احمد بن حسین بن سعدون، ان کی تین کنیتیں ہیں: ابوالقاسم، ابوزید، ابوالحسن۔ سہیل مالقہ کے قریب ایک بستی ہے، جو سہیل ستارہ کے نام سے موسوم ہے؛ کیونکہ یہ ستارہ سوائے اس پہاڑی کے جو اس بستی کے قریب ہے۔ بلاد اندلس میں کسی اور جگہ سے دکھائی نہیں دیتا۔ علامہ سہیلی تقریباً ۵۰۰ھ میں سہیل بستی میں پیدا ہوئے اور ابوداؤد سلیمان بن یحیٰ ابوعبداللہ بن معمر قاضی ابوبکر بن العربی، شریح بن محمد وغیرہم سے تحصیل علم کی۔ آپ کی مشہور ومعروف کتاب ''الروض الانف'' شرح سیرت ابن ہشام چار جلدوں میں ہے۔ موصوف نے ذکر کیا ہے کہ میں نے اس کی تالیف ایک سوبیس کتابوں سے کی ہے۔ اس کے علاوہ نتائج النظر، کتاب الاعلام بما ابهم فی القرآن من الاسماء الاعلام، کتاب الفرائض، مسئله رویتهٔ الله تعالیٰ، مسئله رویة النبیؐ، مسئلة السر فی عور الدجال بھی آپ ہی کی تصانیف ہیں اور یہ سب اس وقت ہے جب کہ سترہ سال کی عمر میں آپ کی بینائی ختم ہوچکی تھی۔ ۲۵/ شعبان ۵۸۱ھ میں آپ کی وفات ہوئی ہے صاحب نفح الطیب نے بیان کیا ہے کہ میں نے بارہا ان کی قبر کی زیارت کی ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ ص ۴/۱۷ والمستطرفہ ص: ۹۰)

عبداللہ بن سوار

یہ عبداللہ بن سوار عبدی ہے جو ثغر ہند پر معاویہ کا عامل تھا۔ ابن خلدون نے ذکر کیا ہے کہ اس نے اہل تیغان سے جنگ لڑی اور مالِ غنیمت حاصل کرکے معاویہ کے پاس آیا اور مالِ غنیمت سے حاصل کردہ گھوڑے اس کو ہدیہ کرکے پھر واپس ہوا، اہلِ تیغان نے ترک کی مدد حاصل کرکے اس کو قتل کردیا۔ وکان کریماً فی الغایةِ لم یکن أحدٌ سواه یوقد النار فی عسکره (دائرۃ المعارف ص: ۱۱/۵۰۷)

العرجی

عبداللہ بن عمرو بن عثمان العرجی شاعر۔ یہ بنی امیہ کا بہت بڑا شاعر تھا۔ ابراہیم بن ہشام مخزومی کی بہت ہجو کرتا تھا۔

ایک مرتبہ اس نے پکڑوا کر اس کو قید کر دیا۔ نو سال تک قید میں رہا۔ بالآخر وہیں اس کا انتقال ہوگیا۔ قال العرجی وهو محبوسٌ ؎

كانی لم اكن فيهم وسيطا ÷ ولم تك نسبتی فی آلِ عمروٍ
اضاعونی والی فتی اضاعوا ÷ ليومِ كريهة وسداد ثغر۔

(الشعر والشعراء ص ۲۲۴)

عبید بن شریّہ

عبید بن شریہ جرہمی وہی ہے جو عربی نثر کا ماہر مؤلف تھا، جس نے ۶۸۰ھ میں معاویہ کے لیے اخبار الیمن وشعرائہا وانسابہا تالیف کی تھی۔ جس کے مخطوطے یمن میں موجود ہیں، امیر معاویہ نے اس کو صنعاءِ یمن سے بلوایا اور متقدمین ملوکِ عرب وعجم کے حالات دریافت کئے۔ جب اس نے امیر معاویہؓ کے سوالات کا صحیح صحیح جواب دیا تو معاویہ نے اس کو ان کے حالات واخبار مدون کرنے کا حکم دیا (منجد حاشیہ حسن سندوبی برالبیان والتبیین)

عدی بن حاتم

عدی بن حاتم بن عبداللہ بن سعد بن حشرج بن امرؤالقیس ابوطریف صحابی ہیں۔ ۹ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور زمانۂ ردت میں انھوں نے اپنی قوم کو فتنۂ ارتداد سے روکے رکھا، اور اپنی قوم کا حال اور زکوۃ کا مال لے کر حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے، جس سے صحابہؓ بہت خوش ہوئے۔ یہ اپنے نامور والد محترم کی طرح نہایت سخی اور جواد تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفاء کے زمانہ میں برابر جہاد میں مصروف رہے۔ انھوں نے ایک سو بیس برس کی عمر میں ۶۸ھ میں یا اس کے بعد وفات پائی۔ ان کی سخاوت کے دلچسپ قصوں میں سے جو بروایت معتبر مذکور ہیں ایک یہ ہے کہ ایک مرتبہ کسی ضرورت سے اشعث بن قیس نے ان سے حاتم کی دیگیں عاریۃً منگوائیں، انھوں نے دیگوں کو (غلہ یا چاندی سے) پر کر کے بھیج دیا۔ اشعث بن قیس نے کہلایا کہ میں نے خالی دیگیں مانگی تھیں۔ عدی نے کہا کہ میں خالی دیگیں نہیں دیا کرتا ہوں۔ (تہذیب التہذیب ص:۱۶۶/ ۷، ہدیۃ المزجاۃ ص:۱۱۰)

علی بن حسین بن واقد

علی بن حسین بن واقد مروزی مولود ۱۳۵ھ متوفی ۲۱۱ھ یا ۲۱۲ھ ضعیف محدثین میں سے ہیں، ابن حبان نے امام بخاری سے نقل کیا ہے کہ میں صبح وشام ان کے پاس سے گذرتا تھا اور ان سے کوئی روایت نہیں لکھتا تھا۔ انھوں نے اپنے والد ہشام بن سعد، نوح بن ابی مریم، ابن المبارک، خارجہ بن مصعب، ابوحمزہ کسائی سے روایت کی ہے۔ (تہذیب التہذیب ص:۳۸/ ۷)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

جلیل القدر صحابی ہیں، آپ کا نام عمر اور کنیت ابوحفص ہے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو فاروق کے لقب سے ملقب فرمایا تھا، آپ ہجرت نبوی سے چالیس سال پہلے پیدا ہوئے، لڑکپن میں اونٹوں کے چرانے کا شغل تھا، جوان ہونے کے بعد عرب کے دستوار کے موافق، نسب دانی، سپہ گری، شہ سواری اور پہلوانی کی تعلیم حاصل کی، عہد جاہلیت میں بھی اور مسلمان ہونے کے بعد بھی تجارت کا پیشہ کرتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد تختِ خلافت پر متمکن ہوئے، دس سال چھ ماہ آپ کی خلافت رہی، آپ ہی کو سب سے پہلے امیر المؤمنین کے لقب سے ملقب کیا گیا، آپ نے تریسٹھ برس کی عمر میں حضرت مغیرہ بن شعبہ کے ایک نصرانی غلام ابولولو کے ہاتھوں جام شہادت نوش کی۔ شہادت کا یہ واقعہ ۲۷/ ذی الحجہ بروز چہار شنبہ کو نماز فجر میں پیش آیا اور یکم محرم الحرام ۲۴ھ کو ہفتے کے دن فوت ہو کر مدفون ہوئے، نماز جنازہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔

(تفصیلی حالات کتاب میں مذکور عنوان ''السیرۃ الفاروقیۃ'' کے تحت ملاحظہ فرمائیں)

عتبی

ابوعبدالرحمٰن محمد بن عبیداللہ قرشی اموی متوفی ۲۲۸ھ مشہور ادیب اور فصیح و بلیغ شاعر تھے، کتاب الخیل، کتاب اشعار الاعاریب اور کتاب الاخلاق وغیرہ آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔

عمرو بن معدیکرب

ابوثور بن عبداللہ زبیدی، مشہور صحابی ہیں، ساداتِ اہل یمن سے آپ کا تعلق ہے، آپ شاعری اور جاں بازی میں بڑے مشہور تھے، جنگ قادسیہ میں شریک ہوئے اور کارہائے نمایاں انجام دیئے، چناں چہ منقول ہے کہ جنگ قادسیہ میں شاہ فارس یزدجرد نے مسلمانوں کے مقابلے کے لیے رستم کو آگے بڑھایا تھا، اس کے مقابلہ کے لیے حضرت عمرو بن معدیکرب نکلے، رستم ایک بہت بڑے ہاتھی پر سوار تھا، حضرت عمرو نے ایک ہی وار میں ہاتھی کی چاروں ٹانگیں صاف کردیں، رستم ہاتھی کی پشت سے نیچے گرا اور ہاتھی رستم کے اوپر گر پڑا یہاں تک کہ رستم کو قتل کردیا گیا اور فارسیوں کو شکست ہوگئی، علامہ کمال الدین محمد بن موسیٰ دمیری صاحب کتاب حیوۃ الحیوان اس قصہ کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں وھذہ الضربۃ لم یسمع بمثلھا فی الجاھلیۃ ولا فی الاسلام ابوالعباس مبرد نے ذکر کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ بن خطاب نے لوگوں سے دریافت کیا: من اجوَدُ العرب؟ عرب میں سب سے زیادہ سخی کون ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: حاتم! آپ نے پوچھا: فمن فارسھا؟ ان میں سب سے بڑا شہ سوار کون ہے؟ لوگوں نے جواب دیا عمر بن

معدیکرب۔آپ نے پوچھا: فمن شاعرہ؟ ان میں سب سے بڑا شاعر کون ہے؟ لوگوں نے جواب دیا امرؤالقیس۔ آپ نے پوچھا: فایّ سیوفھا امضی؟ لوگوں نے کہا عمر بن معدیکرب کی تلوار۔

حضرت عبداللہ بن عباس

ابن عباس: عبداللہ بن عباسؓ بن عبدالمطلب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں، ہجرت سے تین سال پیش تر پیدا ہوئے اور صغرسنی ہی میں علم وفضل کے اعتبار سے ائمۂ مجتہدین میں شمار ہونے لگے، وفور علم اور کثرتِ فہم کی وجہ سے آپ کو حبر الامۃ کہا جاتا ہے۔ جو احادیث آپ سے مروی ہیں ان کی تعداد تقریباً ایک ہزار ہے، توفی ۲۸ء۔

عبدالملک بن عمیر

عبدالملک بن عمیر بن سوید لخمی کوفی، حلیفِ بنی عدی تھے ۱۶۳ھ میں انتقال ہوا۔

عبدالملک بن مروان

عبدالملک بن مروان بن حکم بن ابوالعاص ماہِ رمضان ۲۳ھ میں پیدا ہوا، اس کی کنیت ابوالولید ہے اور عبدالملوک کے نام سے بھی مشہور ہے، کیوں کہ اس کے کئی بیٹے یکے بعد دیگرے تختِ خلافت پر بیٹھے، یحیٰ غسانی کہتے ہیں کہ عبدالملک اکثر ام الدرداء صحابیہ کے پاس بیٹھا کرتا تھا، ایک مرتبہ انھوں نے پوچھا کہ میں نے سنا ہے کہ تو عبادت گذار ہونے کے بعد شراب خور ہوگیا ہے، عبدالملک نے کہا: میں تو خوں خوار بھی ہوگیا ہوں، نافع کہتے ہیں کہ مدینے میں کوئی جوان عبدالملک کی طرح چست وچالاک اور قرآن وحدیث کا واقف اور عابد وزاہد نہ تھا۔ عبادہ ابن مثنیٰ نے حضرت ابن عمر سے پوچھا کہ آپ لوگوں کے بعد ہم مسائل کس سے دریافت کریں؟ انھوں نے فرمایا کہ: مروان کا بیٹا فقیہ ہے اس سے دریافت کرنا۔

عبدالملک ۶۳ سال کی عمر میں ماہ شوال ۸۶ھ میں فوت ہوا، ثعلبی کا قول ہے کہ عبدالملک کہا کرتا تھا: ''میں رمضان میں پیدا ہوا، رمضان ہی میں میرا دودھ چھڑایا گیا، رمضان ہی میں میں نے قرآن ختم کیا، رمضان ہی میں بالغ ہوا، رمضان میں ہی ولی عہد ہوا، رمضان ہی میں خلیفہ بنا، مجھے خوف ہے کہ رمضان ہی میں مروں گا، لیکن جب رمضان گذر گیا اور عبدالملک کو اطمینان ہوگیا، تو وہ ماہِ شوال میں فوت ہوگیا۔

عباس بن مامون

العباس بن المامون: ۲۱۳ھ میں ان کے والد ماجد مامون نے جزیرہ پر اور جمادی الثانیہ ۲۱۸ھ میں طوانہ پر مقرر کیا کہ اس کو آباد کرے۔ عباس نے ایک میل لمبا اور ایک میل چوڑا شہر آباد کیا اور مختلف جنگ جو بہادر قوموں کو اس جگہ آباد کیا، شہر کی فصیل تین میل مدور تھی، مامون کے انتقال کے بعد عباس اور اس کے چچا معتصم میں تنازعہ ہوا مگر آخر میں معتصم

کی خلافت پر بیعت کے لیے تیار ہوگیا۔ ۲۲۳ھ میں معتصم رومیوں کے مقابلہ کے لیے نکلا اور کامیابی حاصل کرنے کے بعد قسطنطنیہ کی طرف بڑھنا چاہا تو معلوم ہوا کہ کچھ لوگوں نے عباس کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے، معتصم نے فوراً واپس آکر عباس کو قید کرلیا اور اسی سال عباس کا انتقال ہوگیا۔

عطا بن ابی رباح

عطاء بن ابی رباح اسلم القرشی۔ آپ کی کنیت ابومحمد تھی۔ آپ کی ولادت یمن کے ایک مقام جند میں ۲۷ھ میں ہوئی، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت تھا، ابتدائی تعلیم وتربیت مکہ میں ہوئی، بچپن ہی سے سادہ مزاج اور ذکاوت وذہانت آپ کے چہرہ سے نمایاں تھیں، آپ حضرت عائشہؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ اور ابن عباسؓ وغیرہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، آپ اگر چہ آل میسرہ یمن ابی خثیم فہری کے غلام تھے، مگر فضل وکمال، زہد وتقویٰ کے اعتبار سے بہت بلند مرتبہ تابعی تھے۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ عطاء بن ابی رباح بڑے ثقہ فقیہ اور عالم اور کثیر الحدیث تھے۔ علامہ نحوی فرماتے ہیں کہ آپ مکہ مکرمہ کے مفتی اور مشہور امام تھے، بڑے بڑے ائمہ آپ کے علمی کمالات کے معترف تھے۔ امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ میں نے عطاء سے افضل نہیں دیکھا، امام رازی کا بیان ہے کہ حضرت عطاء دنیا سے اس حال میں تشریف لے گئے کہ آپ لوگوں کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب تھے۔ حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے کہ مکہ والوتم میرے پاس جمع ہوتے ہو، حالانکہ تمہارے درمیان عطاء ابن ابی رباح موجود ہیں، آپ نے اٹھاسی سال کی عمر میں ۱۱۵ھ میں مکہ معظمہ میں وفات پائی۔

علی بن سلیمان

علی بن سلیمان بن علی بن عبداللہ بن العباس الہاشمی، موسیٰ ہادی کی جانب سے مصر کا امیر تھا، ہادی کے بعد ہارون الرشید نے بھی ان کو امارۃِ مذکورہ پر باقی رکھا، یہ بہت انصاف پسند اور رعایا کا خیر خواہ امیر تھا۔ ان کی وفات ۱۷۷ھ میں ہوئی۔

عمرو بن ام مکتوم

عمرو بن ام مکتوم۔ قریشی پایہ درجہ کے صحابی ہیں اور بی بی خدیجہؓ کے ماموں زاد بھائی ہیں۔ آپ کے نام میں مختلف اقوال ہیں۔ بعض عبداللہ کہتے ہیں اور بعض عمرو، آپ کے والد کے نام میں بھی مختلف اقوال ہیں۔ حافظ ابن حجر نے عمرو بن قیس کو راجح قرار دیا ہے۔ ام مکتوم آپ کی والدہ کی کنیت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ غزوات میں آپ کو مدینہ منورہ میں اپنا قائم مقام بنایا ہے، آپ ہی کی شان میں سورۂ عبس نازل ہوئی تھی، حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں جنگ قادسیہ میں شہید ہوگئے، یا اس کے بعد مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

عبداللہ بن ابی ابن سلول

عبداللہ بن ابی بن سلول۔ مشہور و معروف منافق تھا اور جس قدر اس کے بس میں تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو تکلیفیں پہنچائیں حتی کہ امیر المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر جو بہتان تراشی کی گئی تھی، ان کا یہ سردار اور لیڈر تھا اور معاملہ کو اتنا بڑھایا اور پھیلایا کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اشتباہ ہو گیا تھا، مگر جب آیتِ افک نازل ہوئی تو ان کا منہ سیاہ ہوا۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں اس مردود کا انتقال ہو گیا۔ اس کے لڑکے حضرت عبداللہ نہایت سچے اور پکے مومن وصحابی تھے۔ -رضی اللہ عنہ- یہ اپنے باپ کے کارنامے سے واقف تھے۔ چناں چہ اس کے انتقال کے بعد یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نمازِ جنازہ پڑھنے کی درخواست کی اور ساتھ ہی حضورؐ سے آپ کا پیراہن مبارک بھی کفن کے لیے مانگا۔ چناں چہ رحمۃ للعالمینؐ نے دونوں درخواستیں قبول فرمالیں۔ اور اس پر عمل بھی کیا جس پر یہ آیتِ کریمہ ولا تصل علیٰ احد الخ نازل ہوئی۔

حضرت عبداللہ بن زبیر

ابن زبیر: عبداللہ بن زبیر بن العوام مشہور صحابی ہیں، رضی اللہ عنہ۔ آپ کی والدہ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیقؓ ہیں۔ آپ کے والد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی ہیں۔ آپ کی دادی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی اور آپ کے دادا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں۔ ہجرت کے بعد یہودیوں نے یہ مشہور کر دیا تھا کہ ہم نے ایسا منتر کر دیا ہے کہ مہاجرین کے اولاد نہیں ہوگی۔ حسن اتفاق سے چھ ماہ تک ایسا ہی ہوا، مگر سال کے اندر ہی حضرت عبداللہؓ کی پیدائش ہوئی، تو صحابہ نے فرطِ مسرت میں نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ ولادت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کئے گئے، آپؐ نے کھجور چبا کر ان کے منہ میں ڈالی اور دعاء خیر کی۔ آپ کی شہادت حجاج کے لشکر کے ہاتھوں مکہ معظمہ میں حرم کے اندر جمادی الاولیٰ ۷۳ھ میں ہوئی، حجاج نے بی بی اسماء کے ساتھ سخت کلامی کی اور عبداللہؓ کی نعش کے ساتھ کمال بے حرمتی کی۔

حضرت عبداللہ بن خباب بن ارت

عبداللہؓ بن خباب بن الارت مدینہ منورہ کے باشندے تھے اور قبیلۂ بنی زہرہ کے حلیف تھے اور آپ کا شمار کبار تابعین میں ہوتا ہے اور بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ آپ نے حضورؐ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا ہے، حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد جو فرقۂ حروریہ ابھرا تھا آپ نے ان کی سخت مخالفت کی جس کی وجہ سے آپ حروریوں کی نظر میں چڑھ گئے اور انھوں نے ۳۸ھ میں آپ کو قتل کر ڈالا۔ آپ کے والد ماجد حضرت خبابؓ کا بھی شمار کبارِ صحابہ میں ہوتا ہے اور یہ بھی مشہور اور جلیل القدر صحابہ میں سے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ

عائشہ بنت ابی بکر صدیقؓ، ام المؤمنین محبوبۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ مشہور فقیہہ صحابیہ ہیں اور عورتوں میں تو علم فقہ میں آپ کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا، آپ کے فضائل بکثرت احادیث میں مروی ہیں۔ سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ آپ سب سے برگزیدہ رسول کی محبوبہ تھیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ مجھ کو عائشہ کے بارے میں اذیت نہ دو کیونکہ مجھ پر ان کے سوا کسی دوسری بیوی کے بستر پر وحی نہیں آئی ہے۔ آپ بعثت سے چوتھے یا پانچویں سال پیدا ہوئیں مکہ میں سیدہ خدیجہؓ کی وفات کے بعد بعمر چھ یا سات سال آپ کا عقد سردار دو عالمؐ کے ساتھ ہوا، مدینہ منورہ میں ۱ھ میں یا ۲ھ میں بعمر نو یا دس سال رخصتی ہوئی اور حضورؐ کی وفات کے وقت ان کا سن اقدس اٹھارہ سال کا تھا۔ ۱۷/ رمضان ۵۷ھ یا ۵۸ھ میں وفات پائی اور بقیع میں دفن ہوئیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ کے بعد صحابہؓ میں سب سے زیادہ احادیث آپ ہی سے مروی ہیں۔ آپ کی مرویہ احادیث کی تعداد (۲۱۰) جن میں (۱۹۶) حدیثیں صحیحین میں سے ہیں، بقیہ دیگر کتب احادیث میں ہیں۔ آپ کے مناقب وفضائل محتاج بیان نہیں۔ ہم نے یہ چند سطریں صرف تبرکاً سپرد قلم کی ہیں۔

عمرو بن عتبہ بن سفیان

عمرو بن عتبہ بن سفیان بن حرب المتوفی فی حدود ۹۱ھ۔ یہ بنو امیہ میں سے تھے، انتہائی نیک وصالح، فصیح اللسان، شیریں بیان، عادل کبیر، ظلم کو ناپسند کرنے والے تھے۔ جب عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث حجاج کے ظلم واستبداد کی وجہ سے مقابلہ کے لیے اٹھے تو ان کے ساتھ حضرت عمروؒ بھی نکلے اور سخت مقابلہ ہوا۔ یہاں تک کہ جاں بحق ہوگئے۔

عون بن عبداللہ

عون بن عبداللہ بن مسعود ابو عبداللہ الہذلی کوفہ کے رہنے والے تھے، نہایت ہی ثقہ عابد و پرہیزگار اور بزرگ تھے۔ آپ کی وفات ۱۳۰ھ میں ہوئی۔

حضرت عبداللہ بن جبیرؓ

عبداللہ بن جبیر بن نعمان بن امیہ ابن امرأ القیس انصاری ہیں، آپ قبیلۂ اوس کے رہنے والے تھے، آپ بیعت عقبہ اور غزوۂ بدر میں شریک تھے اور غزوۂ احد میں شہید کردیئے گئے، آپ خوات بن جبیر کے بھائی ہیں جو صاحب ذات النحیین کے لقب سے مشہور ہیں۔

عقیل بن ابی طالب ہاشمی

عقیل بن ابی طالب ہاشمی۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد اور حضرت علی وجعفر کے حقیقی بھائی اور صحابی رسول ہیں، غزوۂ موتہ میں شرکت فرمائی تھی، حضرت معاویہؓ کے آخر خلافت میں یا یزید کی اول حکومت میں وفات پائی، ان سے سنن نسائی اور ابن ماجہ میں روایت ہے۔

عبدالرحمٰن بن عتبہ مسعودی

المسعودی: عبدالرحمٰن بن عتبہ بن عبداللہ بن مسعود کوفی جلیل القدر تبع تابعین میں سے ہیں۔اور تصنیف میں مہارتِ کاملہ رکھتے ہیں۔مروج الذہب، شرح مقامات آپ ہی کی تصنیف کردہ ہے۔

علی بن حسین بن علی

علی بن حسین بن علیؓ بن ابی طالب، آپ کی کنیت ابوالحسن ہے، آپ سادات تابعین میں سے ہیں، آپ کی والدہ شاہِ فارس یزدجرد کی صاحبزادی سلامہ تھیں۔آپ کی ولادت ۳۸ھ میں ہے اور وفات ۹۴ھ میں ہے، آپ عالی مرتبت کثیر الحدیث ثقہ اور مامون تھے۔

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ

عمرو بن العاص بن وائل۔ابوعبداللہ قریشی صحابی ہیں رضی اللہ عنہ ۷ھ میں مشرف باسلام ہوئے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ ذات السلاسل میں تین سو سپاہیوں کا امیر بنا کر بھیجا وہاں جا کر مزید مدد کی ضرورت محسوس کی تو مہاجرین کے ایک لشکر سے ان کی مدد کی گئی جن میں حضرت ابوبکر، عمر، ابوعبیدہ بن الجراح وغیرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین حضرات تھے۔آپ عمان، شام، فلسطین، مصر وغیرہ کے حاکم بھی رہے ہیں۔نوے سال کی عمر میں ۴۳ھ میں وفات پائی۔

عبداللہ بن حنظلہ

عبداللہ بن حنظلہ بن ابی عامر، الراہب الانصاری: حضرت حنظلہ جن کے جنازے کو فرشتوں نے غسل دیا تھا، اسی وجہ سے آپ کو غسیل الملائکہ کہا جاتا ہے، یہ ان کے صاحبزادے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں پیدا ہوئے، آپ کی وفات کے وقت ان کی عمر سات سال کی تھی، آپ انصار کے رہنما اور مدینہ کے امیر تھے، ذوالحجہ ۶۳ھ میں آپ کو شہید کر دیا گیا۔

عمر بن عبدالعزیز

عمر بن عبدالعزیز بن مروان بن الحکم بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس ابوحفص قریشی، مدنی، دمشقی، فقیہ، پرہیزگار، انصاف پسند امیر تھے۔ سلیمان بن عبدالملک نے ماہِ صفر ۹۹ھ میں اپنی وفات کے دن خلافت کے لیے آپ کا انتخاب چالیس برس کی عمر میں کیا، آپ نے فرائض خلافت کو اپنے ڈھائی سال میں انجام دیا اور رجب ۱۰۱ھ میں دنیا سے رخصت ہو گئے۔ قال انسؓ: "ما رأیت اشبه صلوٰة برسول الله صلی الله علیه وسلم من هذا الفتی۔"

حضرت عدی بن ارطاط

عدی بن ارطاط فزاری حضرت عمر بن عبدالعزیز کے گورنر تھے۔ ۱۰۲ھ میں شہید ہوئے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی

عبداللہ بن ابی اوفی۔ علقمہ بن حارث اسلمی مشہور صحابی ہیں رضی اللہ عنہ، اور صحابی زادے بھی ہیں، غزوۂ حنین، فتح خیبر، حدیبیہ، بیعت الرضوان وغیرہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے۔ حضورؐ کی وفات کے بعد کوفہ میں اقامت اختیار کر لی تھی۔ آپ آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔ کوفہ کے رہنے والے صحابہ میں سب سے بعد میں آپ ہی کی وفات ہوئی۔ آپ کی وفات ۸۶ھ یا ۸۷ھ میں ہوئی ہے۔

علی بن جعد

علی بن الجعد بن عبید ابوالحسن جوہری بغدادی مولود ۱۳۳ھ متوفی ۲۳۰ھ بخاری وابوداؤد کے رواۃ میں سے مشہور محدث وفقیہ ہیں، عبدوس اور موسیٰ بن داؤد کا قول ہے کہ ہم نے ان سے بڑھ کر حافظ حدیث نہیں دیکھا۔ امام ابویوسفؒ کے خاص اصحاب میں سے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کو بھی دیکھا ہے اور آپ کے جنازہ پر حاضر ہوئے ہیں۔

عبدالرزّاق بن ہمام

عبدالرزاق ابن ہمام بن نافع الحمیری۔ آپ کی ولادت ۱۲۶ھ میں ہوئی۔ اور آپ کی رحلت ۲۱۱ھ میں ہوئی۔ آپ نے ایک کتاب تصنیف فرمائی جس کا نام مصنف ہے۔ جو آج کل ہمارے درمیان مصنف عبدالرزاق کے نام سے مشہور ہے۔ حافظ ذہبی نے آپ کی کتاب مصنف کو علم کا خزانہ لکھا ہے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے عبدالرزاق سے بڑھ کر روایتِ حدیث میں کسی کو نہیں دیکھا۔ سفیان بن عیینہ، یحییٰ بن معین، علی بن المدینی آپ کے جید تلامذہ میں سے ہیں۔

معمر بن راشد

معمر بن راشد الاسدی۔ آپ بطور مہمان یمن تشریف لے گئے اور وہیں ۱۵۴ھ میں وفات کر گئے۔

(ف)

فرّا

مشہور نحوی کا لقب ہے جس کا نام یحییٰ اور باپ کا نام زیاد ہے اور کنیت ابوزکریا ہے۔ یہ تعجب خیز و حیرت انگیز گفتگو کرتا تھا اس لیے اس کا لقب فراء ہو گیا۔ اہل لغت کے یہاں یہ معلم اول شمار ہوتا ہے، اس نے فن ادب میں ایک کتاب ''کتاب المعانی'' لکھی ہے۔ جس کے املا کے وقت حاضرین اس کثرت سے تھے کہ صرف قاضیوں کو گنا تو اسی تھے۔

فرعون

فرعون عمالقہ شاہان مصر کا لقب ہے، جیسے کسریٰ ملوک فارس کا، قیصر ملوک روم کا، خاقان ملوک چین کا، تبع ملوک یمن کا، خیل ملوک عرب کا، نجاشی ملوک حبشہ کا، خلیفہ ملوک بغداد کا اور سلطان آل سلجوق کا لقب ہے، یہاں فرعون سے مراد ولید بن مصعب بن ریان ہے، جو قبطی نسل سے تھا، اس کی عمر چار سو سال سے زیادہ ہوئی ہے۔ حضرت سعید بن جبیر ناقل ہیں کہ تین سو سال تک اس کے سر میں درد تک نہیں ہوا۔

فتح ابونصر

فتح ابونصر محمد بن عبید اللہ بن خاقان قیسی اشبیلی، ایک بہت اچھا جادو بیان اور تاریخی شخص تھا، جس نے قلائد العقیان، مطمح الانفس و مسرح الناس فی ملح الاندلس وغیرہ کتابیں لکھی ہیں۔

فضل بن ربیع

فضل بن الربیع، ابوالعباس منصور، مہدی، ہادی، رشید کا دربان تھا، ہارون الرشید نے اس کی ذکاوت و بہادری کی بنا پر اپنا وزیر بنا لیا تھا، اس کی وفات ۲۰۸ھ میں ہوئی۔

فرزدق

الفرزدق: ابوفراس ہمام بن غالب بن صعصعہ۔ مولود ۳۸ھ۔ متوفی ۱۲۰ھ۔ فرزدق، سفرجل کے وزن پر ہے، اس روٹی کو کہتے ہیں جو تنور میں گر جائے، وبرقول بعض پارہ از خمیر۔ فرزدق اور اس کا بھائی اخطل دونوں اچھے شاعر تھے، جب اس کی

بیوی کا انتقال ہوا تھا، تو اہلِ کوفہ جنازہ میں شریک ہوئے۔ حضرت حسن نے فرزدق سے کہا: ''یا ابا فراس! ما اعددت لهذا اليوم؟ قال شهادة أن لا إله إلا الله منذ ثمانين سنة۔ ایک مرتبہ سلیمان بن عبدالملک نے اس کو یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا ؎ فبتن بجانبي مصرعات ÷ وبت افض اغلاق الختام۔ کہا: کمبخت تجھ پر تو حد واجب ہوگئی۔ اس نے جواب دیا: امیر المؤمنین! خدانے وانهم يقولون ما لا يفعلون فرما کر مجھ سے حد معاف کردی۔ ایک مرتبہ یہ حضرت حسن بصریؒ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کسی نے حضرت حسن سے پوچھا کہ اگر کوئی لا واللہ بلی واللہ کے ساتھ قسم کھائے تو آپ کی کیا رائے ہے؟ فرزدق نے کہا: تم نے اس بارے میں میرا قول نہیں سنا؟ حضرت حسن نے کہا وہ کیا؟ اس نے کہا ؎ فلست بماخوذ بلغو تقولهٔ ÷ اذا لم تعمد عاقدات العزائم۔

حضرت حسن نے کہا بہت خوب، پھر کسی نے پوچھا کہ ایک عورت کو اسکے خلیل کے ساتھ قید کیا گیا اس کی بابت آپ کی کیا رائے ہے؟ فرزدق نے کہا اس بابت تم نے میرا قول نہیں سنا؟ حضرت حسن نے کہا: کون سا قول؟ اس نے کہا ؎ وذات خليل انكحتها ماحنا ÷ حلال لمن يبني بها لم تطلق۔ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا: ہم تو آپ کو شاعر سمجھتے تھے، مگر آپ صرف شاعر ہی نہیں؛ بلکہ فقیہ بھی ہیں۔

فضیل بن عباس

فضیل بن عباس: ابو علی تمیمی یربوعی، مشہور عابد وزاہد ہیں۔ سمرقند میں پیدا ہوئے اور ابی ورد میں نشو ونما پائی اور ایک مدت تک کوفہ میں رہ کر امام اعظم سے فقہ وحدیث میں تلمذ حاصل کیا۔ آپ کے تلامذہ میں امام شافعیؒ، یحیٰی القطان، ابن مہدی وغیرہ ہیں۔ پہلے قطاع الطریق تھے، پھر ہادی الطریق اور مقتدا بنے اور ایسے باخدا ہوئے کہ علی رازی نے فرمایا کہ میں تیس سال آپ کی صحبت میں رہا، مگر کبھی ہنستے نہیں دیکھا، مگر اس روز جب کہ آپ کے صاحبزادے علی فوت ہوئے، میں نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ خدا نے ایک بات پسند کی، میں نے بھی اس کو پسند کیا، وفات ۱۸۷ھ میں ہوئی۔

(ق)

ابودلف قاسم

ابودلف: قاسم بن عیسیٰ بن ادریس عجلی متوفی ۲۲۶ھ عرب کا امیر مامون الرشید کا مشہور سپہ سالار اور بہت سی خوبیوں کا مالک تھا، کتاب البزاۃ، کتاب الصید، کتاب السلاح، کتاب النزہ، کتاب سیاست ملوک وغیرہ آپ کی یادگار ہیں۔ ایک بار معتصم کے سپہ سالار اعظم افشین نے ابودلف پر از راہ عداوت خون کا الزام قائم کر کے چاہا کہ اس کو قصاص میں قتل کردے۔ احمد بن داؤد ایادی جس کا رتبہ معتصم کے دربار میں وہی تھا جو مامون کے یہاں قاضی یحیٰی بن اکثم کا تھا، اس کو یہ خبر معلوم ہوئی فوراً سوار ہو کر افشین کے یہاں پہنچا، دیکھا تو جلاد تلوار لیے ہوئے ابودلف کو قتل کرنے کے واسطے تیار ہے، جلدی سے آگے بڑھ کر افشین سے کہا: مجھ کو امیر المؤمنین نے یہ پیغام دیکر بھیجا ہے کہ تم ابودلف کو قتل نہ کرو؛ بلکہ میرے سپرد

کردو اور حاضرین کو اس پر گواہ بنالیا کہ میں نے امیر المؤمنین کا پیغام پہنچا دیا اس کے بعد معتصم کے پاس گیا اور سارا ماجرا سنا کر کہا کہ تنگی کے باعث میں نے دریافت کئے بغیر یہ جرأت اس لیے کی کہ مجھے آپ کی حسن نیت پر کامل اعتماد تھا، معتصم نے آدمی بھیج کر ابو دلف کو بلایا اور اس کو رہا کر کے انعام بخشا۔

(ک)

کثیر حضرمی

ممکن ہے کہ یہ کثیر بن مرہ حضرمی ہوں جن کی کنیت ابو شجرہ یا ابو القاسم ہے۔ ابن سعد نے ان کو تابعین شام کے دوسرے طبقہ میں ذکر کیا ہے۔ ابن سعد، عجلی، نسائی وغیرہم نے ان کی توثیق کی ہے۔ حضرت معاذ ابن جبلؓ، عمرؓ بن الخطاب، عبادہؓ بن الصامت، ابو الدرداءؓ، تمیم الداری، عقبہؓ بن عامر، ابو ہریرہ سے انھوں نے روایت کی ہے۔ (تہذیب التہذیب ص: ۴۲۸)

کمال الدین بن عبد الرحمٰن انباری

الانباری۔ کمال الدین عبد الرحمٰن بن ابی الوفاء محمد بن انباری، کثیر العلم، معتمد، عابد و پرہیز گار اور علم ادب ونحو کے امام تھے، سادہ زندگی گذراتے تھے، آپ نے علم لغت اور علم ادب ابو منصور حوالیقی سے، اور علم نحو ابو السعادات ہبۃ اللہ بن الشجری سے پڑھا تھا اور اتنی مہارت حاصل کی کہ اپنے وقت کے امام ہوگئے نزہتہ الالباء، اسرار العربیہ شرح دیوان متنبی، شرح حماسہ، حواشی ایضاح، کتاب حیص بیص وغیرہ بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ ۹/ شعبان ۵۷۷ھ میں جمعہ کی رات میں وفات ہوئی اور شیخ ابو اسحٰق شیرازی کے قریب دفن کئے گئے۔

(ل)

حضرت لقمان

لقمان بن باعور، مشہور حکیم ہیں، جن کا تذکرہ قرآن کریم میں سورۂ لقمان میں ہے، ان کو اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے تین سال بعد علم وحکمت سے نوازا تھا، جامع التواریخ میں ہے کہ لقمان حکیم سیاہ فام اور عرب یا بنی اسرائیل کے غلام تھے، ان کے آقا نے ان کی کوئی حکمت دیکھ کر ان کو آزاد کر دیا تھا۔ بعض کتابوں میں حضرت لقمان کا ارشاد منقول ہے کہ میں نے چار ہزار انبیاء کی خدمت کی ہے اور ان کے ارشادات سے آٹھ باتیں اخذ کی ہیں۔ (۱) جب تو نماز میں ہو تو اپنے دل کی حفاظت کر (۲) اگر کھانے میں مشغول ہو تو اپنے حلق کی حفاظت کر۔ (۳) اگر دوسرے کے گھر پر ہو تو اپنی آنکھ کی حفاظت کر (۴) اگر لوگوں میں ہو تو اپنی زبان کی حفاظت کرے (۵) موت کو نہ بھول (۶) خدا کو یاد کر (۷) دوسرے کے ساتھ احسان کر کے اس کو بھول جا (۸) اگر کسی نے تیرے ساتھ برائی کی تو اس کو بھی دل میں نہ لائے۔ بعض علما ان کو

حضرت ایوبؑ کا بھائی، اور بعض بنی اسرائیل کا قاضی اور بعض حضرت سلیمان کا خادم اور بعض بعینہ سلیمان اور نبی کہتے ہیں۔ بقول صاحب اکمال اصح تر یہ ہے کہ آپ نبی نہیں تھے؛ بلکہ حکیم تھے، فتح الرحمٰن میں ہے کہ آپ کی قبر اعمال فلسطین کی بستی صرفند میں ہے، حافظ قتادہ نے ان کی قبر شہر رملہ میں مسجد اور بازار کے مابین بتائی ہے۔

(م)

محرز مولیٰ ابی ہریرہ

محرز بن جعفر حجازی منصوری شاعر ہے۔ علامہ مرزبانی نے عبدالعزیز بن محمد کے مرثیہ میں اس کے یہ اشعار نقل کیے ہیں:

لا نوم فارق قلبی التهاما ÷ ان الرزية ما رزئنا العاما
لو رد ذوشفق حمام نية ÷ لرددت عن عبدالعزيز حمايا
فلا بكينك ما ودعت قمرية ÷ تدعو إلى فتن الغصن حماما

(معجم الشعراء ص: ۴۸۰)

ابن الصائغ

اس کا نام محمد ہے اور کنیت ابوبکر اور ابن باجہ کے ساتھ مشہور ہے۔ سرقسطہ میں پیدا ہوا۔ پھر وہاں سے فارس کی طرف منتقل ہو گیا تھا، تدبیر المتوحد، شرح ارسطو وغیرہ اسی کی ہے۔ یہ فلاسفہ کا بڑا حامی تھا اور الحاد کے ساتھ متہم، فتح بن خاقان نے اسکی ایسی ہجو کی ہے کہ شاید ہی کسی نے آج تک کسی کی ایسی ہجو کی ہو۔ (شذرات الذہب ص/۱۰۳/۴ ومنجد ۲/۵۷)

مختار بن ابی عبید

یہ ۱ھ میں پیدا ہوا تھا۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکا۔ یہ شرار تابعین میں سے ہے یہاں تک کہ اس نے نبوت کا بھی دعویٰ کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر نے اپنے بھائی مصعب کو لشکر دے کر بھیجا، انہوں نے کوفہ کے قریب ۶۷ھ میں اس کو قتل کر دیا۔ (اکمال ص ۱۵۸)

ابو بلال خارجی

ابو بلال خارجی حنظلی تمیمی کا نام مرداس ہے اور اس کی ماں کا نام اُدیہ ہے۔ باپ کا نام جدیر یا حدیر ہے۔ یہ خارجیوں میں بڑا عابد زاہد، مجتہد اور عظیم المرتبہ تھا، جنگ صفین میں حضرت علیؓ کے ساتھ رہا ہے۔
زیاد نے اولاً اس کو قید کیا پھر اس کو اور اس کے بھائی عروہ بن ادیہ کو دیگر خوارج کے ساتھ قتل کرا دیا تھا، ایک مرتبہ یہ ایک

اونٹ کے پاس کو گذرا جس پر قطران ملا ہوا تھا دیکھتے ہی بے ہوش ہو گیا اور جب افاقہ ہوا تو اس نے یہ آیت پڑھی۔ "سرابیلهم من قطران وتغشی وجوههم النار" جب معاویہ نے عبید اللہ بن زیاد کو بصرہ کا والی بنایا تو اس نے اس سے بغاوت کی کیونکہ بلجائے خارجیہ کے ساتھ جو ظلم وستم ہوا تھا اس پر یہ صبر نہ کر سکا، چناں چہ اس نے اپنے لوگوں میں عام اعلان کیا کہ بخدا! ہم ان ظالموں کے درمیان ہرگز نہیں رہ سکتے یہ کہہ کر بغاوت شروع کر دی اور یہ شعر پڑھنے لگا ؎

ابعد ابن وهب ذی النزاهة ومتقی ÷ ومن خاض فی تلك الحروف المهالكا
احب بقاء ادراجی سلامته ÷ وقد قتلوازید بن حصن ومالكا
فیا رب سلم نیتی وبصیرتی ÷ وهب لی التقی حتی الاقی اولئكا

اس پر ابن زیاد نے اسلم بن زرعہ کی سپہ سالاری میں مقابلہ کے لیے دو ہزار کا لشکر بھیجا جن کو ابو بلال اور اس کے ساتھیوں نے شکست دے دی حالانکہ یہ لوگ صرف چالیس آدمی تھے۔ اس کے بعد ابن زیاد نے عباد بن علقمہ مازنی کی سپہ سالاری میں ایک بہت بڑا لشکر بھیجا اور گھمسان کی لڑائی ہوئی، جب نماز کا وقت آیا تو ابو بلال نے نماز پڑھنے کی مہلت چاہی؛ لیکن جب یہ لوگ نماز پڑھنے میں مشغول ہوئے، تو عباد اپنے لشکر ساتھ ان پر ٹوٹ پڑا اور سب کو قتل کر ڈالا۔ وقد رثاه عمران بن حطان بقوله ؎

یا عین بكی لمرداس ومصرعه ÷ یا رب مرداس اجعلنی كمرداس
تركتنی هائما ابكی لمرزئتی ÷ فی منزل موحش من بعد ایناس
انكرت بعدك من قد كنت اعرفه ÷ مالناس بعدك یا مرداس بالناس
اما شربت بكأس دار اولها ÷ علی القرون فذاقوا جرعة الكاس
فكل من لم یذقها شارب عجلا ÷ منها بانفاس ورد بعد انفاس

(دائرۃ المعارف ص: ۲/۴۹)

مامون الرشید

ابوالعباس عبد اللہ بن ہارون الرشید۔ پیدائش ۱۷۰ھ میں ہارون کے خلیفہ ہونے کے دن میں ہوئی۔ ہارون نے تیرہ سال کی عمر میں امین کے بعد ولی عہدی کا فرمان لکھا اور اسے خراسان کا مستقل حاکم بنا دیا۔ مامون جملہ خلفاءِ عباسیہ میں حلم وعفو میں بے نظیر تھا۔ علم سے بہت زیادہ دل چسپی تھی، اس لیے ہمیشہ اپنے ساتھ اہلِ علم کی ایک جماعت رکھتا تھا اور ان سے علمی مباحثہ کیا کرتا تھا۔ ۴۸/ سال کی عمر میں ۲۱۸ھ میں انتقال ہوا اور طرطوس میں دفن کیا گیا۔ مدت خلافت ۲۰ سال ۵ ماہ تین دن رہی۔

مبرّد

المبرد۔ ابوالعباس محمد بن یزید ازدی سنِ ولادت ۲۱۰ھ، سن وفات ۲۸۵ھ آپ نے ابو حاتم سجستانی، ابوعثمان مازنی، ابوعمر

حرمی وغیرہم سے شرف تلمذ حاصل کیا، لیکن اساتذہ میں مازنی کو سب سے زیادہ مانتے تھے، موصوف نے کتاب سیبویہ حرمی سے شروع کی اور مازنی سے فاتحہ فراغ پڑھا۔ مبرد مناظر فصیح و بلیغ لطیف وظریف بھی تھے۔ یہ ہمیشہ ثعلب سے مناظرہ کی تاک میں لگے رہتے تھے، مگر ملاقات کا اتفاق نہ ہوتا، کتاب الکامل، الروضۃ، القوانی وغیرہ آپ کی یادگار ہیں۔

مصعب بن زبیر

مصعب بن زبیر: ان کی کنیت ابوعیسیٰ ہے، یہ حضرت عبداللہ بن الز العوام کے بھائی ہیں۔ جب حضرت عبداللہ مکہ کے والی تھے، اس وقت انھوں نے ان کو عراق کا والی بنا دیا تھا، ۶۷ھ میں عبیداللہ اور ابراہیم اشتر نخعی کے درمیان لڑائی ہوئی ہے، اشتر کے ساتھ سات آٹھ ہزار کوفی تھے اور عبیداللہ کے ہمراہ چالیس ہزار شامی، موصل کے قریب فریقین کا مقابلہ ہوا، اہل شام ہزیمت سے دو چار ہو گئے اور عبیداللہ شہید ہو گئے۔

حضرت امیر معاویہؓ

معاویہ، ابوعبدالرحمٰن بن ابی سفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس الاموی القرشی۔ بعثت سے پانچ یا پانچ سے زائد سال پہلے پیدا ہوئے۔ صلح حدیبیہ کے بعد پوشیدہ طور پر ایمان لائے مگر اپنی والدہ کے خوف سے چھپائے رکھا۔ فتح مکہ کے بعد اپنے اسلام لانے کو ظاہر کیا، بعض حضرات فتح مکہ میں ایمان لانے کے قائل ہیں، بعدہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانِ مبارک کے کاتب رہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلفائے اربعہ کے زمانہ میں مستقل جہاد میں حصہ لیتے رہے، خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں دمشق اور شام کے گورنر مقرر کئے گئے اور حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت تک گورنر رہے، حضرت عثمانؓ کے بعد جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلیفہ مقرر ہوئے تو انھوں نے حضرت معاویہؓ کو معزول کر دیا، مگر حضرت معاویہؓ نے اپنی معزولی سے انکار کر دیا، جس کے نتیجہ میں حضرت معاویہ وعلی رضی اللہ عنہما کے مابین جنگ ہوئی جس کو جنگ صفین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، بعدہ سیدنا حضرت امام حسنؓ خلیفہ ہوئے، انھوں نے چند ماہ کے بعد حضرت معاویہ سے صلح کر لی، اس کے بعد سے حضرت معاویہ متفقہ طور پر خلیفہ ہو گئے اور مسلسل بیس سال تک خلیفہ رہے۔ رجب ۶۰ھ میں تقریباً اسی سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ کی مرویات کی تعداد ۱۳۰ ہے، جن میں سے تیرہ احادیث صحیحین میں مروی ہیں۔ اس کے علاوہ تمام کتب صحاح میں بھی آپ سے حدیثیں مروی ہیں۔

مالک بن انس

مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر بن عمرو الاصبحی المدنی ابوعبداللہ۔ مشہور و معروف ائمۂ دین میں سے ہیں، آپ کی رفعتِ شان پر اعلام امت کا اتفاق ہے، آپ بطن مادر میں تقریباً تین سال رہے، اور اصح روایت کے اعتبار سے آپ کی

پیدائش ۹۳ھ میں ہوئی، اس وجہ سے آپ تبع تابعین میں ہیں اور امام ابوحنیفہؒ سے تیرہ سال چھوٹے ہیں، اس لیے کہ امام صاحب کی پیدائش ۸۰ھ میں ہوئی ہے اور علامہ کوثری کی تحقیق کے اعتبار سے ۲۳/ سال چھوٹے ہیں، اس لیے کہ ان کی تحقیق کے اعتبار سے امام صاحب ۷۰ھ میں پیدا ہوئے ہیں۔ امام مالکؒ نے علم غربت کی حالت میں حاصل کیا، پھر ایسی برکت ہوئی کہ امیر کبیر ہو گئے، آپ نے اپنے زمانے کے تمام علماء محدثین سے احادیث سنیں، جیسے نافع مولیٰ عمرؓ، زید بن اسلم، حمید الطویل، ہشام بن عروہ وغیرہ۔ زرقانی نے تحریر کیا ہے کہ آپ نے نوسو سے زائد شیوخ سے اخذِ علم کیا ہے۔ سترہ سال کی عمر میں درس و تدریس میں شہرت حاصل کی اور پوری زندگی مدینہ منورہ میں فیضِ علم پہنچاتے رہے اور ایک مرتبہ بھی حج کرنے کے علاوہ مدینہ منورہ سے باہر نہیں گئے۔ مدینہ منورہ میں سواری پر کبھی بھی سوار نہیں ہوئے۔ جب آپ سے اس کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا مجھے شرم آتی ہے کہ اس زمین کو گھوڑوں کے کھروں سے روندوں جس پر آقائے نامدار تاجدارِ مکی و مدنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بابرکت اور مقدس قدم رکھے ہوں۔ آپ نے دس ہزار حدیثیں لکھی تھیں، جن میں سے منتخب کر کے کتاب کا نام مؤطا رکھا تھا۔ آپ کی یہ کتاب سب سے پہلی کتاب نہ سہی لیکن اس میں شک نہیں کہ ہمارے ہاتھوں میں جو کتابیں موجود ہیں اور جن کی صحت پر علماء امت متفق ہیں، سب سے پہلی کتاب ہے۔ آپ نے ۱۴/ ربیع الاول ۱۷۹ھ میں وفات پائی۔

محمد بن ادریس شافعی

الشافعی۔ محمد بن ادریس بن العباس، ائمہ اربعہ میں سے مشہور امام ہیں۔ آپ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں محض تبرکاً لکھا جاتا ہے، آپ بمقام عسقلان ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے، اور دو برس کی عمر میں مکہ مکرمہ لائے گئے وہیں پرورش پائی، بچپن سے تیر اندازی نشانہ بازی اور طلبِ علم کا بہت شوق تھا، آپ نے قاری مکہ اسمٰعیل بن قسطین سے علم تجوید پڑھا اور علوم ادبیہ، لغت و شعر اور ایامِ عرب جوانی تک حاصل کیے، فقہ مسلم زنجی اور امام محمد شیبانی کی کتابوں سے حاصل کیا۔ اور حدیث امام مالک وغیرہ سے حاصل کی، پندرہ سال کی عمر میں مسلم بن خالد نے فتویٰ دینے کی اجازت دیدی، احمد بن سیار کا قول ہے کہ اگر امام شافعیؒ نہ ہوتے تو اسلام مٹ جاتا۔ ابوداؤد کا قول ہے کہ شافعی نے کبھی حدیث میں غلطی نہیں کی، حمیدی آپ کو سید الفقہاء کہتے تھے۔ آپ آخر عمر میں مصر تشریف لے گئے اور وہیں اقامت اختیار کی، اور آخر جب ۲۰۴ھ میں اس دار فانی سے دار آخرت کو رحلت فرمائی۔

محمد بن اشعث

محمد بن اشعث بن قیس کندی ابوبکر کے خاندان سے ہیں، آپ کا شمار شرفاء عرب میں ہوتا تھا۔ ۶۷ھ میں آپ قتل کر دیئے گئے۔

مسلمہ بن عبد الملک

مسلمہ بن عبد الملک بن مروان، سلطنتِ امویہ میں مشہور فاتح حکمراں تھا، ہمیشہ رومیوں کے مقابلہ میں رہا ہر سال ان کے اوپر فوج کشی کرتا تھا اور ان کے ہاتھ سے بڑے بڑے قلعے چھین لیتا تھا، اس نے جو قلعے لئے تھے، ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں قلعۂ طوانہ، عموانہ، مرقلہ، قمونیہ، سطیہ، طرسوس وغیرہ۔ عبد الملک کی جانب سے جزیرہ اور آذربیجان کا گورنر تھا اور اسی نے ۱۰۲ھ میں یزید بن مہلب بن ابی صفرہ کو قتل کیا ہے۔ اس کی وفات ۱۲۲ھ میں ہوئی ہے۔

ماریہ بنت ظالم بن وہب

ماریہ بنت ظالم بن وہب کندی جس کے کان کی بالیوں میں کبوتر کے انڈے کے برابر دو بڑے عجیب وغریب موتی یا چالیس ہزار اشرفیوں کا جوہر تھا، جو بطور وراثت بادشاہوں میں منتقل ہوتا چلا آرہا تھا۔

منصور (ابو جعفر)

منصور: ابو جعفر عبد اللہ بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباسؓ مشہور عباسی خلیفہ ہے۔ اس کی پیدائش حمیمہ میں ۱۰۱ھ میں ہوئی تھی، خلافت عباسیہ کے لیے جدوجہد اور اس کے انتظام واہتمام میں سفاح کا دست راست تھا۔ جس وقت اس کی وفات ہوئی یہ حج کے لیے گیا ہوا تھا۔ عیسیٰ بن موسیٰ نے اس کے لیے بیعت لی اور اس کو صورت حال سے مطلع کیا۔ وہ واپس آرہا تھا، راستہ میں قاصد ملا، عجلت کے ساتھ انبار پہنچ کر تخت نشین ہوا۔ منصور شجاعت، بیدار مغزی، علم اور مدبری کے لحاظ سے خلفائے عباسیہ میں سب سے فائق تر تھا، کام سے کبھی تھکتا نہ تھا، صبح سے عصر تک انتظامِ فوج، تدبیر مہمات اور رعایا کے معاملات کے انصرام میں مصروف رہتا تھا، عصر کی نماز کے بعد اپنے خانگی امور کو دیکھتا، شام کو لوگوں کے ساتھ بیٹھتا، عشاء کی نماز کے بعد اطراف ممالک سے جو خطوط اور اطلاعات موصول ہوتی تھیں ان کو پڑھتا پھر سو جاتا، رات کے آخری حصہ میں اُٹھ کر اطمینان کے ساتھ تہجد کی نماز پڑھتا، جب صبح صادق طلوع ہوتی مسجد میں فجر کی نماز پڑھتا، اس سے فارغ ہو کر ایوان خلافت میں بیٹھ جاتا۔ ۱۸۵ھ میں حج کو جا رہا تھا، راستہ میں بیمار ہوا اور مکہ کے متصل بئر میمون میں پہنچ کر ۷/ ذی الحجہ کو انتقال کر گیا۔ مدتِ خلافت چھ دن کم بائیس سال رہی۔

مقاتل بن سلیمان

مقاتل بن سلیمان، ابو الحسن مشہور مفسر ہیں، اصل کے اعتبار سے بلخی ہیں، بعد میں بصرہ چلے گئے تھے۔ زہری، مجاہد اور ضحاک وغیرہ سے روایت کرتے ہیں، بعض حضرات نے ان کو غیر ثقہ کہا ہے، حافظ وکیع نے کذاب کہا ہے۔ ۱۵۰ھ میں وفات ہوئی۔

منصور بن عمّار

منصور بن عمار شیخ ابوالسری واقفِ طریقت، کاشفِ حقیقت اور ایسے شاندار مقرر تھے کہ اس زمانہ میں آپ کا مثل نہ تھا، آپ خراسان کے باشندے تھے۔ اور بعض لوگ مرو اور بعض لوگ بصرہ کو آپ کا ماویٰ وملجا بتاتے ہیں، بعد میں آپ عراق چلے گئے تھے، آپ صاحبِ علم وحکمت اور فصحاء وبلغاء میں شمار ہوتے تھے۔ آپ کی وفات ۲۲۵ھ میں ہوئی۔ وفات کے بعد حضرت ابوالحسن شعرانی نے آپ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ باری تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا تو انھوں نے کہا کہ بخش دیا اور مجھے حکم کیا کہ جس طرح تو دنیا میں ہماری تعریف انسانوں کے روبرو کرتا تھا اسی طرح ملائکہ کے سامنے ہماری حمد وثنا کر۔

معن بن زائدہ

معن بن زائدہ بن مطر ابوالولید۔ منصور کے مشہور سپہ سالاروں میں سے ہے۔ عہد بنی امیہ میں یہ امیر عراقین ابن ہبیرہ فزاری کی سرپرستی میں تھا، واسطہ کے محاصرہ کے زمانہ میں اس کے ساتھ رہا اور دلیری کے ساتھ مدافعت کی، اس کے قتل کے بعد منصور کے ڈر سے روپوش ہو کر جا بجا پھرنے لگا، اتفاق یہ ہوا کہ چھ سو خراسانیوں کی ایک جماعت منصور سے ابومسلم کا قصاص لینے کے لیے مستعد ہوئی۔ یہ لوگ کاشان کے قریب مقام ''بلیدہ'' میں اکٹھا ہوئے۔ وہاں سے انبار پہنچے جب شہر میں داخل ہو گئے تو منصور کو خبر ملی، وہ مقابلہ کے لیے نکلا، معن اس وقت شاہی محل کے سامنے موجود تھا، اس نے خلیفہ کی سواری پکڑی اور کہا آپ واپس جائیے ہم مقابلہ کے لیے کافی ہیں، منصور نے واپسی سے انکار کیا، اسی دوران خراسانی ٹوٹ پڑے۔ معن نے مختصر سی جماعت کی مدد سے ان کو مار بھگایا اور اپنی سپہ گری کا جوہر دکھلایا، منصور اس بہادری سے دنگ رہ گیا اس کو شیرِ مرد کا خطاب دیا اور جب حال اور نام سے باخبر ہوا تو امان عطا کی اور دس ہزار درہم دیکر یمن کی امارت پر بھیج دیا، وہاں اس نے بغاوتوں کو مٹا کر امن وامان قائم کیا اور نہایت لیاقت کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیئے، جب سیستان میں شورش بڑھی تو منصور نے اس کو وہاں کا والی بنا کر بھیجا۔ اس نے اس صوبہ کو بھی ٹھیک کیا۔ ۱۵۱ھ میں وہیں خارجیوں نے اس کو بے خبری میں قتل کر ڈالا، معن علم ودانائی میں ممتاز، سخاوت میں حاتم، شجاعت میں رستم تھا۔

مروان بن حکم

مروان بن حکم بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف الاموی المدنی، آپ کی ولادت ۲ھ میں ہے، لیکن صحبت ثابت نہیں، ابتداء حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں آپ کے کاتب اور مشیر رہے اور حضرت معاویہؓ کے عہد میں کئی مرتبہ مدینہ کے والی مقرر ہوئے، یزید کی وفات کے بعد بنی امیہ کے ہاتھ سے خلافت تقریباً نکل چکی تھی،

عبیداللہ بن زیاد نے ان کو بیعت کر لینے کا مشورہ دیا۔ اس کے ہمت دلانے سے تیار ہو گئے۔ دمشق اور بالآخر مرج راہط کی فتح کے بعد شام اور مصر دو صوبوں میں ۶۵ھ میں ان کی خلافت قائم ہو گئی؛ لیکن خلافت کا زمانہ فقط چھ ماہ رہا اور تریسٹھ سال کی عمر میں رمضان ۶۵ھ میں انتقال کر گئے۔

ملک شاہ

ملک شاہ: اتز ابن الپ ارسلان ابن داؤد ابن میکائیل بن سلجوق، جس کی ولادت ۴۴۷ھ میں ہوئی، حد درجہ انصاف پرور، دین دار، عالیشان بلند حوصلہ بادشاہ تھا، آل سلجوق میں اس کا عہد ہر اعتبار سے نرالا ہے۔ جس طرف اس نے رخ کیا کامیابی حاصل کی، انطاکیہ سے قسطنطنیہ تک رومیوں کو پسپا کرتا ہوا چلا گیا، ان کے ملک میں جا بجا پچاس منبر قائم کیے، قیصر نے ایک ہزار دینار سالانہ جزیہ پر صلح کی اور ان تمام فتوحات میں دو ماہ سے زیادہ نہیں صرف ہوئے اور اس کی وفات ۴۸۵ھ میں ہوئی۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ

المغیر ۃ بن شعبہ ثقفی مشہور صحابی ہیں رضی اللہ عنہ، آپ عقلاء روزگار میں سے تھے، غزوۂ خندق کے بعد ایمان لائے اور صلح حدیبیہ اور بیعتِ رضوان میں اور اس کے بعد غزوات میں شریک رہے، حضرتِ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو بحرین اور بصرہ و کوفہ کا والی مقرر کیا تھا، بصرہ میں سب سے پہلے دیوان آپ ہی نے قائم کیا تھا۔ تمام کتبِ صحاح میں آپ سے روایات مروی ہیں، صحیحین میں آپ سے بارہ احادیث مروی ہیں، اور آپ کی تمام مرویات کی تعداد ۱۲۶ ہے۔ آپ نے ۵۰ھ میں اس دارِ فانی سے دارِ آخرت کو رحلت فرمائی۔

محمد بن مسلم الخواص

محمد بن مسلم الخواص۔ آپ اعلیٰ درجہ کے عابد و زاہد و پرہیزگار بزرگ تھے اور قرن ثالث کے آخری دور کے مجذوب صفت صاحب حکایات عجیب وغریب شخص تھے۔

عبدالرزاق ابن ہمام بن نافع الحمیری۔ آپ کی ولادت ۱۲۶ھ میں ہوئی۔ اور آپ کی رحلت ۲۲۱ھ میں ہوئی۔ آپ نے ایک کتاب تصنیف فرمائی جس کا نام مصنف ہے۔ جو آج کل ہمارے درمیان مصنف عبدالرزاق کے نام سے مشہور ہے۔ حافظ ذہبی نے آپ کی کتاب مصنف کو علم کا خزانہ لکھا ہے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے عبدالرزاق سے بڑھ کر روایتِ حدیث میں کسی کو نہیں دیکھا۔ سفیان بن عیینہ، یحییٰ بن معین، علی بن المدینی آپ کے جید تلامذہ میں سے ہیں۔ معمر بن راشد الاسدی۔ آپ بطور مہمان یمن تشریف لے گئے اور وہیں ۱۵۴ھ میں وفات کر گئے۔

محمد بن زکریا

محمد بن زکریا۔آپ کی ولادت شہرِ رَے میں ہوئی۔ وہیں آپ نے نشو ونما پائی اس کے بعد تقریبا ۳۰/ سال کی عمر میں بغداد میں منتقل ہو گئے۔ ابتداءً علوم عقلیہ، علم ادب، شعر وشاعری سے بہت دلچسپی تھی۔ اس کے بعد علم طب اور علم فلسفہ کا شوق وذوق غالب آیا اور پوری مشغولیت کے ساتھ اُدھر لگ گئے، یہاں تک کہ حاذق اطباء میں سے شمار ہونے لگے۔ کتاب الحاوی آپ ہی کی تصنیف ہے جو تیس جلدوں میں سما سکتی ہے اور آج تک مرجع اطباء ہے۔آپ نے شاہ منصور بن نوح کے لیے صناعت کیمیاء کے اثبات میں ایک کتاب تصنیف کی تھی، شاہ نے دیکھ کر کہا، جو کچھ اس میں لکھا ہے اس کو عملی جامہ پہنا کر دکھا۔ایسا نہ کر سکے تو شاہ نے ان کے سر پر اسی کتاب سے ضربیں لگوائیں جس کے ملال سے آپ کی بینائی جاتی رہی۔آپ کی وفات ۳۱۱ھ میں ہوئی۔

(ن)

نضلہ ابو برزہ

ابو برزہ نضلہ بن عبید اسلمی صحابی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ متعدد غزوات میں شریک رہے۔ وفات شریف کے بعد یہ بصرہ چلے گئے اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں بھی جہاد میں مصروف رہے، یہاں تک کہ خراسان پر جہاد کیا اور مرو یا بصرہ میں ۶۵ھ میں یا اس سے قبل وفات پائی (الھدیۃ المز جا ۃ ص:۱۳)

نظام الملک

نظام الملک: حسن بن علی بن اسحاق بن عباس، کنیت ابو علی، لقب نظام الملک قوام الدین تھا، بروز جمعہ ۲۱/ ذوالقعدۃ ۴۰۸ھ کو نوقان ضلع طوس میں اسکی ولادت ہوئی۔طوس مردم خیز جگہ ہے یہاں نظام الملک، غزالی، فردوسی تین بڑے مشہور شخص گذرے ہیں، کسی کا شعر ہے ؎

ہر دبیر وشاعر ومفتی کہ اوطوسی بود ÷ چوں نظام الملک وغزالی وفردوسی بود

نظام الملک وزیر سلطنت عالم دین قدر شناس آدمی تھا، اس کی مجلس ہمہ وقت علماء کبار اور صوفیائے نامدار اور اہل ادب سے بھری رہتی تھی۔ اس نے نظامیہ یونیورسٹی کی ۴۵۷ھ میں بنیاد رکھی، جس کی تکمیل ۴۵۹ھ میں ہوئی، اس یونیورسٹی کے لیے تین کروڑ سالانہ کی جاگیر وقف کی۔ حدیث شریف کے درس میں طالب علمانہ طور سے حاضر ہوتا، کبھی خود بھی روایت کیا کرتا اور کہا کرتا کہ میرا شمار راویانِ حدیث میں ہوگا، جس وقت اذان کی آواز سنتا تھا، خواہ کیسے ہی ضروری کام میں مشغول

کیوں نہ ہو چھوڑ کر اٹھ جاتا تھا اور نماز کے بعد اس کو انجام دیتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ شخص اپنی عقل و تدبیر کے ذریعہ سلجوقیہ کی پیشانی کا نور تھا۔ اصول جہاں داری پر فارسی زبان میں "سیاست نامہ" اسی کی تصنیف کردہ ہے، جو آج تک علماء اور ادباء میں مقبول ہے۔ ۱۷/ رمضان ۴۸۵ھ میں ایک باطنی ملحد نے قتل کر دیا اس سازش میں تاج الملک خسرو بھی شامل تھا، ابوالہیجا مقاتل ابن عطیہ نے مرثیہ میں یہ قطعہ کہا ۔

كان الوزير نظام الملك لؤلوة يتيمةً صاغها الرحمٰن من شرف

عرفتْ فلم تعرف الايام قيمتها فردّها غيرةً منه الى الصّدف

ترجمہ:۔ نظام الملک ایک نفیس موتی تھا، جس کو رحمٰن نے دریائے شرفت سے نکالا تھا، اس نے دنیا کو اپنی آب وتاب دکھائی؛ لیکن دنیا نے اس کی قدر و قیمت نہ پہچانی اس لیے غیرتِ الٰہیہ نے اس کو پھر صدف ہی میں رکھ دیا۔

نجاشی شاہ حبشہ

نجاشی۔ اصحمہ بن بحر، آپ حبشہ کے بادشاہ تھے۔ مسلمانوں کا جب مکہ میں رہنا دشوار ہو گیا تھا اور ابھی مدینہ ہجرت شروع نہیں ہوئی تھی، تو آپ ہی کے اخلاقِ کریمانہ کیوجہ سے مسلمانوں نے حبشہ میں پناہ لی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب شاہانِ وقت کے پاس اسلام کا دعوت نامہ بھیجا تو آپ کے یہاں بھی روانہ فرمایا، دعوت نامہ ملتے ہی آپ نے لبیک کہا اور مشرف باسلام ہوئے، آپ مشہور مخضرمی تابعی ہیں، آپ کا عربی نام عطیہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو عبد صالح کے لفظ سے یاد فرماتے تھے۔ آپ ہی نے (ام المؤمنین) حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا عقد حضورؐ کے ساتھ کیا تھا اور مہر اور دعوتِ ولیمہ اپنی طرف سے کی تھی، جب آپ کی وفات کی اطلاع حضورؐ کو ملی تو آپؐ نے صحابۂ کرامؓ کے ساتھ نمازِ جنازہ غائبانہ پڑھی جس کا تذکرہ صحیحین میں موجود ہے۔ آپ کی وفات ۸ھ یا ۹ھ میں ہوئی ہے۔

نعمان بن ثابت

سید الفقہاء نعمان بن ثابت فارس کے مشہور صاحبِ عزت و ثروت خاندان سے تھے، آپ کے دادا حضرت علیؓ کی خلافت میں مسلمان ہو چکے تھے۔ آپ ۸۰ھ میں عبدالملک بن مروان کے زمانۂ خلافت میں کوفہ میں پیدا ہوئے، اس وقت بہت سے صحابہ کو پایا جو کوفہ میں تھے۔ یہ فضیلت آپ کے معاصر ائمہ میں سے کسی کو حاصل نہ ہوئی۔ آپ نے عکرمہ، عطاء بن ابی رباح، سالم بن عبداللہ، سلیمان، حماد جیسے مایۂ ناز محدثین و فقہاء سے ذخیرہ احادیث جمع کیا ہے۔ حافظ ابن حجر مکی نے "الخیرات الحسان" میں لکھا ہے کہ امام صاحب نے چار ہزار اساتذہ سے حدیث حاصل کی ہے۔ آپ متوسط قد، خوش رو شیریں اور بلند آواز، نہایت ذہین، بے حد متقی، خدا ترس، شب بیدار تھے ۱۲۰ھ میں مسند اجتہاد پر جلوہ افروز

ہوئے۔ چالیس برس کی عمر میں یہ سلسلہ شروع ہوا تو حماد کے پرانے شاگرد حتیٰ کہ آپ کے بعض استاذ بھی آپ کے درس میں شریک ہونے لگے۔ آپ نے ماہ رجب ۱۵۰ھ میں وفات پائی، کئی مرتبہ نماز جنازہ پڑھی گئی۔ بغداد میں خیزران کے مقبرہ میں دفن ہوئے، سلطان الپ ارسلان سلجوقی نے ۴۵۹ھ میں اس پر ایک قبہ اور اس کے قریب ایک مدرسہ بنوایا۔

حضرت نعمان بن بشیرؓ

نعمان بن بشیر بن سعد بن ثعلبہ انصاری، آپ قبیلۂ خزرج کے رہنے والے تھے، آپ کا شمار صغارِ صحابہ میں ہوتا ہے، آپ کے والد ماجد بھی صحابی تھے، اور آپ کی والدہ محترمہ عبداللہ بن رواحہ کی بہن تھیں اور یہ بھی صحابیہ ہیں۔ آپ کی ولادت ہجرت کے چودہ ماہ بعد ۲ھ میں ہوئی، آپ نہایت ذکی اور ہوشیار تھے، آپ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کچھ حدیثیں سنیں۔ سب سے پہلے آپ دمشق کے قاضی مقرر ہوئے پھر امیر معاویہؓ نے کوفہ کا پھر حمص کا والی مقرر کردیا تھا، آپ مروان کے حمایت داروں کے ہاتھ ۶۴ھ یا ۶۶ھ میں شہید کردیئے گئے۔

نوح بن لامک

نوح بن لامک بن متوشلخ بن اخنوخ (ادریس) ابن بیار بن مہلائیل بن قینان بن شیث بن آدم علیہ السلام۔ آپ کا اصلی نام شاکر تھا۔ کثرتِ گریہ وزاری کی وجہ سے نوح ہوگیا۔ آپ حضرت آدم علیہ السلام کے دنیا میں تشریف لانے کے ایک ہزار چھ سو چالیس سال بعد پیدا ہوئے۔ اور چالیس سال کی عمر میں نبوت سے سرفراز ہوئے، ساڑھے نو سو سال تک قوم کو دین کی دعوت دیتے رہے۔ طوفان کے بعد ساٹھ سال تک زندہ رہے اور کوفہ میں یا کرک میں مدفون ہوئے۔

(ہ)

ہشام بن عبدالحکم

ان کی کنیت ابومحمد ہے اور نام ہشام۔ یہ کبار شیعہ میں سے تھا، اس نے کوفہ میں نشو ونما پایا اس کے بعد بغداد چلا آیا اور یحییٰ بن خالد برمکی اور ہارون الرشید کی قربت حاصل کی۔ اس کی کچھ تالیفات بھی ہیں جو سب مفقود ہیں۔ (منجد ص:۵۵۲/۲)

ہشام ابن الکلبی

یہ محمد بن السائب الکلبی (صاحب کتب کثیرہ اور مشہور اخباری) کا بیٹا ہے، یہ دونوں باپ بیٹے مشہور اخباری اور راوی انساب تھے، امام جاحظ البیان والتبیین ص:۲۵۶/۱ پر کہتے ہیں ''ومن نسابی کلب۔ محمد بن السائب، وہشام بن محمد بن

السائب اور ص ۲۸۱/ ا پر لکھتے ہیں: ''ومنہم من الرواۃ والنسابین والعلماء۔ شرقی بن القطامی الکلبی، ومحمد بن السائب الکلبی، وعبداللہ بن عیاش الہمدانی، وہشام بن السائب الکلبی اھ'' کتاب الاصنام اور دیگر کتب جیدہ اسی کی ہیں، امام جاحظ نے ص: ۱۲۳/ ا پر ابو یعقوف خریمی سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے تین آدمیوں جیسا کوئی نہیں دیکھا کہ وہ خود تو دوسروں کو کھا جانے والے تھے؛ لیکن تین آدمیوں کو دیکھ کر اس طرح پگھل جاتے تھے جیسے پانی میں نمک یا آگ میں رانگ، ہشام بن الکلبی، ہیثم بن عدی، کو دیکھ کر، اور ہیثم بن عدی، موسی ضبی کو دیکھ کر اور ابوالحسن علی بن عبداللہ بن سیف علّو یہ، ابوالمہنا مخارق مغنی کو دیکھ کر۔ (البیان والتبیین مع حاشیہ حسن سندوبی)

ہیثم بن عدی

ابو عبدالرحمن ہیثم بن عدی طائی کوفی مولود ۱۲۸ھ متوفی ۲۰۹ھ مشہور مؤرخ اور اخباری شخص ہے اور خارجیوں کا ہمنوا ہے، مجالد ابن اسحاق وغیرہ سے روایت کرتا ہے مگر حدیث میں ضعیف ہے، قال ابوداؤد السجستانی ''کذاب'' اس نے بنوالحارث بن کعب کی ایک عورت کے ساتھ شادی کر لی تھی، بنوالحارث کے معزز لوگ ہارون الرشید کے پاس آئے اور انھوں نے تفریق کا مطالبہ کیا ہارون الرشید نے کہا کہ یہ وہی شخص تو ہے جس کی بابت شاعر نے کہا ہے ؎

اذا نسبت عدیا فی بن ثعل ÷ فقدم الدال قبل العین فی النسب

لوگوں نے کہا: جی حضور! یہ وہی شخص ہے اور شاعر ذہل بن ثعلبہ شیبانی کوفی ہے، اس پر ہارون نے اپنے قائدین میں سے داؤد بن یزید کو حکم کیا کہ ان میں تفریق کرادو، پس لوگوں نے اس کو پکڑ کر خوب پیٹا یہاں تک کہ اس نے بیوی کو طلاق دیدی، وفی ذلک یقول علی بن جبلۃ العکوک ؎

للهيثم بن عدى نسبته جمعت ÷ آبائه فأراحتنا من العدد
اعدد عديا فاو مـد البقاء ÷ ما عمر الناس لم ينقص ولم يزد
نفسي فداء بني عبد المد ان وقد ÷ تلوه للوجه واستعلوه بالعمد
حتى ازالوه كرها عن كريمتهم ÷ وعرفوه بذل ابن اصل عدى
ايا ابن الخبيثة من اهجو فافضحه ÷ اذا هجوت وما تنمى الى احد

(شذرات الذہب ص: ۱۹۲/ ۲ و تاریخ کامل ص: ۲۰۴/ ۵)

ہارون رشید

ہارون ابومحمد بن مہدی، خیزران کے بطن سے ۱۴۵ھ میں مقام رَے میں پیدا ہوئے اور ہادی کے انتقال کے بعد ربیع الاول ۱۷۰ھ میں ۲۵/ سال کی عمر میں تخت نشین ہوئے اور ۲۳/ سال ۲/ ماہ ۱۸/ دن تک امورِ خلافت انجام دیئے۔ اور

۱۳/ جمادی الثانیہ ۱۹۳ھ کو وفات پائی، اور طوس میں سپرد خاک کئے گئے۔ اس نے اپنے دورِ خلافت میں ۹ حج کئے اور ہر دفعہ اپنے ساتھ ایک سو علماء اور فقہاء کو مع ان کے اہل وعیال لے گئے، جس سال حج کے لیے نہیں جاسکتے اس سال اپنے عوض تین سو آدمیوں کو بھیجتے۔

ہشام بن عبد الملک

ہشام بن عبد الملک۔ اس کی ولادت ۷۲ھ میں ہوئی۔ اس کی ماں عائشہ بنت ہشام ابن اسمٰعیل مخزومی تھی۔ اپنے بھائی یزید کے انتقال کے وقت یہ حمص میں تھا، وہیں ڈاک کے ذریعہ عصا اور خاتم خلافت اس کو بھیجی گئ، وہاں سے یہ دمشق آیا اور خلافت کی بیعت لی، ہشام حلیم الطبع عاقل وفرزانہ تھا، اس نے ایک مرتبہ شرفاء میں سے کسی کو گالی دیدی تو اس نے برجستہ کہا: شرم نہیں آتی خلیفہ ہوکر بدزبانی کرتے ہو، ہشام نے ندامت سے سر جھکالیا اور اس سے معافی مانگی۔ ۶/ ربیع الثانی ۱۲۵ھ میں اس کا انتقال ہوگیا۔

(ی)

ابو محمد یحیٰ بن مبارک یزیدی

یہ یزید بن منصور حمیری کے لڑکے کو پڑھاتے تھے، اس لیے ان کو یزیدی کہتے ہیں، یزیدی نحوی، لغوی قاری شاعر ابو عمرو ابن العلاء خلیل حضرمی وغیرہ کے شاگرد تھے، ایک روز یزیدی خلیل کی ملاقات کو آئے، خلیل اپنی گدی پر بیٹھے ہوئے تھے مگر گدی ایسی نہیں تھی جس پر دو آدمی آسائش سے بیٹھ سکیں، اس پر بھی خلیل فرط محبت میں گدی سے سرک گئے، یزیدی نے پاس ادب سے عذر کیا کہ آپ کو تکلیف ہوگی۔ خلیل نے مسکرا کر کہا۔ بیٹھو کہیں دوستوں میں بھی جگہ تنگ ہوتی ہے، خلیل ایسے شخص نہ تھے جو ہر کس وناکس کو اپنی گدی پر بٹھائیں، مگر یزیدی ایسے رتبہ کے شاگرد تھے جن کے لیے خلیل مسند سے سرک گئے، ایک روز ایک خوبصورت وخوش آواز عورت مامون کے پاس اشعار پڑھ رہی تھی، جب خوبصورتی وخوش آوازی جمع ہوتی ہے تو سننے والے کے دل سے اس کی کیفیت پوچھئے ۔

خوبی رو وخوبی آواز می برد ہر یکے بہ تنہا دل ÷ چوں شود ہر دو جمع در یکجا کارِ صاحبدلاں بود مشکل

مامون از خود رفتہ ہوکر چیخ اٹھا پھر سنبھل کر کہنے لگا، کیوں استاد کیا سماں ہے، کیا دنیا کی کوئی چیز اس سے بہتر ہوسکتی ہے؟ یزیدی نے کہا ہاں شکر نعمت میں ایسی لذت حاصل ہوتی ہے جس سے بڑھ کر نعمت میں مزہ نہیں ملتا۔ مامون نے کہا سچ ہے، ابھی ایک لاکھ درہم اہل حاجات کو خیرات کیے جائیں۔

یزیدی نے قریب ایک سو سال کی عمر میں ۲۰۲ھ میں خراسان میں وفات پائی۔ کتاب النوادر، جامع شعر وادب، کتاب النقطہ وغیرہ آپ کی تصانیف ہیں۔

شیخ یوسفؒ

شیخ یوسف نہایت حسین اور بڑے باکمال اولیاء میں سے ہیں۔ حضرت ذوالنون سے آپ بیعت ہیں اور ابوتراب، ابوسعید خزاز جیسے مشائخ سے فیض صحبت رکھتے ہیں، حضرت ابراہیم خواص فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بار خواب میں غیبی ندا سنی کہ یوسف بن حسین سے کہہ دو کہ تو راندۂ درگاہ ہے۔ خواب سے بیدار ہوا تو ان سے بیان کرتے ہوئے شرم آئی، تیسری بار خواب میں کہا گیا کہ اگر تو نے ان سے نہ کہا تو تجھ کو ایسی سزا ملے گی کہ زندگی بھر تکلیف میں مبتلا رہے گا۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کوئی شعر سناؤ میں نے شعر پڑھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور فرمایا کہ لوگ میرے سامنے قرآن پڑھ رہے تھے، مگر مجھے رقت نہ ہوتی اور اس شعر نے مجھے بے قرار کر دیا۔ لوگ مجھے زندیق کہتے ہیں، سچ ہے اور خطاب باری ''راندۂ درگاہ ہے'' میرے حق میں درست ہے۔ مجھے اس سے بڑا تعجب ہوا اور اسی پریشانی میں میں صحراء کی طرف نکل گیا۔ راستے میں حضرت خضرؑ سے ملاقات ہوئی، انھوں نے فرمایا کہ یوسف بن حسین، تیغ عشق الٰہی سے گھائل ہیں اور علیین ان کی جگہ ہے۔ اللہ کی راہ میں ایسا مرتبہ حاصل کرنا چاہئے کہ اگر متنزل بھی ہو تو علیین ہو۔ نزع کے وقت آپ نے فرمایا اے اللہ! میں نے خلق کو قولاً اور نفس کو فعلاً نصیحت کی۔ میرے نفس کی خیانت کو خلق کی نصیحت کے عوض میں معاف کر دے۔ (تذکرۃ الاولیاء میں ان کے ساتھ ابوعثمان حیری کی فریفتگی کا قصہ بھی مذکور ہے)

یحییٰ بن اکثم

یحییٰ بن اکثم بن محمد بن قطن بن سمعان ابو محمد تمیمی مروزی۔ آپ کی ولادت ۲۴۲ھ میں ہوئی۔ آپ فقیہِ عصر، محدثِ وقت امور قضا کے واقف کار اور صاحبِ بصیرت تھے، انھیں اوصاف کی وجہ سے مامون نے آپ کو بغداد کا قاضی مقرر کیا اور اپنی سلطنت کے تمام وزراء کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں دی تھی، بیس سال کی عمر میں بصرہ کے قاضی ہوئے، اہل بصرہ نے کم عمر سمجھا تو فرمایا کہ میں عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ سے عمر میں بڑا ہوں، جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ کا قاضی بنایا تھا، اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے بھی عمر میں زیادہ ہوں جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا قاضی بنایا تھا۔

یزید بن محمد (وزیر مہلبی)

الوزیر المہلبی۔ یزید بن محمد۔ شیعہ آل علیؓ سے ہے اور بہت بڑا شاعر ہے، متوکل کی تعریف میں بہت سے قصائد لکھے، اس کی وفات ۲۵۹ھ میں ہوئی۔

یزید بن معاویہ

یزید بن معاویہ۔ اس کی ولادت ۲۶ھ میں ہوئی، جب کہ امیر معاویہؓ حضرت عثمانؓ کی طرف سے پورے ملک شام کے والی ہو چکے تھے۔ امیر معاویہؓ نے اپنی زندگی میں صوبہ جات کے حکام اور وفود سے رائے لے کر یزید کی ولی عہدی کی بیعت لے لی تھی، لیکن مدینہ کے چند ممتاز رؤساءِ امت عبداللہ بن زبیر، امام حسین، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم اس بیعت کے مخالف تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے جب دیکھا کہ یزید کی خلافت پر اجماع عام ہو گیا، تو ان حضرات نے بھی بیعت کر لی، لیکن حضرت امام حسینؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ نے بیعت نہیں کی۔ یہاں تک کہ ۱۰/محرم ۶۱ھ کو معرکۂ کربلا پیش آیا، ایک طرف امام حسین کے اسی آدمیوں کی مختصر جماعت تھی، دوسری طرف عراقی فوج تھی، جس میں ایک بھی شام کا آدمی نہ تھا، بہت تھوڑے عرصہ میں لڑائی کا فیصلہ ہو گیا۔ امام حسینؓ اور ان کے ۷۱ آدمی شہید ہوئے اور ابن سعد کے ۸۸ آدمی کام آئے، اس کے بعد حصین بن نمیر یزید کے حکم کے مطابق عبداللہ بن زبیر کے مقابلہ کے لیے ۲۶/محرم کو ایک لشکر لے کر مکہ پہنچا۔ ابن زبیرؓ مقابلہ کے لیے نکلے لیکن شکست کھائی اور مکہ میں آگئے، شامیوں نے محاصرہ کیا اور منجنیق سے شہر پر پتھر پھینکے اسی دوران خبر آگئی کہ یزید نے وفات پائی، شامیوں نے محاصرہ اٹھالیا اور جنگ ختم ہوگئی۔ یزید نے ۱۴/ ربیع الاول ۶۴ھ کو ۳۹ سال کی عمر میں سرزمینِ شام کے شہر جوران میں وفات پائی۔ مدتِ خلافت ۳/ سال ۸ مہینے ۱۴ دن رہی۔

یزید بن عبدالملک

یزید بن عبدالملک بن مروان مولود ۷۱ھ سلیمان بن عبدالملک کے بعد ۱۰۱ھ میں خلیفہ ہوا اور ۴ سال ایک مہینہ تک خلیفہ رہا ۴۸ سال کی عمر میں ۲۵ شعبان ۱۰۵ھ میں مقام بلقار میں وفات پائی اور اپنے بعد اپنے بھائی ہشام اور اپنے بیٹے ولید کو یکے بعد دیگرے ولی عہد بنایا ـــــــ یزید پہلا خلیفہ ہے جس نے شراب پینی شروع کی اور مغنیات کے راگ سننے میں وقت برباد کیا۔

یزدجرد

یزدجرد۔ بہرام جور کے باپ کا نام ہے، جو ملکِ فارس کا حکمراں تھا۔ ۳۹۰ء میں تخت نشین ہوا اور ستم ظرفی وقتل وغارتگری وخونریزی کے وہ پہاڑ توڑے کہ شاہانِ فارس میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اس کے ملک کی مدت بھی اکیس سال ہے، اس کی موت گھوڑے کے لات مارنے سے واقع ہوئی ہے۔